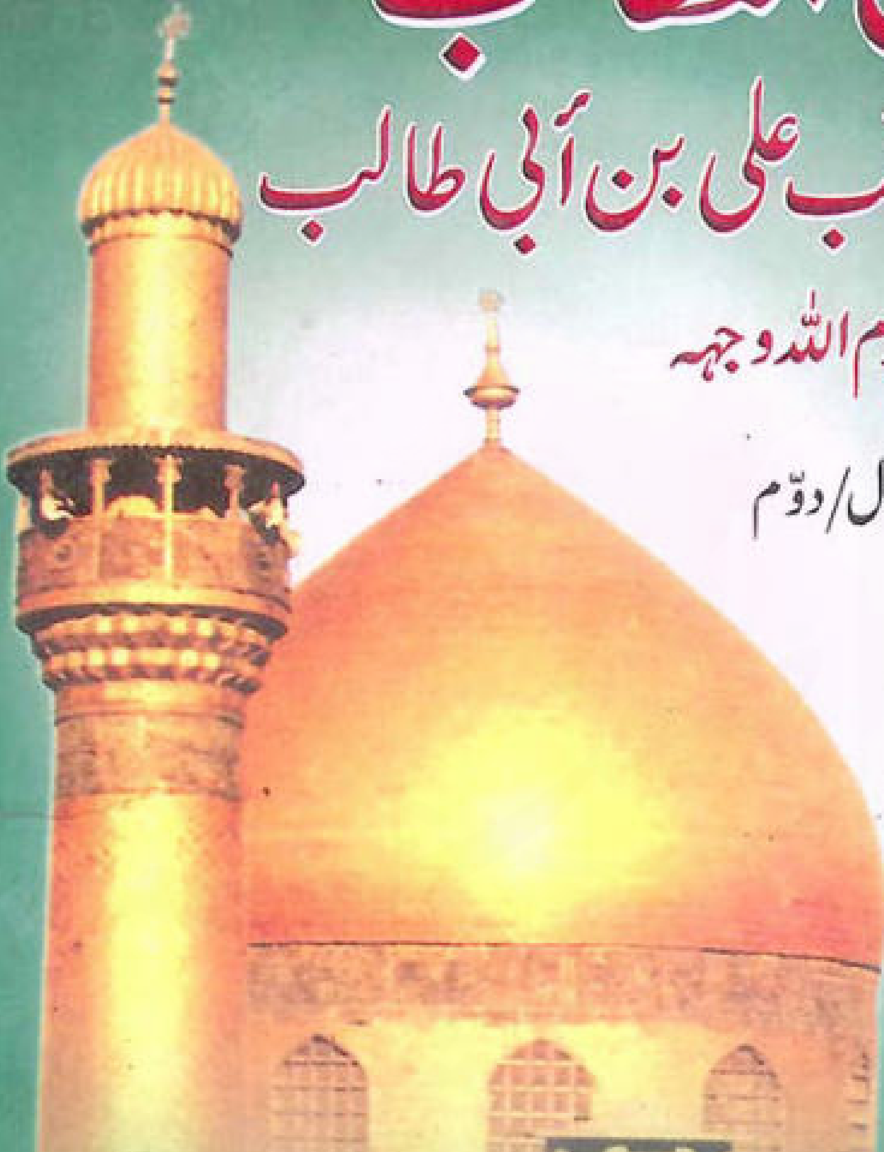
فتح المطالب

فی مناقب علی بن أبی طالب

کرم اللہ وجہہ

حصہ اوّل/ دوّم



مرتب

خسرو قاسم

گلستانِ زہرا پبلی کیشنز لاہور

فتح المطالب

فی مناقب علی بن أبی طالب

کرم اللہ وجہہ

حصہ اوّل

مرتب

خسرو قاسم

ناشر

گلستانِ زہرا پبلی کیشنز

26۔ ایبٹ روڈ، لاہور۔ 54000

کتاب: فتح المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
مرتب: خسرو قاسم
ناشر: خلیفہ سید حسن مہدی
اشاعت اول: محرم الحرام ۱۴۲۹ھ
تعداد: ایک ہزار
قیمت: -/350 روپے
ملنے کا پتہ: گلستان زہرا۔ ۱۳۶ ایبٹ روڈ لاہور۔
افتخار بک ڈپو اسلام پورہ لاہور۔

زمانے کو پھر ہے ضرورت علیؓ کی

بیاں مجھ سے کیا ہوگی مدحت علیؓ کی ۔۔۔ کہاں میں کہاں شان حضرت علیؓ کی
ہے کتنی بڑی یہ فضیلت علیؓ کی ۔۔۔ کہ عین عبادت ہے رویت علیؓ کی
نجف پھر چلیں ہو زیارت علیؓ کی ۔۔۔ کہ یاد آرہی ہے بکثرت علیؓ کی
میرے چشم و دل ہوگئے دونوں روشن ۔۔۔ ہوئی خواب میں جب زیارت علیؓ کی
شریعت طریقت حقیقت کی نعمت ۔۔۔ ملی عارفوں کو بدولت علیؓ کی
خدا کی قسم بعد چودہ صدی کے ۔۔۔ دلوں پر ہے اب تک حکومت علیؓ کی
یہ کیا کم ہے عظمت کہ گھر میں خدا کے ۔۔۔ ولادت علیؓ کی شہادت علیؓ کی
یہاں کامیابی وہاں سرخ روئی ۔۔۔ دو عالم میں کام آئی نسبت علیؓ کی
جدھر دیکھو خیبر نما مورچے ہیں ۔۔۔ زمانے کو پھر ہے ضرورت علیؓ کی

ہے خسرو کی بخشش کو محشر میں کافی
شفاعت نبیؐ کی، حمایت علیؓ کی

خسرو قاسم
انجینئر کالج
اے، ایم، یو، علی گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف دل

فرزندان آدم کو زندگی کے سفر میں اس دوراہے تک بہر حال پہنچنا ہے جہاں سے عبور کر کے اپنی اخری منزل طے کرنی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو یہاں پہنچ کر اس راستہ کو اختیار کرتے ہیں جس پر اللہ نے نعمت نازل کی ہے اور بد بخت ہیں وہ لوگ جو حق سے محروم ہو کر اس راہ پر چل پڑتے ہیں جس پر اللہ کا غضب نازل ہوا ہے۔

یہ اشتباہ اس لئے ہوا کہ راہی کو راہبر کی صحیح شناخت نہ ہو سکی، لہٰذا اللہ نے اس گمراہی سے بچانے کے لئے ہر دور میں اپنے معصوم بھیجے تا کہ روز قیامت بندہ اپنی مجبوری کا عذر نہ پیش کر سکے۔ یوں ہی سلسلہ چلتا رہا کچھ سنبھلے کچھ پھسلے، لیکن جب ذمہ داری نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک آئی تو انہوں نے اشاروں، کنایوں، رزم، بزم کھلے لفظوں اور چھپی صفتوں میں اس راہبر کو پہچنوایا جو انکے بعد امت اسلامیہ کا کھیون ہارا، اور نسلوں کی نجات کا ذمہ دار تھا۔ بات یہیں پر ختم نہیں ہوئی بلکہ "غدیر خم" کے "چہار سو" پر پہنچ کر حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام علی علیہ السلام کو دونوں ہاتھوں پر بلند کر کے "اِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ" کی عملی تفسیر پیش کر دی۔

گمراہی کا سد باب ہو چکا تھا لیکن وقت کی کمین میں بیٹھے افراد نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں مصروف پا کر خفیہ منصوبہ کو عملی جامہ پہنا دیا۔

حالات اسقدر بھیانک ہو گئے کہ دینداروں کو حق بات کہنے پر دار و رسن سے گذرنا پڑا، جعلی و نقلی ٹکسال سے حدیثیں گھڑی جانے لگیں، اسلام کے اتحاد اور مسلمانوں کی سلامتی کیلئے امام علی علیہ السلام نے جام صبر نوش کیا جسکی اذیت کو خود امام علیہ السلام نے ان لفظوں میں بیان فرمایا تھا۔

فصبرت وفی العین قذی وفی الحلق شجا

ہر طرف سازشوں کا بازار گرم تھا حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو گمنام کرنے کیلئے کوئی کسر باقی نہ رکھی گئی، انصاف دم بخود تھا۔ مولا کے فضائل و مناقب میں اترنے والی آیتیں اور دہن رسولؐ سے نکلنے والی حدیثیں غرق حیرت۔

مولا علیؑ کے حق میں بڑی ناانصافیاں ہوئیں لیکن پھر بھی علیؑ کے فضائل سے کائنات بھری ہے۔دوسری صدی کے مشہور سنی عالم احمد فراہیدی سے کسی نے حضرت علیؑ کے فضائل سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا:

میں اسکے فضائل کیا بیان کروں جسکے فضائل کو دوستوں نے جان کے خوف سے چھپایا اور دشمنوں نے عداوت کیوجہ سے بیان ہونے نہ دیا لیکن اسکے باوجود مشرق ومغرب فضائل سے بھرے پڑے ہیں۔

زیرنظر کتاب سنی عالم دانشمند گرامی جناب خسرو قاسم صاحب پروفیسر علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کی تازہ ترین کاوش ہے۔اس کتاب میں مؤلف نے علمائے اہل سنت کی صحاح اور مستند کتابوں سے فضائل امیر المومنینؑ یکجا کئے ہیں اگر چہ اس جیسی ایک کتاب "فضائل خمسہ" نام کی بیروت سے بھی شائع ہو چکی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ زیرنظر کتاب برصغیر کے متعصب ماحول میں تالیف ہوئی جہاں آئے دن شیعہ سنی کے درمیان فساد پھیلا کر مصلحت پسند بساط اقتدار پر براجمان رہتے ہیں۔

مجھے امید ہے یہ کتاب ہندوپاک میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی اور آنے والی نسلوں کو "علی شناسی" کی دعوت دے گی۔بارگاہ خداوندی میں ملتمس ہوں کے رب علیم مؤلف محترم کو احقاق حق کی مزید توفیق کرامت فرمائے۔آمین۔

خلیفہ سید حسن مہدی

گلستان زہرا

۱۶۲ ایبٹ روڈ، لاہور

ذیقعد ۱۴۲۸ھ

پیش لفظ

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ (ولادت ۱۳؍رجب-وفات ۲۱؍رمضان) دنیائے اسلام کی ان چند عالی مرتبت ہستیوں میں سے ہیں جن کے فضائل وکمالات کے بیان میں قلم کو اپنی درماندگی کا احساس ہونے لگتا ہے، یہ وہ شخصیت ہے جس کی کتاب زندگی کا ہر ورق روشن کارناموں اور عظیم الشان کاموں سے ایسا مزین ہے کہ جب بھی اور جہاں بھی جس ورق کو پڑھا جائے نظر کو جلا، قلب کو تسکین، فکر کو بالیدگی، شعور کو پختگی، عمل کو قوت اور قدم کو رہنمائی ملتی ہے، ذکر علی مرتضیٰ کی محفل میں فضل وکمال علی کی ایسی روشنی ملتی ہے جس سے زمانہ کی تاریکی کو دور کر کے انسانیت، محبت، علم وعدل استقامت وشجاعت اور حکمت ودانائی کے چراغ روشن کیے جاسکتے ہیں۔ آیئے، ہم علی مرتضیٰ کے ان اوصاف کمال کو کچھ تذکرہ کر کے پہلے اپنے دلوں کی سرد انگیٹھیوں کے لیے حرارت حاصل کریں۔

محسن انسانیت اور خاتم الانبیاء محمد عربی ﷺ اللہ کے سب سے محبوب بندہ اور تمام محبوب بندوں کے سردار ہیں، اس محبوب خدا کے محبوب خاص کا نام ہے علی بن ابی طالب۔ حضرت علی صحابہ رسول میں رسول کے ساتھ قرابت داری کا وہ مقام رکھتے ہیں جو کسی اور کو حاصل نہیں، ابوطالب رسول خدا کے بے انتہا محبوب چچا ہیں، آخری درجہ کے شفیق، غمگسار وغمخوار، ہمدرد پشت پناہ، آپ ﷺ کے اسی چچا کے محبوب ترین لخت جگر کا نام 'علی' ہے، رسول خدا اور علی مرتضیٰ ایسے بھائی ہیں جو ایک شفیق باپ کے زیر شفقت رہے، اور جب کچھ بڑے ہوئے تو حضرت علی رسول خدا کی تربیت وصحبت میں رہنے لگے، ایسے قریبی بھائی کے ساتھ آگے چل کر اور بھی پختہ رشتہ یوں استوار ہوا کہ خاتون جنت کی سردار بنت رسول حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حضرت علی کی زوجیت میں آئیں اور اس طرح حضرت علی بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ محبوب داماد بھی ہو گئے۔ ابوالحسن حضرت علی وہ ہاشمی شخص ہیں جن کے والد بھی ہاشمی اور جن کی والدہ فاطمہ بنت اسد بھی ہاشمیہ تھیں۔

حضرت علی کے صحیفۂ کمالات میں ایک نمایاں عنوان یہ ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ ونبوت سے

سرفراز کیے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت شروع فرمائی تو ایک کم عمر بڑے بڑوں پر سبقت لے جاتے ہوئے آغوش اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر صرف دس برس کی تھی، رسول خدا نے دعوت اسلام پیش کی اور آپ حلقہ بگوش ہو گئے اور اس وقت سے زندگی کے آخری لمحہ تک اسلام کے لیے ذوالفقار بنے رہے۔

اہل مکہ کی دلآزاریوں اور ظلم وستم کو طویل عرصہ تک سہنے کے بعد جب اذن خداوندی پا کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ سوئے مدینہ روانہ ہوئے تو وہ آخری شب جس کی تاریکی نے خطرناک تلواروں کی چمک کو اپنے دامن میں چھپا رکھا تھا اور اہل مکہ متفقہ طور پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا قصہ تمام کر دینا چاہتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نازل لمحہ میں خطرناک جگہ پر اپنے اخلاق وامانت کا فریضہ ادا کرنے کے لیے حضرت علی مرتضی کو اپنے بستر پر سلا جاتے ہیں، تلواروں کے سایہ میں لیٹنے والا یہ بہادر کس اطمینان کے ساتھ اپنے نبی برحق کے فریضہ کو ادا کرتا ہے اور تین دن کے بعد مدینہ روانہ ہو کر وہاں اپنی داستان عشق سناتا ہے، رسول خدا جب حضرت علی کو دیکھتے ہیں کہ پاؤں پیدل چلنے کی وجہ سے ورم میں مبتلا اور لہولہان ہیں تو گلے لگا کر رو پڑتے ہیں اور دعائے عافیت کرتے ہیں۔

حضرت علی مرتضی حیدر کرار تھے، ذوالفقار الہی تھے، آپ کی شجاعت و بہادری نے نامور بہادروں کی ناموری ختم کر دی، غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات رسول میں آپ شریک رہے اور اسلام کی حقانیت وسربلندی کے لیے بہترین داد شجاعت دی۔ غزوہ خیبر کا واقعہ تو سنہرے حروف میں رہتی دنیا تک باقی رہے گا، وہ معرکۂ کارزار جو پہلے اور دوسرے دن فتح سے ہمکنار نہیں ہوا، رسول خدا نے اعلان کیا کہ اسلام کا علم کل ایسے شخص کو دیا جائے گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح عنایت فرمائے گا اور یہ سعادت وشجاعت حضرت علی مرتضی کی تھیں۔

شجاعت واستقامت کا یہ پیکر علم وفضل کی دنیا میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا، اس سے بڑی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا کہ:

"انا مدینة العلم وعلی بابها فمن أراد العلم فلیأت به" (ترمذی)

''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں، جس کو علم چاہیے وہ علی کے پاس جائے''

یہ علم کا دروازہ کتنے فیض کا سرچشمہ بنا، کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کا قاضی بنا کر بھیجا اور اس موقع پر جب حضرت علی مرتضی نے رسول خدا سے علم قضاء کے بارے میں گزارش کی تو آپ نے ان کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر دعا فرمائی، ''اے اللہ! ان کی زبان کو ثابت قدمی اور دل کو ہدایت عطا فرما'' (مسند احمد) اس دعا کے بعد خود حضرت علی مرتضی کا بیان ہے کہ قسم اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑا اور انسان کو پیدا کیا، اس دن کے بعد سے کبھی

بھی کسی قضاء میں مجھے کوئی شک نہیں ہوا۔ حضرت علی کے علم وفضل سے مدینہ منورہ اور اس کے بعد کوفہ وعراق کے لوگوں نے خوب خوب کسب فیض کیا۔

مدینہ منورہ میں رسول اکرم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات اور بھائی چارہ کا رشتہ قائم فرمایا، ہر ایک مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی بنایا گیا، حضرت علی مرتضیٰ کی مواخات کسی انصاری صحابی سے نہیں فرمائی، بلکہ رسول خدا نے فرمایا کہ:

''أنت أخی فی الدنیا والآخرة'' (ترمذی)

''تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو''

غزوہ تبوک تنہا وہ غزوہ ہے جس میں حضرت علی کو رسول اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں اپنے اہل خاندان کے پاس موجود رہنے کا حکم دیا، جب حضرت علی نے عرض کیا کہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ رہے ہیں تو رسول خدا نے جواب دیا: ''اے علی! تم میرے نزدیک اس طرح ہو جس طرح حضرت موسیٰ کے پاس حضرت ہارون تھے، ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔'' یہی نہیں آپ کے فضل وکمال کا اعلیٰ مقام یہ ہے کہ آپ سے محبت کو ایمان کا معیار قرار دیا گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''علی سے محبت کرنے والا مومن ہوگا اور ان سے بغض رکھنے والا منافق ہوگا۔'' (مسلم)

رسول خدا ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ کے لیے دنیا میں جنتی ہونے کی بشارت سنادی تھی، آپ نے فرمایا کہ ابھی تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا، تب حضرت علی مرتضیٰ تشریف لائے اور اس بشارت کے مستحق بنے۔

حضرت علی مرتضیٰ کے فضائل وکمالات بے انتہا اور بے شمار ہیں، شجاعت وبہادری ہو یا صبر واستقامت، علم وفقہ ہو یا حکمت ودانائی، اسلام میں سبقت وفضیلت ہو یا جہاد وقربانی، کون سا میدان ہے جہاں حیدر کرار کے نقوش کے روشن ومنور جلوے نہ موجود ہوں، فضائل ومناقب علی میں کتابوں کے صفحات احادیث رسول سے پر ہیں۔ آپ کے علوم، آپ کی حکمتیں، آپ کے خطبات اور آپ کے فضائل پوری دنیا کے لیے قیمتی سرمایہ ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ کو اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے شہادت کی بھی خوشخبری سنادی تھی، کئی روایات میں ہے کہ رسول خدا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ تمہارے موت شہادت کے طور پر ہوگی اور تمہیں شہید کرنے والا سب سے بد بخت انسان ہوگا۔

آپ کے فضائل ومناقب کو میں نے مختلف کتابوں سے ایک ساتھ جمع کیا ہے اور عربی میں یہ کتاب دو

جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ اب اسی کتاب کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔ اردو داں طبقہ کا لحاظ کر کے اس عربی کتاب سے ترتیب کچھ بدل دی ہے۔ عام لوگوں کے لیے اسماء الرجال کے مباحث اور ایسی دوسری چیزیں جو فنِ حدیث سے متعلق تھیں زیادہ مفید نہیں تھیں اس لیے انہیں حذف کر دیا ہے اور کچھ مضامین کا اضافہ کیا ہے۔

اس مبارک کتاب "فتح المطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب" کی ابتدا کربلا معلّٰی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر اطہر پر ہوئی تھی اور الحمد للہ اس کے ترجمہ کا کام خانہ کعبہ میں جو حضرت علی کی جائے ولادت ہے، ۱۳؍ رجب کو جو آپ کا یوم ولادت ہے شروع ہوا اور آج ذی الحجہ کی ۱۳ تاریخ کو یہ کام مکمل ہوتا ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ مجھے محبین رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آل رسول میں شامل فرمائے۔ (آمین)۔

طالب شفاعت رسول

خسرو قاسم

Khusro Qasim
3, Raipura Lodge
Dodhpur, Aligarh 202002
Ph. 9837226612
9219406612

Senior Lecturer
Deptt. of Mechanical Engg.
A.M.U. Aligarh 202002
U.P. INDIA

☆......☆......☆

الجامع الصحيح

محمد بن اسماعيل البخارى

المتوفى سنة ٢٥٦هـ

باب حضرت ابوالحسن علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی رضی اللہ عنہ کے فضائل کا بیان

۱۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات تک ان سے راضی تھے۔

۲۔ ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالعزیز نے بیان کیا، ان سے ابو حازم نے اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر بیان فرمایا کہ کل میں ایک ایسے شخص کو علم دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عنایت فرمائے گا۔ راوی نے بیان کیا کہ رات کو لوگ یہ سوچتے رہے کہ دیکھیے علم کسے ملتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں سب حضرات (جو سرکردہ تھے) حاضر ہوئے۔ سب کو امید تھی کہ علم انہیں ہی ملے گا۔ لیکن حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ ان کی آنکھوں میں درد ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کے یہاں کسی کو بھیج کر بلوالو۔ جب وہ آئے تو آنحضرت ﷺ نے ان کی آنکھ میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ اس سے انہیں ایسی شفا حاصل ہوئی جیسے کوئی مرض پہلے تھا ہی نہیں۔ چنانچہ آپ نے علم انہیں کو عنایت فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ان سے اتنا لڑوں گا کہ وہ ہمارے جیسے ہو جائیں (یعنی مسلمان بن جائیں) آپ نے فرمایا: ابھی یوں ہی چلتے رہو۔ جب ان کے میدان میں اترو تو پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو اور انہیں بتاؤ کہ اللہ کے ان پر کیا حقوق واجب ہیں۔ خدا کی قسم اگر تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں (کی دولت) سے بہتر ہے۔

۳۔ ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا ہے، ان سے حاتم نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابن عبید نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے ساتھ بوجہ آنکھ دکھنے کے نہیں آسکے تھے۔ پھر انہوں نے سوچا، میں حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شریک نہ ہو سکوں گا! چنانچہ گھر سے نکلے اور آپ کے لشکر سے جا ملے۔ جب اس رات کی شام آئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے فتح عنایت فرمائی تھی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کل میں ایک ایسے شخص کو علم دوں گا، یا (آپ ﷺ نے یوں

فرمایا کہ کل) ایک ایسا شخص علم کو لے گا جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو محبت ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عنایت فرمائے گا۔ اتفاق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے حالانکہ ان کے آنے کی ہمیں امید نہیں تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ ہیں علی رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ نے علم انہیں کو دے دیا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کرا دیا۔

۴۔ ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے کہ ایک شخص حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے یہاں آیا اور کہا کہ یہ فلاں شخص، اس کا اشارہ امیر مدینہ (مروان بن حکم) کی طرف تھا، برسر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا ہے۔ ابو حازم نے بیان کیا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا کہتا ہے؟ اس نے بتایا کہ انہیں ''ابوتراب'' کہتا ہے۔ اس پر حضرت سہل ہنسنے لگے اور فرمایا کہ خدا کی قسم! یہ نام تو ان کا رسول اللہ ﷺ نے رکھا تھا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس نام سے زیادہ اپنے لیے اور کوئی نام پسند نہیں تھا۔ یہ سن کر میں نے اس حدیث کے جاننے کے لیے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے خواہش ظاہر کی اور عرض کیا اے ابوعباس! یہ واقعہ کس طرح سے ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں آئے اور پھر باہر آ کر مسجد میں لیٹ رہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا: تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ مسجد میں ہیں۔ آپ مسجد میں تشریف لائے، دیکھا تو ان کی چادر پیٹھ سے نیچے گر گئی ہے اور ان کی کمر پر اچھی طرح سے خاک لگ چکی ہے۔ آپ مٹی ان کی کمر سے صاف فرمانے لگے اور بولے: اٹھو اے ابوتراب اٹھو (دو مرتبہ آپ نے فرمایا)۔

۵۔ ہم سے محمد بن رافع نے بیان کیا: کہا ہم سے حسین نے، ان سے زائدہ نے، ان سے ابوحصین نے، ان سے سعد بن عبیدہ نے بیان کیا کہ ایک شخص عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے محاسن کا ذکر کیا۔ پھر کہا کہ شاید یہ باتیں تمہیں بری لگی ہوں گی۔ اس نے کہا جی ہاں! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تیری ناک خاک آلود کرے۔ پھر اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا، انہوں نے ان کے بھی محاسن ذکر کیے اور کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گھرانہ نبی کریم ﷺ کے خاندان کا نہایت عمدہ گھرانہ ہے۔ پھر کہا کہ شاید یہ باتیں بھی تمہیں بری لگی ہوں گی۔ اس نے کہا کہ جی ہاں! ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بولے اللہ تیری ناک خاک آلود کرے، جا اور میرا جو بگاڑنا چاہے بگاڑ لینا، کچھ کمی نہ کرنا۔

۶۔ ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان

سے حکم نے، انہوں نے ابن ابی لیلیٰ سے سنا، کہا ہم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے) چکی پیسنے کی تکلیف کی شکایت کی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس آئیں لیکن آپ موجود نہیں تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی ملاقات ہو سکی تو ان سے اس کے بارے میں انہوں نے بات کی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے کی اطلاع دی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہمارے گھر تشریف لائے۔ اس وقت ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے۔ میں نے چاہا کہ کھڑا ہو جاؤں لیکن آپ نے فرمایا کہ یوں ہی لیٹے رہو۔ اس کے بعد آپ نے ہم دونوں کے درمیان بیٹھ گئے اور میں نے آپ کے قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھ سے جو طلب کیا ہے کیا میں تمہیں اس سے اچھی بات نہ بتاؤں۔ جب تم سونے کے لیے بستر پر لیٹو تو چونتیس مرتبہ اللہ اکبر، تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ پڑھ لیا کرو۔ یہ عمل تمہارے لیے کسی خادم سے بہتر ہے۔

۷۔ مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعد نے، انہوں نے ابراہیم بن سعد سے سنا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔

☆......☆......☆

الجامع الصحيح

محمد بن اسماعيل البخارى

المتوفى سنة ٢٥٦هـ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بزرگی کا بیان

سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت علی سے تم میرے پاس ایسے ہو جیسے ہارون تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، سعید نے کہا: میں نے چاہا کہ یہ حدیث خود سعد سے سن لوں تو میں سعد سے ملا اور جو عامر نے حدیث بیان کی تھی وہ ان کو سنائی سعد نے کہا میں نے یہ حدیث سنی ہے۔ میں نے کہا: تم نے سنی ہے انہوں نے انگلیاں اپنے دونوں کانوں پر رکھیں اور کہا: جو نہ سنی ہو تو میرے کان بہرے ہو جاویں۔

سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو خلیفہ کیا (مدینہ میں) جب آپ غزوہ تبوک کو تشریف لے گئے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ کو عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا تم خوش نہیں ہوتے اس بات سے کہ تمہارا درجہ میرے پاس ایسا ہو ہارون کا تھا موسیٰ علیہ السلام کے پاس پر میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے۔

سعد بن وقاص سے روایت ہے معاویہ بن ابی سفیان نے سعد کو امیر کیا تو کہا: تم کیوں برا نہیں کہتے ابو تراب کو، سعد نے کہا: میں تین باتوں کی وجہ سے، جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائیں، حضرت علی کو برا نہیں کہوں گا اگر ان باتوں میں سے ایک بھی مجھ کو حاصل ہو تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند ہے، میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ نے کسی لڑائی پر جاتے وقت ان کو مدینہ میں چھوڑا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تمہارا درجہ میرے پاس ایسا ہو جیسا ہارون کا تھا، موسیٰ علیہ السلام کے پاس، لیکن اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے آپ فرماتے تھے خیبر کے دن کل میں ایسے شخص کو نشان دوں گا جو محبت رکھتا ہے اللہ اور اس کے رسول سے، اور اللہ اور اس کا رسول بھی محبت رکھتا ہے اس سے، یہ سنکر ہم انتظار کرتے رہے، آپ ﷺ نے فرمایا: علی کو بلاؤ وہ آئے تو ان کی آنکھیں دکھتی تھیں، آپ ﷺ نے ان کی آنکھ میں اپنا لعاب دہن لگایا اور علم ان کے حوالہ کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے فتح دی، ان کے ہاتھ پر اور جب یہ آیت اتری بلاویں ہم اپنے بیٹیوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو (یعنی آیت مباہلہ) تو آپ ﷺ نے بلایا حضرت علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کو، پھر فرمایا: یا اللہ یہ میرے اہل ہیں۔

سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت علی سے تم خوش نہیں ہو اس بات

سے کہ تمہارا درجہ میرے پاس ایسا ہو جیسے ہارون کا موسیٰ علیہ السلام کے پاس۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خیبر کے دن البتہ میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو دوست رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو۔ فتح دے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے امارت کی آرزو کبھی نہیں کی مگر اسی دن۔ پھر میں آپ کے سامنے آیا اس امید سے کہ آپ ﷺ بلا دیں مجھ کو اس کام کے لیے لیکن آپ نے حضرت علی کو بلایا اور وہ جھنڈا ان کو دیا اور فرمایا چلا جا اور اِدھر اُدھر مت دیکھ اللہ تعالیٰ تجھ کو فتح دے گا۔ پھر انہوں نے چپکے سے کچھ عرض کیا بعد اس کے ٹھیرے اور کسی طرف نہیں دیکھا۔ پھر چلا کر بولے یا رسول اللہ کس بات پر میں لوگوں سے لڑوں۔ آپ نے فرمایا: لڑ اُن سے یہاں تک کہ وہ گواہی دیں اس بات کی کہ کوئی برحق معبود نہیں سوا خدا کے اور بیشک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ یہ گواہی دیں تو انہوں نے بچا لیا تجھ سے اپنی جان اور مال کو مگر کسی حق کے بدلے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

سہل بن سعد سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خیبر کے دن البتہ دوں گا میں اس عَلَم کو اس شخص کو جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا وہ چاہتا ہے اللہ اور اس کے رسول کو اور اللہ تعالیٰ اور رسول اس کو چاہتے ہیں۔ پھر رات بھر لوگ ذکر کرتے رہے کہ دیکھیں یہ عَلَم آپ کس کو دیتے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو سب کے سب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ہر ایک کو یہ امید تھی کہ یہ عَلَم مجھ کو ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ پھر ان کو بلا بھیجا۔ آپ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور اُن کے لیے دعا کی، وہ بالکل اچھے ہو گئے گویا ان کو کچھ شکوہ نہ تھا پھر آپ نے ان کو جھنڈا دیا۔ حضرت علی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ان سے لڑوں گا یہاں تک کہ وہ ہماری طرح (مسلمان) ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا: آہستہ چلا جا یہاں تک کہ ان کے میدان میں اترے پھر ان کو بلا اسلام کی طرف اور ان سے کہہ جو اللہ کا حق ان پر واجب ہے۔ قسم خدا کی اگر اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے ایک شخص کو ہدایت کرے تو وہ بہتر ہے تیرے لیے سرخ اونٹوں سے۔

سلمہ بن اکوع سے روایت ہے حضرت علی پیچھے رہ گئے خیبر کے دن۔ ان کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر پیچھے رہوں (یہ کیسے ہو سکتا ہے) اور نکلے اور مل گئے آپ سے جب وہ رات ہوئی جس کی صبح کو فتح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں یہ جھنڈا اس کو دوں گا کل یا یہ جھنڈا کل وہ شخص لے گا جس کو اللہ اور رسول چاہتے ہیں یا وہ اللہ اور رسول کو چاہتا ہے۔ اللہ اس کے ہاتھوں پر فتح دے گا۔ پھر یکایک ہم نے حضرت علی کو دیکھا کہ ہمیں امید نہ تھی کہ ان کو جھنڈا ملے گا۔ لوگوں نے کہا: یہ علی ہیں اور ان ہی کو رسول اللہ ﷺ نے جھنڈا دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فتح دی ان کو۔

یزید بن حیان سے روایت ہے میں اور حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم زید بن ارقم کے پاس گئے۔ جب ہم ان کے پاس بیٹھے تو حصین نے کہا: اے زید تم نے تو بڑی نیکی حاصل کی۔ تم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ کی حدیث سنی، آپ کے ساتھ جہاد کیا آپ کے پیچھے نماز پڑھی تم نے بہت ثواب کمایا، ہمیں کچھ حدیث بیان کرو جو تم نے سنی ہو رسول اللہ ﷺ سے۔ زید نے کہا: اے بھتیجے میرے، میری عمر بہت بڑی ہوگئی اور مدت گذری اور بعض باتیں جن کو میں یاد رکھتا تھا رسول اللہ ﷺ سے بھول گیا تو میں جو بیان کروں اس کو قبول کرو اور جو میں نہ بیان کروں اس کے لیے مجھ کو تکلیف نہ دو۔ پھر زید نے کہا: رسول اللہ ﷺ ایک دن خطبہ سنانے کو کھڑے ہوئے ہم لوگوں نے ایک پانی پر جس کو خم کہتے تھے مکہ اور مدینہ کے بیچ میں۔ آپ نے اللہ کی حمد کی اور اس کی تعریف بیان کی اور وعظ نصیحت کی۔ پھر فرمایا: بعد اس کے اے لوگو! میں آدمی ہوں قریب ہے کہ میرے پروردگار کا بھیجا ہوا (موت کا فرشتہ) آوے اور میں قبول کروں۔ میں تم میں دو بڑی بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں پہلے تو اللہ کی کتاب اس میں ہدایت ہے اور نور ہے تو اللہ کی کتاب کو تھامے رہو اور اس کو مضبوط پکڑے رہو۔ غرض آپ نے رغبت دلائی اللہ کی کتاب کی طرف۔ پھر فرمایا: دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں خدا را یاد دلاتا ہوں تم کو اپنے اہل بیت کے بارے میں۔ حصین نے کہا: اہل بیت آپ کے کون ہیں۔ اے زید! کیا آپ کی بیویاں اہل بیت نہیں ہیں؟ زید نے کہا: بیویاں بھی اہل بیت میں داخل ہیں لیکن اہل بیت وہ ہیں جن پر زکوٰۃ حرام ہے۔ حصین نے کہا: وہ کون لوگ ہیں؟ زید نے کہا: وہ علی اور عقیل اور جعفر اور عباس کی اولاد ہیں۔ حصین نے کہا: ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ زید نے کہا: ہاں۔

سہل بن سعد سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک شخص مروان کی اولاد میں سے حاکم ہوا۔ اس نے سہل کو بلایا اور حکم دیا: حضرت علی کو گالی دے۔ سہل نے انکار کیا۔ وہ شخص بولا: اگر تو گالی دینے سے انکار کرتا ہے تو کہہ لعنت ہو اللہ کی ابوتراب پر۔ سہل نے کہا: حضرت علی کو کوئی نام ابوتراب سے زیادہ پسند نہ تھا اور وہ خوش ہوتے تھے اس نام کے ساتھ پکارنے سے، وہ شخص بولا: اس کا قصہ بیان کرو، ان کا نام ابوتراب کیوں ہوا؟ سہل نے کہا: رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ زہرا کے گھر تشریف لائے تو حضرت علی کو گھر میں نہ پایا۔ آپ نے پوچھا: تیرے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ وہ بولیں مجھ میں اور ان میں کچھ باتیں ہوئیں وہ غصہ ہو کر چلے گئے اور یہاں نہیں سوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا: دیکھو حضرت علی کہاں ہیں؟ وہ آیا اور بولا یا رسول اللہ ﷺ علی رضی اللہ عنہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ آپ ﷺ علی کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ لیٹے ہوئے تھے اور چادر ان کے پہلو سے الگ ہوگئی تھی اور (ان کے بدن سے) مٹی لگ گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ مٹی پونچھنا شروع کی اور فرمانے لگے اے ابوتراب اٹھ اے ابوتراب۔

☆......☆......☆

سنن الترمذي

محمد بن عيسىٰ بن سورة الترمذي

المتوفى سنة ٢٧٩هـ

مناقب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

آپ کی دو کنیتیں ہیں: ابوتراب اور ابوالحسن

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں، اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں۔

۲۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کا میں مولیٰ (آقا) ہوں۔ اس کے علی بھی مولیٰ ہیں۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: اللہ ابوبکر پر رحم کرے کہ انہوں نے اپنی بیٹی سے میرا نکاح کیا، اور مجھے ہجرت میں اپنی اونٹنی پر (سوار کر کے) لے گئے، اور اپنے مال سے بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا۔ اللہ عمر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے کہ وہ حق کہتے ہیں اگرچہ کڑوا ہو (لوگوں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو) حق نے ان کو اس حال میں کر دیا ہے کہ ان کا کوئی دوست نہیں رہا۔ اللہ عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم کرے ان سے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں۔ اللہ علی رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ اے اللہ! تو حق کو ان کے ساتھ کر دے جدھر وہ گھومیں حق بھی ادھر ہی گھوم جائے۔

۴۔ حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم سے رحبہ میں حدیث بیان کی: فرمایا: یوم حدیبیہ میں مشرکین مکہ میں سے کئی شخص ہمارے پاس آئے۔ ان میں سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اور رؤسائے مشرکین میں سے کئی آدمی تھے۔ ان لوگوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کے پاس ہمارے بیٹوں، بھائیوں اور غلاموں میں سے کئی لوگ آ گئے ہیں۔ ان کو دین کی کوئی سمجھ نہیں۔ وہ تو ہمارے مال اور جائداد سے فرار ہو کر آئے ہیں۔ لہٰذا آپ ان کو ہمیں واپس دے دیں۔ اگر انہیں دین کی سمجھ نہیں۔ تو ہم انہیں سمجھا دیں گے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل قریش! یا تو تم اپنی حرکت سے باز آ جاؤ، ورنہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں پر ایسے شخص کو بھیجے گا جو دین کے لیے تمہاری گردنیں اڑائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے ایمان کی آزمائش کر چکا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ وہ کون ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ کون ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی پوچھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ جوتیاں سینے والا ہے اور حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جوتیاں سینے کے لیے دی تھیں۔ حضرت ربعی بن حراش فرماتے ہیں کہ یہ فرما کر حضرت علی ہماری

طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے جان بوجھ کر مجھ پر کوئی جھوٹی بات کہی (یعنی کوئی جھوٹی حدیث سنائی) اسے دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنالینا چاہیے (اس لیے میں جھوٹی حدیث بیان نہیں کرسکتا۔)

۵۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ یعنی انصار منافقوں کو ان کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے سے پہچانتے تھے (جو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا۔ ہم سمجھ لیتے تھے کہ یہ منافق ہے)۔

۶۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے: علی سے کوئی منافق محبت نہیں رکھتا۔ اور ان سے کوئی مومن بغض نہیں رکھتا۔ اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔

۷۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے چار شخصوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اور مجھے اپنے متعلق یہ خبر دی ہے کہ میں ان چاروں سے محبت رکھتا ہوں۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ! ان چاروں کے نام ہمیں بھی بتلا دیجیے (تاکہ ہم بھی ان سے محبت رکھیں)، فرمایا: ان میں سے حضرت علی ہیں۔ یہ آپ نے تین بار فرمایا: (ان کے علاوہ) حضرت ابوذر، حضرت مقداد اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے، اور مجھے یہ خبر بھی دی ہے کہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں۔

۸۔ حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی مجھ سے ہیں، اور میں علی سے ہوں۔ اور میری طرف سے میرے یا حضرت علی رضی اللہ کے سوا کوئی دوسرا ادا نہیں کرسکتا (یا میں ادا کرسکتا ہوں یا علی)

۹۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے درمیان مواخات کرادی۔ (یعنی بھائی چارہ کرادیا، دو دو صحابیوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنادیا) اس موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے۔ ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان مواخات قائم کرادی۔ مگر میری کسی سے مواخات نہیں کرائی۔ حضور نے فرمایا: تم میرے دنیا اور آخرت میں بھائی ہو۔ اس باب میں زید بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔

۱۰۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک پرندہ (پکا ہوا) تھا۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! جو تیری مخلوق میں سب سے بہتر ہے۔ اس کو میرے پاس لا کہ یہ پرندہ کھائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ اور حضور ﷺ کے ساتھ وہ پرندہ کھایا۔

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن ہند جملی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میری حالت یہ تھی کہ جب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگتا تو مجھے عطا فرماتے، اور جب میں خاموش رہتا (کچھ نہ مانگتا) تو آپ مجھ سے ابتدا کرتے یعنی بے مانگے خود ہی پہلے مجھے دیتے۔)

۱۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں حکمت و دانائی کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں''۔ اس باب میں حضرت ابن عباس سے بھی روایت ہے۔

۱۳۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیان نے مجھے حکم دیا اور کہا کہ تم ابوتراب یعنی (حضرت علی) کو گالیاں کیوں نہیں دیتے اور برا بھلا کیوں نہیں کہتے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے تین باتیں یاد ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں۔ اس لیے میں انہیں ہرگز گالی نہیں دوں گا۔ ان تین باتوں میں سے میرے لیے ایک بات حاصل ہونا بھی مجھے (قیمتی) سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے (یعنی اگر مجھے ان میں سے ایک بات بھی حاصل ہو تو میں خوشی سے پھولا نہ سماؤں) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے سنا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کسی غزوے میں اپنا نائب بنا کر، اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے پاس چھوڑے جاتے ہیں۔ (جنگ میں ساتھ نہیں لے جاتے) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ میرے نزدیک تمہارا وہ مرتبہ ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں، (یہ جنگ تبوک کا واقعہ ہے) اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر کے دن فرماتے سنا: بیشک میں (صبح کو فتح و نصرت کا) جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت رکھتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم لوگ منتظر تھے (کہ دیکھیے صبح کو یہ منصب و اعزاز کس کو ملتا ہے حضور نے فرمایا: میرے پاس علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے۔ اور وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب لگایا۔ (آنکھیں اچھی ہو گئیں) اور آپ کو (فتح کا) جھنڈا مرحمت کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خیبر آپ کے ہاتھ سے فتح کرایا۔ (اور تیسری بات یہ کہ) جب یہ آیت نازل ہوئی ندع ابناء نا وابناء کم و نساء نا ونساء کم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضی، حضرت فاطمہ زہراء، حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلایا اور فرمایا: یہ میرے اہل ہیں۔ یعنی گھر والے ہیں۔

۱۴۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رضی اللہ عنہ کو طائف کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، اور ان سے سرگوشی کی (یعنی راز و نیاز کی باتیں کیں) لوگوں نے کہا: آپ کی سرگوشی اپنے چچیرے بھائی سے بہت لمبی ہوگئی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان سے سرگوشی نہیں کی۔ بلکہ اللہ نے ان سے سرگوشی کی

(یہ حدیث حسن غریب ہے) اس میں جو یہ ہے کہ "بلکہ اللہ نے ان سے سرگوشی کی اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے سرگوشی کرنے کا حکم دیا۔

۱۵۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ میرے اور تمہارے سوا کسی کے لیے حلال نہیں کہ اس مسجد میں جنبی ہو۔ علی بن منذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ضرار بن صرد سے پوچھا کہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے اور تمہارے سوا کسی کے لیے حلال نہیں کہ جنابت کی حالت میں مسجد سے گذرے۔

۱۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن مبعوث ہوئے (یعنی پیر کے دن نزول قرآن کا آغاز ہوا) اور منگل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔

۱۷۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ یہ حدیث حضرت سعد سے دیگر طریق سے بھی مروی ہے۔

۱۸۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم میرے نزدیک ایسے ہو جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس باب میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت ہے۔

۱۹۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے سوا تمام دروازوں کو بند کردینے کا حکم دیا (یعنی مسجد میں جن لوگوں کے دروازے تھے، انہیں حضور ﷺ نے حکم دیا کہ اپنے دروازوں کو بند کرلو، اور صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ کھلا رہے)

۲۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: جس نے مجھ سے، ان دونوں سے اور ان دونوں کے والدین سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔

۲۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلا شخص جس نے نماز پڑھی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے، اور حضرت علی اسلام لانے کے وقت آٹھ برس کے لڑکے تھے، اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں۔

۲۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے نبی امی رسول خدا ﷺ نے یہ عہد کیا کہ یہ واقعہ ہے کہ تم سے مؤمن کے سوا کوئی محبت نہیں رکھے گا۔ اور تم سے منافق کے سوا کوئی بغض نہیں رکھے گا عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس قرن میں سے ہوں جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا کی ہے۔

۲۳۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ (دعا) فرماتے ہوئے سنا خداوندا! تو مجھے اس وقت تک موت نہ دیجیو، جب تک تو مجھے علی کو نہ دکھا دے۔

☆......☆......☆

خصائص أمير المؤمنين
علي بن أبي طالب

أبي عبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائي

المتوفى سنة ٣٠٣هـ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز کا بیان

۱۔ امام نسائی نے کہا کہ خبر دی ہم کو محمد بن مثنےٰ نے، اس نے کہا خبر دی ہم کو عبدالرحمٰن یعنی ابن مہدی نے، اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے شعبہ رضی اللہ عنہ نے، اس نے روایت کی سلمہ بن کہیل سے، اس نے کہا میں نے حبہ عرنی سے سنا، کہتا تھا کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے کہ میں وہ شخص ہوں جس نے سب سے پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی یعنی میں سب سے پہلے اسلام لایا ہوں۔

۲۔ خبر دی ہم کو محمد بن مثنیٰ نے اس نے کہا خبر دی ہم کو عبدالرحمٰن نے اس نے کہا خبر دی ہم کو شعبہ رضی اللہ عنہ نے، اس نے روایت کی عمر بن مرہ سے اس نے ابی حمزہ رضی اللہ سے، اس نے زید بن ارقم سے کہا کہ جس نے سب سے پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی وہ علی ہیں۔

۳۔ امام نسائی نے کہا کہ خبر دی ہم کو محمد بن مثنےٰ کے بیٹے نے، اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن جعفر نے اس نے روایت کی غندر سے اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے، اس نے روایت کی عمرو بن مرہ سے، اس نے ابی حمزہ سے، اس نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جو سب سے پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لایا وہ علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

۴۔ خبر دی ہم کو محمد بن عبید بن محمد نے، اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سعید بن خثیم نے اسد بن عبیدہ سے، اس نے روایت کی یحییٰ بن عفیف سے، اس نے عفیف سے کہا کہ جاہلیت کے وقت میں مکہ آیا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہونے سے پہلے اور عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے مہمان بنا، سو جب سورج بلند ہوا اور آسمان میں حلقہ کیا یعنی ظہر کا وقت ہوا اور میں کعبہ کی طرف دیکھتا تھا تو ایک جوان آیا اور آسمان کی طرف دیکھا پھر کعبہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا، سو کچھ دیر نہ ہوئی کہ ایک لڑکا آیا اور اس کی داہنی طرف کھڑا ہوا، پھر کچھ دیر نہ ہوئی کہ ایک عورت آئی اور اس کے پیچھے کھڑی ہوئی۔ سو اس جوان نے رکوع کیا اور اس کے ساتھ اس لڑکے اور عورت نے بھی رکوع کیا پھر اس جوان نے رکوع سے سر اٹھایا اور لڑکے اور عورت نے بھی سر اٹھایا، پھر وہ جوان سجدہ میں گرا اور اس کے ساتھ اس لڑکے اور عورت نے بھی سجدہ کیا۔ سو میں نے کہا کہ اے عباس یہ امر عظیم ہے یعنی بڑی عجب بات ہے کہ جو کبھی دیکھنے سننے میں نہیں آئی۔ عباس نے کہا! تو جانتا ہے یہ جوان کون ہے میں نے کہا نہیں۔ کہا یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب میرا بھتیجا ہے۔ کیا

تو جانتا ہے یہ لڑکا کون ہے، میں نے کہا نہیں۔ کہا یہ علی بن ابی طالب بن عبد المطلب میرا بھتیجا ہے۔ کیا تو جانتا ہے یہ عورت کون ہے؟ میں نے کہا نہیں کہا یہ خدیجہ خویلد کی بیٹی میرے اس بھتیجے کی بی بی ہے یعنی محمد ﷺ کی، میرے اس بھتیجے نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ اس کا رب آسمانوں اور زمین کا ہے اور یہ دین کہ وہ اس پر ہے اس کا حکم اس کے رب نے اس کو کیا۔ قسم ہے خدا کی کہ تمام زمین پر ان تینوں کے سوا کوئی اس دین پر نہیں۔

۵۔ خبر دی ہم کو احمد بن سلیمان زہادی نے، اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے، اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے علاء بن صالح نے منہال بن عمرو سے، اس نے روایت کی عباد بن عبد اللہ سے، کہا کہ حضرت علی نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کے رسول کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں میرے بعد کوئی یہ بات نہ کہے گا مگر جھوٹا۔ میں نے سات برس لوگوں سے پہلے نماز پڑھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عبادت کا بیان:

۶۔ خبر دی ہم کو علی بن منذر کوفی نے، اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو فضیل نے، اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے اصلح نے اس نے روایت کی عبد اللہ بن ابی ہذیل سے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ میں نبی ﷺ کے بعد اپنے سوا اس امت میں کسی کو نہیں جانتا کہ میرے برابر خدا کی عبادت کی ہو کہ میں نے اللہ کی نو برس عبادت کی پہلے اس سے کہ عبادت کرے اس کی کوئی اس امت میں سے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مرتبے کا بیان:

۷۔ خبر دی مجھ کو ہلال بن بشر بصری نے، اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن خالد نے، اس نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے موسیٰ بن یعقوب نے، اس نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے مہاجر بن سملد نے، اس نے روایت کی عائشہ بنت سعد سے، اس نے کہا سنا میں نے اپنے باپ سے کہتا تھا سنا میں نے حضرت صلعم سے جحفہ (ایک جگہ کا نام ہے دو میل مکہ سے) کے دن، اور حضرت ﷺ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا سو خدا کی تعریف کی ثنا کی پھر فرمایا کہ اے لوگو! میں تمہارا دوست ہوں، لوگوں نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ نے سچ فرمایا۔ پھر حضرت ﷺ نے علی کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا کہ یہ میرا دوست ہے اور میری طرف سے احکام الٰہی پہنچانے والا ہے سو جو علی کو دوست رکھے اللہ اس کو دوست رکھتا ہے اور جو اس کو دشمن رکھے اللہ اس کو دشمن رکھتا ہے۔

۸۔ خبر دی ہم کو زکریا بن یحییٰ نے اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حسین بن حماد نے، اس نے کہا خبر دی ہم کو مسہر بن عبد الملک نے، اس نے روایت کی عیسیٰ بن عمرو سے، اس نے سدی سے، اس نے انس سے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز کا بیان

۱۔ امام نسائی نے کہا کہ خبر دی ہم کو محمد بن مثنیٰ نے، اس نے کہا خبر دی ہم کو عبدالرحمٰن یعنی ابن مہدی نے، اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے شعبہ رضی اللہ عنہ نے، اس نے روایت کی سلمہ بن کہیل سے، اس نے کہا میں نے حبہ عرنی سے سنا، کہتا تھا کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے کہ میں وہ شخص ہوں جس نے سب سے پہلے حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی یعنی میں سب سے پہلے اسلام لایا ہوں۔

۲۔ خبر دی ہم کو محمد بن مثنیٰ نے اس نے کہا خبر دی ہم کو عبدالرحمٰن نے اس نے کہا خبر دی ہم کو شعبہ رضی اللہ عنہ نے، اس نے روایت کی عمر بن مرہ سے اس نے ابی حمزہ رضی اللہ سے، اس نے زید بن ارقم سے کہا کہ جس نے سب سے پہلے حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی وہ علی ہیں۔

۳۔ امام نسائی نے کہا کہ خبر دی ہم کو محمد بن مثنیٰ کے بیٹے نے، اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن جعفر نے اس نے روایت کی غندر سے اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے، اس نے روایت کی عمرو بن مرہ سے، اس نے ابی حمزہ سے، اس نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جو سب سے پہلے حضرت ﷺ کے ساتھ ایمان لایا وہ علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

۴۔ خبر دی ہم کو محمد بن عبید بن محمد نے، اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سعید بن خثیم نے اسد بن عبیدہ سے، اس نے روایت کی یحییٰ بن عفیف سے، اس نے عفیف سے کہا کہ جاہلیت کے وقت میں مکہ آیا یعنی حضرت ﷺ کے ظاہر ہونے سے پہلے اور عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے مہمان بنا، سو جب سورج بلند ہوا اور آسمان میں حلقہ کیا یعنی ظہر کا وقت ہوا اور میں کعبہ کی طرف دیکھتا تھا تو ایک جوان آیا اور آسمان کی طرف دیکھا پھر کعبہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا، سو کچھ دیر نہ ہوئی کہ ایک لڑکا آیا اور اس کی داہنی طرف کھڑا ہوا، پھر کچھ دیر نہ ہوئی کہ ایک عورت آئی اور اس کے پیچھے کھڑی ہوئی۔ سو اس جوان نے رکوع کیا اور اس کے ساتھ اس لڑکے اور عورت نے بھی رکوع کیا پھر اس جوان نے رکوع سے سر اٹھایا اور لڑکے اور عورت نے بھی سر اٹھایا، پھر وہ جوان سجدہ میں گرا اور اس کے ساتھ اس لڑکے اور عورت نے بھی سجدہ کیا۔ سو میں نے کہا کہ اے عباس یہ امر عظیم ہے یعنی بڑی عجب بات ہے کہ جو کبھی دیکھنے سننے میں نہیں آئی۔ عباس نے کہا! تو جانتا ہے یہ جوان کون ہے میں نے کہا نہیں۔ کہا یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب میرا بھتیجا ہے۔ کیا

تو جانتا ہے یہ لڑکا کون ہے، میں نے کہا نہیں۔ کہا یہ علی بن ابی طالب بن عبد المطلب میرا بھتیجا ہے۔ کیا تو جانتا ہے یہ عورت کون ہے؟ میں نے کہا نہیں کہا یہ خدیجہ خویلد کی بیٹی میرے اس بھتیجے کی بی بی ہے یعنی محمد ﷺ کی، میرے اس بھتیجے نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ اس کا رب آسمانوں اور زمین کا ہے اور یہ دین کہ وہ اس پر ہے اس کا حکم اس کے رب نے اس کو کیا۔ قسم ہے خدا کی کہ تمام زمین پر ان تینوں کے سوا کوئی اس دین پر نہیں۔

۵۔ خبر دی ہم کو احمد بن سلیمان زہادی نے، اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے، اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے علاء بن صالح نے منہال بن عمرو سے، اس نے روایت کی عباد بن عبداللہ سے، کہا کہ حضرت علی نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کے رسول کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں میرے بعد کوئی یہ بات نہ کہے گا مگر جھوٹا۔ میں نے سات برس لوگوں سے پہلے نماز پڑھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عبادت کا بیان:

۶۔ خبر دی ہم کو علی بن منذر کوفی نے، اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو فضیل نے، اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے اجلح نے اس نے روایت کی عبداللہ بن ابی ہذیل سے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ میں نبی ﷺ کے بعد اپنے سوا اس امت میں کسی کو نہیں جانتا کہ میرے برابر خدا کی عبادت کی ہو کہ میں نے اللہ کی نو برس عبادت کی پہلے اس سے کہ عبادت کرے اس کی کوئی اس امت میں سے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مرتبے کا بیان:

۷۔ خبر دی مجھ کو ہلال بن بشر بصری نے، اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن خالد نے، اس نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے موسیٰ بن یعقوب نے، اس نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے مہاجر بن سملد نے، اس نے روایت کی عائشہ بنت سعد سے، اس نے کہا سنا میں نے اپنے باپ سے کہتا تھا سنا میں نے حضرت صلعم سے جحفہ (ایک جگہ کا نام ہے دو میل مکہ سے) کے دن، اور حضرت ﷺ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا سو خدا کی تعریف کی ثنا کی پھر فرمایا کہ اے لوگو! میں تمہارا دوست ہوں، لوگوں نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ نے سچ فرمایا۔ پھر حضرت ﷺ نے علی کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا کہ یہ میرا دوست ہے اور میری طرف سے احکام الٰہی پہنچانے والا ہے سو جو علی کو دوست رکھے اللہ اس کو دوست رکھتا ہے اور جو اس کو دشمن رکھے اللہ اس کو دشمن رکھتا ہے۔

۸۔ خبر دی ہم کو زکریا بن یحییٰ نے اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حسین بن حماد نے، اس نے کہا خبر دی ہم کو مسہر بن عبد الملک نے، اس نے روایت کی عیسیٰ بن عمرو سے، اس نے سدی سے، اس نے انس سے کہ

حضرت ﷺ کے پاس ایک جانور پرندہ بھنا ہوا یا پکا ہوا تھا سو حضرت ﷺ نے فرمایا یعنی دعا کی کہ الٰہی لا میرے پاس وہ شخص کہ تجھ کو بہت پیارا ہو سب خلقت سے کہ وہ میرے ساتھ یہ جانور کھاوے سو پہلے حضرت ابوبکر آئے، حضرت حضرت عمر آئے پھر حضرت علی آئے سو حضرت ﷺ نے حضرت علی کو آنے کی اجازت دی یعنی پہلے دونوں صاحبوں کو اندر آنے کا اذن نہ دیا شاید وہ پلٹ گئے ہوں گے۔

۹۔ خبر دی ہم کو قتیبہ بن سعید بلخی اور ہشام بن عمار دمشقی نے انہوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حاتم بن بکیر بن مسمار نے، اس نے روایت کی عامر بن سعد بن وقاص سے، اس نے اپنے باپ سے کہ معاویہ نے اس سے کہا کہ تو علی کو برا کیوں نہیں کہتا اور گالی کیوں نہیں دیتا اس کو سعد نے کہا کہ جب تک مجھے وہ تین باتیں یاد ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کے حق میں فرمائی ہیں تو ان کو ہرگز کبھی برا نہیں کہوں گا البتہ ان میں سے ایک چیز کا حاصل ہونا محبوب تر ہے مجھ کو سرخ اونٹوں سے، میں نے حضرت ﷺ سے سنا کہ علی کو فرماتے تھے اس حال میں کہ ان کو بعض جنگوں میں اپنا خلیفہ کیا تھا سو علی نے آپ سے عرض کیا کہ یا حضرت کیا آپ مجھ کو عورتوں اور لڑکوں میں خلیفہ کرتے ہیں سو حضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کیا تو خوش نہیں اس سے کہ ہو رتبہ تیرا میرے نزدیک جیسے ہارون کا رتبہ موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا مگر اتنا فرق ہے کہ میرے بعد نبوت نہیں اور میں نے حضرت ﷺ سے سنا کہ جنگ خیبر کے دن فرماتے تھے کہ مقرر میں کل نشان دوں گا اس مرد کو کہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہیں یعنی علی مرتضیٰ کو سو ہم نے اس کے لیے ہاتھ دراز کیے یعنی ہر ایک شخص اس کا امیدوار تھا کہ وہ دولت مجھ کو نصیب ہو سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ علی کو بلاؤ سو علی آئے اس حال میں کہ ان کی آنکھیں دکھتی تھیں سو حضرت ﷺ نے اپنا لعاب مبارک ان کی آنکھ پر لگایا اور اسی وقت ان کو صحت ہوگئی پھر حضرت ﷺ نے ان کو نشان دیا اور جب یہ آیت اتری کہ سوا اس کے نہیں کہ ارادہ کرتا ہے اللہ یہ کہ دور کرے تم سے ناپا کی گناہوں کی اے اہل بیت نبوۃ اور پاک کرے تم کو پاک کرنا، تو حضرت ﷺ نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کو بلایا اور فرمایا کہ الٰہی یہ ہیں میرے اہل بیت۔

۱۰۔ خبر دی ہم کو حرمی بن یونس بن محمد طرسوسی نے، اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوغسان نے، اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدالسلام نے اس نے روایت کی موسیٰ صغیر سے، اس نے عبدالرحمٰن بن سابط سے اس نے سعد سے کہ میں بیٹھا تھا سو لوگوں نے حضرت علی پر طعن کیا۔ میں نے کہا میں نے حضرت ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ علی میں تین خصلتیں ہیں، البتہ ان میں سے ایک کا حاصل ہونا مجھ کو محبوب تر ہے سرخ اونٹوں سے۔ میں نے حضرت ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اس کا رتبہ میرے نزدیک ایسا ہے جیسے

ہارون کا رتبہ موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا مگر فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ مقرر میں کل نشان دوں گا اس مرد کو کہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہیں، اور میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جس کا میں والی اور دوست ہوں اس کا علی بھی والی اور دوست ہے۔

۱۱۔ سعد سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقرر میں نشان دوں گا اس مرد کو کہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہیں جس کے ہاتھ پر خدا فتح کرے گا، سو اصحاب نے اس کے لیے گردنیں بلند کیں یعنی ہر ایک شخص اس کا امیدوار ہوا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نشان علی رضی اللہ عنہ کو دیا۔

۱۲۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے دن فرمایا کہ البتہ میں کل نشان دوں گا اس مرد کو اس کے ہاتھ پر خدا فتح کرے گا۔ وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہیں سو جب صبح ہوئی تو لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہر ایک شخص امیدوار تھا کہ اس کو نشان لے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی کہاں ہیں، لوگوں نے عرض کیا کہ یا حضرت ان کی آنکھیں آئی ہیں، فرمایا کہ کسی کو ان کے پاس بھیجو، سو وہ لائے گئے۔ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب مبارک آنکھ پر لگائی اور اس کے لیے دعا کی، پس تندرست ہوئے علی آنکھوں کی بیماری سے ٹھیک ہو گئے۔ یعنی گویا کہ کبھی آئی نہ تھیں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نشان دیا۔ حضرت علی نے فرمایا کہ حضرت لڑوں میں ان سے یہاں تک کہ ہوں وہ مانند ہمارے یعنی مسلمان ہوں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا اور گذر اپنی نرمی پر یعنی آہستگی سے یہاں تک کہ اترے ان کے میدان میں پھر بلایا ان کو طرف اسلام کے یعنی اول اور خبر دے ان کو ساتھ اس چیز کی کہ واجب ہے ان پر اللہ کے حق سے اسلام میں پس اگر انکار کریں اسلام سے تو طلب کر اُن سے جزیہ ورنہ پھر لڑ ان سے یہاں تک کہ مسلمان ہوں حقیقۃً یا حکماً (یعنی جزیہ دینا قبول کریں) پس قسم خدا کی یہ کہ ہدایت کرے اللہ تعالیٰ۔ سبب تیرے ایک مرد بہتر ہے اس سے کہ ہوں تیرے لیے چارپائے اور سرخ اونٹ۔

۱۳۔ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ میں آج نشان دوں گا اس مرد کو کہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہیں، سو لوگوں نے اس کے لیے ہاتھ دراز کیے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی کہاں ہیں، لوگوں نے عرض کیا کہ ان کی آنکھیں آئی ہیں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں ہتھیلیوں پر تھوکا اور علی کی آنکھ پر لب لگائی اور نشان دیا۔ سو خدا نے ان کے ہاتھ پر فتح کیا یعنی خیبر کو۔

۱۴۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ میں نشان دوں گا اس مرد کو

جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے یا فرمایا کہ خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہیں سو علی کو بلایا اور ان کی آنکھیں آئی تھیں سو خدا نے ان کے ہاتھ پر فتح دی۔

حسن بن علی نے بھی اس باب میں حضرت ﷺ سے حدیث روایت کی ہے اور اس باب میں کہ جبرائیل علیہ السلام ان کی داہنی طرف لڑتے تھے اور میکائیل علیہ السلام ان کے بائیں:

۱۵۔ ہبیرہ بن مریم سے روایت ہے کہ حسن بن علی ہماری طرف نکلے اور ان پر سیاہ عمامہ تھا سو کہا کہ کل تم سے پہلے ایک مرد تھا کہ نہ پہلے لوگ اس سے بڑھے اور نہ پچھلے اس کو پاویں گے اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ البتہ میں نشان دوں گا اس مرد کو کہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا ار رسول اس کو دوست رکھتے ہیں اور جبرائیل علیہ السلام اس کے داہنے لڑتے ہیں اور میکائیل علیہ السلام اس کے بائیں، پھر فرمایا کہ نہ پھرے گا یہاں تک کہ خدا اس کے ہاتھ پر فتح کرے گا نہ اس نے کوئی دینار چھوڑی اور نہ درہم مگر سات سو درہم کہ اس کے عیال نے لیا تھا حضرت علی کی بخشش سے کہ ارادہ کیا تھا یہ کہ خریدیں ساتھ اس کے خادم واسطے اہل اپنے کے۔

حضرت ﷺ کی اس حدیث کا بیان کہ خدا تعالیٰ حضرت علی کو کبھی خوار نہ کرے گا:

۱۶۔ یحییٰ بن عوف سے روایت ہے کہ میں ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا سو نو آدمی اس کے پاس آئے اور کہا کہ یا تو ہمارے ساتھ کھڑا ہو اور یا خالی کرے تو ہم کو ان لوگوں سے اور ابن عباس اس وقت تندرست تھے اندھے ہونے سے پہلے، کہا کہ میں تمہارے ساتھ کھڑا ہوا ہوں، آپس میں بات چیت کرتے رہے۔ میں نہیں جانتا کہ کیا کہتے ہیں۔ سو ابن عباس آئے اس حال میں کہ اپنا کپڑا جھاڑتے تھے اور کہتے تھے اُف اور تُف (یہ کلمہ تنگ دلی اور زجر کے وقت کہتے ہیں) یعنی ان کے کلام سے تنگ دل ہوئے اور کہتے تھے کہ ایسے مرد کی بدگوئی کرتے ہیں کہ وہ عزت والا ہے۔ ایسے مرد کے حق میں طعن کرتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے اس کے حق میں فرمایا ہے کہ البتہ میں بھیجوں گا ایسے مرد کو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہیں۔ خدا اس کو کبھی ذلیل نہ کرے گا سو گردن بلند کی جس نے گردن بلند کی۔ سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ چکی میں گھوڑے کا دانہ ڈالتے ہیں، فرمایا کہ تم میں سے ایسا کوئی نہ تھا کہ اس کا دانہ ڈالتا۔ سو حضرت ﷺ نے اس کو بلایا۔ ان کی آنکھیں آئی تھیں دیکھ نہ سکتے تھے۔ سو حضرت ﷺ نے لعاب ان کی آنکھ پر لگائی پھر نشان ہلایا تین بار پھر وہ ان کو دیا۔ پس صفیہ بنت حی بندی میں لائے اور حضرت ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سورہ توبہ کے ساتھ بھیجا اور علی کو اس کے پیچھے بھیجا سو علی نے وہ سورہ اس سے لی اور فرمایا نہ لیجاوے اس کو مگر کوئی مرد اہل بیت سے کہ وہ مجھ سے

ہو اور میں اس سے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین اور علی اور فاطمہ کو بلایا اور ان پر کپڑا پھیلایا سو کہا کہ الٰہی میرے یہ اہل بیت ہیں اور میرے خاص قریبی ہیں سو دور کر ان سے ناپاکی اور پاک کر ان کو پاک کرنا اور خدیجہ کے بعد علی سب سے پہلے اسلام لائے اور علی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا پہنا۔ سو کفار نے گمان کیا کہ وہ پیغمبر ہیں اور حضرت ابوبکر آئے اور کہا کہ اے نبی اللہ کے یعنی پیغمبر کے کپڑے دیکھ کر بھول گئے اور علی کو پیغمبر گمان کیا۔ علی نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کنوئیں میمون کی طرف گئے ہیں سو ابوبکر، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گئے اور ان کے ساتھ غار میں داخل ہوئے سو مشرکین حضرت علی کو تیر مارتے تھے یہاں تک کہ صبح ہوئی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک میں لوگوں کے ساتھ نکلے سو علی نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ جا سو علی رونے لگے۔ فرمایا کہ کیا تو خوش نہیں اس سے کہ ہو رتبہ تیرا میرے نزدیک جیسے ہارون کا رتبہ موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا مگر اتنا فرق ہے کہ تو نبی نہیں، پھر فرمایا کہ تو میرا خلیفہ ہے یعنی بیچ ہر ایمان دار کے پیچھے میرے اور کہا کہ بند کیے گئے دروازے مسجد کے سوائے دروازے علی کے یعنی بعضے اصحاب کے گھر کے دروازے مسجد نبوی میں تھے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دروازے مسجد کی طرف سے بند کر دو تا کہ کوئی عورت حائضہ اور مرد جنبی مسجد میں ان دروازوں سے نہ آوے مگر دروازہ علی کا کھلا رہے اور حضرت علی مسجد میں ہوتے تھے اس حال میں جنبی ہوتے تھے اور ان کے آنے جانے کی راہ مسجد میں سے تھی اس کے سوا ان کی کوئی راہ نہ تھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا میں دوست ہوں اس کا علی بھی دوست ہے۔ ابن عباس نے کہا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خبر دی کہ خدا تعالیٰ اصحاب شجرہ سے راضی ہوا (اور اصحاب شجرہ وہ ہیں جنہوں نے درخت کے تلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد پر بیعت کی تھی، حضرت علی بھی انہیں میں سے ہیں) پس کیا حدیث بیان کی ہم سے کسی نے بعد اس کے کہ خدا ان پر ناراض ہوا۔ راوی نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر سے فرمایا جبکہ اس نے کہا مجھ کو اجازت ہو تا کہ میں حاطب کی گردن ماروں سو فرمایا کہ اے خطاب کے بیٹے تجھ کو کیا معلوم ہے کہ شاید خدا اس جنگ بدر والے گروہ پر البتہ آگاہ ہو چکا سو اس نے فرمایا کہ تم کرو جو تمہارا جی چاہے میں تم کو مقرر بخش چکا۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا بیان جو علی کے حق میں فرمائی کہ خدا تجھ کو بخش چکا:

۱۷۔ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تجھ کو وہ کلمے نہ بتلاؤں کہ جب تو ان کو کہے تو تیری مغفرت ہو جائے باوجودیکہ خدا تجھ کو بخش چکا وہ کلمے یہ ہیں لا الہ الا اللہ سے آخر تک یعنی نہیں کوئی لائق بندگی کے سوائے خدا کے کہ حکم کرنے والا اور بخشش کرنے والا ہے نہیں لائق بندگی کے کوئی سوائے خدا کے کہ بلند اور بزرگ ہے پاک ہے رب ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کا، رب بڑے

تخت کا سب تعریف واسطے اللہ کے ہے جو پالنے والا ہے جہانوں کا۔

ابی اسحاق پر اختلاف کا بیان اس حدیث میں:

۱۸۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا اے علی کیا میں تجھ کو ایسے کلمے نہ بتلاؤں کہ اگر تو ان کو کہے تو تیری مغفرت ہو جاوے باوجودیکہ تیری مغفرت ہو چکی کہہ تو لا الہ الا اللہ الخ یعنی نہیں لائق بندگی کے کوئی سوائے خدا کے کہ حلیم اور کریم ہے۔ نہیں کوئی لائق بندگی کے سوائے خدا کے کہ بلند اور بزرگ ہے پاک ہے رب ساتوں آسمان اور رب بڑے تخت کا۔ سب تعریف واسطے اللہ کے ہے جو رب ہے سارے جہان کا۔

حضرت علی کے لیے کشائش کے کلمے فرمانے کا بیان:

۱۹۔ علی سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے علی کیا میں تجھ کو وہ کلمے نہ سکھاؤں کہ جب تو ان کو پڑھے تو تیرے گناہ بخشے جاویں اگرچہ ہوں مانند جھاگ دریا کے یعنی اگرچہ بے شمار ہوں فرمایا سبحان اللہ رب السموات السبع ورب العرش العظیم الحمد للہ رب العالمین اور معنی اس کے وہی ہیں جو اوپر گزرے۔

حضرت ﷺ کی اس حدیث کا بیان کہ خدا نے علی کے دل کی آزمائش کی ساتھ ایمان کے:

۲۰۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ کچھ لوگ قریش کے حضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! ہم تیرے ہمسائے اور ہم قسم ہیں اور ہمارے کچھ غلام تیرے پاس بھاگ آئے ہیں کہ نہ ان کو دین کی کچھ رغبت ہے اور نہ علم کی بلکہ وہ صرف ہماری زمین اور مال کی خدمت سے بھاگے ہیں یعنی تا کہ خدمت اور محنت سے چھوٹیں سو آپ ان کو ہماری طرف پھیر دیجیے سو حضرت ﷺ نے ابوبکر سے فرمایا کہ تم اس معاملہ میں کیا کہتے ہو۔ ابوبکر نے کہا کہ سچ کہتے ہیں کہ وہ بے شک آپ کے ہمسائے اور ہم قسم ہیں۔ سو حضرت ﷺ کا چہرہ متغیر ہوا یعنی آپ سخت ناراض ہوئے، پھر عمر سے فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو عمر نے کہا کہ سچ کہتے ہیں کہ وہ بے شک آپ کے ہمسائے اور ہم قسم ہیں سو آپ ﷺ اس سے بھی ناراض ہوئے پھر فرمایا اے گروہ قریش کے قسم خدا کی میں بھیجوں گا۔ تم پر ایک مرد کو تم میں سے کہ امتحان کیا ہے اللہ نے اس کے دل کو ساتھ ایمان کے کہ البتہ مارے گا تم کو دین پر یا مارے گا بعض تمہارے کو۔ ابوبکر نے کہا کہ یا حضرت وہ میں ہوں فرمایا نہیں۔ عمر نے کہا کہ وہ میں ہوں فرمایا نہیں لیکن وہ شخص وہ ہے کہ جوتی سیتا ہے اور حضرت ﷺ نے اپنا جوتا سینے کے لیے علی کو دیا تھا۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا بیان کہ خدا تیرے دل کو ہدایت کرے گا اور تیری زبان کو ثابت رکھے گا یعنی علی کو فرمایا:

۲۱۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یمن کی طرف بھیجا اور میں جوان نو عمر تھا سو میں نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ مجھ کو ان لوگوں کی طرف بھیجتے ہیں کہ ان میں بوڑھے صاحب عقل ہوں گے اور میں جوان نو عمر ہوں یعنی میں ان میں کس طرح حکم کروں گا ایسا نہ ہو کہ مجھے خطا ہو جائے۔ فرمایا مقرر خدا تیرے دل کو ہدایت کرے گا یعنی حق تیرے دل میں ڈال دے گا اور تیری زبان کو ثابت رکھے گا کہ کسی بات میں لغزش نہ کرے، اور بھول چوک سے محفوظ رہے۔ علی نے کہا کہ مجھ کو (کبھی) کسی دو آدمیوں کے جھگڑے میں شک نہیں ہوا جو فیصلہ کیا سو حق کیا۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا بیان کہ مجھ کو حکم ہوا ان دروازوں کے بند کرنے کا سوائے دروازے علی کے

۲۲۔ زید بن ارقم سے روایت ہے کہ بعض اصحاب کے گھروں کے دروازے مسجد نبوی میں تھے کہ ان میں سے آتے جاتے تھے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بند کر دو یہ دروازے مسجد سے سوائے دروازے علی کے کہ وہ کھلا رہے سو بعض لوگوں نے اس میں کلام کی یعنی علی کا دروازہ بھی بند کرنا چاہیے۔ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے یعنی واسطے خطبہ کے سو خدا کی تعریف اور ثنا کی پھر فرمایا! بعد حمد و صلوٰۃ کے پس تحقیق مجھ کو حکم ہوا ان دروازوں کے بند کرنے کا سو دروازے علی کے سوا اس میں تمہارے کسی کلام کرنے والے نے کلام کی یعنی علی کا دروازہ بھی بند کیا جاوے قسم خدا کی نہ میں نے بند کیا اور نہ کھولا یعنی از خود لیکن مجھ کو حکم ہوا ایک چیز کا سو پیروی کی میں نے اس کی۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا بیانکہ میں نے اس کو داخل اور تم کو خارج نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو داخل کیا اور تم کو نکالا:

۲۳۔ سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور کچھ لوگ بھی آپ کے پاس بیٹھے تھے سو حضرت علی داخل ہوئے اور لوگ باہر نکلے اور جب نکلے تو آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے قسم خدا کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تو نکالا اور علی کو داخل کیا سو پھر آئے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم خدا نہ تو میں نے تم کو نکالا اور نہ علی کو داخل کیا بلکہ اللہ نے اس کو داخل کیا اور تم کو نکالا۔ امام نسائی نے کہا یہ قریب ہے ساتھ صواب کے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک علی رضی اللہ عنہ کا کیا مرتبہ تھا:

۲۴۔ سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک کو چلے تو علی مرتضٰی کو مدینہ میں خلیفہ کیا سو منافقوں نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ملال کیا اور ان کی صحبت مکروہ جانی یعنی اس واسطے ساتھ نہ لیا، سو حضرت علی ہتھیار باندھ کر نکلے یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو راہ میں جا ملے اور عرض کیا کہ یا حضرت کیا آپ مجھ کو لڑکوں اور عورتوں پر خلیفہ کرتے ہیں یہاں تک کہ منافقوں نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ملال کیا اور ان کی صحبت مکروہ جانی۔ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کہا کہ اے علی میں نے تجھ کو صرف اپنے اہل میں خلیفہ کیا تھا کہ بعد میرے ان کی خبر گیری کرے کیا تو راضی نہیں اس سے کہ ہو رتبہ تیرا میرے نزدیک جیسے کہ ہارون کا رتبہ موسیٰ کے نزدیک تھا اتنا فرق ہے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔

۲۵۔ عامر بن سعد سے روایت ہے کہ معاویہ نے سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ تو علی کو برا کیوں نہیں کہتا اور اس کو گالی کیوں نہیں دیتا۔ سعد نے کہا کہ میں علی کو برا نہ کہوں گا۔ جب تک کہ میں تین چیزیں یاد رکھتا ہوں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (علی کے حق میں) فرمائیں کہ ان میں سے ایک کا حاصل ہونا مجھ کو محبوب تر ہے سرخ اونٹوں سے، میں علی کو برا نہ کہوں گا جب تک کہ یاد رکھتا ہوں جبکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتری اور آپ نے علی اور حسن اور حسین اور فاطمہ کو پکڑا اور ان کو اپنے کپڑے کے تلے داخل کیا پھر فرمایا کہ الٰہی یہ ہیں میرے گھر والے اور یہ ہیں میرے اہل بیت اور نہیں برا کہوں گا میں اس کو جب تک یاد رکھتا ہوں جبکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو جنگ تبوک میں اپنے گھر بار پر خلیفہ کیا اور علی نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ مجھ کو عورتوں اور لڑکوں پر خلیفہ کرتے ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو خوش نہیں اس سے کہ ہو تیرا رتبہ میرے نزدیک جیسے ہارون کا رتبہ موسیٰ کے نزدیک تھا مگر اتنا فرق ہے کہ میرے بعد نبوت نہیں اور میں اس کو کبھی برا نہیں کہوں گا جب تک کہ یاد رکھتا ہوں جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا کہ البتہ میں نشان دوں گا اس مرد کو کہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہیں اس کے ہاتھ پر خدا فتح کرے گا سو ہم نے ہاتھ دراز کیے، سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی کہاں ہیں لوگوں نے عرض کیا کہ ان کی آنکھیں آئی ہیں فرمایا اس کو بلاؤ لوگوں نے ان کو بلایا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب مبارک ان کی آنکھ پر لگائی پھر اس کو نشان دیا سو قسم خدا کی نہیں ذکر کیا معاویہ نے علی کو ساتھ ایک حرف کے یہاں تک کہ مدینہ سے نکلے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور علی مرتضٰی کے بھائی ہونے کا بیان:

۲۶۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ علی مرتضٰی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ کیا پس اگر پیغمبر وفات پاوے یا قتل ہو جائے تو پھر جاؤ گے تم اپنی ایڑیوں پر قسم ہے خدا کی اور ہم نہ پھریں گے اپنی

ایڑیوں پر بعد اس کے کہ خدا نے ہم کو ہدایت کی اور قسم ہے خدا کی اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاویں یا قتل ہو جاویں اور پھر جاؤ تم اپنی ایڑیوں پر تو البتہ لڑوں میں اس چیز پر کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لڑائی کی یعنی کافروں سے جہاد کیا۔ یہاں تک کہ میں مروں یا قتل ہو جاؤں قسم ہے خدا کی البتہ میں اس کا بھائی ہوں اور اس کا ولی ہوں اور اس کا وارث ہوں اور ان کے چچا کا بیٹا ہوں اور کون ہے زیادہ حقدار ساتھ ان کے مجھ سے یعنی میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب زیادہ تر حقدار ہوں۔

۲۷۔ ربیعہ بن ناجد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ اے امیر المومنین کس طرح وارث ہوا تو اپنے چچا کے بیٹے کا (یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا) اپنے چچا کو چھوڑ کر، کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالمطلب کی اولاد بلائی اور ان کے لیے ایک مد یعنی بقدر دس چھٹا تک کے کھانا پکایا سو سب نے کھایا یہاں تک کہ سیر ہو گئے اور باقی رہا کھانا جتنا کہ پہلے تھا گویا کہ کسی نے اس کو ہاتھ نہ لگایا تھا، پھر آپ نے پانی منگایا سو انہوں نے پیا یہاں تک کہ سیراب ہو گئے اور باقی رہا پانی اس قدر جتنا کہ پہلے تھا گویا کسی نے اس کو ہاتھ نہ لگایا تھا یا کہا کہ کسی نے نہ پیا تھا۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اولاد عبدالمطلب کی، میں بھیجا گیا ہوں طرف تمہارے خاص طور سے اور لوگوں کی طرف عام طور سے اور تحقیق دیکھا تو نے اس امت سے جو کچھ کہ دیکھا تم نے پس تم میں سے کون بیعت کرتا ہے میری اس پر کہ ہو بھائی میرا اور صاحب میرا اور وارث میرا اور وزیر میرا، سو نہ کھڑا ہوا آپ کی طرف کوئی سو میں آپ کی طرف کھڑا ہوا اور میں سب سے کم عمر تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹھ جا۔ پھر آپ نے تین بار یہ فرمایا ہر بار کھڑا ہوتا تھا میں طرف آپ کی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے بیٹھ جا، یہاں تک کہ جب تیسری بار ہوئی تو آپ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا پھر فرمایا: تو ہے بھائی میرا اور صاحب میرا اور وزیر میرا۔ پس اسی واسطے وارث ہوا میں اپنے چچا کے بیٹے کا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سوائے اپنے چچا کے۔

۲۸۔ ابو سلیمان جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے علی سے سنا منبر پر کہتے تھے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا بیان کہ علی مجھ سے ہے اور میں اس سے:

۲۹۔ عمران بن حصین سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقرر علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ دوست ہے ہر ایمان دار کا۔

اس حدیث میں ابی اسحٰق پر راویوں کے اختلاف کا بیان:

۳۰۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ جب ہم مکہ سے پھرے تو اچانک حمزہ کی بیٹی (پیچھے سے) پکارتی تھی کہ اے

چچا اے چچا سو حضرت علی وہاں پہنچے اور اس کو اٹھایا اور فاطمہ سے کہا کہ لے اپنے چچا کے بیٹی کو حضرت فاطمہ نے اس کو اٹھایا سو علی اور جعفر اور زید اس کی پرورش میں جھگڑے ہر ایک شخص چاہتا تھا کہ اس کو ہم پالیں۔ علی نے کہا کہ میں اس کو لیتا ہوں کہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور حضرت جعفر نے کہا کہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے اور زید نے کہا میری بھتیجی ہے۔ سو حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پرورش کا واسطے خالہ اس کی کے، اور فرمایا کہ خالہ بجائے ماں کے ہے یعنی ماں کے برابر ہے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لڑکی جعفر کو دلائی کہ اس کی خالہ اس کے نکاح میں تھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی سے فرمایا کہ میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے اور جعفر سے فرمایا کہ تو مانند ہے میری پیدائش اور خلق میں اور زید سے فرمایا کہ تو ہمارا بھائی ہے اور ہمارا غلام۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا بیان کہ علی مانند ذات میری کی ہے:

۳۱۔ ابی ذر سے روایت ہے کہ مقرر باز رہیں اولاد ولیعہ کی (کہ کفار عرب میں سے ایک قبیلہ تھا) نہیں تو میں بھیجوں گا طرف ان کی ایک مرد کو وہ مانند جان میری کی ہے میرا حکم انہیں پہونچا دے گا سو قتل کرے گا بڑوں اور قید کرے گا چھوٹوں کو سو مجھ کو خوف میں نہ ڈالا مگر کہ عمر نے اپنی ہتھیلی پیچھے سے میرے کولھے میں ماری کہا کہ آپ کس کو مراد رکھتے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نہ تجھ کو مراد رکھتا ہوں اور نہ تیرے ساتھی کو یعنی ابوبکر کو۔ عمر نے کہا کہ آپ کس کو مراد رکھتے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوتا سینے والے کو۔ عمر نے کہا کہ علی جوتا سیتے تھے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹوٹا جوتا سیتے تھے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا بیان کہ اے علی تو میرا دوست ہے اور میرا امانت دار ہے:

۳۲۔ علی سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی سے فرمایا خبردار ہو اے علی کہ تو میرا دوست اور امانت دار ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا بیان کہ جس کا میں دوست ہوں اس کا علی بھی دوست ہے:

۳۳۔ زید بن ارقم سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے پھرے اور غدیر خم (ایک جگہ کا نام ہے) میں اُترے تو منبر کے رکھنے کا حکم کیا سو منبر رکھا گیا، پھر فرمایا کہ گویا کہ میں بلایا گیا ہوں اور میں نے قبول کیا سو میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں کہ ایک دوسری سے بڑی ہے ایک تو کتاب اللہ یعنی قرآن مجید ہے اور دوسری میری آل پس نظر کرو کہ کس طرح معاملہ کرو گے تم بعد میرے بیچ ان کے کہ وہ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ آویں میرے حوض پر، پھر فرمایا کہ خدا دوست میرا ہے اور میں ہر ایمان دار کا دوست ہوں پھر آپ نے علی کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ جس کا میں دوست ہوں اس کا یہ بھی دوست ہے الٰہی دوست رکھ اس شخص کو کہ دوست رکھے علی کو اور دشمن رکھ اس کو دشمن رکھے علی کو۔ ابی طفیل کہتا

ہے کہ میں نے زید سے کہا کہ تو نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے اس نے کہا کہ منبر کے پاس کوئی نہ تھا مگر کہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا۔

۳۴۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک چھوٹے سے لشکر میں بھیجا اور علی رضی اللہ عنہ کا ہم پر امیر کیا سو جب ہم جنگ سے پھرے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ تم نے اپنے صاحب کی صحبت کس طرح دیکھی یعنی علی تمہارے ساتھ اچھی طرح سے پیش آئے یا بری طرح سے، سو میں نے تو ان کی شکایت کی اور میرے سوا کسی نے ان کی شکایت نہ کی سو میں نے اپنا سر اٹھایا اور تھا میں نیچے سر رکھنے والا اور کیا دیکھتا ہوں کہ اچانک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہوا اور فرمایا کہ جس کا میں دوست ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ بھی دوست ہے۔

۳۵۔ سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا میں دوست ہوں اس کا علی بھی دوست ہے۔

۳۶۔ میمون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا میں دوست ہوں اس کا علی بھی دوست ہے۔

۳۷۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے سو خدا کی حمد اور تعریف کی پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں نزدیک تر اور دوست تر ہوں ساتھ ہر ایمان دار مرد اور عورت کے نفس اس کے سے، اصحاب نے عرض کیا کہ کیوں نہیں یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم گواہی دیتے ہیں کہ البتہ آپ دوست تر ہیں ساتھ ہر مومن کے نفس اس کے سے۔ فرمایا پس تحقیق جس کا میں دوست ہوں اس کا علی بھی دوست ہے۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

۳۸۔ سعید بن وہب سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں پانچ چھ آدمی کھڑے ہوئے اور گواہی دی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کا میں دوست ہوں اس کا علی بھی دوست ہے۔

۳۹۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی کی شکایت نہ کر اس واسطے کہ مقرر علی مجھ سے ہے اور میں اس سے اور وہ دوست ہے تمہارا بعد میرے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا بیان کہ جس نے علی کو برا کہا اس نے مجھ کو برا کہا:

۴۰۔ عبداللہ جدلی سے روایت ہے کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا سو اس نے کہا کہ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہتا ہے میں نے کہا اللہ پاک ہے یا کہا کہ پناہ مانگتا ہوں میں اللہ سے، ام سلمہ نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے جس نے علی کو برا کہا اس نے مجھ کو برا کہا۔

۴۱۔ جعفر بن ابی بکر سے روایت ہے کہ میں نے سعد بن مالک کو مدینہ میں دیکھا سو سعد نے کہا کہ کسی نے مجھ

سے ذکر کیا کہ مقرر تم علی کو برا کہتے ہو میں نے کہا کہ بے شک ہم برا کہتے ہیں، شاید کہ تو نے اس کو گالی دی ہے۔ میں نے کہا کہ پناہ مانگتا ہوں ساتھ اللہ کے اس سے سعد نے کہا برا نہ کہو علی کو، اگر آرہ میری چوٹی پر رکھا جائے اس پر کہ برا کہوں علی کو تو نہ برا کہوں میں اس کو بعد اس کے کہ سنا میں نے حضرت ﷺ سے رغبت دلاتا بیچ دوستی اس کی کے اور ڈراتا دشمنی اس کی سے۔

۴۲۔ سعد سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے خطبہ پڑھا سو فرمایا کہ۔ بعد حمد وصلوٰۃ کے اے لوگو! پس میں تمہارا دوست ہوں، اصحاب نے عرض کیا آپ نے سچ کہا ہے، پھر حضرت ﷺ نے علی کا ہاتھ پکڑا اور ان کو اٹھایا پھر فرمایا یہ دوست میرا ہے اور میری طرف سے پیغام الٰہی پہنچانے والا ہے الٰہی دوست رکھ اس شخص کو کہ دوست رکھے علی کو اور دشمن رکھ اس کو کہ دشمن رکھے علی کو۔

۴۳۔ سعید بن وہب سے روایت ہے کہ علی نے ایک جگہ میں سوائے مسجد کے کہا کہ میں قسم دیتا ہوں اللہ کی اس مرد کو کہ غدیر خم کے دن حضرت ﷺ سے سنا ہو فرماتے تھے کہ اللہ دوست میرا ہے! اور میں دوست ہوں ہر ایمان دار کا اور جس کا میں دوست ہوں اس کا علی بھی دوست ہے الٰہی دوست رکھ اس شخص کو کہ دوست رکھے علی کو اور دشمن رکھ اس کو کہ دشمن رکھے اس کو اور مدد کر اس کی جو مدد کرے علی کی۔ سعید نے کہا سو میرے پہلو سے چھ آدمی کھڑے ہوئے اور زید بن یثیع نے کہا کہ میرے پاس سے چھ آدمی کھڑے ہوئے یعنی بس گواہی دی کہ ہم نے یہ حدیث حضرت ﷺ سے سنی ہے اور عمرو نے کہا کہ دوست رکھ اس شخص کو کہ دوست رکھے اس کو اور دشمن رکھ اس کو کہ دشمن رکھے اس کو، روایت کی یہ حدیث اسرائیل نے ابی اسحاق سے اس نے عمر ذی مری سے۔

مومن اور منافق کے درمیان فرق کرنے کا بیان:

۴۴۔ زر بن حبیش سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی کہ پھاڑا دانہ کو یعنی اس کو اگایا اور پیدا کیا ہر جان دار کو تحقیق شان یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے عہد کیا اور وصیت کی طرف میری کہ نہیں دوست رکھے گا مجھ کو مگر منافق یعنی مومن کامل مجھ سے محبت مشروع مطابق واقع کے رکھے گا بغیر زیادتی اور نقصان کے تا کہ نکل جاویں خارجی پس جس نے دوست رکھا حضرت علی کو اور بغض رکھا شیخین سے مثلاً تو نہ دوستی رکھی اس نے ان سے دوستی مشروع پس محبت علی کی علامت ایمان کی ہے اور عداوت ان کی نشانی نفاق کی۔

۴۵۔ زر بن حبیش سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ﷺ نے مجھ سے وصیت کی کہ نہیں دوست رکھے گا مجھ کو مگر ایمان دار اور نہیں دشمن رکھے گا مجھ کو مگر منافق۔

۴۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی تجھ میں ایک مشابہت ہے عیسیٰ علیہ السلام سے کہ دشمن رکھا ان کو یہود نے یعنی بہت یہاں تک کہ تہمت لگائی ان کی ماں کو یعنی حضرت مریم علیہ السلام کو تہمت لگائی اور دوست رکھا ان کو نصاریٰ نے یعنی حد سے زیادہ یہاں تک کہ اُتارا اُن کو اس مرتبہ پر کہ ثابت نہیں ہے واسطے ان کے کہ ان کو اللہ یا ابن اللہ کہا۔

حضرت علی کے مرتبہ اور اُن کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نزدیک ہونے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کو دوست رکھنے کا بیان:

۴۷۔ سعید بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس سے حضرت علی کا حال پوچھا۔ ابن عمر نے کہا کہ نہ پوچھ مجھ سے حال علی کا لیکن نظر کر طرف نزدیک ہونے گھر ان کے کہ گھروں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سے، اس مرد نے کہا کہ میں علی کو دشمن رکھتا ہوں ابن عمر نے کہا کہ خدا تجھ کو دشمن رکھے گا۔

۴۸۔ جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اس حال میں کہ میں لڑکا تھا سو میں نے اس کے پاس علی کا ذکر کیا عائشہ نے کہا کہ میں نے کوئی مرد نہیں دیکھا کہ محبوب تر ہو نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علی سے اور نہ کوئی عورت کہ محبوب تر ہو نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بی بی ان کی سے یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک علی کے مرتبہ کا بیان کہ رات کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہوتے تھے اور آرام کرتے تھے:

۴۹۔ عبداللہ بن یحییٰ سے روایت ہے کہ اس نے علی سے سنا کہتے تھے کہ میں ہر رات کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا کرتا تھا سو اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہوتے تھے تو سبحان اللہ کہتے تھے سو میں اندر آجاتا اور اگر نماز میں نہ ہوتے تو مجھکو اذن دیتے سو میں آپ کے پاس حاضر ہوتا۔

راویوں کے اختلاف کا بیان اس حدیث مغیرہ پر:

۵۰۔ ہذیل بجلی سے روایت ہے کہ حضرت علی نے کہا کہ جب میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مانگتا تھا تو مجھ کو دیتے تھے اور جب میں چپ رہتا تھا تو مجھ کو بے سوال دیتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس خاصہ کا بیان کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھوں پر چڑھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اُٹھا کر کھڑے ہوئے:

۵۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا یہاں تک کہ ہم کعبہ میں آئے سو

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے مونڈھوں پر چڑھے سو میں ان کو اٹھا کر کھڑا ہوا سو جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ضعف دیکھا تو مجھ کو فرمایا کہ بیٹھ جا سو میں بیٹھ گیا۔ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور میرے لیے بیٹھے اور فرمایا کہ میرے مونڈھوں پر چڑھ سو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھوں پر چڑھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے لے کر کھڑے ہوئے اور حضرت علی نے کہا مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے کنارہ پر پہنچ جاؤں سو میں کعبہ پر چڑھا اور اس پر تصویریں تھیں پیتل سے یا تانبے سے سو میں ان کو اٹھانے لگا تا کہ دور کروں میں ان کو دائیں سے اور بائیں سے اور آگے سے اور پیچھے سے یہاں تک کہ جب میں ان پر قابو پا چکا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو پھینک دے سو میں نے ان کو پھینک دیا پس ٹوٹ گئیں جیسے کہ ٹوٹ جاتے ہیں شیشے۔ پھر میں اترا اور میں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے جلدی جلدی چلے یہاں تک کہ گھروں میں چھپے اس خوف سے کہ مبادا کوئی آدمی ہم کو ملے اور یہ راز ظاہر ہو اور اللہ خوب جانتا ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا بیان جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں فرمائی کہ میں نے اپنے لیے کوئی چیز نہیں مانگی مگر کہ تیرے لیے بھی مانگی:

۵۲۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ میں بیمار ہوا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو آئے اور مجھ پر داخل ہوئے اور میں لیٹا تھا سو آپ نے میرے پہلو سے تکیہ کیا پھر مجھ کو اپنے کپڑے سے ڈھانکا سو جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مجھ کو آرام ہوا تو مسجد کی طرف کھڑے ہوئے سو جب نماز سے فارغ ہوئے تو پھر آئے اور مجھ سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا کھڑا ہو اے علی سو میں کھڑا ہوا اس حال میں کہ تندرست تھا گویا کہ اس سے پہلے مجھ کو کچھ بیماری نہ تھی۔ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے نماز میں اپنے رب سے کوئی چیز نہیں مانگی مگر کہ مجھ کو دی اور میں نے اپنے لیے کوئی چیز نہیں مانگی مگر کہ وہ تیرے لیے بھی مانگی۔ امام نسائی نے کہا کہ مخالفت کی منصور کی جعفر احمر نے سو روایت کی یزید بن ابی زیاد سے اس نے عبداللہ بن حرب سے اس نے علی سے۔

بیان اس چیز کا کہ خاص کیے گئے ساتھ اس کے حضرت علی نہ پہنچنے ایذا گرمی اور سردی کی سے:

۵۳۔ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ نکلے ہم پر علی سخت گرمی میں اور ان پر سردی کے کپڑے تھے اور نکلے ہم پر سردی میں اور ان پر گرمی کے کپڑے پھر علی نے پانی منگایا اور پیا پھر اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھا سو جب عبدالرحمن اپنے باپ کی طرف پھرا تو کہا اے باپ بھلا بتلا تو امیر المومنین نے کیا کیا کہ ہم پر سردی میں نکلے اور ان پر گرمی کے کپڑے تھے اور ہم پر گرمی میں نکلے اور ان پر سردی کے کپڑے تھے۔ سو ابو لیلیٰ نے کہا کہ کیا تو خوش طبعی کرتا ہے اور اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑا اور علی کے پاس آیا سو علی نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو

میرے پاس بھیجا یعنی میرے بلانے کو اور میری آنکھیں بہت دکھتی تھیں سو حضرت ﷺ نے لعاب میری آنکھ پر لگائی پھر فرمایا کہ اپنی آنکھیں کھول سو میں نے آنکھیں کھولیں سو نہ شکایت کی میں نے اُن کی اب تک اور حضرت ﷺ نے میرے لیے دعا کی سو فرمایا کہ الٰہی دور کر اس سے ایذا سردی اور گرمی کی سو بعد اس کے آج تک نہ مجھ کو گرمی معلوم ہوئی اور نہ سردی۔

بیان اس چیز کا کہ تخفیف کی گئی طفیل حضرت علی کے اس امت سے:

۵۴۔ علی سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری کہ اے ایمان والو جب سرگوشی کرو تم رسول سے تو پہلے دو آگے سرگوشی اپنی کے صدقہ تو حضرت ﷺ نے علی کو فرمایا کہ لوگوں کو حکم کریں کہ خیرات کریں علی نے عرض کیا کہ لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا آدھی دینار صدقہ دیں۔ علی نے عرض کیا کہ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ کس قدر کی طاقت رکھتے ہیں فرمایا ایک جو کی۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ البتہ تو بے رغبتی کرنے والا ہے دنیا سے سو خدا تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ تم ڈرتے رہو اس سے کہ پہلے دو سرگوشی اپنی سے صدقہ آخر تک۔ اور علی کہتے تھے کہ میرے سبب سے خدا نے اس امت سے تخفیف کی۔

سب لوگوں سے بدبخت آدمی کا بیان:

۵۵۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور علی رضی اللہ عنہ دونوں ایک جنگ میں رفیق تھے سو جب حضرت ﷺ اس جنگ میں اترے اور وہاں ٹھہرے تو ہم نے بنی مدلج کے کچھ لوگ دیکھے کہ اپنی نہریا کھجوروں میں کام کرتے تھے سو علی نے مجھ سے کہا کہ اے ابا یقظان (یہ عمار کی کنیت ہے) کیا تو چاہتا ہے کہ ان لوگوں کے پاس چلے اور دیکھے کہ کس طرح کام کرتے ہیں، عمار نے کہا کہ اگر تو چاہتا ہے تو چل سو ہم ان کے پاس گئے اور ان کا کام گھڑی تک دیکھتے رہے پھر ہم پر نیند غالب ہوئی سو میں اور علی دونوں چلے یہاں تک کہ ہم کھجوروں کی دیوار کے سائے میں لیٹے بیچ ڈھیلوں مٹی کے سو ہم سوئے سو قسم خدا کی نہ جگایا ہم کو کسی نے مگر رسول اللہ ﷺ نے کہ اپنے پاؤں سے ہم کو ہلاتے تھے اور تحقیق خاک آلودہ ہوئے ہم ان ڈھیلوں سے کہ ان پر سوئے تھے سو اس دن حضرت ﷺ نے علی کو کہا کھڑا ہو اے ابا تراب یعنی اے باپ مٹی کے اس سبب سے کہ تھی اس پر مٹی پھر حضرت ﷺ نے فرمایا کیا نہ بتلاؤں میں تم کو بدبخت سب لوگوں میں ہم نے عرض کیا کیوں نہیں۔ فرمایا بدبخت سب لوگوں میں وہ آدمی سرخ رنگ ثمود کا ہے جس نے صالح پیغمبر علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹیں اور وہ شخص کہ مارے گا تجھ کو اے علی اس جگہ پر اور حضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ اس جگہ پر رکھا یہاں تک کہ تر ہو گی اس ضرب سے یہ داڑھی۔

حضرت ﷺ کی اس حدیث کا بیان جو کہ علی کے حق میں فرمائی کہ تو قرآن موافق لڑے گا جیسے کہ میں لڑا اوپر اُترنے قرآن کے:

۵۶۔ ابی سعید خدری سے روایت ہے کہ ہم بیٹھے حضرت ﷺ گھر سے تشریف لائے اس حال میں کہ آپ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا تھا سو حضرت ﷺ نے وہ جوتی علی کی طرف پھینکی یعنی تا کہ ان کو ٹانکیں سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تحقیق تم میں سے وہ شخص ہے کہ لڑے گا اوپر تاویل قرآن کے جیسے کہ لڑائی کی میں نے اوپر اتر نے قرآن کے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ میں ہوں حضرت ﷺ نے فرمایا نہیں عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ میں ہوں فرمایا نہیں لیکن وہ جوتا سینے والا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے رغبت دلانے کا بیان:

۵۷۔ سعید بن وہب سے روایت ہے کہ حضرت علی نے ایک دن حضرت ﷺ سے سنا ہو کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ دوست ہے میرا اور میں دوست ہوں مومنوں کا اور جس کا میں دوست ہوں اس کا یہ بھی دوست ہے، الٰہی دوست رکھ اس کو کہ دوست رکھے علی کو اور دشمن رکھ اس کو کہ دشمن رکھے علی کو اور مدد کر اس کو کہ مدد کرے علی کی، اور ذلیل کرے اس کو ذلیل کر اس کو، سعید نے کہا کہ میرے پہلو میں چھ آدمی کھڑے ہوئے اور حارث نے کہا کہ میرے نزدیک سے چھ آدمی کھڑے ہوئے اور زید بن منیع نے کہا کہ میرے نزدیک چھ آدمی کھڑے ہوئے اور عمرو بن ذی مری نے کہا کہ دوست رکھتا ہوں میں اس شخص کو کہ دوست رکھے علی کو اور دشمن رکھتا ہوں میں اس شخص کو کہ دشمن رکھے اس کو۔

حضرت ﷺ کی اس حدیث کا بیان کہ عمار کے حق میں فرمائی کہ تجھ کو باغی گروہ قتل کرے گا:

۵۸۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے عمار کو فرمایا کہ تجھ کو باغی گروہ قتل کرے گا اور مخالفت کی غندر کی ابوداؤد نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے اس نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم کو ایوب اور خالد نے حسن سے، اس نے روایت کی اپنی ماں سے، اس نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت ﷺ نے عمار کو فرمایا کہ تجھ کو باغی گروہ قتل کرے گا اور امام نسائی نے کہا کہ اور روایت کی یہ حدیث ابن عون نے حسن سے۔

☆......☆......☆

كتاب فضائل الصحابة

الإمام أبى عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل

المتوفى سنة ٢٤١هـ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل

عطیہ بن سعد العوفی سے مروی ہے کہ ہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ضعیفی کی وجہ سے آپ کی بھویں آپ کی آنکھوں کو ڈھکے ہوئے تھیں ہم نے آپ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے ہاتھوں سے اپنی بھویں آنکھوں سے ہٹائیں اور فرمایا وہ تمام انسانوں میں سب سے بہتر تھے۔

ابوالسوار سے مروی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا! ایک قوم مجھ سے محبت کرے گی اور مجھ سے محبت ہی اسے جنت میں لے جائے گی۔ ایک دوسری قوم مجھ سے عداوت رکھے گی اور میری عداوت ہی اسے جہنم میں لے جانے کا سبب بنے گی۔

ضحاک بن مزاحم کی روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! اے علی! کیا تمہیں معلوم ہے کہ متقدمین میں سب سے برا اور بدبخت آدمی کون تھا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو علم ہے۔ آپ نے فرمایا! متقدمین میں وہ انسان سب سے زیادہ برا اور بدبخت تھا جس نے حضرت صالح علیہ کی اونٹنی کو مار ڈالا تھا اور متاخرین میں سب سے بدبخت آدمی کے بارے میں تمہیں معلوم ہے۔ فرمایا! اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا! وہ شخص جو تم کو شہید کرے گا۔

ابواسحاق سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ جس غزوہ میں خود شریف نہیں ہوتے تھے اس میں اپنا ہتھیار حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی کو نہیں دیتے تھے۔

زید بن یثیع کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! بنو ولیعہ (حضر موت کے بادشاہ) اپنی سرکشی سے باز آجائیں ورنہ میں ان کے پاس اپنے جیسے ایک آدمی بھیجوں گا جو ان پر میرا حکم نافذ کرے گا۔ ان کے جنگ جوؤں کو قتل کرے گا اور ان کے بچوں کو قیدی بنالے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے پیچھے سے حضرت عمر کے ہاتھ کی ٹھنڈک اپنی کمر میں محسوس کی۔ انہوں نے پوچھا کہ تم سمجھتے ہو کہ وہ آدمی کون سا ہوگا۔ میں نے کہا کہ آپ تو نہیں ہو سکتے ہاں میرا خیال ہے کہ وہ جوتا سینے والا (حضرت علی رضی اللہ عنہ) ہوں گے۔

محمد بن حنفیہ کی روایت ہے کہ جس وقت بلوائیوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر رکھا تھا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ اسی دوران ایک شخص آیا اور اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

غنی کی شہادت کی خبر دی۔ ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا! امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور باہر نکلنے کا ارادہ کیا میں نے ان کا دامن پکڑ لیا۔ انہوں نے کہا میرا راستہ چھوڑ دو۔ آپ گھر آئے اور دروازہ بند کر لیا۔ لوگ جمع ہو کر ان کے گھر آئے اور کہا حضرت عثمان شہید ہو گئے اب کوئی خلیفہ نہیں رہ گیا۔ ہم آپ سے زیادہ کسی کو خلافت کا حق دار نہیں سمجھتے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہارا وزیر ہوں مجھ سے بہتر شخص کو اپنا امیر بنا لو۔ لوگوں نے کہا کہ ہم آپ سے زیادہ کسی کو اس منصب کا حق دار نہیں سمجھتے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارا اصرار ہے تو دیکھو میری بیعت خفیہ نہیں ہو گی بلکہ میں مسجد کی طرف چلتا ہوں وہاں جو شخص چاہے میرے ہاتھ پر بیعت کرے چنانچہ آپ مسجد تشریف لے گئے اور وہاں آپ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! نبی اکرم ﷺ کی ان کے اہلِ بیت کے تعلق سے حفاظت کرو یعنی اہل بیت کی حفاظت آپ کی حفاظت ہے۔

ابو رجاء فرماتے ہیں! حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کو برا بھلا مت کہو۔ بنو الہجیم سے تعلق رکھنے والا ہمارا ایک پڑوسی کوفہ سے آیا اور اس نے کہا کیا تم لوگوں نے فاسق کے بیٹے فاسق کا انجام دیکھا۔ اللہ نے اسے (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیا۔ اللہ نے دو ستاروں سے اس کی آنکھوں پر مارا اور اس کی بینائی جاتی رہی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس ایک جنتی شخص آئے گا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آپ نے پھر فرمایا اب جو صاحب تشریف لائیں گے وہ بھی جنتی ہیں۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اب جو آئیں گے وہ بھی جنتی ہوں گے یہ کہہ کر آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس بار آنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔

ابوالبختری کی روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور آپ کی تعریف کرنے لگا حالانکہ وہ شخص آپ کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ آپ نے اس سے کہا کہ جو کچھ تعریفی کلمات تم میرے بارے میں کہہ رہے ہو میں ویسا نہیں ہوں البتہ جو بات تمہارے دل میں ہے میں اس سے بہتر ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری جوانی کے ایام تھے اور نبی اکرم ﷺ نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجنا چاہا۔ میں نے عرض کیا آپ مجھے ایک قوم میں اس کا قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں حالانکہ قضا (فیصلہ کرنا) کا مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا مجھ سے قریب آؤ۔ میں آپ کے قریب ہو گیا۔ آپ نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ مارا اور دعا فرمائی کہ اے اللہ ان کے دل کو راہ یاب کر اور ان کی زبان کو ثبات عطا فرما۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اس دن کے بعد کبھی بھی مجھے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کسی طرح کا کوئی شبہ پیدا نہیں ہوا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام کے گھروں کا دروازہ مسجد کی طرف کھلتا تھا اور مسجد کے صحن سے وہ لوگ گزرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک دن فرمایا! حضرت علی کے دروازے کے علاوہ تمام دروازے بند کردو۔ آپ کے اس حکم کے بعد بعض لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ آپ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوگئے پہلے حمد وثنا بیان کیا اور پھر فرمایا میں نے حضرت علی رضی اللہ کے دروازے کے علاوہ تمام دروازے بند کرا دیے۔ تو تم لوگ اس طرح کی باتیں کرنے لگے۔ میں نے اپنی مرضی سے نہ تو کسی دروازے کو کھولا ہے اور نہ کسی کو بند کیا ہے۔ بلکہ مجھے وحی کے ذریعہ ایک چیز کا حکم دیا گیا تھا جس کی میں نے پیروی کی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد پہلے شخص جو اسلام لائے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ اس وقت پندرہ سولہ برس کے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں پہلا شخص ہوں جس نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے دن صلحنامہ تحریر کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا! کل تمہارے پاس سے ایک ایسی شخصیت جدا ہوگئی ہے جس کا علم بے پناہ تھا۔ متقدمین میں سے کوئی اس علم سے آگے نہیں جاسکا اور نہ بعد کے لوگ اس مقام تک پہنچ سکیں گے۔ اگر رسول اللہ ﷺ انہیں کسی مہم پر روانہ کرتے اور جہاد کا علم انہیں دیتے تو وہ فتح یاب ہوکر ہی واپس لوٹتے تھے۔ اپنے انتقال کے بعد انہوں نے نہ تو سونا چھوڑا ہے اور نہ چاندی۔ ان کا ترکہ صرف سات سو درہم پر مشتمل ہے جو وہ اپنے گھر کے خادم کو دیا کرتے تھے۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک جنگی مہم (سریہ) پر روانہ کیا میں نے دیکھا کہ اس وقت آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے یہ دعا فرما رہے ہیں کہ اے اللہ جب تک علی رضی اللہ عنہ کو مجھے تو دکھا نہ دے اس وقت تک مجھے وفات نہ دے۔

حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اے علی قیامت کے دن جنت سے ایک اونٹنی لائی جائے گی اور تو اس پر اس طرح سوار ہوگا کہ تیرا گھٹنا میرے گھٹنے کے اور تیری ران میری ران کے ساتھ ہوگی یہاں تک کہ تو جنت میں داخل ہوجائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے امید ہے کہ میں، حضرت عثمان، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:

''اور ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ دور کردیں گے وہ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے سب بھائی ہوں گے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ، حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے ساتھ پہاڑ پر تھے۔ اسی دوران اس کے چٹان میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ ہلنے لگی۔ آپ نے فرمایا پرسکون ہو جا۔ تیرے اوپر نبی، صدیق اور شہید کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔

ابو مطر البصری کہتے ہیں کہ کھجور کی ایک دوکان پر ایک باندی رو رہی ہے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اس دکان دار نے میرے ہاتھ کھجور بیچی تھی لیکن میرے مالک نے کھجور واپس کردی ہے لیکن یہ دکان دار واپس کرنے سے انکار کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا! اے کھجور کے دکان دار اپنی کھجور واپس لے لو اور اس باندی کو اس کا درہم واپس کردو کیوں کہ وہ ایک ملازمہ ہے اپنے مالک کے حکم کے آگے مجبور ہے۔ دکان دار نے حضرت علی رضی اللہ کو دھکا دے دیا۔ وہاں موجود مسلمانوں نے کہا جانتے ہو کس کو دھکا دیا ہے، اس نے کہا نہیں۔ لوگوں نے کہا وہ امیر المومنین تھے۔ یہ سن کر اس نے کھجور لے لیا اور باندی کو درہم لوٹا دیے اور عرض کیا کہ مجھے امید ہے کہ آپ اب مجھ سے خوش ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک میں لوگوں کو ان کے حقوق نہ دلوا دوں مجھے تم خوش نہیں کر سکتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے حضور یہ شکایت پیش کی کہ لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تمہارا شمار ان چار افراد میں ہے جو جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے۔ سنو وہ چار افراد یہ ہیں۔ میں، تم، حسن اور حسین۔ ہماری بیویاں ہمارے دائیں اور بائیں ہوں گی۔ ہماری اولاد ہماری بیویوں کے پیچھے ہوگی اور ہمارے متبعین ہمارے پیچھے ہوں گے۔

حضرت علی رضی اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! مجھ سے پہلے تمام انبیاء کو سات رفیق دیے گئے تھے لیکن میرے رفقاء کی تعداد اللہ نے چودہ (۱۴) رکھی ہے۔ حضرت علی سے پوچھا گیا کہ وہ چودہ کون سے ہیں تو آپ نے جواب دیا! میں، اور میرے دونوں بیٹے حسن اور حسین، حضرت حمزہ، حضرت جعفر، حضرت عقیل، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت مقداد، حضرت سلمان، حضرت عمار، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم۔

حضرت سعید سے مروی ہے کہ صحابہ کرام میں حضرت علی کے علاوہ کوئی ایسا نہیں تھا جو یہ کہے کہ لوگو مجھ سے سوال کرو۔ (میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا۔)

حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے تمام مشکل اور پیچیدہ مسائل سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے جن کو حل کرنے کے لیے ابوالحسن (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت) موجود نہ ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ میں مدینہ کے بعض راستوں سے گذر رہا تھا۔ ہم ایک باغ کے پاس آئے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول یہ باغ کس قدر خوبصورت ہے۔ آپ نے فرمایا! ہاں خوبصورت تو ہے لیکن جنت میں تمہارے لیے اس سے بھی زیادہ ایک خوبصورت باغ ہے۔ اس کے بعد وہاں سے چلتے ہوئے ایک دوسرے باغ تک پہنچے وہاں بھی میں باغ کی خوبصورتی کا ذکر کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اس سے زیادہ خوبصورت باغ تمہارے لیے جنت میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح ہم سات باغوں سے گذرے اور ہر بار میں اس کی خوبصورتی کا ذکر کرتا اور ہر بار آپ بھی یہی جواب دیتے کہ علی! علی تمہارے لیے جنت میں اس سے بھی زیادہ خوبصورت باغ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت علی رسول ﷺ کی زندگی میں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اگر آپ انتقال کر جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے۔''

اللہ کی قسم! اب جب کہ اللہ نے ہم کو ہدایت دی ہے ہم اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے لوٹنے والے نہیں ہیں۔ اگر آپ کی وفات ہوگئی یا آپ شہید ہو گئے تو ہم بھی تا حیات انہی اصولوں پر جہاد کریں گے جن کی خاطر آپ نے جہاد کیا۔ اللہ کی قسم میں آپ کا بھائی، ولی، ابنِ عم اور وارث ہوں بھلا آپ کا حق دار مجھ سے زیادہ کون ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کو غسل دے رہے تھے۔ عموماً میت کے جسم میں جو تبدیلی واقع ہو جاتی ہے، اس طرح کی کوئی چیز حضرت علی کو جسم اطہر پر نظر نہیں آئی تو آپ نے فرمایا! میرے ماں باپ آپ پر قربان زندہ رہ کر بھی اور وفات پا کر بھی آپ کس طرح خوشبو میں بسے ہوئے اور پاکیزہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا تم لوگ ایک ایسی عظیم شخصیت کا ذکر کر رہے ہو جو اپنے گھر کی چھت پر حضرت جبرئیل کے قدموں کی آواز سنتی تھی (اسنادہ ضعیف جداً)۔

حمید بن عبداللہ بن یزید المدنی کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک فیصلہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا! اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہم اہل بیت میں حکمت کی نعمت عطا فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب قرآن کی آیت **قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودة فی القربی** (میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں البتہ قرابت کی محبت ضرور چاہتا ہوں) نازل ہوئی تو لوگوں نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول جس قرابت کی محبت ہمارے اوپر لازم ہے اس سے کون لوگ مراد ہیں۔ آپ نے فرمایا! حضرت علی، حضرت فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم۔

ابووائل کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے امیر المومنین میں مکاتبت کی رقم دینے سے معذور ہوں۔ آپ میری مدد کریں۔ آپ نے فرمایا! کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھا دوں جو اللہ کے رسول نے مجھے سکھائے تھے اور جن کے پڑھنے سے اللہ تمہارے قرض ادا کردے گا خواہ وہ پہاڑ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ میں نے کہا ضرور سکھا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھتے رہو:

''اے اللہ اپنی حلال چیزوں کے ذریعہ اپنی حرام چیزوں سے مجھے بے نیاز کردے اور اپنے فضل کے ذریعہ اپنے ماسوا سے مجھے بے نیاز کردے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کو ریشم کا ایک جوڑا ہدیہ میں دیا گیا آپ نے اسے میرے پاس بھجوا دیا۔ میں نے کہا میں اسے کیا کروں۔ پہنوں یا نہ پہنوں۔ آپ نے فرمایا کہ جو لباس مجھے ناپسند ہے میں اسے تمہارے لیے کیوں کر پسند کرسکتا ہوں، میں نے اسے اس لیے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ تم فاطمپ کے لیے اس سے دوپٹہ بنا دو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ابوطالب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو نبی اکرم ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ میری شفا کے لیے اپنے رب سے دعا کریں۔ اللہ آپ کی دعا قبول فرمائے گا اور میرے لیے جنت کے انگور کا ایک خوشہ بھیج دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ اے چچا جان اگر آپ اللہ کی اطاعت قبول کرلیں تو میں آپ کی باتیں تسلیم کرلوں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے تکلیف تھی۔ رسول اللہ ﷺ کا میرے پاس گذر ہوا اس وقت میں یہ دعا کررہا تھا کہ اے اللہ اگر میری موت آگئی ہے تو موت دے کر مجھے آرام دے اور اگر موت نہیں آئی ہے تو تکلیف کو اٹھا لے اور اگر یہ کوئی آزمائش ہے تو مجھے صبر کی توفیق عطا فرما۔ آپ نے فرمایا کیا دعا مانگ رہے ہو۔ میں نے پھر یہی دعا دوبارہ مانگی۔ آپ نے اپنے پیر سے مجھے ہلایا اور یہ دعا فرمائی۔ **اللھم عافہ او اللھم اشفہ** (اے اللہ ان کو عافیت دے یا اے اللہ ان کو شفا عطا فرما)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے اپنی طرف سے قربانی کرنے کا حکم دیا۔

آپ کے اس حکم کی اتباع میں مَیں آپ کی طرف سے ہمیشہ قربانی کرتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیت "وانذر عشیرتک الاقربین" (اے نبی اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ) نازل ہوئی تو آپ نے اہل بیت کو جمع کیا چنانچہ تیس آدمی جمع ہوئے پہلے تو انہوں نے کھایا پیا پھر آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کون میری طرف سے میرے دین، میرے عہد و پیمان کی ضمانت لے کر میرے ساتھ جنت میں رہنے کا خواہش مند ہے اور وہ میرا جانشین بننا چاہتا ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ تو اتنے بڑے سخی ہیں کون آپ کی ضمانت لے سکے گا۔ پھر ایک دوسرے شخص سے آپ نے کہا لیکن جب اس نے بھی جواب نہیں دیا تو اپنے اہلِ بیت سے مخاطب ہوئے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس وقت میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اس کے لیے میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں۔

حیان کہتے ہیں کہ حضرت علی نے مجھ سے فرمایا کہ میں تمہیں بھی اس مہم پر روانہ کرنا چاہتا ہوں جس مہم پر رسول اکرم ﷺ نے مجھے روانہ فرمایا تھا اور وہ مہم یہ تھی کہ میں ہر قبر کو برابر کردوں اور تمام بتوں کو نیست و نابود کردوں۔

ابن اعبد کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا! اے ابن اعبد! کیا تمہیں معلوم ہے کہ کھانے کا حق کیا ہے؟ میں نے کہا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا! کھانے کا حق یہ ہے کہ تم کھانا شروع کرتے وقت یہ دعا پڑھو:

بسم اللہ اللھم بارک لنا فیما رزقتنا

"اللہ کے نام سے، اے اللہ جو روزی تو نے ہمیں دی ہے اس میں ہمارے لیے برکت عطا فرما۔"

بتایا کہ کھانے کا شکر یہ ہے کہ تم کھانے سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھو:

الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا

"شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا۔"

اس کے بعد آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا! کیا میں تمہیں اپنے اور حضرت فاطمہ کے بارے میں بتاؤں؟ حضرت فاطمہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی اور آپ کے اہلِ بیت میں آپ سے بہت قریب اور چہیتی تھیں۔ وہ میری رفیقۂ حیات تھیں۔ چکی پیستی تھیں ان کے ہاتھوں میں چکی کے نشانات پڑ گئے تھے، ڈول سے پانی لاتی تھیں کمر میں اس کے نشانات تھے، گھر میں جھاڑو لگاتیں جس سے ان کے کپڑے گرد آلود ہو جاتے اور چولہا جلاتیں جس سے ان کے کپڑے گندے ہو جاتے۔ ان تمام کاموں کی وجہ سے ان کو بہت پریشانی تھی۔ انہی دنوں رسول اکرم ﷺ کے پاس کچھ قیدی لائے گئے میں نے فاطمہ سے کہا کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس جاؤ اور ایک

خادم کا مطالبہ کرو۔ حضرت فاطمہ گئیں لیکن وہاں صرف ایک خادم موجود تھا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے مطالبہ نہیں کیا اور واپس آ گئیں بعد میں رسول اکرم کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں خادم سے زیادہ بہتر چیز نہ بتاؤں جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو ۳۳ بار سبحان اللہ کہو اور ۳۳ بار الحمد للہ کہو اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہو۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے ہر حال میں راضی ہوں۔

ابوظبیان کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت آئی جس نے جرم زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دے دیا۔ لوگ اسے رجم کرنے کے لیے لے گئے وہاں ان کی ملاقات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہو گئی۔ آپ نے پوچھا! کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اس عورت نے زنا کیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو ان کے ہاتھ سے آزاد کر دیا اور ان کو واپس لوٹا دیا۔ لوگ حضرت عمر کے پاس آئے اور واپسی کی وجہ بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ضرور کوئی بات معلوم ہو گی چنانچہ آپ نے ان کو بلوایا، حضرت علی تشریف لائے اور ناراض سے معلوم ہو رہے تھے۔ حضرت عمر نے پوچھا کہ آپ نے ان لوگوں کو کیوں واپس کر دیا۔ آپ نے جواب دیا کہ آپ کو یہ ارشاد رسول معلوم نہیں ہے کہ تین لوگ مرفوع القلم ہیں۔ سویا ہوا انسان جب تک وہ بیدار نہ ہو جائے، چھوٹا بچہ جب تک وہ بڑا نہ ہو جائے اور مجنوں جب تک اس کی عقل درست نہ ہو جائے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ ہاں یہ ارشاد رسول مجھے معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں قبیلہ کی یہ ایک پاگل عورت ہے شاید جنون کی حالت میں اس نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہو۔ حضرت عمر نے جواب دیا کہ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ آپ نے بھی کہا کہ مجھے اس کے جرم کے بارے میں تفصیلات کا علم نہیں ہے چنانچہ اس عورت کو رجم نہیں دیا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین درہم میں ایک لباس خریدا جب آپ اسے زیب تن کرنے لگے تو یہ دعا یہ کہہ کر پڑھی کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہی دعا پڑھتے ہوئے سنا ہے:

"اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ لباس عطا کیا جس سے میں لوگوں کے درمیان اپنی زینت بناتا ہوں اور جس سے میں اپنی ستر پوشی کرتا ہوں۔"

محمد بن کعب القرظی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے مجھے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ دیکھا ہے میں بھوک سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے رہتا تھا جبکہ آج میرا صدقہ چالیس ہزار دینار ہوتا ہے۔

عاصم بن ضمرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ شیعہ حضرات یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت علی دوبارہ تشریف لائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ان جھوٹوں کو بکنے دو اگر ایسی بات ہوتی تو ان کی بیویاں شادی کیوں کرتیں اور ہم آپ کی میراث تقسیم کیوں کرتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ایک دن مجھے سخت بھوک لگی۔ میں مدینہ کی بالائی بستیوں میں کام تلاش کرنے کے لیے چلا گیا۔ وہاں میں نے ایک جگہ ایک عورت کو دیکھا کہ وہ مٹی کے ڈھیلے جمع کیے ہوئے ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ شاید یہ اسے بھگونے کا ارادہ رکھتی ہے۔ میں اس کے پاس گیا اور ایک کھجور کے بدلے ایک ڈول پر معاملہ کر لیا۔ میں نے سولہ ڈول پانی کھینچا۔ اس سے میرے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے۔ کام پورا ہونے کے بعد میں نے پانی سے اپنے ہاتھوں کو صاف کیا اور پھر اس عورت کے پاس گیا۔ میں نے ہاتھ پھیلا دیا اور اس نے سولہ کھجور گن کہ میرے ہاتھوں میں رکھ دیے۔ میں ان کھجوروں کو لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ واقعہ سننے کے بعد آپ نے بھی میرے ساتھ کھجوروں کو تناول فرمایا۔

☆......☆......☆

المستدرك على الصحيحين

محمد بن عبدالله النيسابوري الشهيربالحاكم

المتوفى سنة ٤٠٥هـ

۱۔ ''محمد بن منصور طوسی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبل کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جتنے فضائل و مناقب وارد ہیں دیگر صحابہ کرام میں سے کسی کی اتنے فضائل و مناقب وارد نہیں ہیں۔''

۲۔ حضرت زبیر بن سعید قرشی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ سعید بن المسیب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس درمیان میں وہاں سے حضرت علی بن حسین کا گزر ہوا میں نے کسی ہاشمی کو پہلے نہیں دیکھا تھا۔ ان کے لیے سعید بن میتب کھڑے ہو گئے اور ان کے ساتھ ہم لوگ بھی کھڑے ہوئے۔ ہم نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر حضرت سعید بن میتب نے کہا کہ اے ابو محمد ہمیں فاطمہ بنت اسد بن ہاشم جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں کے بارے میں بتایئے۔ انہوں نے کہا اچھا میں بتاتا ہوں۔ مجھے میرے والد نے بتایا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب سے فرماتے ہوئے سنا ہے جب فاطمہ بنت اسد بن ہاشم کا انتقال ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے آپ کو اپنی قمیض کا کفن پہنایا، اس پر انہوں نے نماز جنازہ پڑھی اور ستر تکبیریں کہیں، پھر ان کی قبر میں اترے اور قبر کے چاروں طرف اشارے کرنے لگے گویا کہ اس کو وسیع کر رہے ہوں یا برابر کر رہے ہوں پھر آپ ﷺ اس سے نکل آئے۔ حال یہ تھا کہ آپ کی دونوں آنکھیں اشکبار تھیں۔ پھر آپ ﷺ نے قبر میں مٹی ڈالی پھر جب وہاں سے چلے گئے تو حضرت عمر بن الخطاب نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے اس خاتون کے ساتھ جیسا معاملہ فرمایا ایسا کسی کے ساتھ کرتے ہوئے نہیں دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر یہ خاتون میری والدہ تھیں، جنہوں نے مجھے پالا ہے، ابو طالب کچھ کام دھام کرتے تھے پھر ان کے گھر میں کھانا تیار ہوتا اور ایک ہی دستر خوان پر ہم سب کھاتے تھے، یہ میرے لیے خصوصی طور پر کھانے میں سے بچا لیتی تھیں جس کو میں بعد میں کھا لیتا تھا، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ جنتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دعا کرنے کے لیے ستر ہزار فرشتے متعین کر رکھے ہیں۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے چار ایسی فضیلتیں ہیں جو دوسرے کی نہیں ہیں۔ (۱) آپ پہلے عربی و عجمی ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ (۲) ہر جنگ میں آپ کا علم نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہا۔ (۳) آپ علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مہراس کے دن صبر کیا۔ (۴) اور آپ علیہ السلام ہی ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو غسل دیا اور

قبر میں داخل کیا۔

۴۔ حضرت عناد بن عبداللہ الاسدی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا: میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسول اللہ ﷺ کا بھائی ہوں۔ میں صدیق اکبر ہوں میرے علاوہ جو کوئی صدیقیت کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہے۔ میں نے عام لوگوں کے مقابلے میں سات سال پہلے سے نماز پڑھنی شروع کی، یہ شرف امت محمدیہ میں کسی کو حاصل نہیں ہے۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ ابوذر اور نعیم (جو ابوذر کے چچازاد بھائی تھے) کے ساتھ چلے ان کا مقصد رسول کریم ﷺ سے ملاقات کرنی تھی۔ آپ ﷺ ایک پہاڑ پر تھے ابوذر نے عرض کیا کہ اے محمد ﷺ ہم آپ کے پاس یہ سننے کے لیے آئے ہیں جو آپ فرماتے ہیں اور جس چیز کی آپ دعوت دیتے ہیں وہ جاننا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا: میری دعوت کا بنیادی پیغام یہ ہے "نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ تعالیٰ اور میں اللہ کا رسول ہوں"۔ ابوذر اور ان کے ساتھی ایمان لے آئے اور میں نے بھی ایمان قبول کر لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے کسی ضرورت کے لیے بھیجا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر پیر کے روز سے وحی کا آغاز کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن سے نماز پڑھنی شروع کر دی۔

۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پیر کے روز نبی بنائے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے روز اسلام قبول کر لیا۔

۷۔ حضرت عفیف بن عمرو سے مروی ہے فرماتے ہیں میں تجارت پیشہ آدمی تھا اور میرا عہد جاہلیت میں حضرت عباس بن مطلب سے دوستانہ تھا۔ تجارت کی غرض سے میں مکہ آیا اور اپنے دوست عباس بن عبدالمطلب کے پاس ٹھہرا جو کہ منیٰ میں تھے اس دوران میں جب کہ سورج مائل بہ زوال تھا ایک شخص آیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا پھر ایک عورت آئی وہ بھی نماز پڑھنے لگی، پھر ایک لڑکا آیا جو کہ نوخیز تھا وہ بھی نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔ میں نے عباس سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں! انہوں نے بتایا کہ یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب میرے بھائی کے بیٹے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ وہ نبی ﷺ ہیں اور ان کی اس بات کی پیروی اس عورت اور اس لڑکے کے علاوہ ابھی تک کسی نے نہیں کی ہے۔ وہ عورت ان کی بیوی خدیجہ بنت خویلد ہیں اور لڑکا ان کے چچا ابوطالب کے بیٹے حضرت علی ہیں۔ عفیف کندی فرماتے ہیں کہ انہوں نے اسلام لایا اور اس پر قائم رہے بعد میں میں سوچا کرتا تھا کہ اگر میں اسی دن اسلام قبول کر چکا ہوتا تو میرے لیے ایک چوتھائی اسلام کی فضیلت حاصل ہوتی۔

۸۔ حضرت زید بن ارقم سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے نبی کریم ﷺ پر حضرت علی بن ابو طالب نے اسلام لایا۔

۹۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سب سے پہلے حوض میں وارد وہ ہوگا جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے یعنی حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ۔

۱۰۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علی اس کے دروازے ہیں۔ پس جو شہر میں داخل ہونا چاہے تو وہ دروازے پر آئے۔

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں تو جو شہر میں داخل ہونا چاہے وہ دروزے پر آئے۔

۱۲۔ عبدالرحمان بن عثمان تیمی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے جابر بن عبداللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں جو شہر میں داخل ہونا چاہے وہ دروازے پر آئے۔

۱۳۔ عمران بن حصین سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت علی کو دیکھنا عبادت ہے۔

۱۴۔ حضرت عبداللہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت علیؓ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔

۱۵۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

۱۶۔ حضرت ابو اسحاق سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے قثم بن عباس سے سوال کیا کہ حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کے وارث کیسے بنے، انہوں نے بتایا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی رسالت کو سب سے پہلے تسلیم کرنے والے تھے اور آپ ﷺ سے گہرے تعلقات تھے۔

۱۷۔ حضرت عمر قاضی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے اسماعیل بن اسحاق قاضی کو فرماتے ہوئے سنا ہے پھر انہوں نے قثم کی اس بات کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا بے شک وراثت نسب یا ولایت سے ثابت ہوتی ہے اور اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ چچا زاد بھائیوں میں وراثت نہیں چلتی لیکن اس کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے علم کے وارث ہوئے۔

۱۸۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے حیات مبارکہ کے دوران اس آیت مبارکہ کے حوالے سے (اگر آپ مر گئے یا شہید ہو گئے تو کیا تم پیچھے پلٹ پڑو گے) فرمایا

کرتے تھے قسم اللہ کی ہم ہرگز نہیں ہٹیں گے اس کے بعد کے ہدایت آچکی ہے۔ اگر آپ وفات پا جائیں یا شہید ہو جائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے والوں سے ہم جنگ کریں گے یہاں تک کہ ہم شہید ہو جائیں۔ قسم اللہ کی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی، دوست، ان کے چچا کا بیٹا اور ان کے علم کا وارث ہوں تو مجھ سے زیادہ اس کا کون حق دار ہوگا۔

۱۹۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کون مجھے دنیا و آخرت میں اپنا ولی بنائے گا آپ نے ہر ایک سے یہی بات فرمائی کہ تم میں سے کون مجھے دنیا و آخرت میں ولی بنائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے فرمایا تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔

۲۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور ارشاد فرمایا اے علی تمہارے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی خصوصیت ہے کہ یہود نے ان سے بغض و عناد کا مظاہرہ کیا اور ان کی ماں پر بہتان باندھا اور نصاریٰ نے ان کو ایسے مقام پر اتار دیا جس کے وہ مستحق نہیں تھے یعنی خدا کا بیٹا بنا دیا۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میرے بارے میں میری محبت میں غلو کرنے والا بھی ہلاک ہوگا اور میرے بارے میں بغض و عناد رکھنے والا بھی، میری دشمنی اس کو مجھ پر بہتان تراشی پر آمادہ کرے گی۔ خبردار میں نبی نہیں ہوں۔ میری طرف وحی نہیں آتی، میں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق حسب استطاعت عمل کرتا ہوں لہٰذا اگر میں تجھے اللہ کی اطاعت کا حکم دوں تو میرا حکم مانو چاہے وہ تمہاری طبیعت کے موافق ہو یا ناموافق ہو اور اگر میں تمہیں کسی معصیت کا حکم دوں تو اللہ کی معصیت میں کسی کی اطاعت گذاری جائز نہیں ہے اطاعت امیر معروف میں ہے۔

۲۱۔ حضرت زید بن ارقم سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اسی دوران میں ایک شخص یمن سے آیا اور آپ کو بتانے لگا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بار تین لوگ آئے اور ایک بچے کے بارے میں جھگڑ رہے تھے کہ وہ اس کا ہے، آپ اس کا فیصلہ کر دیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ تینوں لوگوں نے ایک عورت سے ایک گھر میں جماع کیا تھا حضرت علی نے دو لوگوں سے فرمایا کہ تم دونوں اس بچے کو قبول کرنے کے لیے تیار رہو پھر فرمایا کہ تم لوگ سب اس میں شریک ہو میں تمہارے بارے میں قرعہ اندازی کروں گا جس کا نام قرعہ نکل آئے بچہ اس کا ہوگا اور اس کو اپنے دو ساتھیوں کو دو ثلث دیت ادا کرنی ہوگی انہوں نے قرعہ اندازی کی ایک شخص کے نام قرعہ نکل آیا، بچہ اس کو دے دیا گیا۔ اس واقعہ کو سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔

۲۲۔ حضرت سفیان سے مروی ہے وہ اجلح سے روایت کرتے ہیں وہ قصہ مذکورہ کو بیان کرتے ہیں آخر میں نبی

کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس قضیہ میں میں اس سے زیادہ نہیں جانتا جتنا کہ حضرت علی نے بتایا ہے۔

۲۳۔ ابو بختری سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ میں نوجوان آدمی ہوں (یعنی نا تجربہ کاری ہے) میرے پاس لوگ مختلف معاملات لے کر آئیں گے کہ ان کا میں فیصلہ کروں اور مجھے اتنا علم نہیں ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا اور فرمایا: "اے اللہ ان کی زبان کو ثبات عطا کر اور ان کے دل کی رہنمائی فرما" پھر اسکے بعد میں نے کبھی کسی فیصلہ کرنے میں تردد نہیں کیا یا پریشانی نہیں ہوئی۔

۲۴۔ حضرت عبداللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اس کا چرچا کیا کرتے تھے کہ مدینہ والوں میں سے سے صائب فیصلہ کرنے والے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں۔

۲۵۔ محمد بن ابراہیم تیمی سے مروی ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے علی جنت میں تمہارے لیے ایک خزانہ ہے اور تو اس کا مالک ہوگا تو نظر پر نظر نہ دوڑا (یعنی کسی اجنبی عورت کو مت دیکھ) پہلی نظر کی گنجائش ہے، دوسری کی نہیں ہے۔

۲۶۔ حضرت زینب بنت ابی سعید الخدری سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے شکایت بیان کی۔ تو آپ ﷺ نے ہم لوگوں کو خطاب فرمایا اور ارشاد فرمایا "اے لوگو! علی کی شکایت نہ کرو قسم خدا کی وہ اللہ کے بارے میں زیادہ ڈرنے والے اور اللہ کے راستے کی اتباع کے بارے میں زیادہ محتاط آدمی ہیں۔

۲۷۔ عامر بن سعید سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ آپ کو کس چیز نے حضرت علی کو برا بھلا کہنے سے روکا انہوں نے فرمایا کہ جب سے مجھے تین باتیں یاد دلائی گئیں تو پھر میں نے ان کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیا۔ معاویہ نے دریافت کیا کہ وہ تین باتیں کیا ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جب وحی نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹوں کو ایک چادر اوڑھایا پھر ارشاد فرمایا کہ اے اللہ یہ ہمارے اہل بیت ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب غزوۂ تبوک میں نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کو مدینہ کا خلیفہ بنایا تو حضرت علی نے فرمایا کہ مجھے عورتوں اور بچوں کا خلیفہ بنائے جا رہے ہیں (اور جنگ میں شرکت سے روک رہے ہیں) اس وقت نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح ہو کہ حضرت موسیٰ نے ان کو اپنا خلیفہ بنایا تھا صرف اتنی بات ہے

کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ تیسری بات یہ کہ غزوہ خیبر کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آج میں ایک ایسے شخص کو علم سونپوں گا کہ جس سے اللہ اور اس کے رسول محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا کرے گا تو اس موقعہ پر ہم بھی اس کے آرزومند تھے کہ انہیں علم عطا ہو، مگر آپ نے فرمایا کہ حضرت علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں آپ ﷺ نے ان کو بلایا پھر ان کی آنکھوں پر اپنی لعاب دہن مَل دیا پھر ان کو علم عطا کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں پر خیبر کو فتح کیا۔

۲۸۔ حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص میری طرح جینا چاہے اور میری طرح مرنا چاہے اور جنت میں ہمیشہ رہنا چاہے کہ جس کا وعدہ میرے رب نے مجھ سے کیا ہے۔ تو چاہیے کہ وہ حضرت علیؓ کو اپنا ولی بنالے کیوں کہ وہ تمہیں ہدایت سے کبھی دور نہیں ہونے دیں گے اور گمراہی میں نہیں پڑنے دیں گے۔

۲۹۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم منافقوں کو چند علامات سے پہنچانتے تھے وہ یہ تھیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب، نماز میں پیچھے رہنا، اور حضرت علی بن ابی طالب سے بغض کا مظاہرہ کرنا۔

۳۰۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ آپ کی خدمت میں بھونا ہوا چڑیے کا گوشت پیش کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ تو اپنے محبوب ترین بندے کو بھیج دے جو میرے ساتھ اس چڑیے کا گوشت کھائے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ سے دعا کی اے اللہ وہ آدمی میری قوم انصار میں سے ہو۔ اسی دوران میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے میں نے ان سے کہا کہ اس وقت نبی کریم ﷺ مصروف ہیں۔ وہ چلے گئے پھر تشریف لائے میں نے پھر عرض کیا کہ نبی کریم ﷺ مصروف ہیں۔ پھر چلے گئے اور پھر تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ دروازہ کھول دو پھر حضرت علیؓ گھر میں داخل ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہیں کس چیز نے اتنی دیر روک دیا تھا انہوں نے عرض کیا کہ انس مجھے یہ کہہ کر واپس کر دیتے تھے کہ آپ ﷺ مصروف ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت انس سے دریافت فرمایا کہ تمہیں کس چیز نے اس بات پر آمادہ کیا راوی فرماتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے آپ سے ابھی جو بات سنی کہ آپ نے فرمایا کہ اے اللہ اپنے محبوب ترین بندے کو بھیج دے جو میرے ساتھ اس چڑیے کا گوشت کھائے تو میری خواہش ہوئی کہ وہ آدمی میری قوم کا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک آدمی اپنی قوم کے لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

۳۲۔ انس بن مالکؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ان کی طبیعت خراب تھی محمد بن حجاج عیادت کے لیے تشریف

لائے ان کے پاس کچھ لوگ پہلے سے تشریف رکھتے تھے جو باتیں کر رہے تھے اسی دوران میں انہوں نے حضرت علیؓ کا ذکر کیا تو محمد بن حجاج نے ان کی تنقیص بیان کی۔ انس نے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے اس کو میرے پاس بٹھاؤ پھر اس کو بٹھایا گیا پھر حضرت انس نے فرمایا اے حجاج کے بیٹے کیا بات ہے کہ تم حضرت علی کی تنقیص کرتے ہو جب کہ حال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کو اللہ کا محبوب ترین بندہ قرار دیتے تھے۔ جس کا ثبوت یہ واقعہ ہے جو پیش آیا۔ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا اور انصار کا ایک لڑکا بھی آپ کی خدمت کرتا تھا۔ ایک دن کی بات ہے کہ حضرت ام ایمن تشریف لائیں اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے چڑیے کا بھنا ہوا گوشت رکھ دیا آپ نے دریافت فرمایا کہ ام ایمن یہ کیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ چڑیے کا گوشت ہے جسے میں نے آپ کے لیے تیار کیا ہے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا پڑھی۔ اے اللہ تو اپنے محبوب بندے کو بھیج دے جو میرے ساتھ اس چڑیے کا گوشت کھائے۔ اور دروازہ پر دستک ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ انس دیکھنا کون ہے؟ میں نے اللہ سے دعا کی کہ وہ آدمی انصار میں سے ہو۔ میں نے معلوم کیا تو وہ حضرت علیؓ تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ابھی مصروف ہیں تھوڑی دیر ٹھہرا تھا کہ پھر دروازے پر دستک ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا انس دیکھ کون ہے؟ میں نے دعا کی کہ اللہ وہ انصار میں سے ہو میں نے دیکھا تو حضرت علیؓ تھے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ رسول کریم ﷺ مصروف ہیں۔ تھوڑی دیر پھر رکا کہ پھر دروازے پر دستک ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جاؤ اور اس کو اندر لے آؤ۔ میں نے ان کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انس ان کو چڑیے کا گوشت پیش کرو۔ میں نے وہ گوشت نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ ﷺ دونوں نے تناول فرمایا۔ محمد بن حجاج دریافت کرتے ہیں کہ انس کیا یہ واقعہ تمہاری موجودگی میں پیش آیا تھا۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے عہد دیا ہے کہ میں حضرت علی کی تنقیص نہ کروں اور جو ان کی تنقیص کرے اس کے چہرے پر خاک مل دوں۔

۳۲۔ حضرت زید بن ارقم سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے کئی لوگوں کی گزرگاہیں مسجد نبوی ﷺ میں سے ہو کر جاتی تھیں۔ ایک روز نبی کریم ﷺ نے فرمایا سارے دروازے بند کر دو سوائے علی کے دروازے کے۔ راوی فرماتے ہیں لوگ اس بارے میں چہ میگوئیاں کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور حمد و صلاۃ کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے ان دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا سوائے علی کے دروازے کے تو لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے قسم خدا کی میں نے ایسا اپنی مرضی سے نہیں کیا ہے بلکہ مجھے میرے اللہ کی طرف سے حکم دیا گیا، جس کی میں نے تعمیل کی ہے۔

۳۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمام انسانوں کا سردار ہوں اور علی تمام عرب کے سردار ہیں۔

۳۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس عرب کے سردار کو بلاؤ، میں نے عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ عرب کے سردار نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمام انسانوں کا سردار ہوں اور علی اہل عرب کے سردار ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے اسی مفہوم کی ایک دوسری روایت منقول ہے۔

۳۵۔ حضرت ابن بریدہ سے مروی ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے چار صحابہ کرام سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور مجھے بتایا ہے کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ وہ چار لوگ کون ہیں۔ دراں حالیکہ ہم لوگوں میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ ان میں ہمارا نام ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان میں علیؓ بھی ہیں پھر آپ خاموش ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ان میں علی بھی ہیں، پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔

۳۶۔ انس بن مالکؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا تو میرے بعد اختلاف کرنے والوں کو راہ حق بتائے گا۔

۳۷۔ حضرت ابوحیان تیمی سے مروی ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کے بارے میں یہ کلمات ادا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ علی پر رحم کرے۔ اے اللہ حق وہاں ہو جہاں علیؓ رہیں۔

۳۸۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے دراں حالیکہ آپ ﷺ حضرت علی کا کندھا پکڑے ہوئے تھے۔ "یہ نیکوکاروں کا امیر ہے، فاجروں کا قلع قمع کرنے والا ہے، اس کی مدد ہوگی جو ان کی مدد کرے گا اور ذلیل ہے جو ان کی تذلیل کرے گا۔

۳۹۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کی طرف دیکھا اور فرمایا اے علی تو دنیا میں سردار ہے اور آخرت میں سردار ہے۔ تیرا دوست میرا دوست ہے اور میرا دوست تیرے دوست ہے۔ تیرا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن تیرا دشمن ہے اور بربادی ہے اس کے لیے جو میرے بعد تجھ سے بغض وعناد کا مظاہرہ کرے۔

۴۰۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور

جس نے تیری اطاعت کی اس نے میری اطاعت اور جس نے تیری نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

۴۱۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک بار پیدل چل رہے تھے اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی ٹوٹ گئی۔ حضرت علیؓ پیچھے ہو گئے تا کہ جوتی ٹانک دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر چلے پھر ارشاد فرمایا تم لوگوں میں سے ایک شخص ایسا ہے جو قرآن کی تاویل پر قتال کرے گا جیسا کہ میں نے اس کے نزول پر قتال کیا ہے۔ لوگ اس بات کے جاننے کے خواہش مند ہوئے۔ انہی میں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ حضرت ابو بکر نے عرض کیا کیا وہ شخص میں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا وہ شخص میں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ لیکن وہ شخص جوتی ٹانکنے والا ہے۔ یعنی حضرت علیؓ۔ ہم لوگ ان کے پاس آئے اور اس بات کی خوش خبری دی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا انہوں نے سر اٹھا کر نہیں دیکھا گویا انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن لیا تھا۔

۴۲۔ حضرت عمرو بن میمون سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم عبداللہ ابن عباس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ نو لوگ وارد ہوئے انہوں نے ان سے عرض کیا یا تو ہمارے ساتھ چلیے یا ہم سے تخلیہ میں بات کیجیے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ چل رہا ہوں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ابن عباس کی بینائی ٹھیک تھی اور وہ اندھے نہیں ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے گفتگو کا آغاز کیا اور کہا راوی کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے کیا کہا مگر ابن عباس واپس آئے اور اپنے کپڑے جھاڑنے لگے اور کہنے لگے اف اور تف ہے ان لوگوں پر، انہوں نے ایک ایسے آدمی کی تنقیص کی ہے کہ جن کے دسیوں فضائل ہیں جبکہ دوسرے کے اتنے فضائل نہیں ہیں۔ یہ لوگ ایسے شخص کی تنقیص کے گناہ میں مبتلا ہوئے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں ایک شخص کو بھیجوں گا جس کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ لوگوں میں سے ایک شخص نے آرزو ظاہر کی کہ وہ شخص میں ہوں اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت علی کہاں ہیں؟ بتایا گیا کہ وہ چکی چلا رہے ہیں اور آٹا پیس رہے ہیں۔ پھر حضرت علی تشریف لائے ان کی آنکھوں میں آشوب تھا وہ دیکھ نہیں سکتے تھے۔ راوی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں میں پھونک ماری پھر تین بار علم بلند فرمایا اور اس کو حضرت علی کو دے دیا۔ حضرت علی جنگ میں فاتح رہے اور حضرت صفیہ بنت حیی کو لے کر آئے (اور رسول اللہ کی خدمت میں پیش کیا) ابن عباس فرماتے ہیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ توبہ کو دے کر فلاں کو بھیجا پھر اس کے پیچھے حضرت علی کو بھیجا انہوں نے اس سے وہ سورت لے لی پھر فرمایا کہ اس کو لے کر وہی جا سکتا ہے جو مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

ﷺ نے اپنے چچا کے بیٹوں سے کہا کہ مجھے دنیا و آخرت میں کون دوست بنائے گا حضرت علی بھی ان میں موجود تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ہر ایک کو مخاطب کر کے فرمایا مجھے دنیا و آخرت میں کون دوست بنائے گا۔ تو سب نے انکار کر دیا پھر حضرت علی سے فرمایا کہ تو دنیا و آخرت میں میرا دوست (ولی) ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت علی خدیجہ کے بعد ایمان لانے والوں میں پہلے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی چادر لی، اور اس کو علی فاطمہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہم پر رکھا پھر یہ آیت پڑھی (انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا) ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے اپنے کو داؤ پر لگایا اور شب ہجرت کو رسول کریم ﷺ کا لباس زیب تن کیا اور ان کی جگہ پر سو گئے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک کے لیے مدینہ سے نکلے اور آپ ﷺ کے ساتھ دیگر مسلمان بھی نکلے حضرت علی نے عرض کیا کہ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ جنگ پر جاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے منع فرما دیا اس پر وہ رونے لگے نبی کریم ﷺ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ہارون جیسے ہو (جیسا کہ حضرت موسیٰ نے ان کو بنی اسرائیل کا خلیفہ بنا کر توریت لینے پہاڑ پر گئے تھے) مگر فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور یہ مناسب نہیں ہے کہ میں مدینہ میں تم کو خلیفہ بنائے بغیر تبوک چلا جاؤں۔ ابن عباس فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کہ میرے بعد تو ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کا ولی ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبویؐ کے تمام راستے بند کر دیے سوائے حضرت علی کے راستے کے۔ وہ مسجد میں حالت جنابت میں داخل ہوتے تھے کیوں کہ ان کی آمد و رفت کا یہی راستہ تھا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کے بارے میں فرمایا میں جس کا دوست ہوں تو علی بھی اس کا دوست ہے۔

۴۳۔ ابو حاتم الرازی سے مروی ہے کہ لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ احمد بن حنبل نے اہل بیت کے فضائل پر ایک کتاب تصنیف کی ہے۔

۴۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی کو تین ایسی فضیلتیں حاصل ہوئیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی فضیلت مجھے حاصل ہوتی تو یہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہوتا۔ پوچھا گیا کہ وہ فضیلتیں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا ایک یہ ہے کہ ان کا نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ سے نکاح ہوا۔ دوسری یہ کہ ان کو مسجد میں رہائش کی اجازت ملی جس میں ان کے اندر ہر وہ چیز جائز تھی جو نبی کریم ﷺ کے لیے جائز تھی۔ اور تیسری یہ کہ خیبر کے موقعہ پر ان کو علم عطا ہوا۔

۴۵۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب غصہ ہوتے تھے تو ان سے

حضرت علیؓ کے علاوہ کوئی گفتگو کی جرأت نہیں کرتا تھا۔

۴۶۔ حضرت عوف بن ابی عثمان النہدی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت سلمان سے دریافت کیا کہ آپ کی حضرت علی سے اتنی زیادہ محبت ہونے کی وجہ کیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جس نے علیؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علیؓ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

۴۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ میرا ہاتھ تھامے مدینہ کی گلیوں سے گزر رہے تھے کہ ایک باغ آیا میں نے عرض کیا کہ کتنا اچھا باغ ہے آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے لیے جنت میں اس سے اچھا باغ ہے۔

۴۸۔ حضرت عبداللہ بن اسعد بن زرارہ سے مروی ہے وہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس حضرت علیؓ کے بارے میں تین باتیں وحی کیں۔ ا۔ وہ مسلمانوں کا سردار ہے۔ ۲۔ متقیوں کا امام ہے۔ ۳۔ اور غرمحجلین (وہ لوگ جو وضو کرنے میں خصوصی اہتمام کرتے ہیں) کا قائد ہے۔

۴۹۔ حضرت زید بن ارقم سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ جہاں پانچ بڑے تنے والے درخت تھے ٹھہرے لوگوں نے درخت کے اردگرد صفائی کردی تو آپ ﷺ نے استراحت فرمائی پھر عشاء کی نماز پڑھی پھر منبر پر خطاب کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور حمد وصلاۃ کے بعد ارشاد فرمایا: "اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں جب تک تم ان کی اتباع کروگے گمراہ نہیں ہوگے اور وہ دو چیزیں یہ ہیں۔ اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیت" پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں تمام مومنوں پر مقدم ہوں" یہ بات آپ ﷺ نے تین بار فرمائی۔ حاضرین نے عرض کیا ہاں اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں جس کا ولی ہوں تو علی بھی اس کا ولی ہے۔

۵۰۔ حضرت زید بن ارقم سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب حجۃ الوداع سے واپس آرہے تھے تو آپ غدیر خم میں اترے وہاں خطاب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تم لوگوں کے بیچ دو بھاری چیزیں چھوڑے جارہا ہوں جن میں سے ہر ایک دوسرے بڑا ہے۔ ایک اللہ کی کتاب دوم اہل بیت۔ تو خبردار رہو۔ ان دونوں کے بارے میں معاملہ کرنے میں۔ کیوں کہ یہ دونوں الگ نہیں ہوں گی مگر حوض پر وارد ہوں گی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ میرا ولی ہے اور میں ہر مومن کا ولی ہوں۔ پھر حضرت علی کا ہاتھ تھاما اور فرمایا میں جس کا ولی ہوں تو یہ بھی اس کا ولی ہے۔ اے اللہ تو اس کی نگرانی فرما جو علی کا دوست ہو اور اس سے دشمنی

کر جو علی سے دشمنی کرے۔

۵۱۔ حضرت عباد بن عبداللہ اسدی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اس آیت کے بارے میں ''بے شک آپ ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ایک رہ نما ہوتا ہے'' فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ منذر تھے اور میں ہادی ہوں۔

۵۲۔ حضرت ابوذر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے علیؓ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علیؓ کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

۵۳۔ حضرت عمار ابن یاسرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے حضرت علیؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے علی اسکے لیے خوش خبری ہے جو تجھ سے محبت کرے اور تیرے بارے میں سچا ہو اور اس کے لیے بربادی ہے جو تجھ سے بغض رکھے اور تیرے بارے میں جھوٹا ہو۔

۵۴۔ حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے علی کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علی کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

۵۵۔ حضرت عمار بن یاسر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے آپ ﷺ فرما رہے تھے ''اے علیؓ اس کے لیے خوش خبری ہے جو تجھ سے محبت رکھے اور تیرے بارے میں سچا ہو اور اس کے لیے بربادی ہے جو تجھ سے بغض رکھے اور تیرے بارے میں جھوٹا ہو۔''

۵۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ میرے شوہر علی بن ابی طالب غریب آدمی ہیں ان کے پاس مال و دولت نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہؓ کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ نے زمین والوں میں سے دو لوگوں کو چن لیا ہے ایک میں اور دوسرا تیرا شوہر (یعنی علی رضی اللہ عنہ)۔

۵۷۔ حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ علیؓ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ ہر مسلمان کا ولی ہے۔

۵۸۔ عمرو بن شاس اسلمی (جو کہ حدیبیہ میں شریک تھے) سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم حضرت علیؓ کے ساتھ یمن کے سفر پر نکلے راستے میں آپ نے ہم لوگوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ جس کی وجہ سے میرے دل میں ان کے بارے میں طرح طرح کے گمان پیدا ہو رہے تھے جب میں منزل مقصود پہنچا تو مسجد میں میں نے ان کی

شکایت بیان کردی۔ یہ بات نبی کریم ﷺ کو پہنچ گئی اور ایک روز میں مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوا دراں حالیکہ آپ ﷺ اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے آپ ﷺ نے جب مجھے دیکھا تو مجھ سے نظریں ہٹا لیں اور مجھ سے فرمایا کہ میری طرف تم مت دیکھو۔ جب میں بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو تم اللہ کی تو نے مجھے اذیت پہنچائی ہے۔ میں نے عرض کیا: اللہ کی پناہ کہ میں رسول اللہ ﷺ کو کوئی اذیت دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن تم نے علیؑ کو اذیت دی ہے اور جو علیؑ کو اذیت پہنچائے گویا اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔

۵۹۔ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کے ساتھ یمن میں لڑائی لڑی۔ اس دوران حضرت علیؓ نے مجھ سے کچھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ جنگ سے ہم واپس آئے تو میں نے حضرت علی کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کا چہرۂ مبارک متغیر ہو گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے بریدہ کیا میں تمام مسلمانوں میں مقدم نہیں ہوں میں نے عرض کیا کیوں نہیں اللہ کے رسول ﷺ، آپ نے فرمایا میں جس کا دوست ہوں تو علی بھی اس کا دوست ہے۔

۶۰۔ حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علیؓ جو مجھ سے کٹ کر رہے تو گویا وہ اللہ سے کٹ کر ہے۔ اور جو تجھ سے کٹ کر رہے تو گویا وہ مجھ سے کٹ کر ہے۔

۶۱۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی۔ ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ جو مجھ سے کٹ کر ہے وہ اللہ سے کٹ کر ہے اور جو تجھ سے کٹ رہے تو گویا وہ مجھ سے کٹ کر رہے۔

۶۲۔ حضرت اسود بن یزید نخعی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ سے ممبر رسول پر بیعت لی جاری تھی تو اس وقت خزیمہ بن ثابت نے ان کے سامنے کھڑے ہو کر درج ذیل اشعار کہے:

جب ہم نے علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی ہے تو وہ جن کے باپ ہیں اور جن فتنوں سے ہم ڈر رہے ہیں ان کے لیے وہ کافی ہیں۔

ہم نے ان کو لوگوں میں مقدم پایا ہے، وہ اہل قریش میں سے زیادہ کتاب وسنت پر عمل کرنے والے ہیں۔

اور بے شک قریش کا شیرازہ منتشر نہیں ہوگا جب تک کہ مضبوط قوئ والے کو شہید نہ کر دیا جائے۔

انہی میں سارے لوگوں کا خیر ہے۔ اور لوگوں میں کوئی نہیں جس کے اندر کوئی خوبی ہو۔

۶۳۔ حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں قسم اس کی جس کی قسم کھائی جاتی ہے، نبی کریم ﷺ کے نزدیک سب سے قریب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ ایک روز ہم آپ ﷺ کی مرض الموت میں عیادت کی تو

آپ ﷺ فرما رہے تھے، علی آئے، علی آئے۔ کئی بار یہ دریافت فرمایا۔ حضرت فاطمہ کہتی ہیں کہ میں اس سے سمجھی کہ ان سے آپ ﷺ کو کوئی ضرورت ہے۔ ہم گھر سے نکلے اور دروازے پر بیٹھ گئے اور میں ان میں دروازے سے زیادہ قریب تھی۔ نبی کریم ﷺ نے علی کو قریب کیا اپنے بائیں طرف لائے اور ان سے کان میں کوئی بات کہی۔ پھر نبی کریم ﷺ اسی دن وفات پائی۔ تو علی رضی اللہ عنہ آپ سے سب زیادہ قریبی تھے۔

۶۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھادوں کہ اگر انہیں تم پڑھو تو اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کردے۔ دراں حالیکہ تو مغفور ہے۔ وہ کلمات یہ ہے: **لا اله الا الله العلی العظیم لا اله الا الله الحلیم و الکریم سبحان الله ان العرش العظیم و الحمد لله رب العالمین۔**

۶۵۔ حضرت ابن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت تین لوگوں کا منتظر ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ، عمار رضی اللہ عنہ اور سلمان رضی اللہ عنہ کا۔

۶۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور فرمایا میرا اس کے خلاف اعلان جنگ ہے جو تم لوگوں سے جنگ کرے اور میری ان سے صلح ہے جو تم سے صلح کرے۔

۶۷۔ حضرت زید بن ارقم سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے حوالے سے فرمایا میرا اس سے اعلان جنگ ہے جو تم سے جنگ کرے اور میری اس سے صلح ہے جو تم سے صلح کرے۔

۶۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا میرا تجھ سے جو عہد ہے اس کے بارے میں لوگ میری وفات پانے کے بعد تم سے غداری کریں گے۔

۶۹۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں فرمایا کہ میں ایک جماعت کے بڑے بڑے لوگوں کو قتل کروں گا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت فرمایا یا علی رضی اللہ عنہ ایسا کریں گے آپ ﷺ نے فرمایا کہ یا علی رضی اللہ ایسا کریں گے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بہادری:

۷۰۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے موقعہ پر مشرکوں میں سے ایک شخص قتل کیا گیا لوگوں نے اس کو چھپا دینا چاہا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے انکار کردیا یہاں تک کہ

اس کی دیت دیں اور اس موقع پر بنی عامر بن لوی عمرو بن عبدود بھی قتل کیا گیا اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مقابلے میں قتل کیا۔

۷۱۔ بن حکیم سے مروی ہے وہ اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غزوۂ خندق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمرو بن عبدود سے مقابلہ کرنا میری امت کے قیامت کے دن تک کے اعمال سے افضل ہے۔

۷۲۔ حضرت ابن شہاب سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے موقع پر مشرکوں کا ایک آدمی عمرو بن عبدود قتل کیا گیا اس کو علی رضی اللہ عنہ ابی طالب نے قتل کیا۔

۷۳۔ ابن اسحاق سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ عمرو بن عبدود قریش کے تین بڑے بہادروں میں سے تھے اس نے غزوۂ بدر میں حصہ لیا تھا جس میں اسے زخم آئے تھے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر وہ نکلے تاکہ اپنا مقتل دیکھ لے ایک جگہ وہ اپنے گھوڑے کے ساتھ رکے۔ حضرت علی نے اس سے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا اے عمرو تو نے اللہ سے قریش کے لیے عہد کیا ہے کہ اگر تمہیں کوئی شخص دو باتوں کے لیے بلائے تو انہیں قبول کرو گے۔ عمرو نے کہا ہاں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں، عمرو نے جواب دیا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تب میں تمہیں مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔ عمرو نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے کیوں تم مجھے مقابلہ کی دعوت دے رہے ہو مجھے یہ ناپسند ہے کہ میں تمہیں قتل کروں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ میں تمہیں قتل کروں۔ عمرو کو جوش آگیا وہ گھوڑے سے اتر پڑا اور اس کی رگ کاٹ ڈالی پھر علی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ کون مقابلہ کرے گا؟ حضرت علی کھڑے ہوئے دراں حالیکہ وہ زرہ بند تھے اور کہا میں مقابلہ کروں گا پھر علی اس کی طرف چل کر گئے اس دوران وہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ عمرو نے پوچھا تو کون ہے۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں علی ہوں۔ عمرو نے پوچھا کس کے بیٹے ہو۔ علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ابن عبد مناف کے، میں علی بن ابی طالب ہوں عمرو نے کہا کہ بھتیجے تمہارے چچا تم سے زیادہ عمر رسیدہ ابھی موجود ہیں لہٰذا تم واپس جاؤ کیوں کہ مجھے یہ ناپسند ہے کہ تمہارا خون بہاؤں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن مجھے یہ ناپسند نہیں ہے کہ میں تمہارا خون بہاؤں۔ اس بار پر وہ غصہ ہوا اور اترا اور اپنی تلوار کھینچ لی اور اس کی تلوار کیا تھی گویا ایک شعلہ تھی پھر علیؓ کی طرف غضبناک ہو کر حملہ آور ہوا۔ علیؓ نے اس کو اپنی ڈھال پر روکا۔ عمرو نے ڈھال پر تلوار ماری تلوار اس میں چبھ گئی اور پھنس گئی اور ان کے سر تک وہ پہنچ گئی علی نے اس کو چھڑایا اور اس کو رسی کاٹنے کی طرح کاٹ دیا اور وہ گر پڑا ڈکارتے ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ اس وقت نعرۂ تکبیر کی آواز سنی جس سے معلوم ہو گیا کہ علی نے اس کو کیوں کردار تک پہنچا دیا ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی طرف آنے لگے دراں حالیکہ ان کا چہرہ روشن تھا۔ حضرت عمر بن الخطاب نے عرض کیا کہ اس کی زرہ کیوں نہیں لے لیا کیوں کہ تمام عرب مین اس سے اچھا زرہ نہیں ہے۔ حضرت علی نے کہا کہ میں نے اس کی گردن ماری ہے اور مجھے یہ بات اچھی نہیں لگی اور مجھے شرم محسوس ہوئی اپنے چچا کے بیٹے سے اس کا زرہ لے لوں۔

۷۴۔ عاصم بن عمر بن قتادہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عبدود کو قتل کر دیا تو اس کی بہن عمرو بنت عبدود نے ایک مرثیہ کہا اس کے دو بند یہ ہیں:

اگر عمرو اس کے علاوہ کسی اور سے قتال کرتا جس نے اس کو قتل کر دیا تو میں اتنی روتی کہ اس کے جسم میں روح دوبارہ لوٹ آتی۔ لیکن اس کو ایسے شخص نے قتل کیا کہ جس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ اور پہلے سے وہ شہر کے چنندہ فرد میں شمار ہوتے ہیں۔

۷۵۔ یحییٰ بن آدم سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ عمرو کو قتل کرنے کی تشبیہ قرآن کی اس آیت سے دی جا سکتی ہے۔ اور انہوں نے ان کو شکست دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا۔

۷۶۔ علامہ حاکم صاحب المستدرک فرماتے ہیں کہ میں نے عمرو بن عبدود کے بارے میں مسانید میں مذکور احادیث کا استقصاء کر دیا ہے تا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ اس کے قتل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے علاوہ کوئی شریک نہیں تھا۔ جب کہ بعض خوارج نے یہ بات کہی ہے کہ عمرو بن عبدود کے قتل میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے اور جنہوں نے اس کی زرہ لی تھی۔ قسم خدا کی یہ بات ہم تک نہیں پہنچی ہے کہ ان کے ساتھ کوئی دوسرا شریک تھا جیسا کہ حضرت علی کے اس جواب سے ظاہر ہوتا ہے جو انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب کو اس کی زرہ لے لینے کے سلسلے میں کہا تھا اور اس کے جواب میں حضرت علی نے نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں اس سے منع کر دیا تھا۔

غزوہ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت:

۷۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ خیبر روانہ ہوئے جب وہاں پہنچے تو اس کے شہر و قلعوں کو فتح کرنے کے لیے عمر کو اور ان کے ساتھ دیگر لوگوں کو بھیجا لوگوں نے جنگ لڑی مگر ٹک نہیں سکے اور پیچھے ہٹ گئے یہ لوگ ایک دوسرے کو بزدلی کا طعنہ دے رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ کو یہ بات بری لگی۔

۷۸۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ غزوہ خیبر کے موقع پر اولاً نبی کریم ﷺ نے حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کو علم عطا کیا وہ لڑائی کے لیے گئے مگر پیچھے ہٹ گئے اور ان کے ساتھی ایک دوسرے کو بزدلی کا طعنہ دے رہے تھے۔

میمون ابن عبداللہ بن بریدہ اسلمی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ کہ رسول اللہ ﷺ جب خیبر میں اسلامی فوجوں کے ساتھ اترے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ کل میں علم جہاد ایک ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ جب کل آیا تو لوگ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے آرزومند ہوئے مگر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا دراں حالیکہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور علم جہاد ان کو دیا۔ لوگ ان کے ساتھ صف آرا ہوئے اور اہل خیبر سے مقابلہ کیا اس دوران میں مرحب نامی بہادر شعر پڑھتے ہوئے حضرت علی کے مقابل آئے۔ حضرت علی نے ان کے سر میں ضرب لگائی یہاں تک کہ تلوار نے ان کے دانتوں تک کو کاٹ دیا جس کی آواز میدان جنگ میں سنی گئی۔ مرحب مارا گیا جنگ میں فتح ہوئی۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب غزوۂ خیبر کا موقع آیا رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو خیبر فتح کرنے کے لیے فوجوں کے ساتھ بھیجا لیکن وہ فتح نہیں کر سکے اور پیچھے ہٹ آئے۔ اس دوران میں محمد بن سلمہ آئے اور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ آج کے دن اسلامی فوج کو جو ہزیمت اٹھانی پڑی ایسی کبھی نہیں اٹھانی پڑی۔ محمود بن مسلمہ شہید ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت طلب کرو کیوں کہ تم نہیں جانتے کہ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے اور جب مقابلہ کرو تو یہ دعا پڑھو اے اللہ تو ہمارا بھی رب ہے اور ان کا بھی رب ہے، ہماری پیشانی اور ان کی پیشانی تیرے قبضۂ قدرت میں ہے تو ہی ان کو قتل کرنے والا ہے۔ پھر زمین سے چمٹ کر بیٹھ جاؤ۔ جب وہ تم پر حملہ آور ہوں تو تم اس کا جواب دو اور نعرۂ تکبیر بلند کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے آگے فرمایا "کل میں ایک ایسے شخص کو بھیجوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے گا نہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں پر فتح عطا کرے گا۔ لوگ اس شرف کے حصول کی خواہش مند ہوئے۔ ان دنوں علی کو آشوب چشم لاحق تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جاؤ مقابلہ کرو، انہوں نے جواب دیا کہ مجھے آشوب چشم کی وجہ سے کوئی چیز دکھائی نہیں پڑتی آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا تھوک لگایا پھر آپ ﷺ نے علم باندھا اور ان کے حوالے کیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ میں کس چیز پر قتال کروں آپ ﷺ نے فرمایا کلمہ توحید اور رسالت پر قتال کرو اگر وہ اس کا اقرار کر لیں تو ان کی جانیں اور مال محفوظ سمجھو، مگر شرعی حق کے ساتھ، باقی حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

۷۹۔ ایاس بن سلمہ سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوۂ خیبر میں شریک ہوئے تھے۔آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا تو وہ ٹھیک ہو گئیں پھر آپ ﷺ نے ان کو علم عطا کیا۔مرحب نے علی کو درج ذیل اشعار پڑھتے ہوئے للکارا۔"خیبر نے جان لیا ہے کہ میں مرحب ہوں۔سلامتی کو توڑنے والا اور تجربہ کار بہادر ہوں۔جب گھمسان کا رن پڑتا ہے تو کبھی میں وار کرتا ہوں اور کبھی وار سہتا ہوں"۔

اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے درج ذیل اشعار پڑھے:

میں وہ شخص ہوں کہ جس کی ماں نے اس کا نام شیر ببر رکھا ہے۔جیسے جنگل کے بھیانک شیر کی طرح ہوں۔کیا تمہارے پاس بہادری کو صاع سے ناپنے کا پیمانہ ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کو تلوار ماری اور اس کے سر کو دو ٹکڑے کر دیا پھر اس کے بعد خیبر فتح ہو گیا۔

۸۰۔ مالک بن دینار سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا کہ غزوۂ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے علم کو اٹھانے والا کون تھا۔انہوں نے میری طرف غور سے دیکھا جیسے میں نے کوئی انوکھی بات کہہ دی ہو۔ان کے اس بات سے مجھے غصہ آگیا اور میں نے ان کے دوستوں کو اس کی شکایت کر دی میں نے ان سے کہا کیا تم لوگ سعید کی اس بات سے تعجب نہیں کرو گے کہ میں نے ان سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے علم کو اٹھانے والا کون تھا تو انہوں نے مجھے گھور کر دیکھا جیسے کوئی انوکھی بات کہہ دی ہو۔لوگوں نے بتایا کہ تو نے ان سے ایسا سوال کیا کہ ان کو حجاج بن یوسف سے خوف محسوس ہوا۔اس وقت گھر پر موجود تھا۔اب پوچھو کیا پوچھنا ہے۔تو میں نے وہی سوال دہرایا۔آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے علم کا اٹھانے والا حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ایسے ہی میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔

۸۱۔ حیان اسدی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا ہے نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا میرے بعد امت تمہارے ساتھ دھوکہ کرے گی۔جب کہ تو میری ملت کے مطابق زندگی گزارو گے اور میری سنت کے مطابق قتال کرو گے۔جس نے تجھ سے محبت کا مظاہرہ کیا گویا اس نے مجھ سے محبت کا مظاہرہ کیا اور جس نے تجھے غصہ دلایا گویا اس نے مجھے غصہ دلایا۔اور تمہاری داڑھی اور سر الگ کر دیا جائے گا۔

۸۲۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے وہ عمر بن الخطابؓ کی خلافت کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے علیؓ بن ابی طالب کو ہر اس شخص سے قتال کا حکم دیا ہے جو عہد کو توڑنے والا، ظلم و ناانصافی کرنے والا اور حد سے تجاوز کرنے والا ہو۔

۸۳۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا ہے۔ ''تو قتال کرے گا عہد توڑنے والوں۔ ظلم و ناانصافی کرنے والوں سے اور حد سے تجاوز کرنے والوں سے عام راستوں میں، نہروں میں اور پہاڑ کی چوٹیوں پر۔'' ابوایوب فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا ہم کس کے ساتھ رہ کر ان لوگوں سے قتال کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب کے ساتھ رہ کر۔

۸۴۔ حری بن کلیب عامری سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب صفین کی طرف جنگ کے لیے روانہ ہوئے تو میں نے اس کو ناپسند کیا اور مدینہ آگیا۔ اور حضرت میمونہ بنت الحارث کے پاس حاضر ہوا۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ میرا کہاں سے تعلق ہے میں نے عرض کیا کہ کوفہ سے۔ انہوں نے میرے قبیلے کے بارے میں دریافت کیا میں نے بتایا کہ بنی عامر سے، انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میری عزت افزائی کی۔ پھر سوال کیا کہ تم کس لیے آئے ہو میں نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ صفین جا رہے ہیں (جہاں وہ معاویہ سے جنگ کریں گے) اور مجھے یہ جنگ ناپسند ہے۔ اس لیے میں یہاں آگیا۔ انہوں نے پوچھا کیا تم نے حضرت علیؓ سے بیعت کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں، میں نے بیعت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ واپس جاؤ اور ان کے ساتھ جنگ میں شریک ہو، قسم خدا کی نہ وہ گمراہ ہوں گے اور نہ ان کی وجہ سے دوسرا گمراہ ہوگا۔

۸۵۔ حضرت عمار بن یاسرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوۂ ذی العشیرہ میں ساتھ ساتھ تھے۔ رسول کریم ﷺ جب وہاں پہنچے اور پڑاؤ ڈالا تو ہم نے بنی مدلج کے لوگوں کو ایک باغ میں ایک چشمے پر کام کرتے ہوئے دیکھا۔ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے ابوالیقظان آؤ ہم دیکھیں گے یہ لوگ کیسے کام کرتے ہیں۔ ہم آئے اور تھوڑی دیر ان کا مشاہدہ کیا کہ ہمیں نیند آگئی، میں اور علی رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے اور ایک کھجور کے درخت کے نیچے زمین پر ہم لوگ سو گئے۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بیدار کیا وہ اپنے پاؤں مبارک سے ہمیں حرکت دے رہے تھے، اور ہمارے جسموں پر دھول مٹی لگی ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے ابوتراب کیا میں تمہیں دو بدبخت لوگوں کی خبر نہ دوں۔ ہم نے عرض کیا کہ کیوں نہیں اللہ کے رسول ﷺ۔ آپ نے فرمایا: ایک بدبخت قوم ثمود کا احیمر نامی شخص ہے جس نے اونٹنی کی رگ کاٹی تھی اور دوسرا وہ شخص ہے جو تیری گردن پر تلوار مارے گا اور تیری داڑھی کو گردن سے الگ کر دے گا۔

۸۶۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا میرے

بعد تم سخت آزمائش سے گزرو گے۔ حضرت علی نے عرض کیا کیا میرا دین سلامت رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، تمہارا دین سلامت رہے گا۔

۸۷۔ ابو ثابت (ابوذر کے غلام) سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں جنگ جمل کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ جب میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کھڑی دیکھا تو اسی وقت مجھے ایک شخص نے خیمے میں داخل کرلیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حق و باطل (جنگ جمل کے تعلق سے) منکشف کردیا۔ پھر میں نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر جنگ لڑی۔ جب اس سے فارغ ہوا تو میں مدینہ آگیا۔ وہاں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ میں آپ کے پاس کچھ لینے نہیں آیا ہوں۔ میں ابوذر کا غلام ہوں۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا۔ میں نے ان کو پورا قصہ کہہ سنایا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ جب گھمسان کا رن پڑا تھا اور لوگوں کے دل ہوا ہوئے جا رہے تھے اس وقت تم کہاں تھے۔ میں نے عرض کیا کہ میں وہاں تھا جہاں اللہ تعالیٰ نے زوال شمس کے وقت مجھ پر حقیقت حال منکشف کیا۔ انہوں نے کہا کہ تو نے اچھا کیا کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے ”علی قرآن کے ساتھ ہوں گے اور قرآن علی کے ساتھ ہوگا، دونوں جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض پر وارد ہوں۔

۸۸۔ عمرۃ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ کے لیے روانہ ہوئے وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ ان سے آخری ملاقات کرلیں۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ کی حفاظت میں اور اس کی محافظت میں جاؤ قسم خدا کی حق تمہارے ساتھ ہے اور تم حق پر ہو۔ اگر مجھے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا اندیشہ نہ ہوتا (کیوں کہ ہمیں گھر میں پڑے رہنے کا حکم ہے) تو میں تمہارے ساتھ چلتی لیکن میں تمہارے ساتھ اپنے سے بہتر اور افضل شخص کو بھیج رہی ہوں یعنی عمر کے بیٹے کو۔

۸۹۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میرے پاس عبداللہ بن سلام آئے اور تحقیق کہ میں عراق روانگی کے لیے گھوڑے کی زین پر پاؤں رکھ چکا تھا انہوں نے مجھ سے کہا کہ عراق مت جایئے اگر آپ وہاں گئے تو تلواروں کی دھار کا سامنا کرنا پڑے گا۔ علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ بہت پہلے مجھے بتا چکے ہیں۔ ابو اسود فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ میں سوچا ایسا جنگجو میں نے نہیں دیکھا جو لوگوں کو خود ہی ایسی خبریں دے جو اس کے موافق نہیں ہیں۔

۹۰۔ حمزہ بن عبداللہ بن عمر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے

کہ اسی دوران میں عراق سے ایک شخص آیا اور کہا کہ ابوعبدالرحمان قسم خدا کی میری خواہش ہے کہ میں اپنا نام آپ کے نام جیسا رکھوں اور لوگوں کی فرقہ بندی کے وقت میں آپ کی اقتداء کروں اور حسب استطاعت شر سے دور رہوں۔ میں قرآن میں یہ آیت محکم کی تلاوت کرتا ہوں جس نے مجھے دل گرفتہ کردیا ہے۔ آیت ہے ''اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو اگر ان میں سے کوئی سرکشی دکھائے تو اس کے خلاف قتال کرو جو سرکش ہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کردے تو ان دونوں میں صلح کرادو عدل و انصاف کے ساتھ اور انصاف کرو اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔'' مجھے اس آیت کے بارے میں بتایئے عبداللہ نے کہا کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ پھر اس کے بعد وہ چلے گئے اور ان کی سواری ہم سے غائب ہوگئی، اس کے بعد عبداللہ بن عمر تشریف لائے اور کہا: میں اس آیت کے بارے میں اس کے علاوہ کچھ نہیں سوچتا کہ میں باغی گروہ سے مل کر جنگ نہ کروں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ یہ ایک طویل روایت ہے مختصراً یہاں ذکر کیا گیا۔

۹۱۔ حضرت خثیمہ بن عبدالرحمان سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے سعد بن مالک کو فرماتے ہوئے سنا ہے وہ ایک شخص سے کہہ رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معاملہ تم پر پیش آئے گا تو تم اس میں آگے نہ بڑھنا۔ سعد نے کہا کہ قسم اللہ کی وہ رائے میری غلط تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تین باتیں ایسی ہیں کہ اگر وہ ہمیں حاصل ہوں تو وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ آپ کے بارے میں رسول کریم ﷺ غدیر خم میں ایک خطبے میں حمد و صلاۃ کے بعد فرمایا کہ میں تمام مسلمانوں پر مقدم ہوں۔ سارے حاضرین نے اس کو تسلیم کیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ میں جس کا مولیٰ (سردار، دوست) ہوں تو علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔ اے اللہ اس کی نگہبانی فرما جو علی کی نگہبانی کرے اور اس سے دشمنی رکھ جو علی سے دشمنی رکھے۔ دوسری بات یہ کہ خیبر کے دن ان کو بلایا گیا دراں حالیکہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میری آنکھوں میں تکلیف ہے۔ آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور ان کے لیے دعا کی پھر اس کے بعد ان کو یہ شکایت کبھی نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ آپ شہید ہوگئے۔ آپ کے ہاتھوں پر خیبر فتح ہوا۔ تیسری بات یہ ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے حقیقی چچا عباس رضی اللہ اور ان کے علاوہ دیگر اصحاب رضی اللہ عنہ کو مسجد میں رہائش سے منع کردیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دی اور ارشاد فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو مسجد سے نہیں نکالا ہے اور علی کو رہنے کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا ہے۔

۹۲۔ ابوعبداللہ الجدلی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا

انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم میں کوئی نبی کریم ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا: اللہ کی پناہ، یا اللہ کی پاکی یا ایسا ہی کوئی کلمہ۔ آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔

۹۳۔ ابوبکر بن عبید اللہ بن ابی ملیکۃ سے مروی ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ایک شخص شام سے آیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کو منع کیا اور کہا اے اللہ کے دشمن تو نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائی ہے اور جو اللہ، اس کے رسول کو اذیت پہنچائے اللہ اس پر لعنت کرتا ہے۔ دنیا اور آخرت میں اور اس کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اگر نبی کریم ﷺ حیات ہوتے تو ان کو اس بات سے تکلیف ہوتی۔

۹۴۔ ابو عبد اللہ الجدلی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عہد طفلی میں حج کیا میں مدینہ کی سیر کر رہا تھا کہ لوگوں کی بھیڑ نظر آئی وہ سب ایک طرف جا رہے تھے۔ میں ان کے پیچھے چل پڑا وہ سب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہوئے۔ انہوں نے کہا: اے شعیب بن ربعی اس پر ایک بوڑھا کھردرا شخص کھڑا ہوا اور جواب دیا کہ اے اماں بتایئے کیا بات ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم لوگ اپنی مجلسوں میں رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتے ہو؟ اس شخص نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے بتایا کہ علیؓ بن ابی طالب کو برا بھلا کہتے ہو۔ اس شخص نے کہا کہ ہم بہت سی باتیں دنیاوی ضرورتوں اور مقاصد کے لیے کہتے ہیں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی اس نے مجھے گالی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تفصیل:

۹۵۔ زید بن وہب سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ بصرہ سے ایک وفد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اس میں ایک خارجی بھی تھا جس کا نام جعد بن نعجہ تھا۔ اس نے حمد وصلاۃ پڑھی اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا پھر گویا ہوا "اے علی رضی اللہ عنہ اللہ سے ڈریئے کیوں کہ آپ مر جائیں گے۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضاحت فرمائی کہ میں مروں گا نہیں بلکہ شہید کیا جاؤں گا ارمیری داڑھی میری گردن سے الگ کر دی جائے گی۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک اٹل فیصلہ ہے اور وہ شخص خسارے میں ہے جس نے جھوٹ باندھا۔ پھر اس شخص نے علی رضی اللہ عنہ کے لباس کے بارے میں نکتہ چینی کی اور کہا کہ اس سے بہتر لباس کیوں نہیں استعمال کرتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میرا یہ لباس مجھے کبر سے دور کرنے والا ہے اور عام مسلمان کے لیے یہ زیادہ قابل تقلید ہے۔

۹۶۔ اسماعیل بن عبدالرحمان سدی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ عبدالرحمان بن ملجم المرادی (قاتل علی رضی اللہ عنہ) ایک خارجی عورت سے عشق کرتا تھا جس کا تعلق تیم الرباب سے تھا۔ جس کا نام قطام تھا۔ اس نے اس سے نکاح کیا اور تین ہزار درہم مہر رکھا اور علی رضی اللہ کو شہید کیا۔ اس بارے میں فرزدق شاعر نے درج ذیل اشعار کہے ہیں:

فلم ار مهراساقه ذو سماحة　　　کمهر قطام من فصيح و الحجم

ثلاثة الاف و عبدو قينة　　　و ضرب عل بالحسام المصمم

فلا مهر اغلى من علي وان غلا　　　والا فتك الادون فتك ابن ملجم

۹۷۔ حریث بن مخشی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ خطبہ دے رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ کے مناقب بیان کر رہے تھے، فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ اس رات کو شہید کیے گئے جس رات قرآن نازل ہوا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جس رات آسمان پر اٹھایا گیا، اسی رات موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوئی اور آپ کی نماز جنازہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

۹۸۔ ابو شہاب سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں دمشق آیا اور میں جنگ میں شریک ہونا چاہتا تھا۔ میں عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ ان کو سلام عرض کروں۔ میں نے ان کو زمین پر بیٹھے ہوئے ایک گنبد کے نیچے دیکھا جو دو کھمبوں کے درمیان میں تھے میں نے ان کو سلام عرض کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ پھر میں بیٹھ گیا۔ مجھ سے انہوں نے فرمایا اے ابن شہاب کیا تم جانتے ہو کہ بیت المقدس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی صبح کیا واقعہ پیش آیا۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ انہوں نے کہا کہ آؤ میں ان کے ساتھ چلا یہاں تک کہ گنبد کے پیچھے آ گیا۔ وہ میری طرف پلٹے اور جھکے اور کہا بتاؤ کیا ہوا تھا۔ میں نے کہا بیت المقدس میں اس دن کوئی پتھر نہیں تھا مگر اس کے نیچے خون موجود تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات میرے اور تمہارے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے اسے کسی کو مت بتانا۔ میں نے کسی کو نہیں بتایا یہاں تک کہ وفات ہو گئی۔

۹۹۔ ابن شہاب زہری سے مروی ہے اسماء انصاریہ بیان کرتی ہیں کہ ایلیاء کے اندر کوئی پتھر نہیں تھا مگر اس کے نیچے حضرت علیؓ کی شہادت کے دن خون جما ہوا تھا۔

۱۰۰۔ انس بن مالکؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب کے پاس گیا۔ اس وقت وہ بیمار تھے اور آپ ﷺ ان کی عیادت کر رہے تھے وہاں پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ وہ دونوں پلٹ کر آئے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ مرض الموت معلوم پڑتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان کی

موت بیماری سے نہیں ہوگی بلکہ شہادت سے ہوگی اور ان کی موت نہیں ہوگی یہاں تک کہ وہ کرب وتکلیف سے بھر جائیں گے۔

اہل بیت کے مناقب:

۱۰۱۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میرے گھر میں یہ آیت نازل ہوئی (انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت) فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا، حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ پھر فرمایا یہ میرے اہل بیت ہیں۔

۱۰۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ سے محبت کرو، ان نعمتوں کے بدلے جو وہ تمہیں دیتا ہے اور مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت کے حوالے سے اور میرے اہل بیت سے محبت کرو میری محبت کے حوالے سے۔

۱۰۳۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بنی عبد المطلب میں نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے تین چیزیں مانگی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قدم ثابت رکھے، تمہیں گمراہی سے ہدایت کی طرف نکال لائے اور تمہارے اندر سے جہالت کو دور کر دے۔ دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سخی، پاک نسل اور لطف ورحم کرنے والے بنا دے اور تیسری چیز یہ کہ اگر کوئی شخص چاہے وہ مقام ابراہیم میں نماز پڑھے، روزہ کی پابندی کرے اور اللہ سے اس حال میں ملے کہ اہل بیت سے بغض رکھتا تھا تو اللہ اس کو جہنم میں داخل کرے گا۔

۱۰۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ ایک روز نبی کریم ﷺ گھر سے نکلے دراں حالیکہ آپ ﷺ ایک دھاری دار کالی چادر اوڑھے ہوئے تھے، اسی دوران میں حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ آئے آپ ﷺ نے ان کو اپنی چادر میں داخل کر دیا پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں ان کو بھی داخل کر لیا، پھر علی رضی اللہ عنہ آئے ان کو داخل کر لیا۔ پھر فرمایا: ''انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔''

۱۰۵۔ حضرت ابو سعید الخدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور فرمایا: میں اور تو اور یہ سونے والا یعنی علی رضی اللہ عنہ اور وہ دونوں بھی حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنت میں ایک جگہ ہوں گے۔

۱۰۶۔ حضرت سعد سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور انہوں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا، علی رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ، اور حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے کپڑے میں داخل کیا پھر فرمایا: اے

اللہ! یہ میرے اہل ہیں اور اہل بیت ہیں۔

۱۰۷۔ ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو کوئی بھی شخص اہل بیت سے بغض رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔

۱۰۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے اللہ نے مجھ سے میرے اہل بیت کے بارے میں وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے جو توحید کا اقرار کرے گا تو اسے اللہ عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا۔

۱۰۹۔ واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نہیں تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے ہیں، ان کو انہوں نے بلایا تھا۔ اسی دوران میں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آ گئے اور گھر میں داخل ہوئے ان کے ساتھ میں بھی داخل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ اور حسینؓ کو اپنے دونوں رانوں پر بٹھایا، فاطمہؓ اور علیؓ کو قریب کیا پھر ان پر چادر اوڑھا دی اور فرمایا" **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔**" پھر فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں اے اللہ میرے اہل بیت زیادہ حق دار ہیں۔

۱۱۰۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ستارے زمین والوں کے لیے غرق سے بچاؤ کا ذریعہ ہیں۔ اور میرے اہل بیت امت کے لیے اختلاف کے وقت بچاؤ کا ذریعہ ہیں۔ جب ان سے عرب کا کوئی قبیلہ اختلاف کرے گا تو لوگ مختلف ہو جائیں گے اور ابلیس کے گروہ بن جائیں گے۔

۱۱۱۔ عبد الرحمان بن ابی لیلی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے کعب بن عجرہ نے ملاقات کی اور کہا کہ کیا میں تمہیں ایک ہدایت کی بات نہ سناؤں جو کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں آپ ضرور سنائیے انہوں نے بتایا کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر کیسے درود وسلام بھیجیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ کلمات ادا کرو: "**اللھم صلی علی محمد وآل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید، اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔**"

۱۱۲۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے درمیان دو

بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میرے اہل بیت اور یہ دونوں نہیں جدا ہوں گی یہاں تک کہ یہ حوض میں مجھ پر وارد ہوں گے۔

۱۱۳۔ حضرت عامر بن سعد سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "قل تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا و انفسکم" تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا کہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔

۱۱۴۔ حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمت الٰہی کو نازل ہوتے ہوئے دیکھا اور فرمایا بلاؤ، بلاؤ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کسے بلائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اہل بیت علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا، حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو۔ ان کو بلایا گیا جب وہ آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر چادر اوڑھا دی پھر اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور دعا کی "اے اللہ! اے! یہ میرے آل (اہل بیت) ہیں تو محمد یہ اور اس کے آل پر برکت نازل فرما اور محمد کے آل پر" اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا"۔

۱۱۵۔ حنش الکنانی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کعبہ کا دروازہ پکڑے ہوئے فرما رہے تھے جو مجھے پہچانے تو وہ مجھے پہچانے اور جو مجھے نہ پہچانے تو میں ابوذر رضی اللہ عنہ ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے "خبردار میرے اہل بیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس میں سوار ہوا نجات پایا اور جو سوار نہیں ہوا غرق ہو گیا۔"

☆......☆......☆

حلية الأولياء وطبقات الأصفياء

أبو نعيم احمد بين عبدالله الأصبهانى

المتوفى سنة ٤٣٠هـ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

حضرت حسن بن علی سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! سید العرب کو میرے پاس بلاؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا! کیا آپ سید العرب نہیں ہیں۔ فرمایا! میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سید العرب ہیں۔ جب حضرت علی خدمت رسالت میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے انصار کو بلوایا۔ جب وہ سب آگئے تو آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا ''اے گروہ انصار! کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتادوں جسے تم مضبوطی سے تھام لو تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے؟ انصار نے عرض کیا۔ جی ہاں اے اللہ کے رسول آپ نے فرمایا دیکھو یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اس سے اسی طرح محبت کرو جس طرح مجھ سے محبت کرتے ہو اور ان کی عزت بھی ویسی ہی کرو جیسی عزت میری کرتے ہو کیونکہ ابھی میں نے جو کچھ تم سے کہا ہے اس کا حکم پروردگار کی طرف سے حضرت جبرائیل لے کر آئے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''اے انس رضی اللہ میرے لیے وضو کا پانی نکالو'' (حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پانی دیا اور آپ نے وضو فرمایا) پھر آپ نے دو رکعات نماز ادا کی اور فرمایا: اے انس رضی اللہ عنہ! اس دروازے سے تمہارے پاس جو شخص پہلے آئے گا وہ مومنوں کا امیر، مسلمانوں کا سردار، وضو کے اثر سے جن لوگوں کے اعضاء قیامت کے دن چمک رہے ہوں گے ان کا قائد اور تمام وصیوں کا خاتم ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے جی میں اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ وہ آدمی انصار میں سے ہو لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے آپ نے پوچھا اے انس رضی اللہ عنہ کون آیا ہے؟ میں نے عرض کیا'' حضرت علی رضی اللہ عنہ''۔ آپ یہ سن کر کھڑے ہو گئے اور خوشی سے اپنے سینے سے لگا لیا اور ان کے چہرے کا پسینہ اپنے چہرے کے پسینے سے پونچھنے لگے۔ حضرت علی نے فرمایا'' اے اللہ کے رسول آج آپ نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا ایسا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تم میری طرف سے (امانتوں کی) ادائیگی کرنے والے، میرا پیغام لوگوں تک پہنچانے والے اور میرے بعد جن مسائل میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہوگا اس میں حقیقت کو بیان کرنے والے ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے وصیت فرمایئے! آپ نے فرمایا کہ کہو'' میرا رب اللہ ہے پھر اس پر جم جاؤ'' حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے کہا'' اللہ میرا رب ہے میں

اللہ ہی سے توفیق طلب کرتا ہوں۔اسی پر میرا توکل ہے اور اسی کی طرف میں متوجہ ہوتا ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا'' اے ابوالحسن علم کی مبارک باد قبول کرو تم نے علم سے خوب سیرابی حاصل کی ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھوں کو تھپتھپاتے ہوئے فرمایا''اے علی تمہارے اندر سات ایسی خصوصیات ہیں جن کے متعلق قیامت کے دن کوئی تم سے جھگڑا نہیں کر سکے گا۔تم تمام مومنوں میں سب سے پہلے اللہ پر ایمان لانے والے ہو،ان میں سب سے زیادہ عہد الٰہی کی پاسداری کرنے والے ہو،ان میں سب سے زیادہ احکام الٰہی کا نافذ کرنے والے ہو،رعیت کے لیے سب سے زیادہ نرمی اور شفقت کرنے والے ہو،لوگوں کے حقوق مساوی طور پر سب سے بہتر دینے والے ہو،فیصلہ کرنے کی صلاحیت سب سے زیادہ تمہارے اندر ہے اور قیامت کے دن تمہارا مرتبہ سب سے زیادہ اونچا ہوگا۔

شعبی کی روایت ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اکرم ﷺ نے سید المسلمین اور امام المتقین کہہ کر خوش آمدید کہا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس اعزاز کا شکر آپ نے کس طرح ادا کیا۔آپ نے جواب دیا''اللہ نے جو کچھ مجھے عطا فرمایا ہے،اس پر میں نے اس کی حمد وثنا کی،جن باتوں سے اس نے مجھے فوقیت بخشی ہے۔ان پر شکر ادا کرنے کی اس سے توفیق طلب کی اور اس سے یہ درخواست کی کہ اس نے جو کچھ مجھے عطا فرمایا ہے اس میں مزید اضافہ فرمائے۔

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے حضرت ابو برزہ اسلمی کو بلانے کے لیے بھیجا جب وہ تشریف لے آئے تو آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا! حضرت انس کہتے ہیں کہ میں آپ کی گفتگو سن رہا تھا۔اے ابو برزہ میرے پروردگار نے مجھ سے حضرت علی رضی اللہ کے بارے میں ایک عہد لیا ہے۔آپ نے آگے فرمایا! حضرت علی ہدایت کا علم،ایمان کا مینار،اولیاء کے امام اور میرے تمام متبعین کے لیے روشنی ہیں۔اے ابو برزہ رضی اللہ عنہ کل قیامت کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے امین ہوں گے اور قیامت کے دن میرا علم ان کے ہاتھ میں ہوگا۔میرے رب کی رحمت کے خزانوں کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں ہوں گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ کا انتقال ہوا تو میں نے یہ قسم کھائی کہ پیٹھ سے اپنی چادر اس وقت تک نہیں اتاروں گا جب تک قرآن کو جمع نہ کر دوں چنانچہ قرآن جمع کرنے کے بعد ہی اپنی چادر پیٹھ سے اتاری۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! اے علی اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم سے قریب ہو کر تمہیں تعلیم دوں تاکہ تم اسے اچھی طرح محفوظ کر لو اور قرآن کی آیت ''وتعیھا اذن واعیۃ'' نازل ہوئی ہے تم میرے علم کے لیے محفوظ کرنے اور یاد رکھنے والے کان ہو۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں مجھے یہ نہ معلوم ہو کہ کن کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور کہاں نازل ہوئی ہے۔ اللہ نے مجھے ایک سمجھدار دل عطا فرمایا ہے اور سوال کرنے اور پوچھنے والی زبان بخشی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بوقت سحر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے میں اور فاطمہ سوئے ہوئے تھے آپ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا تم لوگ نماز نہیں پڑھتے (تہجد کی نماز) میں نے جواب دیتے ہوئے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہماری جانیں اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں جب وہ بیدار کرنا چاہتا ہے ہم بیدار ہو جاتے ہیں۔ یہ سن کر نبی اکرم ﷺ واپس آ گئے اور واپس آتے ہوئے آپ نے اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا "انسان بہت جھگڑالو واقع ہوا ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس چند قیدی آئے۔ میں نے حضرت فاطمہ سے کہا اپنے والد کے پاس جاؤ اور کسی خادم کے لیے درخواست کرو تا کہ کاموں کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا شام کے وقت خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے فرمایا کیسے آنا ہوا؟ بولیں "کوئی خاص کام نہیں بس آپ کو سلام کرنے آ گئی تھی؟ حضرت فاطمہ کو کچھ مانگتے ہوئے شرم محسوس ہوئی۔ چنانچہ جب وہ گھر واپس آئیں میں نے ان سے کہا کہ کیا ہوا؟ بولیں شرم کی وجہ سے میں آپ سے کچھ نہ کہہ سکی۔ دوسرے دن شام کو میں نے پھر انہیں بھیجا اس بار بھی شرم کی وجہ سے وہ کچھ نہ کہہ سکیں۔ تیسری شام کو ہم ایک ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا تم دونوں کا کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! گھریلو کام کاج کا بوجھ اتنا بڑھ گیا ہے کہ اس کو سنبھالنا ہمارے لیے دشوار ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ کوئی خادم عنایت کر دیں جو ہمارے کاموں میں ہاتھ بٹائے۔ آپ نے فرمایا! کیا میں تم دونوں کو ایک ایسا کام نہ بتا دوں جو سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے؟ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ضرور بتائیں۔ آپ نے فرمایا! سوتے وقت اللہ اکبر، سبحان اللہ اور الحمد للہ سو مرتبہ کہا کرو تو ایک ہزار نیکیوں کا ثواب تمہیں صبح کو ملے گا۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سننے کے بعد جنگ صفین کی رات کے علاوہ کوئی رات ایسی نہیں گزری جس میں یہ کلمات میں نے نہ پڑھے ہوں جنگ صفین کی رات کو میں انہیں پڑھنا بھول گیا تھا لیکن رات کے آخری پہر کو جب یاد آیا تو میں نے ان کلمات کو پڑھا۔

حضرت عمار بن یاسر کی روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! اے علی اللہ نے تمہیں ایسی زینت سے مزین کیا ہے کہ اس قسم کی زینت اپنے کسی بندے کو نہیں بخشی ہے اور یہ زینت اللہ کو بہت پسند ہے۔ اللہ کے نیک بندوں کی زینت بھی وہی ہے اور وہ زینت ہے دنیا سے بے رغبتی۔ اللہ نے تمہیں اس طرح کر دیا ہے کہ تم دنیا

سے کچھ حاصل نہ کرو گے اور دنیا تمہیں اپنے دام میں گرفتار نہ کر سکے گی۔ تمہارے اندر مسکینوں سے محبت پیدا کر دی ہے۔ تم ان کی اتباع سے خوش ہو گے اور وہ تمہیں اپنا امام بنا کر خوش رہیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! جو شخص دنیا سے بے رغبتی کا اظہار کرے گا اللہ اسے بغیر سیکھے ہی علم عطا فرمائے گا اور ہدایت طلب کیے بغیر اسے ہدایت دے گا اس کے اندر نور بصیرت پیدا فرمائے گا اور اندھے پن کو دور فرما دے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خواہشات کی پیروی اور نہ ختم ہونے والی آرزوؤں سے مجھے بہت زیادہ خوف ہے۔ کیوں کہ خواہشات کی پیروی انسان کی حق بات قبول کرنے سے روکتی ہے اور نہ ختم ہونے والی آرزوئیں انسان کو آخرت سے غافل کر دیتی ہیں۔ دنیا پیچھے ہو گی اور آخرت سامنے آئے گی۔ ہر ایک کے اپنے بیٹے ہیں۔ لہٰذا تم آخرت کے بیٹے بنو۔ دنیا کے بیٹے نہ بنو۔ کیوں کہ آج (یعنی دنیا) عمل ہے اور کل حساب کے لیے ہے۔ جبکہ کل (آخرت) صرف حساب کے لیے ہو گا وہاں عمل کی کوئی گنجائش نہ ہو گی۔

ابوارا کہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز ادا کی اور پھر سورج کے نیزہ بھر بلند ہونے تک مصلی پر بیٹھے رہے آپ کچھ پریشان سے نظر آ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اصحاب رسول کے اندر جو نشانیاں دیکھی ہیں آج کسی کے اندر وہ نشانیاں نظر نہیں آتیں۔ اللہ کی قسم پراگندہ حال، بکھرے ہوئے بال اور آنکھوں میں سفیدی لیے وہ صبح کرتے تھے۔ ان کی راتیں تلاوت قرآن اور نماز تہجد کی ادائیگی میں گزرتی تھیں۔ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا تھا تو ایسے کانپتے اور تھرتھرانے لگتے تھے جیسے کہ سخت آندھی میں درخت ہلنے لگتے ہیں۔ ان کی آنکھوں سے اتنے آنسو نکلتے تھے کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے تھے۔ اللہ کی قسم آج حال تو یہ ہے کہ لوگوں کی راتیں غفلت میں بسر ہوتی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! صحیح معنوں میں فقیہ صرف وہ شخص ہے جو لوگوں کو رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہونے دے، عذاب الٰہی سے انہیں محفوظ ہونے کی سند نہ دے اور نہ معاصی کا ارتکاب کرنے کی انہیں رخصت دے۔ دوسری چیز کی طرف رغبت کر کے قرآن نہ چھوڑ دے۔ علم سے خالی عبادت میں کوئی خیر نہیں۔ فہم وبصیرت سے خالی علم میں کوئی خیر نہیں اور اسی طرح فکر وتدبر سے خالی قرأت میں کوئی خیر نہیں۔

حضرت کمیل بن زیاد کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے وصیت کرتے ہوئے فرمایا! اے کمیل بن زیاد! دل محفوظ رکھنے کی جگہ ہے سب سے بہتر دل وہ ہے جس میں کسی چیز کو محفوظ رکھنے کی زیادہ صلاحیت ہو۔ میں آج جو کچھ تم سے کہہ رہا ہوں اسے اچھی طرح سے یاد رکھنا۔

لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک عالم ربانی، دوسرا راہ نجات کا متلاشی، تیسرے بیوقوف اور

ناکارے لوگ جو ہر آواز لگانے والے کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ ہوا کا ہر جھونکا انہیں اپنے ساتھ بہالے جاتا ہے، تو وہ علم سے کسب فیض نہیں کرتے اور نہ کسی مضبوط ستون سے خود کو وابستہ رکھنا چاہتے ہیں۔ علم مال سے بہتر ہے، علم تمہاری حفاظت کرتا ہے جبکہ مال کی حفاظت تمہیں خود کرنی پڑتی ہے، علم عمل کرنے سے بڑھتا ہے جبکہ خرچ کرنے سے مال میں کمی آجاتی ہے۔ عالم سے محبت کرنا ایک دینی شعار ہے۔ اپنے علم کی بدولت ایک عالم اپنی زندگی میں اطاعت الٰہی میں سرگرم ہوتا ہے اور موت کے بعد علم ہی کی وجہ سے اس کا انجام اچھا ہوگا۔ مال کی وجہ سے جو چیزیں وجود میں آتی ہیں وہ مال کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہیں۔ مال جمع کرنے والے دنیا سے ختم ہو گئے ہیں لیکن علم سے مالا مال افراد زندہ ہیں۔ جب تک دنیا قائم رہے گی علمائے کرام موجود رہیں گے۔ ان میں سے مخصوص لوگ مفقود ہوں گے اور ان کے جیسے لوگوں کی محبت دلوں میں رہے گی۔ یہاں میرے سینے میں جو علم محفوظ ہے کاش اس کے حاملین مل جاتے ہاں میں نے کچھ لوگوں کو اس کی تلقین کی لیکن ان سے اطمینان نہیں ہے۔ دنیا کمانے کے لیے دین کا حربہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اللہ کے دلائل و براہین سے خود اس کی کتاب کے خلاف اپنے علم کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے اس کے بندوں پر اپنی فوقیت ظاہر کی جاتی ہے۔ ان کا دل نور بصیرت سے خالی ہوتا ہے اور یقین و اعتماد کی بجائے شک و شبہ میں وہ الجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان میں دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ایک تو وہ جو صرف خواہشات کے غلام ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جو اپنی زندگی کا واحد مقصد مال کی ذخیرہ اندوزی کو سمجھتے ہیں۔ یہ دونوں قسم کے لوگ دین کے داعی نہیں ہو سکتے یہ تو محض جانور ہیں۔ علم اسی طرح اس کے حاملین کی موت سے رخصت ہو جاتا ہے۔ ہاں مگر زمین اللہ کی حجت قائم کرنے والے سے خالی نہیں رہے گی تاکہ ایسا نہ ہو کہ اللہ کی حجت اور اس کا برہان باطل ہو جائے، ایسے لوگ تعداد میں اگرچہ کم ہوں گے لیکن ا۔۔ کے نزدیک ان کا بلند مقام ہوگا۔ یہی لوگ زمین پر اللہ کے خلیفہ ہوں گے۔ اس کے دین کے داعی ہوں گے تم ان سے ملاقات کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کا شوق اپنے دل کے اندر پیدا کرو۔ میں اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے پاس ابن النباج آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین بیت المال درہم و دینار سے بھر چکا ہے۔ آپ ابن النباج کا ٹیک لے کر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کوفہ کے غریب اور مفلوک الحال لوگوں کو بلاؤ۔ لوگوں میں اس کی منادی کر دی گئی اور بیت المال میں موجود تمام رقم ان کے درمیان تقسیم کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اے درہم و دینار میرے علاوہ کسی اور کو دھوکا دینا۔ جب تمام درہم و دینار ختم ہو گئے تو آپ نے بیت المال کی عمارت میں پانی چھڑکنے کا حکم دیا اور پھر اس میں دو رکعت نماز ادا کی۔

مجمع التیمی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال میں جھاڑو لگوا کر اس میں اس امید پر نماز پڑھتے تھے کہ یہ جگہ بھی قیامت کے روز میرے حق میں گواہی دے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ایک بار فرمایا! قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں نے صرف اس ایک چیز کے علاوہ تمہارے مال فی میں سے کچھ کم نہیں کیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے قمیص کی آستین سے کھجور کا ایک پیالہ نکال کر دکھایا اور فرمایا کہ اسے بھی میرے ایک دیہاتی غلام نے بطور ہدیہ مجھے دیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک بار فالودہ پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا اس فالودہ کی خوشبو بڑی عمدہ ہے، اس کا رنگ بھی بہت خوبصورت ہے۔ یہ مزے دار بھی ہے لیکن میرا نفس جس چیز کا عادی نہیں ہے میں اسے کھا کر اپنے نفس کو اس کا عادی بنانا پسند نہیں کرتا۔

عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں کہ قبیلہ بنو ثقیف کے ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ ''مجھے حضرت علی رضی اللہ نے عکبرا کا عامل بنایا۔ اس شہر کا سواد اعظم بے نمازی تھا۔ آپ نے مجھ سے ایک روز فرمایا! ظہر کے وقت تم میرے پاس آجانا۔ چنانچہ میں حاضر خدمت ہوا وہاں میں نے دیکھا کہ کوئی پہرے دار نہیں ہے۔ میں نے آپ کو بیٹھے ہوئے پایا۔ آپ کے سامنے ایک پیالہ اور پانی کا ایک چھوٹا برتن رکھا ہوا تھا۔ آپ نے مہر بند ایک تھیلا منگایا۔ مہر توڑی تو اس میں ستو تھا۔ آپ نے تھیلے سے ستو نکال کر پیالے میں رکھا اور پھر اوپر سے پانی ڈالا۔ آپ نے اسے خود پیا اور مجھے بھی پلایا۔ مجھ سے رہا نہیں گیا میں نے عرض کیا امیر المومنین آپ عراق میں اس قسم کا کھانا کھا رہے ہیں۔ حالانکہ اہل عراق اس سے زیادہ ہی کھاتے ہیں یا اس سے اچھی غذا استعمال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم میں یہ سب بخل کی وجہ سے نہیں کرتا ہوں۔ حفاظت کی خاطر میں ان تھیلوں کو خرید کر ان پر مہر لگا دیتا ہوں اور میں اپنے پیٹ میں پاکیزہ چیز ہی داخل کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ صبح اور شام کے کھانے میں مدینہ سے آئی ہوئی چیزیں استعمال کرتے تھے۔

عنترہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جن دنوں خورنق میں تھے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ایک پرانی چھوردار چادر میں لپٹے ہوئے کانپ رہے ہیں میں نے عرض کیا امیر المومنین اللہ نے آپ کے لیے اور آپ کے اہل بیت کے لیے بیت المال سے حصہ متعین فرمایا ہے اور آپ اس قسم کا لباس استعمال کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں نے تمہارے مال سے کچھ بھی کم نہیں کیا ہے۔ یہ چادر جو تم دیکھ رہے ہو اسے لے کر میں اپنے وطن (مدینہ) سے نکلا تھا۔

بصرہ کا ایک وفد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس میں بنعد ابن نعجہ نام کا ایک خارجی

بھی تھا۔ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر آپ کے لباس کے سلسلے میں اعتراض کیا آپ نے فرمایا میرے لباس سے تمہارا کیا واسطہ۔ میرا لباس کبر و غرور کا لباس نہیں بہتر ہوگا اگر مسلمان میرے اس لباس کی پیروی کریں۔

عمرو بن قیس کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ اپنی قمیص میں پیوند کیوں لگاتے ہیں۔ فرمایا اس لیے تا کہ دل بارگاہ رب العزت میں جھکا رہے اور مسلمان اس کی اقتداء کریں۔

ابوسعید ازدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بازار میں دیکھا آپ نے فرمایا! تین درہم میں کس کے پاس اچھی قمیص ہے؟ ایک شخص نے کہا میرے پاس ہے۔ آپ اس کے پاس آئے۔ قمیص دیکھ کر فرمایا یہ تو تین درہم سے زیادہ کا ہے۔ اس نے کہا نہیں یہ اسی قیمت کا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیمت ادا کر کے قمیص پہنی۔ قمیص کی لمبائی ہاتھوں کی انگلیوں سے نیچے تک تھی آپ نے زائد حصہ کو کاٹنے کا حکم دیا۔

ارقم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بازار میں ایک تلوار بیچتے ہوئے دیکھا۔ آپ یہ اعلان فرما رہے تھے۔ یہ تلوار مجھ سے کون خریدے گا؟ اگنے کے لیے ہر دانے کو پھاڑنے والے کی قسم متعدد بار میں نے اس تلوار سے نبی اکرم ﷺ کی پریشانی اور بے چینی کو دور کیا ہے۔ اگر میرے پاس ایک تہبند خریدنے کی قیمت ہوتی تو میں اسے ہرگز نہیں بیچتا۔

ابوصالح کی روایت ہے کہ ضرار بن ضمرہ الکنانی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت امیر معاویہ نے ان سے عرض کیا کہ آپ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کیجیے۔ آپ نے فرمایا کیا اوصاف علی بیان کرنے پر آپ مجھے معاف کریں گے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں۔ ضرار بن ضمرہ الکنانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا! اللہ کی قسم حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے دور رس تھے، طاقتور تھے، فیصلہ کن گفتگو کرتے تھے، آپ کے فیصلے انصاف پر مبنی ہوتے تھے۔ علم کے بحر ناپیدا کنار اور سراپا حکمت تھے، دنیا اور اس کی رعنائی سے آپ کو وحشت ہوتی تھی۔ رات اور اس کی تاریکی سے آپ کی دلی وابستگی تھی، اللہ کی قسم وہ عبرت حاصل کرنے والے اور فکر و تدبر میں غرق رہنے والے تھے۔ اپنی ہتھیلی ملتے اور اپنی ذات کو مخاطب کرتے تھے۔ سادہ کھانا اور سادہ لباس آپ کو پسند تھا۔ اللہ کی قسم وہ ہم میں سے ہر شخص کے قریب تھے جب ہم ان کی خدمت میں ہوتے تو وہ ہم سے بہت قریب آجاتے اور جب ہم ان سے کچھ پوچھتے تو وہ اس کا جواب دیتے تھے۔ اس قربت کے باوجود ان کا اتنا رعب تھا کہ ہم ان سے بات کرنے کی ہمت نہیں جتا پاتے تھے، مسکراتے تو دانتوں سے موتی جھڑتے تھے۔ دین پسندوں کی تعظیم کرتے اور غریبوں سے محبت کرتے تھے۔ کوئی طاقتور اپنے باطل کے سلسلے میں ان سے کوئی لالچ نہیں کر سکتا تھا اور نہ کمزور آدمی ان کے

عدل وانصاف سے مایوس ہوتا تھا۔ اللہ کی قسم میں نے ان کو رات کی تاریکی میں پچھلے پہر داڑھی ہاتھ میں لیے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ کھڑے ہوکر ایسے بے چین تھے جیسا کہ سانپ کا ڈسا ہوا آدمی بے چین ہوتا ہے۔ ایک غمزدہ کی طرح وہ رو رو کر فریاد کر رہے ہیں۔ اے ہمارے رب! اے ہمارے رب! وہ اس کے حضور گریہ زاری کر رہے ہیں پھر دنیا سے مخاطب ہوکر کہہ رہے ہیں تو نے مجھے دھوکہ میں ڈال دیا، میرے اندر اپنا شوق پیدا کر دیا مجھ سے دور ہو، مجھ سے دور ہو۔ میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دے میں نے تو تجھے ایک دم ترک کر دیا ہے۔ کیوں کہ تیری عمر بڑی مختصر ہے، تیری مجلس حقیر ہے، تیرے خطرات میں گھر جانا بہت آسان ہے۔ افسوس زادِ سفر بہت کم ہے، مسافت بڑی طویل ہے اور راستے کی وحشتوں نے ہر طرف اپنے جال پھیلا رکھے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہ اوصاف سن کر خود پر قابو نہیں رکھ سکے ان کے آنسو داڑھی کو تر کرنے لگے۔ وہ اپنی آستین سے آنسو پونچھنے لگے اور مجلس میں موجود تمام لوگوں کی ہچکیاں بندھ گئیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابوالحسن (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت) ایسے ہی تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے تین کام بڑے سخت ہیں۔ اپنی ذات سے حق کی ادائیگی، ہر حال میں ذکر الٰہی اور مال کے ذریعہ مسلمان بھائی کی ہمدردی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جس شخص کی خواہش ہو کہ وہ میری زندگی جئے اور بری موت نہ مرے اور یاقوت کے اس ستون کو مضبوطی سے تھامے جسے اللہ نے کن سے پیدا کیا ہے تو اسے چاہیے کہ حضرت علی رضی اللہ سے میری وفات کے بعد محبت رکھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جس شخص کو خواہش ہو کہ میری جیسی زندگی گزارے، میری جیسی موت مرے اور اللہ کی تیار کردہ ہمیشگی کی جنت میں رہے تو اسے چاہیے کہ میرے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوستوں سے محبت رکھے اور ان ائمہ کی اقتدار کرے جو میرے بعد ہوں گے۔ کیوں کہ وہ میرے اہل بیت ہیں، میری مٹی سے ان کی تخلیق ہوئی ہے انہیں علم وفہم کی دولت عطا کی گئی ہے۔ میری امت میں سے جو لوگ ان کی فضیلت کا انکار کریں گے اور میرے رشتہ کو کاٹیں گے ان کے لیے ویل ہے۔ ان کے حق میں میر شفاعت اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرمائے گا۔

☆......☆......☆

تذكرة الخواص

العلامة سبط ابن الجوزى

المتوفى ٦٥٤هـ

فضائل امیر المؤمنین علیہ السلام

(قرآن مجید کی روشنی میں)

آپ کے فضائل آفتاب و ماہتاب سے زیادہ مشہور اور بہت زیادہ ہیں۔ میں نے آپ کے صرف وہ فضائل بیان کیے ہیں جو ثابت اور مشہور ہیں۔ وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک کے فضائل تو کتاب خدا سے مستنبط ہیں اور دوسری قسم کے فضائل ان احادیث مشہورہ میں سے ہیں جن میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں۔

مجاہد نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس سے سوال کیا کہ علی ابن ابی طالب کے فضائل اس قدر زیادہ ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ تین ہزار ہیں تو ابن عباس نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کے فضائل تین ہزار کی بہ نسبت تیس ہزار سے زیادہ قریب ہیں۔ پھر ابن عباس نے کہا اگر درخت قلمیں بن جائیں اور دریا سیاہی ہو جائیں انسان اور جنات لکھنے اور حساب کرنے میں مشغول ہو جائیں تو بھی امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ خدا نے قرآن میں کوئی آیت فضیلت نازل نہیں فرمائی مگر یہ کہ علی رضی اللہ عنہ اس کے راس و رئیس ہیں۔

۱۔ ان میں سے سورۂ بقرہ میں خدا کا یہ ارشاد ہے: واقیموا الصلوہ واتو الزکوۃ وارکعوا مع الراکعین یعنی نماز کو قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

مجاہد نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ پہلا شخص جس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رکوع کیا وہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ پس یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی۔

۲۔ اور ان آیات میں سے نیز سورہ بقرہ میں خدا کا یہ ارشاد ہے: الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سراً و علانیۃ یعنی وہ لوگ جو اپنا مال رات اور دن میں چھپ کر اور علانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں۔

عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چار درہم تھے۔ ایک درہم آپ نے رات کے وقت ایک دن کو ایک پوشیدہ طریقے سے اور ایک علانیہ طور پر صدقہ دیا تو یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی۔

۳۔ ان آیات میں سے سورہ آل عمران میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے۔ قل تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم

و نسائنا ونساء کم وانفسنا و انفسکم الخ کہہ دے اے رسول آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ ہم اپنی عورتوں کو بلاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ۔ جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں جیسا کہ مؤرخین نے ان سے روایت کیا ہے کہ اہل نجران کا ایک وفد سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جن میں عبدالمسیح، عاقب اور پادریوں کی ایک جماعت تھی۔ وہ لوگ آپ سے کہنے لگے موسیٰ کا باپ کون تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمران۔ انہوں نے پوچھا آپ کا باپ فرمایا میرا باپ عبداللہ بن مطلب ہے۔ وہ کہنے لگے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ کون ہے؟ آپ انتظار وحی کے لیے خاموش ہو گئے۔ تو خداوند عالم کا یہ ارشاد نازل ہوا ان مثل عیسی عندالله کمثل آدم خلقه من تراب الخ یعنی بیشک عیسیٰ کی مثال تو آدم علیہ السلام جیسی ہے کہ اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ وہ کہنے لگے ہمارے انبیاء کی طرف خدا نے جو وحی کی ہے اس میں تو یہ موجود نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ جھوٹ بولتے ہو پس یہ آیت نازل ہوئی۔ فمن حاجك من بعد ماجاء ك من العلم فقل تعالوا آندع ابنائنا وابناء کم یعنی جو شخص تیرے ساتھ کج بحثی کرے تیرے پاس علم آجانے کے بعد تو اسے کہہ دے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ الخ وہ کہنے لگے آپ نے انصاف کیا ہم کب مباہلہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انشاء اللہ کل ہوگا۔ وہ لوگ واپس چلے گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ اگر یہ اپنے اصحاب کی ایک جماعت لے کر آئے تو ان سے مباہلہ کر لیجیے کیوں کہ (اس سے معلوم ہوگا) کہ یہ نبی نہیں ہے اور اگر اپنے اہل بیت لے کر نکلے تو پھر مباہلہ نہ کرنا کیوں کہ یہ سچا نبی ہے۔ اور اگر پھر اس سے مباہلہ کیا تو سب ہلاک ہو جاؤ گے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شان سے نکلے کہ علی رضی اللہ عنہ آگے آگے تھے حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف، حسین رضی اللہ عنہ بائیں طرف اور فاطمہ رضی اللہ عنہا پیچھے پیچھے۔ پھر آپ نے ان سے کہا آؤ۔ جب انہوں نے یہ کیفیت دیکھی تو ڈر گئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے، ہمیں معاف کیجیے خدا آپ کو معاف رکھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ لوگ مقابلے کے لیے نکلتے تو ساری وادی میں آگ لگ جاتی۔

ابو اسحق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت اس شان سے روانہ ہوئے کہ حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھائے ہوئے تھے اور حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور فاطمہ رضی اللہ عنہ آپ کے عقب میں چل رہی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سب کے پیچھے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں دعا مانگوں تو تم آمین کہنا۔ تو اسقف نجران کہنے لگا اے نصاریٰ تحقیق میں ایسا چہرہ دیکھ رہا ہوں کہ اگر اللہ سے سوال

کریں کہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹادے تو ہٹادے گا ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے اور روئے زمین پر مسلمانوں کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہے گا۔ تو وہ رسول اللہ ﷺ سے دو ہزار حلوں پر مصالحت کر کے اپنے ملک کی طرف واپس چلے گئے۔

۴۔ ان آیات میں سے سورہ مائدہ میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے۔ **انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا وھم راکعون** تک۔ یعنی بس تمہارے ولی و حاکم اللہ اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے نماز ادا کرتے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں سدی عتبہ ابن ابی حکیم غالب ابن عبداللہ سے ذکر کیا ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔ آپ کے قریب سے ایک سائل گزرا آپ مسجد میں حالت رکوع میں تھے تو آپ نے اسے اپنی انگوٹھی عطا فرمائی۔

ثعلبی نے یہ واقعہ سند کے ساتھ ابوذر غفاری سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے نماز ظہر مسجد میں ادا کی۔ رسول اللہ ﷺ بھی موجود تھے۔ ایک سائل کھڑا ہو گیا اس نے سوال کیا لیکن کسی نے اسے کچھ نہ دیا۔ علی رضی اللہ عنہ حالت رکوع میں تھے۔ آپ نے اپنی انگلی کا اشارہ کیا اس نے آپ کی اس انگلی سے انگوٹھی اتار لی۔ جناب رسالت مآب ﷺ یہ کیفیت دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا اے میرے اللہ تحقیق میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام نے تجھ سے سوال کیا تھا اور کہا تھا کہ پالنے والے میرے سینے کو کھول دے اور میرے کام کو مجھ پر آسان کر دے۔ موسیٰ علیہ السلام کے اس قول تک کہ ہارون علیہ السلام کو میرے امر میں میرا شریک قرار دے۔ پس اس پر قرآن نے گواہی دی کہ عنقریب ہم تیرے بازوؤں کو مضبوط کر دیں گے تیرے بھائی سے اور تم دونوں کے لیے سلطنت قرار دیں گے۔ پس تم دونوں تک وہ (تمہارے دشمن) نہیں پہنچ سکیں گے۔ خدایا میں (محمد ﷺ) تیرا منتخب نبی ہوں پس میرے لیے میرا شرح صدر کر دے۔ میرے امر کو مجھ پر آسان کر دے اور میرے اہل میں سے میرے بھائی کو میرا وزیر قرار دے اور اس سے میری کمر کو مضبوط کر دے۔ ابوذر کہتے ہیں خدا کی قسم آپ کی دعا ابھی تمام نہیں ہوئی تھی کہ جبرئیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے نازل ہوئے اور کہنے لگے اے محمد ﷺ پڑھیے **انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا وھم راکعون** الخ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نکلے اور علی رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے، مسجد میں ایک سائل تھا جس کے پاس انگوٹھی تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا کسی نے تجھے کچھ دیا اس نے کہا اس نمازی نے یہ انگوٹھی حالت رکوع میں مجھے دی پس رسول اللہ ﷺ نے آواز تکبیر بلند کی اور جبرئیل یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے نازل ہوئے۔

اس پر حسان بن ثابت نے یہ اشعار کہے:

ابا حسن تعدیك روحی و سهتجی — وکل بطی فی الهدیٰ ومسارع
فانت الذی اعطیت اذکنت راکعنا — ندتك نفوس الخلق یاخیر راکع
بخاتمك ایمعون باخیر سید — ویا خیر شارثم یاخیر بائع
فانزل نیك الله خیر والایته — ربتینها فی محکمات الشرائع

(اے ابوالحسن تجھ پر میری روح اور جان قربان ہو جائے اور راہ ہدایت میں ہر سستی اور جلدی کرنے والا فدا ہو جائے۔ یہی تو وہ ہے کہ تو نے عطا کی جب کہ تو رکوع میں تھا تجھ پر تمام مخلوق کی جانیں فدا ہوں۔ اے بہترین رکوع کرنے والے اپنی مبارک انگوٹھی دینے والے اور اے بہترین بیچنے اور خریدنے والے پس اللہ نے تیری شان میں بہترین ولایت نازل کی اور اسے آیات محکمات میں بیان کیا) نیز حسان نے یہ اشعار بھی کہے:

من ذابخاسمه تصدق راکعاً — واسر هانی نفسه اسراراً
من کان بات علی فراش محمد — ومحمد اسری یوم النهارا
من کان فی القران سمتی مومناً — فی تسع ایات تسلین غزاراً

(کون ہے وہ جس نے حالت رکوع میں انگوٹھی صدقہ کے طور پر دی اور یہ راز اپنے دل میں رکھا۔ کون ہے وہ جو محمد ﷺ کے بستر پر سویا جبکہ محمد ﷺ رات کے وقت غار کی طرف جا رہے تھے۔ کون ہے جس کو قرآن کی نو آیات میں مومن کہا گیا ہے جو آیات کثرت سے پڑھی جاتی ہیں۔)

۵۔ ان آیت میں سے سورہ برأت میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے۔ یا ایها الذین آمنو اتقوا الله و کونوا مع الصادقین (یعنی اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔ علماء تاریخ کا بیان یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت کے ساتھ ہو جاؤ۔

۶۔ ان آیات میں سے سورہ ہود میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے: افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه یعنی کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہے اور اس کے پیچھے ہے اس کا گواہ جو اسی میں سے ہے۔ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے ذکر کیا ہے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ ہیں اور یتلوه شاهد منه کا معنی یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے تمام لوگوں کی نسبت زیادہ قریب ہیں۔

اور نیز ثعلبی نے اپنی اسناد سے زاذان کی روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ زاذان کہتا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو شگاف دیا اور نفس انسانی کو پیدا کیا اگر میرے لیے مسند بچھا دی جائے تو میں اہل توراۃ کے درمیان ان کی توراۃ سے فیصلہ کروں، اہل انجیل کے درمیان ان کی انجیل سے، اہل زبور کے درمیان ان کی زبور سے اور اہل فرقان کے

درمیان ان کے فرقان سے اور قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قریش میں سے کوئی شخص نہیں مگر میں جانتا ہوں اس کے لیے آیت قرآنی جو اسے لیے جنت کی طرف سے جاتی ہے یا جہنم کی طرف تو ایک شخص نے عرض کیا اے امیرالمومنین آپ کی شان میں کون سی آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهدمنه۔ پس رسول اللہ علی بینۃ ہیں اور میں شاهد منه ہوں۔

۷۔ ان میں سے سورہ مریم کے آخر میں خدا کا یہ ارشاد ہے: ان الذین آمنوا و عملو الصالحت سیجعل لهم الرحمن ودا یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کیے تو بیشک خدائے رحمٰن ان کے لیے مودت قرار دے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ مودت ومحبت علی رضی اللہ کی ہے جو خدا نے مومنوں کے دل میں قرار دی ہے۔

ابو اسحٰق نے اسی چیز کو اپنی تفسیر میں سند کے ساتھ براء بن عازب سے روایت کیا ہے۔ براء کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کہا کہ دعا کرو خدایا میرے لیے اپنے پاس ایک عہد قرار دے اور مومنین کے سینے میں میری مودت قرار دے۔ تو خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔

۸۔ اور ان میں سے سورہ احزاب میں خدا کا یہ ارشاد ہے: فمنهم من قطى نحبه ومنهم من ینتظر یعنی بعض ان میں سے وہ ہیں جو اپنے وعدہ کو پورا کر چکے اور بعض وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں۔ عکرمہ کہتا ہے جو انتظار کر رہے ہیں وہ امیرالمومنین رضی اللہ عنہ ہیں آیت تطہیر کا تذکرہ انشاء بعد میں کیا جائے گا۔

۹۔ ان میں سے سورہ صٰفٰت میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے: وقفوهم انهم مسئولون یعنی اور ان کو روک لو بیشک ان سے سوال کیا جائے گا۔ مجاہد کہتا ہے یعنی محبت علی رضی اللہ عنہ کا سوال کیا جائے گا۔

۱۰۔ ان میں سے سورہ جاثیہ میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے: ام حسب الذین اجتر۔حوا السیات ان نجعلهم کالذین آمنوا وعملوا الصلحت سواء لحیاهم ومماتهم یعنی کیا وہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ جنہوں نے برے اعمال کیے ہیں ہم انہیں ان لوگوں کے برابر قرار دیں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت جنگ بدر کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی اور الذین اجترحوا السیات سے مراد عتبہ، شیبہ اور ولید بن مغیرہ ہیں۔ اور الذین امنوا وعملو الصالحات سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

۱۱۔ سورہ واقعہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: والسابقون السابقون یعنی اور جنہوں نے سبقت کی اور سبقت کی۔ سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے جس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور انہیں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

۱۲۔ سورہ مجادلہ میں خداوند عالم کا ارشاد ہے: یا ایھا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقة یعنی اے ایمان والو جب رسول سے سرگوشی کرنے لگو تو سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دو۔ علماء تاویل نے کہا یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔ آپ نے ایک دینار صدقہ دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کی۔ ابو اسحٰق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ابن عباس سے مروی ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے اور بہت پریشان کرتے تھے۔ تو خداوند عالم نے اس آیت کے ذریعے ان کی تادیب کی۔

ثعلبی نے مجاہد سے حکایت کی ہے کہ لوگوں کو سرگوشی کرنے سے منع کر دیا گیا جب تک صدقہ نہ دے لیں۔ تو سوائے علی رضی اللہ عنہ کے کسی نے سرگوشی نہ کی۔ آپ نے ایک دینار پہلے صدقہ دیا اور پھر سرگوشی کی۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا قرآن مجید میں ایک ایسی آیت ہے کہ جس پر نہ مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا ہے اور نہ میرے بعد کوئی اس پر عمل کرے گا۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت کی۔

ابن عمر کہا کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے تین فضائل ہیں اگر ان میں سے مجھے ایک بھی میسر آجاتا تو مجھے سرخ بالوں والے اونٹوں سے زیادہ محبوب تھا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح سے تھی، جنگ خیبر کے دن علَم کا عطیہ، آیت نجویٰ کا فقدان۔

۱۳۔ ان میں سے سورہ لم یکن (یعنی سورہ بینہ) میں خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے: اولئك هم خير البرية یعنی وہ ہی بہترین مخلوق ہیں۔ مجاہد کہتا ہے اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے اہل بیت اور انکے محب ہیں اور قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیات ہیں ہم نے مختصراً ہی پیش کی ہیں۔ بعض آیات کا تذکرہ مختلف ابواب میں بھی کریں گے کہ جس سے مقصد کتاب خارج نہ ہونے پائے۔ مثلاً سورہ سجدہ میں ارشاد ہے: افمن كان مومنا كمن كان فاسقا لا يستوون یعنی کیا جو مومن ہے وہ مثل فاسق کے ہے (یعنی) یہ برابر نہیں ہو سکتے۔ اما الذین امنوا وعملوا الصالحات فلهم جنات الماوىٰ نزلا بما كانوا يعملون یعنی بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے جنات ماوی ہیں۔ یہ عطیہ بہ سبب ان کے عمل کرنے کے ہے۔ باقی رہیں احادیث تو ہم ان روایات سے شروع کرتے ہیں جو صحاح اور کتب مشہورہ میں نقل ہوئی ہیں۔

فضائل امیر المومنین رضی اللہ عنہ (احادیث کی روشنی میں):

۱۴۔ امام احمد نے مسند میں سعد بن وقاص سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کو جنگ تبوک کے موقع پر اپنے گھر والوں پر خلیفہ بنا کر چلے تو علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ مجھے بچوں

اور عورتوں پر خلیفہ بنا چلے ہیں تو آپ نے فرمایا کیا تم راضی نہیں کہ تمہاری قدر و منزلت مجھ سے وہ ہے جو ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس حدیث کو مسلم و بخاری نے صحیحین میں درج کیا ہے اور اس پر دونوں کا اتفاق ہے۔

۱۵۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنگ تبوک میں جانے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل بیت اور ازواج پر خلیفہ بنا کے چلے کیوں کہ مدینہ مردوں سے خالی ہو چکا تھا۔ اور منافقین نے یہ بات بنائی کہ رسول اللہ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جانے کو پسند نہیں کرتے۔ جب یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ مقام ثنیہ پر رسول اللہ ﷺ سے جا ملے اور علی رضی اللہ عنہ رو رہے تھے اس کے بعد حدیث منزلت کا ذکر ہے۔

۱۶۔ احمد بن حنبل نے کتاب فضائل میں حدیث مواخات نقل کی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) مجروح بن زید باہلی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین و انصار میں مواخات (بھائی چارہ) قائم کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کیوں روتے ہو؟ عرض کیا کہ آپ نے میرا کسی کے ساتھ بھائی چارہ معین نہیں فرمایا۔ آپ نے فرمایا تمہیں تو میں نے اپنی ذات کے لیے محفوظ رکھا ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جسے بلایا جائے گا وہ میں ہوں گا پس میں عرش کی دائیں جانب عرش کے سائے میں کھڑا ہو جاؤں گا اور مجھے جنت کے لباسوں میں سے سبز رنگ کا لباس پہنایا جائے گا انبیاء کو یکے بعد دیگرے بلایا جائے گا پس وہ عرش کے دائیں بائیں قطار میں کھڑے ہو جائیں گے اور انہیں بھی جنت کے سبز لباس پہنائے جائیں گے اور میری امت قیامت کے دن سے پہلے حساب و کتاب کے لیے بلائی جائے گی۔ پھر تجھے میری قرابت اور میرے نزدیک جو تیری قدر و منزلت ہے اس کی وجہ سے سب سے پہلے پکارا جائے گا اور میرا علم تمہارے سپرد کیا جائے گا اور وہ لواء الحمد ہے۔ پس تم آدم علیہ السلام اور ان کے بعد کے انبیاء اور تمام مخلوق کے درمیان اس علم کو لے کر چلو گے اور یہ سب لوگ قیامت کے دن اس علم کے سائے میں ہوں گے۔ علم کا طول ہزار سال کے مسافت کے برابر ہوگا۔ اس علم کا پھریرا سرخ یاقوت اور اس کی لکڑی سبز موتی سے ہوگی اور اس کے تین نورانی پھریرے ہوں گے۔ ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا وسط دنیا میں ہوگا۔ ہر پھریرے پر ایک سطر لکھی ہوگی۔ ایک پر بسم اللہ الرحمن الرحیم دوسرے پر الحمدللہ رب العالمین تیسرے پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تم اس جھنڈے کو لے کر چلو گے حسن تمہارے دائیں طرف اور حسین تمہارے بائیں طرف ہوں گے۔ یہاں تک کہ تم میرے اور حضرت ابراہیم علیہ

السلام کے درمیان عرش کے سایہ میں آکے کھڑے ہو جاؤ گے۔ اور تمہیں جنت کے لباسوں میں سے سبز رنگ کا لباس پہنایا جائے گا۔ اور مجھے عرش کے نیچے سے منادی کی آواز آئے گی کہ بہترین باپ تمہارا باپ ابراہیم علیہ السلام ہے اور بہترین بھائی تمہارا بھائی علی رضی اللہ عنہ ہے۔ پس تمہیں بشارت ہو اے علی کہ بیشک عنقریب تمہیں لباس پہنایا جائے گا۔ جب مجھے پہنایا جائے گا اور تمہیں بھی بلایا جائے گا جب مجھے بلایا جائے گا اور تجھے تحیات وسلام کیا جائے گا اور تو میرے حوض کے پانی پلانے کی جگہ پر کھڑا ہو گا اور اسے سیراب کرے گا جسے تو پہچانے گا۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ قسم ہے اس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں رسول اللہ ﷺ کے حوض سے کچھ جماعتوں کو دور کردوں گا جو منافق ہوں گے جس طرح اجنبی اونٹوں کو حوض سے دور کیا جاتا ہے۔

۱۷۔ امام احمد نے فضائل میں لکھا ہے (حذف اسناد سے) راوی کہتا ہے میں نے اسما بنت عمیس سے سنا وہ کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے خدایا میں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی موسی علیہ السلام نے کہی تھی اور میرے اہل بیت میں سے میرے بھائی علی رضی اللہ عنہ کو میرا وزیر بنادے اس سے میری کمر کو مضبوط کردے میرے امر میں شریک قرار دے تا کہ ہم تیری زیادہ تسبیح کریں اور تجھے زیادہ یاد کریں۔ الخ

۱۸۔ امام احمد نے کہا (حذف اسناد کے ساتھ) سعید بن مسیب سے روایت ہے جب جناب رسالت مآب ﷺ نے اصحاب کے درمیان صیغہ مواخات و بھائی چارہ جاری کیا تو فرمایا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں پس حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو فرمایا اے علی تو میرا بھائی اور میں تیرا بھائی ہوں پس جب کوئی تیرے مقابلے میں آئے تو کہنا میں اللہ کا بندہ اور رسول اللہ ﷺ کا بھائی ہوں تیرے علاوہ جو بھی یہ دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔

۱۹۔ (حذف اسناد کے ساتھ) عبداللہ بن عمر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور کہا اے رسول اللہ ﷺ خدا آپ پر رحمت نازل فرمائے آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا لیکن میرے ساتھ کسی کو بھائی نہیں بنایا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔ بعض کہتے ہیں گذشتہ حدیث احمد نے کتاب الفضائل میں زید بن ابی روفی سے نقل کی ہے۔

حدیث رایۃ (علم):

۲۰۔ امام احمد نے مسند میں اور مسلم و بخاری نے صحیحین میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث سہل بن سعد سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے دن فرمایا۔ البتہ ضرور علم دوں گا یا یہ علم کل دوں گا اس مرد کو جو اللہ اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ خدا اس کے ہاتھ پر فتح دے گا پس لوگوں نے پشت پر لیٹ کر رات گذار دی (یہ سوچ سوچ کر) کس کو علم دیا جائے گا۔ جب صبح ہوئی تو سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے۔ ہر ایک یہ آرزو رکھتا تھا کہ علم اسے ملے تو آپ نے فرمایا کہ علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا کہ وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں یا یہ کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں آپ نے فرمایا کسی کو بھیجو جو انہیں لے آئے۔ جب علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور دعا کی پس وہ صحیح و سالم ہو گئے گویا انہیں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ تو آپ نے انہیں علم عنایت فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کس طریقہ سے ان سے جنگ کروں؟ آپ نے فرمایا: جیسے جنگ میں جایا کرتے ہو اسی طرح جاؤ اور ان کے میدان میں داخل ہو جاؤ پھر انہیں اسلام کی طرف دعوت دو اور انہیں بتاؤ کہ اسلام کے رو سے کون سے اللہ کے حقوق ان پر واجب ہیں۔ پس قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تیرے ہدایت کرنے سے ایک آدمی ہدایت حاصل کرلے یا فرمایا خدا تیرے ہدایت کرنے سے اگر کسی کو ہدایت دے تو وہ تیرے لیے سرخ بالوں والے اونٹوں سے بہتر ہے اور مسلم میں ہے کہ عمر بن الخطاب اس دن کہتے تھے کہ مجھے امارت کا شوق کبھی دامنگیر نہیں ہوا سوائے اس دن کے میں اونچا اونچا ہوتا تھا اس امید پر کہ مجھے بلایا جائے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور وہ علم انہیں دیا اور فرمایا جاؤ یہاں تک کہ خدا تمہیں فتح دے اور پیٹھ پھیر کر نہ بھاگنا۔ پس علی رضی اللہ عنہ تھوڑی دور چلے پھر رک گئے اور پیچھے کی طرف ملتفت ہوئے بغیر کہنے لگے، اے اللہ کے رسول کب تک ان سے جہاد کروں۔ فرمایا جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ اور ان محمد رسول اللہ کی گواہی نہ دیں۔ اور جب یہ گواہی دے دیں تو انہوں نے اپنی جانیں اور اموال تجھ سے محفوظ کرلیے مگر کسی حق کی وجہ سے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

۲۱۔ جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اکیلے خیبر کا دروازہ اٹھایا اور اسے ایک طرف پھینک دیا۔ پھر لوگوں نے اسے اٹھانے کی کوشش کی تو چالیس آدمی بمشکل اٹھا سکے۔

۲۲۔ ابو جعفر محمد بن جریر طبری صاحب تاریخ نے اپنی تاریخ میں ابو رافع غلام سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا ہے۔ ابو رافع کہتا ہے کہ جب ہم خیبر کے قلعہ کے قریب اترے تو وہاں کئی قلعے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

آگے بڑھے اور جنگ شروع کی۔ علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں ایک شخص نکلا جس کی تلوار کے وار سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ڈھال گر پڑی تو آپ نے قلعہ کا دروازہ اٹھالیا اور اسے ڈھال بنالیا وہ آپ کے ہاتھ میں رہا اور آپ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ خداوند عالم نے آپ کے ہاتھ پر فتح دی۔ پھر انہوں نے اس دروازہ کو پھینک دیا تو سات آدمیوں نے کہ جن کا آٹھواں میں تھا کوشش کی کہ اس دروازہ کو الٹ دیں لیکن ہم سے نہ الٹا جاسکا۔

بعض نے کہا ہے کہ اس قلعہ کا نام قموص تھا اور اس قلعہ میں سے صفیہ کو لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

بت شکنی:

۲۳۔ امام احمد کہتے ہیں (حدیث اسناد کے ساتھ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ میں اور رسول اللہ ﷺ چلے یہاں تک کہ کعبہ کے قریب پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ مجھ سے کہنے لگے بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ آپ میرے شانے پر سوار ہوئے میں نے اٹھنا چاہا۔ لیکن نہ اٹھ سکا۔ آپ نے بھی میری کمزوری کا احساس کیا آپ اتر آئے اور میرے لیے بیٹھ گئے پھر فرمایا کہ میرے کندھے پر سوار ہو جاؤ پھر میں آپ کے دونوں کندھوں پر سوار ہوا۔ آپ میرے سمیت کھڑے ہو گئے اور مجھے ایسا گمان ہوتا تھا اگر چاہوں کہ آسمان کو چھولوں تو چھوسکوں گا۔ میں کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا، وہاں پیتل اور تانبے کی بنی ہوئی ایک مورت تھی، میں اسے دائیں، بائیں، آگے اور پیچھے کی طرف سے ہلانے لگا۔ جب مجھے اس پر اچھی طرح قبضہ حاصل ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے پھینک دو تو میں نے اسے اس طرح پھینکا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا جس طرح شیشہ چکنا چور ہو جاتا ہے۔

۲۴۔ سعید بن میتب کہتے ہے اسی لیے تو علی کہا کرتے تھے کہ مجھ سے آسمانوں کے راستے پوچھو بیشک میں آسمانوں کے راستوں کو زمین کے راستوں سے بہتر جانتا ہوں اور اگر پردے ہٹا دیے جائیں تو میرے یقین میں زیادتی نہ ہو۔ ابن میتب کہتے ہے کہ اصحاب پیغمبر میں علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ بات کوئی نہیں کہتا تھا۔

حُب علی رضی اللہ عنہ:

۲۵۔ امام احمد مسند میں کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خدا کی قسم مجھ سے یہ عہد کیا تھا کہ تجھ سے نہیں محبت کرے گا مگر مومن اور تجھ سے نہیں بغض رکھے گا مگر منافق یہ حدیث مسلم نے منفرداً نقل کی ہے اور ترمذی نے ام سلمہ سے نقل کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے

سنا کہ علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں رکھے گا مگر مومن اور علی رضی اللہ عنہ سے بغض نہیں رکھے مگر منافق۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

۲۶۔ نیز ترمذی نے یہ کہا ہے کہ ابو دردا کہا کرتے تھے کہ ہم جماعت انصار میں منافقین کو نہیں پہچانتے تھے مگر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بغض سے۔

۲۷۔ امام احمد نے کتاب الفضائل میں مطلب بن عبداللہ بن حنظلہ سے اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا میں تمہیں امت کے ذوالقرنین اپنے بھائی اور چچا کے بیٹے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی محبت کی وصیت کرتا ہوں کیوں کہ اس سے صرف مومن محبت رکھے گا اور منافق ہی بغض رکھے گا اور ایک روایت میں ہے جو اس سے محبت رکھے اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جو مجھ سے محبت کرے گا خداوند عالم اسے جنت میں اور جو مجھ سے بغض رکھے گا اسے جہنم میں داخل کرے گا۔

من کنت مولاہ:

۲۸۔ امام احمد نے مسند میں کہا ہے۔ زاذان سے روایت وہ کہتے ہیں کہ میں نے مقام رحبہ میں علی ابن ابی طالب کو یہ کہتے ہوئے سنا اور وہ لوگوں کو قسم دے کر فرماتے تھے کہ میں اس شخص کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے دن کہتے ہوئے سنا ہو کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علی مولیٰ ہیں۔ پس صحابہ میں سے تیرہ افراد کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ بیشک ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا اور ترمذی نے بھی یہ حدیث کتاب سنن میں نقل کی ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس میں مزید یہ بھی ہے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) خدایا دوست رکھ اس کو جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے اور پھیر دے حق کو علی رضی اللہ کے ساتھ۔ جدھر بھی علی پھرے اور نیز امام احمد نے کتاب الفضائل میں اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ ابن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا میں مولا اور ولی ہوں علی اس کے ولی ہیں۔

۲۹۔ ایک روایت میں ہے جب علی رضی اللہ عنہ نے مقام رحبہ میں لوگوں کو قسم دے کر سوال کیا تو بہت لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی اور ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ تیس آدمی کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی۔

۳۰۔ امام احمد نے کتاب الفضائل میں کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) ریاح بن حراث سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک گروہ امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا السلام علیک یا مولانا کہا یعنی آپ پر سلام ہو

اے ہمارے آقا اور اس وقت آپ مقام رحبہ میں تھے۔ تو آپ نے فرمایا میں تمہارا کس طرح مولا ہوں حالانکہ تم لوگ تو عرب ہو وہ کہنے لگے ہم نے رسول اللہ کو غدیر خم میں کہتے ہوئے سنا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علی رضی اللہ عنہ مولیٰ ہیں۔ ریاح کہتے ہیں میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں تو مجھے بتایا گیا کہ یہ لوگ گروہ انصار ہیں کہ جن میں ابوایوب انصاری جیسے صحابی رسول بھی ہیں۔

۳۱۔ امام احمد نے کتاب الفضائل میں کہا ہے کہ ہم میں سے نمیر بن عبدالملک بن عطیہ عوفی نے بیان کیا وہ کہتا ہے میں زید بن ارقم کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا کہ میرا ایک داماد ہے اس نے آپ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں غدیر خم کے دن کی ایک حدیث بیان کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ آپ کی زبانی خود سن لوں تو وہ کہنے لگے اے اہل عراق تم میں ہے۔ جو کچھ ہے میں نے کہا میری طرف سے آپ فکر نہ کیجیے تو زید بن ارقم کہنے لگے ہاں ہم مقام جحفہ میں تھے کہ ظہر کے وقت رسول اکرم ﷺ تشریف لائے اور انہوں نے علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب کا بازو تھاما ہوا تھا، فرمانے لگے اے لوگو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں مومنین پر ان کے نفوس سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں تو سب نے کہا بیشک ایسا ہی ہے تو فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علی رضی اللہ عنہ مولیٰ ہیں اور یہ بات آپ نے چار مرتبہ دہرائی۔

۳۲۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا خدایا مدد کر اس کی جو علی رضی اللہ عنہ کی مدد کرے اور چھوڑ دے اسے جو علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دے اور دوست رکھ اس کو جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرے اور بغض رکھ اس سے جو علی رضی اللہ سے بغض رکھے۔ ان تمام روایات کو امام احمد نے اپنی کتاب الفضائل میں کچھ زیادتی کے ساتھ نقل کیا ہے۔

حدیث شب ہجرت:

۳۳۔ ابواسحٰق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے ارادہ کیا کہ مدینہ کی طرف ہجرت کریں تو علی رضی اللہ عنہ کی مکہ میں اپنے قرضوں کی ادائیگی اور لوگوں کی جو امانتیں آپ کے پاس تھیں ان کی واپسی کے لیے خلیفہ بنا کر چلے اور انہیں حکم دیا کہ آج کی رات میرے بستر پر سو جاؤ اور ان سے کہا کہ سبز رنگ کی حضرمی چادر اوڑھ کر سو جاؤ تم تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکے گا اور نہ تمہیں کسی قسم کی تکلیف پہنچا سکے گا۔ حالانکہ لوگوں نے گھر کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پس خداوند عالم نے جبرائیل و میکائیل کی طرف وحی نازل کی کہ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور ایک کی عمر دوسرے سے طویل قرار دی ہے۔ پس تم میں سے کون ہے جو اپنی زندگی دوسرے پر نثار کرے۔ دونوں نے اپنی ہی زندگی پسند کی۔ پس خداوند عالم نے ان کی طرف وحی کی

کہ کیا تم علی ابن ابی طالب جیسے نہیں بنتے کہ میں نے اس کے اور محمد ﷺ کے درمیان اخوت و بھائی چارہ قائم کیا ہے۔ پس علی رضی اللہ عنہ محمد ﷺ کے بستر پر اپنی جان قربان کر کے سوگیا اور اپنی زندگی اس پر نثار کردی۔ پس تم دونوں زمین پر جاؤ اور دشمن سے اس کی حفاظت کرو۔ پس دونوں نازل ہوئے جبرائیل سرہانے اور میکائیل پائینتی۔ اور باقی ملائکہ پکارنے لگے۔ کیا کہنے تمہارے اور کون آپ کے مثل ہوسکتا ہے۔ اے ابوطالب رضی اللہ عنہ کے فرزند آپ کے ذریعہ تو خداوند عالم آپ پر فخر ومباہات کر رہا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے علی کی شان میں یہ آیت نازل کی ومن الناس من یشری نفسه ابتغا مرضات الله والله رؤف بالعباد یعنی اور لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو اپنے نفس کو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے فروخت کردیتے ہیں اور خدا بندوں پر مہربان ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے اللہ کی رضا کی چاہت میں اپنا نفس بیچا وہ علی ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور ابن عباس کہتے ہیں کہ امیر المومنین نے مجھے اشعار سنائے جو آپ نے ہجرت کی رات کہے تھے:

وقیت بنفس خیر من وطی الحصا ومن طاف البیت العتیق وبالحجر
رسول الا له خاف ان یمکروابه فنجاه ذوالطول العلی من المکر
وبات رسول الله فی الغار امنا موقا وفی حفظ الا له وستر
وبت اراعیهم ومایثبترننی وقد وطنت نفسی علی القتل والاسر

ترجمہ: میں نے اپنے نفس کے ساتھ بچایا اس شخص کو جو زمین پر چلنے والوں اور خانہ کعبہ کا طواف کرنے والوں میں سے بہتر تھا۔ وہ اللہ کا رسول تھا جسے یہ ڈر تھا کہ کہیں وہ اس سے مکر وفریب کریں پس اسے بلند بخشنے والے خدا نے مکر سے نجات دی۔ رسول اللہ ﷺ نے غار میں امن اور محفوظ رہ کر رات گزاری۔ وہ اللہ کی حفظ و امان میں تھے۔ اور میں نے کفار کو دیکھ کر رات گزاری جبکہ انہیں میرے ہونے کا علم نہ تھا اور میں اپنے نفس کو قتل اور قید کے لیے تیار کر چکا تھا۔

حدیث قربانی:

۳۴۔ امام احمد نے مسند میں نیز کتاب الفضائل میں بھی اسی سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ ہمیشہ آپ کی طرف سے قربانی دیا کروں۔ پس آپ رسول اکرم ﷺ کی طرف سے دو موٹے تازے مینڈھوں کی قربانی دیا کرتے تھے یہاں تک کہ شہید ہوئے۔
محمد بن شہاب زہری کہتے ہیں کہ آپ نے علی رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لیے اس لیے مخصوص کیا بجائے اور

اقارب اور رشتہ داروں کے کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے زیادہ مقرب تھے گویا کہ یہ کام خود رسالت مآب انجام دے رہے تھے۔

۳۵۔ رسول اللہ ﷺ کا علی کے حق میں سلامتی کی دعا کرنا اور یہ کہ علی رضی اللہ عنہ خدا کی مغفرت میں ہیں۔ ترمذی نے ام شراحیل سے اس نے ام عطیہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک لشکر کسی طرف بھیجا جس میں علی رضی اللہ عنہ بھی تھے تو ام عطیہ کہتی ہے کہ میں نے ہاتھ اٹھا کر آپ کو یہ کہتے سنا کہ اے خدا مجھے اس وقت تک موت نہ آئے جب تک میں علی رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھ لوں امام احمد نے بھی اسی مفہوم کی روایت زید بن ارقم سے کتاب الفضائل میں نقل کی ہے۔

۳۶۔ امام احمد کتاب الفضائل میں جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں موجود تھے کہ آپ نے فرمایا تم پر اہل جنت میں سے ایک مرد وارد ہوگا۔ پس علی رضی اللہ داخل ہوئے۔ جابر کہتے ہیں کہ ہم نے علی رضی اللہ عنہ کو بعد میں مبارک باد پیش کی۔

حدیث طیر:

۳۷۔ اس حدیث کو امام احمد نے کتاب الفضائل میں اور ترمذی نے سنن میں ذکر کیا ہے امام احمد نے تو اس کی اسناد سفیان کی طرف دی ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے اور ان کا نام مہروان تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ انصار کی ایک خاتون نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک پرندہ جو دو روٹیوں کے درمیان رکھا ہوا تھا ہدیۃً پیش کیا۔ میں اسے آپ کی خدمت میں لے گیا اور ایک روایت میں ہے کہ دو بھنے پرند دو روٹیوں کے ساتھ تھے۔ پس رسول اکرم ﷺ نے عرض کیا خدایا تیری مخلوق میں جو تجھے سب سے محبوب ہو اسے میرے پاس بھیج دے۔ اچانک دروازہ کھلا حضرت علی رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ تناول کیا۔

۳۸۔ ترمذی بھی کہتے ہیں (حذف اسناد کے ساتھ) انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک پرندہ تھا تو آپ نے کہا خدایا اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص کو لے آ جو میرے ساتھ یہ پرندہ تناول کرے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے آپ کے ساتھ کھایا۔ حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری کہتے ہیں کہ حدیث طیر صحیح ہے۔ بخاری اور مسلم پر لازم تھا کہ وہ اس حدیث کو اپنی اپنی صحیح میں نقل کرتے کیوں کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

حدیث خاصف نعل:

۳۹۔ ترمذی نے (حذف سند کے ساتھ) ربعی بن حراش سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مقام رحبہ میں ہم سے بیان کیا کہ جب صلح حدیبیہ کا دن آیا تو ہمارے پاس سہیل بن عمرو روساء

قریش کے ایک گروہ کے ساتھ آیا اور کہنے لگا اے محمد ﷺ تمہاری طرف ہمارے بیٹوں بھائیوں اور غلاموں میں سے کچھ لوگ جنہیں دین کی سمجھ نہیں ہمارے مال و جائیداد کو چھوڑ کر بھاگ آئے ہیں انہیں ہماری طرف واپس پلٹا دیں تو آپ نے فرمایا اگر انہیں دین کی سمجھ بوجھ نہیں تو ہم سمجھا دیں گے پھر فرمایا اے گروہ قریش تم اپنے افعال بد سے رک جاؤ ورنہ خداوند عالم تمہاری طرف ایسے شخص کو بھیجے گا جو مخالفت دین کی وجہ سے تمہاری گردنیں تلوار سے اڑا دے گا۔ پس انہوں نے کہا وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ وہی ہے جس کے دل کا خدا نے ایمان کے ساتھ امتحان کر لیا ہے اور وہ خاصف النعل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت رسول اللہ ﷺ کے جوتے کو پیوند لگا رہا تھا۔

حدیث سدّ ابواب:

۴۰۔ اس حدیث کو امام احمد نے کتاب الفضائل میں اور ترمذی نے سنن میں ذکر کیا ہے امام احمد نے (حذف سند) زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت کے دروازے مسجد کی طرف کھلے ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے علاوہ سب دروازے بند کر دو، پس لوگوں نے اس بارے میں چہ میگوئیاں کیں تو سرکار رسالت ﷺ کھڑے ہو گئے اور حمد و ثناء الٰہی کے بعد فرمایا نہ کسی چیز کو میں نے بند کیا ہے اور نہ کھولا ہے بلکہ مجھے تو ایک شے کا حکم ہوا ہے جس کی میں نے اتباع کی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے خداوند عالم نے ایک چیز کا حکم دیا ہے پس میں نے اس حکم کا اتباع کیا ہے۔

۴۱۔ ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سب دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا سوائے علی رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے۔

۴۲۔ ترمذی نے (حذف سند سے) ابی سعید خدری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی میرے اور تیرے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ مسجد میں حالت جنابت میں داخل ہو۔

حدیث سرگوشی اور وصیت:

۴۳۔ ترمذی نے (حذف اسناد کے ساتھ) جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ طائف کے دن حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ اور ان سے طویل سرگوشی کی پس لوگوں نے کہا ان کی سرگوشی اپنے چچا زاد بھائی سے طویل ہو گئی ہے یہ بات حضرت تک پہنچی تو آپ نے فرمایا میں نے اس سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے کی ہے۔

حدیث اذیت:

۴۴۔ امام احمد نے کتاب الفضائل میں کہا ہے (حذف سند سے) عمرو بن شاس سے روایت ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبیلہ نمیر کی طرف گیا تو علی رضی اللہ عنہ نے مجھ پر سختی کی جب میں واپس مدینہ پہنچا تو میں نے مسجد میں بیٹھ کر ان کی شکایت کی، یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی۔ میں ایک دن مسجد میں گیا جبکہ رسول اکرم ﷺ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں رونق افروز تھے پس آپ میری طرف تیز نگاہ سے دیکھنے لگے۔ پھر فرمایا خدا کی قسم تو نے مجھے اذیت دی۔ میں نے عرض کیا کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ آپ کو تکلیف دوں تو آپ نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ جو علی کو اذیت دے اس نے مجھے اذیت دی۔

اور سعید بن مسیب نے عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے ایک شخص سے سنا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کی بدگوئی کر رہا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تجھ پر ہلاکت وارد ہو جانتا ہے کہ اس قبر میں کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ کی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ وہ شخص خاموش ہو گیا۔ عمر نے کہا اس میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ جب تو نے علی رضی اللہ عنہ کو اذیت دی تو بیشک ان کو اذیت دی۔

قضایائے امیر المومنین رضی اللہ عنہ:

۴۵۔ امام احمد نے کتاب الفضائل میں (حذف اسناد سے) حضرت علی سے روایت کی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بنی نمیر کی طرف بھیجا جب کہ میں نوجوان تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھے آپ ایک قوم کی طرف بھیج رہے ہیں تا کہ میں ان کے درمیان قضا و فیصلے کروں۔ حالانکہ میں جوان ہوں اور قضا سے بہرہ ور نہیں تو آپ نے فرمایا مجھ سے قریب ہو جاؤ۔ میں آپ سے قریب ہوا تو آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور عرض کیا خدایا اس کے دل کو ہدایت پر برقرار اور اس کی زبان کو ثبات عنایت فرما۔ حضرت علی رضی اللہ کہتے ہیں اس کے بعد دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں مجھے کبھی تردد لاحق نہیں ہوا۔

حدیث ناقہ:

۴۶۔ امام احمد نے کتاب الفضائل میں (حذف اسناد سے) انس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی الہ عنہ سے کہا کہ قیامت کے دن جنت کے ناقوں میں سے ایک ناقہ لایا جائے گا پس تم اس پر سوار ہو گے اور میں تمہارے ساتھ اپنی سواری پر سوار ہوں گا یہاں تک کہ ہم اکٹھے جنت میں داخل ہوں گے۔

حدیث باغ

۴۷۔ امام احمد نے الفضائل میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے ایک کوچہ میں چل رہا تھا۔ پس ہم ایک باغ سے گزرے تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ کس قدر خوبصورت باغ ہے آپ نے فرمایا جنت میں تمہارے لیے ایسا ہی باغ ہے۔ یہاں تک کہ ہم سات باغوں سے گزرے۔

حدیث سلام ملائکہ:

۴۸۔ امام احمد نے کتاب الفضائل میں لکھا ہے (حذف اسناد سے) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جنگ بدر کی رات آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہمارے لیے پانی لیے آتا ہے؟ سب لوگ رک گئے۔ علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں کھڑا ہو گیا اور مشک کندھے پر اٹھائی اور اس کنویں کے پاس گیا۔ جو کافی گہرا اور تاریک تھا۔ میں اس میں اتر گیا۔ خداوند عالم نے جبرئیل، اسرافیل اور میکائیل سے وحی کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور ان کی معیت میں جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جب اس کنویں کے سامنے پہنچے تو رک گئے اور سب نے میرے اکرام، بزرگی اور عظمت کو لحاظ رکھتے ہوئے سلام کیا۔ یہ روایت غزوات کے نامہ نگاروں نے تحریر کی ہے۔

حدیث خلقت امیر المؤمنین علیہ السلام:

۴۹۔ امام احمد نے الفضائل میں کہا ہے (حذف اسناد سے) سلمان فارسی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ خلقت آدم سے چار ہزار سال پہلے خداوند عالم کی بارگاہ میں نور تھے۔ جب آدم بنائے گئے تو اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ایک جز میں ہوں اور ایک علی رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ میں اور علی رضی اللہ عنہ ایک نور سے پیدا ہوئے اور ہم آدم کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے عرش کی دائیں طرف تھے۔ پس ہم اصلاب رجال سے عبد المطلب تک منتقل ہوتے رہے۔

حدیث شاخ سرخ:

۵۰۔ امام احمد نے کتاب الفضائل میں کہا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) زید بن ارقم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو کہتے ہوئے سنا کہ جو شخص اس شاخ سرخ (سرخ لکڑی) سے تمسک چاہتا ہے جو خداوند عالم نے اپنے ید قدرت سے جنت عدن میں بوئی ہے تو اسے علی ابن ابی طالب کی محبت سے منسلک ہونا چاہیے۔

حدیث مدینۃ العلم:

۵۱۔ امام احمد نے کتاب الفضائل میں (حذف اسناد کے ساتھ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں اور ایک روایت میں ہے میں حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ میں فقہ کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں پس جو شخص علم چاہتا ہے اسے دروازہ سے آنا چاہیے۔

حدیث سیادت:

۵۲۔ امام احمد نے کتاب الفضائل میں کہا ہے (حذف سند کے ساتھ) ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ ان سے جا کر کہو کہ تم دنیا میں سید ہو اور آخرت میں بھی سیّد ہو جو تم سے محبت کرے اس نے مجھ سے محبت کی اور جو تم سے بغض رکھے اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

حدیث: علی اہل جنت سے ہیں:

۵۳۔ میرے نانا ابو الفرج نے خبر دی (حذف اسناد کے ساتھ) کہ اے علی تم جنت میں ہو یہ بات تین دفعہ فرمائی۔

حدیث ردّ شمس:

۵۴۔ ہمیں ابو القاسم عبد المحسن نے خبر دی (حذف اسناد سے) اسماء بن عمیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا خدایا علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا۔ پس اس کے لیے سورج پلٹا دے اسماء کہتی ہیں پس اللہ تعالیٰ نے سورج واپس لوٹا دیا۔

اس سلسلے میں ایک عجیب حکایت ہے مجھ سے عراق کے اساتذہ کی ایک جماعت نے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ ہم نے ابو منصور منظر بن اردشیر عبادی واعظ کو دیکھا وہ مدرسہ تاجیہ میں (جو بغداد کے محلہ ابرز کے دروازہ پر ہے) بیٹھا ہوا تھا اور یہ نماز عصر کے بعد کا واقعہ ہے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ردشمس کی حدیث کو بہترین عبارات اور عمدہ الفاظ کے ساتھ بیان کر رہا تھا پھر اس نے اہل بیت کے فضائل ذکر کیے تو

اچانک ایک بادل اٹھا اور اس نے سورج کو ڈھانپ لیا۔ لوگوں کو گمان ہوا کہ سورج غروب ہو گیا۔ پس ابو منصور منبر پر کھڑا ہو گیا اور سورج کی طرف منہ کر کے یہ اشعار پڑھنے لگا:

لاتغربی یاشمس حتی ینتهی مدحی لآل المصطفیٰ ونسجله

واثنی عنانك ان اردت ثنائهم أنسیت ان كان الوقوف لاجله

ان كان للمولیٰ وقوفك فلیكن هذا لوقوف لخیله ولرجله

ترجمہ: اے سورج جب تک مصطفیٰ کی آل اوران کی فرزند کی مدح ختم نہ ہو جائے غروب نہ کرنا اور اپنی مہار کو روک لے، اگر ان کی تعریف سننا چاہتا ہے کیا تو بھول گیا ہے اپنے ٹھہرنے کو ان کے لیے اگر مولیٰ کے لیے تو ٹھہر گیا ہے تو اس کے نوکروں کے لیے بھی ٹھہرا رہ۔

وہ لوگ کہتے ہیں آفتاب کے سامنے سے بادل چھٹ گیا اور آفتاب طلوع کر آیا۔

زہد و ورع:

بہت سے راویوں نے ہمیں خبر دی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) ابی شہاب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز کہا کرتے تھے کہ ہمارے علم میں اس امت میں رسول اللہ ﷺ کے بعد علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی زاہد و پرہیزگار نہیں ہے آپ نے اینٹ پر اینٹ اور لکڑی پر لکڑی نہیں رکھی (یعنی مکانات وغیرہ نہیں بنائے۔)

عبداللہ بن امام احمد حنبل نے بھی یہی کہا ہے (حذف اسناد سے) علی بن ربیعہ والبی کہتے ہیں کہ ابن تیاح حضرت علی ابن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے امیرالمؤمنین بیت المال سونے اور چاندی سے پُر ہے آپ نے فرمایا اللہ اکبر! پھر آپ ابن تیاح کے ہاتھ کا سہارا لے کر اٹھے اور بیت المال میں داخل ہوئے درآنحالیکہ آپ یہ فرما رہے تھے:

هذا جنای وخیاره فیه وكل جان یده الی فیه

ترجمہ: یہ میری کمائی ہے اور اس میں اس کا عمدہ حصہ ہے اور ہر کسب کرنے والے کا ہاتھ اپنے منہ کی طرف جاتا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کوفہ کے تمام لوگوں کو بلاؤ۔ پس شہر میں منادی کر دی گئی پس آپ نے وہ تمام مال لوگوں کو عطا فرمایا جو بیت المال میں موجود تھا اور آپ فرما رہے تھے۔ اے چاندی اے سونا میرے غیر کو دھوکا دے یہاں تک کہ وہاں ایک درہم و دینار بھی باقی نہ رہا اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ بیت المال میں چھڑکاؤ کیا جائے پھر آپ نے وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔

مجمع تیمی کا بیان ہے کہ جب بھی بیت المال پُر ہو جاتا تھا تو آپ کا یہی دستور تھا۔

(حذف اسناد کے ساتھ) احنف بن قیس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں معاویہ کے پاس گیا تو اس نے کھانے کے لیے اتنے میٹھے اور خوش ذائقہ کھانے پیش کیے جس نے مجھے بہت تعجب ہوا۔ پھر معاویہ کہنے لگے اس رنگ کا کھانا لاؤ۔ پس وہ ایک کھانا لائے کہ میں نہیں جانتا تھا وہ کیا ہے۔ میں نے کہا یہ کیا ہے تو معاویہ نے بتایا یہ بھنی ہوئی بطخ ہے کہ جس میں مغز اور پستق درخت کا روغن بھرا گیا ہے اور اس پر شکر ڈالی گئی ہے۔ احنف کہتے ہیں میں رونے لگا۔ معاویہ نے پوچھا روتا کیوں ہے؟ میں نے کہا کیا کہنا فرزند ابی طالب کا وہ کر گیا جو اس کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ معاویہ نے کہا کیسے؟ میں نے کہا آپ کے افطار کے وقت رات کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا جاؤ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ شام کا کھانا کھاؤ پھر آپ نماز میں مشغول ہو گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک تھیلی طلب کی جس پر آپ کی مہر لگی ہوئی تھی۔ آپ نے اس میں سے پسے ہوئے جو نکالے۔ پھر اس پر مہر لگا دی۔ میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین میں نے آپ کو بخیل نہیں دیکھا تھا تو آپ اس پر مہر کیوں لگا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس پر بخل کی وجہ سے مہر نہیں لگاتا لیکن میں ڈرتا ہوں کہ کہیں حسن وحسین اس میں چربی وغیرہ نہ ملا دیں تو میں نے عرض کیا کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا نہیں لیکن جو حق کے امام ہیں انہیں کھانے اور لباس میں رعیت کے کمترین اشخاص کے برابر اور کسی چیز میں اسے ان پر کوئی امتیاز نہیں ہونا چاہیے کہ جس پر وہ لوگ قدرت نہیں رکھتے تا کہ فقیر ان آئمہ کو دیکھ کر اپنی حالت پر خدا سے راضی رہے اور غنی انہیں دیکھ کر شکر اور تواضع کرے۔

احنف بن قیس کہتے ہیں۔ ربیع بن زیاد حارثی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے امیر المؤمنین میرے بھائی عاصم بن زیاد کو میری طرف واپس پھیر دیجیے۔ فرمایا: اسے کیا ہوا ہے؟ ربیع نے کہا کہ اس نے ایک عبا پہن لیا ہے، عبادت گزار بن گیا ہے اور اپنے اہل وعیال سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا اسے مرے پاس لے آؤ۔ وہ آیا تو اس کی یہ حالت تھی کہ ایک چادر بندھی ہوئی تھی، ایک اوپر ڈالے ہوئے تھا، بال پریشان تھے چہرہ غبار آلود تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا وائے ہو تجھ پر اے عاصم کیا تمہیں اپنی سے شرم نہیں آتی کیا تجھے اپنے بچوں پر رحم نہیں آتا۔ کیا تو نے خداوند عالم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ اس نے ان پر طیبات کو حلال کیا ہے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ اس نے تیرے اور تیرے امثال کے لیے ان چیزوں کو مباح تو کیا ہے لیکن وہ مکروہ سمجھتا ہے کہ تم انہیں استعمال کرو۔ کیا تو نے رسول اللہ ﷺ کا یہ قول نہیں سنا کہ تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے تو عاصم نے کہا اے امیر المومنین پھر آپ کی کیا کیفیت ہے کہ آپ موٹا لباس پہنتے ہیں اور سخت کھانا کھاتے ہیں۔ میں نے آپ جیسے لباس سے اپنے کو مزین کیا ہے۔ آپ نے فرمایا افسوس تم پر خداوند عالم نے آئمہ حق پر یہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ اپنی رعیت کے اوصاف سے متصف ہوں، یا فرمایا اپنی رعیت کے محتاج ترین افراد کے اوصاف سے متصف

ہوں تا کہ فقیر کو اپنا فقر معیوب نظر نہ آئے اور غنی اور تونگری پر خدا کی حمد وثنا کرے۔ کئی اشخاص نے ہم سے بیان کیا (حذف اسناد کے ساتھ) اسمٰعیل بن ابراہیم بن مہاجر کہتا ہے کہ میں نے عبدالملک بن عمر کو یہ کہتے سنا کہ مجھ سے قبیلہ ثقیف کے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ عبکرا کا حاکم بنایا اور فرمانے لگے ظہر کے بعد میرے پاس آنا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں کوئی دربان نہیں تھا جو مجھے روکتا۔ آپ اکیلے بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے سامنے لکڑی کا ایک پیالہ اور پانی کا ایک کوزہ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے ایک مہر شدہ تھیلی منگوائی۔ میں نے دل میں کہا آپ مجھے امین بنانا چاہتے ہیں۔ اس میں سے کوئی موتی نکالیں گے جس کی قیمت بھی مجھے معلوم نہیں۔ آپ نے مہر توڑی اس میں ستو تھے۔ آپ نے اس پیالے میں پانی ڈالا اور اوپر سے ستو چھڑک دیا۔ پھر وہ آپ نے نوش فرمائے اور مجھے بھی دیے۔ مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین خدا نے آپ کو وسعت دی ہے اور عراق میں کھانوں کی بھی کثرت ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے اس پر مہر بخل کی وجہ سے نہیں لگائی بلکہ میں اپنی کفایت بقدر خرید کرتا ہوں اور مجھے خوف ہوتا ہے کہ کہیں یہ ختم نہ ہو جائے اور کہیں اور شے اس میں نہ ڈال دی جائے۔ اور یہ اس لیے کرتا ہوں تا کہ میرے شکم میں غیر طیب مال نہ جا سکے۔

عبدالملک بن مظفر نے ہمیں خبر دی ہے (حذف اسناد کے ساتھ) سوید بن غفلہ سے روایت ہے کہ کوفہ کے قصر الامارۃ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے جَو کی روٹی اور ایک پیالا دودھ کا موجود تھا۔ روٹی خشک تھی، کبھی آپ اسے ہاتھ سے اور کبھی گھٹنے سے توڑ دیتے تھے۔ یہ بات مجھے شاق گزری۔ میں نے آپ کی کنیز (کہ جس کا نام فضہ تھا) سے کہا کیا اس مرد بزرگ پر تمہیں رحم نہیں آتا اور جو کا آٹا تھیلے سے کیوں نہیں نکالتی۔ کیا دیکھتی نہیں ہو کہ اس کا چہرہ متغیر ہو چکا ہے اور اس روٹی سے انہیں کیا تکلیف ہوتی ہے۔ وہ کہنے لگی کہ کیوں ایسا کیا جائے کہ وہ تو ثواب دیے جائیں اور ہم گنہگار بنیں۔ انہوں نے خود حکم دیا ہے کہ ہم ان کی روٹی سے کبھی بھی چوکر الگ نہ کریں۔ آپ میری طرف ملتفت ہوئے۔ غفلہ کے بیٹے سے کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے وہ بات آپ کو سنائی اور عرض کیا اے امیر المؤمنین آپ اپنے نفس سے سختی نہ کیجیے آپ نے فرمایا تم پر افسوس ہے اے سوید رسول اللہ ﷺ اور ان کے گھر والوں نے کبھی گندم کی روٹی سے تین دن سے شکم پُر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ آپ بارگاہِ الٰہی میں پہنچے آپ کے کھانے سے کبھی چوکر نہیں نکالا جاتا تھا۔ مجھے مدینہ میں ایک دفعہ سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ میں ایک کام سے باہر نکلا۔ ایک عورت کو میں نے ڈھیلے اکٹھے کرتے ہوئے پایا وہ انہیں پانی سے تر کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اس سے ایک ڈول کے بدلے ایک کھجور پر فیصلہ کیا پس میں نے سولہ ڈول اس میں ڈالے جس سے میرے ہاتھ زخمی ہو گئے۔ پھر میں نے وہ کھجوریں لیں اور سرکار رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے یہ واقعہ انہیں بتایا آپ ﷺ نے ان میں سے کچھ کھجوریں تناول فرمائیں۔ امام احمد نے بھی یہ واقعہ کتاب الفضائل میں درج فرمایا ہے۔

مزید امام احمد نے کتاب الفضائل میں کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) ابی مطرف سے روایت ہے کہ میں نے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے ایک چادر باندھی ہوئی تھی اور ردا کندھے پر ڈالی ہوئی تھی، آپ کے ہاتھ میں دُرّہ تھا آپ ایک دیہاتی معلوم ہوتے تھے جو بازار کا چکر لگا رہا ہو۔ یہاں تک کہ آپ کپڑوں کے بازار میں پہنچے۔ ایک بوڑھے شخص کے پاس رکے اور فرمایا۔ بڑے میاں میرے ساتھ ٹھیک ٹھیک معاملہ کرنا۔ ایک قمیص کے متعلق جس کی قیمت تین درہم ہو۔ اس بوڑھے نے آپ کو پہچان لیا۔ اور کہنے لگا بہت اچھا۔ آپ کو علم ہو گیا کہ وہ آپ کو پہچان گیا ہے۔ آپ اسے چھوڑ کر آگے چلے اور اس سے کوئی چیز خرید نہ کی۔ پس آپ ایک نوعمر لڑکے کے پاس آئے اور آپ نے اس سے تین درہم میں قمیص خرید لی۔ پھر اس لڑکے کا باپ آیا اور اس نے اپنے باپ کو کہا کہ اس حلیے کے شخص نے مجھ سے تین درہم میں قمیص خریدی ہے۔ اس نے آپ کو پہچان لیا پس ایک درہم لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے امیر المومنین ایک درہم قمیص کی قیمت سے زیادہ ہے۔ قمیص کی قیمت دو ہی درہم تھی۔ آپ نے فرمایا اے شیخ اپنا درہم لے جاؤ اس نے میری رضا کے ساتھ بیچا اور میں نے اس کی مرضی سے خرید کیا ہے اور سفیان ثوریؒ نے عمرو بن قیس سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے پیوند لگی ہوئی چادر اوڑھی ہوئی ہے۔ کسی نے آپ پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا اس سے دل میں خشوع پیدا ہوتا ہے اور مومن اس کی اقتدا کرتا ہے۔ قرشی کہتے ہیں (حذف اسناد کے ساتھ) سوید بن غفلہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں حضرت کی خدمت میں آپ کے گھر حاضر ہوا اور آپ کے گھر صرف ایک پرانی چٹائی تھی۔ جس پر آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین آپ مسلمانوں کے بادشاہ، اس کے اور ان کے بیت المال کے مالک ہیں۔ آپ کے پاس وفد آتے ہیں حالانکہ آپ کے گھر میں اس چٹائی کے علاوہ کچھ بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا اے سوید عقلمند شخص اس گھر میں اثاثہ نہیں رکھتا کہ جس سے اس نے منتقل ہو جانا ہو ہمارے آگے ایک ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ ہم نے اپنا مال و متاع اس کی طرف منتقل کر دیا ہے اور عنقریب اس گھر میں جانے والے ہیں۔ سوید کہتا ہے خدا کی قسم آپ کے کلام نے مجھے رُلا دیا ہے۔

امام احمد نے کتاب الفضائل میں کہا ہے کہ وقیع نے مسعر سے اس نے ابی بحر سے اس نے اپنے قبیلے کے ایک بزرگ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ ایک سخت قسم کی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا یہ کیا آپ نے فرمایا پانچ درہم کو خریدی ہے۔ اگر کوئی ایک درہم نفع دے دے تو بیچ ڈالوں گا۔ وہ کہتا ہے کہ آپ ایک پرانی چادر باندھے ہوئے ہوتے اور رسی کا کمر بند بنائے ہوتے اور اپنے اونٹ کو خود گھاس کھلاتے حالانکہ آپ اس وقت خلیفہ تھے۔

نیز امام احمد نے فضائل میں کہا ہے اور سلسلہ سند کو ابن عباس تک پہنچایا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں میں

ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اپنے جوتے کو پیوند لگا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا اس جوتے کی کوئی قیمت نہیں تا کہ آپ اسے پیوند لگائیں۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ تمہاری دنیا سے یا فرمایا تمہاری حکومت سے مجھے زیادہ پسند ہے۔ مگر یہ کہ حق کو قائم کروں یا باطل کو دور کروں۔ پھر آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ اپنے جوتے کی اصلاح اپنے ہاتھ سے کرتے، اپنے کپڑے کو پیوند لگاتے، گدھے پر سوار ہوتے اور کسی کو اپنے پیچھے بھی بٹھا لیتے تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ آپ پانچ سال کوفہ میں رہے لیکن وہاں کے کھانے سے کچھ نہیں کھایا۔ مدینہ سے جو کچھ آتا تھا صرف وہی کھاتے تھے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا لیکن آپ نے نہ کھایا۔ میں نے عرض کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا نہیں، لیکن میں پسند نہیں کرتا کہ اپنے نفس کو عادی بناؤں ایسی چیز کا جس کا وہ عادی نہیں اور جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کھایا۔

امام احمد نے کتاب الفضائل میں کہا ہے (حذف سند سے) ابو نوار نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک درہم کی کھجوریں خریدیں اور انہیں اوپر اوڑھنے والے کپڑے میں اٹھا لیا۔ کسی شخص نے کہا کہ میں انہیں اٹھا کر لے جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اسے اٹھانے کا فرض بچوں کا باپ ہی ادا کر سکتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حالانکہ آپ اس وقت خلیفہ تھے۔

امام احمد کہتے ہیں (حذف اسناد کے ساتھ) حسن بن جرموز نے اپنے باپ کے حوالہ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کوفہ کے قصر الامارہ سے نکلتے تو آپ کی چادر آدھی پنڈلی تک ہوتی اور ردا بھی اسی کے قریب قریب۔ آپ کے ہاتھ میں ایک درہ ہوتا آپ بازاروں میں پھرتے رہتے اور فرماتے اے قوم خدا سے ڈرا! ایک روایت میں ہے کہ حسن معاملہ کا حکم دیتے اور فرماتے ناپ تول پورا کرو، لوگوں کو ان کی چیزیں کم تول کر نہ دیا کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ گمشدہ چیز کی رہبری کرتے، مزدور کا بار اٹھوانے میں مدد کرتے اور یہ آیت پڑھتے۔ وہ آخرت کا گھر ہم لوگوں کے لیے قرار دیں گے جو زمین میں بڑائی کا ارادہ نہیں کرتے اور فرماتے کہ یہ آیت حاکموں اور لوگوں میں صاحبانِ اقتدار کے لیے نازل ہوئی۔ زمخشری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ بھوکے ہوتے اور اپنے شکم پر پتھر باندھتے اور میں بھی آپ کے ساتھ ایسا کرتا تو کیا خداوند عالم نے اس معاملے میں رسول کی عزت کی ہے یا اہانت۔ اگر کوئی کہے کہ اہانت کی ہے تو وہ جھوٹا اور دین سے خارج ہے اور اگر کہے کہ آپ کا احترام کیا ہے تو پھر جان میں سے زیادہ مقرب بندے سے دور رکھی ہے۔ آپ دنیا سے خالی پیٹ گئے اور آخرت میں سلامتی سے وارد ہوئے۔ آپ نے پتھر پر پتھر اور اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی اور ہم بھی آپ کے بعد آپ ہی کے راستے پر چلے ہیں۔ میں نے اپنی اس قمیص کو اتنے پیوند لگائے

کہ مجھے پیوند لگانے والے سے شرم آنے لگی اور کسی نے مجھے کہا اب اسے تبدیل کیوں نہیں کر لیتے۔ تو میں نے کہنے والے سے کہا دور ہو جا صبح کے وقت چلنے والی رات کے سفر کی تعریف کرتا۔

(حذف اسناد کے ساتھ) ابی اراکہ سے روایت ہے کہ ایک سائل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اپنے ایک فرزند سے فرمایا کہ اپنی ماں کے پاس جاؤ اور اس سے کہو جو درہم تمہارے پاس ہے وہ دے دے۔ شہزادہ گیا اور واپس آ کر کہا وہ کہتی ہیں کہ ہم نے آٹا خریدنے کے لیے رکھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور لے آؤ شہزادہ لے کر آیا اور سائل کو دے دیا آپ نے فرمایا اس وقت تک کسی بندے کا ایمان سچا نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو خدا کے قبضے میں جو چیز ہے اس کا وثوق نہ ہو اس سے جو اس کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ ہم ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہاں سے ایک شخص اونٹ بیچنے والا گزرا آپ نے اس سے وہ اونٹ سو درہم میں خرید لیا۔ پھر اسے دو سو درہم میں بیچ دیا اور یہ سو درہم اپنے اسی فرزند کو دیے اور فرمایا اپنی ماں کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو یہ وہ چیز ہے جس کا وعدہ پیغمبر کی زبانی ہم سے خدا نے کیا ہے۔ رسول نے خدا کی طرف سے خبر دی ہے کہ جو ایک نیکی کرے اسے دس گنا بدلہ ملتا ہے۔

(حذف اسناد سے) ابی صالح سے روایت ہے کہ ضرار ابن حمزہ معاویہ کے پاس گئے تو معاویہ اس سے کہنے لگے کہ علی کے اوصاف بیان کرو ضرار نے کہا کہ مجھے اس سے معاف رکھیے معاویہ نے کہا معافی نہیں ملے گی۔ یہ تین مرتبہ کہا ضرار نے کہا اگر اس سے کوئی مفر نہیں تو پس خدا کی قسم علی رضی اللہ عنہ ایسے تھے جن کی انتہا دور تھی، بہت صاحب قوت تھے دوٹوک بات کرتے، عادلانہ حکم فرماتے۔ علم آپ کے پہلوؤں سے پھوٹتا، حکمت کی باتیں آپ کے اطراف سے ظاہر ہوتیں، دنیا اور اس کی زینت سے آپ کو وحشت ہوتی۔ رات کی تاریکی سے مانوس تھے۔ خدا کی قسم (خوف خدا سے) آنسو آپ کی آنکھوں سے بہتے زیادہ فکر کرتے، اپنی ہتھیلی الٹتے پلٹتے اور اپنے ہی نفس کو مخاطب قرار دیتے۔ سخت قسم کا لباس آپ کو بھلا معلوم ہوتا اور موٹا کھانا پسند فرماتے۔ وہ اپنے کو ہم جیسا ایک انسان سمجھتے۔ جب آپ سے سوال کرتے تو آپ جواب دیتے۔ اور جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو کلام کی ابتدا فرماتے۔ جب ہم بلاتے تو آپ تشریف لے آتے اور خدا کی قسم باوجودیکہ ہمارے قریب رہتے۔ ہم ان کی ہیبت و دبدبہ سے بول نہیں سکتے تھے اور ان کی عظمت کی وجہ سے ہم بات کی ابتدا نہ کر پاتے۔ جب آپ تبسم فرماتے تو آپ کے دندان مبارک پروئے ہوئے موتی معلوم ہوتے۔ آپ دیندار لوگوں کا احترام کرتے اور مساکین سے محبت فرماتے۔ قوت والے کو اپنے باطل میں ان سے طمع نہ ہوتا اور کمزور آپ کے عدل سے مایوس نہ ہوتا تھا۔ خدا کی قسم میں نے بعض اوقات رات کے وقت آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ جب رات کی تاریکی چھا چکی تھی اور ستارے غروب ہو چکے تھے آپ محراب عبادت میں کھڑے ہوئے تھے اور اپنی ریش مبارک ہاتھ میں

پکڑے تھے ایسے مضطرب تھے جیسے اس شخص کا اضطراب جسے سانپ ڈس لے اور محزون شخص کی طرح رو رہے تھے اور گویا میں آپ کو یہ کہتے سن رہا ہوں، اے دنیا میرے غیر کو جا کر دھوکا دے۔ کیا تو میرے سامنے آتی ہے یا میری طرف شوق رکھتی ہے۔ دور ہو جا، دور ہو جا میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں کہ جن کے بعد تیری طرف رجوع نہیں کر سکتا۔ پس تیری عمر کوتاہ ہے تیری زندگی حقیر اور تیرا خطرہ بڑا ہے۔ ہائے افسوس زادِ راہ کم ہے سفر دور کا ہے اور راستہ وحشت ناک ہے۔ پس معاویہ کے آنسو ان کی داڑھی سے بہنے لگے اور وہ انہیں روک نہ سکے اور اپنی آستین سے پونچھنے لگے اور گریہ سب لوگوں کے گلوگیر ہو گیا۔ پھر معاویہ نے کہا خدا کی قسم خداوند عالم ابوالحسن پر رحم کرے وہ ایسے ہی تھے پس ان پر تیرا حزن ایسا ہی ہے اے ضرار! ضرار نے کہا جس طرح وہ عورت محزون ہوتی ہے جس کے بیٹے کو اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے کہ نہ اس کے آنسو رکتے ہیں اور نہ غم و حزن میں سکون آتا ہے۔

کلام الامام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسا کلام کرتے جو عصمت پر محیط ہوتا اور علم و حکمت سے بات کرتے ایسا کلام جس پر خدا ہیبت ڈال دیتا۔ جو بھی آپ کا کلام سنتا اسے اچھا لگتا اور اس کلام کی ہیبت اس پر چھا جاتی۔ قدرت نے آپ کے کلام میں حلاوت ملاحت فصاحت و بلاغت اور تر و تازگی کو یکجا کر دیا تھا۔ آپ سے کبھی بیجا حکم صادر نہیں ہوا آپ کی حجت و دلیل میں نقص نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے بولنے والے کو عاجز کر دیا۔

آپ کلام میں سبقت کرنے والوں سے گویا سبقت لے گئے۔ آپ کے الفاظ ایسے ہوتے جن پر نبوت کا عکس تھا اور وہ افہام و تفہیم کو حیران کر دیتے۔ ہم نے آپ کے کلام سے علم و ادب کے مختلف فنون کو انتخاب کر کے اس کتاب کے حوالے کیا ہے ہم ابتدا خطبوں سے کرتے ہیں:

ہمیں سید شریف ابوالحسن علی بن محمد حسینی نے اپنی اسناد سے شریف مرتضیٰ کے حوالہ سے خبر دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے خطبوں میں سے چار سو خطبے ہم تک پہنچے ہیں، چونکہ ہماری کتاب ان کے شمار سے عاجز ہے لہٰذا ہم تبرک و تشرف حاصل کرتے ہیں صرف ان خطبات کے ساتھ جن کی سند ہم تک متصل ہے نظم و نثر میں:

ایک خطبہ جو خطبہ منبریہ کے نام سے مشہور ہے:

میں نے یہ خطبہ ابی حفص عمر سے سنا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) عبداللہ بن صالح عجلی نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر کوفہ پر ایک دن یہ خطبہ دیا۔ پس فرمایا حمد ہے اس خدا کی جسے میں لائق حمد سمجھتا ہوں اور اس پر میں ایمان رکھتا اور اس سے اعانت اور ہدایت طلب کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں بیشک وہ بالکل یکتا رہتا ہے۔ اس کا نہ کوئی شریک ہے نہ کوئی سہیم۔ لاریب و بے شبہ...... اور میں گواہی

دیتا ہوں کہ محمد اس کے عبد اور رسول ہیں۔ جنہیں ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو تمام ادیان پر غلبہ دے اگرچہ مشرکین اسے پسند نہ کریں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے مختلف نفوس والو اے متشتت دل والو کہ جن کے بدن حاضر اور عقلیں غائب ہیں۔ کب تک میں تمہیں حق کی رہبری کرتا رہوں۔ حالانکہ تم اس طرح اس سے بھاگتے ہو جیسے بکری شیر کی آواز سے بھاگتی ہے۔ یہ بات دور نظر آتی ہے کہ میں تمہیں عدل کے خطرہ ونقوش پر مطلع کروں اور حق میں جو ٹیڑھا پن آ گیا ہے اسے سیدھا کروں۔ خدایا تو جانتا ہے کہ جو کچھ مجھ سے ہوا وہ سلطنت و حکومت کی آرزو اور فضول مال دنیا کو چاہتے ہوئے نہیں تھا لیکن میں تیرے دین کے معالم پلٹانا اور تیرے بلاد میں اصلاح کا اظہار چاہتا تھا تا کہ تیرے بندوں میں سے مظلوم امن کی زندگی بسر کریں اور تیری معطل شدہ حدود دوبارہ قائم ہو جائیں۔ خدایا تو جانتا ہے کہ میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جو تیری طرف آیا اور میں نے تیرا پیغام سنا اور اسے قبول کیا۔ اس معاملے میں تیرے رسول کے علاوہ کسی نے مجھ سے سبقت نہیں کی۔ خدایا دماء وخروج، مال غنیمت، احکام، معالم، حلال وحرام، امامت مسلمین اور مومنین کے مالک وحاکم کو بخیل نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ وہ تو اموال کے جمع کرنے میں حریص ہوگا اور جاہل بھی نہ ہونا چاہیے کیوں کہ وہ اپنی جہالت کی بنا پر انہیں گمراہی کی طرف لے جائے گا اور ظلم کرنے والا بھی نہیں، ورنہ وہ اپنے ظلم سے لوگوں کو بھگا دے گا اور ڈرپوک بھی نہیں ورنہ وہ ایک گروہ سے مواخذہ کرے گا دوسرے سے نہیں، حکم دینے میں رشوت لینے والا بھی نہیں ورنہ وہ حقوق کو ضائع کر دے گا اور صحیح راستوں کو چھوڑنے والا بھی نہیں ورنہ یہ چیز فسق وفجور تک پہنچا دے گی اور باغی بھی نہیں ورنہ حق کو دبا دے گا اور فاسق بھی نہیں ورنہ شریعت کو عیب دار بنا دے گا!

خطبہ بالغہ:

ہم سے علی بن حسین نے بیان کیا عبداللہ بن صالح عجلی نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمیں بنی شیبان کے ایک شخص نے خبر دی کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر اللہ کے رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجی پھر فرمایا اے لوگو خداوند عالم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا تا کہ اس کے ذریعہ تمہاری بیماری کفر کو دور کرے اور تمہیں غفلت سے بیدار کرے اور جس چیز کا تمہارے متعلق مجھے زیادہ خوف ہے وہ خواہشات کی پیروی اور طویل امیدیں ہیں۔ پس خواہش کی اتباع حق سے گمراہ کر دیتی ہے اور طویل آرزو فکر آخرت بھلا دیتی ہے۔ یاد رکھو کہ تحقیق دنیا پشت پھیرتے ہوئے کوچ کر رہی ہے اور آخرت آگے بڑھتے ہوئے آ رہی ہے۔ ہر ایک کے بیٹے ہیں تم آخرت کے بیٹے بنو اور دنیا کے بیٹے نہ بنو آج کے دن عمل ہے اور حساب نہیں اور کل حساب ہوگا عمل نہیں اور جان لو تمہیں یقیناً ایک دن مرنا ہے اور موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے اور تمہارے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور انہیں کے مطابق جزا دی جائے گی۔ تمہیں یہ زندگی دھوکے میں نہ ڈالے کیوں کہ یہ ایسا گھر ہے جو

مصائب سے گھرا ہوا ہے سختی اور دھوکے بازی کے ساتھ اس کی توصیف کی جاتی ہے۔ جو کچھ اس میں ہے وہ زائل ہونے والا ہے۔ یہ اپنے رہنے والوں کے درمیان منتقل ہوتی اور جدا ہوتی رہتی ہے اس کے حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔ اس میں اترنے والے اس کے شر سے نہیں بچ سکتے۔ اس کے رہنے والے راحت وخوشی میں رہتے ہیں کہ اچانک بلا ومصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس کی زندگی مذموم ہے اور اس کی راحت دائمی نہیں۔ اس کے رہنے والے مصائب وآلام کے ہدف ونشانہ ہوتے ہیں کہ جنہیں مصائب کے تیر مارے جاتے ہیں اس کے اسباب مختلف ہیں جو بھی اس میں ہے اس کی موت مقدر کی گئی ہے۔ اور اس کے مصائب میں اس کا زیادہ حصہ ہے، جان لو اے اللہ کے بندو تم اور جس زینت دنیا میں تم ہو ان لوگوں کے راستے پر گزر رہے ہو جن کی عمریں تمہاری نسبت طویل اور جو تم سے زیادہ طاقتور تھے گھروں کی تعمیر زیادہ کرتے اور زیادہ آثار والے تھے پس ان کے جسم پرانے، ان کے گھر خالی اور ان کے آثار مٹ چکے ہیں۔ انہیں پختہ مکانوں میں بچھے ہوئے فرشوں کے بدلے پتھر اور ڈھیلے ملے ہیں۔ ان قبروں میں کہ جن کے صحن غیر آباد اور جنکی بنیادیں اکھڑ گئی ہوں۔ ان کے رہنے کی جگہ تو قریب ہے لیکن اس جگہ میں رہنے والے مسافر ہیں وہ ایسے گھر میں رہتے ہیں جو وحشت سے گھرا ہوا ہے۔ ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں لیکن ایک دوسرے کی زیارت نہیں کر سکتے وہ آبادی سے انس نہیں رکھتے اور ایک دوسرے کی صلہ رحمی نہیں کر پاتے جیسے کہ پڑوسی کرتے ہیں حالانکہ بالکل نزدیکی پڑوس ہے اور گھر بھی نزدیک ہیں۔ اور وہ ایک دوسرے سے صلہ رحمی کس طرح کریں حالانکہ پرانے پن نے انہیں پیس ڈالا ہے۔ ان پر پتھروں اور مٹی نے اپنا سایہ کیا ہوا ہے، وہ زندگی کے بعد مر چکے ہیں اور تر وتازہ حیات کے بعد بوسیدہ ہڈیاں ہو چکے ہیں۔ ان کی وجہ سے دوستوں کو تکلیف ہوئی اور وہ مٹی میں سکونت پذیر ہو چکے ہیں اور ایسا کوچ کیا ہے کہ جس سے پلٹا نہیں جا سکتا۔ وہ واپس آنے کی خواہش تو کرتے ہیں لیکن انہیں اپنی اس آرزو سے روک دیا گیا ہے اور وہ کبھی بھی واپس نہیں آ سکتے۔ بلکہ یہ تو کہنے کی ہی بات ہے۔ ان کے سامنے ایک برزخ ہے قبر سے مبعوث ہونے کے دن تک اور گویا تم بھی اسی حالت میں ہو گئے ہو جس میں وہ ہیں اور تم بھی وہاں پہنچ گئے ہو جہاں وہ پہنچے ہیں تو تمہاری کیا کیفیت ہوگی اور جب امور اپنی انتہا کو پہنچ گئے اور قبروں میں رہنے والوں کو نکالا گیا اور جو ان کے دلوں میں ہے اسے ظاہر کیا گیا اور ان کا پالنے والا ان کی حالت سے باخبر ہوگا اور گویا کہ خدا کی قسم میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں شہنشاہ معظم کے سامنے حساب کے لیے کھڑا کیا گیا ہے اور دل اڑ رہے ہیں۔ گزشتہ گناہوں کے ڈر سے، حجاب اور پردے درمیان سے اٹھا دیے گئے۔ عیوب اور بھید ظاہر ہو گئے۔ شک وریب جاتا رہا۔ وہاں ہر نفس کو اس کے کیے ہوئے کا بدلا دیا جائے گا اور بیشک خدا جلدی حساب لینے والا ہے۔ خداوند عالم ہمیں اور تمہیں اپنی کتاب پر عمل کرنے والا اور اس کے رسول کی سنت کی اتباع کرنے والا قرار دے تا کہ ہمیں اپنے فضل وکرم سے اقامت کے گھر میں جگہ دے اور بیشک وہی اپنے رحمت کی وجہ سے لائق حمد وبزرگی ہے۔

خطبہ مدح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم:

(حذف اسناد کے ساتھ) سعید بن عمیر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا حمد ہے اس خدا کے لیے جس نے زمینوں کو بچھایا اور آسمانوں کو سہارا دیا۔ جس نے شقی و سعید، گمراہ و ہدایت یافتہ دلوں کو ان کی فطرت پر پیدا کیا۔ خدایا اپنی باشرافت رحمتیں اور بڑھنے والی برکتیں قرار دے۔ ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو تیرے رسول اور تیرے حبیب ہیں۔ گزشتہ انبیاء کے خاتم، بند دروازوں کے کھولنے والے حق کا اعلان کرنے والے، سچی بات کرنے والے، اباطیل کے لشکروں کو دفع کرنے والے، گمراہ لوگوں کے فتنوں کا قلع قمع کرنے والے پوری قوت کے ساتھ تیرے امر کو کھڑے ہوئے تیری مزید رضا کو چاہتے ہوئے نہ قدم پیچھے ہٹا نہ عزم میں کمزوری آئی۔ تیرے عہد کی رعایت کرتے ہوئے۔ تیری محبت کی حفاظت کرتے ہوئے یہاں تک کہ روشنی لینے والے کے لیے آگ روشن کر دی اور بھٹکے بھولے کے لیے راستہ واضح کر دیا۔ آپ کے ذریعے لوگوں نے ہدایت حاصل کی۔ بعد اس کے کہ وہ فتنوں اور گناہوں میں غوطہ زن اور سخت تاریکی میں مخبوط الحواس پھر رہے تھے۔ اور احکام کے چراغ بلند میناروں پر روشن ہو گئے وہ تیرے امانت دار ہیں کہ جنہیں امین بنایا گیا ہے اور تیرے مخزونِ علم کے خزانہ دار ہیں اور جزا و سزا کے دن تیرے گواہ ہیں اور عالمین پر تیری حجت ہیں اور حق لے کر تیرے بھیجے ہوئے اور مخلوق کی طرف تیرے رسول ہیں۔ خدایا اپنے سایہ رحمت میں انہیں وسعت عطا فرما اور اپنے فضل سے چند در چند خیرات کی انہیں جزا دے۔ خدایا ہمیں اور انہیں پہنچانے والی زندگی برقرار رہنے والی نصیحت انتہائی مرغوب اشیاء اور ثابت رہنے والی منتہی، اطمینان، اطراف راحت اور کرامت کے صحنوں میں جمع کر دے۔

خطبات پند و نصائح:

(حذف اسناد سے) عبد خیر سے مروی ہے کہ آپ نے مجھ سے فرمایا خیر یہ نہیں کہ تیرا مال اور اولاد زیادہ ہو۔ بلکہ خیر یہ ہے کہ تیرا عمل کثیر اور حلم عظیم ہو۔ دنیا میں خیر صرف دو اشخاص کے لیے ہے ایک وہ جو گناہ کرنے کے بعد توبہ کے ساتھ ان کا تدارک کرے اور دوسرا وہ شخص جو اچھے کاموں میں جلدی کرے اور تقویٰ کے ساتھ کوئی عمل بھی کم نہیں۔ اور وہ عمل کم بھی کس طرح ہو سکتا ہے جس کو سند قبولیت مل جائی ہو۔

(حذف اسناد کے ساتھ) جعفر بن محمد نے اپنے والد کے حوالہ سے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا حضرت امیر المومنین نے ایک جنازہ کی مشایعت فرمائی جب جنازہ مسجد میں رکھ دیا گیا تو جنازہ والوں کی چیخ و پکار بلند ہوئی اور وہ آہ و بکا کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا تم کس بات پر روتے ہو۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ اس چیز کو دیکھیں جو صاحب جنازہ دیکھ رہا ہے تو وہ چیز انہیں رونے سے غافل کر دے۔ خدا کی قسم اس (عزرائیل) کے لیے انہیں بار بار آتا ہے یہاں تک کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہے گا پھر آپ ان کے درمیان کھڑے ہو گئے اور

فرمایا میں تمہیں خوف خدا کی وصیت کرتا ہوں اللہ کے بندو اس نے تمہارے لیے مثالیں بیان کی ہیں اور موت کا وقت معین کیا ہے تمہیں کان عنایت فرمائے جو یاد رکھ سکتے ہیں ان چیزوں کو جو ان کی حسب پسند ہیں اور ایسے دل دیے جو سمجھتے ہیں ان باتوں کو جو اچانک ان پر وارد ہوتی ہیں۔ خداوند عالم نے تمہیں فضول پیدا نہیں کیا اور تمہیں بھلا بھی نہیں دیا بلکہ وسیع نعمتوں اور خوشگوار احسانات سے تمہیں مکرم کیا ہے۔ اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو اور طلب میں شوق کرو اور عمل کی طرف پشیمانی سے قبل اور لذتوں کو ختم کرنے والی اور اجتماعات کو جدا کرنے والی سے قبل جلدی کرو، دنیا کی نعمتوں کو ہمیشگی نہیں۔ اس کی تکالیف سے مامون نہیں رہا جا سکتا۔ یہ دھوکہ باز اور حیلہ ساز ہے۔ گرنے والا سہارا ہے۔ زائل ہونے والی نعمت ہے خراب ہونے والا مقام ہے۔ اللہ کے بندو! عبرتوں کے ساتھ وعظ حاصل کرو اور ڈرانے والی چیزوں کے ساتھ ڈرو، گویا موت کے پنجے تم میں معلق ہو چکے ہیں۔ مصیبت تمہیں اپنے گھیرے میں لے چکی ہے۔ نفخ صور، قبروں سے اٹھنا، محشر کی طرف جانا اور اٹھنے کے بعد حساب و کتاب کے لیے ٹھہرنے کی وجہ سے اور دنیا کو ختم کرنے والی چیزیں تمہیں ڈھانپ چکی ہیں۔ مخلوق اپنے پیدا کرنے والے اور واپس بلانے والے کے پاس حاضر ہو گئی ہے اور نفس اپنے چلانے والے اور گواہی دینے والے کے پاس آ گیا ہے اور ہر چھوٹی بڑی اور عظیم و حقیر چیز کو پرکھا جا رہا ہے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک رہی ہے۔ کتابیں رکھ دی گئی ہیں اور اس دن کی وجہ سے شہروں میں اضطراب آ گیا ہے اور بندے خضوع و خشوع سے کھڑے ہیں اور منادی ایک قریب جگہ سے پکار رہا ہے جانور محشور ہو چکے ہیں اور نفوس جوڑا جوڑا بنائے گئے ہیں اور جہنم کی آگ کو ظاہر کیا گیا ہے اس کے شعلے اٹھ رہے ہیں اور اس کو زیادہ گرم کیا جا رہا ہے۔ پس اللہ سے ڈرو اے اللہ کے بندو اس کا رحم چاہتے ہوئے۔ جو خدا سے ڈرتا ہے اور بصیرت رکھتا اور نصیحت حاصل کرتا ہے وہ جلدی استغفار طلب کرتا اور بھاگ کر نجات حاصل کرتا ہے اور معاد کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ اپنی پشت زاد راہ رکھتا ہے۔ اللہ انتقام لینے کے لیے کتاب خصومت جنت اور ثواب اور نعمتوں کے لحاظ سے کافی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جنت ثواب کے طور پر اور جہنم وبال و عذاب کے لیے کافی ہے۔ میں اللہ سے اپنے تمہارے لیے استغفار چاہتا ہوں۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں اس کتاب حلیہ ابونعیم کے کچھ الفاظ جو کہ فصل کتاب ہیں ہم تک پہنچے ہیں حذف اسناد کے ساتھ اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

حضرت کا ارشاد یہ ہے کہ دنیا گزر جانے والا گھر اور آخرت رہنے والا گھر ہے۔ پس گزرگاہ سے جائے استقرار کے لیے کچھ لے لو اور اس کے سامنے پردے چاک نہ کرو جو تمہارے اسرار کا عالم ہے۔ دنیا کو اپنے دلوں سے نکال لو قبل اس کے کہ تمہارے اجسام سے خارج کیا جائے۔ دنیا تو تمہارے لیے جائے امتحان ہے تم اسی کے لیے تخلیق کیے گئے ہو۔ جب جنازہ اٹھتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کیا چھوڑ گیا اور ملائکہ کہتے ہیں کہ ساتھ کیا لایا ہے۔ وہ

آگے جو تمہیں کچھ فائدہ پہنچا سکے، سارا یہیں چھوڑ کے نہ جاؤ وہ تمہارے لیے مضر ہوگا۔

آپ نے فرمایا جب دیکھو کہ خداوند عالم پے در پے نعمات نازل فرمارہا ہے حالانکہ تم اس کی معصیت کررہے ہو تو اس سے ڈرو۔

آپ نے فرمایا بڑے گناہوں کے کفارہ کے اسباب میں سے فریاد کرنے والے کی فریادرسی اور مصیبت زدہ کی مصیبت کو دور کرتا ہے اور آپ نے فرمایا جب تم پشت پھیر رہے ہو اور موت تمہاری طرف بڑھ رہی ہے تو کس قدر جلد ملاقات ہونے والی ہے۔

☆ آپ نے فرمایا جو طویل امید رکھے برا عمل کرے گا اور وہ برائی جو تجھے بری معلوم ہو اس نیکی سے بہتر ہے جو تجھے خوش کرے اور بھلی معلوم ہو۔

☆ آپ نے فرمایا کہ زمانہ جسموں کو کہنہ اور امیدوں کا نیا بنا دیتا ہے۔ موت کو قریب اور امید کو دور کرتا ہے۔ جو زمانہ پر کامیابی حاصل کرلیتا ہے تھک جاتا ہے اور جس سے زمانہ کا اقتدار چھن جاتا ہے وہ مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

☆ آپ نے فرمایا مجھے تعجب ہے اس پر جو نا امید ہو جاتا ہے حالانکہ طلب بخشش اس کے پاس ہے۔

☆ آپ نے فرمایا زمین میں دو امانتیں موجود تھیں ایک اٹھ چکی ہے وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے پس دوسری سے تمسک رکھو وہ استغفار ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے خدا ان پر عذاب نازل نہیں فرمائے گا جب تک تو (رسول) ان میں موجود ہے۔ آخر آیت تک۔

☆ آپ نے فرمایا جو اپنے اور خدا کے درمیان اصلاح کرے خدا اس کے اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرے گا اور جو آخرت کے لیے عمل کرے خدا اس کے دنیا کے امور کو سنوار دے گا اور جس کا اپنے نفس میں واعظ موجود ہو خدا کی طرف سے بھی اس کا کوئی محافظ ہوگا۔

☆ آپ نے فرمایا کتنے ایسے لوگ ہیں کہ جن پر درجہ بدرجہ احسان خداوندی ہوتا رہتا ہے اور وہ خدا کی پردہ پوشی کی وجہ سے مغرور ہو جاتے ہیں اور لوگوں کا اس کے متعلق اچھی باتیں کرنا اسے مفتون کر دیتا ہے اور کس قدر فرق ہے دو عملوں کے درمیان، ایک عمل تو وہ ہے جس کی لذت ختم ہو جاتی ہے لیکن اس کا ضرر باقی رہتا ہے اور ایک وہ عمل جس کی تکلیف ختم اور اجر و ثواب باقی رہتا ہے۔

☆ آپ نے فرمایا صدقہ کے ذریعے رزق کے نزول کو طلب کرو۔ جسے یقین ہو کہ جانے والی چیز کی جگہ دوسری چیز لے لے گی وہ عطیہ دینے میں سخاوت کرے گا۔

☆ آپ نے فرمایا جسے چار چیزیں دی گئی ہیں وہ چار چیزوں سے محروم نہیں رہتا جسے دعا کی توفیق حاصل ہے

وہ قبولیت دعا سے محروم نہیں جس کے پاس توبہ موجود ہے وہ قبولیت توبہ سے محروم نہیں۔ جسے مغفرت دے گئی وہ مغفرت سے محروم نہیں جسے توفیق شکر دی گئی وہ زیادتی سے محروم نہیں۔

☆ آپ نے فرمایا اور اس کی تصدیق کتاب خدا میں موجود ہے۔ خداوند عالم دعا کے متعلق فرماتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ توبہ کے متعلق ارشاد ہے۔ سوائے اس کے نہیں اللہ پر توبہ قبول کرنا لازم ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو جہالت کی وجہ سے برے کام کرتے ہیں استغفار کے لیے فرماتا ہے جو برا کام کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر طلب مغفرت چاہے آخر آیت تک۔ اور شکر کے بارے میں ارشاد ہے۔ اگر تم شکر کرو تو ضرور تمہیں زیادہ دوں گا۔

☆ آپ نے فرمایا استغفار کرنا علیین کا درجہ ہے اور یہ ایسا نام ہے جو چھ معانی پر صادق آتا ہے۔ پہلا یہ ہے کہ کیے ہوئے پر پشیمان ہونا، دوسرا یہ کہ ترک اور دوبارہ نہ کرنے کا قصد کرنا اور تیسرا یہ کہ حقوق کو ادا کرنا تا کہ جب بارگاہ الٰہی میں جائے تو اس پر کسی قسم کی پاداش باقی نہ رہے۔ اور چوتھا یہ کہ فریضہ کو اپنے ذمے لے اور اس کو پوری طرح ادا کرے اور پانچواں یہ کہ مغموم واحزان میں اس گوشت کو پگھلائے کہ جو حرام سے اُگا ہے یہاں تک کہ اپنے جسم کو حلال کا گوشت دے اور چھٹا یہ کہ اپنے جسم کو اطاعت سے تکلیف کا مزہ چکھائے جس طرح اس نے گناہ کی لذت کا مزا لیا ہے۔

☆ آپ نے فرمایا ان لوگوں میں سے نہ بنو جو دنیا کے عمل سے آخرت کو طلب کرتے ہیں اور طویل امیدوں سے توبہ میں تاخیر کرتے ہیں۔ دنیا میں رہ کر باتیں تو زاہدوں والی کرتے ہیں اور دنیا میں عمل اس میں رغبت کرنے والوں جیسا کرتے ہیں۔ اگر دنیا میں سے تھوڑا ملے تو اس سے سیر نہیں ہوتے اور اگر زیادہ ملے تو اس پر قناعت نہیں کرتے۔ لوگوں کو تو اچھی چیز کا حکم دیتے ہیں لیکن خود اچھے کام نہیں کرتے۔ برائی سے روکتے ہیں لیکن خود نہیں رکتے۔ نیک لوگوں سے محبت رکھتے ہیں لیکن ان جیسا عمل نہیں کرتے۔ گناہگاروں سے بغض تو رکھتے ہیں لیکن خود بھی انہی میں سے ہیں جو کثرت گناہ کو ناپسند نہیں کرتے اور وہ ہمیشہ وہی کام کرتے ہیں جنہیں خدا پسند نہیں کرتا۔ انہیں اپنا نفس بھلا معلوم ہوتا ہے جب تک وہ آرام میں ہوتے ہیں اور جب مبتلا ہو جاتے ہیں تو ناامید ہو جاتے ہیں۔ جب کوئی مصیبت آتی ہے تو مضطرب ہو کر دعا مانگتے ہیں اور جب اس مصیبت سے نجات مل جاتی ہے تو غرور سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ وہ چیزیں جن کا صرف گمان ہوتا ہے اس میں نفس کے تابع ہو جاتے ہیں اور جن باتوں کا انہیں یقین ہے اس میں نفس کو اپنے تابع نہیں کرتے۔ اگر تونگر ہو جاتے ہیں تو تکبر کرنے لگتے ہیں۔ اگر محتاج ہو جاتے ہیں تو مایوس بن جاتے ہیں۔ معصیت کی طرف توجہ تو کرتے ہیں لیکن توبہ کو التوا میں ڈال دیتے ہیں۔ عبرتوں کو بیان کرتے

ہیں لیکن ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ وعظ و نصیحت میں مبالغہ کرتے ہیں لیکن خود نصیحت نہیں پکڑتے۔ وہ باتیں تو زیادہ کرتے ہیں لیکن عمل کم کرتے ہیں۔ فنا ہونے والی چیز میں رغبت اور باقی رہنے والی چیز میں تسامح برتتے ہیں۔ فائدہ کی چیز کو تاوان خیال کرتے ہیں اور تاوان کو غنیمت سمجھتے ہیں موت سے ڈرتے ہیں لیکن فنا ہونے سے پہلے سبقت نہیں کرتے۔ دوسروں کے گناہوں کو عظیم اور اپنے گناہوں و قلیل سمجھتے ہیں جو اطاعت ان سے سرزد ہوا سے کثیر اور دوسرے کی اطاعت کو کم خیال کرتے ہیں۔ وہ لوگوں پر تو طعن و تشنیع کرتے ہیں اور اپنے نفس سے نفاق برتتے ہیں۔ تونگر لوگوں کے ساتھ لغویات میں وقت گزارنا انہیں فقراء کے ساتھ بیٹھ کر ذکر خدا سے زیادہ محبوب ہے۔ دوسروں کو ہدایت اور اپنے نفس کو گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو۔ اور اپنے کو بھول جاتے ہو!۔

☆ آپ نے فرمایا جو اس حالت میں صبح کرے کہ وہ دنیا پر حریص ہو تو وہ قضائے الٰہی پر ناراض ہے اور جو اس حالت میں صبح کرے کہ جو مصیبت اس پر نازل ہوئی ہے اس کی شکایت اپنی ہی ایسی مخلوق سے کرے تو وہ خدا کی شکایت کر رہا ہے اور جو کسی غنی کے پاس جائے اور اس کی دولت کی وجہ سے اس کی عزت کرے تو اس کے دین کے دو ثلث گئے۔ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان بدن دل اور زبان کے مجموعہ کا نام ہے اور تواضع میں جسم اور زبان کا استعمال ہوتا ہے اور اگر ان کے ساتھ دل بھی ملالیا جائے تو پھر سارا دین چلا جاتا ہے۔

☆ آپ نے فرمایا کچھ لوگ اللہ کی عبادت (جنت کی) آرزو میں کرتے ہیں۔ یہ تاجروں والی عبادت ہے اور کچھ لوگ اس کی عبادت (جہنم کے) خوف سے کرتے ہیں یہ غلاموں والی عبادت ہے اور کچھ لوگ شکرانہ کے طور پر عبادت کرتے ہیں یہ شریفوں والی عبادت ہے۔

☆ آپ نے فرمایا نعمتوں کے چلے جانے سے ڈرو کیوں کہ ہر جانے والے چیز واپس نہیں لوٹتی۔

☆ آپ نے فرمایا اگر خدا نے معصیت کی وجہ سے بندوں کو جہنم کی دھمکی نہ بھی دی ہوتی تب بھی لازم تھا کہ اس کی نافرمانی نہ کی جانی چاہیے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ دونوں شعر امیر المؤمنین ہی کے ہیں:

هب البعث لم تاتنا رسله   وجاحمة النار كم تضرّم
اليس من الواجب المستحق   حياء العباد من المنعم

ترجمہ: فرض کرو کہ موت کے بعد میدان حشر میں اٹھنے کی خبر اس کے رسول ہمارے پاس نہیں لائے اور زیادہ گرمی پہنچانے والی آگ روشن نہیں کی ہے تو کیا یہ ضروری اور قابل استحقاق نہیں کہ بندے احسان

کرنے والے سے شرم وحیا کریں۔

☆ آپ نے فرمایا عبرتیں کس قدر زیادہ اور عبرت حاصل کرنے والے کس قدر کم ہیں۔

☆ آپ نے فرمایا کہ کم از کم جو چیز اللہ کی طرف سے تم پر لازم ہے یہ ہے کہ اس کی نافرمانی کرنے کے لیے اس کی نعمتوں سے امداد نہ لو۔

☆ آپ نے فرمایا مدت طویل ہونے کے باوجود کوتاہ ہے۔ جانے والا رہنے والے کے لیے عبرت ہے۔ میت زندہ کے لیے نصیحت ہے۔ گزرا ہوا کل واپس نہیں آئے گا اور آنے والے کل کا تجھے وثوق نہیں۔ اور ہر ایک دوسرے سے جدا ہونے والا اور اس سے ملحق ہونے والا ہے۔ اس دن کے لیے تیاری کرو جس دن مال واولاد کوئی نفع نہیں دے گی۔ مگر وہ جو قلب مطمئنہ کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوا۔

☆ صبر کرو اس کام کے کرنے پر جس کے ثواب کی تمہیں ضرورت ہے اور اس عمل سے باز رہو جس کے عتاب پر تم سے صبر نہیں ہو سکے گا کیوں کہ اطاعت پر صبر کرنا عذاب پر صبر کرنے کی نسبت زیادہ آسان ہے۔ تم تو گنے چنے سانس لے رہے ہو۔ امید لمبی ہے اور مدت محدود ہے اس مدت کے لیے ختم ہونا ضروری ہے اور ان سانسوں کو شمار ہونا ہے اور امیدیں لپیٹ دی جائیں گی اور تمہارے اوپر محافظ موجود ہیں وہ قابل احترام کاتب ہیں اور وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کر رہے ہو۔

☆ آپ نے فرمایا خلوتوں میں خدا کی نافرمانیاں کرنے سے بچو کیوں کہ دیکھنے والا ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔

☆ آپ نے فرمایا کتنے امید کرنے والے ہیں ایسی چیزوں کی جن تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور کتنے بنانے والے ہیں ایسے مکانات کو جن میں رہ نہیں سکیں گے۔ ان میں سے جن کو عنقریب چھوڑ کر چلے جائیں گے اور ہو سکتا ہے انہوں نے یہ مال باطل سے جمع کیا ہو۔ اور حرام مال پایا ہو اور اس سے کئی گناہوں کا ارتکاب کیا ہو اور بہت سے لوگ کسی دن کی طرف رخ کرتے ہیں لیکن اس سے پشت نہیں پھیرتے۔ اور کتنے ہیں کہ دن کی ابتدا میں ان پر رشک کیا جاتا ہے اور دن کے آخری حصے میں اس پر کھڑے ہو کر گریہ کرتے ہیں۔

☆ آپ نے فرمایا تمام زہد و پرہیز گاری قرآن مجید کے دو کلمات میں موجود ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے تاکہ تم افسوس نہ کرو اس پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل چکا ہے اور اس پر خوشی نہ کرو جو تمہیں مل گیا ہے۔ جو جانے والے کا افسوس نہ کرے اور آنے والی چیز پر خوش نہ ہو وہی زاہد ہے۔

☆ آپ نے فرمایا بہترین زہد اخفائے زہد ہے۔

☆ آپ نے فرمایا خدا سے اتنا ڈرو جتنا اس نے تمہیں ڈرایا ہے اور اس طرح ڈرو کہ اس کا اثر تمہارے اوپر

ظاہر ہو۔ دکھاوے اور شہرت کے لیے کوئی عمل نہ کرو کیوں کہ جو غیر خدا کے لیے عمل کرتا ہے خدا اسے اسی کے سپرد کر دیتا ہے جس کے لیے اس نے عمل کیا ہے۔

☆ آپ نے فرمایا وقت قریب ہے کہ جب لوگ تین چیزوں کو کھو بیٹھیں گے حلال کا پیسہ، سچی زبان اور ایسا بھائی جس سے راحت ملے۔

☆ آپ نے فرمایا موت کے لیے تیار ہو جاؤ اس کا بادل تم پر چھا چکا ہے اور ایسا گروہ بنو کہ جسے پکارا گیا وہ بیدار ہو گیا اور مقصد تک پہنچ گیا۔ تمہارے اور جنت و جہنم کے درمیان موت کے علاوہ کچھ نہیں اور جس غایت کو لمحے اور گھڑیاں ختم کر رہے ہوں وہ اس لائق ہے کہ اس کی مدت ختم ہو جائے اور وہ غائب جس کو نئے دن و رات ہنکار رہے ہوں وہ اس قابل ہیں کہ جلدی لوٹ آئیں۔ خدا رحم کرتا ہے اس بندے پر جو حکمت کی بات سنے اور اسے یاد رکھے اور اسے اخلاص کی طرف بلایا جائے یا خلاصی نفس کی طرف بلایا جائے، وہ قریب ہو اور سیدھے راستے پر چلے اور نجات پائے، اپنے رب سے محبت کرے، اپنے گناہ سے خوف کھائے، نیک ہو کر آگے بڑھے اور خالص عمل کرے اور وہ کسب کرے جو ذخیرہ بنے اور اس چیز سے اجتناب کرے جس سے ڈرایا گیا ہو، نشانہ پر تیر مارے اور انعام پائے، خواہش کو کچلے اور امید کو جھٹلائے، صبر کو نجات کی سواری بنالے اور تقویٰ موت کے وقت اس کا زادِ راہ ہو واضح راستے کو پکڑے، مہلت کے وقت کو غنیمت جانے اور اجل کی طرف جلدی کرے اور عمل کو زادِ راہ بنائے۔

☆ آپ نے دنیا کی تعریف میں فرمایا۔ وہ ایسا گھر ہے جس کی ابتدا تکلیف اور اس کا انجام فنا ہے۔ اس کے حلال میں حساب اور حرام میں عقاب ہے۔ جو اس میں تونگر ہو جائے وہ فاسد ہو جاتا ہے جو فقیر ہو وہ محزون رہتا ہے جو اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرے یہ اس سے دور بھاگتی ہے جو اس کی تحصیل سے منہ پھیر کر بیٹھ جائے اس کے پاس یہ خود چل کر آتی ہے۔

☆ آپ نے فرمایا جسے تھوڑا مال منافع نہیں دیتا اسے زیادہ بھی نہیں دے گا۔

☆ آپ نے فرمایا تجھ پر لازم ہے کہ لوگوں کے ساتھ مدارات کر، علماء کا اکرام اور بھائیوں کی لغزشوں سے چشم پوشی کر، تجھے اوّلین و آخرین کے سردار نے اپنے اس قول کے ساتھ ادب سکھایا ہے کہ جو تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کر دے۔ جو تجھ سے قطع رحمی کرے اس سے صلہ رحمی کر اور جو تجھے محروم رکھے اسے عطا کر۔

☆ جب آپ قبرستان سے گزرے آپ نے فرمایا: تم پر سلام ہو اے قبروں میں رہنے والو! تم ہمارے سلف اور ہم تمہارے خلف ہیں اور انشاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ تمہارے گھروں میں سکونت کر لی گئی ہے تمہاری بیویوں نے نکاح کر لیے ہیں۔ تمہارے مال تقسیم کر لیے ہیں۔ یہ تو ہمارے ہاں کی خبریں ہیں

افسوس! (یہ معلوم ہو کہ) تمہارے پاس کیا اطلاعات ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اگر وہ بول سکیں تو ہمیں بتائیں کہ ہم نے تقویٰ کو بہترین زادِراہ پایا ہے۔

☆ آپ نے فرمایا تعجب ہے اس شخص پر جو دعا کرتا ہے اور قبولیت کو موخر سمجھتا ہے۔ حالانکہ اس کے راستے کو تو اس نے گناہوں کی وجہ سے بند کر رکھا ہے۔

☆ آپ نے توبہ کرنے والوں کی صفت میں فرمایا۔ انہوں نے گناہوں کے درخت بوئے جوان کی آنکھوں اور دلوں کی آرزو تھی۔ لیکن اسے ندامت کے پانی سے سیراب کیا تو انہیں سلامتی کا پھل ملا اور رضائے الٰہی وکرامت خداوندی انجام میں پائی۔

خطبہ در مدح صحابہ کرام:

قرشی کہتے ہیں (حذف اسناد کے ساتھ) ابی اراکہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی۔ بعد سلام دائیں طرف مڑ کر بیٹھ گئے۔ پھر آپ رُکے رہے گویا آپ پر حزن طاری تھا۔ یہاں تک کہ دھوپ دیوار مسجد پر پڑی ایک نیزہ یا دو نیزے برابر۔ آپ نے اپنے ہاتھ الٹائے پلٹائے اور فرمایا میں نے اصحاب محمد کو دیکھا کہ آج کوئی بھی ان جیسا نہیں۔ وہ اس حالت میں صبح کرتے کہ ان کے بال پریشان، چہرے غبار آلود اور زرد ہوتے اور ان کی پیشانی پر بکری کے گھٹنے کی طرح گھٹے پڑے ہوتے۔ انہوں نے رات عبادت خدا میں سجدہ اور قیام کی حالت میں گزاری کتاب خدا کی تلاوت کرتے، وہ پیشانیوں اور قدموں کے ذریعے راحت حاصل کرتے، جب صبح ہوتی تو یاد خدا میں اس طرح مضطرب ہوتے جیسے سخت آندھی کے دن درخت میں حرکت پیدا ہوتی ہے ان کی آنکھوں سے آنسو اتنے بہتے کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے تھے۔ خدا کی قسم گویا ایسا معلوم ہوتا کہ انہوں نے رات غفلت میں کاٹی۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد آپ کو عبادت میں سستی کرتے نہ پایا گیا۔ یہاں تک کہ ابن ملجم لعین نے آپ کو ضرب لگائی۔

ابونعیم نے اپنی کتاب حلیہ میں لکھا ہے (حذف اسناد سے) حسن بصری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خوشخبری ہے ان کے لیے جو لوگوں کو پہچانتے ہیں لیکن لوگ انہیں نہیں پہچانتے۔ وہ تاریکی کے چراغ اور ہدایت کے امام ہیں۔ انہی کے سبب خداوند عالم اس امت سے فتنہ اور ظلمت کو دور کرتا ہے انہیں خداوند عالم اپنی رحمت وفضل میں داخل کرے گا۔ وہ بیہودگیاں نہیں پھیلاتے اور نہ وہ بدکار اور جھگڑالو ہیں۔

مجاہد نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ امیر المومنین نے مومن کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا اس کا غم واندوہ اس کے دل میں ہوتا ہے۔ اس کے چہرے پر خوشی ہوتی ہے۔ وہ پسند کے لحاظ سے زیادہ وسیع اور قدر ومنزلت میں بلند ہوتا ہے بلندی کو پسند کرتا ہے۔ شہرت وسمعت نہیں رکھتا۔ اس کا غم طویل اور مقصد بعید

ہوتا ہے، زیادہ خاموش رہتا ہے۔ منافع بخش چیز میں مشغول رہتا ہے۔ زیادہ شکر اور زیادہ صبر کرنے والا ہوتا ہے، اس کا دل یادِ خدا سے آباد ہوتا ہے اس کا خلق آسان اور طبیعت نرم ہوتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ مومن کی زبان اس کے دل کے پیچھے اور منافق کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے کیوں کہ مومن جب کلام کرنے کا ارادہ کرتا ہے پہلے دل میں اسے سوچتا ہے اگر وہ بات اچھی ہوتی ہے تو اسے ظاہر کرتا ہے اور اگر بری ہوتی ہے تو اسے چھپالیتا ہے اور منافق، جو اس کی زبان پر آتا ہے کہہ ڈالتا ہے معلوم نہیں ہوتا کہ کون سی بات اس کے مفید اور کون سی مضر ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ کسی بندہ کا ایمان اس وقت تک درست نہیں جب تک اس کی زبان مستقیم نہ ہو۔ اور تم میں سے جو اس کی طاقت رکھتا ہے کہ خدا کی ملاقات اس حالت میں کرے کہ اس کی زبان مسلمانوں کی بدگوئی سے بچی ہوئی ہو اور ہاتھ ان کے مال سے پاک ہوں تو اسے ایسا کرنا چاہیے۔

اور مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ اما بعد تحقیق خداوند عالم نے مخلوق کو پیدا کیا جب بھی پیدا کیا وہ ان کی اطاعت سے بے پروا تھا اور ان کی نافرمانی سے اسے کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ کیوں کہ نافرمان کی نافرمانی اسے ضرر نہیں پہنچا سکتی اور اطاعت گزار کی اطاعت سے اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

پس اس دارِ دنیا میں متقی ہی صاحبانِ فضائل ہیں۔ وہ درست بات کرتے ہیں ان کا لباس میانہ روی ہے۔ ان کی زندگی تواضع اور انکساری ہے وہ محرمات سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ انہوں نے اپنے کام نفع بخش علم کے لیے وقف کر دیے ہیں۔ اگر امید نہ ہوتی تو ثواب جزیل کے شوق اور دردناک عذاب کے خوف سے ان کی ارواح اور ان کے ابدان میں آنکھ جھپکنے کی دیر تک بھی نہ ٹھہر سکتے۔ ان کے دلوں میں خالق کی عظمت اتنی پیدا ہوگئی ہے کہ اس کے علاوہ اور چیزیں ان کی نظروں میں حقیر ہیں۔ وہ گویا جنت کو دیکھ چکے ہیں اور ان کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور وہ جہنم کو بھی دیکھ رہے ہیں اور اس کے عذاب میں اپنے کو مبتلا سمجھ رہے ہیں ان کے دل محزون ہیں لوگ ان کے شر سے محفوظ ہیں، ان کے جسم نحیف ہو چکے ہیں ان کی حاجات مختصر ہیں۔ انہوں نے چند دن صبر کیا ہے اور اس کے بدلے میں انہیں ابدی راحت نصیب ہوئی ہے۔ رات کو ان کے قدم صف بستہ ہیں۔ وہ انتہائی محترم اور بہترین نظم کے کلام کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس کو مزین کر کے اور ترتیل کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ جب وہ کسی ایسی آیت سے گزرتے ہیں جس میں جنت کی تشویق کا ذکر ہے تو اس کی خواہش میں اس کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور ان کے دل شوق و محبت سے اس کی طرف جھک جاتے ہیں اور جب کسی ایسی آیت سے گزرتے ہیں جس میں جہنم کا خوف دلایا گیا ہے تو وہ دل کے کانوں سے اسے بغور سنتے ہیں۔ انہوں نے اپنے کاموں میں

جہنم کی آواز کی تمثیل کر لی ہے۔انہوں نے اپنی پیشانیاں، گھٹنے اور قدموں کے کنارے فرش بنا لیے ہیں۔وہ اللہ کی بارگاہ میں گڑ گڑا کر جہنم سے اپنی گردنوں کو آزاد کرانے کی تمنا کرتے ہیں اور دن کے وقت وہ علماء بردبار، ابرار اور متقی ہیں۔ان کو خوف نے اس طرح چھیل دیا ہے جیسے تیر کو چھیلا جاتا ہے۔دیکھنے والا انہیں دیکھ کر مریض سمجھتا ہے حالانکہ انہیں کوئی بیماری نہیں اور دیکھنے والا کہتا ہے کہ ان کے دماغ میں خلل آ گیا ہے حالانکہ ایک امر عظیم نے انہیں پریشان کر رکھا ہے۔وہ اپنے قلیل اعمال پر راضی نہیں ہوتے اور زیادہ اعمال کو کثیر نہیں سمجھتے۔وہ اپنے راستہ ہموار کر رہے ہیں یا اہتمام میں لگے ہوئے ہیں اور اپنے اعمال سے ڈرتے رہتے ہیں۔جب ان میں سے کسی کی پاکیزگی بیان کی جائے تو اسے سخت ڈر لگتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں اپنے نفس کو دوسروں کی نسبت زیادہ جانتا ہوں۔خدایا مجھ سے مواخذہ نہ کرنا اس بات پر جو یہ کہہ رہے ہیں اور مجھے اس سے بہتر قرار دے جس کا انہیں میرے متعلق گمان ہے اور میرے وہ گناہ بخش دے جنہیں یہ نہیں جانتے۔ان میں سے ہر ایک کی علامت یہ ہے کہ تو اسے دین میں قوی یقین میں باورع، علم میں ہوشیار حکم میں صاحب عزم تونگری میں میانہ رو، عبادت میں خضوع وخشوع کرنے والا، فقر وفاقہ میں متحمل، سختی وشدت میں صابر حلال کا طلب گار، طمع سے رکنے والا دیکھے گا، نیک اعمال کے باوجود وہ خوفناک ہوگا، آپس میں صلح کے لیے کوشاں، شام اس حالت میں کرے گا کہ اس کی صحت شکر ادا کرتی ہو گی۔صبح کرے گا تو اس کا مشغلہ تفکر ہوگا۔اس سے اچھائی کی امید کی جائے گی اور اس کی بدی سے لوگ محفوظ ہوں گے۔جو اس سے قطع رحمی کرے گا یہ اس سے صلہ رحمی برتے گا۔پھسلنے کی جگہوں میں زیادہ صابر، مکارم میں وہ باوقار اور رضا کی حالت میں زیادہ شکر گزار ہوگا۔برے الفاظ سے کسی کو یاد نہیں کرے گا، کسی کی عیب جوئی کرتا نظر نہیں آئے گا۔اپنے پڑوسی کو تکلیف نہیں دے گا۔کسی کے مصائب پر اس کی شماتت نہیں کرے گا۔باطل میں داخل نہیں ہوگا۔حق سے نہیں نکلے گا۔اگر کوئی اس کے خلاف بغاوت کرے تو صبر کرے گا تا کہ خدا ہی اس کا انتقام لے۔اس کا نفس سختی میں ہوگا اور لوگ اس سے راحت میں ہوں گے۔اپنے نفس کو آخرت کی طلب میں تھکا دے گا اور اپنے آقا ومولا کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے شوق میں دنیا سے پرہیز کرے گا۔!

توصیف فقیہ:

ابونعیم کہتے ہیں (حذف اسناد کے ساتھ) عاصم بن حمزہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مکمل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس اور اس کے عذاب سے مامون نہ کرے، انہیں نافرمانی کی کھلی چھٹی نہ دے اور دوسری چیزوں میں رغبت کرنے کی وجہ سے قرآن کو نہ چھوڑے۔اس عبادت میں اچھائی نہیں جس میں علم نہ ہو اور وہ قرأت اچھی نہیں جس میں تدبر نہ ہو۔

مروّت:

آپ سے ایک شخص نے مروّت کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ کھانا کھلانا اور بھائیوں کی دیکھ بھال کرنا۔ پڑوسیوں کی تکالیف دور کرنا، پھر یہ پڑھی کہ بیشک خداوند عالم تمہیں انصاف اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

وصایا:

(حذف اسناد کے ساتھ) عامر شعبی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا لوگو یہ باتیں مجھ سے لے لو۔ اگر تم اپنی سواریوں پر سوار ہو کر انہیں نحیف و کمزور بھی بنا دو تو ایسی باتوں کو نہیں پا سکو گے۔ بندہ اپنے پالنے والے کے علاوہ کسی سے ایسی امید نہ رکھے اور گناہ کے علاوہ اسے کسی چیز کا خوف نہ ہو اور جو چیز نہیں جانتا اس کے سیکھنے سے شرم نہ کرے اور جس چیز کے متعلق اسے کوئی علم نہ ہو اور اس کی بابت اس سے سوال کیا جائے تو اس بات کے کہنے سے نہ شرمائے کہ میں نہیں جانتا۔

اور جان لو کہ صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو جسم سے ہے۔ وہ جسم کوئی جسم ہی نہیں جس میں سر نہ ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ خداوند عالم نے ایک نبی کی طرف وحی کی کہ کوئی خاندان، کوئی بستی والے ایسے نہیں کہ جو میرے لیے ایسے ہو جائیں جیسا میں دوست رکھتا ہوں پس وہ اس حالت کو چھوڑ کر ایسے ہو جائیں کہ جسے میں مکروہ سمجھتا ہوں تو ان کی پسندیدہ حالت کو ان کی ناپسندیدگی کی طرف بدل دوں گا اور کوئی اہل خانہ یا اہل بستی ایسے نہیں کہ وہ اس حال میں ہوں جسے میں ناپسند کرتا ہوں اور وہ اپنے کو ایسی حالت میں تبدیل کر لیں کہ جو مجھے محبوب ہے تو میں بھی ان کی ناپسند حالت کو ان کی پسند کے مطابق کر دوں گا۔

وصیت بنام کمیل بن زیاد:

(حذف اسناد سے) کمیل بن زیاد کہتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جبان کی طرف لے گئے۔ جب ہم صحرا میں پہنچے تو آپ بیٹھ گئے اور ایک لمبی سانس لی۔ پھر فرمایا اے کمیل بن زیاد یہ دل ظرف ہے۔ ان میں سے بہترین وہ ہے جو زیادہ حفاظت کرنے والا ہو۔ جو بات میں تمہیں کہتا ہوں اسے محفوظ رکھنا۔ لوگ تین قسم کے ہیں۔ ایک عالم ربانی ہے، ایک تعلیم حاصل کرنے والا ہے۔ جو نجات کی راہ پر چل رہا ہے، دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو فضول اور بیوقوف ہیں، بلانے والے کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ ہر ہوا کے ساتھ جھک جاتے ہیں۔ انہوں نے نورِ علم کے ساتھ روشنی حاصل نہیں کی اور قابل وثوق رکن کو اپنی پناہ گاہ نہیں بنایا۔ اے کمیل علم مال سے بہتر ہے (اس لیے) کہ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تو حفاظت کرتا ہے۔ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔ محبت علم وہ دین ہے کہ جسے اپنایا جاتا ہے۔ علم سے زندگی میں

اطاعت کسب کی جاتی ہے اور مرنے کے بعد ذکر جمیل باقی رہتا ہے۔ مال کو خرچ کرنا کم کر دیتا ہے اور علم کو خرچ کرنا اس کی زیادتی کا باعث بنتا ہے۔ علم حاکم اور مال محکوم ہے۔ اے کمیل! مال جمع کرنے والے زندگی میں مر جاتے ہیں اور علماء رہتی دنیا تک زندہ ہیں۔ ان کے جسم فوت ہوتے ہیں لیکن ان کی تصویریں دلوں میں موجود رہتی ہیں۔ پھر فرمایا ہائے افسوس! اور اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہاں بہت زیادہ علم موجود ہے اگر اس کے حاملین مجھے مل جاتے پھر فرمایا ہاں ایسے امین ملتے ہیں جو امین نہیں، وہ دین کو دنیا کا آلہ کار بناتے ہیں۔ وہ اللہ کے احسانات کے ساتھ اس کے بندوں پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لکھنے والوں سے اسے چھپاتے ہیں۔ یا ایسے لوگ ہیں جو اہل حق سے عناد رکھتے ہیں کہ پہلا شبہ جو انہیں پیش آتا ہے۔ اس سے اس کے دل میں شک پیدا ہو جاتا ہے۔ نہ وہ حامل علم بن سکتا ہے بلکہ یہ تو لذات دنیوی کے حریص ہیں۔ آسانی سے شہوت کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ انہیں زیادہ تشبیہ جنگل میں چرنے والے جانوروں سے دی جا سکتی ہے۔ اسی طرح علم حاملین علم کے مرنے سے ختم ہو جائے گا۔ لیکن ہاں زمین کبھی بھی خالی نہیں رہ سکتی ایسے شخص سے جو اللہ کی محبت کو قائم رکھتا کہ اللہ کی حجتیں بندوں پر باطل نہ ہو جائیں۔ ایسے لوگ تعداد میں تو کم ہیں لیکن قدر و منزلت کے لحاظ سے بہت بلند ہیں۔ انہی کے ذریعے خداوند عالم اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسے اپنے جیسوں تک پہنچاتے ہیں اور اپنے مشابہ اشخاص کے دلوں میں اس کی زراعت کرتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کے سبب سے خداوند عالم اپنی حجتوں کی حفاظت کرتا ہے۔ ان پر حقیقی علم اچانک وارد ہوتا ہے۔ پس ان کے لیے آسان ہوتی ہیں وہ چیزیں جنہیں نعمتوں کے پلے ہوئے مشکل سمجھتے ہیں اور انہیں انس ہو جاتا ہے ان چیزوں سے جن سے جاہل وحشت کرتے ہیں۔ وہ اہل دنیا کے ساتھ اپنے جسموں سے رہتے ہیں، لیکن ان کی ارواح ملاء اعلیٰ سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ اللہ کی زمین پر اس کے خلیفہ ہیں۔ اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ آہ کس قدر شوق ہے مجھے انہیں دیکھنے کا۔ اور میں اللہ سے اپنے اور تیرے لیے مغفرت چاہتا ہوں۔ جب تمہارا دل چاہے اٹھ کے چلے جانا۔

وصیت اپنی اولاد کے نام:

(حذف اسناد سے) ضرار بن حمزہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ امیر المومنین نے اپنے فرزندوں سے وصیت کی۔ فرمایا بیٹا لوگوں سے اچھا سلوک کرو ایسا سلوک کہ اگر ان میں نہ رہو تو تمہاری زیارت کے شائق رہیں۔ اور اگر تم وفات پا جاؤ تو وہ تم پر گریہ کریں اور یہ اشعار پڑھے:

یرید بذاکم ان یهشر الطاعتی — وان یکثر وابعدی الدعاء علی قبری

وان یمنحونی فی المجالس دوهم — وان کنت عنهم غائبا احسنوا ذکری

ترجمہ: اس سے مقصد یہ ہے کہ وہ میری اطاعت خوشی سے کریں اور میری قبر پر میرے بعد زیادہ دعا کریں اور اپنی مجالس میں اپنی محبت کے پھول نچھاور کریں اور اگر میں ان سے غائب ہو جاؤں تو میرا ذکر اچھائی سے کریں۔

ابن عباس کہتے ہیں ایک شخص نے آپ سے کہا کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا اپنے نفس سے فقر و فاقہ اور طویل عمر کی باتیں نہ کیا کرو۔

احادیث رسول ﷺ اور کلام امیر المومنینؓ:

اور یہ بات شعبی نے کہی ہے مجھے اس شخص نے بیان کیا کہ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا اور آپ سے حدیث میں لوگوں کے اختلاف کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا لوگ چار قسم کے ہیں۔ ایک منافق ہے جو ایمان کا اظہار کرتا ہے اور اسلام کو ضائع کرنے والا ہے اس کا دل ایمان کا منکر ہے۔ وہ گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا اور نہ اس کی پرواہ کرتا ہے اس نے جان بوجھ کر رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولے۔ اگر لوگوں کو اس کا حال معلوم ہو تو وہ اس سے قول رسول نہ لیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہ صحابی رسول ہے لہٰذا اس سے احادیث لے لیتے ہیں حالانکہ خداوند عالم منافقین کے متعلق خبر دے چکا ہے اور ان کے اوصاف بھی بیان کر چکا ہے۔ جیسی بھی خبر دی ہے اور صفت بیان کی ہے یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے بعد زندہ رہے۔ انہوں نے جھوٹ اور بہتان کے ذریعے ائمہ ضلالت اور جہنم کی طرف بلانے والوں کا قرب حاصل کر لیا۔ انہوں نے انہیں حکومتیں اور گورنریاں دیں اور لوگوں کی گردنوں پر سوار کیا۔ پس یہ ان کے ذریعے دنیا کھاتے کماتے رہے اور لوگ تو بادشاہوں کے ہی تابع ہوتے ہیں۔ مگر وہ کہ جسے خدا بچا لے اور ایک وہ کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو بات کہتے سنا یا کوئی کام کرتے ہوئے دیکھا پھر یہ شخص حضور ﷺ کی خدمت سے غائب رہا اور وہ قول یا فعل منسوخ ہو گیا اور اسے معلوم نہ ہو سکا اور اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ وہ منسوخ ہو گیا ہے تو اس کو بیان کرتا اور ایک وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات سنی لیکن اسے اس کے متعلق غلطی عارض ہوئی اور اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ میں نے سمجھنے میں غلطی کی تو نہ اسے بیان کرتا اور نہ اس پر عمل کرتا۔ اور ایک وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کا قول (صحیح طریقے سے) سنا اور ویسے ہی بیان کیا جس طرح سنا اور اس پر عمل بھی کیا۔ پہلے شخص کی روایت کا تو کوئی اعتبار نہیں اور نہ اس کو لینا جائز ہے اور باقی جو گروہ ہیں ان کی بازگشت ایک ہی غایت و نہایت کی طرف ہے وہ ایک ہی کنویں کا پانی پیتے ہیں اور ان کے کلام کو نور نبوت سے ہی روشنی ملی ہے اور انہوں نے شجرۂ مبارکہ سے ہی اکتساب نور کیا ہے۔ یہ تو شعبی کی روایت تھی۔

اور کمیل بن زیاد کی روایت آپ سے اس طرح ہے کہ لوگوں کے ہاتھ میں حق، باطل، سچ، جھوٹ، ناسخ، منسوخ، خاص، عام، محکم، متشابہ، محفوظ اور محکوم موجود ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں بھی آپ پر جھوٹ بولا

گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا کہ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے پس وہ اپنی جگہ جہنم میں قرار دے اور تیرے پاس حدیث لے کر چار قسم کے اشخاص آئیں گے ان کی پانچویں قسم نہیں ہے اور آپ نے (گزشتہ) چار اقسام بیان فرمائیں۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں یہ حدیث اور وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ جو مجھ پر عمداً جھوٹ بولے وہ اپنی جگہ جہنم میں سمجھے۔ ایک سو بیس صحابہ نے روایت کی ہے کہ جن کے نام میں نے اپنی کتاب "حق الیقین" میں ذکر کیے۔ باقی رہی اس حدیث کی وہ سند جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طریق سے ہے تو ہم سے بہت سے لوگوں نے بیان کیا (حذف اسناد سے) ربعی بن خراش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ میں نے سرکار رسالت کو کہتے سنا تھا کہ عمداً جو مجھ پر جھوٹ بولے وہ اپنے جائے قرار جہنم کو سمجھے۔ یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بخاری و مسلم اور مسند احمد وغیرہ میں موجود ہے۔

حضرت عمر بن خطاب کا کہنا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس مشکل سے کہ جس کے حل کرنے کے لیے ابوالحسن علیہ السلام موجود نہ ہو یا جو عبارات اسی مفہوم کو ادا کرتی ہیں:

امام احمد نے کتاب الفضائل میں کہا ہے کہ (حذف اسناد کے ساتھ) ابی میتب سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب کہا کرتے تھے کہ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اس مشکل سے جس کے حل کرنے کے لیے ابوالحسن علیہ السلام نہ ہو۔

ابن میتب کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا ایک سبب ہے اور وہ یہ کہ بادشاہ روم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب ایک خط لکھا اور ان سے کچھ مسائل پوچھے۔ ان مسائل کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کے سامنے پیش کیا لیکن کسی سے کوئی جواب نہ مل سکا پھر حضرت امیر المومنین علی کی خدمت میں پیش کیا تو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان مسائل کے مدلل اور مسکت جوابات دیے۔

مسائل:

ابن میتب کہتے ہیں کہ بادشاہ روم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ خط لکھا۔ یہ خط قیصر بن اصفر کے بادشاہ کا ہے خلیفہ عمر کی طرف۔ اما بعد میں تم سے چند مسائل کا سوال کرتا ہوں، مجھے ان کی خبر دیجیے۔ وہ کون سی چیز ہے جسے خدا نے پیدا نہیں کیا اور وہ کون سی شے ہے جسے خدا نہیں جانتا اور وہ کون سے شے ہے جو اللہ کے پاس نہیں وہ کون سی شے ہے جو سب کے سب منہ ہے اور وہ کون سے شے ہے جو سب کے سب پاؤں ہے وہ کون سے شے ہے جو سب کی سب آنکھ ہے وہ کون سے شے ہے جو سب کی سب پر ہے اس مرد کے متعلق بتاؤ جس کا خاندان و قبیلہ نہیں اور ان چار چیزوں کے متعلق جو رحم مادر میں نہیں رہیں اور اس شے کے متعلق جو سانس لیتی ہے لیکن اس

میں روح نہیں اور ناقوس کے متعلق کہ وہ کیا کہتا ہے اور اس کوچ کرنے والے کے متعلق کہ جس نے ایک ہی مرتبہ کوچ کیا اور اس درخت کے بارے میں کہ جس کے سایہ میں گھوڑا سوار سو سال تک چلتا رہے تو اس کو عبور نہ کر سکے۔ اس کی مثال دنیا میں کیا ہے اور اس جگہ کے متعلق کہ جس پر سورج صرف ایک مرتبہ اور اس درخت کے متعلق جو پانی سے پیدا نہیں ہوا اور اہل جنت کے متعلق کہ وہ کھاتے پیتے تو ہیں لیکن بول و براز نہیں کرتے۔ ان کی دنیا میں کون سی مثال ہے اور جنت کے دستر خوانوں کے متعلق کہ ان پر پیالے رکھے ہوں گے اور ہر پیالے میں مختلف رنگ ہوں گے جو ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے اس کی دنیا میں کون سی مثال ہے؟ اور اس لڑکی کے متعلق جو جنت کے ایک سیب سے نکلے گی اور سیب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی؟ اور اس لڑکی کے متعلق جو دنیا میں دو اشخاص کے لیے اور آخرت میں ایک کے لیے ہوگی اور جنت کی چابیوں کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کیا ہیں؟

پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ خط پڑھا اور اسی وقت اس کی پشت پر تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اما بعد! واضح ہو کہ میں تیرے خط سے مطلع ہوا۔ اے بادشاہ میں اللہ تعالیٰ کی مدد۔ قوت اور کی اور اپنے نبی محمد ﷺ کی برکت سے تجھے جواب دیتا ہوں۔ وہ شے کہ جسے خداوند تعالیٰ نے خلق نہیں فرمایا وہ قرآن مجید ہے کیوں کہ وہ اس کا کلام اور صفت ہے اور اسی طرح اللہ کی اور کتابیں جو نازل ہوئی ہیں (یعنی صفت پر اطلاق خلق نہیں ہوتا) خداوند عالم اور اس کی صفات قدیم ہیں اور وہ چیز جو خدا کے علم میں نہیں تو وہ تمہارا قول ہے کہ اس کا بیٹا، بیوی اور شریک ہے حالانکہ خدا نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور وہ چیز جو خدا کے پاس نہیں ظلم ہے کہ خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور وہ چیز جو سب کی سب منہ ہے وہ آگ ہے۔ وہ کھاتی ہے ہر اس چیز کو جو اس میں ڈال دی جائے اور جو شے سب کی سب پاؤں ہے وہ پانی ہے اور جو سب کی سب آنکھ ہے وہ سورج ہے۔ جو سب کی سب پر ہے وہ ہوا ہے اور جس کا کوئی خاندان و قبیلہ نہیں وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور جو چیز کسی رحم میں نہیں وہ عصائے موسیٰ علیہ السلام دنبہ ابراہیم، آدم علیہ السلام او حوا ہیں اور وہ چیز کہ جو روح کے بغیر سانس لیتی ہے وہ صبح ہے خدا کے اس ارشاد کی بنا پر صبح سانس لیتی ہے اور ناقوس یہ کہتا ہے **طقا طقا حقا حقا مهلا مهلا عدلا عدلاً صدقا صدقاً ان الدنيا قد غرتنا و استهترنا تمضى الدنيا قرنا قرنا مامن يوم يمضى انا الا اوهى منا ركنا ان الموتى قدا اخبرنا اانا انا حل فاستو طنا**۔ ترجمہ: طقا طقاً پتھر کے ایک دوسرے پر لگنے کی آواز کو کہتے ہیں حق بات کرو حق نرمی کرو نرمی کرنا، عدل و انصاف کرو انصاف کرنا۔ سچ بولو، سچ بولنا، بیشک دنیا نے ہمیں دھوکا دے رکھا ہے اور ہمیں اپنی محبت میں پھنسا دیا ہے اور یہ دنیا قرن بہ قرن گزر رہی ہے، دنیا کا کوئی دن نہیں گزرتا مگر یہ کہ ہمارا ایک رکن سست ہو جاتا ہے اور مرنے والے ہمیں خبر دیتے ہیں کہ ہم کوچ کر رہے ہیں باوجود اس کے ہم دنیا کو

اپنا وطن سمجھے ہوئے ہیں اور وہ چیز جس نے ایک مرتبہ کوچ کیا تو وہ طور سینا ہے۔ جب بنی اسرائیل نے نافرمانی کی حالانکہ ارض مقدس اور طور سینا کے درمیان کئی دن کا راستہ تھا پس خداوند عالم نے اس کا ایک ٹکڑا اکھاڑا اور نور کے دو پر اس کے لیے قرار دیے اور اس کو بنی اسرائیل پر بلند کیا اور اس کو بتاتا ہے خدا کا یہ قول کہ ہم نے بنی اسرائیل کو پہاڑ پر بلند کیا گویا کہ وہ ان کے اوپر ایک سایہ تھا۔ انہوں نے گمان کیا کہ وہ ان پر گر پڑے گا اور بنی اسرائیل سے کہا کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو اسے تم پر گرا دیا جائے گا۔ جب انہوں نے توبہ کر لی تو اسے اس کی جگہ پر پلٹا دیا اور وہ جگہ کہ جس پر صرف ایک مرتبہ سورج کی روشنی پڑی ہے وہ دریائے نیل کی وہ زمین ہے کہ جس وقت اسے خدا نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے شگافتہ کیا اور پانی پہاڑ کی مانند کھڑا ہو گیا اور سورج کی دھوپ کے پڑنے کی وجہ سے زمین خشک ہو گئی۔ پھر دریا کا پانی مل گیا اور وہ درخت کہ جس کے سایہ میں سو سال تک گھوڑا سوار چلتا رہے گا وہ شجر طوبیٰ ہے اور وہ سدرۃ المنتہیٰ ہے جو ساتویں آسمان پر ہے کہ جہاں تمام بنی آدم کے اعمال پہنچتے ہیں اور یہ شجرہ جنت میں سے ہے اور جنت کا کوئی قصر اور گھر ایسا نہیں کہ جس میں اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی نہ ہو اور دنیا میں اس کی مثال سورج ہے جس کی اصل ایک جگہ اور روشنی ہر جگہ ہے اور وہ درخت جو پانی کے بغیر وہ حضرت یونس علیہ السلام کا درخت ہے اور وہ آپ کا معجزہ تھا۔ خداوند عالم اس کے متعلق فرماتا ہے کہ ہم نے اس کے لیے کدو کا ایک درخت اگایا اور باقی رہا اہل جنت کا کھانا (اور بول و براز کا خارج نہ ہونا) تو دنیا میں اس کی مثال وہ بچہ ہے جو شکم مادر میں ہوتا ہے ماں کی ناف کے ذریعے غذا کھاتا ہے اور بول و براز نہیں کرتا اور باقی رہے وہ رنگ جو ایک پیالہ میں ہوں گے (اور ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے) دنیا میں اس کی مثال انڈا ہے جس میں سفید اور زرد دو رنگ ہوتے ہیں لیکن ایک دوسرے سے نہیں ملتے اور لڑکی جو سیب سے نکلے گی اس کی مثال دنیا میں وہ کیڑا ہے جو سیب سے نکلتا ہے اور سیب میں تغیر و تبدل نہیں آتا۔ اور وہ لڑکی جو دنیا میں دو اشخاص کے لیے ہوگی تو یہ کھجور کا درخت ہے جو دنیا میں میرے جیسے مومن اور تیرے جیسے کافر کے لیے ہے اور آخرت میں صرف مجھے ملے گا اور تو اس سے محروم ہوگا کیوں یہ درخت جنت میں ہوگا اور تو اس میں داخل نہیں ہوگا اور باقی رہیں جنت کی چابیاں تو وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔

ابن مسیب کہتے ہیں کہ جب قیصر نے یہ خط پڑھا تو کہنے لگا کہ یہ کلام صرف نبوت کے گھر سے ہی نکل سکتا ہے پھر اس نے سوال کیا کہ یہ جوابات کس نے دیے ہیں؟ تو بتایا گیا کہ یہ جواب محمد ﷺ کے چچا زاد بھائی کے ہیں تو اس نے آپ علیہ السلام کو خط لکھا:

سلام علیک! واضح ہو کہ میں آپ کے جوابات سے مطلع ہوا اور مجھے معلوم ہوا کہ آپ اہل بیت نبوت اور معدن رسالت میں سے ہیں آپ شجاعت اور علم سے متصف ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ روح کے متعلق (جس کو خداوند عالم نے تمہاری کتاب میں ذکر کیا ہے اس قول میں کہ تجھ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں کہہ دو کہ روح

میرے رب کا امر ہے) اپنا نظریہ بیان کیجیے۔ پس امیر المومنین علیہ السلام نے تحریر فرمایا۔ اما بعد روح ایک نکتہ لطیف اور ایک لمعہ شریف ہے جو اپنے پیدا کرنے والے کی صفت اور انشا کرنے والے کی قدرت میں سے ہے۔ اسے اس نے اپنے ملک کے خزانوں میں سے نکال کر اپنے ملک میں سکونت دی ہے یہ روح اس کے نزدیک تیرے لیے سبب اور تیرے پاس اس کی امانت ہے جب اس سے وہ لے گا جو تیرے لیے ہے تو وہ تجھ سے وہ حاصل کرے گا جو اس کے لیے ہے السلام!

امام احمد نے کتاب الفضائل میں بیان کیا اور مسند میں بھی لکھا (حذف اسناد کے ساتھ) ابی ظبیان سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت کو پیش کیا گیا جس نے زنا کیا تھا انہوں نے اس کے رجم کرنے کا حکم دیا پس لوگ اسے رجم کرنے کے لیے لے چلے۔ راستے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا، فرمایا اسے کہاں لے جا رہے ہو؟ انہوں نے آپ کو واقعہ بتایا تو آپ نے اس کو ان کے قبضے سے رہا کر دیا۔ جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے اسے کیوں رہا کر دیا آپ نے فرمایا کہ یہ فلاں قبیلہ کی مخبوط الحواس عورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین اشخاص سے قلم اٹھا لیا گیا ہے۔ سونے والے سے جب تک وہ بیدار نہ ہو، بچے سے جب تک بالغ نہ ہو اور مجنون سے جب تک اس کا دماغی توازن درست نہ ہو جائے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ”اگر علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔“

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت کو لایا گیا جس نے دوران عدت نکاح کر لیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے نکاح کرنے والے سے جدا کر دیا اور اس کا حق مہر بیت المال سے ادا کیا اور کہا کہ تم کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا: نکاح کرنے والے پر اس عورت کا حق مہر لازم ہے کیوں کہ اس نے اس کی عصمت کو حلال سمجھا ہے اور اب اس کو اس سے الگ ہو جانا چاہیے۔ جب اس کی عدت ختم ہو جائے تو وہ شخص بھی اس کی خواستگاری کر سکتا ہے۔ حضرت عمر کو یہ خبر ملی تو کہنے لگے ”اگر علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے۔“

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے چھ ماہ میں بچہ جنا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واقعہ سن کر اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو رجم نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں جو پوری رضاعت کو چاہتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا اور کہا ”خدا مجھے اس مشکل کے لیے باقی نہ رکھ جس کے حل کرنے کے لیے ابو طالب علیہ السلام کا فرزند نہ ہو۔“

ایک روایت میں ہے کہ قریش سے دو شخصوں نے ایک عورت کے پاس سو دینار امانت رکھی اور اس سے کہا ہم میں سے کسی ایک کو واپس نہ کرنا جب تک دوسرا اس کے ساتھ نہ ہو۔ وہ دونوں ایک مدت تک غائب رہے۔ پھر ان میں سے ایک عورت کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرا ساتھی مر گیا ہے اور میں وہ مال لینا چاہتا ہوں۔ اس عورت نے وہ مال اسے دے دیا۔ پھر دوسرا آیا اور اس نے مطالبہ کیا۔ عورت کہنے لگی کہ تیرا ساتھی لے گیا ہے اس نے کہا کہ کیا یہ شرط نہ تھی۔ انہوں نے اپنا مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے پوچھا کیا کوئی تیرا گواہ ہے وہ کہنے لگا یہی عورت۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس عورت سے کہنے لگے کہ کیا تم اس کی ضامن ہو؟ اس عورت نے کہا میں تمہیں خدا کی قسم دے کر کہتی ہوں کہ ہمارا معاملہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے سامنے پیش کریں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔ عورت نے واقعہ بیان کیا تو حضرت نے اس شخص سے کہا کیا تو نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم میں سے کسی کے سپرد نہ کرنا جب تک دوسرا ساتھ نہ ہو۔ اس نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا ہمارے پاس کیا لینے آیا ہے دوسرے کو لے آؤ اور مال لے جاؤ۔ وہ شخص لاجواب ہو گیا۔ وہ حیلہ باز تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے کہا کہ خداوند عالم مجھے فرزند ابو طالب رضی اللہ عنہ کے بعد زندہ نہ رکھے اور اسی کے متعلق صاحب من عباد کہتا ہے:

هل مثال قولك اذا قالوا مجاهدة   لولا على هلكنا فى فتادينا

ترجمہ: کیا تیرا قول بھی کسی کا قول ہے جبکہ ان لوگوں نے علی الاعلان کہا کہ اگر علی نہ ہوتے تو ہم اپنے فتنوں میں ہلاک ہو جاتے۔ یہ شعر ایک طویل قصیدہ کا ہے جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

حب النبى واهل البيت معتمدى   اذا الخطوب اسائت رايها فينا
ايابن عم رسول الله افضل من   ساد الانام و ساس الهام شمينا
يا ندرة الدين يافرد الرنان اصخ   بمدح مولى يرى تفضيلكم دينا
هل مثل سبقك فى الاسلام لوعرفوا   وهذا الخصلة الغراء تكفينا
هل مثل علمك ان زلوا و ان وهنوا   وقد حديث كما اصبحت تهدينا
هل مثل جهك للقران تعرفه   لفظا و معنى و تاويلا و تبينا
هل مثل صبرك از خانو او اذا فتلوا   حتى جرى ماجرى فى يوم صفينا
هل مثل بذالك للعانى اسيروا   للطفل الصغير وقد اعطيت مسكينا
يارب سهل زيار اتى مشاهدهم   يارب سهل زيار اتى مشاهدهم
يارب صبر حياتى فى محبتهم   ومحشرى معهم امين امينا

ترجمہ: نبی اور ان کے اہل بیت کی محبت پر ہمارا بھروسہ ہے جب حوادث زمانہ کی رائے ہمارے متعلق بری ہو جائے۔ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازادا اے افضل جنہوں نے لوگوں کی سرداری کی ہے اور اے وہ جس نے بنی ہاشم کی تدبیر کی۔ اے دین کے نادر موتی اے فرید زمان اپنے غلام کی مدح کو سنیے کہ جو تمہاری تفصیل کو اپنا دین سمجھتا ہے۔ اگر لوگ پہچانیں تو آپ جیسی سبقت اسلامی کس میں ہے اور ہمارے لیے تو یہی واضح فضیلت کافی ہے اور کیا آپ جیسا علم کسی میں ہے جبکہ وہ پھسل جاتے اور سست ہو جاتے اور آپ ہدایت فرماتے جیسے آج ہماری ہدایت فرماتے ہیں۔ کیا آپ جیسا کوئی جامع علوم قرآن ہے جبکہ آپ قرآن کے الفاظ معانی تاویل اور وضاحت کو جانتے ہیں۔ کیا آپ جیسا صبر کسی میں ہے جبکہ انہوں نے نے خیانت کی اور بزدلی دکھائی۔ یہاں تک کہ ہوا جو کچھ ہوا جنگ صفین میں کیا آپ جیسا کوئی راہ خدا میں خرچ کرنے والا ہے کہ آپ نے تکلیف میں رہنے والے قیدی، یتیم اور مسکین کو عطا کیا۔ خدایا میرے لیے ان کے مشاہد کی زیارت کو آسان کر دے کیوں کہ میری روح اس مٹی سے والہانہ محبت رکھتی ہے۔ اے پانے والے میری حیات اور آخرت ان کی محبت میں قرار دے۔ امین ثم آمین!

واقعہ قاضی شریح:

(حذف اسناد سے) ابن عباس سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے بعد کسی کلام سے اتنا نفع حاصل نہیں کیا جتنا امیر المومنین علیہ السلام کے اس کلام سے کیا آپ نے مجھے خط لکھا:

سلام علیک! تجھ پر سلام ہو۔ اما بعد تحقیق انسان کو اس چیز کا فوت ہونا برا معلوم ہوتا ہے کہ جس کو اسے ملنا ہی نہ تھا اور اس چیز کا حاصل ہو جانا اسے خوش کرتا ہے کہ جس کو اس سے فوت ہی نہ ہوتا تھا۔ تیری خوشی اس چیز میں نہ ہونی چاہیے جو امور آخرت میں تجھے حاصل ہو جائے اور افسوس اس بات پہ ہونا چاہیے جو آخرت کے ہی امور میں فوت ہو جائے اور دنیا کی جو چیز تیرے ہاتھ سے نکل جائے اس پر کبھی افسوس نہ کرنا اور تیرا ہم وغم مابعد الموت کے لیے ہونا چاہیے۔ والسلام!

عکرمہ کہتا ہے کہ ابن عباس نے کچھ لوگوں کی باتیں سنیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بدگوئی کر رہے تھے۔ آپ ان لوگوں سے کہنے لگے تم پر افسوس ہے کہ تم اس شخص کی بات کرتے ہو جو جبریئل کے قدموں کی آہٹ اپنے گھر کے اوپر محسوس کرتا تھا اور بیشک خداوند عالم نے اپنے اصحاب رسول کو قرآن مجید میں عتاب وسرزنش کی ہے اور علی کا ذکر خیر سے ہی کیا ہے۔

کلام برائے ابتلاء ومصائب:

ابوراکہ نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ مصائب وابتلا کی ایک انتہا ہے جہاں جا کر وہ رک جاتے ہیں۔ پس عاقل کا طریق کار یہ ہے کہ مصیبت کے وقت ٹھہر جائے۔ یہاں تک

کہ اس کا وقت ختم ہو جائے کیوں کہ ان کے ختم کرنے میں حیلہ بازیاں انہیں مزید بڑھا دیتی ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جبکہ آپ نے ایک شخص کو دنیا کی مذمت کرتے ہوئے سنا۔ اے دنیا کی مذمت کرنے والے حالانکہ تو اس کے دھوکے میں آیا ہوا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ دنیا میں کب تجھے اپنے طرف رغبت دلائی یا کب اس نے تجھے دھوکا دیا۔ کیا تیرے آباؤ اجداد کے پرانے ہو جانے والی جگہ کے ساتھ جہاں وہ پڑے تھے یا مٹی کے نیچے تیری ماں اور دادیوں کے سونے کی جگہ سے کتنی مرتبہ تو نے اپنے ہاتھوں ان کی تیمارداری کی، ان کے لیے تو شفا چاہتا اور حکیموں سے ان کی دوا پوچھتا لیکن تیری شفقت ان کے لیے فائدہ مند نہ ہو سکی اور تیری کوشش انہیں بے پروا نہ کر سکی اور اپنی پوری طاقت سے ان کی بیماری کو نہ روک سکا۔ دنیا ایک سچا گھر ہے اس کے لیے جو اس کی تصدیق کرے اور عافیت کی جگہ ہے اس کے لیے جو اس سے زادِ راہ اکٹھا کرے اور وعظ و نصیحت کا گھر ہے۔ اس کے لیے جو اس سے نصیحت لے۔ خدا کے دوستوں کی مسجد اور ملائکہ کی جائے نماز ہے۔ خدا کی وحی کے اترنے کی جگہ اور اولیائے خدا کی تجارت گاہ ہے۔ انہوں نے اس میں رہ کر رحمت کسب کی اور جنت حاصل کی ہے۔ پس کون اس کی مذمت کرتا ہے حالانکہ دنیا نے اپنے فراق کی خبر دی ہے اور اپنی جدائی کی منادی کی ہے اور اپنے اور اپنے رہنے والوں کے اوصاف بیان کیے ہیں اور اپنے مصائب و آلام کی تصویر کشی کی ہے اور انہیں خوشی کے گھر کی طرف ہنکایا ہے۔ نعمات کا تذکرہ کیا ہے اور اس نے اپنی نعمات کے ذریعے پاکیزہ اثرات یاد دلائے ہیں۔ پشیمانی کی صبح کو لوگ اس کی مذمت کرتے ہیں اور دوسرے لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اس نے انہیں قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے باخبر کیا ہے اور قیامت کے دن سے ڈرایا ہے۔

قرآن مجید کے متعلق آپ کا کلام:

عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں نے امیر المومنین سے سنا جبکہ آپ سے ایک شخص نے قرآن مجید کے متعلق سوال کیا تو فرمایا وہ اللہ کا کلام ہے تم پر لازم ہے اللہ کی کتاب سے تمسک کرنا۔ وہ ایک مضبوط رسی ہے واضح نور ہے۔ صراط مستقیم ہے، نفع بخش شفا ہے، سیراب کرنے والا ہے، تمسک کرنے والے کے لیے بچاؤ ہے۔ اس سے تعلق رکھنے والے کے لیے نجات ہے، وہ ٹیڑھی نہیں ہوتی کہ اسے سیدھا کیا جائے۔ بار بار پڑھنے سے وہ پرانی نہیں ہوتی۔ جو قرآن کی بات کرے وہ سچا ہے اور جو اس پر عمل کرے وہ (صلحاء) سے ملحق ہونے والا ہے۔

جو سدی نے آپ سے روایت کی ہے ہر شخص کی قیمت وہ چیز ہے جو اسے حسین بنائے اور آپ کے اس قول پر شاعر کہتا ہے:

قال علی ابن ابیطالب — وھو اللبیب العالم المتقن

کل امرء قیمتہ عندنا — وعند اھل الفضل مایحسن

ترجمہ: علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اور وہ عقل مند اور پختہ عالم ہیں ہر شخص کی قیمت ہمارے اور اہل فضل کے نزدیک وہ چیز ہے جو اسے حسین بنائے۔

اہل شام:

آپ نے اپنے اصحاب میں سے ایک گروہ کو جنگ صفین کے دنوں اہل شام کی مذمت کرتے ہوئے سنا (تو فرمایا) میں تمہارے لیے اچھا نہیں سمجھتا کہ تم سب وشتم کرو لیکن اگر تم ان کے حالات بیان کرو تو درست بات ہوگی اور زیادہ بلیغ عذر ہوگا اور اگر یہ کہو (تو بہتر ہے) خدایا ان کے اور ہمارے خون محفوظ کر۔ ہمارے اور ان کے درمیان صلح قرار دے اور انہیں گمراہی سے ہدایت دے تاکہ وہ شخص حق کو پہچان لے جو جاہل ہے اور لغویات سے رک جائے جن میں وہ پڑا ہوا ہے اور امام احمد نے مسند میں ذکر کیا ہے (حذف اسناد کے ساتھ) شریح بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اہل شام کا ذکر ہوا جبکہ آپ عراق میں تھے تو آپ سے کہا گیا آپ ان پر لعنت نہیں کرتے۔ فرمایا کہ نہیں میں رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا تھا کہ ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس آدمی ہیں۔ جب ان میں سے ایک مرجاتا ہے تو خداوند عالم اس کی جگہ دوسرا بدل دیتا ہے۔ ان کے ذریعے بارش ہوتی ہے اور ان کے ذریعے دشمن پر نصرت و مدد حاصل ہوتی ہے اور انہیں کی وجہ سے اہل شام سے عذاب کو پھیر دیا جاتا ہے۔

خوف ظلم:

مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں نے امیر المومنین کو ایک دن کہتے ہوئے سنا کہ اگر میں سعدان بوٹی کے کانٹوں پر رات بیداری سے گزاروں یا مجھے بیڑیوں میں جکڑ کر کھینچا جائے تو یہ میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں خدا سے ملاقات کروں اس حالت میں کہ میں نے اس کے کچھ بندوں پر ظلم کیا ہو یا مال دنیا میں سے کوئی چیز غصب کی ہو اور میں کسی پر کیسے ظلم کر سکتا ہوں حالانکہ نفس کہنگی کی طرف جلدی پلٹ رہا ہے اور ایک طویل مدت تک اسے مٹی میں رہنا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھے سات بادشاہیاں ان چیزوں سمیت جو ان کے آسمانوں کے نیچے ہے دے دی جائیں اس بات کے لیے میں خدا کی نافرمانی کروں، ایک چیونٹی کے بارے میں کہ اس کے منہ سے جو کا دانہ چھین لوں تو میں ایسا نہیں کروں گا اور بے شک تمہاری دنیا میرے نزدیک اس پتے سے حقیر ہے جو مکڑی کے منہ میں ہوتا ہے۔

قدر و قضا:

شعبی نے ضرار بن حمزہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کچھ مقدر ہو چکا ہے اس پر راضی رہنا اطاعت حکم ہے۔ ضرار کہتے ہیں اور آپ نے فرمایا لوگ کسی چیز کے متعلق جب یہ کہتے ہیں کہ کس قدر عمدہ ہے تو قدر و قضا اور زمانہ اس کے برے دن کو ظاہر کر دیتے ہیں۔

اور والبی نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے قدر کے متعلق سوال کیا مجھے بتائیے کہ قدر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایک تاریک راستہ ہے اس پر نہ چلو۔ پھر اس نے کہا کہ قدر کے متعلق مجھے بتائیے فرمایا خدا کا راز ہے اسے فاش نہ کرو۔ پھر اس نے کہا کہ قدر کے متعلق مجھے خبر دیں تو فرمایا گہرا سمندر ہے اس میں داخل نہ ہو۔ پھر فرمایا: اے سوال کرنے والے خدا نے تجھے جیسا تو نے چاہا ہے پیدا کیا ہے یا جس طرح اس نے چاہا ہے کہنے لگا جیسے اس نے چاہا۔ فرمایا تیرا دایاں ہاتھ تیری چاہ کے مطابق ہے یا اس کے چاہنے کے کہنے لگا اس کی چاہ پر ہے۔ پھر فرمایا کیا تیری مشیت خدا کی مشیت کے اوپر ہے یا اس کی مشیت کے ساتھ ہے یا اس کی مشیت سے الگ ہے۔ اگر تم کہو کہ اس کی مشیت کے اوپر ہے تو تم نے اللہ پر غالب ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور اگر کہو کہ اس کی مشیت کے ساتھ ہے تو تم نے شرکت کا دعویٰ کیا اور اگر کہو کہ تمہاری مشیت اس کی مشیت سے الگ ہے تو تم نے اس کی مشیت کے بجائے اپنی مشیت کو کافی سمجھا۔ پھر آپ نے فرمایا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہو۔ جب وہ شخص یہ فقرات کہہ چکا تو کہنے لگا اے امیر المومنین ان کی تفسیر مجھے بتائیے۔ تو آپ نے فرمایا خدا کی نافرمانی سے اس کے بچاؤ کے بغیر نہیں بچا جا سکتا اور اس کی اطاعت پر اس کی مدد کے بغیر قوت حاصل نہیں ہوتی۔ کیا تو اللہ کے متعلق کچھ سمجھا ہے۔ کہنے لگا ہاں آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا تمہارا بھائی اب مسلمان ہوا ہے اٹھ کر اس سے مصافحہ کرو۔

توحید:

عطیہ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا میں تو اس کی عبادت کرتا ہوں جسے نہیں دیکھا اور ایک روایت میں ہے کہ اس رب کی عبادت نہیں کر جسے نہ دیکھا ہو تو وہ شخص کہنے لگا کس طرح آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے یا کہا آپ کیسے اسے دیکھتے ہیں؟ فرمایا کہ انسانی آنکھیں اسے عینی مشاہدہ کے طور پر ادراک نہیں کر سکتیں بلکہ دل حقائق ایمان کے ساتھ اس کا ادراک کرتا ہے۔ وہ چیزوں سے قریب ہے ان سے ملا ہو نہیں، ان سے دور ہے ان سے جدا بھی نہیں۔ وہ متکلم ہے نہ فکر سے اور وہ ارادہ کرتا ہے نہ سوچ کر، وہ صانع ہے آلہ سے نہیں، وہ لطیف ہے اسے خفا سے متصف نہیں کیا جا سکتا۔ وہ کبیر ہے اس کی نعت جفا نہیں، وہ بصیر ہے لیکن حاسہ نہیں، وہ رحیم ہے لیکن رعونت یا رقت سے نہیں۔ چہرے اس کی عظمت پر جھکتے ہیں اور دل اس کے خوف سے دہل جاتے ہیں۔

خطوط برائے امرائے لشکر:

اس کو شعبی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ سلام علیک۔ اما بعد اگر یہ مختصر گروہ اطاعت کی طرف پلٹ آئے تو یہی وہ چیز ہے جسے میں چاہتا ہوں اور اگر انہیں نافرمانی بدبختی کی طرف کھینچ لے جائے تو ان لوگوں کو

ساتھ لے کر اٹھ جو تیری اطاعت کرتے ہیں ان کے مقابلے میں جو نافرمان ہیں اور مدد طلب کر ان لوگوں سے جو تیرے مطیع ہیں ان کو چھوڑ کر جو تجھ سے پہلوتہی کرتے ہیں کیوں کہ جس کو مجبور اً لایا جائے اس کا غائب رہنا حاضر ہونے سے بہتر ہے اور اس کا عدم وجود سے بہتر ہے اور اس کا بیٹھا رہنا اٹھنے سے بے پرواہ کر دیتا ہے!

علم نجوم:

عکرمہ نے ابن عباس اور شعبی نے اراکہ سے روایت کی ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام مقام ابنار یا کوفہ سے خوارج کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے نہروان کی طرف مڑے تو آپ کے ساتھ مسافرین عوف بن احمر بھی تھا اور وہ علم نجوم میں درک رکھتا تھا۔ اس نے عرض کیا اے امیر المومنین علیہ السلام آپ اس ساعت میں کوچ نہ کیجیے، دن کی تیسری ساعت میں کوچ کریں۔ آپ نے فرمایا کیوں؟ وہ کہنے لگا کہ اگر آپ اس ساعت میں چلے تو آپ اور آپ کے ساتھی سختی و مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے اور اگر تیسری ساعت میں چلے تو کامیاب و کامراں ہوں گے تو آپ نے فرمایا اللہ وہ ہے کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور مومنین کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔ خداوند عالم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا ہے کہہ دو کہ میں اپنی ذات کے نفع و نقصان کا مالک نہیں مگر جو خدا چاہتا ہے اور اگر میں غیب کو جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور برائی مجھے چھو نہ سکتی۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی نجومی یا کاہن کی تصدیق کرے گویا اس نے اس چیز کو جھٹلایا جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ کافر ہے اور میں نے آپ کو کہتے سنا مجھے اپنی امت سے دو چیزوں کا خوف ہے نجومی کی تصدیق کرنا اور قضا و قدر کو جھٹلانا۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میری اس گھوڑی کے پیٹ میں کیا ہے۔ کہنے لگا اگر میں حساب کروں تو جان سکوں گا۔ آپ نے فرمایا جو شخص تیرے اس قول کی تصدیق کرے اس نے قرآن کی تکذیب کی۔ خداوند عالم فرماتا ہے کہ بیشک اللہ کے پاس ہے علم الساعۃ (قیامت کا علم) الخ جس چیز کے علم کا تو نے دعویٰ کیا ہے اس کا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ذکر نہیں کیا پس جو تیرے قول کی تصدیق کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جو خدا کے علاوہ اور شرکاء کا قائل ہو۔ خدایا کوئی نیک فال نہیں ہے مگر تیری فال اور کوئی اچھائی نہیں ہے مگر تیری طرف سے اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اے ابن احمر! ہم تیری تکذیب کرتے اور مخالفت کرتے ہیں اور اسی ساعت میں کوچ کرتے ہیں جس سے تو نے روکا ہے پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم علم نجوم کے سیکھنے سے بچو مگر جس سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں رہبری حاصل کی جائے۔ نجومی کافر ہے اور کافر آتش جہنم میں ہے۔ اے احمر کے بیٹے خدا کی قسم اگر مجھے یہ خبر پہنچی کہ تم آج کے بعد علم نجوم میں غور و خوض کرتے ہو تو میں تمہیں بہتان باندھنے والے شخص کی طرح کوڑے لگاؤں گا اور تمہاری اور اپنی زندگی بھر تمہیں قید میں رکھوں گا اور تجھے بخشش سے محروم کر دوں گا اور جب تک تم زندہ اور میں حکمراں رہا۔ پھر آپ اسی ساعت میں

چلے جس میں اس نے منع کیا تھا اور خوارج پر فتح پائی اور انہیں ہلاک کر دیا۔ پھر فرمایا ہم نے تو کسریٰ وقیصر کے تخ وحمیر کے شہر اور باقی تمام شہر بغیر نجومی کے کہنے سے فتح کیے ہیں۔

لوگو! اللہ پر توکل رکھو اسی سے ڈرو اور اسی پر اعتماد کرو۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اگر ہم اس ساعت میں چلتے جس کا ارشاد نجومی نے کیا تھا تو لوگ کہتے کہ ہمیں نجومی کے کہنے پر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ پس اللہ پر بھروسہ رکھو اور جانو کہ یہ ستارے تو چراغ ہیں کہ جنہیں زینت اور شیاطین کو مارنے کے لیے بنایا گیا ہے اور خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں ان سے رہبری لی جاتی ہے۔

اور نجومی تو رسولوں کی ضد ہیں اور یہ تکذیب کرتے ہیں اس چیز کی جو رسول خدا کی طرف سے لے کر آئے ہیں۔ یہ قرآن اور شریعت کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ یہ تو ظاہری انسان کا پردہ ڈال لیتے ہیں اور باطنی طور پر انبیاء کا مذاق اڑاتے ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں خدا کہتا ہے۔ ان کی اکثریت اللہ پر ایمان لانے کا دعویٰ نہیں کرتی مگر یہ وہ مشرک ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ابن احمر نے کہا امیر المؤمنین علیہ السلام آپ اس ساعت میں نہ جایئے۔ آپ نے فرمایا کس لیے وہ کہنے لگا چونکہ قمر در عقرب ہے۔ آپ نے فرمایا ہمارا قمر یا ان کا!......اور یہ بہترین جواب ہے۔

قضائے حوائج کا تذکرہ:

حسن بصری نے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے جریر بن عبداللہ بجلی سے فرمایا اے جریر خداوند عالم کسی بندے پر کسی نعمت کا انعام نہیں کرتا مگر یہ کہ لوگوں کی حاجتیں اس کی طرف زیادہ ہو جاتی ہیں۔ پس جو ان میں کرے اللہ کی پسند کے مطابق تو اس نے اس نعمت کو بقا کے سامنے پیش کر دیا اور جو کوتاہی کرے اس میں جسے خدا دوست رکھتا ہے تو اس نے اپنی نعمت کو زوال کے لیے پیش کیا ہے۔

آپ کا کلام والدین سے کرنے کے بارے میں:

کمیل بن زیاد سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین والدین سے نیکی کرنے کی نصیحت فرمایا کرتے اور کہتے تھے اے بیٹا تمہیں ان دونوں سے نیکی کرنا چاہیے کیوں کہ ان کی دعائیں معاملہ سنوارتی اور بگاڑتی ہیں۔

میں (مؤلف) کہتا ہوں ہمارے اساتذہ نے اس موضوع کے کئی قصص کیے ہیں خبر دی۔ (حذف اسناد کے ساتھ) امام حسن بن علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ میں ایک رات اپنے والد بزرگوار کے ساتھ طواف خانہ کعبہ میں مشغول تھا جبکہ آوازیں خاموش اور آنکھیں سو چکی تھیں۔ تو آپ نے ایک پکارنے والے کی پکار کو سنا جو دردناک آواز میں کہہ رہا تھا:

یامن یجیب المضطرفی الظلم — یاکاشف الضرو البلوی مع الالم
قدنام و قدك حول البیت وانتبهوا — یدعوا و عینك یا قیوم لم تنم
هب لی بجود فضل العفو عن جرمی — یامن الیه اتی الحجاج فی الحرم
ان کان عفوك لایرجوه ذوسرف — فمن یجود علی الصاحین بالکرم

ترجمہ: اے وہ جو تاریکیوں میں مضطر کی دعا کو قبول کرتا ہے اور وہ جو ضر مصیبت اور درد کو دور کرتا ہے۔ تیرہ بارگاہ میں آنے والے تیرے گھر کے گرد سونے کے بعد بیدار ہو کر تجھ سے دعا کر رہے ہیں اے قیوم ذات حالانکہ تو نہیں سوتا۔ اپنے جود و سخا کے زیادہ عفو سے میرے جرم کو بخش دے، اے وہ کہ حرم میں جس کے پاس حاجی آئے ہیں اور اگر اپنے نفس پر ظلم کرنے والا تیرے عفو کی امید نہ رکھے تو گنہ گاروں پر کون کرم کی بارش کرے گا!

امام حسن علیہ السلام کہتے ہیں کہ مجھے فرمایا اے بیٹا کیا اپنے گناہ پر بلند آواز سے رونے والے کی آواز تم نہیں سن رہے جو اپنے رب سے معافی طلب کر رہا ہے، جاؤ اور اسے میرے پاس لے آؤ۔ میں اس کے پاس گیا اور اس سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی تمہیں بلا رہے ہیں۔ وہ کہنے لگا سمعاً و طاعاً یعنی میں ان کے حکم کو سننے اور ان کی اطاعت کے لیے تیار ہوں۔ پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے سلام کیا آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد فرمایا تیرا نام کیا ہے۔ کہنے لگا منازل بن لاحق۔ آپ نے فرمایا تو عرب ہے اس نے کہا کہ ہاں، تو فرمایا تیری کیا حالت اور داستان ہے۔ وہ رو پڑا اور کہنے لگا کیا قصہ ہے اس کا جسے گناہوں نے (ہلاکت کے) سپرد اور عیبوں نے قید کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا تفصیل سے اپنے حالات بتاؤ۔ کہنے لگا میں ایک نوجوان تھا جو لہو و لعب اور مستی میں لگا ہوا تھا۔ میرے والد مجھے وعظ و نصیحت کرتے اور کہتے کہ بیٹا جوانی کی بیہودگیوں اور لغزشوں سے بچو کیوں کہ اللہ کی طرف سے حملہ اور ایسے انتقامات ہیں جو ظالمین سے دور نہیں، جتنا وہ وعظ و نصیحت میں اصرار کرتا۔ میں اسے مارنے پیٹنے پر مصر ہوتا ایک دن اس نے زیادہ اصرار کیا تو میں نے اسے کافی مارا جس سے اسے تکلیف ہوئی اور اس نے قسم کھائی میں بیت اللہ الحرام کی طرف جاتا ہوں اور کعبہ کا غلاف پکڑ کر تیرے لیے بددعا کرتا ہوں پس وہ مکہ میں آیا اور غلاف کعبہ کو پکڑ کر میرے لیے بددعا کی اور یہ کہا:

یامن الیه اتی الحجاج قدقطعوا — ارض التهامة من قرب ومن بعد
انی اتیتك یامن لایجیب من — یدعوه مبتلاً بالواحد الصمد
هذا منازل لایرتد عن عققی — فخد بحقی یارحمان من ولدی
ومثل منه بحول منك جانبه — یامن تقدس لم یولد ولم یلد

ترجمہ: اے وہ ذات کہ حاجی زمین تہامہ کو نزدیک و دور سے عبور کر کے جس کے پاس آتے ہیں۔ میں

تیرے پاس آیا ہوں اے وہ واحد وصمد کہ گڑگڑا کر دعائیں مانگنے والے کو ناامید نہیں پلٹاتا۔ یہ منازل میرے نافرمانی سے نہیں باز آتے اے رحمان میرا حق مجھے میرے بیٹے سے لے کر دے۔ اپنی قوت سے اس کے جسم کے ایک حصہ کو شل کر دے اے وہ ذات جو منزہ ہے نہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی اس سے پیدا ہوا ہے۔

کہنے لگا خدا کی قسم اس کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ مجھ پر یہ مصیبت نازل ہوئی جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ اس نے اپنا دائیں طرف کا کپڑا ہٹا کر دکھایا وہ خشک ہو چکا تھا۔ کہنے لگا پھر میں اس کو راضی کرنے کی کوشش میں لگا رہا اور عجز وانکساری ظاہر کرتا رہا۔ اور اس سے کہتا کہ مجھے معاف کر دے۔ اسے مجھ پر رحم آیا اور وعدہ کیا کہ میں اس مقام پر جا کر دوبارہ تیرے لیے دعائے خیر کروں گا۔ میں نے اسے دس ماہ کی حاملہ ناقہ پر سوار کیا اور میں اس کے پیچھے چلا۔ جب ہم وادئ اوراک میں پہنچے تو ایک درخت سے ایک پرندہ اڑا جس سے اونٹنی ڈر گئی اور اس نے اسے پتھروں کے درمیان گرا دیا جس سے اس کا سر ریزہ ریزہ ہو گیا اور وہ مر گیا۔ میں نے اسے وہیں دفن کیا اور مایوس ہو کر آگے بڑھا سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ میں مشہور ہو گیا ہوں کہ باپ کی نافرمانی نے میری یہ حالت کر دی ہے اور میں اسی عذاب میں گرفتار ہوں۔

امام حسن علیہ السلام کہتے ہیں کہ اس سے میرے والد گرامی نے فرمایا کہ تجھے بشارت اے مضطر تیری فریاد رسی ہو گئی ہے۔ پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اسے حکم دیا کہ وہ اپنی تکلیف کی جگہ کو ظاہر کرے۔ آپ نے اس پر کئی بار دعا پڑھی اور اپنے دست مبارک سے اسے مس کرتے رہے۔ پس وہ تندرست ہو گیا۔ جس طرح پہلے تھا۔ قریب تھا کہ وہ شخص خوشی سے دیوانہ ہو جائے۔ اس کے بعد میرے والد گرامی نے اس سے فرمایا: اگر تیرے باپ نے تجھ سے دعا کرنے کا وعدہ نہ کیا ہوتا تو میں تیرے لیے دعا نہ کرتا، پھر فرمایا: بیٹا والدین کی بددعا سے بچو، کیوں کہ ان کی دعا سے زیادتی اور جبران بھی ہوتا ہے اور ہلاکت وتباہی بھی!

☆......☆......☆

الرياض النضرة
في مناقب العشرة

محب الدين احمد بن عبد الله الطبري

المتوفى سنة ٦٧٤هـ

باب

امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے مناقب میں اس میں بارہ فصلیں ہیں۔

فصل اول : آپ کے نسب میں

دوم : آپ کے نام اور کنیت میں

سوم : آپ کی صفت میں

چہارم : آپ کے اسلام لانے میں

پنجم : آپ کی ہجرت میں

چھٹی : خصائص میں

ساتویں : آپ کے افضل ہونے میں

آٹھویں : اس بات میں کہ آپ جنتی ہیں

نویں : فضائل میں

دسویں : خلافت میں

گیارہویں : آپ کی شہادت میں

بارھویں : آپ کی اولاد کے بارے میں

فصل اول:

آپ کے نسب کے بارے میں

عشرہ بشرہ کے انساب میں آپ کے آباواجداد کا نسب نامہ بیان ہو چکا ہے۔ آپ نسب کے لحاظ سے رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ قریب ہیں، آپ کا اور رسول اللہ ﷺ شجرہ نسب جد قریب عبدالمطلب میں جا کر ملتا ہے۔ ہاشم کی طرف منسوب ہیں۔ آپ قریشی ہاشمی ابن عم رسول اللہ ﷺ والدین کی طرف سے ہیں۔ آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔ ابوعمر وغیرہ نے کہا کہ آپ پہلی ہاشمیہ عورت ہیں۔ جس نے ہاشمی فرزند پیدا کیا۔ اسلام لائیں۔ اسلام کی حالت میں مدینہ میں انتقال فرمایا۔ جس کی نماز جنازہ میں رسول اللہ ﷺ شامل ہوئے۔ تدفین کے امور خود انجام دیے اپنی قمیص پہنائی اور کہ آنحضرت ﷺ آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ کی قبر میں لیٹ گئے۔ اربعین میں نقل کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی قمیض اتار کر آپ کو پہنائی تدفین کے امور خود انجام دیے۔ آپ کی قبر میں لیٹ گئے۔ قبر کی مٹی برابر کی۔ آنحضرت سے اس بارے میں پوچھا گیا۔ تو فرمایا اپنی قمیض اس لیے پہنائی تا کہ آپ کو جنت کا لباس پہنایا جائے۔ اور قبر میں آپ کے ساتھ اس لیے لیٹا۔ تا کہ آپ پر ضغطۃ القبر کے عذاب میں تخفیف ہو۔

آپ ابو طالب کے بعد سب لوگوں سے زیادہ میرے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتیں تھیں۔ یہ کہہ کر رسول اللہ رو پڑے کہا خدا تمہیں ماں کی جانب سے بہترین بدلہ دے وہ ایک بہترین ماں تھیں نبی کریم ﷺ کی پرورش آپ نے کی تھی۔ ابو طالب سے آپ کی مندرجہ ذیل اولاد پیدا ہوئیں۔ طالب، عقیل، جعفر، علی، ام ہانی جس کا نام فاختہ تھا۔ اور حبانہ، ابن قتیبہ اور ابو عمر نے کہا حضرت علی ابو طالب رضی اللہ عنہ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے آپ دس سال جعفر سے چھوٹے تھے۔ اور جعفر عقیل سے دس سال چھوٹے تھے۔ اور عقیل طالب سے دس سال چھوٹے تھے۔

دوسری فصل:

آپ کے نام اور کنیت کے بارے میں

اسلام سے قبل آپ کا نام علی اور کنیت ابوالحسن تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کا نام صدیق رکھا۔

ابن ابی لیلیٰ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے فرمایا صدیق تین ہیں۔ ایک حبیب مری نجار مومن آل یاسین جس نے کہا! اے میری قوم رسولوں کی اتباع کرو۔ دوسرے حزقیل مومن آل فرعون جس نے کہا تھا۔ کہ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے۔ میرا رب اللہ ہے۔ تیرے علی بن ابی طالب علیہ السلام جو ان سب سے افضل ہیں۔ اس روایت کو امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب مناقب میں بیان کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے آپ کی کنیت دو پھولوں کا باپ رکھی (دو خوشبوئیں) جابر بن عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب سے فرمایا سلام ہو تم پر اے دو پھولوں کے باپ (مراد حسن اور حسین ہیں) تھوڑے عرصے کے بعد تمہارا رکن رخصت ہو جائے گا۔

خدا کی قسم تم میرے خلیفہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد علی علیہ السلام نے فرمایا! ایک رکن رخصت ہو گیا۔ جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی وفات کے بعد فرمایا! یہ آخری رکن ہے۔ جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ احمد نے اس کو مناقب میں بیان کیا ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے آپ کی کنیت ابو تراب رکھی۔ سہل بن سعد نے روایت ہے کہ میرے پاس ایک شخص آیا۔ کہنے لگا مدینہ کا فلاں امیر آپ کو بلاتا ہے۔ تا کہ تم منبر پر بیٹھ کر علی کو گالیاں دو، آپ کو معلوم ہے کہ میں علی کو کیا کہوں گا۔

کہا آپ اس کو ابوتراب کہو گے۔ یہ سن کر سہل ہنس پڑا۔ کہا خدا کی قسم یہ لقب آپ کا رسول اللہ ﷺ نے رکھا تھا۔ علی کو یہ لقب سب سے زیادہ پسند تھا۔ ایک روز علی علیہ السلام جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، پھر کہیں تشریف لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ جناب سیدة کے پاس تشریف لائے دریافت کیا تمہارے ابن عم کہاں ہیں۔ عرض کیا وہ مسجد میں آرام فرما رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ کی پشت سے چادر الگ ہو چکی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پشت سے مٹی صاف کرنا شروع کر دی۔ اور فرماتے تھے۔ اے ابوتراب اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔ یہ نام آپ کو بے حد پسند تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کا یہ نام رکھا تھا۔ اس حدیث کو بخاری، مسلم اور ابوحاتم نے بیان کیا ہے۔ اور حدیث کے الفاظ ابوحاتم کے ہیں۔ بخاری نے بیان کیا کہ چادر پشت مبارک سے اتر چکی تھی۔ اور پشت پر مٹی لگ گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے۔ اور پشت سے مٹی صاف کرتے اور دو مرتبہ فرمایا! اے ابوتراب اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔ آپ نے روایت کیا کہ مدینہ کا گورنر اولاد مروان کا ایک شخص مقرر ہوا۔ اس نے سہل بن سعد کو بلا کر حکم دیا کہ علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دو۔ اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ کہو خدا ابو تراب پر ہے۔ (معاذ اللہ) لعنت کرے (خدا کہنے والے پر لعنت کرے) سہل نے کہا علی کو اس سے بڑھ کر اور کوئی لقب زیادہ پسند نہیں تھا۔

کوئی شخص آپ کو جب اس نام سے یاد کرتا تو آپ بہت خوش ہوتے۔ کسی نے پوچھا اس کی وجہ کیا ہے۔ کہا رسول اللہ ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے مگر علی کو گھر میں نہ پایا فاطمہ سے پوچھا تیرے ابن عم کہاں ہیں؟

عرض کیا میرے اور آپ کے درمیان تلخ کلامی ہو گئی۔ اس لیے آپ کہیں چلے گئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے کہا دیکھو علی کہاں ہیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ آپ لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کی چادر اتر گئی جس کے اس حصے کو مٹی لگ گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ مٹی صاف کرتے فرماتے اٹھو اے ابوتراب اٹھو اے ابوتراب اس کو حدیث و بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

عمار بن یاسر سے روایت ہے۔ کہ میں اور علی جنگ ذی العشیرہ میں ساتھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں قیام کیا۔ ہم نے بنو مدلج کو دیکھا کہ کھجوروں کے باغ کے چشمہ پر کام میں مصروف تھے۔ علی نے کہا اے ابو یقظان کیا ان لوگوں کے پاس چل کر دیکھو گے۔ کہ کام کیسے کرتے ہیں۔ ہم وہاں گئے ایک گھنٹے تک ان کے کام کو دیکھا۔ پھر ہمیں نیند نے گھیر لیا۔ علی رضی اللہ عنہ اور میں چل کر چھوٹی کھجوروں کے جھنڈ کے تلے مٹی پر سو گئے۔ خدا کی قسم ہم اس وقت بیدار نہ ہوئے جب تک رسول اللہ ﷺ نے اپنے قدم سے ہمیں ٹھوکر نہ دی۔ ہمارے جسم خاک آلود ہو چکے تھے۔ اس روز رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا! اے ابوتراب جب آپ کے جسم پر مٹی کو دیکھا۔

فرمایا! کیا میں تم دونوں کو آگاہ کروں۔ کہ سب لوگوں سے زیادہ بدبخت کون ہوگا۔

عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ۔ فرمایا! ایک ثمود کا وہ شخص جس نے ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں۔ دوسرا وہ شخص ہوگا جو تیرے جسم کے اس حصے پر یعنی سر کے فرق پر ضرب لگائے گا۔ جس سے تیری ریش تر ہو جائے گی۔ اس حدیث کو احمد بن حنبل نے بیان کیا۔ خجندی نے کہا آپ کی کنیت ابوقصم تھی اور لقب یعسوب امت اور صدیق اکبر تھا۔ سعادہ عدویہ کہتی ہیں۔ کہ میں نے علی کو مسجد کوفہ کے منبر پر فرماتے ہوئے سنا۔ کہ میں صدیق اکبر ہوں۔ اس حدیث کو ابن قتیبہ نے بیان کیا۔ علی سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں۔ قلعی نے اس کو بیان کیا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو علی سے فرماتے سنا۔ آپ صدیق اکبر اور فاروق ہیں۔ جو حق اور باطل کو الگ کرو گے۔

ایک روایت میں ہے کہ تم دین کے یعسوب ہو (سردار ہو) ان دونوں حدیثوں کو حاکمی نے بیان کیا ہے۔

فصل ۳:

آپ کا حلیہ مبارک

حضرت امیر درمیانے قد کے انسان تھے۔ آپ کی آنکھیں سیاہ اور چوڑی تھیں۔ خوبصورت چہرے کے مالک تھے۔ جو چودھویں رات کے چاند کی مانند روشن تھا۔ اور بڑے شکم والے تھے (مراد بڑے علم والے) ابوسعید تیمی کا بیان ہے۔ ہم لوگ اپنے بچپن کے زمانے میں اپنے کندھوں پر کپڑے رکھ کر بازار میں فروخت کیا کرتے ایک روز ہم نے علی کو آتے دیکھا۔ ہم نے کہا! بزرگ شکم والے۔ علی نے کہا! کیا کہتے ہو۔ ہم نے کہا ہم کہتے ہیں۔ بڑے پیٹ والے۔ فرمایا! ٹھیک کہتے ہو۔ جس کے اوپر والے حصہ میں علم ہے اور نچلے حصہ میں خوراک ہے۔

آپ کے دونوں کندھے چوڑے تھے۔ ایک گردن چاندی کے اقتابہ کی طرح تھی آپ کے سر پر صرف پچھلے حصہ کی طرف بال تھے۔ ابولبید نے کہا کہ میں نے علی کو وضو کرتے دیکھا۔ آپ نے سر سے عمامہ اتارا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا سر میری ہتھیلی کی طرح تھا۔ اس پر نشان تھے۔

اسحاق نے اسے بیان کیا۔ قیس بن عباد نے کہا کہ میں علم کی تلاش میں مدینہ آیا۔ ایک شخص کو جو دو چادریں اوڑھے ہوئے تھا۔ اس کی دو گتیں تھیں۔ جس نے اپنا ہاتھ عمر کے کندھے پر رکھا ہوا تھا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا۔ یہ کون شخص ہے۔

انہوں نے کہا یہ علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس حدیث کو ابن ضحاک نے بیان کیا ہے۔ دونوں حدیثوں میں تضاد نہیں ہے۔ کیوں کہ سر پر بال کا (اطلاق) اس وقت ہوتا ہے۔ جب سر کے درمیان بال ہوں۔ اگر سر کے اطراف میں بال تھے جن کو جمع کر کے دو گتیں بنائیں گئیں۔ داڑھی کے بال گھنے تھے۔ کسی نے بیان نہیں کیا کہ آپ

داڑھی پر خضاب لگاتے تھے۔ صرف سوادہ بن حنظلہ اس بات کا قائل ہے روایت میں کہ آپ کی داڑھی کے بال زرد تھے۔ مشہور یہ ہے کہ آپ کی ریش مقدس سفید تھی۔ اسمیں ایک دفعہ خضاب کیا پھر چھوڑ دیا۔ شعبی کا بیان ہے۔ کہ میں نے علی بن ابی طالب کو آپ کو سردار ریش مبارک کپاس کی مانند سفید تھے۔ اس بات کو ابن ضحاک نے بیان کیا۔ جھک کر چلتے تھے۔ آپ کا جسم مبارک قریب قریب موٹا تھا۔ کلائی اور ہاتھ بہت مضبوط تھے۔ جب جنگ میں جاتے تو ہراول چال سے جاتے تھے۔ مضبوط دل والے تھے۔ جس سے مقابلہ کیا ہمیشہ اسے پچھاڑ دیا۔ بہادر تھے جس سے لڑتے اس کو شکست دیتے تھے۔

فصل ۴:

آپ نے اسلام لانے کے بارے میں

اسلام لانے کے وقت آپ کی عمر کیا تھی۔

ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ جب علی بن ابی طالب اور زبیر اسلام لائے تو اس وقت دونوں کی عمر آٹھ سال تھی۔

ابن اسحاق نے کہا کہ علی دس سال کی عمر میں اسلام لائے۔ حسن سے روایت ہے کہ علی پندرہ سال کی عمر میں اسلام لائے یا سولہ سال کی عمر میں ایک روایت میں چودہ سال بیان کیا گیا ہے۔

ابن عمر سے روایت ہے کہ آپ تیرہ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ قطیعی نے اس کو بیان کیا ہے۔ ابوحجاج مجاہد بن جبر سے روایت ہے کہ علی بن ابی طالب اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت تھی۔

قریش سخت قحط کا شکار ہو گئے۔ ابوطالب رضی اللہ عنہ بہت بڑے عیالدار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس سے کہا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اے عباس! تیرے بھائی ابوطالب کثیر العیال ہیں۔ لوگ جس مصیبت میں گرفتار ہیں۔ ان کا آپ کو بخوبی علم ہے۔

ذرہ چلو ابوطالب کا بار ہلکا کر دیں۔ آپ کا لڑکا میں اور ایک تم لے لو اس سے آپ کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ عباس نے کہا ہاں یہ تجویز مناسب ہے۔ دونوں حضرت ابوطالب کے پاس تشریف لائے۔ آپ سے کہا ہم آپ کا بار کم کرنا چاہتے ہیں۔ اس وقت تک جب تک لوگ قحط کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ ابوطالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا عقیل کو میرے پاس رہنے دو باقی جس کو چاہو لے لو۔

ایک روایت میں ہے کہ عقیل اور طالب کو رہنے دو۔ باقی جس کو چاہو لے لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی علیہ السلام کو لیا۔ اور عباس نے جعفر رضی اللہ عنہ کو۔

علی علیہ السلام اس وقت سے ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو نبی

بنایا۔ علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت کی پیروی کی۔ آپ پر ایمان لائے۔ اور آپ کی نبوت کی تصدیق کی۔ جعفر ہمیشہ عباس کے پاس رہے۔

علی سب سے پہلے اسلام لائے:

ابن عمر سے روایت ہے کہ میں خود، ابو عبیدہ، ابوبکر اور آنحضرت کے صحابہ کی جماعت رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں موجود تھی اچانک رسول اللہ ﷺ نے علی علیہ السلام کے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا اے علی اوّل المومنین تم ایمان واسلام کے لحاظ سے اوّل المومنین ہو۔ آپ کو مجھ سے وہ نسبت حاصل ہے۔ جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھی۔ زید بن ارقم سے روایت ہے کہ سب سے پہلے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ اس روایت کو احمد بن حنبل اور ترمذی نے بیان کیا اور اس کو صحیح قرار دیا۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ علی، خدیجہ کے بعد سب سے پہلے اسلام لائے۔ ابن عمر نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ اس میں کسی نے اعتراض نہیں کیا یہ اس حدیث سے ٹکراتی ہے۔ جو ابن عباس سے راوی ہے۔ کہ پہلے ابوبکر اسلام لائے۔ مجاہد نے بھی یہی خیال کیا ہے۔ ہم نے علماء کے اقوال کو وہاں نقل کر دیا ہے۔ معاذۃ العدویہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے علی السلام کو بصرہ کی مسجد میں منبر پر فرماتے ہوئے سنا! میں صدیق اکبر ہوں۔ میں ابوبکر کے ایمان لانے سے پہلے ایمان لایا۔ اس کو معارف میں ابن قتیبہ نے بیان کیا ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے راوی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو علی علیہ السلام سے فرماتے ہوئے سنا تم سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے۔ اور میری تصدیق کی۔ اس کو حاکمی نے بیان کیا۔ سلیمان سے روایت ہے۔ اس وقت میں سب سے پہلے علی رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب سے پہلے اسلام لائے۔ ایک مرفوع حدیث رسول اللہ سے منقول ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

حوض کوثر پر سب سے پہلے علی وارد ہوں گے ایک روایت میں ہے کہ علی تم سے پہلے حوض پر وارد ہوں گے۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تم سب سے پہلے اسلام لائے۔ قلعی وغیرہ نے بیان کیا۔ ابن عباس سے روایت ہے۔ سب سے پہلے سبقت کرنے والے تین اشخاص ہیں۔ یوشع بن نون نے موسیٰ پر ایمان لانے میں سبقت کی۔ صاحب یاسین نے عیسیٰ کی طرف اور علی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی طرف۔ اس کو ابن ضحاک نے احاد اور مثانی میں بیان کیا۔

علی نے سب سے پہلے نماز پڑھی:

ابن عباس نے کہا علی کی چار ایسی خصوصیات ہیں جس میں اور کوئی آپ کا شریک نہیں ہے۔ آپ پہلے عربی وعجمی ہیں۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ اس کو ابو عمر اور اس سے ترمذی نے بیان کیا۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ علی علیہ السلام نے سب پہلے رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس کو ابوالقاسم نے

المواففات میں بیان کیا۔ ان سے روایت ہے کہ نبی کریم نے سوموار کو اعلان نبوت کیا۔ علی نے منگل کو آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ ترمذی اور ابو عمر نے نقل کیا۔ ابو عمر کے بعض سلسلہ روایات میں ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ سوموار کو منصب رسالت پر فائز ہوئے اور علی منگل کو اسلام لائے۔ بغوی نے اس کو معجم میں ذکر کیا۔ حکم بن عیینہ نے کہا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے تصدیق کی۔ اور علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے قبلہ رو ہو کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ حافظ سلفی نے ذکر کیا رافع سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سوموار کو نماز پڑھی۔ اور خدیجہ نے سوموار کے آخری حصہ میں نماز ادا کی۔ علی دوسرے روز منگل کو نماز پڑھی۔ صرف علی ہی سات سال اور کچھ ماہ لوگوں سے پہلے آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھتے رہے۔ اس کی قلعی نے بیان کیا۔

علی نے فرمایا! میں لوگوں سے سات سال پہلے رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھتا رہا۔

ایک روایت میں ہے کہ میں لوگوں سے سات سال پہلے رسول اللہ ﷺ پر اسلام لایا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں لوگوں سے تین سال پہلے رسول اللہ ﷺ کو ساتھ نماز پڑھتا رہا۔

ان احادیث کو احمد نے مناقب میں بیان کیا علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا میں خدا کا بندہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کا بھائی ہوں۔ میں صدیق اکبر ہوں میں سات سال لوگوں سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتا رہا ہوں۔ ان احادیث کو قلعی نے بیان کیا ہے۔

علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ میں نے تمام امت سے پہلے پانچ سال خدا کی عبادت کی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی کوئی عبادت نہیں کرتا تھا۔ ابو عمر نے نقل کیا۔

عفیف کندی سے روایت ہے کہ میں تاجر آدمی تھا۔ میں حج کے زمانہ میں مکہ میں آیا۔ چونکہ عباس بن عبدالمطلب تاجر آدمی تھا۔ آپ کے پاس کچھ چیزیں خریدنے کے لیے حاضر ہوا۔ خدا کی قسم میں آپ کے پاس منی میں بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک قریب کے خیمہ سے ایک شخص نکلا۔ آسمان کی طرف نگاہ کی۔ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ اسی خیمہ سے ایک عورت نمودار ہوئی۔ وہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے لگی۔ پھر ایک لڑکا باہر آیا۔ جو بلوغت کے قریب تھا۔ وہ اس شخص کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ میں نے عباس سے کہا یہ کون شخص ہے۔ کہا یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب میرے بھائی کے فرزند ہیں۔ میں نے کہا عورت کون ہے۔ کہا یہ اس کی بیوی خدیجہ بن خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔ میں نے کہا یہ نوجوان کون ہے۔ کہا یہ اس شخص کا ابن عم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے کہا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ کہا نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس شخص کا خیال ہے کہ میں نبی ہوں۔ اس وقت آپ کی پیروی صرف آپ کی اور آپ کے ابن عم یہ نوجوان کر رہے تھے۔"

اس کو یقین ہے کہ عنقریب آپ کے لیے کسریٰ اور قیصر کے خزانے نکل جائیں گے۔ عفیف اشعث بن

قیس کا فرزند ہے۔ بعد میں اسلام لایا۔ جو اچھے اسلام والا تھا۔ کہتا ہے اگر مجھے خدا اس وقت اسلام لانے کی نعمت سے نوازتا تو میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوسرا اسلام لانے والا ہوتا۔ حبۃ العربی نے کہا کہ میں نے علی علیہ السلام کو فرماتے سنا میں پہلا شخص ہوں جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ ان دونوں حدیثوں کو ابو احمد نے نقل کیا۔ نیز حبۃ العربی نے ذکر کیا کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر ایک بار ہنستے دیکھا کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں تھیں۔ ایسا میں نے آپ کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ فرمایا مجھے ابو طالب رضی اللہ عنہ کی بات یاد آ گئی۔ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بطن نخلہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو طالب رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ فرمایا تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ اے میرے بھائی کے فرزند۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کو اسلام کی دعوت دی۔ آپ نے کہا جو کچھ تم کر رہے ہو یا کہتے ہو خطرے والی بات ہے (ہرگز نہیں حضرت ابو طالب مسلمان تھے اور اسلام پر انتقال فرمایا) علی اپنے باپ کی بات سے تعجب سے ہنسنے لگے (ابو طالب کامل الایمان انسان تھے) پھر فرمایا پالنے والے میں اس امت میں کوئی ایسا بندہ نہیں دیکھتا جو میرے اور تیرے نبی کی سوا تیری عبادت کرتا ہو۔ تین مرتبہ فرمایا! میں نے سب لوگوں سے پہلے نماز پڑھی۔ احمد نے اس کو نقل کیا۔ مناقب میں یہ الفاظ مزید تحریر کیے ہیں۔ میں نے تمام لوگوں سے سات سال پہلے نماز پڑھی۔ حبۃ العربی ضعیف ہے۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی گھاٹیوں کی طرف تشریف لے جاتے۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ آپ اپنے چچا ابو طالب رضی اللہ عنہ اور تمام اعمام اور تمام قوم سے چھپ کر جاتے وہاں جا کر نماز پڑھتے۔"

ابو طالب نے کہا بیٹے! یہ کون سا دین ہے جس پر عمل کرتے ہو عرض کیا! ابا جان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہوں آپ کے ساتھ خدا کی نماز پڑھتا ہوں آپ کا کہا مانتا ہوں۔ حضرت ابو طالب نے فرمایا! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو نیکی کی دعوت دیں گے۔ آپ کا ساتھ نہ چھوڑو۔"

فصل ۵:

آپ کی ہجرت کے بارے میں:

ابن اسحاق نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد علی رضی اللہ عنہ مکہ میں تین دن اور تین راتیں قیام فرما رہے۔ رسول اللہ کے پاس جو لوگوں کی امانتیں تھیں وہ لوگوں کو واپس کیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کلثوم بن زہدم کے پاس قیام کیا۔ قباء میں ایک رات یا دو راتیں رہے۔

فصل ۶:

آپ ﷺ کی خصوصیات

آپ سب سے پہلے آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس قسم کی احادیث پہلے ایک فصل میں ذکر ہوئیں ہیں۔

قیامت میں سب سے پہلے آپ اپنا مقدمہ (اللہ کے حضور میں) پیش کریں گے

علی علیہ السلام نے فرمایا! میں سب سے پہلے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کروں گا۔ قیس نے کہا ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ "یہ دو مخالف خدا کی بارگاہ میں اپنا جھگڑا پیش کریں گے یہ لوگ مندرجہ ذیل ہیں۔ جو جنگ بدر میں آپس میں مقابلہ کیا تھا۔ علی، حمزہ، عبیدہ بن حارث، ربیعہ اور ولید بن عقبہ، ایک اور روایت میں ہے کہ علی نے فرمایا یہ آیت ھذا ن خصمان اختصموا فی ربھم جنگ بدر کے موقعہ پر ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ بخاری نے ذکر کیا۔"

نبی ﷺ کے بعد سب سے پہلے آپ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے:

علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے علی! میرے بعد سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤ گے اور اس میں بلا حساب داخل ہو گے۔ اس کو امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے اپنی مسند میں بیان کیا۔

خداوند عالم کا محبوب ہونا:

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بھونا ہوا پرندہ موجود تھا۔ آپ نے فرمایا پالنے والے میرے پاس وہ شخص بھیج جو تیرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہو اور میرے ساتھ یہ پرندہ تناول کرے۔ حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ وہ پرندہ تناول کیا۔ ترمذی نے بیان کیا۔ کہا یہ حدیث غریب ہے۔ بغوی نے مصابیح میں اس حدیث کو حسن شمار کیا۔ حربی نے حدیث نقل کرنے کے بعد یہ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پرندہ بطور ہدیہ پیش ہوا۔ علی علیہ السلام تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جانے کی اجازت طلب کی۔ میں (انس) نے کہا اجازت نہیں ہے۔ میں اس بات کو پسند کرتا تھا۔ انصار میں سے کوئی آدمی ہو۔ عمر بن شاہین نے حدیث بیان کی۔ لیکن حربی کی زیادتی بیان نہیں کی۔ انس کا قول نقل کیا کہ (رسول اللہ ﷺ) کی دعا کے بعد علی علیہ السلام تشریف لائے۔ میں نے آپ کو واپس لوٹا دیا۔ پھر تشریف لائے، پھر لوٹا دیا۔ تیسری یا چوتھی مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے علی سے دریافت کیا۔ "کیوں دیر لگائی عرض کیا۔ میں حاضر ہونے کی نیت سے آتا لیکن مجھے انس اندر آنے کی اجازت

نہیں دیتے تھے۔ انس سے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا! عرض کیا میرا مقصد تھا کہ آپ کے پاس انصار میں سے کوئی آدمی آکر پرندہ تناول کرے۔ فرمایا! انصار میں علی سے اچھا یا افضل آدمی موجود ہے؟ نجار نے انس سے روایت کی ہے۔ انس نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھونا ہوا پرندہ پیش کیا۔ آپ نے ایک لقمہ کھا کر فرمایا پالنے والے میرے پاس وہ شخص بھیج جو تمہارے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو۔ علی نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے کہا کون ہو؟ فرمایا علی ہوں۔ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کام میں مصروف ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر لقمہ تناول فرما کر وہی بات دہرائی۔ علی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا کون ہو؟ فرمایا! میں علی ہوں۔ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کام میں مصروف ہیں۔ آنحضرت نے لقمہ تناول فرما کر پہلے کی طرح بات کی۔ علی نے پھر دروازہ کھٹکھٹایا اور اپنی آواز کو بلند کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انس سے فرمایا دروازہ کھول دو۔ انس کا بیان ہے کہ علی تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دیکھ کر مسکرا کر فرمایا! شکر ہے اس خدا کا جس نے تمہیں میرے پاس بھیجا۔ میں ہر لقمہ کے بعد اللہ تعالیٰ سے کہتا تھا اس شخص کو میرے پاس بھیج جو تمام مخلوق سے تیرے اور میرے نزدیک زیادہ محبوب ہو۔ خدا نے تمہیں بھیجا۔ علی نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا۔ میں نے تین دفعہ دروازہ کھٹکھٹایا لیکن انس نے تینوں دفعہ مجھے اندر آنے سے روکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انس سے فرمایا! تم نے علی کو کیوں روکا؟ عرض کیا میں چاہتا تھا کہ یہ سعادت انصار کا کوئی آدمی حاصل کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا اپنی قوم کی محبت میں آدمی پر ملامت نہیں کی جاتی۔ سفینہ سے روایت ہے کہ ایک انصاریہ عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو پکے ہوئے پرندے دو روٹیوں کے درمیان رکھ کر بھیجے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! پالنے والے میرے پاس اس شخص کو بھیج جو تیرے رسول اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو۔ پھر راوی نے بخاری کی حدیث کا مطلب بیان کیا اور آخر میں کہا کہ علی نے رسول اللہ کے ساتھ دونوں پرندے کھائے حتی کہ ختم ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ترین آدمی:

عائشہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون شخص زیادہ پیارا تھا۔ کہنے لگیں فاطمہ۔ پوچھا مردوں میں سے کون تھا۔ کہنے لگیں فاطمہ کے شوہر تم نہیں جانتے جو بڑا روزے دار اور بہت تہجد گذار تھا۔ اس حدیث کو ترمذی نے اپنی کتاب میں نقل کیا۔ اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے عائشہ کے پاس علی کا ذکر ہوا۔ کہنے لگیں مردوں میں علی اور عورتوں میں فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھیں۔ اس حدیث کو مخلص اور حافظ دمشقی نے نقل کیا۔

معاذیہ غفاریہ کا بیان ہے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص انس تھا۔ جب آپ جنگوں میں تشریف لے جاتے تو میں آپ کے ساتھ ہوتی۔ مریضوں کی تیمارداری اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ عائشہ کے گھر میں تھے۔ علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ سے فرماتے تھے۔ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ عزت والے علی ہیں۔ علی کی منزلت کو جانو اور آپ کی تعظیم کیا کرو۔

مجمع نے کہا میں اپنے باپ کے ساتھ عائشہ کے پاس گیا میں نے آپ سے جنگ جمل میں جانے کی وجہ پوچھی۔ فرمانے لگیں خدا کی تقدیر میں ایسا لکھا تھا۔ میں نے آپ سے علی کے بارے میں پوچھا فرمانے لگیں "علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب لوگوں سے زیادہ محبوب تھے، معاویہ بن ثعبہ نے کہا کہ ابوذر مسجد رسول میں تھے ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کا پسندیدہ شخص کون ہے۔ میں جانتا ہوں جو شخص آپ کا پسندیدہ ہوگا۔ وہ رسول اللہ کا بھی پسندیدہ ہوگا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا "رب کعبہ کی قسم میرے نزدیک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک فلاں بزرگ پسندیدہ ہیں آپ نے علی کی طرف اشارہ کیا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علی کو وہ مناسبت جو سر کو جسم سے ہوتی ہے

براء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو میرے جسم سے سر کو حاصل ہے۔

علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھی

سعد بن ابن وقاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی سے فرمایا تم کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ بخاری، مسلم، ترمذی اور ابو حاتم نے اس حدیث کی روایت کیا ہے۔

سعد سے روایت ہے جنگ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا۔ علی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں خلیفہ بناتے ہیں۔ فرمایا! تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ احمد، مسلم اور ابو حاتم نے اس حدیث کو بیان کیا اور روایت میں ہے کہ فرمایا! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ دونوں حدیث کو ابن جراح نے بیان کیا۔ سعد سے روایت ہے جرف میں قیام کیا تو منافقین نے علی رضی اللہ عنہ کی نیابت میں چہ میگوئیاں کیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی کو بوجھ سمجھ کر ساتھ نہیں لے گئے۔ علی ہتھیار لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جرف میں گئے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس جنگ کے سوا کسی اور جنگ میں پیچھے نہیں رہا۔ منافق کہتے ہیں کہ آپ مجھے ایک بوجھ سمجھ کر ساتھ نہیں لے گئے۔ فرمایا جھوٹ بولتے ہیں۔ میں نے تمہیں اپنا قائم مقام بنایا ہے۔ واپس جاؤ۔

میرے اہل وعیال میں میرے نائب بنے رہو۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھی۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ سفیان سے روایت ہے کہ مجھے مہدی نے کہا ہے علی رضی اللہ عنہ کی وہ فضیلت بتایئے جو تمہارے نزدیک سب سے زیادہ اچھی ہو۔ سفیان نے کہا مجھے سلمہ بن کہیل حبہ بن عدی وہ علی سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔
اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا پالنے والے میں وہی بات کہوں گا جو میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام نے کہی تھی میرے بھائی علی کو میرا وزیر بنا۔ مجھے اس کے ذریعہ طاقت دے میرے کام میں اس کو شریک بنا۔ تاکہ ہم تیری تسبیح اور ذکر زیادہ سے زیادہ کریں تو ہمارے حالات سے آگاہ ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے علی کی خلافت ثابت ہوتی ہے حالانکہ یہ بات نہیں ہے۔

عمر سے روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے ہوئے سنا۔ اس شخص سے کہا تم منافق معلوم ہوتے ہو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو علی سے فرماتے ہوئے سنا تم کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی کے بارے میں تین ایسی باتیں بیان فرمائیں۔ میں چاہتا تھا ان میں ایک بات مجھے نصیب ہو جاتی۔ میں خود ابوعبیدہ، ابوبکر اور صحابہ کی ایک جماعت رسول اللہ کی خدمت میں حاضر تھی۔ آنحضرت ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کے شانے پر ہاتھ مار کر فرمایا یا علی تم ایمان کے لحاظ سے پہلے مومن اسلام لانے میں پہلے شخص ہو۔ تم کو مجھ سے وہ مرتبہ حاصل ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھا۔

علی کو نبی سے وہ مرتبہ حاصل تھا جو نبی کو خدا سے تھا:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے سات دن بعد ابوبکر اور علی آنحضرت کی قبر کی زیارت کرنے حاضر ہوئے علی نے ابوبکر سے کہا رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ آگے بڑھو۔ ابوبکر نے کہا میں ایسے شخص سے آگے کیسے جا سکتا ہوں جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے کہا ہو علی کو مجھ سے وہ مرتبہ حاصل ہے۔ جو میرے رب کو مجھ سے۔

علی رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ قریبی تھے:

شعبی سے مروی ہے کہ ابوبکر نے علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا جو شخص رسول اللہ ﷺ کا زیادہ قریبی اور آپ کے نزدیک زیادہ منزلت والا شخص دیکھنا چاہے ان کو علی کی طرف سے دیکھنا چاہیے۔ آپ نے علی کی طرف اشارہ کیا۔ خدا کی طرف سے جبرائیل کا آگاہ کرنا کہ علی کو رسول سے وہ مرتبہ حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھا۔ اسماء بنت عمیس سے مروی ہے جبرئیل رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا! یا محمد ﷺ! خداوند

عالم سلام کے بعد کہتا ہے کہ علی کو تم سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھی۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس کو امام رضا علیہ السلام نے بیان کیا ہے۔

جنگ تبوک میں علی رضی اللہ عنہ کو ثواب اور مال غنیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند ملا، آپ جنگ میں شامل نہیں ہوئے تھے:

انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ تبوک کے موقعہ پر علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم کو ثواب اور مال غنیمت میری مانند ملے گا۔

علی مثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں:

عبدالمطلب بن عبداللہ ابوحیطب سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کے وفد سے فرمایا۔ تمہیں اسلام لانا چاہیے ورنہ میں تمہارے پاس اپنا آدمی بھیجوں گا۔ یا فرمایا اپنی مثل آدمی بھیجوں گا جو تمہاری گردنیں اڑا دے گا۔ تمہاری اولاد کو قید کرے گا۔ تمہارا مال لے لے گا۔ عمر نے کہا! مجھے اس روز سرداری کرنے کا شوق ہوا۔ میں سینہ تان کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہوتا تھا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ عہدہ مجھے عطا فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر دو دفعہ فرمایا! یہ وہ شخص ہے۔ زید بن نفیع سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنو ربیعہ کو باز آجانا چاہیے ورنہ میں ان کے پاس اپنے نفس کی مانند آدمی بھیجوں گا جو ان میں میرا حکم نافذ کرے گا ان سے جنگ کرے گا اور ان کی اولاد کو قید کرے گا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ عمر نے پیچھے سے میری گود میں ہاتھ ڈال کر کہا اس سے کون مراد ہے۔ میں نے کہا آپ وہ شخص نہیں ہیں بلکہ جوتے کو ٹھیک کرنے والے علی مراد ہیں۔ انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ہر نبی کی امت میں اس کا ایک نظیر ہوتا ہے۔ میری نظیر علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

مخلوق کی پیدائش سے پہلے علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا ایک حصہ ہیں:

سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے میں اور علی خدا کے سامنے نور کی شکل میں موجود تھے جب آدم کو پیدا کیا تو نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ میں ہوں۔ اور دوسرا حصہ علی ہیں۔

علی کا ہاتھ نبی کے ہاتھ کی مانند ہے:

حبشی بن جنادہ نے کہا میں ابوبکر کے پاس موجود تھا آپ نے کہا جس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا ہو بیان کرے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا خلیفہ رسول اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوریں دینے کا

وعدہ کیا تھا کہا اس کو علی کے پاس لے جاؤ۔ کہا یا ابوالحسن یہ شخص کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کو تین مٹھی کھجوریں دینے کا وعدہ کیا تھا، آپ تین مٹھی کھجوریں اس کو دے دو۔ آپ نے تین مٹھیاں بھر کر اس کو دے دیں ابو بکر نے کہا اس کو گنو۔ لوگوں نے گنا ایک مٹھی میں ساٹھ کھجوریں ہوتی تھیں۔ نہ کم نہ زائد۔ ابو بکر نے کہا خدا کے رسول ﷺ نے سچ کہا۔ آنحضرت ﷺ نے ہجرت کی رات مجھ سے کہا جب ہم غار سے نکل کر مدینہ جا رہے تھے، میرا اور علی کا ہاتھ گنتی میں برابر ہے۔

علی اور نبی پر فرشتے درود بھیجتے تھے کیوں کہ وہ دونوں لوگوں سے پہلے نماز پڑھا کرتے تھے:

ابو ایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! فرشتے مجھ پر اور علی پر درود بھیجا کرتے تھے کیوں کہ ہم اس وقت نماز پڑھا کرتے تھے جب کہ ہمارے ساتھ اور کوئی شخص نماز نہیں پڑھا کرتا تھا۔

علی اور نبی ﷺ کی روح خدا خود اپنی مشیت سے قبض کرے گا ملک الموت کا اس میں دخل نہیں ہے:

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! شب معراج میں میرا ایک فرشتے سے گذر ہوا جو نور کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا اس کا ایک قدم مشرق میں اور دوسرا مغرب میں تھا اس کے سامنے ایک تختی تھی جس میں دیکھتا تھا تمام کائنات اس کی آنکھوں کے سامنے اور تمام مخلوق اس کے گھٹنوں کے درمیان تھی اس کا ہاتھ مشرق اور مغرب میں پہنچ جاتا تھا میں نے جبرئیل علیہ السلام سے کہا یہ کون ہے؟ کہا یہ عزرائیل علیہ السلام ہیں آپ جا کر اس کو سلام کریں میں نے جا کر سلام کیا اس نے کہا اے محمد ﷺ آپ پر سلام ہو۔ آپ کے ابن عم علی کا کیا حال ہے میں نے کہا! آپ میرے ابن عم علی کو جانتے ہیں کہا میں علی کو کیوں کر نہ جانوں خداوند عالم نے مجھے تمام مخلوق کی روحیں نکالنے کا حکم دیا ہے آپ کی اور آپ کے بن عم علی بن ابی طالب کی روح نکالنے کا مجھے حکم نہیں ہے۔ اللہ آپ دونوں کو اپنی مشیت سے وفات دے گا۔

جس نے علی کو تکلیف دی اس نے نبی کو تکلیف دی:

جس نے علی کو تکلیف دی اس نے نبی کو تکلیف دی جس نے علی سے بغض رکھا اس نے نبی سے بغض رکھا جس نے علی کو گالیاں دیں اس نے نبی ﷺ کو گالیاں دیں۔ جس نے علی کو دوست رکھا اس نے نبی ﷺ کو دوست رکھا جس نے علی سے تولا کیا اس نے نبی ﷺ سے تولا کیا جس نے علی سے عداوت کی اس نے نبی ﷺ سے عداوت کی جس نے علی کی اطاعت کی اس نے نبی ﷺ کی اطاعت کی جس نے علی کی نافرمانی کی اس نے نبی ﷺ کی نافرمانی کی۔ عمر بن شاش اسلمی جو صلح حدیبیہ کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے نے کہا میں علی کے ساتھ یمن گیا آپ نے راستے میں میرے ساتھ زیادتی کی میں نے یہ بات دل میں رکھی جب مدینہ میں واپس آیا تو مسجد نبوی

میں علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی صحابہ کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوئی جب مجھے دیکھا تو آنکھیں کھول کر دیکھا جب میں بیٹھ گیا تو فرمایا تم نے مجھے اذیب دی ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو اذیت دینے سے متعلق میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ فرمایا ہاں تم نے مجھے اذیت دی ہے۔ جس نے علی کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔ نیز روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علی کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا۔ جس نے علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ جس نے علی رضی اللہ عنہ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔ جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔

ام سلمہ سے مروی ہے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے علی کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا جس نے مجھے دوست رکھا اس نے خدا کو دوست رکھا جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے اس حدیث کے شروع میں یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں۔ جس نے علی سے تولا کیا اس نے مجھ سے تولا کیا۔ جس نے مجھ سے تولا کیا اس نے خدا سے تولا کیا۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا آپ کے حق میں فرمایا تم دنیا میں اور آخرت میں سردار ہو۔ جس نے تم کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا، تمہارا دوست خدا کا دوست ہے۔ تمہارا دشمن میرا دشمن۔ میرا دشمن خدا کا دشمن ہے۔ جس نے آپ سے بغض رکھا اس کے لیے ہلاکت ہے، جب ابن عباس نابینا ہو گئے تو آپ کا قریش سے گذر ہوا وہ لوگ علی کو گالیاں دے رہے تھے۔ آپ نے اپنے قائد سے کہا کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ کہا علی کو گالیاں دے رہے ہیں۔ فرمایا! مجھے ان کے پاس لے چلو۔ آپ کو ان کے پاس لے گیا۔ فرمایا! خدا کو کون گالیاں دے رہا تھا۔ انہوں نے کہا بخدا خدا کو گالیاں دینے والا مشرک ہے فرمایا رسول اللہ کو کون گالیاں دے رہا تھا کہنے لگے معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والا تو کافر ہے۔ فرمایا! علی رضی اللہ عنہ کو کون گالیاں دے رہا تھا کہنے لگے ہاں یہ کام ہو رہا تھا۔ فرمایا! میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس نے علی کو گالیاں دیں اس نے مجھے گالیاں دیں جس نے مجھے گالیاں دیں اس نے خدا کو گالیاں دیں۔ ایسے شخص کو خداوند نتھنوں کے بل دوزخ میں ڈالے گا۔ پھر آپ نے ان کو چھوڑ دیا اور اپنے قائد سے فرمایا یہ لوگ کیا کہتے تھے۔ اس نے کہا! کچھ نہیں۔ فرمایا! میرے کہنے کے بعد ان کے چہروں کی کیا حالت تھی۔ کہا آپ کو سرخ آنکھوں سے اس طرح دیکھتے تھے۔ جس طرح میڈھا قصاب کے چہرے کو دیکھتا ہے۔ کہا اور فرمایئے۔ کہا گردنیں نیچے کیے ہوئے۔ بروچڑھائے ہوئے اس طرح دیکھتے تھے۔ جس طرح کمزور مغضوط ظالم کی طرف دیکھتا ہے۔ کہا اور فرمایئے۔ کہا ان دو اشعار کے سوا کچھ نہیں لیکن یہ شعر ملاحظہ ہو: زندہ مردوں کا غم کرتے ہیں۔ مردہ زندوں کو گالیاں دیتے ہیں۔

ابوعبداللہ حدمی نے کہا میں ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے فرمایا! تم رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتے ہو۔ میں نے عرض کیا! خدا کی پناہ۔ فرمایا! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں اس نے مجھے گالیاں دیں۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے۔ آپ نے علی سے فرمایا! جس نے تمہاری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ جس نے میری اطاعت کی، اس نے خدا کی اطاعت کی۔ جس نے تمہاری نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی۔ نجندی نے زیادہ بیان کیا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ جس نے میری اطاعت کی۔ اس نے خدا کی اطاعت کی۔ جس نے میری اطاعت کی۔ جس نے میری نافرمانی کی۔ اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ اور جس نے تمہاری نافرمانی کی۔ اس نے میری نافرمانی کی۔ ابوذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے علی جو شخص آپ سے جدا ہوا وہ خدا سے جدا۔ جو تم سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہوا۔

عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عمر کی موجودگی میں علی کے حق میں گستاخی کی آپ نے اس شخص سے کہا۔ اس قبر والے کو جانتے ہو۔ یہ محمد بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہیں۔ علی کو اچھائی سے یاد کیا کرو۔ اگر علی کی شان میں گستاخی کرو گے تو قبر میں سونے والے محمد رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دو گے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی سے فرمایا۔ تیرا دوست میرا دوست ہے میرا دوست خدا کا دوست ہے۔ تیرا دشمن میرا دشمن۔ میرا دشمن خدا کا دشمن ہے۔ میرے بعد جس شخص نے تم سے بغض رکھا۔ اس کے لیے ہلاکت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا علی کو بھائی بنانا:

ابن عمر سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ علی اس حالت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اپنے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ آنحضرت نے فرمایا! تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ ابن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت نے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ علی اکیلے رہ گئے۔ علی بہت بہادر تھے۔ جس کام کو کرتے تھے۔ اسے کر کے ہی چھوڑتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے آپ سے فرمایا۔ تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم ہمارا بھائی۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ راضی ہوں۔ فرمایا! تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو، علی سے مروی ہو۔ آپ نے فرمایا! میں خدا کا بندہ ہوں۔ اس کے رسول کا بھائی۔ میرے سوا اس بات کا دعویٰ کرنے والا کذاب ہے۔ خلعی نے حدیث کے یہ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں۔ میں صدیق اکبر ہوں۔ سب لوگوں سے سات سال پہلے میں نے نماز پڑھی ہے۔ علی سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تلاش کیا مجھے ایک باغ میں سوتے ہوئے پایا۔ اپنے پاؤں سے جگایا۔ فرمایا! اٹھو تم میرے بھائی ہو۔ میرے فرزندوں کے باپ ہو۔ تم میری

سنت پر جہاد کرو گے جو شخص میرے عہد پر مر گیا وہ جنت میں جائے گا۔ جو شخص تمہارے عہد پر مر گیا۔ اس نے اپنا عہد پورا کیا۔ تیری موت کے بعد جس نے تم کو دوست رکھ کر انتقال کیا۔ اس کا اللہ تعالیٰ خاتمہ امن اور ایمان کے ساتھ کرے گا۔ علی سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اولاد عبدالمطلب کو جمع کیا یا بلایا یہ ایک گروہ تھا۔ جن کے لیے ایک اونٹ ذبح کیا گیا تھا، لوگ جمع ہوئے اور کھایا اور پیا مگر معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی نے اس کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ پیا تک نہیں۔ اس کے بعد فرمایا! اے اولاد عبدالمطلب میں خاص طور پر تمہاری طرف اور عام طور پر اور لوگوں کے پاس نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ آپ حضرات نے یہ معجزہ دیکھ لیا ہے کہ کھانا اور پانی استعمال کرنے کے بعد ویسے کا ویسا موجود ہے۔ آپ میں سے کون شخص اس بات پر میری بیعت کرتا ہے کہ وہ بھائی اور ساتھی ہو۔ کوئی شخص اس بات پر تیار نہ ہوا۔ صرف میں اس بات کے تیار ہوا۔ حالانکہ میں سب سے عمر میں چھوٹا تھا۔ آنحضرت نے مجھے فرمایا! تم بیٹھ جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ یہ اعلان فرمایا! میں ہر مرتبہ ساتھ دینے کے لیے تیار ہوتا تھا۔ مگر آنحضرت مجھے بٹھا دیتے تھے۔ تیسری مرتبہ آنحضرت نے میرے ہاتھ پر ہاتھ مارا (مجھ سے بیعت لی)۔

ایک اور سلسلہ روایت میں ہے کہ جب آیت و انذر عشیر تک الاقربین اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرانا نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رشتہ داروں کو بلایا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کھانا کھا کر سیر ہوئے تو انہوں نے فرمایا اس بات کا کون ضامن ہوتا ہے کہ وہ میرا قرض ادا کرے گا۔ اور میرے وعدے پورے کرے گا۔ وہ شخص میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ میرے رشتہ داروں میں میرا خلیفہ ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے رشتہ داروں پر یہ چیز پیش کی صرف علی ﷺ نے عرض کیا میں یہ کام سرانجام دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میرے قرض کو چکاؤ گا اور میرے وعدے پورے کرو گے۔

ابن عباس سے مروی ہے آپ سے علی کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے کہا اکثر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا کرتے اور سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا۔

عبداللہ بن عمر اپنے باپ سے وہ آپ کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں بھائی چارہ قائم کیا اور علی کو کسی کا بھائی نہ بنایا علی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے لوگوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا مگر مجھے چھوڑ دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں نے تجھے اپنی ذات کے لیے بچا رکھا ہے تم میرے بھائی ہو اور میں تیرا بھائی ہوں۔ تم کہو میں خدا کا بندہ ہوں اور اس کے رسول کا بھائی ہوں میرے بعد اس بات کا دعویٰ صرف جھوٹا شخص ہی کرے گا۔ جابر سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں۔ علی رسول اللہ ﷺ کے بھائی ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے محمد رسول اللہ ہیں۔ اور علی رسول اللہ ﷺ کے بھائی ہیں۔ آسمانوں کو پیدا کرنے کے دو ہزار سال پہلے۔

اللہ نے رسول کی اولاد علی کی صلب میں قرار دی :

رسول اللہ ﷺ نے علی سے فرمایا! تم میرے بھائی ہو اور میرے فرزندوں کے باپ ہو۔ یہ حدیث پہلے ذکر ہو چکی ہے۔ عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ میں اور عباس رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ علی تشریف لائے آنحضرت کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا۔ اٹھ کر آپ کو گلے لگایا۔ آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ دائیں طرف بٹھایا۔ عباس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ اس شخص کو دوست رکھتے ہیں۔ آپ نے اپنے چچا سے فرمایا۔ خدا مجھ سے زیادہ آپ سے محبت کرتا ہے۔ اللہ نے ہر نبی کی اولاد اس کی صلب میں قرار دی ہے۔ اور میری اولاد اس شخص (علی رضی اللہ عنہ) کی صلب میں قرار دی ہے۔

جس کا نبی ﷺ مولیٰ اس کا علی رضی اللہ عنہ مولیٰ:

ریاح بن حارث سے مروی ہے کہ مسجد کوفہ کے صحن میں ایک گروہ حضرت علی کی خدمت میں آیا عرض کیا اے مولیٰ آپ پر سلام ہو۔ فرمایا تم عرب ہو میں تمہارا مولیٰ کیسے ہوں عرض کیا ہم نے غدیر خم کے روز رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علی مولیٰ ہیں۔ ریاح نے کہا جب یہ لوگ چلے گئے تو میں ان کے پیچھے چلا گیا میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے کہا۔ یہ انصار ہیں ان میں ابوایوب انصاری بھی تھے۔ ریاح سے مروی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا ایک شخص خدمت میں حاضر ہوا۔ جس پر سفر کے آثار نمایاں تھے۔ عرض کیا میرے مولیٰ آپ پر سلام ہو۔ پوچھا کون ہے کہا ابوایوب انصاری ہیں۔ علی علیہ السلام نے فرمایا! آپ کو جگہ دے دو۔ انہوں نے جگہ دے دی ابوایوب انصاری نے کہا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علی مولیٰ ہیں۔

براء ابن عازب کا بیان ہے۔ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا۔ غدیر خم کے مقام پر قیام کیا۔ لوگوں کو جمع ہونے کا اعلان ہوا۔ درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کے لیے جگہ صاف کی گئی۔ آپ نے ظہر کی نماز پڑھی۔ علی کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں تمام مومنوں پر مقدم ہوں عرض کیا ایسا ہی ہے۔ فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علی مولیٰ ہیں۔ اے معبود! تو اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے۔ جو علی کو دوست رکھے۔ اور اس کو دشمن رکھ۔ جو علی کو دشمن رکھے۔ اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ سے عمر نے عرض کیا۔ ابوطالب کے فرزند آپ کو مبارک ہو۔ آپ ہر مومن اور مومنہ کے مولیٰ ہو گئے۔

زید بن ارقم نے اس طرح بیان کیا۔ عمر کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ ”تو اس کو دشمن رکھ جو علی کو دشمن رکھے اس کی مدد کر جو علی کی مدد کرے۔ اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے شعبہ نے کہا یا یہ کہا اس سے بغض جو علی سے بغض رکھے۔

ابن سمان نے عمر سے روایت کی ہے۔ جس کا میں مولی ہوں اس کے علی مولی ہیں۔ حبشی بن جنادہ سے مروی ہے کہ آپ نے اس کے بعد فرمایا اس کی مدد کر جو علی کی مدد کرے۔ اس کی اعانت کر جو علی کی اعانت کرے۔ اس کے بعد کچھ بیان نہیں کیا۔ ابوطفیل نے کہا کہ علی نے فرمایا۔ میں ہر آدمی کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ جس نے غدیر خم کے مقام پر رسول اللہ ﷺ کا اعلان سنا ہو (وہ اس بات سے آگاہ کرے) لوگوں نے گواہی دی کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں مومنوں پر مقدم ہوں۔ انہوں نے کہا! ہاں ایسا ہے یارسول اللہ ﷺ فرمایا! جس کا میں مولی ہوں اس کے یہ علی مولی ہیں۔ اے معبود! تو اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے۔ تو اسے دشمن رکھ جو اسے دشمن رکھے میرا دل یہ سن کر مطمئن نہ ہوا میں زید بن ارقم سے ملا۔ اس سے یہ واقعہ بیان کیا۔ اس نے کہا میں نے یہ حدیث آنحضرت ﷺ سے سنی ہے۔ ابونعیم کا بیان ہے کہ میں نے راوی حدیث سے پوچھا کہ اس حدیث کے بیان کرنے اور حضرت علی کی مدت کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ کہا سو دن کا وقفہ ہے۔ ابوحاتم نے کہا مدت سے علی کی موت مراد ہے۔ ترمذی نے من کنت مولاہ کی حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔ سعید بن وھب نے کہا، کہ حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں سے قسم دے کر پوچھا۔ پانچ یا چھ صحابی اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے گواہی دی کہ ہم نے من کنت مولا والی حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔ زید بن ارقم سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کو قسم دے کر پوچھا۔ کہ رسول اللہ ﷺ سے کس کس نے یہ حدیث سنی تھی۔ جس کا میں مولی ہوں اس کے علی مولی ہیں۔ اے اللہ تو اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے۔ اور تو اس سے دشمنی کر جو علی سے دشمنی کرے۔ سولہ آدمیوں نے کھڑے ہو کر اس بات کی گواہی دی کہ ہم نے یہ حدیث سنی تھی۔

زیاد بن ابی زیاد سے مروی ہے کہ حضرت علی نے لوگوں سے قسم دے کر پوچھا۔ فرمایا! میں مسلمان آدمی سے قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ غدیر خم کے مقام پر کس کس نے رسول اللہ ﷺ کو (من کنت مولاہ) فرماتے ہوئے سنا تھا۔ بارہ بدری صحابہ نے کھڑے ہو کر کہا ہم نے رسول اللہ سے یہ حدیث سنی تھی۔ بریدہ سے روایت ہے۔ میں نے علی کے ساتھ مل کر یمن کی جنگ لڑی تھی۔ آپ نے میرے ساتھ زیادتی کی۔ جب میں جنگ سے واپس ہوا تو رسول اللہ ﷺ سے آپ کی شکایت کی۔ شکایت کے بعد رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ فرمایا! اے بریدہ کیا میں تم لوگوں کی جان پر مقدم نہیں ہوں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ مقدم ہیں۔ فرمایا! جس کا میں مولی ہوں، اس کے علی مولی ہیں۔ عمر نے کہا جس کے رسول اللہ مولی ہیں۔ اس کے علی مولی ہیں حضرت عمر نے کسی شخص سے پوچھا کہ آپ جس قدر علی کی عزت کرتے ہیں۔ اس قدر کسی اور صحابی کی نہیں کرتے، کہا یہ اس لیے کہ آپ میرے مولی ہیں۔ حضرت عمر کے پاس دو دیہاتی جھگڑا لے کر آئے آپ نے علی

سے کہا دونوں کا فیصلہ کیجیے۔آپ نے فیصلہ کیا۔ایک کہنے لگا یہی فیصلہ کیا ہے۔حضرت عمر نے لپک کر اس شخص کا گریبان پکڑ لیا۔کہا تمہارے لیے ہلاکت ہو جائے۔

یہ کون شخص ہے۔یہ میرے اور ہر مومن کے مولیٰ ہیں۔جو شخص آپ کو اپنا مولیٰ تصور نہ کرے وہ مومن نہیں ہے۔ایک شخص نے کسی مسئلہ میں حضرت عمر سے جھگڑا کیا۔آپ نے کہا میرے اور تیرے درمیان یہ بیٹھنے والا شخص فیصلہ کرے گا۔آپ نے علی کی طرف اشارہ کیا۔اس شخص نے کہا یہ بڑے پیٹ والا (فیصلہ کرنے والا)۔ حضرت نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا گریبان پکڑ کر اچھال کر زمین پر گرا دیا اور کہا یہ میرے اور ہر مومن کے آقا ہیں۔توضیح غدیر خم مکہ اور مدینہ کے درمیان جحفہ میں ایک جگہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ ہر مومن کے آقا ہیں:

عمران بن حصین سے مروی ہے کہ آنحضرت نے ایک لشکر علی کی سرداری میں روانہ فرمایا۔اس جنگ میں ایک لونڈی دستیاب ہوئی۔جس کو حضرت علی نے لے لیا۔مگر رسول اللہ ﷺ کے چار صحابہ نے اس پر اعتراض کیا۔ انہوں نے طے کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ سے ملیں گے تو علی کی شکایت کریں گے۔عمران نے کہا جب مسلمان جنگ سے واپس آتے تو پہلے آنحضرت ﷺ کو سلام کرتے پھر اپنے گھروں کو جاتے جب لشکر جنگ سے واپس آیا تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔چار میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ علی نے فلاں فلاں زیادتی کی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے رخ موڑ لیا۔دوسرے نے شکایت کی۔اس سے یہی سلوک کیا۔تیسرے کی شکایت پر یہی برتاؤ کیا۔چوتھے آدمی نے اپنے تینوں ساتھیوں کی بات کی تائید کی۔رسول اللہ ﷺ اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے آپ کے رُخ انور سے ناراضگی کے آثار نمایاں تھے۔تین دفعہ فرمایا! علی سے کیا چاہتے ہو۔علی مجھ سے ہے میں علی سے ہوں۔علی میرے بعد ہر مومن کے آقا ہیں۔ترمذی نے بیان کیا کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔امام احمد بن حنبل نے یوں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ چوتھے شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے چہرے مبارک کا رنگ بدلا ہوا تھا۔فرمایا علی کو چھوڑ دو۔علی کو چھوڑ دو (دو دفعہ فرمایا) علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔وہ میرے بعد ہر مومن کے سردار ہیں۔بریدہ سے مروی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کی سرکردگی میں لشکر روانہ کیا میں بھی لشکر میں شامل تھا۔قیدی ہاتھ لگے۔ہمارے قائد نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لکھا کہ کسی شخص کو ہمارے پاس بھیجو جو اس مال سے خمس نکالے آنحضرت نے علی کو بھیجا۔قیدیوں میں ایک خوبصورت لونڈی تھی۔علی نے خمس نکال کر مال تقسیم کیا۔آپ باہر تشریف لائے آپ کے سر سے پانی قطرے گرتے تھے۔ہم لوگوں نے کہا یا ابوالحسن یہ کیا ہوا۔ فرمایا! قیدیوں میں لونڈی نہیں دیکھتے۔میں نے مال تقسیم کیا۔لونڈی خمس میں آ گئی پھر آل علی کے حصہ میں آ گئی۔ایک شخص نے آنحضرت کو خط لکھا۔میں خط لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا۔عرض کیا مجھے بطور مصدق کے روانہ

کیا ہے۔ میں خط پڑھتا جاتا تھا۔ اور ساتھ ہی اس کی تصدیق کرتا جاتا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور خط لے آیا۔ فرمایا تم علی سے بغض رکھتے ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں ایسا ہی ہے۔ فرمایا! علی سے بغض رکھتے ہو۔ میں نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ فرمایا اس سے بغض نہ رکھا کرو۔ اگر ان سے محبت کرتے ہو۔ تو اس میں اضافہ کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اولاد علی کا خمس میں حصہ لونڈی سے بڑھ کر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے بعد علی سب سے زیادہ میرے محبوب تھے۔ ایک روایت میں یوں ہے۔ میں بریدہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خط آپ کے حوالے کیا۔ خط آپ کے سامنے پڑھا گیا۔ میں نے آنحضرت کے رخ انور میں ناراضگی کے آثار دیکھے۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میں پناہ مانگتا ہوں آپ نے مجھے ایک شخص کے ساتھ بھیجا میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ علی کے درپے نہ ہو وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ بریدہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خمس لینے کے لیے علی کو خالد کے پاس بھیجا۔ میں علی سے بغض رکھتا تھا۔ علی نے خمس سے ایک لونڈی چُن لی۔ صبح کو علی نے غسل کیا۔ میں نے خالد سے کہا۔ اس شخص کو دیکھو اس نے کیا کیا ہے؟ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کو اس بات سے آگاہ کیا۔ مجھ سے فرمایا! تم علی سے بغض رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا علی سے بغض نہ رکھو۔ علی کا خمس میں اس سے بھی زیادہ حق ہے۔ بریدہ آنحضرت سے یہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس کا میں ولی ہوں اس کے علی ولی ہیں۔ علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب قیامت کا روز ہوگا۔ تو خداوند اولین اور آخرین کو جمع کریں گے۔ اور جہنم کو پل صراط کو نصب کرے گا۔ جب تک علی کی ولایت کی تصدیق نہیں ہوگی۔ کوئی شخص اس کو عبور نہیں کر سکے گا۔ ولایت سے مراد موالات، نصرت اور محبت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ یہ میرا ولی ہے اور میں اس کا ولی ہوں میں اس کو دوست رکھتا ہوں۔ جو اس کو دوست رکھتا ہے۔ میں اس سے دشمنی کرتا ہوں جو اس سے دشمنی کرتا ہے۔

مسلمانوں پر علی کا حق:

عمار یاسر اور ابو ایوب رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! علی کا مسلمانوں پر اس قدر حق ہے جس قدر والد کا بیٹے پر۔ ابو مقدم صالح بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن عباس کی موت کا وقت قریب آیا۔ تو کہا اے پالنے والے میں علی بن ابی طالب کی ولایت کا واسطہ دے کر تیرا اقرب چاہتا ہوں۔

جبرائیل علی سے ہیں:

ابو رافع سے روایت ہے کہ احد کی لڑائی میں جب علی اصحاب الویہ کو قتل کیا۔ جبرائیل نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ اس کو مواسات کہتے ہیں۔ فرمایا! کیوں نہ ہو۔ فرمایا علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ جبرائیل نے ہاں۔ یا رسول اللہ ﷺ میں تم دونوں سے ہوں۔

اللجعائی کا نبی کی علی کے ذریعہ مدد کرنا عرش اور بعض حیوانوں پر اس کا لکھا ہوا ہونا:

ابوالحمراء سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے شب معراج میں عرش کی دائیں طرف دیکھا۔ ایک کتاب کو دیکھا جس میں لکھا ہوا تھا۔ میں نے علی کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور نصرت کی۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ اچانک پرندہ آیا۔ جس کے منہ میں سبز بادام تھا۔ اس نے اس کو نبی کی گود میں گرادیا۔ آنحضرت نے اس کو اٹھا کر چوما اور پھر توڑا۔ اس سے ایک رنگ کا کیڑا نکلا۔ جس پر زرد رنگ سے یہ لکھا ہوا تھا۔ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد رسول اللہ ہیں۔ میں نے آپ کی علی کے ذریعے مدد کی۔

علی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب تبلیغ کرنا:

ابوسعید یا ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو روانہ (مکہ کی طرف) کیا جب ہم ضجنان میں پہنچے تو علی کی اونٹنی کی آواز سنائی دی۔ حضرت ابوبکر اونٹنی کی آواز کو پہچان کر آپ کے پاس آئے پوچھا میرے بارے میں کیا حکم ہے۔ فرمایا بھلائی ہے۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ برات دے کر بھیجا ہے۔ جب ہم مدینہ میں واپس آئے تو ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ میرے بارے میں کوئی حکم نازل ہوا ہے۔ فرمایا بھلائی ہے۔ تم میرے غار کے ساتھی ہو۔ میرا پیام غیر نہیں پہنچا سکتا۔ میرا اپنا یعنی علی ہی یہ کام کر سکتا ہے۔ ضجنان مکہ کے علاقہ کی پہاڑی کا نام ہے۔

جابر سے روایت ہے کہ جب یہ لوگ وہاں سے مدینہ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو حج پر روانہ کیا۔ ہم لوگ آپ کے ساتھ تھے۔

عرج پر وارد ہوئے۔ صبح کی اذان ہوئی۔ تکبیر کہنے لگے۔ اپنے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی آواز سنی۔ آپ نماز پڑھانے سے رک گئے۔ خیال کیا ممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہوں اور ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اچانک علی تشریف لائے۔ آپ سے ابوبکر نے پوچھا۔ امیر بن کر آئے ہو یا پیام رساں ہو کر آئے ہو۔ فرمایا پیام رساں ہو کر آیا ہوں۔ مجھے رسول اللہ نے سورہ برات دے کر بھیجا ہے۔ میں مواقف حج میں یہ آیات لوگوں کو سناؤں گا۔ ہم لوگ مکہ میں آ گئے۔ ترویہ کے روز سے ایک دن پہلے ابوبکر نے لوگوں کو خطبہ دیا۔ اور ان کو حج کے احکام کی تعلیم فرمائی۔ پھر علی نے لوگوں کو سورہ برات پڑھ کر سنائی۔ قربانی کے روز ہم نے افاضہ کیا۔ جب ابوبکر واپس آئے تو لوگوں کو افاضہ، قربانی اور احکام حج کی تعلیم دی۔

جب ابوبکر فارغ ہو گئے تو علی نے سورہ برأت پڑھ ختم کی۔ جب پہلے کوچ کا علم ہوا۔ تو ابوبکر نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اور لوگوں کو سمجھایا کہ کس طرح کوچ کرنا چاہیے اور کس طرح پتھر مارنے چاہئیں۔ لوگوں کو

احکام حج کی تعلیم دی آپ کے فارغ ہونے کے بعد علی نے لوگوں کو سورہ برأت پڑھ کر سنائی۔

شرحانہ ایک جگہ کا نام ہے۔ جو مکہ کے قریب ہے۔ اور مشہور ہے۔ اہل مکہ ہر سال وہاں سے ماہ ذی قعدہ میں عمرہ کی نیت کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپسی پر وہاں سے نیت کی تھی۔ ماہ ذی قعدہ کی بارہ راتیں باقی تھیں۔ عرج مکہ کی راہ میں ایک منزل کا نام ہے۔

عبداللہ بن عمر بن عثمان بن عفان عرجی شاعر اس کی طرف منسوب ہے۔ اس کو جوہری نے ذکر کیا۔ آپ کا درست سلسلہ نسب یوں ہے۔ عبداللہ بن عمر بن عمر بن عثمان بن عفان تھویب فی الصبح کے معانی الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا۔ کبھی کبھی نماز کی اذان مراد لی جاتی ہے یہاں یہی مراد ہے۔ اونٹ کی زوردار آواز کو کہتے ہیں۔

علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ برأت کی دس آیات نازل ہوئیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو بلا کر آیات آپ کے حوالے کیں تاکہ آپ اہل مکہ کے پاس جا کر یہ آیات ان کو سنائیں۔ پھر آنحضرت نے مجھے بلا کر کہا۔ جہاں بھی ابوبکر ملیں ان سے آیات کو لے لو اور خود جا کر اہل مکہ کو سناؤ۔ میں نے جحفہ میں آپ کو جا لیا۔ اور میں نے آیات کو لے لیا۔ ابوبکر واپس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرے بارے میں کوئی حکم نازل ہوا ہے۔ فرمایا نہیں بلکہ جبرائیل آئے تھے۔ کہ ان آیات کو تم خود پہنچاؤ یا وہ شخص پہنچائے جو تم میں سے ہو۔ شرح۔ حضرت ابوبکر حج کر کے واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے (حقیقت یہ ہے کہ آپ راستے سے واپس آگئے تھے حج نہیں کیا تھا۔)

علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سورہ برأت کر آپ نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ میں کوئی مقرر یا خطیب نہیں ہوں۔ آپ خود تشریف لے جائیں اگر میرا جانا ضروری ہے تو پھر میں خود جاتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم جاؤ۔ خدا تعالیٰ آپ کی زبان کو درست رکھے گا اور تمہارے دل کو ہدایت دے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ آپ کے دہن اقدس پر رکھ دیا۔ احبشی بن جنادہ سے مروی ہے کہ میں حجۃ الوداع کے موقع پر موجود تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ میں خود تبلیغ کروں یا علی تبلیغ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قربانی کے جانور کا علی سے نحر کرانا اور آپ کو اپنی قربانی میں شریک کرنا:

جابر سے طویل حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ نے ۶۳ اونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کیے ان کے علاوہ جو باقی بچ گئے وہ علی کو نحر کرنے کے لیے عطا فرمائے اور آپ کو اپنی قربانی میں شریک کیا۔ پھر آپ کو حکم دیا کہ ہر ایک اونٹ سے کچھ گوشت لے کر ہنڈیا میں ڈال کر پکایا جائے۔ جب گوست گل گیا تو دونوں نے مل کر گوشت کھایا اور شوربا پی لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے علی کا قربانی کرنا:

علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قربانی کے جانور ذبح کرنے کا حکم دیا کہ میں اس کے گوشت اور چمڑے کو صدقہ کے طور پر دے دوں اور ذبح کرنے والے کو اس میں سے کوئی چیز نہ دوں۔

علی کی ولایت کے بغیر کوئی شخص پل صراط عبور نہیں کر سکے گا:

قیس بن حازم نے کہا! ابو بکر اور علی کی آپس میں ملاقات ہوگئی۔ علی کو حضرت ابو بکر نے دیکھا اور مسکرا دیا۔ علی نے پوچھا آپ کیوں مسکراتے ہیں۔ کہا کہ میں نے رسول اللہ سے فرماتے سنا کہ کوئی شخص پل صراط عبور نہیں کر سکے گا جب تک علی اس کی ولایت کی تصدیق کریں۔

خدا نے علی رضی اللہ عنہ کو عرفہ کے روز بخش دیا:

فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ عرفہ کی رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے فرمایا خداوند عالم آپ حضرات کے ذریعہ فخر کرتا ہے۔ آپ حضرات کو عام طور اور علی کو خاص طور پر بخش دیا ہے۔

علی عرب کے سردار ہیں، آنحضرت کا آپ کی محبت پر انصار کو آمادہ کرنا:

حسن بن علی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے عرب کے سردار علی کو بلا کر لا دو۔ عائشہ نے عرض کیا کہ کیا آپ عرب کے سردار نہیں ہیں؟ فرمایا! میں بنی آدم کا سردار ہوں اور علی عرب کے سردار ہیں۔ آگے انصار کو بلا کر فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسے شخص کے بارے میں آگاہ کرتا ہوں اگر اس کا دامن پکڑو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کون شخص ہے؟ فرمایا تمہارے سامنے علی موجود ہیں۔ میری محبت کی وجہ سے اس سے محبت کرو اور میری عزت کی وجہ سے، اس کی عزت کرو۔ مجھے اس بات سے جبرائیل نے آگاہ کیا۔ اور میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے آگاہ کیا۔ آپ عرب کے جوانوں کے سردار ہیں۔ اور ابو بکر عرب کے بڈھوں کے سردار ہیں۔ اب دونوں حدیث میں اختلاف نہیں ہے۔

علی مسلمانوں کے سردار، متقین کے ولی اور غرا المحجلین کے قائد:

عبداللہ بن سلام بن زرارہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جب میں معراج کے موقعہ پر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا۔ تو خدا نے مجھے وحی کی یا مجھے حکم دیا۔ راوی کو شک ہوا کہ آپ نے کون سا لفظ فرمایا۔ علی میں تین خصوصیات ہیں۔ آپ مسلمانوں کے سردار ہیں۔ متقی کے امام ہیں اور وضو کی وجہ سے قیامت کے دن جن کے ہاتھ اور پاؤں چمکیں گے ان کے قائد اور دین کے یعسوب ہیں۔ امام موسیٰ رضا علیہ السلام نے بیان کیا۔

علی دنیا و آخرت میں سردار ہیں:

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی کی طرف دیکھ کر فرمایا! تم دنیا میں بھی سردار ہو اور آخرت میں بھی۔

علی رسول اللہ کے ولی اور وارث ہیں:

بریدہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کا وصی اور وارث ہوتا ہے۔ علی میرے وصی اور وارث ہیں۔ انس سے مروی ہے کہ ہم نے سلمان سے کہا کہ رسول اللہ سے پوچھ کہ آپ کے وصی کون ہیں؟ فرمایا موسیٰ کے وصی کون تھے۔ عرض کیا یوشع بن نون۔ فرمایا میرے وصی میرے وارث میرے قرض ادا کرنے والے اور میرا وعدہ پورا کرنے والے علیؓ بن ابی طالب ہیں۔

علی کا رسول اللہ کو غسل دینا:

ابن اسحاق نے کہا کہ جب رسول اللہ کو غسل دیا گیا تو علی علیہ السلام نے آپ کو سینے سے لگایا ہوا تھا آنحضرت پر قمیض تھی جس کے اوپر سے آپ کو غسل دیتے تھے آپ کے جسم کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے فرماتے جاتے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ زندگی اور موت میں آپ کس قدر پاکیزہ ہیں۔ علی نے رسول اللہ ﷺ کی آنحضرت کی وہ چیز نہ دیکھی جو میت کی دیکھی جاتی ہے عباس فضل اور قثم نبی کریم ﷺ کو پھیرنے میں علی کی مدد کرتے تھے۔ اسامہ بن زید اور شتران آنحضرت پر پانی ڈالتے تھے۔

آنحضرت کا آپ کے فرزند کے لیے اپنے نام اور کنیت رکھنے کی اجازت:

محمد بن حنفیہ اپنے باپ علی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! آپ کا ایک فرزند پیدا ہوگا۔ اس کا نام اور کنیت میرے نام اور کنیت پر رکھنا۔ یہ اجازت صرف ایک کے لیے ہے۔ لوگوں کو اس کی اجازت نہیں ہے۔

علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تمہارا ایک فرزند پیدا ہوگا۔ میں نے اس کو اپنا نام اور کنیت دے دی ہے۔ (قائم آل محمد)

آپ کی خاطر سورج کا واپس ہونا:

حسن بن علی علیہما السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک علی کی گود میں تھا۔ آنحضرت پر وحی ہو رہی تھی۔ جب وحی ختم ہوگئی۔ فرمایا علی عصر کی نماز پڑھی ہے۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا پالنے والے ان کو جانتا ہے۔ علی تیرے اور تیرے نبی کے کام میں مصروف تھے۔ آپ کی خاطر سورج واپس کر۔ سورج واپس ہوا۔ آپ نے نماز عصر پڑھی۔ اور پھر سورج غائب ہوگیا دولابی نے یہ حدیث بیان کی اور کہا کہ علماء حدیث کہتے ہیں۔ یہ

حدیث موضوع ہے۔سورج کسی کی خاطر نہیں لوٹا تھا۔یوشع بن نون کے لیے رُک گیا تھا۔

اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سر علی کی گود میں تھا۔آپ نے نماز کی خاطر اٹھنا چاہا۔ مگر اٹھنے سے پہلے سورج غروب ہوگیا۔نماز عصر نہ پڑھ سکے۔نبی کریم ﷺ اس بات سے ڈر گئے۔علی نے آپ سے عرض کیا کہ میں نے نماز عصر نہیں پڑھی۔رسول اللہ ﷺ نے آپ کی خاطر سورج واپس ہونے کی دعا کی۔ گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ لوٹ آیا۔عصر کے وقت جس قدر بلند ہوتا تھا، بلند ہوا، علی نے عصر کی نماز پڑھی۔پھر سورج غروب ہوگیا۔اسماء سے مروی ہے۔رسول اللہ ﷺ پر وحی ہو رہی تھی۔علی آپ پر چادر تانے ہوئے تھے۔ سورج ڈھل گیا یا غائب ہوگیا یا غائب ہونے کو تھا۔جب وحی ختم ہوئی۔تو رسول اللہ ﷺ نے علی سے نماز عصر کے پڑھنے کے بارے میں پوچھا۔عرض کیا میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی۔رسول اللہ خداوند کی بارگاہ میں عرض کی پالنے والے علی کے لیے سورج لوٹا دے۔سورج لوٹ کر مسجد کے نصف حصہ تک آگیا تھا۔

آنحضرت نے اپنی وفات کے وقت آپ کو اپنے کپڑے کے اندر لے لیا وفات تک اپنے گلے لگائے رکھا:

عائشہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا! میرے دوست علی کو بلاؤ۔صحابہ کرام ابوبکر کو بلا لائے۔آپ نے ابوبکر کو دیکھ کر سر نیچے رکھ لیا۔پھر فرمایا! میرے دوست کو بلاؤ۔عمر کو بلا لائے۔آپ کو دیکھ کر سر نیچے کو رکھ لیا۔پھر فرمایا میرے دوست کو بلاؤ۔علی کو بلا لائے۔علی کو دیکھ کر آپ کو اپنے کپڑے کے اندر داخل کر لیا موت تک آپ کو گلے لگائے رہے۔موت کے بعد آپ کا ہاتھ علی کے اوپر تھا۔

علی موت کے وقت آپ سے زیادہ قریب تھے:

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کی میں قسم کھاتی ہوں۔علی تمام لوگوں سے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ قریب العہد تھے۔صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس جاتے تھے۔آپ نے کئی بار فرمایا! علی آگئے ہیں۔میں سمجھی آپ کو کسی کام کے لیے بھیجا ہے۔علی تشریف لائے میں نے سمجھا آپ کو علی سے کوئی کام ہے۔ہم گھر سے نکل کر دروازے پر بیٹھ گئے۔دروازہ سے میں سب سے زیادہ قریب تھی۔علی نے اپنے آپ کو آنحضرت پر گرا دیا۔رسول اللہ ﷺ نے آپ سے راز کی باتیں کیں اور سرگوشیاں کرنی شروع کر دیں۔ آپ نے اسی روز انتقال کیا۔عہد کے لحاظ سے آپ سب لوگوں سے قریب تھے۔

علی سے فاطمہ بنت رسول کی شادی ہونا:

انس بن مالک سے مروی ہے رسول اللہ کی خدمت میں جناب ابوبکر حاضر ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ

میرے خدمات اور اسلام لانے کا آپ کو علم ہے۔ میں نے فلاں فلاں کام کیے ہیں۔ فرمایا! اس سے تمہارا کیا مقصد ہے۔ عرض کیا فاطمہ کی میرے ساتھ شادی کردو۔ آپ نے منہ موڑ لیا۔ ابوبکر عمر کے پاس آ کر کہنے لگا میں ہلاک و برباد ہوگیا۔ عمر نے کہا کیا ہوا کہا کہ میں نے فاطمہ کے نکاح کا پیغام دیا آنحضرت نے منہ موڑ لیا۔ عمر نے کہا آپ یہاں رہیں۔ آپ کی طرح رسول اللہ کے پاس جاتا ہوں۔ اور فاطمہ سے شادی کرنے کا پیغام دیتا ہوں۔ عمر رسول اللہ کی خدمت میں آ کر آپ کے سامنے بیٹھ گئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے خدمات اور اسلام لانے کا آپ کو علم ہے میں نے فلاں فلاں کام انجام دیے ہیں۔ فرمایا مدعا بیان کرو، عرض کیا فاطمہ کی شادی میرے ساتھ کردو۔ آنحضرت ﷺ نے منہ موڑ لیا۔ اور کوئی جواب نہ دیا۔ عمر نے ابوبکر کے پاس آ کر کہا کہ آپ کو فاطمہ کے بارے میں خدا کے حکم کا انتظار ہے۔ آؤ علی کے پاس چلیں آپ سے کہیں کہ وہ ہماری طرح جا کر فاطمہ رضی اللہ عنہ سے شادی کرنے کی رسول اللہ ﷺ سے درخواست کریں۔ علی نے کہا سامنے بیٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ میری نیکیاں اور اقدم اسلام آپ پر واضح ہے۔ میں وہ ہوں اور میں یہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مطلب بیان کرو۔ عرض کیا فاطمہ کی شادی مجھ سے کردو۔ فرمایا تمہارے پاس کیا ہے۔ گھوڑا اور زرہ ہے۔ فرمایا! گھوڑا تمہارے لیے ضروری ہے۔ زرہ کو فروخت کردو۔ میں نے اس کو چار سو اسی درہم میں فروخت کیا۔ تمام رقم لا کر رسول اللہ ﷺ کی گود میں ڈال دی۔ بلال کو کچھ رقم دے کر فرمایا۔ خوشبو لے آؤ (باقی صحابہ) کو حکم دیا کہ فاطمہ کا جہیز تیار کرو۔ ایک پلنگ اور چمڑے کا تکیہ جو کھجوروں کے پتوں سے بھرا ہوا تھا لایا گیا۔ علی سے فرمایا اگر آجائیں (فاطمہ) تو ان سے اس وقت تک کوئی بات نہ کرنا۔ جب میں نہ آلوں۔ سیدہ ام ایمن کے ساتھ تشریف لائیں۔ گھر کے ایک کونے میں بیٹھ گئیں۔ میں گھر کے دوسرے کونے میں بیٹھا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ فرمایا یہاں تیرے بھائی موجود تھے۔ ام ایمن نے کہا آپ نے اپنی بیٹی کی شادی علی سے کردی ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لائے۔ فاطمہ سے فرمایا! پانی لاؤ۔ آپ پیالے میں پانی لے آئیں آنحضرت نے پیالہ لے لیا۔ اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ سیدہ سے فرمایا آگے آیئے۔ آپ نزدیک تشریف لائیں۔ خاتم الانبیاء نے اپنی بیٹی کے دونوں پستانوں کے درمیان اور سر اقدس پر پانی چھڑکا۔ فرمایا! پالنے والے میں اس کی اور اس کی اولاد کی شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں۔ پھر فرمایا میری طرف پشت کرو آپ نے پشت کردی۔ آپ نے بیٹی کے دونوں شانوں کے درمیان پانی کے چھینٹے دیے۔ فرمایا پالنے والے اس کی اور اس کی اولاد کی تیری شیطان مردود سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! پانی لاؤ۔ علی علیہ السلام نے کہا میں آنحضرت کا مطلب سمجھ گیا۔ میں نے پانی کا پیالہ بھر کر آپ کی خدمت میں حاضر کیا آپ نے لے کر اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ فرمایا میرے نزدیک آجاؤ۔ میں آپ کے نزدیک ہوگیا۔ آپ نے میرے دونوں پستانوں کے درمیان اور سر پر پانی چھڑکا۔ فرمایا! پالنے والے اس کی

اور اس کی اولاد کی تیری شیطان لعین سے پناہ مانگتا ہوں۔ پھر فرمایا! میری طرف پشت کرو۔ میں نے پشت کر دی۔ آپ نے میرے دونوں شانوں کے درمیان پانی چھڑ کا۔ پھر فرمایا کہ خدا کے نام اور برکت سے اپنی بیوی کے پاس تشریف لے جاؤ۔ اس کو ابو حاتم نے روایت کیا۔ احمد بن حنبل نے مناقب میں ابو یزید مدائنی کی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی علیہ السلام کو بلوالیا۔ فرمایا! اس وقت تک اپنی بیوی کے پاس نہ جانا جب تک میں نہ آلوں۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ پانی طلب فرمایا۔ اس پر کچھ پڑھا۔ اس کو علی کے چہرے پر چھڑ کا۔ فاطمہ کو بلایا۔ حیا اور شرم کے مارے آپ اپنی چادر میں ریجھ پڑتی تھیں۔ نیز آپ پر پانی چھڑ کا۔ آپ سے فرمایا! میں نے اپنے اہل کے محبوب آدمی سے آپ کا عقد کیا ہے۔ دروازے کے عقب میں رسول اللہ ﷺ نے سیاہی دیکھی۔ پوچھا کون ہے۔ اسماء نے عرض کیا میں اسماء ہوں۔ فرمایا اسماء بنت عمیس۔ عرض کیا ہاں۔ فرمایا! رسول اللہ ﷺ کی عزت کی خاطر آئی ہو۔ عرض کیا ایسا ہی ہے۔ اسماء نے کہا ”رسول اللہ ﷺ نے میرے حق میں دعا کی میرے نزدیک میرا ابہترین عمل یہی تھا۔“ اس کے بعد رسول اللہ باہر تشریف لے گئے۔ علی سے فرمایا اپنی بیوی کے پاس جاؤ۔ آپ حجرے میں تشریف لائے۔ دونوں کے حق میں دعا فرماتے رہے آخر کار اپنے حجرہ میں تشریف لائے۔

عبد الرزاق نے اپنی کتاب جامع میں اس حدیث کو عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے علی کی فاطمہ سے شادی کی تو فرمایا میں نے تمہاری شادی اپنے اہل کے اس شخص سے کی ہے۔ جو مجھے بہت محبوب تھا۔ دولابی نے اس حدیث کو اسماء بنت عمیس سے نقل کیا ہے۔ اس میں پانی چھڑکنے اور دعا کرنے میں علی کا ذکر پہلے کیا ہے۔ جیسا کہ احمد نے علی کا ذکر پہلے کیا ہے۔ اس کے بعد کہا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے ام ایمن سے کہا۔ فاطمہ کو بلاؤ۔ آپ حیا و شرم کے مارے لڑکھڑاتی ہوئی آئیں۔ فرمایا! آرام سے رہو۔ میں نے تمہارا عقد اس شخص سے کیا ہے جو مجھے اپنے اہل میں زیادہ محبوب تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے سامنے سیاہی دیکھی۔ فرمایا کون ہو؟ میں نے عرض کیا میں ہوں۔ فرمایا اسماء بنت عمیس ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں میں ہوں رسول اللہ کی بیٹی کے زفاف آپ کی عزت بڑھانے کی خاطر آئی ہوں۔ میں نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے میرے حق میں دعا فرمائی۔

انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی کی تو ام ایمن سے فرمایا! میری بیٹی کے زفاف میں علی کے پاس جاؤ اس سے کہو فاطمہ کے بارے میں جلدی نہ کریں جب تک میں نہ آلوں۔ آپ نے نماز عشاء پڑھنے کے بعد ایک پانی کا کوزہ اٹھایا۔ اس میں لعاب دہن ڈالا۔ علی سے فرمایا پانی پی لو اور وضو کرو۔ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا پانی پی لو اور وضو کرو۔ آپ نے دونوں کا دروازہ بند کر لیا فاطمہ سلام اللہ علیہا رونے لگیں۔ فرمایا کیوں روتی ہو۔ میں نے تمہارا عقد اس شخص سے کیا ہے جو سب سے پہلے اسلام لایا اور جس کا خلق سب سے اچھا ہے۔

بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے بیٹی فاطمہ کا رشتہ طلب کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ ابھی چھوٹی ہے۔ جب علی نے فاطمہ سلام اللہ علیہا کا رشتہ مانگا تو آنحضرت نے آپ سے علی کی شادی کردی جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ علی کی شادی پر موجود تھے۔ ہم نے اس سے اچھی شادی کبھی نہ دیکھی۔ ہم لوگوں نے گھر کو خوشبو سے بھر دیا تھا۔ کھجور اور زیتون منگوا کر کھایا۔ علی اور فاطمہ کی شادی کی رات دونوں کا بچھونا دنبہ کی کھال کا تھا۔

ابن عباس سے مروی ہے جب رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی علی علیہ السلام سے کی۔ سیدہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے میری شادی غریب آدمی سے کردی ہے۔ جس کے پاس بالکل دولت نہیں ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے فاطمہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو۔ خداوند عالم نے زمین سے دو انسانوں کو منتخب کیا ہے۔ ایک تم ہو دوسرے تمہارے شوہر۔

فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی علی سے بحکم خدا اور اللہ کی وحی سے ہوئی تھی:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوبکر نے رسول اللہ ﷺ کو فاطمہ سلام اللہ علیہا سے شادی کا پیغام دیا آنحضرت نے فرمایا ابھی آسمانی فیصلہ نہیں ہوا۔ عمر اور دوسرے قریش کے کئی آدمیوں نے پیام دیا۔ سب کو وہی جواب دیا جو ابوبکر کو دیا تھا۔ حضرت علی سے کہا گیا کہ اگر آپ رسول اللہ ﷺ کو پیام دیں تو بہت ممکن ہے کہ آپ ﷺ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی آپ سے کردیں فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کہ اشراف قریش نے پیام دیا اور آپ نے رد کردیا۔ علی علیہ السلام نے پیام عقد دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اس بات کا خداوند تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ انس کا بیان ہے کئی روز بعد مجھے رسول اللہ ﷺ نے بلایا فرمایا جا کر مندرجہ ذیل حضرات کو بلالاؤ۔ ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، طلحہ زبیر، دوسرے کئی انصار رضی اللہ عنہم۔ میں سب کو بلا کر لایا۔ سب رسول اللہ کے پاس جمع ہوگئے۔ علی رسول اللہ ﷺ کا کوئی کام کرنے گئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے مندرجہ ذیل خطبہ نکاح ارشاد فرمایا۔

خدا کا شکر ہے اپنی نعمت کی وجہ سے محمود ہے۔ قدرت کی وجہ سے معبود اپنے سلطان کی وجہ سے مطاع ہے۔ عذاب اور دبدبہ کی وجہ سے دنیا آپ سے ڈرتی ہے۔ آسمانوں اور زمین پر اپنا حکم نافذ کرنے والا ہے۔ اپنی قدرت سے مخلوق کو پیدا کیا۔ اپنے احکام سے ان کو ممتاز کیا۔ اپنے دین سے ان کو معزز بنایا۔

محمد ﷺ کی وجہ سے ان کو بزرگی عطا کی۔

اس کا نام برکت والا ہے۔ اس کی عظمت بہت بلند ہے۔ مصاہرت کو سبب لاحق بنایا۔ اس کو امر فرض قرار دیا۔ اسے ارحام کی یاد دلایا اور لوگوں کو جمع کیا۔ اس بات کا کہنے والا عزت والا ہے۔ خدا وہ ذات ہے جس نے

انسان کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ اور اس کو نسب و صہر قرار دیا۔ تمہارا رب اس بات پر قادر ہے۔ حکم کا اس کی قضا کو جاری کرتی ہے۔ اس کی قضا قدرت کی طرف جاری ہوتی ہے۔ ہر قضا کے لیے قدرت ہے۔ اور ہر کے لیے ایک اجل۔ ہر اجل کے لیے ایک نوشتہ ہے۔ جس نوشتہ کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے۔ اس کے پاس ام الکتاب ہے۔ خطبہ کے بعد فرمایا! خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ بنت خدیجہ کی شادی علی ابن ابی طالب سے کروں آپ حضرات گواہ رہیں کہ میں نے چار سو مثقال چاندی پر فاطمہ کی شادی علی علیہ السلام سے کر دی ہے۔ آپ نے کھجوروں کی تھال منگوایا ہمارے سامنے رکھ دیا۔ فرمایا ان کو لوٹ لو۔ ہم نے ان کو لوٹ لیا ہم لوٹ میں مشغول تھے کہ اس دوران علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو دیکھ کر مسکرا دیا۔ فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ چار صد مثقال چاندی کے حق مہر پر فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی تم سے کر دوں اگر تم اس پر راضی ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں راضی ہوں۔ انس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تم دونوں کو انتشار سے بچائے۔ تم دونوں کی جد نیک کرے۔ تم دونوں کو برکت عطا کرے، تم دونوں سے بہت زیادہ پاکیزہ اولاد کو پیدا کرے۔ انس نے کہا خدا کی قسم دونوں سے بہت زیادہ پاک و پاکیزہ اولاد پیدا ہوئی۔

انس سے مروی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا۔ آپ پر وحی طاری ہوگئی۔ وحی سے فارغ ہوئے تو فرمایا جانتے ہو جبرئیل علیہ السلام کیا حکم لائے تھے۔ عرض کیا خدا اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ خدا نے مجھے فاطمہ سے علی کی شادی کرنے کا حکم دیا ہے۔ تم جاؤ اور ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور انصار میں سے کچھ لوگ بلا کر میرے پاس لاؤ۔ پھر آپ نے پوری حدیث بیان کی۔ جب علی تشریف لائے۔ فرمایا خدا نے مجھے حکم دیا ہے۔ میں فاطمہ کی شادی تم سے کروں۔ میں چار صد مثقال چاندی پر اس کی شادی تم سے کرتا ہوں۔ تم اس پر راضی ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں راضی ہوں۔ پھر علی کھڑے ہو کر شکریہ کے سجدہ میں گر پڑے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خداوند تعالیٰ تم دونوں کو پاک و طاہر اولاد پیدا کرے۔ خدا تمہیں برکت دے۔ انس نے کہا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے دونوں سے کافی اولاد پاکیزہ پیدا کی۔ عمر کے پاس علی کا ذکر ہوا۔ کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ عرض کیا خدا آپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنی بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی علی سے کر دیں۔

خدا نے فرشتوں کی موجودگی میں فاطمہ کی شادی علی سے کی:

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ علی علیہ السلام سے فرمایا میرے پاس جبرائیل موجود ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے تمہاری شادی فاطمہ سلام اللہ علیہا سے کر دی ہے۔ اس پر چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ بنایا ہے۔ درخت طوبیٰ کو حکم دیا ہے کہ وہ فرشتوں پر موتی اور یاقوت نچھاور

کریں طوبیٰ نے موتی اور یاقوت نچھاور کیے موتی اور یاقوت کے تھالوں سے حوریں دوڑ دوڑ کر موتی اور یاقوت چنتی تھیں فرشتے یہ موتی اور یاقوت ایک دوسرے کو بطور تحفہ دیتے رہیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کا علی کی خیبر کے دن علم دینا اور آپ کا خیبر فتح کرنا:

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل میں علم اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دیگا۔ لوگوں نے رات انتہائی بے چینی سے گزاری کہ دیکھیے کل کیا ہوتا ہے۔ صبح کے وقت لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہر شخص علم لینے کی خواہش رکھتا تھا۔ آپ نے فرمایا علی ابن ابی طالب کہاں ہے انہوں نے کہا یا رسول اللہ آنکھوں کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ فرمایا ان کو بلاؤ۔ علی حاضر ہوئے آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا اور آپ کے حق میں دعا فرمائی۔ آپ ٹھیک ہو گئے۔ ایسے ٹھیک ہوئے جیسے آپ کو کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ آپ کو علم دے دیا۔ علی نے عرض کیا یا رسول اللہ ان سے اس وقت تک جنگ کرتا رہوں گا حتیٰ کہ وہ ہماری مانند ہو جائیں اپنی رفتار سے چلے جایئے جب ان کے میدان میں جاؤ تو ان کو اسلام کی دعوت دو اور انہیں اس بات سے آگاہ کرو کہ ان پر خدا کے کیا کیا حقوق ہیں۔ خدا کی قسم اگر ایک آدمی بھی راہ راست پر آجائے تو آپ کے لیے یہ بات سرخ اونٹوں سے کہیں بہتر ہے، بخاری، مسلم اور ابو حاتم نے اس حدیث کو بیان کیا۔ ابو ہریرہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں کل علم اس شخص کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔ لوگوں نے اس بات کا انتظار کیا۔ فرمایا علی کہاں ہے۔ لوگوں نے کہا آپ کو آنکھ کی تکلیف ہے۔ آپ نے بلوایا۔ آپ نے اپنا لعاب دہن اپنی ہتھیلیوں پر لگا کر علی کی آنکھ پر مَس کیا۔ علم آپ کے حوالے کیا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی لڑائی کے روز فرمایا میں علم اس شخص کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس کے ہاتھ فتح دے گا۔ عمر نے کہا مجھے اس روز سرداری کا شوق پیدا ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے علی کو طلب کیا۔ علم آپ کے حوالے کیا۔ فرمایا کہیں نہ دیکھو۔ چلے جاؤ۔ علی کچھ چلے پھر ٹھہر گئے۔ اِدھر اُدھر نہ دیکھا رسول اللہ ﷺ نے زور سے آواز دی۔ علی نے کہا کب تک ان سے لڑوں، فرمایا! اس وقت تک لڑو، جب تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ نہ کہیں۔ جب کلمہ پڑھ لیں تو پھر انکا قتل کرنا اور ان کا مال لوٹنا منع ہے۔ ان سے حساب اللہ تعالیٰ لے گا۔ بعض الفاظ کے فرق سے اس حدیث کو مسلم اور ابو حاتم نے بیان کیا ہے۔ سلمہ بن اکوع سے مروی ہے۔ جنگ خیبر کے موقع پر علی آنکھ کی تکلیف کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے۔ فرمایا میں رسول اللہ ﷺ نے پیچھے رہ گیا ہوں۔ پھر روانہ ہو کر رسول اللہ ﷺ سے جا ملے۔ جس رات کو صبح کو اللہ تعالیٰ نے خیبر فتح کیا۔ فرمایا میں کل علم دوں گا یا فرمایا کل مجھ سے علم وہ شخص لے گا جس کو خدا اور اس کا رسول دوست رکھتا ہے۔ یا فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے فتح دے گا۔

اچانک علی آ گئے۔ ہمیں آپ کے آنے کی امید نہ تھی۔ رسول اللہ نے آپ کو علم دیا۔ آپ کے ہاتھوں اللہ تعالی نے فتح دی۔ سلمہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ جنگ خیبر میں شامل ہوئے۔ میرا چچا عامر یہ رجز پڑھتا تھا۔

اگر اللہ کی ذات نہ ہوتی ہم نہ آنحضرت ﷺ کی تصدیق کرتے نہ نماز پڑھتے۔ اے خدا ہمیں آپ کے فضل کی امید ہے۔ جنگ میں ہمیں ثابت قدم رکھ۔ ہمیں سکون دے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا یہ اشعار پڑھنے والا کون ہے۔ عرض کیا عامر ہے۔ فرمایا! اے عامر! خداوند تجھے بخش دے۔ رسول اللہ ﷺ نے جس شخص کا نام لے کر بخشش کی دعا کی وہ شخص جنگ میں شہید ہوا۔ عمر نے کہا یا رسول اللہ ﷺ عامر کو ہمارے پاس رہنے دیں۔

جب ہم خیبر کے پاس پہنچے تو خیبر کا مالک یہ رجز پڑھتا ہوا تلوار لہراتا ہوا باہر آیا:

خیبر جانتا ہے، ہمیں ہتھیاروں سے لیس بہادر مرحب ہوں۔ جب جنگ کی آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں۔

عامر نے گھوڑے سے اتر کر یہ رجز پڑھا:

خیبر جانتا ہے میں ہتھیار پوش بہادر عامر ہوں۔ دونوں میں تلواریں چلنے لگیں۔

مرحب کی تلوار عامر کے گھوڑے کو لگی تلوار اٹھانے لگے۔ جس کی وجہ سے اس کی اپنی تلوار اس کی شہ رگ پر لگی اور فوت ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کے اصحاب کی ایک جماعت کہنے لگی عامر کا عمل ضائع ہو گیا۔ کیوں کہ اس نے خودکشی کی ہے۔ میں روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ عامر کا عمل ضائع ہو گیا۔ فرمایا کون کہتا ہے۔ عرض کیا آپ کے اصحاب کی ایک جماعت کہتی ہے۔ فرمایا! اس کو دو دفعہ ثواب ملے گا۔ پھر مجھے رسول اللہ ﷺ نے علی کے پاس روانہ کیا۔ آپ کی آنکھ دکھ رہی تھی۔ آنحضرت نے فرمایا میں آج اس شخص کو علم دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہو۔ اور اس کو اللہ اور اس کے رسول دوست رکھتے ہوں۔ میں علی کو آشوب چشم کی حالت میں پکڑ کر لایا۔ میں نے آپ کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے آپ کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا آپ ٹھیک ہو گئے۔ آپ کو علم عطا کیا مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا مقابلہ میں آیا قد علمت خیبر انی مرحب، علی نے یہ رجز پڑھا:

میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا۔ بارعب کچھار کا شیر ہوں۔ حضرت علی نے ایسی ضرب مرحب کے سر پر لگائی جس سے اس کا سر دو ٹکڑے ہو گیا۔ علی علیہ السلام کے ذریعہ خیبر فتح ہوا۔ ابو حاتم نے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

احمد بن حنبل نے بریدہ اسلمی سے روایت نقل کیا ہے۔ اس میں عامر کے قصہ کا ذکر نہیں ہے۔ علی کے رجز میں ہتھیار پوش تجربہ کار کے بعد یہ شعر لکھا ہے کہ میں کبھی نیزہ لگاتا ہوں اور کبھی تلوار کا وار کرتا ہوں۔

علی اور مرحب میں مقابلہ ہونے لگا۔ آپ نے مرحب کے کندھے اور گردن کے درمیان اس قدر زور

سے تلوار ماری جس کو لوگوں نے سنا جو مرحب کی داڑھوں میں پیوست ہوگئی۔ حضرت علی اور لوگ اس وقت تک نہ سوئے جب تک قلعہ خیبر فتح نہ ہوا۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم لے کر ہلایا۔ فرمایا اس کو لے کر کون پورا اترے گا۔ ایک شخص آیا اور کہا میں لینا چاہتا ہوں۔ فرمایا تم جاؤ فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی۔ میں علم اس شخص کو دوں گا۔ جو جنگ سے فرار نہیں کرے گا۔ یا علی علم تم لے لو اور لڑنے کے لیے چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے خیبر اور فدک فتح کیا۔ آپ وہاں سے کھجوریں اور سوکھا ہوا گوشت لائے۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے قلعہ کے پاس قیام کیا۔ علم عمر بن خطاب کے حوالے کیا۔ حضرت عمر کے ساتھ اور لوگ بھی خیبر فتح کرنے کی خاطر روانہ ہوئے اہل خیبر سے لڑائی ہوئی۔ حضرت عمر اور آپ کے ساتھی شکست کھا کر واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کل میں علم اس شخص کو دوں گا۔ جو خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔ خدا اور اس کا رسول اس کو دوست رکھتے ہیں۔ دوسرے روز عمر اور ابو بکر علم کے حصول کی امید میں آئے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو بلایا اور علم آپ کے حوالے کیا۔ آپ کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ ان میں اپنا لعاب دہن لگایا۔ آپ کے ساتھ کچھ لوگ گئے۔ آپ نے مرحب کو قتل کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تمام لوگ اس وقت تک نہ سوئے جب تک خیبر فتح نہ ہوا۔ بریدہ نے کہا ہم نے خیبر کا محاصرہ کیا۔ علم ابو بکر نے لیا بغیر فتح کے واپس آگئے۔ دوسرے روز عمر علم لے کر قلعہ فتح کرنے گئے مگر ناکام ہو کر لوٹ آئے۔ اس روز لوگوں نے بے حد تکلیف محسوس کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میں علم اس شخص کو دینے والا ہوں جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول دوست رکھتا ہے۔ وہ خود خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔ بغیر فتح کے واپس نہیں آئے گا۔ ہم لوگوں نے رات خوشی خوشی بسر کی کہ کل فتح ہونے والی ہے۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم طلب کیا۔ لوگ اپنی اپنی جگہوں میں موجود تھے۔ علی رضی اللہ عنہ کو بلایا آپ کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔ انہوں نے اپنا لعاب دہن لگایا۔ آپ کو علم دیا۔ آپ نے خیبر فتح کیا۔ بریدہ نے کہا، میں ان لوگوں میں سے تھا جس کو علم لینے کی آرزو تھی۔ سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق کو خیبر کے ایک قلعہ کی طرف فتح کے لیے آپ نے جنگ کی۔ مگر بغیر فتح کیے واپس آگئے۔ اگرچہ آپ نے بہت محنت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل میں علم ایسے شخص کو دوں گا۔ جو خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح دے گا۔ وہ شخص بھاگنے والا نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو بلایا آپ آشوب چشم مبتلا تھے۔ آنحضرت نے اپنا لعاب دہن آپ کی آنکھوں میں لگایا۔ فرمایا علم لے کر چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو فتح دے گا۔ سلمہ نے کہا خدا کی قسم آپ علم کو لہراتے ہوئے خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ میں آپ کے پیچھے تھا۔ آپ نے قلعہ کے نیچے ایک پتھر کے شگاف میں علم گاڑ دیا۔ ایک یہودی نے قلعہ کے چھت سے نمودار ہو کر پوچھا آپ کون ہیں فرمایا میں ابن ابی طالب ہوں۔ یہودی نے کہا موسیٰ پر جو چیز

نازل ہوئی تھی۔اس کی رو سے تم فتح پاؤ گے۔خداوند نے آپ کے ہاتھوں فتح ونصرت عطا کی۔

رسول اللہ ﷺ کے غلام رافع سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی کو اپنا علم دے کر روانہ کیا۔ہم آپ کے ساتھ تھے۔جب آپ قلعہ کے قریب گئے تو وہاں کے رہنے والے آپ سے لڑنے لگے۔ایک یہودی نے آپ پر ضرب لگائی۔جس سے آپ کی ڈھال گر گئی۔علی نے قلعہ کا دروازہ اکھاڑ لیا۔اور اس کو بطور ڈھال استعمال کیا۔خداوند عالم نے آپ کو فتح دی۔جب قلعہ فتح کر چکے تو دروازہ پھینک دیا۔تم مجھے ان سات آدمیوں میں دیکھتے میں ان میں آٹھواں تھا۔دروازے کو ہلانا چاہتے تھے۔مگر نہ ہلا سکے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ علی نے خیبر کے روز دروازہ اٹھالیا تھا اور لوگ اس کے اوپر سے گزرتے تھے،قلعہ فتح کرلیا۔دروازہ کو چالیس آدمی نہیں اٹھا سکتے تھے۔ایک ضعیف روایت میں ہے کہ ستر آدمیوں نے پوری کوشش کی کہ دروازے کو دوبارہ اپنی جگہ قائم کریں۔(مگر قائم نہ کر سکے۔)

آپ،آپ کی زوجہ اور آپ کے دونوں فرزند اہل بیت ہیں:

سعید سے مروی ہے کہ معاویہ نے سعد کو حکم دیا کہ علی کو گالیاں دو۔سعید نے کہا جب تک میں علی کی تین خصوصیات یاد کرتا رہوں گا۔جو رسول اللہ ﷺ نے آپ کے حق میں بیان فرمائی ہیں۔اس وقت تک میں آپ کو گالیاں نہیں دوں گا۔اگر ان میں مجھے ایک خصوصیات مل جاتی تو میرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر تھی۔رسول اللہ نے علی رضی اللہ عنہ کو ایک جنگ میں مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا علی نے کہا!یارسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں نائب مقرر کرتے ہیں۔فرمایا:تم اس بات پر راضی نہیں ہو تم کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے۔جو ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھی۔مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔میں نے رسول اللہ کو خیبر کے روز فرماتے سنا۔کہ کل میں اس کو علم دوں گا۔پورا واقعہ بیان کیا۔جب قل تعالوا ندع ابناء کم والی آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے علی، فاطمہ سلام اللہ علیہا حسن اور حسین کو بلایا اور فرمایا یہ حضرات میرے اہل ہیں۔امہ سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حسن،حسین،علی اور فاطمہ سلام اللہ علیہا پر چادر تان کر فرمایا۔پالنے والے یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں۔اور میرے خاص بندے ہیں۔ان سے ناپاکی کو دور رکھ ان کو پوری طرح پاکیزہ فرما۔

سعید بن عمرو بن سعید بن العاص نے کہا میں نے عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ سے کہا میرے چچا کے فرزند لوگوں کا جھکاؤ علی کی طرف کیوں ہے۔کہا اے بھائی کے فرزند علی علم کے باہر،خاندان میں خاص مقام سب سے پہلے اسلام لانے والے،رسول اللہ ﷺ کے داماد،سنت میں بصیرت رکھتے تھے۔جنگ میں بہادر،خیرات دینے میں سخی،آیت انما کے نزول کے وقت آپ نے فاطمہ،علی،حسن اور حسین کو ام سلمہ کے گھر میں جمع کیا فرمایا میرے پالنے والے یہ میرے اہل بیت ہیں۔ان سے ناپاکی کو دور رکھ۔

حضرت علی کے گھر رسول اللہ ﷺ کے گھر کے درمیان تھے:

سعید بن عبیدہ نے کہا ایک شخص عبداللہ بن عمر کے پاس آیا۔ اور عثمان کے بارے میں دریافت کیا اس کو آپ کی نیکیوں کے بارے میں آگاہ کیا۔ ممکن ہے یہ باتیں آپ کو ناگوار گزری ہوں کہا ایسا ہی ہے کہا خدا تعالیٰ اس کو ذلیل کرے پھر اس نے حضرت علی کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے اس کو حضرت امیر کی خوبیوں سے آگاہ کیا۔ پھر کہا شاید یہ باتیں آپ کو پسند نہ آئی ہوں کہاں ایسا ہی ہے کہا خدا تم کو رسوا کرے۔ چلے جاؤ اپنے نظریہ میں دوبارہ غور کرو۔

علی آپ کی زوجہ اور آپ کے فرزندوں سے جنگ کرنے والا اور صلح کرنے والا رسول اللہ سے جنگ کرنے والا اور صلح کرنے والا ہے:

زید بن ارقم سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی، فاطمہ، حسن اور حسین سے جن لوگوں نے جنگ کی۔ ان سے میری جنگ ہے۔ اور جن لوگوں نے ان سے صلح کی۔ ان سے میری صلح ہے۔ بحوالہ ترمذی۔

ابوبکر صدیق سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ ایک خیمے کے اندر عربی کمان کا سہارا لیے ہوئے۔ تشریف فرما تھے۔ علی، حسن، حسین اور فاطمہ دوسرے کمرے میں قیام فرما تھے۔ فرمایا اے لوگو! میری ان لوگوں سے صلح ہے۔ جن کو ان خیمہ والوں سے صلح ہے۔ اور میری ان سے جنگ ہے جنہوں نے ان سے جنگ کی۔ میں ان کا دوست ہوں جو ان کو دوست رکھتا ہے۔ ان کو صرف وہ دوست رکھے گا۔ جن کا دادا نیک ہوا اور ان کی ولادت ٹھیک ہوگی۔ ان سے بغض رکھنے والے کا دادا بد بخت ہوگا اور ولادت ٹھیک نہیں ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ جب آپ کو علم دیتے تو آپ فتح کے بغیر واپس نہیں آتے تھے:

عمر بن حبشی سے مروی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام حسن علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ لوگوں سے ایسا شخص ہوا ہے جس کو رسول اللہ ﷺ علم عطا فرماتے آپ جنگ فتح کر کے تشریف لاتے۔ سات سو درہم کا مال ترکہ میں چھوڑا۔ جس سے اپنے اہل کے لیے نوکر خریدنا چاہتے تھے۔

آپ کی آنکھوں میں اس روز سے کبھی تکلیف نہ ہوئی جس روز سے رسول اللہ ﷺ نے ان میں لعاب دہن لگایا:

علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ میری آنکھ میں کبھی آشوب نہ ہوا۔ جس روز سے رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب دہن لگایا۔ بحوالہ احمد:

نیز آپ سے روایت ہے کہ میری آنکھوں میں کبھی آشوب کی تکلیف نہیں ہوئی جس روز سے رسول اللہ

ﷺ نے ان پر مسح کیا تھا۔ میری آنکھوں میں لعاب دہن لگایا تھا۔ خیبر کے روز اور مجھے علم عطا ہوا تھا۔ اس کو ابو الخیر قزوینی نے بیان کیا۔

آپ سردی کا لباس گرمی میں اور گرمی کا لباس سردی میں پہنا کرتے تھے کیوں کہ آپ کو گرمی اور سردی نہیں لگا کرتی تھی:

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ میرے باپ علی علیہ السلام کے ساتھ رہا کرتے آپ گرمی کا لباس سردی میں اور سردی کا لباس گرمی میں پہنا کرتے۔ آپ سے کسی نے کہا۔ آپ حضرت سے اس کی وجہ پوچھ لیتے۔ اس نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میرے پاس ایک شخص بلانے کے لیے بھیجا تھا۔ میں خیبر کی جنگ میں آشوب چشم میں مبتلا تھا۔ آپ نے میری آنکھ میں لعاب دہن لگایا۔ فرمایا اے پالنے والے اس سے سردی اور گرمی کو دور رکھ۔ اس وقت سے لے کر اس وقت تک میں نے کبھی گرمی اور سردی محسوس نہیں کی۔ اس روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ میں علم اس شخص کو دوں گا۔ جس کو خدا اور رسول اللہ دوست رکھتا ہے وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے۔ جنگ سے بھاگنے والا نہیں ہے۔ اس منصب کے حصول کے لیے اصحاب رسول بہت بے چین تھے۔

آنحضرت ﷺ آپ کو لشکر دے کر روانہ فرماتے آپ کے دائیں طرف جبرائیل ہوتے اور بائیں طرف میکائیل ہوتے، فتح کے بعد آپ واپس آتے:

حضرت علی کی شہادت کے بعد امام حسن نے فرمایا! آپ سے وہ شخص چلا گیا ہے۔ علم میں جس کا مقابلہ پہلے لوگ نہ کر سکے۔ اور نہ ہی اس کے علم کو آنے والے لوگ پا سکے۔ رسول اللہ ﷺ آپ کو لشکر دے کر روانہ فرماتے جبرائیل آپ کے دائیں اور میکائیل بائیں طرف ہوتے تھے۔ فتح کر کے واپس آتے۔ دولابی کے الفاظ یہ ہیں! حضرت علی کی شہادت کے وقت امام حسن نے خطبہ میں فرمایا! تم لوگوں نے ایسے شخص کو رات کو قتل کیا ہے۔ جس کے بارے میں قرآن نازل ہوا۔ جس میں عیسیٰ بن مریم کی رفعت موسیٰ کے نوجوان یوشع کا قتل ہونا۔ موجود تھا۔ خدا کی قسم علی کا کسی گذشتہ شخص نے مرتبہ حاصل نہیں کیا، خدا کی قسم آنحضرت آپ کو لشکر دے کر روانہ کرتے تھے۔ پھر پوری حدیث بیان کی۔

بدر کی جنگ میں فرشتہ نے علی کے نام کی آواز دی:

ابو جعفر محمد ابن علی نے فرمایا۔ ایک فرشتے نے بدر کی لڑائی میں آسمان سے آواز دی۔ جس کا نام رضوان تھا۔ تلوار صرف ذوالفقار ہے۔ جوان صرف علی ہے۔ شرح ذوالفقار، رسول اللہ ﷺ کی تلوار کا نام تھا۔ ابو العباس نے کہا یہ نام اس لیے کہ اس میں چھوٹے گڑھے تھے۔

ابو عبید نے کہا مغفر اس تلوار کو کہتے ہیں جس میں دندانے ہوں۔

جنگ بدر اور تمام لڑائیوں میں علم رسول علی کے ہاتھ میں ہوتا تھا:

ابن عباس سے روایت ہے کہ بدر کی لڑائی میں علم رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں تھا۔ حکم نے کہا۔ صرف بدر ہی نہیں بلکہ تمام لڑائیوں میں آنحضرت کا علم علی کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔

علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ اُحد کی جنگ میں میرا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ علم میرے ہاتھ سے گر گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس کو بائیں ہاتھ سے پکڑلو۔ میرا علم دنیا اور آخرت میں تمہارے ہاتھ میں رہے گا۔

حدیبیہ میں صلح نامہ علی نے لکھا:

ابن عباس سے روایت ہے کہ حدیبیہ کا صلح نامہ علی بن ابی طالب نے لکھا تھا۔ عبدالرزاق نے کہا کہ معمر نے یہ بات زہری سے پوچھی تو آپ ہنس دیے۔ یا مسکرا پڑے۔ کہا صلح نامہ لکھنے والے علی تھے۔ اگر تم بنو امیہ سے پوچھو تو وہ کہیں گے۔ کاتب صلح نامہ عثمان یعنی بنو امیہ تھے۔

حدیبیہ میں آنحضرت نے قریش کو حضرت علی کے بھیجنے کی دھمکی دی:

علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ ہمارے پاس حدیبیہ میں مشرکین میں سہیل بن عمرو اور روساء مشرکین حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے بیٹے بھائی اور غلام آپ کے پاس آگئے ہیں۔ انہیں ہمارے حوالے فرمایئے۔ اگر ان میں دین کی سمجھ بوجھ ہے۔ تو اس سے فائدہ اٹھائیں رسول اللہ ﷺ نے قریش سے فرمایا۔ تمہیں ایسی باتوں سے باز آجانا چاہیے۔ ورنہ میں ایسے آدمی کو بھیجوں گا۔ جو دین کے معاملے میں تمہاری گردنیں اڑا دے گا۔ جس کے دل کا امتحان ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے لے لیا ہے۔ کہنے لگے۔ یا رسول اللہ ایسا شخص کون ہے۔ ابوبکر اور عمر نے کہا یا رسول اللہ ان اوصاف کا مالک کون ہے۔ فرمایا یہ شخص وہ ہے جو جوتی ٹھیک کر رہا ہے۔ آنحضرت نے علی کو اپنی جوتی ٹھیک کرنے کو کہا تھا۔ پھر علی علیہ السلام لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ جس شخص نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ کو منسوب کیا۔ اس کو اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنانا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے جس طرح قرآن کے نازل ہونے پر جہاد کیا تھا اس طرح علی قرآن کی تفسیر میں جہاد کریں گے:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ تم میں ایسا شخص موجود ہے۔ میں نے جس طرح قرآن کے نزول پر جہاد کیا۔ وہ شخص قرآن کی تاویل کے لیے جہاد کرے گا۔ ابوبکر

نے عرض کیا۔ وہ میں ہوں گا۔ فرمایا نہیں۔ عمر نے فرمایا یا رسول اللہ یہ منصب مجھے نصیب ہوگا۔ فرمایا نہیں یہ اعزاز ایسے شخص کو حاصل ہوگا۔ جو جوتی درست کر رہا ہے۔ آنحضرت نے اپنی جوتی علی کو درست کرنے کے لیے دی تھی۔

ابوسعید خدرری سے روایت ہے ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں تھے۔ آپ اپنی کسی زوجہ کے گھر سے باہر تشریف لائے۔ ہم آپ کے ساتھ چلنے لگے۔ راستے میں آپ کی جوتی ٹوٹ گئی۔ آپ نے جناب امیر کو درست کرنے کو دی۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑے۔ کچھ دور جا کر آپ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتظار کرنے لگے۔ فرمایا! تم میں ایسا شخص موجود ہے۔ جو قرآن کی تاویل کے بارے میں اس طرح جہاد کرے گا جس طرح میں نے قرآن کی تنزیل پر کیا ہے۔ ہم نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایسے شخص کو دیکھنا شروع کیا۔ ابوبکر اور عمر بھی موجود تھے۔ دونوں نے آنحضرت سے پوچھا۔ کہ اس سے مراد ہم ہیں۔ فرمایا! نہیں بلکہ وہ شخص مراد ہے جو جوتی ٹھیک کر رہا ہے۔ علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی ٹھیک کر رہے تھے۔ ہم لوگوں نے علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو اس بات کی بشارت دی۔ آپ نے اس بات کو سنا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ اس بات سے پہلے آگاہ تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی طرف کھلنے والے گھروں کے تمام دروازے بند کرا دیے ماسوائے علی:

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ حضرت علی کے سوا صحابہ کے وہ تمام دروازے بند کر دیے جائیں۔ جن کا راستہ مسجد کی طرف تھا۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کے دروازے مسجد کی طرف تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا: علی کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کر دیے جائیں۔ اس بارے میں بعض لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں حمد وثنا کے بعد فرمایا۔ مجھے علی کے دروازے کے کھلے رہنے کا اور ان حضرات کے دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ میں سے کچھ لوگوں نے اعتراض کیا۔ خدا کی قسم میں نے اپنی مرضی سے دروازوں کو بند نہیں کیا۔ نہ ہی علی کے دروازے کو کھلا رکھا ہے۔ جس بات کا مجھے حکم ملا ہے۔ میں نے اس کی تعمیل کی ہے۔ ابن عمر نے کہا علی میں تین خوبیاں ملی ہیں۔ اگر ان میں سے مجھے ایک بھی مل جاتی تو وہ میرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی سے اپنی بیٹی بیاہ دی۔ جس سے آپ کی اولاد پیدا ہوئی۔ لوگوں کے دروازے بند کروا دیے مگر علی کا دروازہ کھلا رکھا۔ خیبر کی لڑائی میں علم علی کو دیا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ علی میں تین ایسی خوبیاں ہیں وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند ہیں۔ فاطمہ دختر نبی سے آپ کی شادی کا ہونا۔ مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنا۔ خیبر کی جنگ میں آپ کو علم کا ملنا۔

عبداللہ بن شریک بن رقم کسائی سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ حج کے زمانے میں مدینہ گئے ہماری

ملاقات سعد بن مالک سے ہوئی۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ تمام دروازے بند کروا دیے جو مسجد کی طرف کھلتے تھے صرف علی کے دروازے کو کھلا رہنے دیا۔ سعد نے کہا عبداللہ بن شریک جھوٹا ہے۔ ابن حبان نے کہا غالی شیعہ ہے۔

درست بات یہ ہے جس کو بخاری اور مسلم نے ابوسعد کی روایت سے بیان کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر کے دروازہ کے سوا مسجد کے تمام دروازے بند کر دیے جائیں اگر علی سے مروی حدیث درست ہے تو دونوں حدیثوں کی تاویل کی جائے گی۔ (صرف علی سے مروی حدیث درست ہے۔)

حضرت علی جنب کی حالت میں مسجد سے گذرتے تھے:

ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ اس مسجد میں میرے اور تمہارے سوا کوئی شخص جنابت کی حالت میں نہیں رہ سکتا۔ علی بن منذر نے کہا میں نے ضرار بن صرد سے اس حدیث کا مطلب دریافت کیا تو آپ نے کہا اس کا مطلب ہے کہ میرے اور تمہارے سوا جنابت کی حالت میں اس مسجد سے کوئی شخص گزر نہیں سکتا۔

حضرت علی آنحضرت کی طرف سے آپ کی امت پر حجت ہیں:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کو آتے ہوئے دیکھ کر مجھ کو فرمایا! یہ آنے والے قیامت کے روز میری امت پر میری حجت ہوں گے۔

آپ حکمت کے گھر کا دروازہ ہیں:

علی علیہ السلام نے سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم کے گھر اور علی علم کے شہر کا دروازہ ہیں:

علی علیہ السلام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں علم کا گھر ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہیں۔ ابوعمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں۔ علی اس کا دروازہ ہیں۔ جو شخص علم کی تلاش میں ہو تو اس کو دروازہ کے ذریعہ آنا چاہیے۔

آپ کا تمام لوگوں سے سنت کے زیادہ عالم ہونے کی خصوصیات:

بی بی عائشہ نے لوگوں سے پوچھا کہ تمہیں عاشورہ کے روز روزہ رکھنے کا فتویٰ کس نے دیا۔ کہا علی نے۔ فرمانے لگیں آپ سنت کے تمام لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔

آپ کی تمام امت سے علم وحلم میں بڑے ہوئے خصوصیات:

معقل بن یسار نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے۔ مجھے فرمایا فاطمہ کی عیادت کرنی ہے؟ عرض کیا ضرور۔ آپ مجھ پر سوار ہوئے آپ کا کوئی بوجھ نہ تھا۔ فرمایا! عنقریب فاطمہ کا بوجھ کوئی اور اٹھائے گا اور اس کا اجر تم کو ملے گا۔ ہم فاطمہ کے ہاں آئے۔ ہم نے کہا کیا حال ہے؟ کہا! غم واندوہ اور فاقہ زیادہ ہے اور بیماری لمبی ہو گئی ہے۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا۔ میں نے اس حدیث کو اپنے باپ کے خط سے لکھا ہوا دیکھا ہے۔ جس میں تحریر ہے (اے فاطمہ) تم اس بات پر راضی نہیں ہو۔ میں نے تمہاری شادی اس شخص سے کی ہے۔ جو سب سے پہلے اسلام لایا۔ جس کا علم بہت ہے اور حلم میں بڑے مرتبہ پر فائز ہیں۔ احمد نے اس حدیث کو بیان کیا۔ اور قلعی نے کہا کہ آنحضرت نے فرمایا۔ میں نے تمہاری شادی اس سے کی ہے۔ جو دنیا اور آخرت کے سردار ہیں۔

عطا سے کسی نے پوچھا۔ کہ اصحاب رسول میں کوئی متنفس علی سے زیادہ علم والا تھا۔ کہا میں ایسے متنفس کو نہیں جانتا۔ ابن مسعود نے کہا۔ مدینہ میں علم کے فرائض علی سب سے زیادہ جانتے تھے۔ ابن عباس نے کہا۔ علی کو علم کے نو حصے عطا ہوئے اور دسویں حصہ میں بھی تمہارے شریک ہیں۔

ابن عباس سے لوگوں نے پوچھا کہ علی کیسے آدمی ہیں۔ کہا آپ کا شکم اقدس حکمت، علم رعب وداب اور بہادری سے بھرا ہوا تھا۔ ساتھ ہی رسول اللہ کے قرابت دار بھی تھے۔

روایت میں آیا ہے کہ ایک عورت نے چھ ماہ میں بچہ جنا۔ حضرت عمر نے اسے سنگسار کرنا چاہا۔ حضرت علی نے آپ سے فرمایا کہ خداوند عالم فرمایا ہے۔ بچے کے حمل اور دودھ پینے کی مدت تیس ماہ ہے۔ دودھ کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی مدت دو سال ہے۔ لہٰذا حمل کی مدت چھ ماہ اور دودھ پینے کی عمر دو سال ہوئی۔ حضرت عمر نے عورت کو رحم نہ کیا۔ اور کہا اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے۔ سعید بن مسیب سے مروی ہے۔

حضرت عمر اس مشکل سے پناہ مانگتے جس کے حل کے لیے ابوالحسن نہ ہوں۔ محمد بن زبیر سے مروی ہے کہ میں مسجد دمشق میں گیا۔ وہاں ایک بوڑھے کو دیکھا۔ جس کی پلکیں بوڑھاپے سے ڈھیلی ہو چکی تھیں۔ میں نے پوچھا آپ نے کس شخص کا زمانہ دیکھا ہے۔ کہا عمر کا۔ میں نے کہا۔ آپ کس جنگ میں شامل ہوئے۔ کہا یرموک کی لڑائی میں۔ میں نے کہا! آپ کوئی بات بتائیں۔ کہا ہم قتیبہ کے ساتھ حج کو روانہ ہوئے۔ احرام کی حالت میں شتر مرغ کے انڈے اٹھائے۔ حج ادا کرنے کے بعد اس کا امیر المومنین عمر سے ذکر کیا۔ آپ نے کہا میرے ساتھ چلے آؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں کے پاس آئے اور ایک حجرہ پر دستک دے کر کہا۔ یہاں ابوالحسن موجود ہیں۔ اندر سے عورت نے کہا۔ یہاں موجود نہیں۔ فرمایا! میرے ساتھ چلے آؤ۔ حضرت کے پاس آئے آپ مٹی کی ہاتھ سے ڈھریاں بنا رہے تھے۔ کہا ان لوگوں نے شتر مرغ کے انڈے احرام میں اٹھائے ہیں۔ فرمایا ان کو بھیج دیتے آپ کیوں آئے کہا میرا آنا

ضروری تھا۔ فرمایا: باکرہ اونٹنیوں سے اونٹ ملاؤ۔ جو اس سے بچے پیدا ہوں وہ انڈوں والے کو دے دو۔ عمر نے فرمایا۔ بعض اونٹنیوں کے بچے ساقط ہوتے ہیں۔ فرمایا: انڈے بھی تو خراب ہو جاتے ہیں۔ حضرت عمر جب واپس ہوئے تو کہا اے پالنے والے جب مجھ پر مصیبت نازل کریں۔ تو ابوالحسن میرے پہلو میں ہوں۔

تمام صحابہ آپ سے مسئلہ پوچھتے تھے:

اذینہ عبدی نے کہا میں عمر کے پاس آیا پوچھا عمرہ کہاں سے شروع کروں۔ کہا علی کے پاس جا کر پوچھو۔

خازم نے کہا ایک شخص نے معاویہ سے مسئلہ پوچھا۔ کہا علی سے دریافت کرو۔ کہا میں تو آپ کا جواب چاہتا ہوں۔ مجھے آپ کا جواب پسند ہے۔ علی کا نہیں۔ کہا تم نے ٹھیک نہیں کہا ایسے شخص سے نفرت کرتے ہو، جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم سے پوری طرح نوازا ہے۔ تجھے مجھ سے وہ مرتبہ ہے۔ جو ہارون کو موسیٰ سے تھا۔ ہاں میرے بعد نبی کوئی نہیں ہوگا۔ عمر اپنی ہر مشکل آپ سے حل کراتے۔

عائشہ سے جرابوں کے مسح کے بارے میں کسی نے پوچھا۔ آپ نے کہا! علی سے دریافت کرو۔ ابن عمرو سے مروی ہے۔ یہودی ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے۔ اپنے نبی کی صفت بیان فرمائیے۔ کہا آپ کے ساتھ ان دو انگلیوں کی طرح تھا۔ میں آپ کے ساتھ کوہ حرا پر چڑھا۔ میری چھوٹی انگلی آپ کی انگلی چھوٹی انگلی میں تھی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ کرنا سخت مشکل ہے۔

علی کے پاس جاؤ۔ اور آپ سے پوچھو۔ حاضر ہو کر عرض کرنے لگے اے ابوالحسن اپنے ابن عم کے اوصاف بیان فرمائیے۔ فرمایا! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درمیانے قد کے تھے۔ اوپر کا نصف حصہ سرخی مائل سفید تھا۔ گھنگھرالے بالوں والے تھے۔ پیچیدہ نہیں تھے، سیاہ موٹی آنکھوں والے، پتلی کمر والے، سفید دانتوں والے، درمیانے ناک والے، گردن چاندی کی صراحی، گردن سے ناف تک سیاہ بال مسک کی چھڑی کی مانند تھے۔ ان بالوں کے علاوہ جسم میں اور سینہ پر کوئی بال نہیں تھا۔ بھرے ہوئے گوشت کے ہاتھ اور قدم تھے۔ جب چلتے تو اس طرح احتیاط سے چلتے تھے، گویا پتھر پر سے قدم اٹھا رہے ہیں۔ جب مڑتے تو تمام بدن کے ساتھ مڑتے، جب کھڑے ہوتے تو لوگوں پر چھا جاتے، جب تشریف رکھتے تو لوگوں سے بلند ہوتے، جب بولتے تو لوگ خاموش ہو جاتے، جب خطبہ دیتے تو لوگ رونے لگ جاتے، لوگوں پر بڑے مہربان، یتیم کے لیے مہربان باپ کی طرح تھے، بیواؤں کے لیے بہت بڑے سخی، ہشاش بشاش، آپ کا لباس عبا، خوراک جو کی روٹی، سالن دودھ، بچھونا کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا گدا، آپ کا بستر گھنے پتوں کا بنا ہوا۔ جن کو پتلی دوڑی سے باندھ دیا گیا تھا، آپ کے دو عمامے تھے، ایک کا نام سحاب دوسرے کا نام عقاب، تلوار کا نام ذوالفقار، آپ کا جھنڈا روشن تھا۔ اونٹنی کا نام غضبا، خچر کا نام دلدل، گدھے کا نام یعفور، گھوڑے کا نام مرتجز، بکری کا نام برکہ، چھڑی کا نام ممشوق، پانی نکالنے

والے جانور کو گھاس کھلاتے تھے، کپڑے کو ٹانکا لگاتے اور جوتے کو پیوند لگاتے۔ زید بن علی اپنے باپ سے وہ آپ کے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت علی کی خدمت میں حاملہ عورت لائی گئی۔ جس نے اپنے گناہ کا اقرار کیا تھا۔ آپ نے اس کے رجم کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علی نے عورت کو دیکھا فرمایا! اس کا کیا قصہ ہے۔ لوگوں نے کہا حضرت عمر نے اس کے رجم کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت علی عورت کو عمر کے پاس لائے، فرمایا! عورت پر تیرا حکم ٹھیک ہے۔ لیکن اس کے شکم میں جو بچہ ہے۔ اس کا کیا قصور ہے یا آپ کے ڈرانے کی وجہ سے اس نے اعتراف کیا ہے۔ اگر یہ بات ہے تو کیا رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہیں سنا۔ جو شخص قید یا حبس اور دھمکی کی وجہ سے جرم کا اعتراف کرے۔ اس پر حد قائم نہیں ہوگی۔ اس کا اقرار درست نہیں ہے۔ عورت کو چھوڑ دیا گیا۔ عبداللہ بن حسن سے مروی ہے۔ حضرت علی عمر کے پاس آئے۔ ایک عورت رجم کے لیے لائی گئی۔ پوچھا، اس عورت کا کیا معاملہ ہے۔ کہنے لگی یہ مجھے رجم کرنے لے جا رہے ہیں۔ علی نے عمر سے کہا۔ کہ عورت پر تیرا حکم درست ہو سکتا ہے۔ مگر جو بچہ اس کے شکم میں ہے اس کا کیا قصور ہے۔ حضرت علی کی ضمانت پر عورت چھوڑ دی گئی۔ لڑکا جننے کے بعد آپ اس کو عمر کے پاس لائے۔ تب رجم ہوئی۔ یہ اور عورت تھی۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ ورنہ دھمکی کے بعد اقرار ٹھیک نہیں ہے۔ پھر رجم کرنا درست نہیں۔

عبدالرحمٰن سلمی سے مروی ہے کہ ایک عورت پیاس کی شدت سے مجبور ہو کر چرواہے کے پاس پانی مانگنے گئی۔ اس نے پانی اس شرط پر دیا کہ وہ اس کے بدکاری کرلے۔ مجبوری کے وجہ سے مان گئی۔ عمر نے لوگوں سے اس کے رجم کرنے کے بارے میں مشورہ کیا۔ علی نے آپ سے کہا۔ یہ تو مجبور تھی۔ اس کو چھوڑ دو۔ اس نے چھوڑ دیا۔ ابوظبیان نے کہا میں حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی خدمت میں زانیہ عورت لائی گئی۔ آپ نے اس کے رجم کا حکم دیا۔ لوگ اسے رجم کرنے جا رہے تھے۔ راستے میں حضرت علی گئے۔ فرمایا! اس کو کیوں لے جا رہے ہو۔ عرض کیا! اسنے زنا کرانا ہے۔ عمر نے رجم کرنے کا حکم دیا ہے۔ علی نے عورت کو ان سے چھڑا لیا۔ رجم کرنے والوں کو واپس کر دیا۔ انہوں نے عمر سے کہا ہمیں علی نے واپس کیا ہے۔ آپ نے کہا علی نے یہ کام کس وجہ سے کیا ہوگا۔ آپ کو بلوا کر پوچھا۔ کیوں کیا۔ فرمایا رسول اللہ کی حدیث نہیں سنی کہ تین آدمیوں کو سزا نہیں دی جاسکتی۔ ایک نیند والا جب تک بیدار نہ ہو جائے۔ ایک بچہ جب تک بڑا نہ ہو جائے۔ ایک بے ہوش جب تک ہوش میں نہ آجائے۔ یہ فلاں قوم کی پاگل عورت ہے۔ ممکن ہے یہ فعل پاگل پن کی وجہ سے سرزد ہوا ہو۔ عمر نے کہا میں اس بات کو نہیں جانتا۔ علی نے کہا میں بھی نہیں جانتا۔ اس عورت کو عمر نے چھوڑ دیا۔ مردن نے کہا۔ حضرت عمر کے پاس ایک عورت آئی۔ جس نے عدت کے اندر نکاح کیا تھا۔ آپ نے میاں بیوی کو الگ کر دیا۔ اور کہا یہ پھر کبھی اکٹھے نہ ہوں گے۔ عورت کے مہر کو بیت المال سے ادا کیا۔ یہ بات علی کو معلوم ہوئی۔ فرمایا! اگر دونوں کو مسئلہ

معلوم نہیں تھا۔ مہر عورت کا حق ہے کیوں کہ مرد نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے۔ مدت کے ختم ہونے تک دونوں کو الگ الگ رکھا جائے۔ جب عدت ختم ہو تو یہ شخص خطبہ دینے والے میں ایک ہوگا۔ عمر نے خطبہ دیا۔ کہا جہالت کی باتوں کو سنت کی طرف لے جاؤ۔ علی کے قول پر عمل کیا۔ عمر نے لوگوں سے پوچھا غلام کتنی عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے۔ علی سے کہا۔ اے معافری چادر والے، آپ سے پوچھ رہا ہوں۔ فرمایا دو عورتیں۔ محمد بن زیاد سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے حج کیا۔ ایک شخص آپ سے ملا۔ جس کی آنکھ پر تھپڑ لگا ہوا تھا۔ پوچھا کس نے تھپڑ لگایا ہے۔ کہا علی نے۔ کہا تیرا یہ حشر عین اللہ نے کیا ہے۔ حضرت سے کچھ نہ پوچھا۔ آدمی ابھی حضرت عمر کے پاس موجود تھا اسی اثنا میں حضرت علی تشریف لائے۔ فرمایا یہ طواف کے دوران حرم کو دیکھ رہا تھا۔ حضرت عمر نے کہا آپ نے اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھا ہے۔ ایک اور روایت ہے۔ عمر طواف میں تھے۔ علی آپ کے آگے طواف میں مصروف تھے۔ ایک شخص نے عمر سے کہا۔ علی سے میرا حق دلوایئے۔ عمر ٹھہر گئے۔ جب علی آگئے۔ تو کہا اے ابوالحسن آپ نے اس شخص کو تھپڑ مارا ہے۔ کہا ہاں۔ کہا کیوں۔ کہا یہ طواف میں مومنین کے حرم کو دیکھ رہا تھا۔ کہا! ابوالحسن اچھا کیا۔ پھر اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تیری حرکت کو اللہ کی آنکھ نے دیکھا ہے۔ آپ کو جواہر خدا اور اللہ تعالیٰ کا ولی تصور کرو۔

خش بن معتمر نے کہا دو آدمیوں نے قریش کی عورت کے پاس سو دینار بطور امانت رکھے۔ اور اس سے کہا جب تک ہم دونوں اکٹھے نہ آئیں۔ اس وقت تک کسی کو نہ دینا۔ ایک سال گذر گیا۔ پھر ایک شخص آیا اور اس عورت سے کہا میرا ساتھی فوت ہو گیا ہے۔ دینار میرے حوالے کیجیے۔ عورت نے انکار کر دیا۔ عورت کے رشتہ داروں سے اس پر دباؤ ڈلوایا آخر کار اس نے سو دینار دے دیے۔ ایک سال کے بعد دوسرا شخص آگیا۔ اس نے دیناروں کا مطالبہ کیا۔ عورت نے کہا تیرے ساتھی نے آکر کہا کہ تمہارا انتقال ہو گیا۔ میں نے دینار اس کے حوالے کر دیے ہیں۔ دونوں حضرت عمر کے پاس اپنا فیصلہ لے گئے۔ آپ نے عورت کے خلاف فیصلہ کرنا چاہا۔ عورت نے کہا ہمیں علی کے پاس بھیج دیجیے۔ آپ نے علی علیہ السلام کے پاس بھیج دیا۔ حضرت کو معلوم ہو گیا۔ کہ دونوں آدمیوں نے عورت کے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ فرمایا کیا تم نے نہیں کہا تھا۔ جب تک ہم دونوں نہ آئیں اس وقت تک کسی کو مال نہ دینا۔ کہا ہاں کہا تھا۔ فرمایا تیرا مال ہمارے پاس موجود ہے۔ اپنے ساتھی کو لے آؤ۔ تب مال دیں گے۔

موسیٰ بن طلحہ سے مروی ہے۔ حضرت عمر کے پاس مال جمع ہو گیا۔ آپ نے تقسیم کر دیا۔ مگر کچھ بچ گیا۔ آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا اپنے پاس رہنے دو۔ اگر آپ کو ضرورت پڑے کام آئے گا۔ حضرت علی بھی لوگوں میں موجود تھے۔ حضرت عمر نے آپ سے کہا! آپ کیوں خاموش ہیں۔ فرمایا! لوگوں کے مشورہ کے بعد میری کیا ضرورت ہے۔ کہا آپ بھی مشورہ دیں۔ فرمایا! میرا مشورہ یہ ہے کہ مال کو تقسیم کر دیں۔ آپ نے مال تقسیم کر دیا۔

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ عمر نے حضرت علی سے کوئی چیز پوچھی آپ نے اس کا جواب دیا۔ آپ سے حضرت عمر نے کہا۔ میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ کہ میں اس قوم میں زندہ رہوں۔ اے ابوالحسن جس میں آپ موجود نہ ہوں۔

یحیٰ ابن عقیل سے منقول ہے کہ جب حضرت عمر علیہ السلام سے کوئی چیز دریافت کرتے تو آپ بتا دیتے۔ تو حضرت عمر کہا کرتے۔ اے علی خدا مجھے آپ کے بعد زندہ نہ رکھے۔

سابق راوی علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے عمر سے کہا۔ اگر تمہیں یہ بات پسند ہے کہ اپنے ساتھیوں رسول اللہ اور حضرت ابوبکر کے ساتھ رہو تو پھر اپنی خواہش کم کرو۔ بھوک سے کم کھاؤ۔ تہمند اونچا باندھو۔ اور قمیص چھوٹی پہنو۔ جوتی کو ٹانکا لگایا کرو۔ پھر تم دونوں کے ساتھ رہو گے۔

محمد بن یحیٰ مروی ہے کہ حبان ابن منقذ کی دو عورتیں تھیں ایک ہاشمیہ دوسری انصاریہ، آپ نے انصاریہ کو طلاق دے دی۔ حبان سال کے اخیر پر مر گیا۔ انصاریہ کہنے لگی:

> ''میری عدت ختم نہیں ہوئی وہ لوگ عثمان کے پاس اپنا مقدمہ لے گئے۔ اس نے کہا مجھے علم نہیں پھر علی کے پاس گئے۔ فرمایا کہ تو منبر رسول کے پاس قسم کھاتی ہے کہ تمہیں تین حیض نہیں، تو تجھے میراث ملے گی۔ اس نے قسم کھائی اور میراث میں شریک ہوئی۔''

حضرت علی کے سوا اصحاب رسول میں کسی نے سلونی کا دعویٰ نہیں کیا:

سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ علی کے سوا اصحاب رسول میں کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔ ابو عمرو نے کہا۔ علی بن ابی طالب کے سوا کسی شخص نے یہ دعویٰ نہیں کیا۔ کہ مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔ ابو طفیل سے مروی ہے۔ کہ میں علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ فرماتے تھے۔ خدا کی قسم مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔ مجھ سے جو چیز دریافت کرو گے۔ میں تمہیں اس سے آگاہ کروں گا۔ مجھ سے کتاب کا مسئلہ دریافت کرو۔ خدا کی قسم میں قرآن کی ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں۔ کہ وہ رات میں نازل یا دن کو میدان میں یا پہاڑ پر۔

علی تمام لوگوں سے زیادہ فیصلہ کرنے والے تھے:

انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا! علی میری امت میں سب سے زیادہ فیصلہ کرنے والے ہیں۔

عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا! علی ہم سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والے ہیں۔ ابن مسعود سے مروی ہے کہ ہم لوگ کہا کرتے مدینہ والوں میں سے سب سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والے علیہ السلام ہیں۔

معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ سات باتوں سے تم لوگوں

پر فخر کرو گے۔ اس میں قریش میں تیرا ہم پلہ کوئی نہیں ہوگا۔ آپ اللہ پر سب سے پہلے ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ کے عہد پر سب سے زیادہ وفا کی۔ خدا کے حکم کی سب سے زیادہ پابندی کی۔ سب سے زیادہ لوگوں میں برابر تقسیم کیا۔ لوگوں میں سب سے زیادہ انصاف کیا۔ فیصلہ کرنے میں بالغ نظر، اللہ تعالیٰ سے زیادہ اجر پانے والے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ کو یمن کا قاضی بنایا۔ تو دعا کی:

علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو اس وقت میں نوجوان تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مجھے ایسی قوم کے پاس روانہ فرما رہے ہیں۔ جس میں بڑی عمر والے لوگ موجود ہیں۔ مجھے فیصلہ کرنے کا کوئی خاص ملکہ نہیں ہے۔ فرمایا! خدا تمہاری زبان کی درست راہنمائی کرے گا۔ اور تیرے دل کو مضبوط رکھے گا۔ پھر میرے دل میں دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرتے وقت کبھی شک نہ گزرا۔ ایک روایت میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری زبان کو ثابت اور تیرے دل کو ہدایت دے گا۔ پھر اپنا ہاتھ علی کے منہ پر رکھا۔

علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاضی یمن بنا کر بھیجا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ جس قوم میں آپ مجھے بھیج رہے ہیں وہ بڑی عمر والے ہیں اور میں نوجوان ہوں۔ مجھے فیصلہ کرنے کا علم نہیں ہے۔ آپ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔ فرمایا اے علی خدا تیرے دل کو ہدایت اور تیری زبان کو ثابت رکھے گا۔ جب دو آدمیوں میں فیصلہ کرنے لگو تو دونوں کی باتیں سن کر فیصلہ کیا کرنا۔ جب ایسا کرو گے تو صحیح فیصلہ تمہارے سامنے آجائے گا۔ میں اس بات کا پابند رہا ہوں۔ پھر مجھے فیصلہ کرنے میں کوئی مشکل نہ ہوئی۔

آپ کے بعض فیصلے:

زر بن حبیس سے مروی ہے۔ دو آدمی کھانا کھا رہے تھے۔ ایک کے پاس پانچ روٹیاں، دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ تیسرے آدمی نے کھانے میں شامل ہونے کی اجازت لی۔ دونوں نے اجازت دے دی۔ سب سے برابر کھایا۔ تیسرے آدمی نے آٹھ درہم دیتے ہوئے کہا۔ یہ میرے کھانے کی اجرت ہے۔ درہموں کی تقسیم میں جھگڑا ہو گیا۔ پانچ روٹی والے نے کہا۔ میں پانچ درہم کا حقدار ہوں اور تم تین درہم کے۔ تین روٹی نے کہا میں برابر کا حق دار ہوں۔ دونوں اپنا فیصلہ علی علیہ السلام کے پاس لے گئے۔ آپ نے تین روٹی والے سے کہا اپنے ساتھی کی پیشکش قبول کرلو۔ ماننے سے انکار کیا۔ کہا میں صحیح فیصلہ چاہتا ہوں۔ علی علیہ السلام نے فرمایا صحیح فیصلہ میں آپ کو ایک درہم اور تمہارے ساتھی کو سات درہم ملے گے۔ عرض کیا وہ کیسے فرمایا، آٹھ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کرنے کے بعد چوبیس ٹکڑے ہوتے ہیں لہٰذا پانچ والے کے پندرہ اور تین والے کے نو ٹکڑے ہوئے۔

سب نے برابر کھائے۔ پندرہ والے نے آٹھ کھائے اور اس کے سات ٹکڑے بچ گئے۔ تیسرے آدمی نے آٹھ ٹکڑے کھائے۔ تیرے ساتھی کے سات اور تمہارا ایک ٹکڑا کھایا۔ لہٰذا تجھے ایک اور تمہارے ساتھی کو سات درہم ملیں گے۔ عرض کیا اب میں راضی ہوں۔

علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن بھیجا۔ وہاں چار اشخاص شیر کا شکار کرنے کی وجہ سے گڑھا میں گر گئے۔ پہلے ایک شخص گر اس نے دوسرے کو پکڑا، دوسرے نے تیسرے کو پکڑا، تیسرے نے چوتھے کو۔ چاروں کے چاروں گڈھے میں گر گئے۔ شیر نے ان کو زخمی کیا۔ زخموں کی تاب نہ لا کر سب مر گئے۔ ان کے سب ورثا میں جھگڑا ہوا۔ قتل و غارت تک نوبت آ گئی۔ علی علیہ السلام نے فرمایا! اگر تم مان جاؤ۔ تو میں تمہارا فیصلہ کرتا ہوں وہی صحیح ہوگا۔ ورنہ میں تمہیں اس وقت تک لڑنے نہیں دوں گا۔ جب تک رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ پہنچ جاؤ۔ اور آپ تمہارے درمیان فیصلہ کریں گے۔ آپ نے ربع دیت، ثلث دیت، نصف دیت اور پوری دیت کی سزا دی۔ آپ نے ان قبائل کو جمع کیا۔ جنہوں نے کنواں کھودا تھا۔ پہلے شخص پر ربع دیت مقرر کی۔ کیوں کہ اس کو اس نے ہلاک کیا۔ جو اس کے اوپر تھا۔ جو اس کے نزدیک تھا۔ ثلث دیت مقرر کی۔ جو اس کے اوپر تھا۔ نصف دیا۔ چوتھے پر پوری دیت قائم کی۔ ان لوگوں نے یہ فیصلہ نامنظور کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ مقام ابراہیم علیہ السلام پر آپ مل گئے۔ انہوں نے تمام واقعہ بیان کیا۔ ان میں ایک شخص نے کہا۔ علی نے ہمارا فیصلہ کیا ہے۔ آپ کے سامنے تمام فیصلہ بیان کیا۔ آنحضرت ﷺ نے آپ کا فیصلہ برقرار رکھا۔

حارث، علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور کہا اس پاگل عورت نے مجھ کو دھوکا دیا۔ حضرت نے غور سے دیکھا۔ عورت خوبصورت تھی۔ عرض کیا میں پاگل نہیں ہوں۔ خاص وقت میں مئیں بے ہوش ہو جاتی ہوں۔ فرمایا! اس کو لے جاؤ۔ لیکن تم اس کے لائق نہیں ہو۔

زید بن ارقم سے مروی ہے۔ علی علیہ السلام یمن میں تشریف لائے تین آدمیوں نے ایک ہی طہر میں ایک ہی لونڈی سے جماع کیا۔ اس نے لڑکا جنا۔ ہر ایک نے لڑکے کے مالک ہونے کا دعویٰ کیا۔ علی علیہ السلام نے ایک سے فرمایا! کیا تم اس لڑکے سے خوشی سے دستبردار ہوتے ہو۔ عرض کیا! نہیں۔ فرمایا! تم اس فعل میں برابر کے شریک ہو۔ میں لڑکے کے بارے میں قرعہ ڈالتا ہوں۔ جس کے نام قرعہ نکلے گا اس کو دو ثلث دیت دینا ہوگی۔ اور میں لڑکا اس شخص کو دے دوں گا۔

جمیل بن عبداللہ بن یزید مدنی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں علی علیہ السلام کے ایک فیصلہ کا ذکر ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا۔ خدا کا شکر ہے۔ جس نے ہم اہل بیت میں حکمت کو قرار دیا ہے۔

خدا کی ایک آیت پر عمل کرنے کی خصوصیت:

علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ کتاب خدا کی ایک آیت ایسی ہے۔ جس پر میرے سوا کسی نے عمل نہیں کیا۔ یہ سرگوشی والی آیت ہے۔ میرے پاس ایک دینار تھا۔ میں نے اس کو دس درہموں میں بیچا۔ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راز کی بات کرتا تو ایک درہم آپ کی خدمت میں پیش کرتا۔ اس آیت کو دوسری آیت نے منسوخ کر دیا۔

طائف کے روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راز کی بات کرنے کی خصوصیت:

جابر سے مروی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے روز علی علیہ السلام کو بلا کر راز کی بات بتائی۔ لوگوں نے کہا آپ نے اپنے ابن عم سے طویل راز کی بات کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میں نے علی سے راز کی بات نہیں کہی۔ بلکہ خدا نے راز کی بات کی ہے۔

علی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر چڑھنے کی خصوصیت:

علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میں خانہ کعبہ میں آئے آپ نے مجھے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ آپ میرے کندھے پر سوار ہو گئے۔ میں نے اٹھنا چاہا۔ مگر آنحضرت نے مجھ میں کمزوری محسوس کی۔ نیچے اتر پڑے آپ میری خاطر بیٹھ گئے۔ فرمایا میرے کندھے پر سوار ہو جاؤ۔ میں آپ کے دونوں کندھوں پر سوار ہو گیا۔ آپ کھڑے ہو گئے۔ میں اتنا بلند ہوا کہ اگر چاہتا تو آسمان کے افق کو ہاتھ لگا لیتا۔ میں خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا۔ جس پر پیتل اور تانبے کی مورتیاں پڑی ہوئی تھیں۔ میں ان کو دائیں بائیں آگے اور پیچھے اکھاڑنے لگا۔ جب اکھاڑ چکا تو آپ نے فرمایا! نیچے پھینک دو۔ میں نے نیچے پھینک دیا۔ گر کر شیشہ کی طرح چکنا چور ہو گیا۔ میں نیچے اتر آیا۔ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی ڈر کی وجہ سے چلنے لگے۔ تاکہ کوئی شخص ہم کو دیکھ نہ سکے۔ ہم گھروں کے اندر چھپ گئے۔ حاکمی سے مروی ہے کہ علی علیہ السلام نے فرمایا میں کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے بت کو گرا دو جو تانبے کا تھا اور لوہے کے کیلوں سے جکڑا ہوا تھا۔ اس میں ایک لوہے کی تار تھی۔ جس کو زمین پر کیلوں سے جکڑا گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان کو اکھاڑو میں نے ان کو اکھاڑ دیا۔ فرمایا! نیچے پھینک دو۔ میں نے نیچے پھینک دیا۔

اے علی! میری امت کا سب سے پہلے قیامت میں حساب و کتاب لیا جائے گا۔ آپ کو بشارت ہو۔ میری قرابت کی وجہ سے سب سے پہلے۔

علی کا قیامت کے روز لواء الحمد اٹھانے۔ ابراہیم اور رسول اللہ کے درمیان عرش کے سائے میں کھڑے ہونے۔ آنحضرت کو لباس پہنایا جانے کی خصوصیات:

مخدوج بن زہیلی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی علیہ السلام سے کہا۔ اے علی میں سب سے

پہلے قیامت کے روز اٹھایا جاؤں گا۔عرش کے سایہ میں داہنی جانب کھڑا ہوں گا۔ مجھے جنت کا سبز لباس پہنایا جائے گا۔ پھر اور انبیاء کو باری باری اٹھایا جائے گا۔ایک صف میں کھڑے ہوں گے۔ جنت کے سبز جوڑے پہنیں گے۔

اے علی! میری امت کا حساب سب سے پہلے قیامت میں حساب ہوگا۔آپ کو بشارت ہو۔ میری قرابت کی وجہ سے۔

تجھے بلا کر میرا لواء الحمد دیا جائے گا۔تم لوأالحمد کو لے کر آدم اور تمام مخلوق کے درمیان چلو گے۔ قیامت کے روز لوگ میرے لواء کے سایہ میں ہوں گے۔جس کا طول ایک ہزار سال راہ چلنے کے برابر ہوگا۔جس کی سنان یاقوت سرخ کی ہے۔قبضہ سفید چاندی کا ہوگا۔زجہ سبز موتی کا جس کے نور کے تین پھریرے ہوں گے۔تیسرا دنیا کے وسط میں ہوگا۔سطر اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم دوسری سطر میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ہر سطر کا طول ایک ہزار سال چلنے کے برابر ہوگا۔اس کا عرض ایک ہزار چلنے کے برابر ہوگا۔آپ لواء لے کر چلیں گے۔حسن آپ کے دائیں اور حسین آپ کے بائیں ہاتھ ہوں گے۔میرے اور ابراہیم کے درمیان عرش کے سائے میں تشریف فرما ہوں گے۔ جنت کا جوڑا پہنو گے۔پھر منادی عرش کے نیچے سے آواز دے گا۔بہترین باپ آپ کے باپ ابراہیم ہیں۔بہترین بھائی آپ کے بھائی علی ہیں۔اے علی آپ کو بشارت ہو۔ جب مجھے لباس پہنایا جائے گا اس وقت تجھے لباس پہنایا جائے گا جب مجھے بلایا جائے گا۔اس وقت تجھے بلایا جائے گا۔جب مجھے زندہ کیا جائے گا۔اس وقت تجھے زندہ کیا جائے گا۔ایک اور روایت میں ہے کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ لواء الحمد (جھنڈا) کیسے اٹھائیں گے۔فرمایا! کیوں کر نہ اٹھا سکیں گے۔آپ کو بہت خوبیاں عطا ہوئی ہیں۔میرے صبر جیسا صبر۔یوسف جیسا حسن اور جبرائیل کی قوت کی برابر قوت۔جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ قیامت میں آپ کا رایہ (جھنڈا) کون اٹھائے گا۔فرمایا! جو دنیا میں اٹھاتا تھا۔وہ قیامت میں اٹھائے گا۔ وہ علی کی ذات ہوگی۔

ابو سعید سے مروی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اپنے چند اصحاب کو لباس پہنایا۔اور علی کو لباس نہ پہنایا۔ آنحضرت نے علی کے چہرے میں جلال دیکھا۔فرمایا! اے علی تم اس بات سے راضی نہیں ہو۔ جب مجھے لباس پہنایا جائے گا۔اس وقت تجھے لباس پہنایا جائے گا۔ تجھے عطا کیا جائے گا۔جب مجھے عطا ہوگا۔

علی کی تین خصوصیات ایسی ہیں جو نبی کریم ﷺ کو بھی نہیں ملیں:

ابو سعید نے شرف النبوۃ میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت نے علی سے کہا کہ آپ کو تین ایسی خصوصیات عطا ہوئی ہیں جو کسی کو نہیں ملیں نہ مجھے ملی ہیں۔ تجھے مجھ جیسا خسر ملا۔ مجھے ایسا خسر نہیں۔ تجھے میری بیٹی صدیقہ جیسی بیوی ملی مجھے ایسی بیوی نہیں ملی۔ میری پشت سے تجھے حسن اور حسین جیسے فرزند عطا ہوئے۔ مجھے ان جیسے

فرزند نہیں ملے۔ تم لوگ مجھ سے ہو۔ اور میں آپ حضرات سے ہوں۔ سند علی بن موسیٰ رضا میں ہے۔ فرمایا! اے علی تین چیزیں ایسی ہیں جو صرف تجھ میں پائی جاتی ہیں۔ میرا خسر ہونا، تمہارے پاس تمہاری بیوی (سیدہ) کی ہونا اور تمہارے دو فرزندوں کا ہونا۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو مومنین کی شناخت نہ ہوسکتی۔ یہ بات من کنت مولاہ فعلی مولاہ سے مستفاد ہوتی ہے۔ علی کی محبت رکھنا مومن کی علامت ہے۔ آپ سے محبت صرف مومن۔ آپ سے بغض صرف منافق کرے گا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو مومن کی پہچان نہ ہوتی۔

علی کی چار خصوصیات ایسی ہیں جو کسی میں نہیں ہیں:

ابن عباس نے کہا۔ علی میں چار ایسی خوبیاں ہیں جو کسی میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ آپ پہلے عربی اور عجمی شخص ہیں۔ جس نے نبی صلعم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آنحضرت کا جھنڈا ہر جنگ میں آپ کے پاس ہوتا تھا۔ جس روز لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر جنگ سے بھاگ گئے تھے۔ آپ ثابت قدم رہے۔ آپ رسول اللہ کے وقت وفات ساتھ رہے حتیٰ کہ آپ کو قبر میں اتارا۔

علی کی پانچ ایسی خصوصیات جو آنحضرت کے نزدیک دنیا وفیہا سے بہتر ہیں:

ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! علی میں پانچ ایسی خصوصیات ہیں۔ جو مجھے دنیا وفیہا سے زیادہ پسند ہیں۔ جب تک میں حساب دوں گا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے میرا سہارا ہوں گے۔ لواء الحمد ان کے پاس ہوگا۔ آدم اور آدم کی اولاد اس کے نیچے ہوگی۔ میرے حوض کے کنارے کھڑے ہوں گے۔ میرے امتی کو پہچانیں گے۔ اور اسکو پانی پلائیں گے۔ میرا ستر عورت کریں گے۔ مجھے اس وقت کا خوف نہیں ہے۔

آپ کی دس خصوصیات:

عمرو بن میمون نے کہا کہ میں ابن عباس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ سات آدمیوں کا گروہ آپ کے پاس آیا۔ اور کہا ہمارا ساتھ دو یا ان آدمیوں کو چھوڑ دو۔ اس نے کہا میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ آپ اس زمانے میں نابینا نہیں ہوئے تھے۔ یہ لوگ باتوں میں مشغول ہوگئے۔ مجھے علم نہیں۔ کہ ان کی آپس میں گفتگو کیا ہوئی۔ جب ابن عباس واپس آئے تو کپڑے جھاڑتے ہوئے آئے اور کہتے تھے۔ ہلاکت اور بربادی ان لوگوں کے لیے ہو جو ایسے شخص کے خلاف ہوگئے ہیں۔ جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں کل ایسے شخص کو بھیجوں گا۔ جس کو خدا کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ جو خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اس اعزاز کے لیے لوگ بے حد خواہش مند ہوئے۔ مگر فرمایا! علی کہاں ہیں۔ عرض کیا چکی چلا رہے ہیں۔ فرمایا! تم میں سے کوئی شخص جا کر چکی چلائے۔ علی آئے مگر آشوب چشم کی وجہ سے دیکھ نہیں سکتے تھے۔ آپ کی آنکھوں میں دم کیا تین دفعہ جھنڈا ہلا کر آپ کو دیا۔ آپ صفیہ بنت کو

لائے۔ ایک شخص کو سورہ برأت دے کر بھیجا۔ اس کے پیچھے علی کو بھیجا۔ علی نے جا کر اس سے آیات لے لیں۔ فرمایا! اس کو وہ شخص لے جا سکتا ہے جو مجھ سے ہو آنحضرت نے اپنے چچا کی اولاد سے کہا۔ دنیا اور آخرت میں ولی کون ہوگا۔ علی آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے انکار کیا۔ علی نے عرض کیا۔ میں آپ کا دنیا و آخرت میں ولی ہوں گا۔ آپ نے علی سے کہا بیٹھ جاؤ۔ پھر آنحضرت نے ایک شخص سے کہا میرا دنیا اور آخرت میں ولی کون ہوگا۔ انہوں نے انکار کیا۔ علی نے عرض کیا میں دنیا و آخرت میں آپ کا ولی بنوں گا۔ فرمایا تم میرے دنیا میں اور آخرت میں ولی ہو۔ سب سے پہلے ایمان لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین پر کپڑا ڈال کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے ناپاک چیز کے دور رکھنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ اے اہل بیت تمہیں اچھی طرح پاک کرے گا۔ آپ نے رسول اللہ کی خاطر اپنی جان فروخت کی۔ آنحضرت کی چادر تان کر آپ کے بستر پر سو گئے۔ مشرک آپ کو رسول اللہ ﷺ تصور کرتے رہے آپ کو پتھر مارتے رہے۔ ابوبکر آئے علی بستر رسول پر سوئے ہوئے تھے۔ آپ نے علی کو رسول اللہ تصور کیا۔ علی نے کہا رسول اللہ میموں کنواں چلے گئے ہیں۔ آپ سے وہاں جا کر ملو۔ ابوبکر جا کر رسول اللہ ﷺ سے مل گئے۔ آپ کے ساتھ غار میں داخل ہو گئے۔ علی بستر رسول پر اس طرح کفار کو پتھر مارتے۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ مارتے تھے۔ آواز دیتے تھے۔ کپڑے میں اپنا سر صبح تک چھپا لیا۔ بعد میں کپڑے سے سر نکالا۔ رسول اللہ لشکر لے کر جنگ تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت علی نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔ رسول اللہ نے فرمایا! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو تم کو مجھ سے وہ مرتبہ حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھا۔ مگر تم نبی نہیں ہو۔ مناسب یہی ہے کہ تم میرے قائم مقام بنو۔ اور میں جنگ پر جاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میرے بعد مومنوں کے ولی ہو۔ علی کے دروازے کے سوا رسول اللہ ﷺ نے تمام دروازے بند کرا دیے۔ آپ جنابت کی حالت میں مسجد میں جاتے تھے۔ آپ کا راستہ مسجد کی طرف تھا۔ اس کے علاوہ کوئی راستہ نہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس کا میں سردار ہوں اس کے علی سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہمیں آگاہ کیا ہے۔ وہ درخت کے تلے بیعت کرنے والے اصحاب سے راضی ہو گیا ہے۔ اور ان کے دل کی حالت معلوم کر لی ہے۔ کیا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مطلع کیا ہے کہ خدا پھر ان پر ناراض ہو گیا ہے۔ کہا عمر نے اے خدا کے نبی مجھے اجازت دیجیے کہ حاطب کی گردن اڑا دوں۔ فرمایا! اللہ تعالیٰ اصحاب بدر کی دل کی حالت جانتا ہے۔ اور کہا جو چاہو کام کرو۔ احمد نے تمام حدیث بیان کی ہے۔ ابوالقاسم دمشقی نے موافقات اور اربعین طوال نے حدیث نقل کی ہے۔ نسائی نے حدیث کا کچھ حصہ بیان کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تم کو مجھ سے وہ مرتبہ حاصل ہے۔ جو ہارون کو موسیٰ سے حاصل ہے۔ اس کا مفصل بیان ہو چکا ہے۔

علی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس پہن کر اپنی جگہ سو جانا۔ جس کا ابھی ابن عباس نے ذکر کیا ہے:

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب قریش نے اس بات کا ملاحظہ کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریش کے علاوہ اور لوگ پیرو اور مددگار پیدا ہو رہے ہیں۔ اور دیکھا کہ مہاجرین ان لوگوں کے پاس جا رہے ہیں۔ جہاں قریش ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس بات سے بھی خائف ہوئے کہ کہیں رسول اللہ ہجرت نہ کر جائیں۔ اس لیے دار الندوہ میں جمع ہوئے یہ وہ جگہ ہے جہاں قریش بیٹھ کر فیصلہ کیا کرتے انہوں نے یہاں سوچ بچار کی کہ آنحضرت کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ شیطان ایک بزرگ کی شکل میں ان کے پاس آیا۔ اور دار الندوہ کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ تم کون بزرگ ہو؟ اس نے کہا میں نجد کا بزرگ ہوں۔ محمد کے متعلق جو تجویز سوچ رہے ہو۔ وہ سننے آیا ہوں۔ ممکن ہے میری رائے تمہیں فائدہ دے۔ کہا اندر تشریف لایئے۔ شیطان اندر چلا گیا۔ ایک شخص نے کہا محمد کو زنجیر میں جکڑ کر کمرہ میں بند کر کے دروازہ بند کر دو۔ آپ کا حشر وہی ہوگا جیسا کہ آپ جیسے شعراء زہیر اور نابغہ کا پہلے ہو چکا ہے۔ جو پہلے موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں۔ نجدی بزرگ نے کہا میرا اس رائے سے اختلاف ہے۔ اگر تم نے آپ کو کمرہ میں بند کر دیا تو یہ بات پوشیدہ نہیں رہے گی۔ آپ کے دوستوں کو اس کا علم ہو جائے گا۔ وہ تم پر ٹوٹ پڑیں گے اور تم سے چھین لیں گے۔ اس کے علاوہ کوئی اور تجویز سوچو۔ ایک اور نے کہا میری رائے یہ ہے کہ آپ کو شہر بدر کر دو۔ جب ہم سے چلے جائیں گے تو ہماری جان چھوٹ جائے گی نجدی بزرگ نے کہا۔ میرا اس تجویز سے بھی اتفاق نہیں ہے۔ کیوں کہ آپ بہت شیریں کلام ہیں۔ اپنی باتوں سے لوگوں کے دل موہ لیں گے۔ خدا کی قسم آپ جس قبیلے میں جائیں گے۔ اپنی میٹھی باتوں سے ان کے دلوں پر حکومت کریں گے۔ وہ آپ کی بیعت کر لیں گے۔ پھر ان کو لے کر تم پر چڑھائی کر دیں گے۔ ابو جہل نے کہا میری تجویز یہ ہے کہ ہر ہر قبیلہ کا ایک ایک بہت بڑا بہادر جوان منتخب کر لیں۔ اور ان کو تیز تلواروں سے آراستہ کر دیں یہ نوجوان ایک ہی وقت ایک وار میں آپ کو قتل کر دیں۔ پھر ہماری جان چھوٹ جائے گی۔ کیوں کہ آپ کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے گا۔ عبد مناف کی اولاد تمام قبائل سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ نجدی بزرگ نے کہا ابو جہل یہ بات معقول ہے۔ پھر یہ لوگ چلے گئے۔

جبرائیل علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے آج رات اپنے بستر پر نہ سوئیے۔ رات کے ایک حصہ گذارنے کے بعد آنحضرت کے دروازے پر جمع ہو کر کفار مکہ انتظار کرنے لگے کہ جب آپ سو جائیں تو آپ کو قتل کر دیا جائے۔ رسول اللہ نے ان کی یہ حرکت دیکھی تو علی علیہ السلام سے فرمایا! میرے بستر پر سو جاؤ اور یہ سبز حضرمی چادر اوڑھ لو۔ کافر آپ کو گزند نہ دے سکیں گے۔ آنحضرت اسی چادر میں سویا کرتے تھے۔ رسول اللہ روانہ ہو پڑے۔ مٹی کی مٹھی لے کر کفار کی آنکھوں پر پھینکتے تھے۔ کفار آپ کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ آپ سورہ یٰسین کی یہ آیت تلاوت کرتے۔ ان کے سروں پر مٹی ڈالتے تھے۔ ہم نے ان کے آگے اور بھی ایک دیوار بنا دی

ہے۔ اور ان کے پیچھے سے بھی ایک دیوار پھر (اوپر سے) ہم نے ان کو ڈھانپ دیا ہے۔ وہ اب کچھ نہیں دیکھتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیات کی تلاوت سے فارغ ہوئے۔ ہر مشرک کے سر پر مٹی پڑی ہوئی تھی۔ آپ جہاں جانا چاہتے تھے۔ تشریف وہاں لے گئے۔ ایک شخص نے مشرکین سے آ کر کہا۔ یہاں کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا یہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہا خدا تمہارا بھلا کرے۔ محمد چلے گئے ہیں۔ تمہارے ہر آدمی کے سر پر مٹی ڈال گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے سروں پر ہاتھ لگایا۔ تو وہاں مٹی پڑی ہوئی تھی۔ تو آنحضرت کے بستر پر حضرت علی کی چادر اوڑھے ہوئے سوئے تھے۔ انہوں نے جائزہ لیا تو کہنے لگے۔ خدا کی قسم محمد اپنی چادر میں سوئے ہوئے ہیں۔ صبح تک انتظار میں بیٹھے رہے۔ صبح کو علی بستر سے اٹھے۔ انہوں نے کہا آنحضرت کے جانے کے بارے میں جس نے ہمیں مطلع کیا تھا۔ سچ کہا تھا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت واذ یمکربک الذین کفرو سے خیر الماکرین اور نتربص بہ سے فانی معکم من المتربصن نازل کی۔ خدا نے اپنے نبی کو ہجرت کی اجازت دے دی۔

آیات کے نازل ہونے کی خصوصیت

ابن عباس نے کہا آیت "جو لوگ رات اور دن میں پوشیدہ اور ظاہر مال خرچ کرتے ہیں۔" علی کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت کے پاس چار درہم تھے۔ آپ نے ایک کو رات میں، دوسرے کو دن میں، تیسرے کو پوشیدہ طور پر، چوتھے کو ظاہر طور پر خدا کی راہ میں خرچ کیا۔ رسول اللہ نے پوچھا آپ نے یہ کام کیوں کیا۔ عرض کیا۔ خدا کے وعدہ کا مستحق ہونا چاہتا تھا۔ فرمایا! تم اس کے مستحق ہو۔ خدا نے آیت نازل کی۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ تمہارا ولی اور اس کا رسول آخر آیت تک علی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ آپ کا مفصل ذکر آپ کے صدقات کے ضمن میں آئے گا۔ یہ آیت "مومن اور کافر ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ آخر آیت تک علی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ابن عباس نے کہا۔ علی ولید بن عقبہ کے بارے میں کسی جھگڑے کے متعلق نازل ہوئی۔ ابن عباس نے کہا کہ ولید نے علی سے کہا میں تیرے مقابل میں نیزہ تیز۔ وسیع زبان اور بڑا گروہ رکھتا ہوں۔ علی علیہ السلام نے کہا اس سے خاموش رہو۔

تم فاسق ہو۔ دوسری روایت میں ہے۔ تم فاسق ہو۔ جھوٹ بولتے ہو۔ خدا نے علی کی تصدیق کی خاطر یہ آیت نازل ہوئی۔ قتادہ نے کہا۔ خدا کی قسم دنیا، خدا کے نزدیک اور آخرت میں (علی کا) مقابلہ کہاں کر سکتے ہیں۔ پھر آپ نے دونوں کے منازل بیان کیے۔ واحدی نے کہا اما الذین آمنوا علی کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ مجاہد نے کہا۔ افمن وعدنا الی اخرہ علی حمزہ اور ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ مجاہد سے نیز مروی ہے کہ رسول اللہ اور ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ کہا گیا عمار اور ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی۔ کہا گیا مومن اور کافر کے بارے میں نازل ہوئی۔ ابن حنفیہ نے کہا ہر مومن کے دل میں علی اور آپ کے اہل بیت کی محبت موجود ہے۔

هذان خصمان سے لے کر الی صراط الحمید کے بارے میں ابوذر قسم کھا کر کہتا ہے کہ یہ آیت علی، حمزہ، عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب عتبہ اور شیبہ فرزندان ربیعہ اور ولید بن عتبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

یطعمون الطعام الی آخرہ علی اور حمزہ کا دل اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا تھا۔ ابو طالب اور اس کی اولاد کے دل سخت ہو گئے۔

یطعمون الطعام الی آخرہ علی کے حق میں نازل ہوئی۔ جس کا ذکر صدقات میں آئے گا۔

ابن عباس نے کہا کتاب خدا میں جو آیت یا ایھا الذین آمنو کے عنوان سے آئی ہے۔ علی اس آیت کے اول امیر اور شریف مرد ہیں۔ خدا نے اصحاب محمد کو عتاب کیا۔ مگر علی کا ذکر بھلائی سے کیا۔

فصل ۸:

آنحضرت کا آپ کے جنتی ہونے کی گواہی دینا

زید بن ابی اوفی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا! آپ میرے بھائی اور دوست ہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت کی۔ وہ لوگ بھائی بھائی ہوں گے۔ جنگ کے تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ابن عمر اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا۔ اے علی تیرا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہوگا۔ قیامت میں میں جہاں جاؤں گا۔ تم میرے ساتھ جاؤ گے۔

انس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بہشت تین آدمیوں کی مشتاق ہے۔ علی، عمار اور سلمان رضی اللہ عنہما کی۔ ایک روایت میں ہے جس میں علی، عمار اور بلال کا ذکر ہے۔ دوسری روایت میں بلال کے بجائے مقداد کا ذکر ہے۔

انس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہم اولاد عبدالمطلب جنت والوں کے سردار ہیں۔ وہ میں، حمزہ رضی اللہ علیہ، علی رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ، اور مہدی (عجل اللہ فرجہ) ہیں۔ حضرت علی نے کہا کہ میں سویا ہوا تھا۔ رسول اللہ تشریف لائے۔ حسن اور حسین نے پانی طلب کیا۔ رسول اللہ نے ہماری بکی بکری کے پاس جا کر اس کا دودھ نکال کر لائے۔ حسن دودھ پینے آئے۔ ان کو آپ نے نہ دیا۔ فاطمہ نے عرض کیا یہ آپ کو زیادہ محبوب ہیں۔ فرمایا نہیں مجھے حسین زیادہ پیارے ہیں۔ آپ نے حسن سے پہلے حسین کو دودھ پلایا۔ فرمایا تم، یہ دونوں اور یہ سونے والا قیامت کے روز ایک جگہ ہوں گے۔ بکی اس بکری کو کہتے ہیں جس کا دودھ تھوڑا ہو۔

عبداللہ نے کہا جو لوگ جنگ میں چلے گئے۔ ان کے علاوہ تمام مہاجر اور انصار رسول اللہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اس دوران حضرت علی ناراضگی کی حالت میں تشریف لائے۔ رسول اللہ نے فرمایا! جس شخص نے

اس کو ناراض کیا۔ اس نے مجھے ناراض کیا۔ علی جب بیٹھ گئے۔ رسول اللہ نے فرمایا! اے علی کیا بات ہے؟ عرض کیا آپ کے چچا کی اولاد نے مجھے اذیت دی ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا! اے علی تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم جنت میں میرے ساتھ ہو گے۔ حسن، حسین اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے، ہماری عورتیں ہماری اولاد کے پیچھے اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔ عبداللہ بن ظالم نے کہا کہ سعید بن زید کے پاس ایک شخص کہنے لگا کہ میں جتنا علی کو دوست رکھتا ہوں۔ اتنا کسی کو دوست نہیں رکھتا۔ اس نے کہا۔ ہاں ٹھیک ہے۔ تم جنتی آدمی کو دوست رکھتے ہو۔

علی کو جنت میں کیا ملے گا:

علی علیہ السلام نے کہا کہ مجھے رسول اللہ نے فرمایا۔ اے علی تجھے جنت میں خزانہ ملے گا۔ تم جنت میں ایک جگہ ہو گے۔ جب دیدار خدا ہو گا۔ تو تم باری کا انتظار نہیں کرو گے بلکہ سب سے پہلے دیکھو گے (خدا کا جسم نہیں ہے جس کو دیکھا جائے گا۔)

ہُروی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے علی سے کہا کہ جنت میں تیرا ایک گھر ہو گا۔ اور ذوالقرنین کی تفسیر میں کہا ہے۔ کہ جنت کے دونوں طرف سے مراد ہیں۔ ابو عبید نے کہا کہ میرے خیال میں یہ امت ذو قرن ہیں۔ امت کا لفظ پوشیدہ ہے۔ جیسا کہ اس آیت حتیٰ توارت بالحجاب میں کہا گیا ہے۔ کہ ذو قرن سے مراد حسن اور حسین ہیں۔ ہروی نے آیت تم سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہ تفسیر میں کہا ہے کہ جب ذوالقرنین اپنی قوم کو خدا کی عبادت کے لیے دعوت دی تو قوم نے ان کے دائیں قرن پر وار کیا۔ آپ مر گئے۔ پھر خدا نے آپ کو زندہ کیا۔ پھر آپ کے بائیں قرن پر مارا۔ پھر آپ مر گئے۔ پھر خدا نے آپ کو زندہ کیا۔ حضرت علی نے ذوالقرنین کے قصے کے بارے میں فرمایا! تم میں بھی ذوالقرنین کی مثل موجود ہے۔ اس سے حضرت نے اپنی ذات کو مراد لیا کیوں کہ آپ کو بھی دو دفعہ سر پر ضرب لگی۔ ایک خندق کی جنگ میں دوسری ضرب ابن ملجم نے لگائی۔ ممکن ہے رسول اللہ ﷺ کا اس کی طرف اشارہ ہو۔ کہ تم اس امت کے ذوالقرنین۔ جس طرح خود ذوالقرنین اپنی امت میں تھے۔ علی علیہ السلام نے کہا۔ میں رسول اللہ کے ساتھ مدینہ کے راستوں پر چل رہا تھا۔ ہم ایک باغ میں وارد ہوئے۔ رسول اللہ سے میں نے عرض کیا یہ باغ کس قدر خوبصورت ہے۔ فرمایا جنت میں تمہارے لیے اس سے زیادہ خوبصورت ہو گا۔

پھر ایک باغ میں گئے۔ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یہ باغ کس قدر خوبصورت ہے۔ فرمایا! تمہارے لیے جنت میں اس سے زیادہ خوبصورت ہو گا۔ ہم سات باغوں میں گئے۔ میں ہر بار کہتا تھا۔ کہ یہ باغ کس قدر خوبصورت ہے۔ رسول اللہ فرماتے تھے۔ تمہارے لیے جنت میں اس سے زیادہ خوبصورت باغ ہو گا۔ ایک اور

روایت میں ہے کہ جب ہم لوگ راستہ طے کر چکے تو آنحضرت ﷺ مجھے گلے لگا کر زار زار روئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ کیوں روتے ہو۔

فرمایا! لوگوں کے دلوں میں تمہارے متعلق بغض بھرے ہوئے ہیں۔ وہ اپنا بغض میرے مرنے کے بعد نکالیں گے۔ عرض کیا میرا دین سلامت ہوگا۔ فرمایا تمہارا دین سلامت ہوگا۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! یا علی بہشت میں آپ کو اس قدر انعامات ملیں گے اگر تمام اہل دنیا پر تقسیم کیے جائیں تو ان سے بچ جائیں گے۔

جنتیوں کے ساتھ رونق افروز ہوں گے:

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میں شب معراج کو آسمان پر گیا تو جبرائیل نے مجھے پکڑ کر جنت کے دروازے پر بٹھا کر ایک ناشپاتی دی میں اس کو الٹنے پلٹنے لگا۔ وہ میرے ہاتھ سے گر گئی۔ اس کے اندر سے ایک حور نمودار ہوئی۔ ایسی خوبصورت حور میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی کہنے لگی اے محمد آپ پر سلام ہو۔ پوچھا تم کون ہو۔ عرض کیا میرا نام راضیہ مرضیہ ہے۔ خداوند عالم نے مجھے تین چیزوں سے پیدا کیا ہے۔ میرا اوپر کا حصہ عنبر کا ہے۔ درمیانہ حصہ عنبر کافور کا اور نچلا حصہ مسک کا بنا ہوا ہے۔ میرا خمیر آب حیات سے گوندھا ہے۔ خدا نے کہا ہو جاؤ۔ میں ہو گئی۔ مجھے تمہارے بھائی اور ابن عم علی بن ابی طالب کے لیے پیدا کیا ہے۔

جنت میں آپ کے قصر اور رقبہ کا ذکر:

حذیفہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا نے مجھے اس طرح سے خلیل بنایا۔ جس طرح ابراہیم کو خلیل بنایا۔ میرا قصر اور ابراہیم کا قصر جنت میں آمنے سامنے ہوں گے۔ علی کا قصر میرے اور ابراہیم کے قصر کے درمیان ہوگا۔ ایسے دوست کا کیا کہنا جو دو دوستوں کے درمیان ہوگا۔

سلمان فارسی نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا جب قیامت کا روز ہوگا میری خاطر سرخ قبا عرش کی دائیں جانب اور ابراہیم کے لیے سبز یاقوت کا قبہ عرش کی بائیں جانب نصب ہوگا۔ ہمارے قبوں کے درمیان سفید موتیوں کا قبہ علی بن ابی طالب کی خاطر نصب ہوگا۔ اس حبیب کی کیا منزلت ہوگی۔ جو دو دوستوں کے درمیان ہوگا۔

حضرت علی منافقین کو حوض رسول سے بھگائیں گے:

ابو سعید حذری سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! یا علی آپ کے پاس جنت کا عصا ہوگا۔ جس کے ذریعہ منافقین کو حوض سے ہٹاؤ گے۔ علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ میں اپنے ان چھوٹے ہاتھوں سے حوض رسول اللہ سے کفار اور منافقین کو ہٹاؤں گا۔ جس طرح لاوارث اونٹ کو حوض سے ہٹایا جاتا ہے۔

قیامت میں آپ کی اونٹنی کا ذکر:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی علیہ السلام سے فرمایا۔ قیامت کے روز تم جنت کی ناقہ پر سوار ہو گے۔ میں تمہارے ساتھ اپنی سواری پر سوار ہوں گا۔ میرا ران تمہارے ران کے ساتھ ہوگا۔ اس حالت میں جنت میں جاؤ گے۔

فصل ۹:

آپ کے بعض سے فضائل آپ سب سے پہلے اسلام لائے۔ سب سے پہلے نماز پڑھی۔ اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ نے قبلتین کی طرف نماز پڑھی۔ ہجرت کی جنگ بدر، صلح حدیبیہ، بیعت رضوان، تبوک کے علاوہ سب جنگوں میں شرکت کی جنگ تبوک میں رسول اللہ نے آپ کو مدینہ میں نگراں مقرر کیا تھا۔ آپ نے جنگ بدر، اُحد، خندق اور خیبر میں بہت بڑے کارنامے انجام دیے تھے۔ ان غزوات میں آپ نے رسول اللہ ﷺ کی بڑی مدد کی۔ کریم انسان کی طرح آپ کا ساتھ دیا۔ اکثر جنگوں میں رسول اللہ ﷺ کا علم آپ کے پاس تھا۔ خاص طور پر جنگ بدر میں۔ اُحد کی جنگ میں مصعب بن عمیر قتل ہو گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے علم علی کو دیا۔ تمام جنگوں میں رسول اللہ کا علم علی کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ اس کا استعمال کثرت کی وجہ سے کیا ہے۔ اس بنا پر دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی۔ جب رسول اللہ جنگ نہیں کرتے تھے تو اپنے ہتھیار یا تو علی کو دیتے تھے یا اسامہ کو۔ آپ کو آنحضرت نے اپنی دامادی کے شرف سے نوازا جو بہت بڑی فضیلت ہے۔ آپ آنحضرت کے زیادہ قریبی ہیں۔ دونوں احادیث کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا علی کو اپنا بھائی بنایا۔ یہ علی کی بہت بھاری فضیلت ہے۔ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ آنحضرت نے شکلیں دیکھ کر ایک دوسرے کو اس میں بھائی بنایا تھا۔ ابو بکر کو عمر کا بھائی بنایا تھا۔ ابو بکر کو عمر کا بھائی بنایا تھا۔ علی کو آنحضرت نے اپنی ذات کے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔ یہ کس قدر فخر اور بہت بڑی فضیلت کی بات ہے۔

معاویہ نے ضرار صدائی سے کہا کہ علی کے اوصاف بیان کیجیے۔ کہا مجھے معاف فرمایئے۔ کہا تجھے ضرور بیان کرنے پڑیں گے۔ کہا اگر کرنا ضروری ہے تو خدا کی قسم آپ بہت بڑے بہادر، مضبوط جسم کے مالک تھے۔ دوٹوک بات فرماتے، ٹھیک فیصلہ کرتے۔ آپ علم کا بہتا ہوا دریا تھے۔ دنیا اور دنیا کی رونق سے متنفر تھے۔ آپ کو رات اور اس کی تاریکی پسند تھی۔ پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے۔ بہت سوچ وچار کرتے تھے۔ آپ کو مختصر لباس پسند تھا۔ روکھا سوکھا طعام تناول فرماتے۔ ہمارا ایک فرد معلوم ہوتے۔ جب آپ سے کوئی بات پوچھتے۔ تو آپ جواب دیتے۔ اگر کوئی خبر دریافت کرتے تو اس سے آگاہ کرتے۔ خدا کی قسم نہایت قریبی قرب ہونے کے باوجود آپ کی

رعب کی وجہ سے آپ سے بات نہیں کر سکتے تھے۔ اہل دین کی عزت کرتے۔ مساکین کو اپنے قریب کرتے۔ مساکین آدمی آپ سے غلط فیصلہ کی توقع نہیں رکھتا تھا۔ کمزور آپ کے انصاف سے مایوس نہیں تھا۔ میں نے آپ کو بعض اوقات اس وقت دیکھا جب رات کی تاریکی پر پردے ڈال دیے تھے۔ ستارے بھرپور نکل آئے تھے۔ آپ اپنی داڑھی کو پکڑ مار گزیدہ کی طرح بے چین ہوتے۔ غمگین صورت میں گریہ فرماتے۔ دنیا کسی اور کو دھوکا دے۔ مجھے تیری ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تجھے تین طلاق دے دیے۔ جس سے دوبارہ رجوع نہیں ہو سکتا۔ تیری عمر کم ہے۔ ہائے افسوس زادراہ بہت کم ہے اور راستہ لمبا ہے۔ اجنبی راستہ ہے یہ سن کر معاویہ رونے لگا۔ کہا خدا ابوالحسن پر رحم کرے۔ خدا کی قسم آپ ایسے صفات کے مالک تھے معاویہ نے کہا ضرور۔ تجھے آپ کی موت کا کس قدر غم ہے۔ کہا اتنا غم ہے جس طرح کسی کا اکلوتہ بچہ اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے۔ حسن بن ابوالحسن سے مروی ہے کہ کسی شخص نے آپ سے حضرت علی کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے کہا خدا کی قسم آپ اپنے دشمن کے لیے خدا کا بے خطا تیر تھے۔ اس امت کی تربیت کرنے والے تھے۔ امت میں صاحب نقل، صاحب سبقت اور رسول اللہ ﷺ کے قرابت دار تھے۔ خدا کے حکم سے غافل نہیں تھے۔ خدا کے دین کی خاطر کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ قرآن کی عزائم صورتوں میں غور وفکر کیا تو وہاں سے ثمردار چیز برآمد کیں۔ ایسے شخص کو علی بن ابی طالب کہتے ہیں۔ احمد بن حنبل اور قاضی اسماعیل بن اسحاق نے کہا کہ فضائل صحابہ میں اس قدر اچھی سند کے ساتھ احادیث بیان نہیں ہوئیں جس قدر علی کے فضائل میں بیان ہوئی ہیں۔

خدا اور رسول کا آپ سے محبت کرنا:

بریدہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے خداوند عالم نے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور خود بھی ان چار آدمیوں سے محبت کرتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ان کے ناموں سے آگاہ فرمائیے۔ تین دفعہ فرمایا! علی ان میں سے ہیں۔ باقی ابوذر، سلمان اور مقداد ہیں مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے۔ مجھے آگاہ کیا ہے۔ کہ وہ بذات خود ان سے محبت کرتے ہیں۔

ابن عباس نے کہا! علی رسول اللہ کی خدمت میں تشریف لائے۔ آنحضرت نے کھڑے ہو کر آپ کو گلے لگایا۔ اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے سامنے حضرت علی کا ذکر ہوا۔ آپ کے بارے میں لوگوں کے نظریات بھی بیان ہوئے۔ عبدالرحمٰن نے کہا ہم آپ کے ساتھ بیٹھے، ساتھ رہے، آپ کے ساتھ کھایا پیا۔ اور لوگ جو باتیں کرتے ہیں۔ میں نے آپ سے ایسی کوئی بات نہیں سنی۔ کیا آپ کی فضیلت کے لیے یہ بات کافی نہیں ہے۔ لوگ یہ کہیں آپ رسول اللہ کے چچا کے فرزند ہیں۔ اور آپ کے حبیب ہیں۔ بیعت رضوان میں موجود تھے۔ اور جنگ بدر میں جہاد کیا۔

رسول اللہ کے نزدیک آپ کا مقام:

عبداللہ بن حارث نے کہا میں حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ رسول اللہ کی طرف سے جو بڑی فضیلت آپ کو حاصل ہوئی۔ وہ آپ بیان فرمائیے۔ فرمایا ایک دفعہ میں رسول اللہ کے ہاں سویا ہوا تھا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد مجھ سے فرمایا! میں نے خداوند عالم سے اپنے لیے جو بہتری طلب کی ہے وہ تمہارے لیے بھی طلب کی ہے۔ جس برائی سے اپنے لیے پناہ مانگی ہے۔ اس سے تمہارے لیے بھی پناہ مانگی ہے۔

آپ جیسی فضیلت کسی نے حاصل نہیں کی:

عمر بن خطاب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کسی شخص نے علی جیسی فضیلت حاصل نہیں کی۔ آپ اپنے ماننے والے کو سیدھا راستہ دکھلاتے ہیں۔ اس کو ہلاکت سے روکتے ہیں۔

آپ سے محبت رکھنے کی ترغیب اور بغض رکھنے سے ممانعت:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس شخص نے تم سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے تم سے بغض رکھا۔ علی علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ جس شخص نے مجھے ان دونوں (حسنین) ان کے باپ اور ماں کو دوست رکھا۔ وہ قیامت کے روز میرے درجے میں ہوگا۔ علی علیہ السلام نے فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے میں شگاف ڈالا۔ اور روح کو زندہ کیا۔ مجھ سے نبی امی نے فرمایا تھا کہ مجھے مومن دوست اور منافق مجھ سے بغض رکھے گا۔ ابو حاتم نے کہا کہ حضرت نے فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس نے روح کو پیدا کیا۔ مجھے نبی صلعم نے فرمایا تھا مجھے مومن دوست رکھے گا۔ اور منافق مجھ سے بغض رکھے گا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے۔ علی کو منافق دوست نہیں رکھے گا۔ اور مومن آپ سے نفرت نہیں کرے گا۔ نیز بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے علی سے فرمایا! تجھ سے مومن بغض اور منافق تجھ سے محبت نہیں کرے گا۔ عبدالمطلب بن عبداللہ بن حنطب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے لوگو! میں تمہیں اپنی امت کے ذوالقرنین، اپنے بھائی اور اپنے ابن عم علی بن ابی طالب سے محبت کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ آپ کو مومن دوست رکھے گا۔ اور منافق آپ سے نفرت کرے گا۔ جس شخص نے آپ کو دوست رکھا۔ اس نے مجھے دوست رکھا۔ جس نے آپ سے بغض رکھا۔ اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

حارث ہمدانی نے کہا کہ میں نے علی کو منبر پر دیکھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ خداوند عالم نے اپنے نبی امی ﷺ کی زبان کے ذریعہ اس بات کا فیصلہ کیا ہے کہ مجھے مومن دوست رکھے گا۔ اور منافق مجھ سے نفرت کرے گا۔ جابر بن عبداللہ نے کہا کہ ہم لوگ منافقین کو علی سے بغض رکھنے کی وجہ سے پہچانتے تھے۔ ابو سعید نے کہا ہم گروہ انصار منافقین علی سے بغض رکھنے کی وجہ سے جانتے تھے۔ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں

کہ ہم لوگ رسول اللہ کے زمانے میں منافقین کو تین باتوں کی وجہ سے پہچانتے تھے۔ (۱) اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلانے سے۔ (۲) نماز نہ پڑھنے سے۔ (۳) علی بن ابی طالب سے بغض رکھنے سے۔

زید بن ارقم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ شخص قضیب سرخ کو پکڑے۔ جس کو خدا نے جنت عدن میں لگایا ہے۔ تو وہ علی سے محبت کرے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! علی کی محبت گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتی ہے۔ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ علی کی محبت گناہوں کو اس طرح ختم کرتی ہے، جس طرح آگ لکڑی کو ختم کر دیتی ہے۔ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ علی علیہ السلام نے بلال کو تربوز لانے کے لیے ایک درہم دیا۔ بلال نے کہا میں نے تربوز خریدا۔ اور حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ جب حضرت نے توڑا تو وہ کڑوا تھا۔ بلال سے فرمایا! اس کو اس کے مالک کے حوالے کرو۔ میرا درہم واپس لے آؤ۔ مجھے رسول اللہ ﷺ نے آگاہ فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ سے محبت رکھنے کا عہد انسان، درخت، پھل اور تخم سے لیا تھا۔ جس نے آپ کی محبت کا اقرار کیا۔ وہ میٹھا اور پاک ہوگا۔ جس نے اقرار نہیں کیا وہ خبیث اور کڑوا ہوگا۔ میرے خیال میں اس نے محبت کا اقرار نہیں کیا تھا۔ اس واقعہ سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ اگر کسی چیز میں پہلے سے کوئی نقص موجود ہو تو اس کو واپس کر دینے سے کوئی مضائقہ نہیں۔ رسول اللہ کی دختر نیک اختر جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پوری طرح نیک بخت بالکل نیک بخت وہ ہے۔ جس نے علی کو آپ کی زندگی میں اور آپ کے مرنے کے بعد آپ کو دوست رکھا ہو۔

عمار بن یاسر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے علی سے فرمایا وہ شخص خوش قسمت ہے۔ جس نے آپ کو دوست رکھا۔ اور آپ کی بات کی تصدیق کی۔ وہ شخص برباد ہو جائے گا۔ جو آپ سے بغض رکھے گا۔ اور آپ کی بات جھٹلائے گا۔ سعید بن مسیب نے کہا کہ ایک شخص علی اور زبیر کا گلہ کرتا تھا۔ اس کو سعد بن مالک نے منع کیا کہ ہمارے بھائیوں کا گلہ نہ کرو۔ مگر اس نے نہ مانا۔ سعد نے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی پھر کہا اے معبود اگر اس شخص نے اپنی بات سے تجھے ناراض کیا ہے۔ مجھے اس کا انجام اور حشر لوگوں کو دکھلا۔ وہ شخص نکلا ہی تھا۔ کہ ایک بختی اونٹ صف چیرتا ہوا آیا اور اس کو پکڑ کر اپنے سینے اور زمین کے درمیان ہلاک کر دیا۔ اس کو اس قدر پیسا کہ وہ مر گیا۔ لوگ دوڑتے ہوئے سعد کے پاس آئے۔ اور آپ کو یہ خوشخبری سنائی اور کہا سعد آپ کو مبارک ہو۔ خدا نے آپ کی دعا قبول کر لی ہے۔ عامر بن سعد سے مروی ہے کہ سعد جا رہے تھے۔ ایک شخص گزرا جو علی، طلحہ اور زبیر کا گالیاں دیتا تھا۔ سعد نے کہا تم ایسے اشخاص کو گالیاں دیتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بہت بڑا مرتبہ ملا ہے۔ گالیاں مت دو۔ ورنہ خدا سے تمہاری شکایت کروں گا۔ اس نے کہا مجھے ایسے ڈراتے ہو جیسے نبی ڈراتے ہیں۔ سعد نے کہا اے معبود! اس نے ان لوگوں کو گالیاں دی ہیں۔ جن کی تیرے نزدیک عزت ہے۔ آج اس شخص کو عبرت کا مقام

بنا۔ بختی اونٹنی آئی۔ لوگوں نے اس کو جگہ دے دی اور اس شخص کو پکڑ لیا۔ لوگ دوڑتے ہوئے سعد کے پاس آئے اور کہا اے ابواسحاق خدا نے آپ کی دعا قبول کر لی ہے۔ علی بن زید بن جدعان نے کہا میں سعید بن مسیب کے ہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا ابوالحسن اپنے قائد کو حکم دو جا کر اس شخص کے چہرے اور جسم کو دیکھ لے۔ اس نے جا کر ملاحظہ کیا۔ اس کا چہرہ حبشی کی طرح سیاہ ہو چکا تھا۔ میں اس شخص کے قریب گیا وہ طلحہ، زبیر اور علی کو گالیاں دے رہا تھا۔ میں نے اس کو منع کیا۔ اس نے میری بات ماننے سے انکار کیا۔ میں نے کہا اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تیرا چہرہ سیاہ کر دے گا۔ اس کے چہرہ پر سیاہ پھوڑا نکلا۔ جس سے اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔

موثرہ بن محمد بصری سے مروی ہے کہ میں یزید بن ہارون واسطی کو اس کی موت کے چار راتیں گزرنے کے بعد خواب میں دیکھا۔ پوچھا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ کہا میری نیکیاں قبول کر لی ہیں۔ اور میرے گناہوں سے درگزر کیا ہے۔ میرا بوجھ کم کر دیا ہے۔ میں نے پوچھا پھر کیا ہوا۔ کہا کریم سے کرم ہی صادر ہوتا ہے۔ میرے گناہ بخش دیے۔ مجھے جنت میں داخل کیا۔ میں نے پوچھا ایسا کیوں ہوا۔ مجالس ذکر میں شمولیت حق بات کہنے، سچی گفتگو کرنے، نماز شب میں طویل قیام اور غربت میں صبر کرنے کی وجہ سے حاصل ہوا۔ میں نے کہا منکر اور نکیر کا قبر میں آنا حق ہے۔ کہا خدا کی قسم سچ ہے۔ منکر نکیر نے مجھے قبر میں بیٹھا کر پوچھا تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ میں اپنی سفید داڑھی سے مٹی صاف کرتا تھا اور دل میں کہتا میں یزید بن ہارون واسطی ہوں۔ قبر میں مجھ سے سوال کیا جاتا ہے۔ میں دنیا میں ساٹھ سال رہا ہوں۔ میں تمام لوگوں سے بڑا عالم تھا۔ منکر اور نکیر میں سے ایک نے کہا۔ دلہن کی طرح سو جا۔ آج کے بعد کسی چیز سے خوف نہ کرو۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ یزید بن عثمان سے روایت کرتا تھا۔ میں نے کہا! وہ حدیث میں ثقہ تھے۔ لیکن علی سے بغض رکھتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھتا ہے۔

علی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت رعایت اور دعا:

ابراہیم بن عبید بن رفاعہ بن رافع انصاری اپنے باپ سے وہ آپ کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم بدر سے واپس آ رہے تھے۔ راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گم ہو گئے۔ آپس میں احباب نے اعلان کیا۔ کیا تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ ٹھہر جاؤ۔ آنحضرت آ جائیں۔ علی علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے احباب کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ گم ہو گئے تھے۔ فرمایا! علی کے پیٹ میں تکلیف تھی۔ تو میں نے آپ کی تیمارداری کی تھی۔

ام عطیہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر جنگ پر روانہ کیا۔ علی علیہ السلام لشکر کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے ہوئے سنا۔ پالنے والے مجھے اس وقت تک موت نہ دینا۔ جب تک علی کو نہ دیکھ لوں۔

حضرت علی سے مروی ہے کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا تھا تو جواب دیتے میں خاموش

ہو جاتا۔ تو جواب دیتے۔ میں خاموش ہو جاتا۔ تو آپ باتیں شروع کر دیتے۔ علی علیہ السلام سے روایت ہے۔ مجھے تکلیف تھی۔ میں کہہ رہا تھا اے پالنے والے اگر میری موت قریب ہے تو مجھے راحت دے، اگر دور ہے تو مجھے خیریت ہے۔ اگر اس تکلیف میں میرا امتحان مقصود ہے۔ تو مجھے صبر کی توفیق دے۔ رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گذرے فرمایا کیا کہہ رہے تھے۔ میں نے دوبارہ کہا۔ آپ نے مجھے اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگائی۔ معبود اس کو خیریت عطا فرما۔ یا فرمایا! اس کو شفا عطا فرما۔ پھر مجھے درد کی کبھی تکلیف نہ ہوئی۔ علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مظلوم کی مدد کرنا قیامت کے روز خدا تعالیٰ اس کے بارے میں پوچھے گا۔ اللہ تعالیٰ حقدار کا حق نہیں روکتا۔ انس نے کہا۔ رسول اللہ نے علی کو کہیں بھیجا۔ ایک آدمی کو آپ کے پیچھے بھیجا۔ فرمایا! آپ کو جلد لاؤ۔ آپ کو پیچھے سے ڈرانا نہیں۔

رسول اللہ کا ایک رات علی کے پاس آنا اور آپ کو نماز شب کا حکم دینا:

علی علیہ السلام نے کہا۔ ایک رات رسول اللہ آپ کے اور فاطمہ کے پاس تشریف لائے فرمایا! نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ عرض کیا ہماری جان اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ جب وہ چاہتا ہے کہ ہم اٹھیں ہم اٹھتے ہیں جب میں نے یہ بات کہی تو رسول اللہ واپس تشریف لے گئے، آپ واپس جا رہے تھے۔ ران پر ہاتھ مارتے تھے۔ فرماتے تھے! انسان بڑا جھگڑالو ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دونوں سے فرمایا! اٹھو اور نماز پڑھو۔ پھر اپنے گھر تشریف لے گئے۔ جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو آپ پھر تشریف لائے۔ ہم نے آپ کے آنے کی آہٹ تک نہ سنی۔ فرمایا! اٹھو اور نماز پڑھو۔ میں اٹھا لیکن میری آنکھ میں تکلیف تھی عرض کیا جو نماز ہمارے مقدر میں لکھی ہے۔ ہم وہی پڑھیں گے۔

نبی کریم کا علی کو ریشمی لباس پہنانا:

علی علیہ السلام نے کہا مجھے آنحضرت نے ریشمی لباس پہنایا۔ میں پہن کر باہر نکلا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر آثار ناراضگی ملاحظہ کیے۔ (خود پہنانے کے بعد ناراضگی کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔) میں نے اس کو اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔ آپ نے کہا رومہ کے اکیدر نے رسول اللہ کے پاس ریشم کا کپڑا ہدیہ کے طور پر بھیجا۔ آپ نے دوپٹے بنا کر فاطمہ نامی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔ علی علیہ السلام نے فرمایا! رسول اللہ کو ریشم سے بنا ہوا جوڑا کسی شخص نے بطور ہدیہ دیا۔ اس کو آنحضرت نے میرے پاس بھیج دیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس کو کس کام میں لاؤں فرمایا! جو چیز میں اپنے لیے پسند نہیں کرتا۔ وہ تمہارے لیے بھی پسند نہیں کرتا۔ فواطم میں دوپٹے بنا کر تقسیم کر دو۔ میں نے اس کے چار دوپٹے بنائے ایک فاطمہ بنت اسد مادر علی کو ایک فاطمہ بنت محمد کو، ایک فاطمہ بنت حمزہ کو، اور ایک فاطمہ کو دیا۔ جس کا نام میں بھول گیا۔

رسول اللہ کا اپنے سے علی کو عمامہ باندھنا:

عبداللہ علی بن عدی نہروانی نے کہا۔ رسول اللہ نے غدیر خم کے روز علی علیہ السلام کو بلا کر عمامہ باندھا۔ اور اس کا شملہ آپ کے پشت کی طرف کر دیا۔

علی کے بارے میں غلو کرنے سے روکنا:

علی علیہ السلام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تمہاری مثال عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے۔ عیسیٰ سے یہودیوں نے بغض رکھا آپ کی ماں پر بہتان باندھا۔ نصاریٰ نے آپ سے محبت کی۔ آپ کو اس مقام پر لے گئے۔ جس کے آپ اہل نہیں تھے۔ پھر فرمایا! میرے بارے میں دو آدمی گمراہ ہوں گے۔ ایک وہ شخص جو مجھ سے زیادہ محبت کرے گا۔ میرے متعلق وہ بات کہے گا جو مجھ میں موجود نہیں ہو گی۔ دوسرا مجھ سے بغض رکھنے والا۔ اس کو میری دشمنی مجھ پر بہتان باندھنے کے درجہ پر لے جائے گی۔

علی علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا مجھے لوگ دوست رکھیں گے۔ میری دوستی ان کو دوزخ میں لے جائے گی اور ایک قوم مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے وہ بھی دوزخ میں جائے گی۔

سدی نے کہا کہ علی علیہ السلام نے کہا۔ اے معبود جو شخص ہم لوگوں سے بغض رکھے۔ اس پر اور ہر اس شخص پر جو ہمیں ہماری حد سے زیادہ دوست رکھے۔ لعنت فرما۔

علی کا ایک قوم کو جلانا

عبید بن شریک عامری اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ مسجد کے دروازے پر کچھ لوگ موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ آپ ان کے رب ہیں۔ آپ نے ان کو بلایا اور فرمایا تمہارے لیے ہلاکت ہو۔ میرے بارے میں کیا کہتے ہو۔ کہنے لگے آپ ہمارے رب، خالق اور رازق ہیں۔ فرمایا! تمہارے لیے ہلاکت ہو۔ میں تمہاری طرح ایک بندہ ہوں۔ میں اس طرح کھاتا ہوں جس طرح تم کھاتے ہو اور اس طرح پیتا ہوں جس طرح تم پیتے ہو۔ اگر میں خدا کی اطاعت کروں گا، اگر وہ چاہے گا تو مجھے ثواب دے گا۔ اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ وہ مجھے عذاب دے گا۔ خدا سے توبہ کرو اور ڈرو۔ انہوں نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ آپ نے ان کو بھگا دیا۔ دوسرے روز پھر صبح کو آ گئے۔ پھر حضرت کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا وہ لوگ پھر آ گئے ہیں۔ خدا کی قسم پھر وہی بات کی جو پہلے روز کی تھی۔ آپ نے وہی پہلے والی بات فرمائی۔ صرف اور اتنا کہا! تم گمراہ ہو اور بھٹکے ہوئے ہو۔ انہوں نے آپ کی نصیحت نہ مانی۔ تیسرے روز پھر آ گئے وہی رٹ لگائی۔ فرمایا! اگر تمہارا یہی عقیدہ ہے تو میں تمہیں بری طرح قتل کر دوں گا۔ وہ اپنی بات پر اڑے رہے۔ حضرت نے

ان کے لیے مسجد کے دروازے اور قصر کے درمیان خندقیں کھود ڈالیں۔ اور اس میں آگ جلوائی۔ فرمایا توبہ کرو۔ ورنہ میں تمہیں آگ میں پھینک دوں گا۔ اپنی ضد پر قائم رہے۔ حضرت نے انہیں آگ میں جھونک دیا۔

فضائل میں پانچ انبیاء کی مانند ہونا:

ابو الحمراء نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص آدم علیہ السلام کا علم، نوح علیہ السلام کا فہم، ابراہیم علیہ کا حلم، یحیٰی بن زکریا کا زہد اور موسیٰ علیہ السلام کا بطش دیکھنا چاہے۔ اس کو علی بن ابی طالب کی طرف دیکھنا چاہیے۔ (صرف اکیلے علی میں یہ تمام صفات موجود ہیں)۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص ابراہیم کا علم، نوح کا حکم اور یوسف کا جمال دیکھنا چاہے۔ اس کو علی کی طرف دیکھنا چاہیے۔

آپ کا جبرائیل کو دیکھنا اور اس سے کلام کرنا:

علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ بیمار تھے۔ آپ کا سر ایک شخص کی گود میں تھا۔ ایسا خوبصورت شخص میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ رسول اللہ سوئے ہوئے تھے۔ جب میں اس کے قریب گیا۔ تو اس نے کہا اپنے ابن عم کے قریب ہو جاؤ۔ تم مجھ سے زیادہ اس بات کے حق دار ہو۔ میں دونوں کے قریب ہو گیا۔ میں اس کی جگہ بیٹھ گیا۔ آنحضرت نے فرمایا! جانتے ہو یہ شخص کون تھا۔ عرض کیا میرے ماں باپ قربان مَیں نہیں جانتا۔ فرمایا یہ جبرائیل تھے۔ مجھ سے باتیں کر رہے تھے۔ میرا سر آپ کی گود میں تھا۔ حتیٰ کہ میرے سر کا درد ختم ہو گیا۔ ابن عباس نے کہا کہ میرے پاس علی کا ذکر ہوا۔ میں نے کہا تم ایسے شخص کا ذکر کرتے ہو۔ جس کے گھر کی چھت پر جبرائیل ہوتے تھے اور آپ سورۃ طٰہٰ سنتے تھے۔

علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے:

عائشہ نے کہا کہ میں نے ابوبکر کو علی کے چہرے کی طرف زیادہ نظر کرتے ہوئے دیکھا۔ عرض کیا ابا جان آپ علی کے چہرے کی طرف زیادہ دیکھتے ہیں۔ فرمایا! بیٹی اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔ علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جب میرے باپ آتے اور علی گھر میں ہوتے تو آپ برابر علی کے چہرے کو دیکھتے رہتے تھے۔ عرض کیا بابا جان اس کی وجہ کیا ہے۔ کہ آپ لگا تار علی کی طرف دیکھتے ہیں۔ فرمایا! میری بیٹی اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ معاذۃ غفاریہ نے کہا۔ کہ مجھے رسول اللہ ﷺ سے خاص انس تھا۔ میں سفر میں آپ کے ساتھ ہوتی تھی۔ مریضوں کی خدمت اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی۔ عائشہ کے گھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ علی علیہ السلام جب وہاں سے اٹھ کر باہر چلے گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ سے فرمانے لگے۔ مجھے سب آدمیوں سے یہ شخص زیادہ محبوب ہیں۔

میرے نزدیک زیادہ مکرم ہیں۔ آپ کا مرتبہ جانو اور آپ کی عزت کیا کرو۔

جنگ جمل میں عائشہ اور علی کے درمیان جو بات ہوئی۔ اس کے بعد جب عائشہ مدینہ میں آئیں تو میں اس کے پاس گئی۔ آج آپ کے دل کا کیا حال ہے حالانکہ آپ علی کے بارے میں رسول اللہ کا پیغام سن چکی تھیں۔ مجھ سے کہنے لگیں میرے دل میں ایسے شخص کے بارے میں کیا ہونا چاہیے۔ جب علی ہمارے پاس آتے۔ میرے والد میرے گھر میں ہوتے تو آپ لگاتار علی کی طرف دیکھتے رہے ہیں۔ فرمایا! میری بیٹی اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ علی کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی سے فرمایا عمران بن حصین کی عیادت کرو۔ جو مریض تھے۔ علی علیہ السلام تشریف اس کے پاس پہلے سے معاذ اور ابو ہریرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران نے علی کی طرف گہری نگاہ سے دیکھنا شروع کیا۔ معاذ نے اس سے کہا کہ کیوں گہری نظر سے علی کی طرف دیکھ رہے ہو۔ کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ معاذ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ ابو ہریرہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا۔

علی بن ابی طالب کے ایک فرزند نے کہا کہ مجھ سے کسی شخص نے پوچھا۔ تم علی کی طرف برابر کیوں دیکھتے ہو۔ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا۔ علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

آسمان پر رہنے والے انبیاء اور اہل آسمان علی کو دیکھنے کے مشتاق ہیں:

ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ معراج کی رات جس آسمان سے میرا گزر ہوا۔ وہ علی کی زیارت کے مشتاق تھے۔ جنت میں جو بھی رہتا تھا۔ وہ علی کی زیارت کا مشتاق تھا۔

علی خیر البشر ہیں:

عقبہ بن سعد العوفی نے کہا کہ میں جابر بن عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے ابرو آپ کی دونوں آنکھوں پر پڑے ہوئے تھے۔ میں نے آپ سے علی کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے اپنی ابروں کو اٹھاتے ہوئے فرمایا! آپ بہترین انسان ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا حاملان عرش سے علی کے ذریعہ فخر کرنا:

ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ نے مہاجر انصار کی صفیں بنائیں۔ علی اور عباس کے ہاتھ کو پکڑ کر صفوں کے درمیان چلنے لگے۔ رسول اللہ ہنسے اور ایک شخص نے آپ سے ہنسنے کا سبب پوچھا۔ فرمایا کہ جبرائیل نازل ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ مہاجر اور انصار کے ذریعے ایمان والوں سے فخر کرتا ہے۔

اے علی میری اور تیری اے عباس تیری وجہ سے حاملان عرش سے فخر کرتا ہے۔

ان اخبار کا ذکر کہ آپ مغفور ہیں:

علی علیہ السلام نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تجھے وہ کلمات کیوں نہ تعلیم کروں۔ اگر ان کو پڑھو گے تو بخش دیے جاؤ گے۔ حالانکہ آپ بخشے ہوئے ہیں۔ وہ کلمات یہ ہیں۔ لا الہ الااللہ الحلیم الکریم لا الہ الا اللہ العلی العظیم ۔ لا الہ الا اللہ رب السموات السبع ورب العرش العظیم والحمد للہ رب العالمین۔ ابن ضحاک نے رب العالمین کے بعد یہ الفاظ زیادہ لکھے ہیں اے معبود بخش دے۔ مجھ پر رحم فرما، اے معبود مجھے معاف فرما۔ بے شک تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ یا درگزر کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ فرمایا! مجھے رسول اللہ ﷺ نے ان کلمات کی تعلیم دی۔

آپ کے علم اور فقہ کا ذکر:

آپ کی علمیت مطلق اور علمیت بالسنہ کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ آپ علم کے گھر کا دروازہ ہیں۔ صحابہ میں سے کسی شخص نے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔ تمام صحابہ مشکل مسائل کے حل کی خاطر آپ سے رجوع کرتے تھے۔ اس بارے میں احادیث کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

علی علیہ السلام نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کی خدمت میں عرض کیا مجھے کوئی نصیحت فرمایئے۔ فرمایا! یہ کہو کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر اس بات پر ثابت قدم رہو۔ میں نے کہا! میرا رب اللہ ہے۔ میری توفیق نہیں ہے۔ مگر اللہ کے ساتھ اس پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے ابوالحسن آپ کا علم مبارک ہو۔ آپ نے علم کو پوری طرح حاصل کیا ہے۔ ابو ہریرہؓ نے کہا کہ عبداللہ نے کہا! زمین پر عالم صرف تین ہیں۔ ایک عالم شام میں، ایک عراق میں، ایک مدینہ میں موجود ہے۔ شام کے عالم ابوداؤد ہیں۔ مدینہ کے عالم علی ابن ابی طالب ہیں۔ عراق کا عالم تمہارا بھائی ہے۔ شام اور عراق کے عالم دونوں عالم مدینہ کے محتاج ہیں۔ مدینہ کا عالم ان کا محتاج نہیں ہے۔ حضرمی نے کہا خدا کی قسم عالم سے مراد اعظم ہیں۔ بہت بڑے عالم مراد ہیں۔ جو تینوں مقامات پر سب سے زیادہ علم والے ہوں۔ عبداللہ کی مراد یہی ہے۔ وہ علی علیہ السلام ہیں۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ مدینہ کا عالم شام اور عراق کے عالم سے بڑا ہے۔ وہ حضرت علی کی ذات ہے اس سے واضح ہوا کہ آپ اعلم تھے، سب سے بڑے عالم۔

عبداللہ بن عیاش زرقی سے روایت ہے۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ علی ابن ابی طالب کے بارے میں ہمیں آگاہ کیجیے۔ کہا ہم لوگ عالی نسب اور بڑے شرف کے مالک ہیں۔

میں مناسب نہیں سمجھتا کہ آپ کے بارے میں کچھ کہوں۔ جس طرح ہمارے بنوعم نے کہا ہے۔ آپ مزاح والے شخص تھے۔ جب آپ بیان فرماتے تو لوہے کی داڑھ سے بیان فرماتے۔ میں نے پوچھا لوہے کی داڑھ

کا کیا مطلب ہے۔ کہا اس سے مراد قرآن مجید کی تلاوت۔ دین میں آپ کی سمجھ بوجھ، آپ کی بہادری اور سخاوت مراد ہے۔ سعید بن عمرو بن عاص کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ سے پوچھا کہ آپ ہمیں ابوبکر اور علی کی منزلت کے بارے میں کیوں آگاہ نہیں کرتے کہا۔ ابوبکر عمر رسیدہ کے علاوہ رسول اللہ پر ایمان لائے۔ پھر لوگ علی کے ساتھ ہو گئے۔ میرے بھتیجا نے کہا۔ آپ کا نسب بلند ہے۔ آپ رسول اللہ کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ آنحضرت کے داماد ہیں۔ آپ سب سے پہلے اسلام لائے ہیں۔ آپ قرآن، فقہ اور سنت رسول کے عالم ہیں۔ جنگ میں بہادر کے کارنامے انجام دینے والے ہیں۔ غربا کی مدد کرنے والے ہیں سخی ہیں۔

محمد بن کعب قرضی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جن مہاجرین نے قرآن جمع کیا۔ وہ عثمان، علی، اور عبداللہ بن مسعود ہیں۔ اور ابو حذیفہ کا غلام سالم تنزیل الٰہی کے مطابق قرآن صرف حضرت علی نے جمع کیا تھا۔ محمد بن قیس نے کہا کہ کچھ یہودی علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہنے لگے آپ نے صرف پچیس سال صبر کیا۔ پھر ایک دوسرے کو قتل کیا۔ فرمایا! میرا صبر بھلائی پر مبنی تھا۔ مگر تم لوگوں کے سمندر کے نکلنے کے بعد ابھی قدم خشک نہ ہوئے تھے تو موسیٰ سے کہنے لگے کہ جس طرح ان لوگوں کے خدا ہیں۔ ہمارے بھی بنا دیجیے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے بعد اگر کسی کے کلام سے فائدہ حاصل کیا ہے۔ وہ ابن ابی طالب کا ایک خط ہے جو آپ نے تحریر فرمایا تھا۔ وہ یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحمن ''میرے بھائی جو چیز آپ کو مل جائے گی۔ اس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔ اور جو چیز نہیں ملے گی اس سے مجھے تکلیف ہو گی۔ اے بھائی اگر دنیا میں تجھے کوئی چیز مل جائے تو اس سے خوش نہ ہو جا۔ اگر کوئی چیز فوت ہو جائے تو اس سے غمگین نہ ہو جا۔ تمہارا عمل مرنے کے بعد کے لیے ہونا چاہیے۔''

آپ کے کرامات:

اصبغ سے مروی ہے۔ ہم لوگ علی علیہ السلام کے ساتھ اس مقام پر آئے جہاں اس وقت حسین علیہ السلام کی قبر ہے۔ آپ نے فرمایا! یہاں ان لوگوں کی سواریاں ٹھہریں گی اور اس جگہ ان کے کجاوے اتریں گے۔ اس جگہ ان لوگوں کا خون بہایا جائے گا۔ زمین میدان میں آل محمد کے نوجوان شہید ہوں گے۔ جن پر آسمان اور زمین آنسو بہائیں گے۔ حضرت دیوار کے پاس بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا امیر المومنین دیوار آپ پر گر جائے گی۔ فرمایا! تم اپنا راستہ لو۔ خدا میرا نگہبان ہے۔ آپ نے دونوں آدمیوں کے درمیان فیصلہ کیا۔ آپ فیصلہ کر کے اٹھے اور دیوار گر پڑی۔ حارث نے کہا میں صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ میں نے ایک شامی اونٹ کو دیکھا۔ جو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس پر ایک شخص سوار تھا۔ اس پر بھاری بوجھ تھا۔ اس نے اس کو پھینک دیا۔ صفوف طے کرتا ہوا حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اب آپ کے سر اور شانے میں رکھ کر ان

کو حرکت دینے لگا۔ آپ نے فرمایا! خدا کی قسم یہ میرے اور رسول کے درمیان ایک علامت ہے۔ اس روز لوگوں نے لڑائی تیز کردی تھی۔ علی بن زاذان نے کہا کہ علی علیہ السلام نے ایک بات بیان کی۔ ایک شخص نے آپ کی بات کو جھٹلا دیا۔ فرمایا اگر میں چاہوں تو تیرے خلاف بددعا کروں۔ کہا ہاں۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ نے فرمایا کہ جا کر علی کو بلا لو۔ میں آپ کے گھر آیا اور آپ کو بلایا اور مجھے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حالات سے آگاہ کیا۔ فرمایا! پھر جاؤ۔ آپ گھر میں موجود ہیں۔ میں نے پھر آکر آپ کو آواز دی مجھے چکی چلنے کی آواز سنائی دی۔ اندر جا کر دیکھا چکی چل رہی تھی لیکن چکی کوئی نہیں چلا رہا تھا۔ میں نے پھر آپ کو آواز دی۔ آپ خوش ہو کر باہر تشریف لائے۔ عرض کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا رہے ہیں۔ آپ آنحضرت کے پاس حاضر ہوئے۔ میں رسول اللہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اور آپ میری طرف دیکھ رہے تھے۔ آنحضرت نے فرمایا کیا بات ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ عجیب حیرانی کی بات ہے گھر میں چکی بغیر چلانے والے کے چل رہی تھی۔ فرمایا! اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیر کرنے والے فرشتے موجود ہیں۔ جن کی ڈیوٹی یہ ہے کہ وہ آل محمد کے کام میں ہاتھ بٹائیں۔

فضالۃ بن ابو فضالہ سے روایت ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ ینبع کے مقام پر حضرت علی کی عیادت کو گیا۔ میرے باپ نے عرض کیا آپ اس جگہ کیوں قیام فرما ہیں۔ اگر آپ فوت ہو جائیں تو آپ کی تجہیز و تکفین جہینہ کے اعرابی کریں گے۔ آپ مدینہ تشریف لے چلیں۔ اگر آپ کو وہاں موت آگئی تو آپ کے اصحاب تجہیز و تکفین کے امور بجا لائیں گے اور آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ ابو فضالہ وہ صحابی ہے جو جنگ بدر میں شریک تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس درد سے فوت نہیں ہوں گا۔ رسول اللہ نے مجھے آگاہ فرمایا تھا کہ میں ضرب لگنے سے مروں گا۔ مری داڑھی میرے سر کے خون سے خضاب ہوگی۔ ابو فضالہ جنگ صفین میں آپ کی طرف سے جہاد کر کے شہید ہوا۔

آپ کا سنت کی پیروی کرنا:

جابر رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں رسول اللہ کے حج کی صفت بیان کرتے ہیں۔ علی یمن سے رسول اللہ کے قربانی کے جانور لے کر آئے۔ آنحضرت نے آپ سے کہا کہ جب حج فرض ہوگا تو اس وقت کیا کہو گے۔ عرض کیا میں کہوں گا "اے معبود میں اس طرح تیری تسبیح کرتا ہوں جس طرح تیرا رسول تسبیح کرتا ہے۔ علی علیہ السلام نے کہا کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ کو دیکھا۔ آپ کھڑے ہوئے تو ہم کھڑے ہو گئے۔ آپ بیٹھ گئے تو ہم بیٹھ گئے۔ یعنی نماز جنازہ کے وقت ابو ساسان حصین بن منذر نے کہا کہ میں عثمان بن عفان کے پاس گیا۔ آپ کے پاس ولید کو لایا گیا جس نے شراب پی تھی۔ عثمان نے علی سے کہا اٹھو اور اس کو کوڑے لگاؤ۔ آپ نے امام حسن

علیہ السلام سے فرمایا! اٹھو اور کوڑے لگاؤ۔ عرض کیا اس کام کو وہ سرانجام دے۔ جس نے اس کو اس کا عادی بنایا۔ آپ نے عبداللہ بن جعفر کو کوڑے لگانے کو کہا۔ جناب عبداللہ کوڑے لگاتے گئے اور حضرت علی شمار کرتے گئے۔ جب چالیس تک پہنچ گئے تو حضرت علی نے کہا رک جاؤ۔ فرمایا! رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر نے چالیس اور عمر نے اسی کوڑے لگانے کا حکم دیا تھا۔ یہ سب سنت ہے۔ مجھے یہ بات پسند ہے۔ ابو مطر بصری سے مروی ہے کہ علی نے تین درہم میں کپڑا خرید کر زیب تن کیا۔ اور کہا خدا کا شکر ہے جس نے مجھے لباس عطا کیا۔ جس کو پہن کر لوگوں میں عزت حاصل کی اور اپنی ستر پوشی کی پھر فرمایا میں نے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ علی علیہ السلام نے فرمایا! میں نبی نہیں ہوں۔ جس کو وحی ہوتی ہو۔ میں مقدور بھر کتاب خدا اور سنتِ رسول پر عمل کرتا ہوں۔ خدا کی اطاعت کا تمہیں حکم دیتا ہوں۔ اس پر میری اطاعت تم پر واجب ہے۔ خواہ تم اس کو پسند کرو یا نہ کرو۔

ابو بکر نے اہل ردہ کے بارے میں صحابہ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے ابو بکر کی رائے سے اختلاف کیا۔ آپ نے علی علیہ السلام سے مشورہ کیا۔ فرمایا اگر رسول اللہ ان سے جو چیز لیا کرتے تھے اس کو آپ نے چھوڑ دیا ہے تو سنتِ رسول کے خلاف کام کیا ہے۔ کہا اگر مجھے اونٹ کا عقال دینے سے انکار کر دیں تو میں اس سے ضرور جہاد کروں گا۔

آپ کی بہادری:

آپ کے خصائص میں بیان ہو چکا ہے۔ کہ آپ کو کئی دفعہ علَم دیا گیا۔ آپ نے بدر، احد، خیبر اور کئی دیگر غزوات میں بہت بڑے کارنامے انجام دیے۔ آپ کی بہادری تو اتر کا درجہ اختیار کر گئی۔ آپ کی شجاعت کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔

صعصعہ بن صوحان نے کہا کہ صفین کی جنگ میں معاویہ کا ایک آدمی، جس کا نام کریز بن صباح تھا۔ دونوں صفوں کے درمیان آ کر للکارنے لگا۔ علی علیہ السلام کا ساتھی لڑنے کے لیے نکلا۔ اس نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر للکارنے لگا۔ دوسرا آدمی نکلا اس کو بھی قتل کر کے پہلے آدمی پر ڈال کر کہا اور کوئی لڑنے کے لیے ہے؟ تیسرا آدمی نکلا اس کو بھی قتل کر کے پہلے دونوں آدمیوں کی لاشوں پر ڈال کر کہا کوئی اور لڑنے کے لیے ہے۔ لوگ ڈر گئے، پہلی صف والے چاہتے تھے کہ وہ آخری صف میں چلے جائیں۔ علی علیہ السلام رسول اللہ کے سفید خچر پر سوار ہو کر صفوں کو چیرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ دور جا کر خچر سے اُتر پڑے۔ دوڑ کر اس کو قتل کر دیا۔ فرمایا میرے مقابلہ میں کون آتا ہے۔ ایک شخص نکلا، آپ نے اس کو قتل کر کے پہلے شخص پر ڈال دیا۔ پھر مقابلہ کے لیے آواز دی۔ ایک شخص لڑنے کے لیے نکلا آپ نے اس کو قتل کر کے پہلے دونوں پر ڈال دیا۔ پھر مقابلہ کے لیے بلایا۔ ایک اور شخص آیا آپ نے اس کو بھی قتل کر کے پہلے قتل شدہ تینوں آدمیوں پر ڈال دیا۔ پھر فرمایا! اے لوگو! اللہ تعالیٰ کہتا ہے الشہر الحرام بالشہر الحرام اگر تم نے لڑنے کی ابتدا نہ کی ہوتی تو ہم بالکل نہ لڑتے۔ ابن عباس نے کہا کہ اس سے کسی شخص نے پوچھا کہ کیا علی

نے جنگ صفین میں بذات خود جہاد کیا تھا؟ کہا خدا کی قسم علی سے زیادہ کوئی شخص اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالتا تھا۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ برہنہ سر تھے، ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے ایک زرہ پوش شخص کی طرف بڑھے اور اس کو قتل کر دیا۔" مجھے بتایا جس پر مجھے اعتماد ہے کہ صحابہ بنو قریظہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ علی بن ابی طالب نے بلند آواز سے فرمایا "اے گروہ اہل ایمان" حضرت علی اور زبیر بن عوام آگے بڑھے، حضرت علی نے فرمایا یا تو میں اس چیز کا مزہ چکھوں گا، جیسا کہ حمزہ نے مزہ چکھا تھا۔ یا ان لوگوں کے قلعہ کو فتح کروں گا۔ بنو قریضہ نے کہا کہ محمد ہمیں سعد بن معاذ کا حکم منظور ہے۔

علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ جنگ بدر میں جہاد کرنے کے بعد رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سجدہ میں یا حئی یا قیوم فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو فتح دی۔

آپ کا خدا کے دین میں سختی کرنا:

سوید بن غفلہ نے کہا کہ علی علیہ السلام نے فرمایا! کہ جب میں آپ سے رسول اللہ کی کوئی حدیث بیان کرتا ہوں تو اگر میں آسمان سے زمین پر گروں تو یہ میرے لیے اس بات سے بہتر ہے کہ میں رسول اللہ پر جھوٹ باندھ دوں ایک اور روایت میں ہے کہ میں وہ بات کہوں جو رسول نے نہ کہی ہو۔

ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ لوگوں نے علی کی رسول اللہ سے شکایت کی۔ آپ نے بھی خطبہ دیا، فرمایا! اے لوگو! علی کی شکایت نہ کرو آپ خدا کی ذات میں بہت زیادہ سخت ہیں۔

کعب بن عجرہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی خدا کی ذات میں بہت زیادہ سخت ہیں۔

علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ میں اور اسامہ کعبہ کے باہر صحن میں جا کر گندگی اور تھوک لے کر قریش کے بتوں کو مل دیتے تھے۔ جب ان کو پتہ چلتا تو چلا کر کہتے ہمارے معبودوں کے ساتھ کون شخص برا سلوک کر گیا۔ صبح کو بتوں کو پانی اور دودھ کے ذریعہ غسل دے کر صاف کرتے۔

ایمان میں آپ کے قدم راسخ تھے:

ابن عباس نے کہا کہ علی رسول اللہ کی زندگی میں فرمایا کرتے کہ خدا کہتا ہے کیا اگر محمد مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ خدا کی قسم ہم ہدایت کے بعد الٹے پاؤں نہیں پھریں گے۔ اگر آپ مر گئے یا قتل ہو گئے۔ میں اس بات پر جہاد کروں گا، جس پر آپ جہاد فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ مر جاؤں گا۔ خدا کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی، ولی، ابن عم اور وارث ہوں۔ ایسا کام میرے سوا کون کر سکتا ہے؟

عمر بن خطاب نے کہا میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر سات آسمان اور سات زمینیں ایک پلڑے میں اور علی کا ایمان دوسرے پلڑے میں ہو تو علی کا ایمان وزن میں زیادہ ہو گا۔

آپ کی عبادت:

حارثہ بن ابی وقاص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جس طرح رسول اللہ کا گھر مسجد میں تھا۔ اسی طرح علی کا گھر مسجد میں تھا۔ جہاں آپ عبادت کرتے تھے۔

آپ کے اذکار اور دعائیں:

جعفر صادق علیہ السلام نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام اکثر الحمد اللہ کہا کرتے تھے۔ عبداللہ بن حارث صدانی نے کہا علی علیہ السلام رکوع میں فرماتے ''اے معبود'' تیری خاطر رکوع کیا، تجھ پر ایمان لایا، تو میرا رب ہے۔ میرا کان، میری آنکھ، میرا گوشت، میرا خون، میرے بال اور ہڈی تیرا رکوع کرتی ہے۔ تو میری اس بات کو قبول فرما۔ تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ جب رکوع سے سر اٹھا کر سجدہ کا ارادہ کرتے تو فرماتے تیرے لیے رکوع کرتا ہوں اور تیرے لیے سجدہ کرتا ہوں اور تیری خاطر اٹھتا بیٹھتا ہوں۔ جب سجدہ میں جاتے تو فرماتے معبود! تجھے سجدہ کرتا ہوں، تجھ پر ایمان لایا ہوں، تو میرا رب ہے، میرا چہرہ اس کو سجدہ کرتا ہے، جس نے اس کو پیدا کیا، میری سماعت اور بصارت بھی اس کو سجدہ کرتی ہے۔ کس قدر برکت والا اور بہترین پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ دو سجدوں کے درمیان فرماتے! ''اے معبود مجھے بخش، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت عطا کر اور مجھے رزق عنایت فرمایا۔''

علی علیہ السلام جب گھر سے نکل کر گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھتے تو فرماتے بسم اللہ جب پشت پر بیٹھ جاتے تو فرماتے خدا کا شکر ہے۔ جس نے ہمیں بزرگی دی، خشکی اور سمندر کی سیر کرائی، بہت سی مخلوق پر فضیلت دی، پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارا مطیع کیا، حالانکہ یہ ہماری جنس سے نہیں ہے۔ ہم خدا کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں، پالنے والے میرے گناہ بخش، ان کو تیری سوا کوئی نہیں بخش سکتا۔

آپ کا صدقہ:

علی علیہ السلام نے فرمایا تم مجھے رسول اللہ کے ساتھ اس حالت میں دیکھتے کہ میں شدت بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہوتا تھا، حالانکہ آج میں چالیس ہزار کا صدقہ دیتا ہوں۔ ایک دیگر روایت میں ہے کہ میرے مال کا صرف صدقہ چالیس ہزار دینار ہے۔ دونوں احادیث کو امام احمد بن حنبل نے بیان کیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال اس طرف جاتا ہے کہ آپ کے مال کی زکوۃ اس قدر تھی، حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔ آپ بہت زیادہ تارک الدنیا شخص تھے، اس کا ذکر عنقریب آپ کے زہد کے بارے میں آئے گا۔

عبداللہ بن سلام کا بیان ہے کہ حضرت بلال نے ظہر کی نماز کی اذان دی۔ لوگ نماز میں مصروف ہو گئے۔ کوئی شخص رکوع میں تھا اور کوئی سجدہ کر رہا تھا۔ اسی دوران سائل نے آ کر سوال کیا۔ علی نے رکوع کی حالت

میں سائل کو اپنی انگوٹھی عطا فرمائی۔ سائل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے آگاہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنو...... کی تلاوت فرمائی۔ بس تمہارا حاکم اللہ تعالیٰ اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں۔ جو ایمان لائے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں اور رکوع کی حالت میں زکوۃ دیتے ہیں۔ جعفر بن محمد علیہما السلام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ آپ سے انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنو...... کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا اس سے مراد اصحاب رسول ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں اس سے مراد علی بن ابی طالب ہیں۔ فرمایا! علی ان میں شامل ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت وہ لوگ جو خدا کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔'' کی تفسیر میں فرمایا کہ علی نے صبح سے لے کر شام تک کھجوروں کی آب یاری کے عوض کچھ جو لینے کی مزدوری کی۔ صبح کو جو لیے اور ان کو پیس کر تین حصے کر لیے۔ ایک حصہ کا حریرہ (بغیر گھی کے آٹا) پکا کر تیار کیا۔ مسکین، یتیم نے سوال کیا۔ اس کو کھلا دیا۔ پھر دوسرا حصہ کو تیار کیا۔ مسکین، یتیم نے سوال کیا۔ اس کو کھلا دیا۔ پھر تیسرے حصہ کو تیار کیا۔ مشرک قیدی نے سوال کیا اس کو کھلا دیا۔ سب گھر والے بھوکے رہ گئے۔ یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ حسن اور قتادہ کا قول ہے قیدی مشرک تھا۔ اہل علم کہتے ہیں کہ اگر زکوۃ اور کفارہ کے مال کے علاوہ غیر مذہب کو صدقہ دیا جائے تو اس کو ثواب ملتا ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا قیدی مسلمان تھا۔ محمد بن جعفر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر نے علی کو ایک چشمہ دیا۔ حضرت نے اس کو پہلو میں کچھ زمین خرید کر چشمہ کھودا۔ جب لوگ چشمہ کھود رہے تھے تو ان پر آسمان سے اونٹ کی گردن کی مانند کوئی چیز نمودار ہوئی۔ علی تشریف لائے آپ کو اس کی بشارت دی گئی۔ فرمایا! تمہیں خوش حالی کی بشارت ہو۔ پھر آپ نے فقراً مساکین، مسافر، خدا کی راہ میں قریب اور بعد کو صلح اور جنگ میں چشمہ تصدق کر دیا۔ اس روز کے لیے جس دن چہرے سفید ہوں گے اور سیاہ ہوں گے۔ فرمایا! تاکہ اس کے ذریعے خدا میرے چہرے کو آگ سے اور آگ کو میرے چہرے سے دور کرے۔

میت کو قرض سے آزاد کرنا، قرض اپنے ذمہ لے لینا:

علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جنازہ آتا تو آپ میت کے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے۔ بلکہ اس کے قرض کے بارے میں دریافت کرتے تھے اگر کہا جاتا کہ اس پر قرض ہے تو آپ نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ اگر کہا جاتا کہ اس کے ذمے کوئی قرض نہیں ہے تو آپ نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ آپ کے پاس ایک جنازہ لایا گیا، جب تکبیر کہنے کے لیے کھڑے ہوئے تو صحابہ سے پوچھا۔ تمہارے صاحب پر قرض تو نہیں ہے عرض کیا دو دینار قرض ہے، آپ نے جنازہ نہ پڑھا، فرمایا! اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھو، علی علیہ السلام نے عرض کیا قرض کے دو دینار میں اپنے ذمہ لیتا ہوں پھر آپ آگے بڑھے اور جنازہ پڑھا، علی سے فرمایا خدا تمہیں جزائے خیر عطا کرے، اللہ تعالیٰ تمہیں آزاد کرے۔ جس طرح تم نے اپنے بھائی کو آزاد کیا ہے، جو میت

قرض میں گروی ہو، کوئی شخص اس کو قرض سے رہائی دلائے۔ خدا اس کو قیامت کے دن رہائی دے گا۔ بعض نے کہا یہ خصوصیت صرف علی کے لیے یا عام مسلمان اس پر شامل ہیں۔ فرمایا بلکہ عام مسلمان اس میں شامل ہیں۔ ابو سعید نے کہا کہ علی نے عرض کیا کہ میں اس شخص کے قرض کا ضامن ہوں۔

علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سب زیادہ باعزت تھے:

اسحاق سبیعی نے کہا کہ میں نے اصحاب رسول کے چالیس آدمیوں سے زیادہ اشخاص سے دریافت کیا کہ رسول اللہ کے زمانہ میں سب سے زیادہ عزت والے کون تھے، انہوں نے کہا کہ زبیر اور علی تھے۔

حضرت کا زہد:

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی علیہ السلام سے فرمایا خدا نے آپ کو ایسی زینت سے مزین کیا جو کسی اور کو مزین نہیں کیا۔ یہ خدا کے نزدیک نیک لوگوں کی زینت ہے۔ آپ کو دنیا میں زہد عطا کیا۔ دنیا تم سے کوئی چیز نہ لے گی اور نہ تم دنیا سے کچھ لوگے۔ تمہارے پہلے میں مساکین باندھ دیے ہیں۔ تم ان سے ان کے اتباع پر خوش ہو اور وہ تمہارے امام ہونے پر راضی ہیں۔

علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! یا علی اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب لوگ آخرت کو چھوڑ کر دنیا کو اختیار کر لیں گے۔ میراث کے مال کو خوب کھائیں گے۔ مال و دنیا کو بہت پسند کریں گے۔ دین خدا کو بازیچہ طفلاں بنا دیں گے۔ مال و دولت کے حصول میں غرق ہو جائیں گے۔ میں نے عرض کیا میں ان لوگوں کو چھوڑ دوں گا۔ میں خدا اور اس کے رسول کے رستے پر چلوں گا۔ اور آخرت کو اختیار کروں گا۔ میں دنیا کی مصیبتوں اور آزمائشوں پر صبر کروں گا۔ حتی کہ آپ سے مل جاؤں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

آنحضرت نے فرمایا! آپ نے سچ کہا ہے، اے معبود علی کو اس رتبہ فائز فرما۔

علی بن ابی ربیعہ نے کہا علی علیہ السلام کی خدمت میں ابن تیاح آیا۔ عرض کیا! یا امیر المومنین مال خانہ، سونے چاندی سے بھر گیا ہے، فرمایا! اللہ اکبر ابن تیاح کا سہارا لیے بیت المال میں آئے۔ مال دینے کا لوگوں میں اعلان کرایا۔ تمام مال مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا۔ اور کہا اے سونا، اے چاندی کسی اور کو دھوکا دینا، بیت المال کا تمام مال تقسیم فرمایا۔ ایک دینار اور ایک درہم تک کوئی چیز باقی نہ رکھی۔ بیت المال میں جھاڑو دے کر چھڑکاؤ کرا دیا۔ اس میں دو رکعت نماز پڑھی۔

ابو صالح کا بیان ہے کہ میں دیکھا کہ علی علیہ السلام بیت المال میں تشریف لائے، اس میں مال ملاحظہ فرمایا، فرمایا اس کو یہاں نہیں رہنا چاہیے۔ اس کی مسلمانوں کو ضرورت ہے۔ لوگوں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ جھاڑو دلایا، پانی چھڑکوایا، نماز پڑھی، اس میں سو گئے۔

احمد بن حنبل کی روایت ہے کہ نماز اس لیے ادا فرمائی تا کہ قیامت کے روز بیت المال اس بات کی گواہی دے۔

ابو سوار سے روایت ہے کہ میں نے علی علیہ السلام کو دیکھا۔ آپ نے دو موٹے کپڑے خرید کیے اور قنبر سے فرمایا! ان میں سے ایک تم چن لو، پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ آپ نے تین درہم میں ایک کپڑا خرید فرمایا۔

عبداللہ بن ابی ہذیل سے روایت ہے کہ میں نے علی علیہ السلام کو دیکھا۔ کھدر کی قمیض پہنے ہوئے۔ جب اسے کھینچتے تو ناخن تک جب چھوڑ دیتے تو کلائی تک پہنچ جاتی تھی۔

حسن بن جرموز اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے علی علیہ السلام کو مسجد کوفہ سے نکلتے ہوئے دیکھا آپ نے دو چادریں زیب تن کر رکھی تھیں۔ ایک چادر کو باندھ رکھا تھا اور دوسری کو شانۂ اقدس پر ڈال رکھا تھا۔ جو چادر باندھ رکھی تھی وہ نصف پنڈلی تک جاتی تھی۔ بازاروں کا طواف فرماتے اور آپ کے ہاتھ میں کوڑا تھا۔ لوگوں کو پرہیزگاری، صدقِ مقال، صحیح تولنے اور ناپنے کا حکم دیتے تھے۔

ابو سعید ازدی سے روایت ہے کہ میں نے علی علیہ السلام کو سرِ بازار فرماتے ہوئے سنا کہ آیا کسی شخص کے پاس کوئی ایسی قمیض ہے، جو ٹھیک ہو اور اس کو تین درہم میں فروخت کرے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ ایسی قمیض میرے پاس موجود ہے۔ حضرت اس کے ساتھ چل پڑے۔ آپ نے قمیض کو پسند فرمایا، اس شخص نے قمیض دے دی، آپ نے جب زیب تن کی تو وہ انگلیوں کی پوروں سے بڑھ جاتی تھی۔ جس قدر انگلیوں کی پوروں سے بڑھ جاتی تھی آپ نے اس کو کاٹ دینے کا حکم دیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ علی علیہ السلام نے خلیفۃ المسلمین ہوتے ہوئے صرف تین درہم میں قمیض خرید فرمائی اس کی آستین کو کہنیوں سے کاٹ دیا۔ فرمایا خدا کا شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ عمدہ لباس عطا فرمایا ہے۔

ابجر ایک بزرگ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے علی علیہ السلام کو ایک موٹی چادر پہنے ہوئے دیکھا، جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔ میں نے آپ کے پاس چند درہم دیکھے، فرمایا ہمارے چشمہ کی آمدنی سے خرچ کے لیے ہمارے پاس یہی درہم رہ گئے ہیں۔

علی بن ربیعہ سے روایت ہے کہ علی علیہ السلام کے پاس دو بیویاں تھیں، جس کی باری کا دن ہوتا۔ آپ اس کی خاطر نصف درہم کا گوشت منگواتے تھے۔

ابو ملیکہ سے روایت ہے کہ عثمان نے ایک شخص کو یعاقیب میں علی علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا۔ اس شخص نے جا کر آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی عبا کو بطور چادر باندھ رکھا تھا۔ اس کے اوپر عقال کو کسا ہوا تھا۔ اونٹ پر تارکول مل رہے تھے۔

عمر بن قیس سے روایت ہے کہ کسی نے علی علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ چھوٹی قمیض کیوں پہنتے ہیں؟

فرمایا خشوع قلب کی خاطر اور مومن اس کی پیروی کرے۔

زید بن وہب سے روایت ہے کہ جعد بن نعجہ نے علی علیہ السلام سے آپ کے لباس پر اعتراض کیا۔ فرمایا! تم میرے لباس کے درپے کیوں ہو گئے۔ یہ ایسا لباس ہے جو تکبر کرنے سے دور رکھتا ہے۔ یہ ایسا لباس ہے کہ مسلمان کو اس کی نقل کرنی چاہیے۔ عدی بن ثابت سے مروی ہے کہ علی علیہ السلام کی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا۔ آپ نے کھانے سے انکار کر دیا۔

حبۃ العرنی سے روایت ہے کہ علی علیہ السلام کے آگے فالودہ رکھا گیا، آپ نے فالودہ سے فرمایا! تیری خوشبو اچھی، تیرا رنگ خوبصورت، کھانے میں لذیذ، لیکن میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تجھے کھانے سے اپنے نفس کو عادی بناؤں کہ جس کی اس کو عادت نہیں ہے۔

ام سلیم سے مروی ہے کہ مجھ سے کسی نے علی کے لباس کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے کہا کہ آپ کا لباس موٹا سنبلانی تھا۔ ضحاک بن عمیر سے مروی ہے کہ میں نے علی علیہ السلام کو قمیص پہنے ہوئے دیکھا، جس میں کرباس سنبلانی ملا ہوا تھا۔ جس میں خود لگا ہوا تھا۔

آپ کا تنگی کی زندگی میں صبر جمیل سے کام لینا:

علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ مجھے جنگ بدر کے مال غنیمت میں ایک بوڑھی اونٹنی دستیاب ہوئی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے بھی مجھے ایک بوڑھی اونٹنی عنایت فرمائی۔ میں نے ان دونوں کو انصار کے ایک شخص کے دروازے پر بٹھا دیا۔ میرا خیال تھا کہ میں ان کو مال برداری کے کام میں لاؤں گا۔ یا ان کو فروخت کر کے ان کی قیمت جناب فاطمہ کے ولیمہ پر خرچ کروں گا۔ میرے ساتھ بنو قینقاع کا صالح آدمی تھا۔ حمزہ بن عبدالمطلب گھر میں موجود تھے اور مغنیہ گانا گا رہی تھی اور کہہ رہی تھی ”اے صاحب شرف حمزہ“ اس نے تلوار لے کر دونوں اونٹنیوں کے دانت کاٹ دیے۔ دونوں کے پہلو کو قطع کیا اور ان کے جگر نکال لیے۔ جب میں نے یہ دیکھا، آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے پاس زید بن حارثہ موجود تھے۔ آنحضرت حمزہ کے پاس آئے، میں ساتھ تھا۔ آپ ناراض ہوئے حمزہ نے سر اٹھا کر کہا تم کون ہوتے ہو میں اپنے باپ دادا کے طریقے پر چلتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ واپس چلے آئے اور اس کو کچھ نہ کہا۔ علی سے روایت ہے کہ مجھے مدینہ میں سخت بھوک سے دوچار ہونا پڑا۔ میں عوالی مدینہ کی طرف کام کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ ایک عورت کے پاس آیا، جس نے مٹی جمع کر رکھی تھی۔ جس کو پانی سے بھگونا چاہتی تھی۔ اس نے مجھے ایک مشک پانی لانے کے عوض میں ایک کھجور دینا طے کی۔ میں نے سولہ مشکیں پانی کی بھریں۔ جس سے ہاتھ زخمی ہو کر کام کرنے سے جواب دے گئے۔ میں عورت کے پاس آیا اس نے مجھے سولہ کھجوریں دیں۔ جن کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کو تمام واقعہ سے آگاہ

کیا۔ آپ نے میرے ساتھ کھجوریں تناول فرمائی اور میرے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

سہل بن سعد نے کہا علی فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس تشریف لائے۔ حسن اور حسین رو رہے تھے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا یہ کیوں روتے ہیں۔ عرض کیا بھوک کی وجہ سے۔

علی علیہ السلام باہر تشریف لائے۔ بازار میں ایک دینار پایا۔ جس کو لے کر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور آپ کو اس بات سے آگاہ کیا۔ سیدہ نے عرض کیا فلاں یہودی کے پاس تشریف لے جا کر آٹا خرید لاؤ۔ یہودی نے کہا آپ اس شخص کے داماد ہیں جو کہتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ فرمایا! ہاں ایسا ہی ہے۔ یہودی نے کہا دینار بھی لے جاؤ اور آٹا بھی۔ آپ آٹا لے کر فاطمہ کے پاس آئے اور تمام حالات سے آگاہ کیا۔ عرض کیا قصاب کے پاس جا کر ایک درہم کا گوشت خرید لاؤ۔ آپ گوشت خرید لائے۔ سیدہ نے گوشت پکایا اور روٹیاں تیار کیں۔ اپنے باپ کو بلوایا۔ عرض کیا! یا رسول اللہ میں آپ سے واقعہ عرض کرتی ہوں اگر اس کا کھانا حلال ہے تو ہم کھائیں گے۔ فرمایا خدا کا نام لے کر کھاؤ، سب نے مل کر کھانا کھایا۔ ابھی آپ حضرات بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک غلام نے خدا اور اسلام کی قسم دے کر کہا کہ میرا دینار گم ہو گیا ہے، آنحضرت نے غلام کو بلوایا۔ اس سے دینار کے گم ہونے کا واقعہ پوچھا۔ عرض کیا! بازار میں گر گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے علی سے کہا کہ قصاب سے جا کر کہو کہ رسول اللہ ﷺ آپ سے دینار طلب کرتے ہیں۔ اس کے درہم میں تم کو ادا کروں گا۔ اس نے آپ کو دینار دے دیا۔

اسماء بنت عمیس فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس آئے اور فرمایا میرے بیٹے یعنی حسن اور حسین کہاں ہیں؟ عرض کیا صبح کو ہمارے گھر میں کھانے کی کوئی چیز موجود نہ تھی، علی علیہ السلام نے فرمایا! میں دونوں کو اپنے ساتھ لے جاتا ہوں۔ کیوں کہ تمہارے پاس کوئی چیز موجود نہیں ہے مجھے خوف لاحق ہے کہیں تمہارے سامنے رونے نہ لگ جائیں۔ آپ دونوں شہزادوں کو لے کر فلاں یہودی کے پاس گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ علی کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ نے دونوں کو بالا خانہ میں کھیلتے ہوئے پایا۔ دونوں کے ہاتھوں میں کافی کھجوریں موجود تھیں۔ آنحضرت نے علی سے فرمایا! میرے بیٹوں کو سخت دھوپ سے پہلے گھر نہیں لے جاؤ گے؟ عرض کیا گھر میں کوئی چیز نہیں ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ تشریف رکھیں تو میں فاطمہ کے لیے کھجوریں اکٹھی کر لوں۔ آنحضرت بیٹھ گئے، علی ایک کھجور کے عوض ایک ڈول پانی کا یہودی کے لیے نکالتے۔ آپ نے کچھ کھجوریں جمع کر کے شلوار کے ازار بند کے اندر ڈال دیں، پھر ایک شہزادہ کو رسول اللہ نے اور دوسرے کو علی نے اٹھا لیا۔ گھر تشریف لائے۔

ابو سوید مدنی نے کہا کہ جب فاطمہ علی کے گھر میں تشریف لائیں تو آپ کے گھر میں ریت پھیلی ہوئی تھی، علی کے پاس صرف ایک تکیہ، ایک گھڑا، اور ایک پیالہ موجود تھا۔

علی علیہ السلام نے کہا کہ جب فاطمہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ شادی کی تو فاطمہ کو مندرجہ ذیل چیزیں عطا کیں۔ایک گدا، کھجور کی پتیوں سے بھرا ہوا ایک تکیہ، دو چکیاں، پانی پینے کا پیالہ اور دو گھڑے۔

ایک روز علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا خدا کی قسم پانی بھرتے بھرتے تھک گیا ہوں آپ کے باپ کے پاس قیدی آئے ہیں۔جا کر آپ سے ایک نوکر لے آؤ۔عرض کیا چکی پیتے پیتے میرے ہاتھ جواب دے گئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں آنحضرت نے پوچھا بیٹی کیوں آئی ہو؟ عرض کیا سلام کرنے آئی ہوں، شرم کے مارے سوال نہ کیا اور واپس آگئیں، علی سے کہا میں نے شرم کے مارے سوال نہیں کیا۔دونوں آنحضرت کے پاس آئے۔علی نے عرض کیا یا رسول اللہ پانی بھرتے بھرتے میرا سینہ زخمی ہوگیا ہے، فاطمہ نے عرض کی چکی پیتے پیتے میرے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو قیدی اور مال دیا ہے۔ہمیں ایک نوکر عطا فرمائیے۔فرمایا میں تم کو کچھ نہیں دوں گا۔یہ سارا مال اہل صفہ پر خرچ کروں گا۔جن کے پیٹ بھوک کی وجہ سے پیٹ سے لگ گئے ہیں۔دونوں واپس آگئے۔اور اپنے لحاف میں لیٹ گئے۔اگر دونوں اپنے سروں کو چھپاتے تو پاؤں برہنہ ہو جاتے، اگر پاؤں چھپاتے تو سر برہنہ ہو جاتے۔رسول اللہ تشریف لائے دونوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔فرمایا اپنی جگہ لیٹے رہو، کیا میں تمہیں ایسی بات سے آگاہ کروں جس کا تم نے مجھ سے سوال نہیں کیا۔عرض کیا کیوں نہیں۔فرمایا جبرائیل علیہ السلام نے مجھے کچھ کلمات تعلیم کیے ہیں۔جن کو ہر نماز کے بعد پڑھنا۔دس دفعہ سبحان اللہ، دس دفعہ الحمد اللہ اور دس دفعہ اللہ اکبر، جب بستر پر سونے لگو تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد اللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہنا۔علی علیہ نے فرمایا جب سے مجھے رسول اللہ نے ان کلمات کی تعلیم دی ہے میں نے آج تک انکی تلاوت ترک نہیں کی، کسی نے پوچھا صفین کی رات کو بھی ان کو ترک نہیں کیا۔فرمایا صفین کی رات کو بھی ان کلمات کی تلاوت نہیں چھوڑی۔

علی علیہ السلام نے کہا فاطمہ نے آنحضرت سے چکی پینے کی تکلیف کی شکایت کی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدی آئے۔تو آپ آنحضرت کے پاس تشریف لائیں۔لیکن آپ کو گھر میں نہ پا کر واپس چلی گئیں۔اور بی بی عائشہ کو آگاہ فرما گئیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو بی بی عائشہ نے آپ کو آگاہ کیا۔آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم بستروں پر لیٹ چکے تھے۔ہم بستروں سے اٹھنے لگے تو فرمایا! دونوں لیٹے رہو، آپ ہمارے درمیان بیٹھ گئے میں نے آپ کے قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں محسوس کی، فرمایا تمہیں ایسی بھلائی سے آگاہ کروں جس کا تم نے مجھ سے سوال نہیں کیا۔عرض کیا کیوں نہیں۔فرمایا (رات کو) سونے لگو تو ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر، ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ کہنا یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر چیز ہے۔

علی علیہ السلام نے فرمایا فاطمہ نے مجھ سے چکی پینے کی تکلیف کی شکایت کی، میں نے کہا باپ سے نوکر

کیوں نہیں لے آتیں؟ آنحضرت کے پاس آئیں مگر آپ سے ملاقات نہ ہوئی۔ جب آنحضرت آئے تو آپ کو آگاہ کیا گیا۔ آپ ہمارے پاس تشریف لائے، ہم ایک لحاف کے اندر لیٹ چکے تھے۔ جب ہم اس کو طول میں اوڑھتے تو ہمارے جسم کا جنوبی حصہ برہنہ ہوتا، اگر ہم اس کو عرض کے لحاظ سے اوڑھتے تو ہمارے قدم اور سر برہنہ ہو جاتے۔ آنحضرت نے فاطمہ سے فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ میرے پاس آئی تھیں۔ کسی حاجت کی خاطر آئیں تھیں۔ عرض کیا نہیں، میں نے کہا ہاں ایک ضرورت کی خاطر آئیں تھیں۔ چکی پیسنے کی وجہ سے شکایت کی، میں نے کہا اپنے باپ سے نوکر کیوں نہیں لاتیں؟ آنحضرت نے فرمایا! تمہیں ایسی چیز سے کیوں نہ آگاہ کر دوں جو نوکر سے بہتر ہو؟ جب رات کو سونے لگو تو یہ کلمے تلاوت کرو......

ام سلمہ سے مروی ہے کہ فاطمہ آنحضرت کی خدمت کی حاضر ہوئیں۔ کام کرنے کی شکایت کی اور آنحضرت سے نوکر طلب کیا، کہ چکی پیسنے سے میرے ہاتھ زخمی ہو گئے ہیں۔ ایک دفعہ چکی پیستی ہوں اور ایک دفعہ آٹا گوندھتی ہوں۔ فرمایا جب بستر پر سو جاؤ تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر اور ۳۴ مرتبہ الحمد للہ پڑھو۔ یہ ایک سو مرتبہ پڑھنا۔ یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر چیز ہے۔

آپ کا تواضع:

ابو صالح پارچہ فروش اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ علی علیہ السلام نے کھجوریں خریدیں۔ ان کو تھیلے میں ڈال کر اٹھا لیا۔ میں نے عرض کیا یا امیر المومنین کیا ان کو میں اٹھا سکتا ہوں؟ فرمایا عیال داران کے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے۔ زید بن وہب نے کہا کہ جعد بن نعجہ خارجی نے علی کے لباس پر اعتراض کیا، فرمایا تم میرے لباس کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔ یہ تکبر سے دور رکھتا ہے مسلمان کے لیے مناسب ہے کہ وہ ایسا لباس زیب تن کرے۔

زاذان سے روایت ہے کہ میں نے علی علیہ السلام کو بازار میں چلتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے ہاتھ میں جوتی کا تسمہ پکڑا ہوا تھا۔ آدمی کو تسمہ دے دیتے۔ بھٹکے ہوئے کو راستہ دکھلاتے۔ بار بردار کی بوجھ اٹھانے میں مدد کرتے اور اس آیت کی تلاوت فرماتے۔ ”یہ آخرت کا گھر جس کو ہم نے پرہیزگاروں کے لیے بنایا ہے جو زمین میں تکبر اور فساد نہیں کرتے۔ عاقبت پرہیزگاروں کے لیے ہے۔“

ابو مطر بصری سے مروی ہے کہ میں نے علی علیہ السلام کو خرما فروش کے ہاں دیکھا اور خرما فروش کے پاس ایک نوکرانی رو رہی تھی۔ آپ نے نوکرانی سے پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کیا کہ میں نے اس شخص سے ایک درہم میں یہ کھجوریں لیں، اور میرا مالک ان کو نہیں لیتا۔ حضرت نے خرما فروش سے کہا اپنی کھجوریں لے لو اور اس کا درہم واپس کر دو، یہ نوکرانی ہے اس کے بس میں کوئی بات نہیں ہے۔ خرما فروش نے حضرت کی بات کو ٹھکرا دیا۔ مسلمانوں نے اس سے کہا جانتے ہو یہ کون شخص ہے؟ کہا مجھے علم نہیں ہے۔ انہوں نے کہا یہ تو امیر المومنین ہیں۔ اس نے

کھجوریں لے کر درہم واپس کر دیا۔ حضرت سے کہا آپ مجھ سے راضی ہو جائیں، فرمایا! میں اس وقت تم سے راضی نہیں ہوں گا۔ جب تک تو لوگوں کے حقوق پورے نہیں کرے گا۔

آپ رسول اللہ ﷺ سے حیا کرتے تھے:

علی علیہ السلام نے کہا، مجھے مذی بہت آیا کرتی تھی، میرے پاس رسول اللہ ﷺ کی دختر تھیں۔ اس لیے یہ مسئلہ شرم کی وجہ سے آپ سے نہیں پوچھ سکتا تھا۔ میں نے یہ کام مقداد کے ذمہ لگایا۔ اس نے آنحضرت سے پوچھا۔ فرمایا ذکر دھو کر وضو کر لے۔

نبی علیہ السلام کو احساس دلانا:

علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ قریش کی عورتوں کی طرف رغبت کرتے ہیں اور ہم لوگوں کو چھوڑ دیا؟ فرمایا تمہارے پاس کوئی عورت موجود ہے؟ عرض کیا، جناب حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی موجود ہے۔ فرمایا یہ میرے لیے حلال نہیں ہے۔ یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔

آپ کی پرہیزگاری:

عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ میں علی علیہ السلام کی خدمت میں بقرعید کے دن حاضر ہوا، آپ نے گوشت اور آٹے سے پکا ہوا کھانا دیا۔ میں نے عرض کیا! خدا آپ کا بھلا کرے اگر آپ بطخ کو گوشت کھلاتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو بہت نیکی دیتا۔ فرمایا! زبیر کے فرزند میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خلیفہ کو اللہ تعالیٰ کے مال سے دو پیالے لینے چاہئیں۔ ایک پیالہ سے خود اور اپنے عیال کا گزارہ کرے اور دوسرے پیالہ سے لوگوں کی تواضع کرے۔

ابن عمر سے روایت ہے کہ مجھے ثقیف کے ایک آدمی نے کہا کہ مجھے علی علیہ السلام نے کہا کہ ظہر کے وقت میرے پاس آنا، میں حاضر ہوا۔ کوئی دربان نہیں تھا۔ آپ کے پاس ایک پیالہ اور پانی کا کوزہ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے چمڑے کا تھیلا منگوایا، جو مہر شدہ تھا۔ آپ نے مہر کو توڑا، اس میں ستو موجود تھا۔ اس میں سے ایک مٹھی لے کر پیالے میں ڈال دی۔ اس میں پانی ملا کر پیا اور ہمیں بھی پلایا۔

مجھ سے نہ رہا گیا۔ عرض کیا یا امیر المومنین عراق میں ایسا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہاں کھانے کی چیزیں وافر مقدار میں موجود ہیں۔ فرمایا خدا کی قسم میں بخل کی وجہ سے مہر نہیں لگاتا بلکہ اس سے اپنی ضرورت کے مطابق لیتا ہوں۔ مجھے اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ جب ختم ہونے لگے تو اس میں اور نہ ڈال دیا جائے۔ اس لیے اس کی حفاظت کرتا ہوں۔ میں پسند کرتا ہوں کہ میرے شکم میں پاک چیز داخل ہو۔

ابن حیان تیمی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے علی علیہ السلام کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا۔

میری یہ تلوار کون شخص خریدے گا۔ اگر میرے پاس تہمد کی قیمت ہوتی تو میں اس کو ہرگز فروخت نہ کرتا۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ تہمد کی قیمت میں دیتا ہوں۔

عبدالرزاق نے کہا یہ اس وقت کی بات ہے جب شام کو چھوڑ کر تمام اسلامی سلطنت آپ کے قبضہ میں تھی۔

علی بن ارقم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے علی علیہ السلام کو بازار میں اپنی تلوار فروخت کرتے ہوئے دیکھا۔ فرماتے تھے میری یہ تلوار کون خریدے گا؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ میں شگاف ڈالا۔ میں نے اس تلوار کے ذریعے بہت سی جنگیں رسول اللہ ﷺ سے فتح کی ہیں۔ اگر میرے پاس تہمد کی قیمت ہوتی تو میں اس کو فروخت نہ کرتا۔

ہارون بن عنترہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں خورنق میں علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ پرانے لحاف میں کانپ رہے تھے۔ عرض کیا امیر المومنین خداوند عالم نے آپ کا اور آپ کے گھر والوں کا اس مال میں حق مقرر کیا ہے۔ اور آپ اپنی ذات کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں۔ فرمایا! میں تمہارے مال کو کوئی نقصان نہیں دینا چاہتا۔ یہ میرا وہ پھٹا ہوا لحاف ہے جس کو لے کر میں گھر سے نکلا تھا۔ یا مدینہ سے نکلا تھا۔

ابن مطرف نے کہا کہ میں نے علی علیہ السلام کو ایک چادر باندھے ہوئے اور دوسری چادر شانے پر ڈالے ہوئے۔ ہاتھ میں کوڑا لیے ہوئے۔ آپ دیہاتی معلوم ہوتے تھے، دیکھا۔ آپ کھدر بیچنے والوں کے بازار میں تشریف لائے اور فرمایا اے شیخ مجھے تین درہم میں صرف ایک قمیض دے دو۔ جب دکان دار نے آپ کو پہچان لیا۔ تو آپ نے اس سے کوئی چیز نہ خریدی۔ اور ایک لڑکے کی دکان پر آئے اس سے تین درہم میں قمیض خرید فرمائی، جب لڑکے کا والد آیا تو لڑکے نے اسے آگاہ کیا۔ لڑکے کا والد درہم لے کر حضرت کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا یا امیر المومنین یہ درہم لے لو۔ فرمایا کیوں؟ عرض کیا قمیض کی قیمت دو درہم تھی۔ فرمایا میں نے اپنی مرضی سے خریدی تھی۔

عمر بن یحییٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کی خدمت میں گھی اور شہد کی مشکیں پیش کی گئیں۔ ایک روز آپ نے ان کو ملاحظہ فرمایا جن میں آپ نے کمی محسوس کی۔ آپ سے کہا گیا کہ ام کلثوم آئی تھیں اور اس میں سے لے گئی تھیں۔ آپ نے وزن کرنے والوں کے پاس مشک بھیج دی۔ انہوں نے کہا اس میں پانچ درہم کی کمی ہے۔ آپ نے ام کلثوم کے پاس کسی کو بھیجا کہ پانچ درہم میرے پاس بھیج دو۔

عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کے پاس اصفہان سے مال آیا۔ آپ نے اس کو سات حصوں پر تقسیم کر دیا۔ اس میں ایک روٹی تھی اس کو بھی سات حصوں میں تقسیم فرمایا۔ پھر آپ نے قرعہ ڈالا جس کا قرعہ نکلا اس کو مال پہلے مل جاتا۔

اعمش نے کہا کہ حضرت علی اس مال پر گذارا کرتے جو آپ کے پاس مدینہ سے آیا کرتا تھا۔

ابو صالح کا بیان ہے کہ میں ام کلثوم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کنگھی فرما رہی تھیں۔ میرے اور آپ کے درمیان پردہ حائل تھا۔ حسن اور حسین تشریف لائے اور آپ کے پاس چلے گئے۔ آپ نے دونوں سے فرمایا! ابو صالح کو کوئی چیز کیوں نہیں کھلاتے؟ وہ پیالے میں شوربا لائے جس میں دانے ملے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا امیر ہو کر یہ چیز کھاتے ہو؟ ام کلثوم نے مجھ سے فرمایا! اگر امیر المومنین علی کو دیکھتے تو تجھے پتہ چلتا۔ ایک روز آپ کے پاس ترنج (لیموں کی قسم کا پھل) آئے۔ ان میں سے حسین نے ایک ترنج اٹھالیا، حضرت نے ان سے چھین لیا اور حکم دیا کہ لوگوں میں تقسیم کیا جائے۔

آپ کا رعیت میں انصاف کرنا:

کریمہ بنت حمام طائیہ نے کہا کہ علی علیہ السلام کوفہ میں ہمارے درمیان ورس تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ فضالہ نے کہا کہ ہم نے آپ کی اس بات کو انصاف پر محمول قرار دیا۔

رعایا کے حالات دریافت کرنا:

ابو الصبہاء کا بیان ہے میں نے علی علیہ السلام کو شط الکلاء میں دیکھا آپ چیزوں کے بھاؤ دریافت فرما رہے تھے۔

آپ کا محمد کی امت پر مہربانی کرنا، آپ کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر تخفیف کی:

علی علیہ السلام نے فرمایا جب آیت ''اے ایمان والو جب رسول سے راز کی بات کرو تو صدقہ دیا کرو۔'' نازل ہوئی تو آنحضرت نے مجھ سے پوچھا کہ صدقہ ایک دینار ہونا چاہیے عرض کیا لوگوں میں اس قدر طاقت نہیں ہے۔ فرمایا! پھر کس قدر ہونا چاہیے۔ عرض کیا ''ایک جو'' فرمایا ''تم بہت زاہد ہو'' یہ آیت نازل ہوئی۔ اشفقتم...... فرمایا میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت پر تخفیف کی۔

ابن عباس نے کہا کیا میں ابوذر کے اسلام لانے کے بارے میں آگاہ کروں۔ ہم نے عرض کیا، کیوں نہیں۔ کہا کہ ابوذر نے کہا میں غفار قبیلے کا آدمی ہوں۔ ہمیں معلوم ہوا کہ مدینہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے میں نے اپنے بھائی سے کہا مکہ میں جا کر اس شخص کے حالات معلوم کرو، اور مجھے آگاہ کرو۔ میرا بھائی مکہ گیا اور آنحضرت سے مل کر واپس آگیا میں نے اس سے آپ کے حالات معلوم کیے کہا کہ میں نے آپ کو نیکی کا حکم کرتے اور برائی سے منع کرتے پایا ہے۔ مجھے بھائی کی بات سے تسلی نہ ہوئی۔ میں جراب اور عصا لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں آنحضرت کو جانتا نہ تھا۔ کسی دوسرے سے آپ کے بارے میں پوچھنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ چاہ زمزم کا پانی پی کر مسجد میں آ کر بیٹھ جاتا۔ ایک روز علی علیہ السلام میرے پاس سے گزرے۔ فرمایا! تم مسافر ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا میرے گھر چلو، میں آپ کے ساتھ چل پڑا۔ حضرت نے کوئی بات مجھ سے نہ پوچھی۔ اور نہ

میں نے آپ کو کچھ بتایا صبح کو میں پھر مسجد میں آ گیا۔ میں نے رسول اللہ کے بارے میں کسی سے نہ پوچھا اور نہ ہی کسی شخص نے آپ کے بارے میں مجھے آگاہ کیا۔ پھر علی علیہ السلام کا گزر ہوا۔ فرمایا! اب تو تجھے اس شخص کے گھر کے بارے میں علم ہونا چاہیے۔ عرض کیا ابھی معلوم نہیں ہوا۔ فرمایا میرے ساتھ چلو میں آپ کے ساتھ چل پڑا۔ ہم نے آپس میں کوئی بات نہ کی۔ تیسرے روز بھی ایسا ہی واقعہ ہوا۔ علی نے ابوذر کو ساتھ لیا۔ فرمایا تم مجھ سے بات کیوں نہیں کرتے۔ تمہارا کیا قصہ ہے اس شہر میں کیوں آئے ہو؟ عرض کیا اگر میری بات پوشیدہ رکھو گے تو بتاؤں گا انہوں نے کہا ٹھیک ہے ایسا ہی ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ یہاں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ میں نے اپنے بھائی کو حالات معلوم کرنے یہاں بھیجا تھا۔ اس نے مجھے آ کر حالات سے آگاہ کیا۔ لیکن میری تسلی نہیں ہوئی۔ اب میں اس شخص سے خود ملنا چاہتا ہوں۔ فرمایا تم نے ہدایت پائی۔ تم میرے ساتھ چلے آؤ۔ اگر میں نے کسی ایسے شخص کو دیکھا جس سے تیرے بارے میں خطرہ لاحق ہوا، تو دیوار کے ساتھ کھڑے ہو کر اپنی جوتی ٹھیک کرنے لگ جاؤں گا تم چلتے رہنا۔ میں آپ کے ساتھ چل پڑا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے کہا، آپ مجھے اسلام کی تعلیم دیجیے، آپ نے اسلام پیش کیا۔ میں مسلمان ہو گیا۔

آپ کے ہاتھوں قبیلہ ہمدان کا اسلام لانا:

براء بن عازب کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کی طرف خالد بن ولید کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے روانہ فرمایا، میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ خالد چھ ماہ رہا۔ مگر ایک شخص بھی مسلمان نہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے علی کو بھیجا اور کہا کہ خالد اور ان لوگوں کو جو خالد کے ساتھ گئے ہیں واپس بھیج دو، مگر جو لوگ علی کے ساتھ رہنا چاہیں ان کو رہنے دینا۔ براء نے کہا میں علی کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب ہم یمن میں داخل ہوئے تو لوگوں کو اس بات کا علم ہو گیا۔ وہ حضرت کی خاطر جمع ہو گئے۔ علی علیہ السلام نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ جب فارغ ہوئے تو ہم ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ آپ نے ہمارے سامنے تشریف لا کر خدا کی حمد و ثنا کے بعد اہل یمن کو رسول اللہ کا خط پڑھ کر سنایا۔ سارا اہل ہمدان ایک دن میں مسلمان ہو گیا۔ علی علیہ السلام نے خط کے ذریعہ اس بات سے آنحضرت کو آگاہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب خط پڑھا تو سجدہ ریز ہو گئے اور دو دفعہ فرمایا! ''اہل ہمدان پر سلام ہو۔''

خارجیوں کو قتل کرنے میں آپ کی فضیلت:

عبیدہ سلمانی نے کہا کہ علی علیہ السلام نے خوارج کا ذکر کیا۔ فرمایا ان میں سے ایک شخص ناقص ہاتھ والا ہوگا۔ اگر تم نہ اتراتے تو میں تم کو اس بات سے ضرور آگاہ کرتا۔ جس کا اللہ نے اس شخص کے قتل کرنے والوں سے رسول اللہ کی زبانی وعدہ کیا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے علی علیہ السلام سے پوچھا کیا آپ نے اس بات کو رسول اللہ سے سنا تھا! آپ نے تین دفعہ فرمایا ''رب کعبہ کی قسم سنا تھا۔''

رسول اللہ ﷺ کے غلام عبداللہ بن ابی رافع سے مروی ہے کہ جب خوارج نے خروج کیا، تو علی کے ساتھ تھا۔ خوارج نے کہا "حکم صرف خدا کا ہے" علی نے فرمایا "یہ بات تو ٹھیک ہے مگر ان کا اس کلمہ سے مقصد باطل کی اشاعت ہے۔ رسول اللہ نے ہم سے ایسے اشخاص کی نشاندہی کی تھی۔ جو ان لوگوں میں موجود ہیں۔ جو زبان سے حق بات کہتے ہیں مگر وہ بات ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتی، ان میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ سیاہ شخص ہے جس کے ایک ہاتھ پر عورت کے پستان کے سر کی مانند ایک چیز ہوگی۔ علی نے ان کو قتل کیا اور اپنے اصحاب سے فرمایا، ناقص ہاتھ والے شخص کو تلاش کرو۔ انہوں نے تلاش کیا۔ لیکن نہ پایا فرمایا پھر تلاش کرو۔ دو یا تین مرتبہ فرمایا۔ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ ہی کبھی میری بات جھوٹی ثابت ہوئی۔ دوبارہ تلاش کرنے سے اس شخص کی لاش ایک ویرانہ میں مل گئی۔ اس کی لاش کو لا کر حضرت کے سامنے رکھ دیا گیا۔ عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے ان لوگوں کی کاروائی کو دیکھا اور حضرت کے فرمان کو ان کے بارے میں سنا۔"

زید بن وہب جہنی نے کہا کہ میں اس لشکر میں موجود تھا۔ جو علی علیہ السلام کے ساتھ خوارج سے لڑنے کے لیے گیا تھا۔ علی علیہ السلام نے فرمایا "اے لوگو! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت سے ایک قوم خروج کرے گی۔ جو قرآن کر پڑھتی ہوگی، مگر تمہاری قرأت اور ان کی قرأت میں کوئی نسبت نہیں ہوگی، تمہارے روزے سے ان کے روزے کو کوئی لگاؤ نہ ہوگا۔ وہ قرآن کو اس نیت سے پڑھتے ہوں گے کہ اس سے ان کو ثواب ملے گا۔ حالانکہ وہ الٹا ان کے لیے وبال ہوگا۔ ان کی نماز ان کے حلقوں سے نیچے نہیں جائے گی۔ وہ دین سے اس طرح خارج ہوجائیں گے جس طرح تیر کمان سے خارج ہوجاتا ہے اگر اس لشکر کو اس بات کا علم ہوجائے جو ان کو قتل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبانی ان کے لیے کس قدر اجر مقرر کیا ہے۔ تو وہ لوگ عمل کرنا چھوڑ دیں۔ دین سے خروج کرنے والوں کی نشانی یہ ہوگی کہ ان میں ایک شخص ہوگا۔ جس کا بازو اور کلائی نہیں ہوگی اس کے بازو کے سرے پر عورت کے پستان کے سر کی مانند ایک چیز ہوگی۔ جس پر سفید بال ہوں گے۔

سلمہ بن کہیل کا بیان ہے کہ ہم نے خوارج سے جہاد کیا اور خوارج کا سردار عبداللہ بن سہب السی تھا۔ عبداللہ نے اپنے لشکر سے کہا نیزے پھینک دو اور تلواریں میان سے نکال لو۔ انہوں نے نیزے پھینک دیے اور تلواریں نکال لیں (علی علیہ السلام کے) لشکر نے ان کو نیزوں پر رکھ لیا اور قتل کردیا۔ حضرت کے لشکر سے صرف دو آدمی شہید ہوئے علی علیہ السلام نے فرمایا! خوارج کے مقتولین میں لنجے ہاتھ والے کو تلاش کرو۔ انہوں نے تلاش کیا، مگر ان کو نہ ملا۔ حضرت بذاتِ خود لاشوں کے پاس تشریف لائے۔ جو ایک دوسرے پر پڑی ہوئی تھیں۔ فرمایا اس کو ہٹاؤ۔ انہوں نے لاشوں کو ہٹایا تو لنجے ہاتھ والے کی لاش سب سے نیچے زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ لاش کو دیکھ کر حضرت نے تکبیر کی آواز بلند کی۔ فرمایا! خدا نے سچ کہا اور اس کے رسول نے خدا کا پیغام پہنچایا۔

عبیدہ سلمانی نے عرض کیا" کیا اے امیر المؤمنین اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں آپ نے اس حدیث کو رسول اللہ سے سنا تھا فرمایا" اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے رسول اللہ سے اس حدیث کو سنا تھا۔ اس نے اپ کو تین دفعہ قسم دی۔ حضرت نے تین دفعہ قسم کھا کر فرمایا (میں نے رسول اللہ سے یہ حدیث سنی تھی)۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب ان لوگوں نے لنجے ہاتھ والے کو تلاش کر لیا تو سب کے سب سجدہ میں گر پڑے اور علی علیہ السلام بھی ان کے ساتھ سجدہ ریز ہو گئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ابوالرضی نے کہا، میں نے گویا اس حبشی شخص کو دیکھا جس کے سینے پر دو پستان تھے۔ ایک پستان عورت کے پستان کی مانند تھا۔ جس پر (یربوع) چوہے کی قسم کے جانور کی دم کی مانند بال موجود تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب علی علیہ السلام کے لشکر کو ناقص ہاتھ والا آدمی نہ ملا۔ تو آپ خود اس کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔ اور اپنے آدمیوں سے فرماتے ان لاشوں کو الٹو، ان لاشوں کو الٹو۔ کوفہ کے ایک آدمی نے عرض کیا وہ شخص یہاں موجود ہے۔ حضرت نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند فرمایا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب ناقص ہاتھ والا تلاش کرنے کے باوجود نہ ملا تو ایک نے فرمایا۔ وہ شخص شیطان تھا اور اس سے بھی زیادہ گمراہ تھا۔

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مارقین دین سے نکل جائیں گے۔ ان کو وہ گروہ قتل کرے گا جو اللہ تعالیٰ پر صحیح معنوں میں ایمان لایا ہوگا۔

ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بی بی ام سلمہ کے گھر میں تشریف لائے۔ اور علی علیہ السلام آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، رسول اللہ نے ام سلمہ سے فرمایا، یہ شخص قاسطین (صفین والے) ناکثین (جمل والے) اور مارقین (نہروان والے) سے میرے بعد جہاد کرے گا۔

علی علیہ السلام کی خوارج سے جنگ کرنے کی وجہ:

ابن عباس نے کہا خوارج اپنے گھر میں جمع ہوئے جن کی تعداد چھ ہزار یا اس کے لگ بھگ تھی۔ میں نے علی بن ابی طالب سے کہا۔ یا امیر المؤمنین آپ نماز دیر سے ادا فرمائیں۔ میں ان لوگوں (خوارج) سے ملتا ہوں۔ حضرت نے کہا مجھے خطرہ لگتا ہے کہ کہیں وہ آپ کو نقصان نہ پہنچائیں۔ میں نے کہا ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ ابن عباس نے دو خوب صورت جوڑے زیب تن کیے۔ آپ ایک خوبصورت اور بلند آواز والے آدمی تھے۔ ابن عباس نے کہا جب مجھے خوارج نے دیکھا تو کہا ابن عباس کے لیے خوش آمدید ہے۔ آپ نے کیسا لباس پہن رکھا ہے؟ میں نے کہا آپ لوگوں کو یہ کیوں ناگوار ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے زیادہ خوب صورت لباس زیب تن

کیے ہوئے دیکھا تھا۔ پھر میں نے ان کے سامنے یہ آیت تلاوت کی۔ "کہہ دو کس نے خدا کی زینت کو حرام قرار دیا۔ جس کو اس نے اپنے بندوں کے لیے مہیا کیا۔" خوارج نے کہا آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟ میں نے کہا امیر المومنین کے ہاں سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ اصحاب رسول اور مہاجرین اور انصار کی طرف سے آیا ہوں تا کہ تم تک ان کا پیغام پہنچاؤں اور تمہارا پیغام ان تک لے جاؤں۔ تم لوگ علی ابن عم رسول اللہ اور داماد رسول سے کیوں انتقام لیتے ہو۔ یہ سن کر وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ایک شخص نے کہا اس سے بات تک نہ کرو، اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جھگڑالو قوم ہے۔ ایک اور خارجی نے کہا، ابن عم رسول کے ساتھ بات کرنے سے ہمیں کیا چیز روکتی ہے۔ حالانکہ آپ کتاب خدا کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ خوارج نے کہا ہم تین باتوں کی وجہ سے آپ سے بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ ابن عباس نے پوچھا وہ تین باتیں کون سی ہیں؟ انہوں نے کہا آدمیوں کو خدا کے امر میں حکم قرار دیا۔ آدمی خدا کے حکم میں کیوں دخل دیں، جمل والوں سے جنگ کی لیکن ان کی شکست کے بعد ان کو قیدی نہیں کیا اور نہ ہی ان کا مال لیا۔ اگر جمل والوں سے جنگ جائز تھی تو ان کو قید کرنا بھی درست تھا۔ اگر ان کو قید کرنا درست نہیں تھا۔ تو پھر ان سے لڑنا کیوں کر جائز تھا۔ اپنے نام سے امیر المومنین کا لفظ مٹا دیا۔ جب آپ امیر المومنین نہ رہے تو امیر المشرکین ہو گئے۔ ابن عباس نے کہا میں نے ان سے پوچھا، کوئی اور بات انہوں نے کہا بس ہماری یہی باتیں ہیں۔ ابن عباس نے کہا اگر میں یہ باتیں کتاب اللہ اور رسول کی سنت سے ثابت کر دوں (جو کام علی نے کیا ہے وہ درست ہے) تو کیا تم اپنے عقیدہ سے باز آجاؤ گے۔ انہوں نے کہا کہ پھر باز نہ آجانے کی کوئی وجہ نہیں ہوگی۔ آپ نے کہا کہ تمہارا یہ قول کہ علی نے خدا کے حکم میں لوگوں کو حکم بنایا تو اس بات کا ثبوت قرآن میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "خرگوش کے شکار کی قیمت یا اس قسم کی ایسی چیز جس کی قیمت چار درہم ہو، تم میں اس بارے میں صاحب عدل لوگ فیصلہ کریں۔" خدا نے فیصلہ کا اختیار لوگوں کو دے دیا ہے اور کہا ہے تم میں اس بارے میں صاحب عدل لوگ فیصلہ کریں۔ اگر خدا چاہتا تو خود حکم صادر کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میاں بیوی میں ناچاقی ہو تو ایک حکم مرد کی جانب سے ہو اور ایک عورت کی طرف سے دونوں ان میں صلح کرا دیں اگر دونوں صلح کرنا چاہیں۔ کیا میں نے اس بارے میں تمہاری تسلی کر دی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ایسا ہے تمہارا یہ قول کہ جنگ کی مگر لوگوں کو قید نہ کیا اور مال غنیمت نہ لوٹا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نے تمہاری ماں سے جہاد کیا تھا اللہ تعالیٰ فرمایا ہے۔ نبی مومنین کی جان سے افضل ہیں اور رسول ﷺ کی عورتیں، مومنین کی مائیں ہیں۔ اگر تمہارا یہ عقیدہ ہو کہ بی بی عائشہ تمہاری ماں نہیں تھی تو تم کافر ہو جاؤ گے، اگر تم یہ کہتے ہو کہ وہ ہماری ماں تھی تو پھر اس کا قید کرنا کیوں کر جائز ہوا۔ تم دو گمراہیوں کے درمیان ہاتھ پیر مار رہے ہو۔ کیا اب تمہاری تسلی ہو گئی؟ کہا ہاں۔ ابن عباس نے کہا کہ تمہارا یہ کہنا کہ علی نے اپنے نام سے امیر المومنین کا لفظ کیوں مٹایا تو میں اس بات کے لیے ایسا ثبوت مہیا

کردوں گا۔ جس کو تم مان جاؤ گے۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اور سہیل بن عمرو کے درمیان خط و کتابت ہو رہی تھی۔ اس موقع پر مشرکین مکہ نے کہا کہ ہم اگر آپ کو رسول خدا مانتے تو آپ سے جنگ کیوں کرتے۔ آپ صرف اپنا اور اپنے باپ کا نام تحریر کریں۔ آنحضرت نے فرمایا اے معبود! تو جانتا ہے کہ میں تیرا رسول ہوں۔ آپ نے صحیفہ ہاتھ میں لیا اور رسول اللہ کا لفظ اپنے ہاتھ سے مٹا دیا پھر علی سے کہا لکھو یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو نے صلح کی۔ رسول اللہ کا لفظ نہ لکھنے سے آپ نبوت سے خارج نہیں ہو گئے تھے۔ اب تسلی ہو گئی ہے۔ کہاں ہاں۔ خوارج کے ۳ ہزار نے توبہ کر لی، ۳۰ ہزار چلا گیا باقی گمراہ ہو کر قتل ہوئے۔"

آپ کی خلافت:

حضرت عمر کو جب نیزہ لگا تو آپ نے وصیت کی کہ اگر علی کو خلیفہ بناؤ گے تو وہ تم کو سیدھے راستے پر چلائیں گے۔

عمرو بن میمون نے کہا کہ جب عمر نے چھ افراد کو خلافت کا مستحق قرار دیا تھا تو میں آپ کے پاس موجود تھا۔ اگر تم علی کو خلیفہ بناؤ گے تو وہ تم کو سیدھی راہ پر لگائیں گے۔ ایک جگہ لفظ اصلیع کا آیا ہے کہ اگر تم علی کو خلیفہ بناؤ گے تو وہ تمہیں راہ حق پر سوار کریں گے اور تلوار آپ کی گردن میں لٹکی ہوئی ہوگی۔

عبدالرحمٰن بن عبید سے مروی ہے بنو حارثہ میں سے انصار کا ایک آدمی اعلان کر رہا تھا کہ حضرت عمر انصار اور مہاجرین میں سے فلاں فلاں شخص کو خلیفہ نامزد کریں گے۔ ان لوگوں نے علی کا نام نہ لیا۔ عمر نے جب سنا تو کہا علی کا نام کیوں نہیں لیتے؟ خدا کی قسم اگر علی کو خلیفہ بناؤ گے تو وہ تمہیں حق کے راستہ پر سوار کریں گے۔

حارثہ بن مضرب نے کہا میں نے عمر کے ساتھ حج ادا کیا۔ تو اونٹ کو ہانکنے والا کہتا تھا کہ عمر کے بعد عثمان خلیفہ ہوگا۔ میں نے عثمان کے ساتھ حج کیا تو تو اونٹ ہانکنے والا کہتا تھا کہ عثمان کے بعد علی خلیفہ ہوں گے۔

فضالہ بن ابی فضالہ انصاری نے کہا کہ میں منبع کے چشمہ پر حضرت علی کی عیادت کے لیے گیا۔ میں نے عرض کیا۔ اگر آپ فوت ہو گئے تو آپ کی تجہیز و تکفین جہنیہ قبیلہ کے دیہاتی کریں گے؟ فرمایا رسول اللہ نے مجھے بتایا تھا کہ مجھے اس وقت تک موت نہیں آئے گی۔ جب تک میں خلیفہ نہ بنا لیا جاؤں۔ پھر میری پیشانی کے خون سے میری داڑھی خضاب آلود ہوگی۔ ابو فضالہ صفین کی جنگ میں حضرت علی کی طرف سے شہید ہوا۔

ابن عمر نے کہا کہ مجھے زندگی میں جو چیز ہمیشہ تکلیف دیتی رہی وہ یہ تھی کہ میں نے علی علیہ السلام سے مل کر باغی گروہ سے جنگ کیوں نہ کی۔ وہ (علی) سخت گرمی میں روزہ رکھتے تھے۔

ابن عمر کے اس قول سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ صحابہ کے نزدیک علی علیہ السلام کی خلافت درست تھی۔

عمر بن خاقان نے کہا مجھے احنف بن قیس نے کہا کہ میں زبیر سے ملا اور اس سے کہا کہ آپ میرے لیے

کون سی بات پسند فرماتے ہیں؟ کہا میں تجھے علی علیہ السلام کا ساتھ دینے کا حکم دیتا ہوں۔ میں نے عرض کیا آپ مجھے اس بات کا حکم دیتے ہیں اور اس کو میرے لیے پسند کرتے ہیں۔ کہا ہاں ایسا ہی ہے۔

عاصم بن عمر نے کہا کہ حضرت عمر نے علی علیہ السلام سے مل کر کہا ''اے ابوالحسن میں آپ کو خدا کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خلیفہ نامزد کیا تھا؟ فرمایا اگر یہ بات کہتے ہو تو تم اور تمہارے ساتھی جو چاہتے ہیں کرو؟'' کہا میرا ساتھی فوت ہو چکا ہے، خدا کی قسم میں خلافت کو اپنی گردن سے اتار کر تمہاری گردن میں نہیں ڈالوں گا۔ فرمایا خدا تیری ناک کاٹے اس سے مجھے کس نے الگ رکھا ہوا ہے؟ مجھے رسول اللہ نے علم مقرر کیا تھا۔ جب میں کسی بات کا دعویٰ کروں گا جو بھی میری مخالفت کرے گا، وہ گمراہ ہوگا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ عمر نے علی سے کہا میں آپ سے خدا کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کیا رسول اللہ نے آپ کو خلیفہ مقرر کیا تھا؟ فرمایا نہیں۔ مگر مجھے رسول اللہ نے علم مقرر کیا تھا۔ جب میں کسی بات کا دعویٰ کروں اور جو شخص بھی میری مخالفت کرے گا گمراہ ہوگا۔

آپ کی بیعت اور بیعت نہ کرنے والے کا ذکر:

محمد بن حنیفہ نے کہا کہ عثمان محصور تھے ایک شخص نے آ کر کہا امیر المومنین قتل کر دیے گئے ہیں۔ پھر ایک اور شخص نے آ کر کہا امیر المومنین کو ابھی ابھی قتل کر دیا گیا ہے۔ آپ عثمان کے گھر آئے وہ قتل ہو چکے تھے۔ حضرت اپنے گھر آئے اور دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے لوگ دروازہ کھلوا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا عثمان قتل ہو گئے ہیں۔ لوگوں کے لیے خلیفہ مقرر کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس بارے میں آپ سے زیادہ لائق کوئی آدمی نہیں ہے۔ فرمایا مجھے میری حالت پر چھوڑ دو۔ میں خلیفہ ہونے کی نسبت تمہارا وزیر بہتر ثابت ہو سکتا ہوں۔ انہوں نے کہا خلافت کرنے کا آپ سے زیادہ کوئی حقدار نہیں ہے۔ فرمایا! اگر تم لوگ میری بات نہیں مانتے تو میری بیعت پوشیدہ نہ ہو، بلکہ مسجد میں جمع ہو جاؤ جو شخص میری بیعت کرنا چاہے وہ کرے آپ مسجد میں تشریف لائے۔ لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔

مسور بن مخرمہ نے کہا جب عثمان قتل ہوئے تو علی مسجد میں تھے، لوگ طلحہ کی طرف رجوع کرنے لگے، علی اٹھ کر گھر جا رہے تھے۔ مقام جنائز پر قریش کا ایک آدمی آپ سے ملا اور کہا اس شخص کو دیکھو جس کا ابن عم قتل ہو گیا ہے ۔اور اس کی حکومت پر قبضہ ہونے والا ہے۔ یہ سن کر حضرت علی واپس مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ گئے۔ جب لوگوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے آپ کی بیعت کی اور طلحہ کو چھوڑ دیا۔

ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے ان میں تطبیق یوں ہوگی کہ ایک گروہ نے طلحہ کی بیعت کی، جب کہ جمہور نے حضرت علی کے گھر میں حاضر ہو کر آپ کی بیعت کی۔ لوگوں کے چلے جانے کے بعد آپ کسی وقت

مسجد میں تشریف لائے اور جب مسجد سے گھر کو جا رہے تھے تو ایک شخص کی بات کو سنا، تو آپ نے محسوس کی کہ خلیفہ کیا نامزدگی پر لوگوں میں اختلاف نمودار ہوگا۔ لہٰذا آپ اسی وقت منبر تشریف لے گئے اور لوگوں سے اپنی بیعت لینی شروع کر دی۔ آپ کو حکومت کا شوق نہیں تھا۔ بلکہ اس شخص کے غیرت دلانے پر ایسا کیا۔

ابن اسحاق نے کہا عثمان کے قتل کے بعد علی علیہ السلام کی مسجد رسول میں بیعت عامہ کی گئی۔ اہل بصرہ نے آپ کی بیعت کی۔ طلحہ اور زبیر نے مدینہ میں آپ کی بیعت کی۔ پھر بعد میں منحرف ہو گئے اور جمل کی جنگ میں بی بی عائشہ کے ساتھ شرکت کی۔

ابو عمر نے کہا علی کی بیعت متفقہ طور پر مہاجرین اور انصار نے کی۔ چند لوگ آپ کی بیعت سے باز رہے۔ آپ نے ان کو اپنی بیعت کرنے پر مجبور نہ کیا۔ اس بارے میں کسی نے آپ سے سوال کیا فرمایا ان لوگوں نے حق کا ساتھ نہیں دیا اور باطل کی بھی تائید نہیں کی۔ معاویہ اور اہل شام نے آپ کی بیعت نہیں کی تھی۔ بیعت نہ کرنے والے وہ تھے جو جنگ صفین میں معاویہ کے ساتھ مل کر آپ سے لڑ رہے تھے۔

خوارج نے آپ کے خلاف محاذ قائم کر لیا اور آپ اور آپ کے ساتھیوں پر کفر کا فتویٰ لگایا اور کہا کہ آپ نے دین خدا کے بارے میں لوگوں کو حکم قرار دیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الحکم الا للہ حکم صرف خدا ہے۔ یہ لوگ آپ کے خلاف جمع ہو گئے۔ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا۔ آپ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، انہوں نے مسلمانوں کا خون بہایا، رہ زنی کی، حضرت کے ساتھ جو لوگ تھے کچھ خوارج سے جا کر مل گئے۔ حضرت نے انہیں توبہ کرنے کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے جنگ کرنے کے سوا کوئی تجویز نہ مانی۔ آپ نے ان سے نہروان کے مقام پر جنگ کی۔ انکی کمر کو توڑ دیا۔ تھوڑے سے باقی رہ گئے باقی سب کو نیست و نابود کر دیا۔

آپ کے دربان اور انگوٹھی کے نقش کا ذکر:

آپ کے دربان، آپ کے غلام قنبر تھے۔ آپ کی انگوٹھی کا نشان اللہ الملک تھا۔

آپ جتنا عرصہ مدینہ میں رہے، صبر سے کام لیتے رہے، مدینہ سے روانگی۔

مالک بن جون نے کہا کہ علی علیہ السلام نے ربذہ میں فرمایا کہ جو شخص ہمارے ساتھ جانا پسند کرے وہ ہمارے ساتھ چلے اور جو شخص ہمیں چھوڑ کر جانا چاہے وہ جا سکتا ہے اسے اجازت ہے اس سے کوئی باز پرس نہ ہوگی، امام حسین نے کھڑے ہو کر "بابا جان" یا امیرالمومنین کہہ کر عرض کیا اگر عرب کو آپ کی ضرورت ہوگی تو آپ چاہے کسی بل کے اندر ہی کیوں نہ چلے جائیں وہ آپ کو تلاش کر کے نکال لائیں گے۔

فرمایا "خدا کا شکر ہے جو کسی چیز ہے جس کو چاہتا ہے امتحان لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کسی چیز کی وجہ سے معاف کر دیتا ہے۔ خدا کی قسم میں نے اس امر کا ظاہر اور باطن میں جائزہ لیا ہے اور اس کا آغاز اور انجام میں

غور کیا۔ خدا کی قسم میں اس میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں یا تو ان سے جنگ کروں یا خدا کا منکر ہو جاؤں۔ بیٹے بیٹھ جاؤ۔ لونڈی کے رونے پر توجہ نہ دو۔"

وہ احادیث جو حضرت ابوبکر نے حضرت علی کے بارے میں فرمائیں:

حضرت ابوبکر نے کہا، علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علی علیہ السلام کی ہتھیلی برابر ہے۔"

علی علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی نسبت ہے جو رسول خدا کو اللہ تعالیٰ سے تھی۔ جب تک علی علیہ السلام جنت کا ٹکٹ نہ دیں گے کوئی شخص پر صراط عبور نہ کر سکے گا۔

جو شخص یہ بات پسند کرے کہ تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ کے قریبی شخص کو دیکھے تو وہ علی علیہ السلام کو دیکھے۔

اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر سے رسول اللہ کا کوئی وصف دریافت کرتا تو آپ اسے علی علیہ السلام کے پاس بھیج دیتے۔

ابوبکر نے آپ سے مرتدین سے لڑنے کا مشورہ لیا۔

وہ احادیث جو حضرت عمر نے علی علیہ السلام کے حق میں بیان فرمائیں:

مندرجہ ذیل احادیث حضرت عمر نے علی علیہ السلام کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیں۔

حدیث رایتہ یوم خیبر، حدیث ثلاث خصال، جس میں آپ کا خواہش کرنا کہ ان تین باتوں میں سے ایک بات مجھے حاصل ہوتی، حدیث تم کو مجھ سے وہ مرتبہ حاصل ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھا۔ حدیث اگر تمام آسمانوں اور زمینوں کا ایمان ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور علی علیہ السلام کا ایمان دوسرے پلڑے میں تو علی علیہ السلام کے ایمان کا وزن زیادہ ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث جس کو آپ نے غدیر خم کے مقام پر بیان فرمایا کہ جس کا میں ولی ہوں اس کے علی ولی ہیں۔

حضرت عمر کا قول کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی جنگ کے موقعہ پر فرمایا میں کل علم اس کو دوں گا جو مرد ہوگا اور بھاگنے والا نہیں ہوگا۔ اس روز مجھے سرداری کا شوق پیدا ہوا۔ حدیث غدیر خم کے موقع پر حضرت عمر کا علی سے کہنا کہ آپ میرے اور ہر مومن اور مومنہ کے ولی ہو گئے ہیں۔ حضرت عمر کا کئی دفعہ مشکل مسائل میں علی علیہ السلام سے مدد لینا۔

حضرت عمر کا کہنا کہ علی علیہ السلام ہم میں سب سے اچھا فیصلہ کرتے ہیں۔

حضرت عمر نے بہت سے مسائل میں علی علیہ السلام کی بات کو مان لیا۔

یہ تمام باتیں علی علیہ السلام کی خصوصیات اور فضائل کے ابواب میں الگ الگ بیان ہو چکی ہیں۔

آپ کی شہادت، اس سے خود آگاہ کرنا:

زید بن وہب نے کہا حضرت علی علیہ السلام بصرہ کے کچھ خوارج کے پاس آئے ان میں ایک شخص تھا۔ جس کا نام جعد بن نعجہ تھا۔ اس نے حضرت سے کہا آپ ڈریں آپ مرنے والے ہیں۔ فرمایا اس پر ضرب لگے گی اور یہ اس خون سے خضاب ہو گی۔ یعنی داڑھی سر کے خون سے خون آلود ہو گی۔ یہ بات طے ہو چکی ہے اور یہ فیصلہ مقدر ہو چکا ہے، جو اس بات کو غلط سمجھے گا وہ نا کام ہو گا۔

عبداللہ بن سبع نے کہا علی علیہ السلام نے خطبہ میں فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پیدا کیا اور روح کو خلق کیا، یہ اس سے ضرور رنگی جائے گی۔ لوگوں نے عرض کیا ہمیں اس شخص سے آگاہ کریں جو یہ کام کرے گا۔ ہم اس کو اور اس کے کنبہ کو ہلا کر دیں۔ فرمایا! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں ایسا نہ کرنا میری وجہ سے میرے قاتل کے سوا اور شخص قتل کیا جائے۔

حسین بن کثیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جس نے علی علیہ السلام سے ملاقات کی تھی کہ علی علیہ السلام صبح کی نماز کی خاطر گھر سے باہر تشریف لائے اور بطخوں نے آپ کا استقبال کیا اور آپ کو دیکھ کر چلانے لگیں۔ حضرت نے ان کو ہٹا دیا اور فرمایا کہ یہ نوحہ خوانی کر رہی ہیں۔ جب ابن ملجم نے آپ پر تلوار کا وار کیا تو میں نے عرض کیا یا امیر المؤمنین ہمیں اس نامراد سے نپٹ لینے دیجیے۔ نہ بانس رہے گا اور نہ ہی بانسری۔ فرمایا! ایسا مت کرو۔ اس شخص (ابن ملجم) کو قید کر لو۔ اگر میں مر جاؤں تو اس کو قتل کر دینا۔ اگر میں زندہ رہا تو تم کا قصاص لینا۔

مسکین بن عبدالعزیز عبدی نے کہا کہ میرے باپ نے کہا کہ عبدالرحمٰن بن ملجم حضرت پر حملہ کرنا چاہتا تھا، اس نے آپ پر حملہ کر دیا۔ فرمایا یہ میرا قاتل ہے۔ کسی نے کہا کہ آپ نے اس سے اپنا بچاؤ کیوں نہ کیا۔ فرمایا اس وقت تک اس نے مجھے قتل نہیں کیا تھا۔

کسی نے کہا عبدالرحمٰن تلوار زہر آلود کیے ہوئے ہے۔ عنقریب اس سے آپ کو قتل کر دے گا۔ جس سے عرب میں فساد برپا ہو جائے۔ آپ نے کسی کو بھیج کر عبدالرحمٰن کو بلوایا۔ تلوار کے زہر آلود کرنے کا سبب پوچھا۔ کہا میں اپنے اور آپ کے دشمن کو اس تلوار سے قتل کروں گا۔ آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔

حضرت کا قتل کی رات خواب دیکھنا:

حسن بصری امام حسن علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو جس رات قتل ہوئے فرماتے ہوئے سنا "میرے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے اور آپ کی خدمت میں عرض کیا

ہے یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ کی امت سے بہت زیادہ رنج والم اٹھائے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے بددعا کیجیے، میں نے کہا اے پالنے والے مجھے ان لوگوں کے بدلے ان سے اچھے انسان عطا فرمایئے۔ اور ان کو میرے بدلے بہت برا انسان مہیا کیجیے پھر میں بیدار ہو گیا۔"

آپ کے مؤذن نے اذان دی، آپ نماز کے لیے تشریف لائے تو ابن ملجم نے آپ پر ضرب لگائی۔

آپ کے قاتل کا ذکر، اس نے آپ کو کیوں قتل کیا، قتل کی کیفیت اور آپ کہاں قتل ہوئے:

زبیر بن بکار نے کہا کہ جو خوارج بچ گئے تھے انہوں نے حضرت علی، معاویہ اور عمرو عاص کے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ عبدالرحمٰن بن ملجم نے حضرت علی کو قتل کرنا اپنے ذمہ لیا۔ اس لیے وہ کوفہ کو روانہ ہوا۔ ایک ہزار درہم میں تلوار خرید کر اس کو زہر آلود کیا۔ حضرت علی کے پاس آیا اور آپ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ ایک دن اس کی نگاہ قطام پر پڑ گئی یہ ایک نہایت خوبصورت عورت تھی۔ یہ خوارج میں شامل ہو گئی تھی۔ کیوں کہ حضرت علی نے اس کے باپ اور بھائیوں کو جنگ نہروان میں قتل کیا تھا۔ ابن ملجم نے اس سے نکاح کی خواہش کی، اس نے کہا کہ میں صرف ایسے حق مہر پر نکاح کروں گی، جس کے سوا میں کسی اور حق پر نکاح نہیں کروں گی، اس نے پوچھا وہ حق مہر کیا ہے؟ کہا تین ہزار دینار اور علی کا قتل، اس نے کہا خدا کی قسم میں نے علی کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر رکھا ہے اور میں یہاں صرف اسی لیے آیا ہوں۔ جب تجھے دیکھا تو تیرے ساتھ شادی کرنے پر تیار ہو گیا۔ اور کہا کہ میں جانتا ہوں اگر میں نے علی کو قتل کیا تو خود بھی نہیں بچ سکوں گا۔ کہنے لگی اگر تم نے علی کو قتل کر دیا اور بچ گیا تو تو اپنے دل کی آگ بجھائے گا اور میرے ساتھ عیش کرے گا۔ اگر تم خود قتل ہو گئے تو دنیا میں اس سے بہتر تمہارے لیے اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔ ابن ملجم نے اس سے کہا آپ کے شرائط منظور ہیں۔ کہنے لگی اس کام میں، مَیں تجھے مدد کرنے والا شخص تلاش کر دوں گی۔ اپنے ابن عم وردان بن مجالد کو بلوا کر حالات سے آگاہ کیا، اس نے اس کی بات مان لی۔ ابن ملجم شبیب بن بجرا شجعی سے ملا اس سے کہا دنیا اور آخرت کی بھلائی چاہتے ہو؟ اس نے کہا وہ کیا چیز ہے؟ کہا میں علی بن ابی طالب کو قتل کرنا چاہتا ہوں آپ اس بارے میں میری مدد کریں۔ اس نے کہا تیری ماں تیرا ماتم کرے تو نے نہایت مکروہ چیز کا مطالبہ کیا ہے۔ تم یہ کام کیسے کرو گے۔ کہا ایسے آدمی کا قتل کرنا نہایت آسان ہے۔ جس پر پہرہ نہیں ہے، اور اکیلا مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جاتا ہے، اس کے ساتھ کوئی نگران نہیں ہوتا۔ جب نماز پڑھنے جائے گا تو ہم اس کو قتل کر دیں گے۔ اگر بچ گئے تو ٹھیک ورنہ دنیا میں نیک نامی سے یاد کیے جائیں گے، اور آخرت میں جنت میں جائیں گے، کہا تمہارے لیے ہلاکت ہو علی سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے، خدا کی قسم میرا دل آپ کے قتل پر خوش نہیں ہوگا۔ کہا تمہارے لیے ہلاکت ہو، علی نے خدا کے دین میں لوگوں کو حکم مقرر کیا۔ ہمارے نیک بھائیوں کو قتل کیا ہم اپنے مقتولین کے بدلے اس کو قتل کریں گے۔ اپنے دین میں شک نہ کرو شبیب نے ابن ملجم کی بات مان

لی اور دونوں قطام کے پاس آ گئے۔ وہ مسجد اعظم میں قبہ لگا کر اعتکاف میں بیٹھی ہوئی تھی، اس نے ان کو اندر بلا لیا اور اپنی اپنی تلواروں کو تیز کر کن کے بعد مسجد کے دروازے کے سامنے بیٹھ گئے، یہ وہ جگہ تھی جہاں سے حضرت علی صبح کی نماز کے لیے تشریف لاتے تھے۔ شبیب نے حضرت پر ضرب لگائی جو خطا ہو گئی۔ اور ابن ملجم نے آپ کے سر پر ضرب لگائی اور کہا! ''علی! الحکم اللہ کا ہے، نہ تیرا ہے، اور نہ ہی تیرے اصحاب کا ہے۔''

حضرت علی نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ ''کتا جانے نہ پائے''۔ ہر طرف سے لوگ ان کے پیچھے دوڑ پڑے اور شبیب باب کندہ سے نکل کر بھاگ گیا، ابن ملجم پکڑا گیا، فرمایا اس کو قید کر دو، اگر میں مر گیا تو اس کو قتل کر دینا اور اس کا ناک اور کان نہ کاٹنا، اگر میں نہ مرا تو اس کا معاملہ میرے بس میں ہوگا، خواہ میں اس کو معاف کر دوں یا اس سے قصاص لوں۔

لیث بن سعد نے کہا کہ عبدالرحمٰن بن ملجم نے زہر آلود تلوار سے صبح کی نماز میں ضرب لگائی اور آپ اسی وقت فوت ہو گئے۔ کوفہ میں رات کے وقت دفن ہوئے۔ لوگوں کا اس بات میں اختلاف ہے کہ ابن ملجم نے آپ کو حالتِ نماز میں ضرب لگائی یا نماز سے پہلے وار کیا؟ آپ نے نماز تمام کرنے میں کسی کو اپنا قائم مقام کیا تھا یا خود نماز تمام فرمائی تھی۔ اکثر حضرات کا خیال ہے کہ آپ نے جعدہ بن ھبیرہ کو اپنا نائب مقرر کیا جس نے حضرت کو ادھوری نماز تمام فرمائی۔

آپ کہاں دفن ہوئے اس میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ آپ کوفہ کے قصر الامارہ میں دفن ہوئے۔ کسی نے کہا کہ کوفہ کی مسجد کے صحن میں دفن ہوئے۔ بعض نے کہا کہ حیرہ میں نجف کے مقام پر دفن ہوئے، گنجدی نے کہا لوگوں کے نزدیک درست بات یہ ہے کہ آپ مسجد کے باہر دفن ہوئے۔ (اس بارے میں ہماری کتاب ''علی ولی'' ملاحظہ فرمائیں) امام حسن علیہ السلام نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں گنجدی نے کہا نو تکبیریں کہیں۔

ہارون بن سعید نے کہا، آپ کے پاس مسک تھی، اور وصیت فرمائی کہ اس سے مجھے حنوط کیا جائے اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حنوط سے بچ گیا تھا۔

عائشہ کو جب آپ کی موت کا علم ہوا تو کہنے لگیں کہ ''عرب اب جو چاہیں کریں، اب ان کو کوئی ٹوکنے والا نہیں ہے۔''

آپ کے قتل کی تاریخ:

۱۷ رماہ رمضان کی صبح کو قتل ہوئے، بعض نے کہا ۱۳ رماہ رمضان جمعہ کی رات کو قتل ہوئے، بعض نے کہا ۱۱ رکی رات کو قتل ہوئے، بعض نے ۱۸ رماہ صیام کی رات تحریر کی ہے، سن چالیس تھا۔

(صحیح تاریخ ۱۹ رماہ رمضان ۴۰ھ کو آپ کے سر پر ضرب لگی اور ۲۱ رماہ رمضان ۴۰ھ کو انتقال فرمایا۔)

علی کی موت سے بیت المقدس میں معجزہ ظاہر ہوا:

ابن شہاب نے کہا میں دمشق میں عراق کے جانے کے ارادہ سے آیا۔ عبدالملک کے پاس سلام کرنے کی غرض سے گیا، میں سلام کر کے بیٹھ گیا، مجھے کہا شہاب کے فرزند کیا تم کو اس بات کا علم ہے کہ جس صبح کو علی بن ابی طالب قتل ہوئے اس وقت بیت المقدس میں کیا واقعہ پیش آیا؟

عرض کیا ہاں جانتا ہوں، کہا میں لوگوں کے پیچھے چل پڑا، قبہ کے پیچھے آ گیا، اس نے میری طرف منہ کر کے کہا کہ پھر کیا ہوا؟ میں نے کہا بیت المقدس کا جو بھی پتھر اٹھایا جاتا تھا، اس کے نیچے سے خون جاری تھا۔ کہا اس بات کو میرے اور آپ کے سوا کوئی نہ جانے، اور کوئی شخص تم سے یہ بات نہ سنے، میں نے اس کی موت تک یہ بات کسی شخص کو نہ بتائی۔

آپ کا قاتل اشقی الآخرین ہے:

علی علیہ السلام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "یا علی! کیا تم جانتے ہو اولین میں سب سے زیادہ بد بخت کون شخص ہے؟ عرض کیا! اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس بات کو بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا! وہ تمہارا قاتل ہے، فرمایا! آخرین میں بد بخت وہ ہے جو تجھے اس سے تھوڑا سا پہلے ضرب لگائے گا۔ آپ نے آپ کی داڑھی کو پکڑا۔

صہیب نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام سے فرمایا یا علی! اولین میں زیادہ بد بخت کون ہے؟ کہا یہ وہ شخص ہے جس نے صالح کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں، فرمایا تم نے سچ کہا، فرمایا آخرین میں زیادہ بد بخت کون ہے؟ عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا یہ وہ شخص ہے جو اس پر ضرب لگائے گا۔ آنحضرت نے آپ کے سر کی طرف اشارہ کیا، علی اپنے گھر والوں سے فرمایا کرتے تھے، خدا کی قسم میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اس امت کا بد بخت آدمی کھڑا ہو جائے (مجھے شہید کر دے)۔

ابن سبع نے کہا کہ میں نے علی علیہ السلام کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا اس امت کے بد بخت کو کس چیز کا انتظار ہے۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ اس سے خضاب ہو گی، آپ نے اپنی داڑھی اور سر کی طرف اشارہ کیا، لوگوں نے عرض کیا یا امیر المؤمنین ایسے شخص سے آگاہ فرمائیے۔ ہم اس کو ہلاک کر دیں۔ فرمایا! میں ایسے شخص کو خدا کی قسم دیتا ہوں جو میری وجہ سے میرے قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل کرے۔

آپ کی وصیت:

روایت ہے کہ جب آپ کو ابن ملجم نے ضرب لگائی تو آپ نے امام حسن اور حسین کو ایک لمبی وصیت فرمائی جس کے آخر میں فرمایا "اے اولادِ عبدالمطلب مسلمانوں کا خون نہ بہانا، میرے قاتل کے سوا کسی اور کو قتل نہ

کرنا، اچھی طرح جان لو، اگر میں اس ضربت سے مرجاؤں تو ابن ملجم کو صرف ایک ضرب لگانا اور اس کا ناک اور کان نہ کاٹنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمہیں ناک اور کان کاٹنے سے بچنا چاہیے، اگر باؤلا کتا ہی کیوں نہ، میثم کے غلام فضل نے کہا جب ابن ملجم نے علی کو قتل کیا، تو حضرت نے حسن اور حسین سے فرمایا جب اس شخص کو قید کرلو تو میں تمہیں قسم دیتا ہوں اگر میں مرجاؤں تو اس کو قتل کردینا اس کا مثلہ نہ کرنا، جب حضرت فوت ہوئے تو حسین اور محمد نے ابن ملجم کے ٹکڑے ٹکڑے کیے اور اس کو جلادیا، حسن نے اس کو ایسا کرنے سے منع کیا۔

موت کے وقت آپ کی عمر اور مدت خلافت:

اس میں اختلاف ہے کہ موت کے وقت آپ کی عمر کیا تھی، بعض نے کہا ۵۷ سال تھی، بعض نے ۵۸ سال، بعض نے ۶۸ سال بیان کی ہے۔ کتاب موالید اہل البیت میں تحریر ہے کہ موت کے وقت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں ۱۳ سال رہے، اس وقت آپ کی عمر ۱۲ سال تھی، ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دس سال رہے اور رسول اللہ کے انتقال کے بعد ۳۰ سال زندہ رہے۔

حضرت کی اولاد نرینہ کا ذکر: ۱۴ فرزند:

امام حسن، امام حسین (ان دونوں حضرت کی اولادیں ہوئیں)، محسن بچپن میں فوت ہوگئے، ان حضرات کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہیں، محمد اکبر جس کی والدہ خولہ بنت ایاس بن جعفر حنفیہ ہیں (اس بات کو دار قطنی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔) آپ کی مادری بہن عوانہ بنت ابو مکمل غفاریہ ہیں۔ بعض نے کہا ہے بلکہ آپ کی ماں یمامہ کی قیدیوں میں سے تھیں جو علی کے عقد میں آئی، جو بنو حنیفہ سندیہ سوداً کی لونڈی تھیں، بعض نے کہا کہ ابوبکر نے علی کو حنفیہ دی تھیں جو محمد کی ماں ہیں۔ جو بنو حنیفہ کی قیدیوں میں سے تھی، عبداللہ کو مختار نے قتل کیا، ابوبکر جو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے، ان دونوں کی ماں لیلیٰ معوذ بن خالد نہشلی تھیں، یہ وہ خاتون ہیں جن سے عبداللہ بن جعفر نے اپنے چچا کے انتقال کے بعد شادی کی، علی کی زوجہ اور آپ کی بیٹی بیک وقت آپ کے عقد میں تھیں، عباس الاکبر، عثمان، جعفر، عبداللہ امام حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے، ان کی ماں ام البنین بنت حزام بن خالد وحید یہ ثم کلابیہ، محمد اصغر حسین کے ساتھ شہید ہوئے ان کی والدہ ام ولد ہے، یحییٰ، عون دونوں کی ماں اسماء بنت عمیس ہیں، عمر الاکبر آپ کی والدہ ام حبیب صہباء تغلبیہ ہیں، جو لونڈی تھیں، ان کو جنگ ردہ میں خالد نے گرفتار کیا تھا، حضرت علی نے اس کو خریدا تھا۔ محمد اوسط جس کی ماں ابو العاص کی بیٹی ہیں۔

حضرت کی لڑکیاں: ۱۸ بیٹیاں:

۱۔ ام کلثوم کبریٰ ۲۔ زینب کبریٰ، امام حسن اور حسین کی حقیقی بہنیں ۳۔ رقیہ عمر اکبر کی حقیقی بہن ۴۔ ام الحسن ۵۔ رملۃ الکبریٰ دونوں کی والدہ ام سعد بنت عروہ بن مسعود ثقفی ہے ۶۔ ام ہانی ۷۔ میمونہ ۸۔ رملۃ

الصغریٰ ۹۔ زینب الصغریٰ ۱۰۔ ام کلثوم صغریٰ ۱۱۔ فاطمہ ۱۲۔ امامہ ۱۳۔ خدیجہ ۱۴۔ ام الکرام ۱۵۔ ام سلمہ ۱۶۔ ام جعفر ۱۷۔ جمانہ ۱۸۔ نفیسہ، حضرت کی لونڈیوں سے مختلف اولادیں تھیں۔

مندرجہ ذیل فرزندوں سے آپ کا سلسلۂ نسب چلا، امام حسن، امام حسین، محمد بن حنفیہ، عمر اور عباس، علی کی بیٹیوں کی شادی عقیل اور عباس کے بیٹوں سے ہوئی۔ زینب بنت فاطمہ کی شادی عبداللہ بن جعفر سے ہوئی، ام کلثوم کی شادی محمد بن جعفر سے ہوئی۔ محمد کی موت کے بعد عون بن جعفر بن ابی طالب سے شادی کی، ام حسن سے جعفر بن ہبیرہ مخزومی نے اور فاطمہ سے سعد بن اسود نے جو جس کا تعلق بنی حارث سے تھا، شادی کی۔

☆......☆......☆

تاريخ الاسلام ووفيات المشاهير والاعلام

أبو عبدالله شمس الدين محمد الذهبي

المتوفى سنة ٧٤٨هـ

۱۔ عبدالعزیز بن حاتم سے مروی ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے سہل سے روایت کی ہے فرماتے ہیں کہ مروان کے خاندان کا ایک شخص مدینہ میں عامل (گورنر) بنایا گیا۔ اس نے مجھے بلایا اور حکم دیا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہوں۔ میں نے انکار کر دیا۔ تو اس نے کہا: جب تم آؤ تو ابوتراب پر لعنت بھیجو۔ حضرت سہل فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس نام کو سب سے زیادہ پسند کرتے تھے جب کوئی شخص آپ کو اس نام سے پکارتا تو آپ خوش ہوتے تھے۔ اس نے اس سے کہا کہ ہمیں بتایئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ابوتراب کیسے پڑا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے۔ حضرت علی گھر میں موجود نہیں تھے۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ہمارے اور ان کے درمیان کچھ بات ہو گئی تھی اور انہوں نے مجھے غصہ دلا دیا اور نکل گئے اور مجھے کچھ نہیں بتایا۔ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سے کہا کہ دیکھ آؤ کہ وہ کہاں ہیں؟ وہ واپس آیا اور بتایا کہ اے اللہ کے رسول وہ مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ مسجد تشریف لائے دراں حالیکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے ایک پہلو سے چادر ہٹ گئی تھی جس میں مٹی لگ گئی تھی، نبی کریم ﷺ مٹی جھاڑنے لگے اور کہنے لگے اے ابوتراب اٹھو، اے ابوتراب اٹھو۔ (مسلم)

۲۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا جبکہ وہ چودہ سال کے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات ثابت ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

۳۔ محمد القرظی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ نے اسلام قبول کیا اور مردوں میں سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اپنے اسلام کو ظاہر کیا لیکن علی رضی اللہ عنہ اپنے والد کے جدا ہو جانے کے ڈر سے اپنے اسلام کو چھپاتے تھے یہاں تک کہ ان کے والد سے ملاقات ہو گئی انہوں نے دریافت کیا کہ کیا تم نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ ابوطالب نے کہا! اپنے بھائی کی مدد کرو اور ان کا سہارا بنو اور علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔

۴۔ حضرت قتادہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے علم

بردار تھے اور ہر جنگ میں آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم بردار تھے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ودیگر صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ میں ایک ایسے شخص کو علم جہاد دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ اس کے ہاتھوں فتح نصیب کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کبھی امارت کی خواہش نہیں کی مگر اس موقع سے (ہم میں سے ہر فرد کی خواہش تھی کہ علم اسے عطا ہو) فرماتے ہیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور علم ان کے سپرد کیا۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میرے باپ حضرت علی کے ساتھ بناتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گرمی کے پوشاک جاڑے میں اور جاڑے کے گرمی میں پہنتے تھے۔ میں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ اس کی وجہ کیوں نہیں پوچھتے ہیں۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کا سبب پوچھا، تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے موقع پر مجھے بلا بھیجا دراں حالیکہ مجھے آشوب چشم تھا میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول مجھے آشوب چشم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھوں میں اپنی لعاب دہن لگایا پھر فرمایا کہ اے اللہ ان سے سردی اور گرمی کے اثر کو دور کر دے۔ اس دن سے میں نے گرمی اور سردی کا احساس نہیں کیا۔

۶۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر دروازہ اپنی پیٹھ پر لاد کر ہٹایا تھا جس کے ذریعہ سے مسلمان خیبر میں داخل ہو سکے تھے اور اس کو فتح کیا تھا۔ بعد میں لوگوں نے اس دروازے کو ہٹانا چاہا تو چالیس لوگ مل کر بھی نہ ہٹا سکے۔

۷۔ ابورافع (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام) سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس وقت جنگ کے لیے نکلے جب ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم دیکر خیبر فتح کرنے کے لیے بھیجا، جب ہم قلعہ سے قریب ہوئے۔ اس سے لوگ نکلے اور میدان کارزار گرم ہو گیا۔ ان کو ایک یہودی نے ضرب لگانے کی کوشش کی تو انہوں نے اس کے دروازے کو اپنے ہاتھوں سے اکھاڑ پھینکا اور اس کو بطور ڈھال استعمال کیا سے پھینک دیا۔ دراں حالیکہ وہ لڑائی میں مصروف تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں پر ہمیں فتح نصیب فرمائی پھر اس کو ڈال دیا گیا۔ بعد میں ہم نے دیکھا ہم میں سے آٹھ لوگ اسے پلٹنے کی کوشش کر رہے تھے مگر اس میں ناکام رہے۔

۸۔ زید بن ارقم سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو میرے لیے ہارون کی طرح ہے (جیسا کہ وہ موسیٰ کے لیے وزیر تھے) مگر اتنی بات ہے کہ تو نبی نہیں ہے۔

۹۔ عامر بن سعد سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ معاویہ نے سعد کو حکم دیا (کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہیں) اور کہا کہ کس چیز نے تجھے ابوتراب کو برا بھلا کہنے سے روک دیا ہے۔ سعد نے جواب دیا کہ جب سے مجھے تین باتیں بتائی گئی ہیں کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کے حق میں فرمایا ہے تب سے میں ان کو ہرگز بھی برا بھلا نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ وہ باتیں ایسی ہیں کہ ان میں سے ایک بھی مجھے نصیب ہوتی تو یہ سرخ اونٹوں سے بہتر سمجھتا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے دراں حالیکہ نبی کریم ﷺ آپ کو اپنے بعض غزوات میں مدینہ میں اپنا خلیفہ بنا رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھے محض عورتوں اور بچوں میں چھوڑ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ہارون کی طرح ہو۔ مگر بات صرف اتنی ہے کہ میرے بعد نبی نہیں ہوگا۔ اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، خیبر کے دن فرما رہے تھے کہ میں ایک ایسے آدمی کو علم دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور آپ ﷺ نے انہیں علم عطا کیا اور اللہ نے ان کے ہاتھ سے فتح دلائی۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی "فقل تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم" نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین کو بلایا اور فرمایا اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔

۱۰۔ عامر بن سعد سے مروی ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے غدیر خم کے موقع پر ان کا بازو پکڑے ہوئے فرمایا تھا۔ اے لوگو! تمہارا مولیٰ (سرپرست) کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ۔ آپؐ نے فرمایا: میں جس کا مولیٰ ہوں تو علی رضی اللہ عنہ بھی اس کا مولیٰ ہے۔ اے اللہ اس کی نگہبانی فرما جو علی رضی اللہ عنہ کی نگہبانی کرے اور اس سے دشمنی رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے۔

۱۱۔ اجلح کندی سے مروی ہے وہ عبداللہ بن بریدہ سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بریدہ تم علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کسی شک میں مبتلا نہ ہونا کیوں کہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور وہ میرے بعد تمہارے ولی ہیں۔

۱۲۔ عبداللہ بن بریدہ سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں جس کا ولی ہوں تو علی رضی اللہ عنہ بھی اس کا ولی ہے۔

۱۳۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں جس مولیٰ ہوں تو علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔

۱۴۔ حبشی بن جنادہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے علی مجھ سے ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ میری طرف سے حق رسالت کوئی ادا نہیں کر سکتا مگر میں یا علی۔

۱۵۔ زینب بنت کعب بن عمرہ نے ابو سعید کے حوالے سے بیان کیا کہ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے حضرت علی کی شکایت بیان کی۔ رسول اللہ ﷺ منبر پر خطاب کرتے ہوئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگ علی رضی اللہ عنہ کی شکایتیں نہ بیان کیا کرو قسم خدا کی وہ اللہ کے بارے میں اور اللہ کے راستے میں جہاد کے بارے میں تم سے زیادہ ڈرنے والے ہیں۔

۱۶۔ عمرو بن شاس اسلمی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے علی رضی اللہ عنہ کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔

۱۷۔ ابو الطفیل سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ انہوں نے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے کہا میں ہر ایک کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں اس نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنی ہے آپ ﷺ غدیر خم کے دن فرما رہے تھے اس دن کثیر تعداد میں لوگ موجود تھے نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ کا ہاتھ پکڑا اور لوگوں سے مخاطب ہوئے کیا تم جانتے ہو کہ میں تمام مسلمانوں پہ مقدم ہوں۔ سب لوگوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو سنو میں جس کا مولیٰ ہوں تو علی رضی اللہ عنہ بھی اس کا مولیٰ ہے۔ اے اللہ اس کی نگہبانی فرما جو علی کی نگہبانی کرے اور اس سے دشمنی کر جو ان سے دشمنی کرے۔ زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرمائے ہوئے سنا ہے۔

۱۸۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں جس کا مولیٰ ہوں تو علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔

۱۹۔ البراء بن عازب سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان دو درختوں کے نیچے (غدیر خم میں) آرام کر رہے تھے کہ لوگوں میں اعلان ہوا کہ وہ جمع ہو جائیں پھر نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کا ہاتھ پکڑا ان کو اپنے دائیں طرف کھڑا کیا اور فرمایا کیا میں ہر مومن پر مقدم نہیں ہوں۔ لوگوں نے جواب دیا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو یہ اس کا مولیٰ ہے جس کا میں مولیٰ ہوں۔ اے اللہ تو اس کو دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی کرے۔ پھر عمر بن الخطاب کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اے علی رضی اللہ عنہ تمہارے لیے مبارکباد ہو کہ تو نے اس حالت میں صبح و شام کیا کہ تو ہر مومن مرد و عورت کا مولیٰ ہے۔

۲۰۔ انس بن مالک سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں چڑیوں کا گوشت ہدیے میں

آیا۔ آپ ﷺ نے اسے تقسیم کردیا اور ایک چڑیے کا گوشت چھوڑ دیا اور فرمایا کہ اے اللہ تو ایسے شخص کو بھیج دے جو تیرا محبوب بندہ ہوتا کہ وہ میرے ساتھ اس چڑیے کا گوشت کھائے پھر علی رضی اللہ عنہ آئے اور اس چڑیے کا گوشت کھایا۔ یہ واقعہ متعدد طرق سے مروی ہے۔

۲۱۔ حضرت بریدہ سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک عورتوں میں سب سے محبوب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور مردوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

۲۲۔ ابو عبداللہ الجدلی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے کہا کہ کیا تم لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو نبی کریم ﷺ کو گالیاں دیتا ہے، میں نے عرض کیا اللہ کی پناہ، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جس نے علی کو گالیاں دیں تو اس نے مجھے گالی دی۔

۲۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے عہد لیا ہے کہ تم سے نہیں محبت کرے گا مگر مومن اور تم سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔

۲۴۔ ابو سعید سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم منافقوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض کی وجہ سے پہچانتے تھے۔

۲۵۔ حضرت جابر سے مروی ہے ہم اس امت کے منافقوں کو نہیں پہچانتے تھے مگر بغض علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے۔

۲۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے۔ مجھ سے بغض رکھنے والے اور مجھ پر بہتان باندھنے والے اور میری محبت میں غلو کرنے والے۔

۲۷۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ اسی درمیان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ یہ عرب کا سردار ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ عرب کے سردار نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمام انسانوں کا سردار ہوں اور یہ عرب کا سردار ہیں۔

۲۸۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ان سے پوچھا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ انہوں نے بتایا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر ان سے پوچھا گیا مردوں میں، حضرت عائشہ نے جواب دیا: حضرت علی رضی اللہ عنہ اگرچہ دوسرا بہت نماز پڑھنے والا اور پے در پے روزہ رکھنے والا کیوں نہ ہو۔

۲۹۔ حضرت جابر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاریہ عورت کے باغ کی

طرف گئے تو اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی تمہارے پاس ایک شخص آئے گا جو جنتی ہے۔اسی درمیان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے۔ہم نے ان کو نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق بشارت دی۔نبی کریم ﷺ نے پھر فرمایا کہ تمہارے پاس ایک شخص آئے گا جو جنتی ہے۔تھوڑی دیر میں عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ہم نے ان کو بھی بشارت دی۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے پاس ایک شخص آئے گا جو جنتی ہے اور آپ ﷺ باغ سے باہر کی طرف دیکھنے لگے اور کہتے جاتے تھے اے اللہ اگر تو چاہے تو آنے والا علی رضی اللہ عنہ ہو۔اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔

۳۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ تم لوگوں نے مجھے نبی کریم ﷺ کے ساتھ دیکھا ہے اور میں بھوک سے پیٹ میں پتھر باندھے رہتا تھا۔آج حال یہ ہے کہ میرے مال کی زکوۃ چالیس ہزار درہم تک نکل رہی ہے۔

۳۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے یمن بھیجا میں نوعمر تھا مجھے قضا کا تجربہ نہیں تھا۔آپ ﷺ نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ مارا اور فرمایا جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی رہ نمائی کرے گا اور تمہاری زبان کو ثبات عطا کرے گا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد میں نے کوئی فیصلہ کرنے میں تردد نہیں کیا۔

۳۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ قرآن کی کوئی آیت نہیں اتری مگر میں جانتا تھا کہ وہ کس کے بارے میں، کہاں اور کس کے خلاف نازل ہوئی ہے۔بے شک میرے رب نے مجھے سمجھنے والا دل اور بولنے والی زبان دی تھی۔

۳۳۔ سعید بن مسیب سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ صحابہ میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جو لوگوں سے کہے کہ مجھ سے جو چاہے سوال پوچھ لو۔

۳۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں علی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے تھے اور ابی سب سے بڑے قاری تھے۔

۳۵۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اس صورت حال سے اللہ کی پناہ ہے جس کے لیے ابوالحسن (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) نہ ہوں۔

۳۶۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب کوئی نوجوان کوئی فتویٰ حضرت علی کے حوالے سے بیان کرتا تو ہم اسے تسلیم کر لیتے تھے۔

۳۷۔ مسروق فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول ﷺ کا علم عمر، علی اور عبداللہ رضی اللہ عنہم پر ختم ہوا۔

۳۹۔ امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جتنی فضائل وارد ہیں کسی دوسرے صحابی کے بارے میں اتنی فضائل وارد نہیں ہیں۔

۴۰۔ ابوسعید سے مروی ہے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں ایک شخص ایسا ہے جو قرآن کی تاویل پر جنگ لڑے گا جیسا کہ میں اس کی تنزیل پر لڑا ہوں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا وہ میں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ میں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ لیکن وہ جوتی ٹانکنے والا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جوتیاں ٹانکنے کے لیے دیا تھا۔ (امام ذہبی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد خوارجی ہیں جنہوں نے قرآن کی غلط تاویل کی۔)

۴۱۔ حضرت مجمع سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں اپنے ہاتھوں سے بیت المال کی صفائی کرتے تھے پھر اس میں نماز پڑھتے تھے اس امید پر کہ ان کے حق میں آخرت میں گواہی دی جائے کہ انہوں نے مسلمانوں کا مال روک کر نہیں رکھا تھا۔

۴۲۔ ابوعمرو ابن العلاء سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا۔ فرمایا اے لوگوں قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے تمہارے مال میں نہ تھوڑا لیا اور نہ زیادہ مگر اس قارورہ کے بمقدار، اور انہوں ایک قارورہ نکال کے دکھایا جس میں خوشبو تھی۔ پھر انہوں نے فرمایا اسے مجھے ایک کسان نے ہدیے میں دی ہے۔

۴۳۔ حضرت سفیان بالثوری فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے تمہیں کوئی چیز (روایت علم) ملے تو اسے لے لو کیوں کہ انہوں نے ایک ایک اینٹ اور ایک ایک پتھر سے محل کی تعمیر نہیں کی ہے۔ بلکہ انہیں جرابوں میں بھر بھر کے دیا گیا ہے۔

۴۴۔ ہارون بن عنترہ سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا خورنق کے مقام پر دراں حالیکہ ان کے اوپر ایک ہلکی سی چادر پڑی تھی۔ میں نے عرض کیا، امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اور اہل بیت کے لیے اس میں حصہ رکھا ہے اس کے باوجود آپ اس خستہ حالی میں رہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: قسم اللہ کی میں نے اس سے کچھ نہیں لیا ہے اور میری یہ چادر میرے گھر والوں نے دی ہے۔

۴۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی کہ انہوں نے چار درہم میں ایک قمیص خریدی پھر اسے زیب تن کیا۔ اور جو اس سے بچ گیا اسے قینچی سے کاٹ ڈالا۔

۴۶۔ جرموز سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو محل سے نکلتے ہوئے دیکھا دراں حالیکہ آپ کے اوپر ایک ازار تنگ جوان کی نصف پنڈلی تک پہنچتی تھی اور ایک چادر تھی اور آپ کے ساتھ درہ تھا۔ جسے لے کر آپ بازار جاتے تھے۔ اور لوگوں کو تقویٰ اور حسن معاملہ کی تلقین کرتے تھے۔ اور کہا کہا کرتے تھے کہ پورا پورا ناپو اور تولو اور اپنے گوشت جہنم کی آگ میں مت جلاؤ۔

۴۷۔ عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے بڑے زاہد تھے۔

۴۸۔ ایک شخص سے مروی ہے اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گدھے کی سواری کرتے ہوئے اس حالت میں دیکھا کہ آپ ایک طرف دونوں پاؤں لٹکائے ہوئے تھے، پھر فرمایا کہ میں نے دنیا کو ذلیل کر دیا۔

۴۹۔ ابو عمر زاذان سے مروی ہے ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تو نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے۔ اس شخص نے کہا میں ایسا کیوں کروں گا۔ حضرت علی نے فرمایا کہ اگر تم نے ایسا کیا ہے تو میں تم پر بددعا کرتا ہوں۔ اس نے کہا بددعا کیجیے۔ تھوڑے عرصے بعد وہ اندھا ہو گیا۔

۵۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ یہ بات ہمارے لیے اطمینان بخش تھی کہ جس چیز کے بارے میں مجھے کچھ نہ معلوم ہو میں کہہ دیتا تھا "اللہ اعلم" اللہ زیادہ جانتا ہے۔

۵۱۔ خیثمہ بن عبدالرحمان سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص اپنے تعلق سے لوگوں میں انصاف کرنا چاہے تو چاہیے کہ وہ ان کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند ہے۔

۵۲۔ ثعلبہ بن یزید الحمانی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی عنہ سے سنا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کو یہ بات خوش کرتی تھی کہ میری داڑھی میری گردن سے الگ کر دی جائے گی۔ یعنی مجھے شہادت نصیب ہو گی۔

۵۳۔ ابو جناب الکلبی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہمیں ابو عون الثقفی نے اس رات کا واقعہ بتایا جس میں حضرت علی شہید کر دیے گئے۔ فرمایا: حضرت حسن بن علی نے بتایا میں گذشتہ رات اور امیر المومنین اور نماز پڑھنے کے لیے نکلے۔ تو انہوں نے مجھے کہا اے بیٹے میں نے گذشتہ رات ایسے گذاری کے گھر والے جاگ رہے تھے کیوں کہ ستائیسویں رمضان کی رات تھی اور دوسرے دن جمعہ تھا۔ اسی دوران میں میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میں نے آپ کی جھگڑالو امت سے کیا پایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان پر بددعا کرو میں نے یہ بددعا کی "اے اللہ مجھے ان سے اچھے لوگ عطا کر اور ان کو مجھ سے برے امیر دے دے" اسی دوران میں

ابن النباح نے اذان کہی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے اور ان کے پیچھے میں (حسن) نکلا نماز کے دوران دو لوگوں نے ان پر حملہ کر دیا ان میں سے ایک کا حملہ سدہ پے لگا اور دوسرے نے سر قلم کر دیا۔

۵۴۔ جعفر بن محمد سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نماز کے لیے نکلتے تو اپنے ہاتھ میں درہ رکھتے اور لوگوں کو اس سے بیدار کرتے اسی دوران میں ابن ملجم نے آپ پر جان لیوا حملہ کر دیا ۔حضرت علی نے کہا کہ قاتل کو کھلاؤ اور پلاؤ اگر میں زندہ رہا تو اپنے خون کا ولی میں ہوں گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا اگر میں زندہ رہا تو اس کو قتل کر دوں یا معاف کر دوں میرا معاملہ ہوگا لیکن اگر میں مر گیا تو اس کو ایسے قتل کر دو جیسے مجھے اس نے مارا ہے اور حد سے تجاوز نہ کرنا حد سے تجاوز کرنے والے کو اللہ پسند نہیں کرتا ہے۔

۵۵۔ ہبیرہ بن بدیم سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت حسن بن علی نے خطبہ دیا اور فرمایا گذشتہ دن تم سے ایک ایسے شخص جدا ہوئے کہ اس جیسا علم والا کوئی نہیں تھا مگر پہلے کے گزرے لوگ۔ اور بعد میں بھی لوگ ان کے مقام و مرتبہ کو نہیں پا سکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو علم عطا کیا۔ وہ پیٹھ پھیر کر نہیں آئے اور ان کے ہاتھ فتح نصیب ہوئی۔ اس نے کسی گورے اور پیلے کو نہیں چھوڑا مگر اپنی سخاوت سے مالا مال کر دیا۔ وہ اپنے گھر والوں کے لیے گویا خادم تھے۔

☆......☆......☆

البداية والنهاية

أبو الفداء الحافظ ابن كثير الدمشقى

المتفوى سنة ٧٧٤هـ

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے کچھ فضائل

آپ عشرہ مبشرہ میں سے نسب کے لحاظ سے رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب تھے اور آپ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب جن کا نام شیبہ بن ہاشم تھا اور ہاشم کا نام عمرو بن عبد مناف تھا اور عبد مناف کا نام المغیرہ بن قصی تھا اور قصی کا نام زید ابن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان تھے ابوالحسن القرشی الہاشمی آپ رسول اللہ ﷺ کے عم زاد تھے اور آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف تھیں۔

زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ آپ پہلی ہاشمی عورت ہیں جنہوں نے ہاشمی بچے کو جنا ہے آپ اسلام لائیں اور آپ نے ہجرت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے باپ ابوطالب تھے جو حقیقی اور مہربان چچا تھے آپ کا نام عبد مناف تھا، امام احمد رحمہ اللہ علیہ اور کئی دوسرے علمائے نسب و تاریخ نے اس کی یہی تصریح کی ہے۔

ترمذی اور ابو یعلیٰ نے عن اسماعیل بن السدی عن علی بن عیاش عن مسلم الملائی عن حبہ بن جوین عن علی عن انس بن مالک روایت کی ہے کہ۔ رسول اللہ ﷺ سوموار کو مبعوث ہوئے اور منگل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔

امام احمد رحمہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ سلیمان بن داؤد نے ہم سے بیان کیا کہ ابو عوانہ نے عن ابی بلج عن عمرو بن میمون ابن عباس ہم سے بیان کیا کہ سب سے پہلے جس نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی وہ حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔ اور ایک روایت میں اسلام لانے کا ذکر ہے۔

ترمذی اور نسائی نے عن عمرو بن مرۃ عن طلحہ بن زید بن ارقم روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ ترمذی رحمہ اللہ علیہ نے اسے حسن صحیح کہا ہے، اور جب تک رسول اللہ ﷺ مکہ میں رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ رہے اور آپ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں رہے اور اپنے باپ کی زندگی میں جب انہیں کثرت عیال کے باعث کچھ سال تنگدستی نے آلیا۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی کفالت میں رہے پھر اس کے بعد آپ ہجرت کے زمانے تک مسلسل رسول اللہ ﷺ کے نفقہ میں گذارا کرتے رہے اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کو لوگوں کی ان امانات کو ادا کرنے کے لیے جو آپ کے پاس پڑی تھیں پیچھے چھوڑا، بلاشبہ آپ کی قوم آپ کو امین سمجھتی تھی اور وہ اموال اور نفیس اشیاء کو آپ کے ہاں امانت رکھتے تھے پھر رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت علی

رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی اور آپ کی وفات تک آپ کے ساتھ رہے اور آپ وفات کے وقت ان سے راضی تھے اور آپ تمام معرکوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے اور آپ نے میدان ہائے کارزار میں آپ کے سامنے شاندار کارنامے سرانجام دیے جیسا کہ ہم نے سیرت میں بیان کیا ہے جس کے اعادہ کی اس جگہ پر ضرورت نہیں جیسے معرکہ بدر، اُحد، احزاب اور خیبر وغیرہ میں۔

جب آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تبوک کے سال مدینہ میں اپنے اہل پر قائم مقام مقرر کیا تو فرمایا کیا آپ پسند نہیں کرتے کہ آپ کو مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اور ہم نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے نکاح کرنے اور معرکہ بدر کے بعد انہیں گھر لانے کا ذکر کیا ہے جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس آئے تو مکہ اور مدینہ کے درمیان غدیر خم کے مقام پر آپ نے ۱۲ ذی الحجہ کو لوگوں سے خطاب کیا اور اپنے خطبہ میں فرمایا: جسے میں محبوب ہوں اللہ بھی اسے محبوب ہے اور بعض روایات میں ہے اے اللہ جو اس سے محبت کرتا ہے اس سے محبت کر اور جو اس سے دشمنی کرتا ہے اس سے دشمنی کر، اور جو اس کی مدد کرتا ہے اس کی مدد کر اور جو اس کو بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اسے بے یار و مددگار چھوڑ دے۔

بنی اُمیہ کے بعض لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ابوتراب نام کی وجہ سے عیب لگاتے ہیں حالانکہ یہ نام آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت سہل بن ثابت سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ناراض کر دیا اور مسجد کی طرف چلے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد آئے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سوتے پایا اور مٹی آپ کی جلد سے چمٹی ہوئی تھی، آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمانے لگے۔ ابوتراب اٹھ جاؤ۔

حدیث مؤاخات:

حاکم نے بیان کیا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے درمیان مؤاخات کروائی تو اپنے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخات کروائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریق سے بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔ اور اسی طرح زید بن ابی اوفیٰ، ابن عباس، مخدوج بن زید الذہلی، جابر بن عبداللہ، عامر بن ربیعہ، ابوذر اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس قسم کی بات بیان ہوئی ہے۔ اور کئی طریق سے بیان ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں میرے بعد یہ بات کوئی کذاب ہی کہے گا۔ اور ترمذی نے بیان کیا ہے کہ یوسف بن موسیٰ القطان بغدادی نے ہم سے بیان کیا کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان مواخات کروائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ

اشکبار آنکھوں کے ساتھ آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان مؤاخات کروادی ہے اور آپ نے میرے اور کسی کے درمیان مؤاخات نہیں کروائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آپ دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہیں۔

راوی بیان کرتا ہے تمام معرکوں میں مہاجرین کا جھنڈا آپ کے پاس ہوتا تھا اور یہی بات حضرت سعید بن المسیب اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے اور خیثمہ بن سلیمان الاطرابلسی الحافظ نے بیان کیا ہے کہ احمد بن حازم نے بحوالہ ابن ابی غرزۃ ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن ابان نے ہم سے بیان کیا کہ ناصح بن عبداللہ المحلمی نے سماک بن حرب سے بحوالہ جابر بن سمرہ ہم سے بیان کیا کہ لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ قیامت کے روز آپ کا جھنڈا کون اٹھائے گا؟ آپ نے فرمایا قیامت کے روز اسے کون اٹھا سکتا ہے مگر دنیا میں تو اسے علی بن ابی طالب اٹھایا کرتے تھے۔

حسن بن عرفہ نے بیان کیا ہے کہ عمار بن محمد بن سعید بن محمد الحنظلی سے بحوالہ ابوجعفر محمد بن علی مجھ سے بیان کیا کہ بدر کے روز آسمان میں منادی کرنے والے نے آواز دی کہ ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں اور علی کے سوا کوئی جوان نہیں۔ حافظ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ یہ مرسل ہے، رسول اللہ ﷺ نے بدر کے روز اپنی تلوار ذوالفقار لی پھر اس کے بعد اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بخش دیا اور زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ علی بن مغیرہ نے بحوالہ معمر بن المشنی مجھ سے بیان کیا کہ بدر کے روز مشرکین کا جھنڈا طلحہ بن ابی طلحہ کے پاس تھا جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے قتل کر دیا اور اس بارے میں الحجاج بن علاط السلمی کہتے ہیں:

> ”تعجب کی بات ہے وہ جنگ میں کیسی سبقت کرنے والا ہے میری مراد ابن فاطمہ سے ہے جو چچاؤں اور ماموؤں والا ہے تیرے دونوں ہاتھ نیزے کے تیز حملہ سے اس پر غالب آگئے جس نے طلیحہ کو پیشانی کے بل پچھڑے ہوئے چھوڑ دیا اور تو نے شیر کی طرح حملہ کر کے انہیں حق کے ساتھ شکست دے دی جب کہ ماموں والا ماموں والے پر چڑھ گیا اور تو نے اپنی تلوار کو دوبارہ خون پلایا اور تو اسے پیاسا واپس لانے والا نہیں حتیٰ کہ اسے پہلی بار سیراب کر دے۔“

اور آپ بیعت الرضوان میں شامل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ (تحقیق اللہ مومنین سے راضی ہو گیا ہے جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ (درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے کوئی شخص ہرگز دوزخ میں داخل نہ ہوگا) اور صحاح وغیرہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے روز فرمایا۔ کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اس

کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہوں گے وہ بھاگنے والا نہیں اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا۔ پس لوگوں نے اضطراب میں رات بسر کی کہ ان میں سے کس کو جھنڈا دیا جاتا ہے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس روز کے سوا امارت کو کبھی پسند نہیں کیا اور جب صبح ہوئی آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا اور اللہ نے آپ کے ہاتھ پر فتح دی۔ اور ایک جماعت نے اسے روایت کیا ہے جس میں مالک، حسن، یعقوب، ابن عبدالرحمٰن، جریر بن عبدالحمید، حماد بن سلمہ، عبدالعزیز بن المختار، خالد بن عبداللہ ابن سہیل بن ابیہ عن ابی ہریرہ شامل ہیں، اسے مسلم نے روایت کیا ہے اور ابن حازم نے اسے بحوالہ سعد بن سہل روایت کیا ہے اور صحیحین نے اسے روایت کیا ہے اور اس نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بلا بھیجا تو آپ آشوب چشم میں مبتلا تھے آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا تو وہ تندرست ہو گئے۔ اور ایاس بن سلمہ بن اکوع نے اسے اپنے باپ سے اور یزید بن ابی عبید نے اپنے غلام سلمہ سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس کی روایت کردہ حدیث صحیحین میں ہے۔

اس بارے میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت:

امام احمد رحمہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ وکیع نے عن ابن ابی لیلیٰ عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہم سے بیان کیا کہ میرے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ موسم گرما کے کپڑے، موسم سرما میں اور موسم سرما کے کپڑے موسم گرما میں پہنتے تھے، میرے باپ سے کہا گیا کاش آپ ان سے پوچھتے انہوں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف پیغام بھیجا اور میں خیبر کے روز آشوب چشم کے عارضہ میں مبتلا تھا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آشوب چشم کے عارضہ میں مبتلا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور فرمایا اے اللہ گرمی اور سردی کو اس سے دور کر دے، پس اس روز سے مجھے گرمی اور سردی محسوس نہیں ہوئی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہوں گے، وہ فرار کرنے والا نہیں، پس اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گردنیں اٹھا کر جھنڈے کو دیکھا تو آپ نے وہ جھنڈا مجھے دے دیا۔ احمد رحمہ اللہ علیہ اس کی روایت میں منفرد ہیں اور کئی لوگوں نے اسے عن محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن ابیہ عن علی طوالت کے ساتھ روایت کیا ہے، اور ابو یعلیٰ نے بیان کیا ہے کہ زہیر نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے مغیرہ سے بحوالہ ام موسیٰ ہم سے بیان کیا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے سنا کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے منہ پر ہاتھ پھیرا ہے اور خیبر کے روز میری آنکھوں میں لعاب دہن لگایا ہے اور مجھے جھنڈا عطا کیا ہے نہ میری آنکھیں دکھنے آئیں اور نہ مجھے سر درد ہوا ہے۔

اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کی روایت:

صحیحین میں شعبہ کی حدیث سے عن سعد بن ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ عن سعد بن ابی وقاص لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تم مجھ سے اس مقام پر ہو جس پر حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، احمد، مسلم اور ترمذی نے بیان کیا ہے کہ قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ حاتم بن اسماعیل نے عن بکیر بن مسمار عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ ہم سے بیان کیا کہ حضرت معاویہ نے حضرت سعد کو امیر بنایا اور کہا کہ ابوتراب کو گالیاں دینے سے تجھے کون سی بات مانع ہے؟ آپ نے جواب دیا: کیا آپ کو وہ تین باتیں یاد نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمائی ہیں؟ اگر ان میں سے ایک بات بھی مجھے حاصل ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ انہیں پیچھے رکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تم مجھ سے اس مقام پر جس پر حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، اور میں نے خیبر کے روز آپ کو فرماتے سنا کہ میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں، راوی بیان کرتا ہے میں نے بھی گردن اٹھا کر اس جھنڈے کو دیکھا، آپ نے فرمایا علی کو میرے پاس بلاؤ، تو وہ آشوب چشم کے عارضہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور انہیں جھنڈا دیا اور اللہ نے انہیں فتح دی۔ اور جب یہ آیت (فقل تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم و نسآء نا و نسآء کم و انفسنا و انفسکم) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلایا پھر فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں، اور مسلم، ترمذی اور نسائی نے اسے حضرت سعید بن المسیب کی حدیث سے بحوالہ حضرت سعد روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تو مجھ سے اس مقام پر ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھا اور ترمذی نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعد سے سعید کی روایت کو عجیب خیال کیا جاتا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ احمد الزبیری نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن حبیب بن ابی ثابت نے عن حمزہ بن عبداللہ عن ابیہ یعنی عبداللہ بن عمر عن سعد ہم سے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کو گئے تو آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، کیا آپ مجھے پیچھے چھوڑ دیں گے؟ آپ نے فرمایا کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تم مجھ سے اس مقام پر ہو جس پر حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت

موسیٰ علیہ السلام سے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، یہ اسناد جید ہیں اور انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی اور حسن بن عرفۃ العبدی نے بیان کیا ہے کہ محمد بن حازم ابو معاویہ الضریر نے عن موسیٰ بن مسلم الشیبانی عن عبدالرحمٰن بن سابط عن سعد بن ابی وقاص ہم سے بیان کیا کہ حضرت معاویہ اپنے ایک حج کے سلسلہ میں آئے تو حضرت سعد بن ابی وقاص آپ کے پاس آئے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا تو حضرت سعد رضی اللہ نے کہا انہیں تین باتیں حاصل ہیں اگر مجھے ان میں سے ایک حاصل ہوتی تو وہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے، جسے میں محبوب ہوں علی بھی اسے محبوب ہیں، اور میں نے آپ کو فرماتے سنا ہے، کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں، اور میں نے آپ کو فرماتے سنا ہے تم مجھ سے اس مقام پر ہو جس پر حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی اور اس کی اسناد حسن ہے اور ابوزرعۃ دمشقی نے بیان کیا ہے کہ احمد بن خالد الذہبی ابو سعید نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن اسحٰق نے عبداللہ بن ابی نجیح سے اپنے باپ کے حوالے سے بیان کیا کہ جب حضرت معاویہ نے حج کیا تو آپ حضرت سعد بن ابی وقاص کا ہاتھ پکڑ کر کہا اے ابو اسحٰق! ہم لوگوں کو اس جنگ نے حج سے دور کر دیا ہے حتیٰ کہ ہم اس کے بعض سنن کو بھول چلے ہیں، پس آپ طواف کریں ہم آپ کے ساتھ طواف کریں گے، راوی بیان کرتا ہے اور جب وہ فارغ ہوئے تو وہ آپ کو دارالندوۃ میں لے گئے اور آپ کو اپنے تخت پر اپنے ساتھ بٹھایا پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب و شتم کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر ان کی تین باتوں میں سے ایک بات بھی مجھ میں موجود ہوتی تو وہ مجھے ان سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتی جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ اگر مجھے وہ بات حاصل ہوئی جو آپ نے ان سے غزوۂ تبوک کے موقع پر فرمائی کہ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تم مجھ سے اس مقام پر ہو جس پر حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا تو یہ بات مجھے ان چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتی جن پر سورج طلوع ہوتا ہے اور اگر مجھے وہ بات حاصل ہوتی جو آپ نے خیبر کے روز انہیں فرمائی کہ میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہوں گے اور اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا اور فرار کرنے والا نہ ہوگا، اور یہ بات مجھے ان چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتی جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ اور اگر میں آپ کی بیٹی کی وجہ آپ کا داماد ہوتا اور اس سے میرے ہاں لڑکے ہوتے جو ان کے ہاں ہیں تو یہ بات مجھے ان چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتی جن پر سورج طلوع ہوتا ہے میں آج کے بعد تمہارے گھر تمہارے پاس نہیں آؤں گا، پھر انہوں نے اپنی چادر جھاڑی پھر باہر نکل گئے۔

امام احمد رحمہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ محمد بن جعفر نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

علی بن ابی طالب کو پیچھے چھوڑا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑے جارہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تم مجھ سے اس مقام پر ہو جس پر حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، اس کی اسناد دونوں (شیخین) کی شرط کے مطابق ہے اور ان دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔ اور اسی طرح اسے ابوعوانہ نے عن الاعمش عن الحکم بن مصعب عن ابیہ روایت کیا ہے، اور ابوداؤد طیالسی نے اسے عن شعبہ عن عاصم عن مصعب عن ابیہ روایت کیا ہے واللہ اعلم۔

امام احمد رحمہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ بنی ہاشم کے غلام ابوسعید نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان بن بلال نے ہم سے بیان کیا کہ الجعد بن عبدالرحمٰن الجھنی نے عائشہ بنت سعد سے اور اس نے اپنے باپ کے حوالے سے ہم سے بیان کیا کہ حضرت علی، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے حتی کہ ثنیۃ الوداع تک آ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رو رو کر کہہ رہے تھے آپ مجھے پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ پیچھے چھوڑے جارہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تم مجھ سے اس مقام پر ہو جس پر حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھے مگر آپ کو مقام نبوت حاصل نہ ہوگا۔ یہ اسناد بھی اسی طرح صحیح ہے اور انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی، اور کئی لوگوں نے عائشہ بنت سعد سے ان کے باپ کے حوالے سے روایت کی ہے حافظ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت معاویہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت جابر بن سمرۃ، حضرت ابوسعید، حضرت البراء بن عازب، حضرت زید بن ارقم، حضرت زید بن ابی اوفی، حضرت نبیط بن شریط، حضرت حبشی بن جنادۃ، حضرت مالک بن الحویرث، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو الفضل، حضرت ام سلمہ، حضرت اسماء بنت عمیس اور حضرت فاطمہ بنت حمزہ شامل ہیں، اور حافظ ابن عساکر اپنی تاریخ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حالات میں ان احادیث کی انتہا تک پہنچے ہیں اور عمدگی کے ساتھ افادہ کیا ہے اور ہمسروں پر سبقت لے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز آپ پر رحم فرمائے۔

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت:

ابویعلیٰ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ جعفر نے ہم سے بیان کیا کہ سہل بن ابی صالح نے اپنے باپ سے بحوالہ حضرت ابوہریرہ ہم سے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین باتیں عطا کی گئی ہیں اگر ان میں سے ایک بات بھی مجھ میں ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی آپ سے دریافت کیا گیا یا امیر المومنین وہ کیا باتیں ہیں آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں آپ کا رہائش رکھنا اور اس میں جو چیز رسول اللہ ﷺ کے لیے حلال ہے ان کے لیے بھی حلال ہے، اور خیبر کے روز آپ کا جھنڈے کو

لیا، اور اسے حضرت عمر رضی اللہ سے کئی طریق سے روایت کیا گیا ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح:

سفیان ثوری نے ابن ابی نجیح سے اس کے باپ کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے منبر پر بیان کرتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بیٹی کی منگنی کا پیغام دینا چاہا پھر مجھے یاد آیا کہ میرے پاس تو کوئی چیز نہیں پھر مجھے آپ کا حسن سلوک اور مہربانی یاد آئی تو میں نے لڑکی کی منگنی کا پیغام دے دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: تمہاری وہ حطمی زرہ کہا ہے جو میں نے فلاں روز آپ کو دی تھی، میں نے کہا: میرے پاس موجود ہے آپ نے فرمایا: اسے دے دو، میں نے اسے دے دیا تو آپ نے میرا نکاح کر دیا اور جس رات میں ان کے پاس گیا آپ نے فرمایا: جب تک میں تم دونوں کے اس نہ آؤں کوئی بات نہ کرنا، آپ ہمارے پاس آئے تو ہم پر ایک مخملی چادر یا کپڑا پڑا تھا ہم کسمسائے تو آپ نے فرمایا اپنی اپنی جگہ پڑے رہو، پھر آپ نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا اور اس پر دعا کی پھر اسے مجھ پر اور حضرت فاطمہ پر چھڑک دیا، میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو زیادہ محبوب ہوں یا حضرت فاطمہ، آپ نے فرمایا وہ مجھے زیادہ محبوب ہے اور تو مجھے اس سے بھی زیادہ عزیز ہے، اور نسائی نے عبدالکریم بن سلیط کے طریق سے عن ابی بریدہ عن ابیہ روایت کی ہے اور اس نے اس عبارت کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ نے ایک مینڈھے کا جو حضرت سعد کے پاس تھا اور انصار کی ایک جماعت سے کچھ صاع مکئی لے کر ولیمہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں پر پانی ڈالنے کے بعد ان کے لیے دعا کی اور فرمایا اے اللہ ان دونوں کے اجتماع میں برکت فرما۔ یعنی جماع میں۔ اور محمد بن کثیر نے عن الاوزاعی عن یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ بیان کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سے منگنی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کے پاس جا کر انہیں کہا اے میری بیٹی تیرے عمزاد علی نے تجھے منگنی کا پیغام دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے اس بارے میں اس وقت تک بات نہیں کی جب تک اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے مجھے اس کی اجازت نہیں دی، حضرت فاطمہ نے کہا میں اس بات سے راضی ہوں جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی ہے، پس آپ حضرت فاطمہ کے ہاں سے باہر چلے گئے اور مسلمان آپ کے پاس آ گئے پھر آپ نے فرمایا اے علی اپنی بات کرو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا سب تعریف اس خدا کی ہے جسے موت نہیں آتی اور یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں انہوں نے اپنی بیٹی کا چار سو درہم مہر پر مجھ سے نکاح کر دیا ہے پس جو بات وہ کہتے ہیں اسے سنو اور گواہ بنو، انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس سے نکاح کر دیا ہے اسے ابن عساکر نے روایت کیا ہے اور یہ منکر حدیث ہے اور اس فصل

میں بہت سی موضوع اور منکر احادیث بیان ہوئی ہیں ہم نے ان سے پہلوتہی کی ہے کہ ان سے کتاب طویل نہ ہو جائے اوران میں کچھ جید احادیث کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے اور وکیع نے ابوخالد سے بحوالہ شعبی بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے پاس صرف مینڈھے کا خام چمڑا تھا جس کی ایک جانب ہم سوتے تھے اوراس کی دوسری جانب حضرت فاطمہ آٹا گوندھتی تھیں، اور مجالد کی ایک روایت میں جو بحوالہ شعبی مروی ہے کہ ہم دن کو اس پر پانی لانے والے اونٹ کو چارا ڈالتے تھے اوراس کے سوا میرے پاس کوئی خادم نہ تھا۔

ایک اور حدیث:

امام احمد رحمہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ محمد بن جعفر نے ہم سے بیان کیا کہ عوف بن میمون ابوعبداللہ سے بحوالہ زید بن ارقم سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے کچھ اصحاب کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے، آپ نے ایک روز فرمایا، علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا ان دروازوں کو بند کردو، راوی بیان کرتا ہے اس بارے میں بعض لوگوں نے اعتراض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہوکر اللہ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا امابعد، میں نے حضرت علی کے دروازے کے سوا دوسرے دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا ہے اور تمہارے اعتراض کرنے والے نے اس میں اعتراض کیا ہے اور قسم بخدا نہ میں نے کسی چیز کو بند کیا ہے اور نہ کسی چیز کو کھولا ہے مگر مجھے ایک چیز کا حکم دیا گیا ہے اور میں نے اس کی اتباع کی ہے اور ابوالاشہب نے اسے عن عوف عن میمون البراء عن عازب روایت کیا ہے اور اس کا ذکر کیا ہے اور قبل ازیں احمد اور نسائی نے ابوعوانہ کی حدیث سے عن ابی بلج عن عمرو بن میمون عن ابن عباس جو طویل حدیث روایت کی ہے اس میں ہے کہ آپ نے علی رضی اللہ کے دروازے کے سوا دوسرے دروازے بند کردیے، اور اسی طرح شعبہ نے اسے بحوالہ ابی بلج روایت کیا ہے اور حضرت سعد بن ابی وقاص نے بھی اسے روایت کیا ہے، ابویعلیٰ نے بیان کیا ہے کہ موسیٰ بن محمد بن حسان نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن اسماعیل بن جعفر الطحان نے ہم سے بیان کیا کہ غسان بن بسر الکاہلی نے عن مسلم عن خیثمہ عن سعد ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے دروازوں کو بند کردیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کو کھول دیا، اس بارے میں لوگوں نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا: میں نے اسے نہیں کھولا بلکہ اللہ نے اسے کھولا ہے۔

اور ترمذی نے بیان کیا ہے کہ علی بن المنذر نے ہم سے بیان کیا کہ ابن فضیل نے عن سالم بن ابی حفصہ عن عطیہ عن ابی سعید ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علیؓ میرے اور تیرے سوا کسی شخص کے لیے مسجد میں جنبی ہونا جائز نہیں۔ علی بن المنذر نے بیان کیا ہے کہ میں نے ضرار بن صرد سے پوچھا اس حدیث کا مفہوم کیا ہے؟ اس نے کہا، میرے اور تیرے سوا کسی شخص کے لیے جنبی ہونے کی حالت میں اسے راستہ بنانا جائز نہیں، پھر ترمذی نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اسے صرف اسی طریق

سے جانتے ہیں اور محمد بن اسماعیل نے بھی اس حدیث کو سنا ہے اور ابن عسا کر نے اسے کثیر النواء کے طریق سے عطیہ سے۔ بحوالہ ابوسعید روایت کیا ہے پھر اسے ابونعیم کے طریق سے بیان کیا ہے کہ عبدالملک بن ابی عیینہ نے عن ابوالخطاب عمر الہردی عن محدوج عن جسرۃ بنت دجاجہ ہم سے بیان کیا کہ حضرت ام سلمہ نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیماری میں باہر آئے حتیٰ کہ مسجد کے صحن میں آگئے اور بلند آواز سے پکارا۔ محمد ﷺ اور آپ کی ازواج اور علی اور فاطمہ بنت محمد ﷺ کے سوا مسجد کسی جنبی اور حائضہ کے لیے جائز نہیں آگاہ رہو کیا میں نے تمہارے لیے ناموں کو واضح کر دیا ہے تا کہ تم گمراہ نہ ہو۔

ایک اور حدیث:

حاکم اور کئی دوسرے لوگوں نے عن سعید بن جبیر عن ابن عباس کے عن بریدہ بن الحصیب بیان کیا ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کی طرف جنگ کرنے گیا تو میں نے آپ سے بدسلوکی محسوس کی اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عیب گوئی کی اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کو بدلتے دیکھا آپ نے فرمایا: اے بریدہ کیا میں مومنین کی جانوں سے بڑھ کر حق نہیں رکھتا، میں نے کہا: یا رسول اللہ بے شک ایسا ہی ہے، آپ نے فرمایا: جسے میں محبوب ہوں، علی بھی اسے محبوب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی کی عیب گوئی نہ کرے بلاشبہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے بعد تمہارا مددگار ہے، یہ منکر الفاظ ہیں اور اجلح، شیعہ ہے اور اس قسم کا شخص قبول نہیں جب وہ اس قسم کے الفاظ میں منفرد ہو اور اس سے بھی کمزور تر لوگوں نے اس کی متابعت کی ہے واللہ اعلم۔ اور اس بارے میں احمد رحمہ اللہ علیہ کی روایت محفوظ ہے جو عن وکیع عن اعمش عن سعد بن عبیدہ عن عبداللہ بن بریدہ عن ابیہ مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جسے میں محبوب ہوں، علی رضی اللہ عنہ اس کا دوست ہے۔ اور اس طرح احمد رحمہ اللہ علیہ نے اسے روایت کیا ہے اور حسن بن عرفہ نے اسے اعمش سے روایت کیا ہے اور نسائی نے سے ابوکریب سے۔ بحوالہ ابومعاویہ روایت کیا ہے اور امام احمد رحمہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ روح بن علی بن سوید بن عوف نے عبداللہ بن بریدہ سے اس کے باپ کے حوالے سے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد بن ولید کے پاس خمس لینے بھیجا راوی بیان کرتا ہے صبح ہوئی تو ان کا سر ٹپک رہا تھا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بریدہ سے فرمایا کیا تم دیکھتے نہیں یہ شخص کیا کر رہا ہے؟ راوی بیان کرتا ہے جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آیا تو میں نے آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کارکردگی کی اطلاع دی۔ راوی بیان کرتا ہے میں حضرت علی سے بغض رکھتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے بریدہ کیا تو علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہے؟ میں نے کہا: آپ نے فرمایا اس سے بغض نہ رکھ اور اس سے محبت رکھ بلاشبہ اس کے لیے اس خمس میں سے بھی زیادہ ہے، اور بخاری نے اسے صحیح سند سے

بحوالہ اروح طوالت کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام احمد رحمہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالجلیل نے ہم سے بیان کیا کہ میں ایک حلقہ میں گیا جس میں ابومجلز اور بریدہ کے دونوں بیٹے موجود تھے، عبداللہ بن بریدہ نے کہا کہ میرے باپ بریدہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسا بغض رکھتا تھا کہ میں نے کسی سے ایسا بغض نہیں رکھا اور میں نے قریش کے ایک شخص سے جسے میں پسند نہیں کرتا تھا صرف اس کے حضرت علی رضی اللہ سے بغض رکھنے کی وجہ سے اس کے ساتھ محبت کی، پس اس شخص کو تھوڑے سے سواروں پر امیر بنا کر بھیجا گیا اور میں اس کے ساتھ ہو گیا اور میں صرف اس کے حضرت علی رضی اللہ کے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے اس کے ساتھ ہو گیا پس ہم کو قیدی دستیاب ہوئے تو ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لکھا کہ ہمارے پاس کوئی آدمی بھیجئے جو ان کا خمس لگائے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہمارے پاس بھیجا راوی بیان کرتا ہے، قیدیوں میں ایک خدمتگار لڑکی تھی اور وہ سب قیدی عورتوں سے خوبصورت تھی، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خمس لگایا اور تقسیم کی اور باہر نکلے تو آپ کا سر ٹپک رہا تھا ہم نے کہا اے ابوالحسن یہ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ تم نے اس خدمت گار لڑکی کو نہیں دیکھا جو قیدیوں میں تھی؟ میں نے تقسیم کی اور خمس لگایا وہ خمس میں آ گئی پھر وہ اہل بیت نبوی میں آ گئی پھر وہ آل علی میں آ گئی اور میں نے اس سے جماع کیا، راوی بیان کرتا ہے اس شخص نے اللہ کی نبی کو لکھا تو میں نے کہا مجھے بھیج دیجیے، اس نے مجھے تصدیق کنندہ بنا کر بھیج دیا، راوی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے ہاتھ سے خط پکڑ لیا اور فرمایا کیا تو علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہے؟ میں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا اس سے بغض نہ رکھ اور اگر تو اس سے محبت رکھتا ہے تو اس کی محبت میں اضافہ کر، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، خمس میں آل علی کا حصہ خدمتگار لڑکی سے بڑھ کر ہے۔ راوی بیان کرتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے قول کے بعد لوگوں میں مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا۔ عبداللہ نے بیان کیا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس حدیث میں میرے اور حضرت نبی کریم ﷺ کے درمیان میرے باپ بریدہ کے سوا اور کوئی نہیں، احمد اس کی روایت میں منفرد ہیں۔

حدیث غدیر خم:

امام احمد رحمہ اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حسین بن محمد اور ابونعیم المعنی نے ہم سے بیان کیا کہ فطر نے بحوالہ ابوالطفیل ہم سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں لوگوں کو جمع کیا پھر انہیں کہا، میں ہر اس مسلمان سے اللہ کے نام پر اپیل کرتا ہوں جس نے رسول اللہ ﷺ کو غدیر خم کے روز فرماتے سنا ہے جب آپ کھڑے ہوئے تو بہت سے لوگ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے گواہی دی کہ جب آپ نے ان کا ہاتھ پکڑا تو لوگوں نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں مومنین کی جانوں سے بھی بڑھ کر حق رکھتا ہوں، انہوں نے عرض کیا ہاں، یا رسول اللہ! آپ

نے فرمایا، جسے میں محبوب ہوں اسے یہ بھی محبوب ہے، اے اللہ جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔ راوی بیان کرتا ہے میں باہر نکلا تو میرے دل میں کچھ خلجان تھا، میں نے حضرت زید بن ارقم سے مل کر کہا، میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس طرح بیان کرتے سنا ہے انہوں نے فرمایا انکار نہ کر، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں یہ کہتے سنا ہے، اور نسائی نے اسے حبیب بن ابی ثابت کی حدیث سے، بحوالہ ابوالطفیل اس سے زیادہ مکمل صورت میں روایت کیا ہے اور ابوبکر شافعی نے بیان کیا ہے کہ محمد بن سلیمان بن الحارث نے ہم سے بیان کیا کہ عبیداللہ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ابواسرائیل الملائی نے عن الحکم عن ابی سلیمان المؤذن عن زید بن ارقم ہم سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے اپیل کی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جسے میں محبوب ہوں، اسے علی رضی اللہ عنہ بھی محبوب ہے اے اللہ جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ۔ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔ ان میں سولہ آدمیوں نے اٹھ کر اس کی گواہی دی اور میں بھی ان میں شامل تھا اور ابویعلیٰ نے اور عبداللہ بن احمد نے اپنے باپ کے مسند میں بیان کیا ہے کہ القواریری نے ہم سے بیان کیا کہ یونس بن ارقم نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن ابی زیاد بحوالہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہم سے بیان کیا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں لوگوں سے اپیل کرتے دیکھا ہے، میں اس شخص سے اللہ کے نام پر اپیل کرتا ہوں جس نے غدیر خم کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، جسے میں محبوب ہوں اسے علی رضی اللہ عنہ بھی محبوب ہے، فرماتے سنا ہے۔ عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ بارہ بدری صحابہ اٹھ کھڑے ہوئے گویا میں ان میں سے ایک کو دیکھ رہا ہوں جو شلوار پہنے ہوئے تھے، انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے غدیر خم کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ کیا میں مومنین کی جانوں سے بڑھ کر حق نہیں رکھتا اور میری بیویاں ان کی مائیں نہیں؟ ہم نے کہا یا رسول اللہ بیشک، آپ نے فرمایا: جسے میں محبوب ہوں اسے علی رضی اللہ عنہ بھی محبوب ہیں، اے اللہ جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔ پھر عبداللہ بن احمد نے اسے عن احمد بن عمر الوکیعی عن زید بن الحباب عن الولید بن عقبہ بن نیاز عن سماک بن عبید بن الولید العبسی عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ روایت کیا ہے اور اس نے بیان کیا ہے کہ بارہ آدمیوں نے اٹھ کر کہا جب آپ نے تمہارے ہاتھ کو پکڑا تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے دیکھا اور سنا ہے کہ اے اللہ جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ، اور جو اس کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد کر اور جو اسے بے یار و مددگار چھوڑ دے تو بھی اسے بے یار و مددگار چھوڑ دے، اور اسی طرح اسے ابوداؤد الطہوی نے، جس کا نام عیسیٰ بن مسلم ہے، بحوالہ عمرو بن ہند الجملی اور عبدالاعلیٰ بن عامر التغلبی روایت کیا ہے اور ان دونوں نے بحوالہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ روایت کی ہے اور اس نے اسے اسی طرح بیان کیا ہے،

دار قطنی نے اسے غریب قرار دیا ہے اور ابو داؤد الطہوی اسے ان دونوں سے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

اور طبرانی نے بیان کیا ہے کہ احمد بن ابراہیم بن عبداللہ بن کیسان المدینی نے ۲۹۰ھ میں ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن عمرو البجلی نے ہم سے بیان کیا کہ مسعر نے طلحہ بن مصرف سے بحوالہ عمیرہ بن سعد ہم سے بیان کیا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اصحاب سے اپیل کرتے دیکھا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے روز وہ بات فرماتے سنا جو آپ نے فرمائی، تو بارہ آدمی اٹھ کھڑے ہوئے جن میں حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوسعید اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم شامل تھے انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جسے میں محبوب ہوں اسے علی رضی اللہ عنہ بھی محبوب ہے، اے اللہ جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔ اور ابوالعباس بن عقدۃ الحافظ الشیعی نے اسے عن الحسن بن علی بن عفان العامری عن عبداللہ بن موسیٰ عن قطن عن عمرو بن مرۃ اور سعید بن وہب اور زین بن تبیع سے روایت کیا ہے انہوں نے بیان کیا ہے کہ ہم نے کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا پھر اس نے اسی طرح بیان کیا ہے کہ تیرہ آدمی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے میں محبوب ہوں اسے علی بھی محبوب ہے، اے اللہ جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ، اور جو اسے چاہے تو بھی اسے چاہ اور جو اسے ناپسند کرے تو بھی اسے ناپسند کر اور جو اس کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد کر اور جو اس کو بے یارو مددگار چھوڑے تو بھی اسے بے یارو مددگار چھوڑ دے۔

اور امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ابن نمیر نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالملک نے عبدالرحمٰن کندی سے بحوالہ زاذان ہم سے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لوگوں سے دریافت کرتے سنا کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے روز وہ بات بیان کرتے سنا ہے جو آپ نے بیان کی، تو تیرہ آدمی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جسے میں محبوب ہوں اسے علی رضی اللہ عنہ بھی محبوب ہے اور امام احمد رحمہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حجاج بن الشاعر نے ہم سے بیان کیا کہ شابہ نے ہم سے بیان کیا کہ نعیم بن حکیم نے ہم سے بیان کیا کہ ابومریم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہم نشینوں میں سے ایک شخص نے بحوالہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے روز فرمایا جسے میں محبوب ہوں اسے علی رضی اللہ عنہ بھی محبوب ہے، راوی بیان کرتا ہے، بعد میں لوگوں نے یہ اضافہ بھی کر دیا کہ اے اللہ جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ، اور یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے روایت کی گئی ہے اور حضرت زید بن ارقم سے بھی اس کے متعدد طرق ہیں اور غندر نے شعبہ سے بحوالہ سلمہ بن کہیل بیان کیا ہے کہ میں نے ابوالطفیل

کو ابو مریم یا زید بن ارقم شعبہ کو حوالے سے بیان کرتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے میں محبوب ہوں اسے علی بھی محبوب ہے، سعید بن جبیر نے بیان کیا ہے کہ میں نے قبل ازیں اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، ترمذی نے اسے بندار سے بحوالہ غندر روایت کیا ہے اور اسے حسن غریب قرار دیا ہے اور امام احمد رحمہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ عفان نے ہم سے بیان کیا کہ ابو عوانہ نے عن المغیرہ عن ابی عبید عن میمون بن ابی عبداللہ ہم سے بیان کیا کہ حضرت زید بن ارقم نے فرمایا اور میں سن رہا تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک وادی میں اترے جسے وادی خم کہا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا حکم دیا اور اسے تیز گرمی میں پڑھا، راوی بیان کرتا ہے آپ نے ہم سے خطاب کیا اور اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوپ سے بچانے کے لیے کیکر کے ایک درخت پر کپڑا ڈال کر سایہ کیا گیا، آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے یا کیا تم گواہی نہیں دیتے کہ میں ہر مومن کی جان سے بڑھ کر حق رکھتا ہوں؟ انہوں نے کہا: بے شک، آپ نے فرمایا: جسے میں محبوب ہوں بلاشبہ علی رضی اللہ عنہ بھی اسے محبوب ہے، اے اللہ جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ اور جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ، اور اسی طرح احمد رحمہ اللہ علیہ نے اسے عن غندر عن شعبہ عن میمون بن ابی عبداللہ عن زید بن ارقم روایت کیا ہے اور حضرت زید بن ارقم سے اسے ایک جماعت نے بھی روایت کیا ہے جس میں ابو اسحٰق السبیعی، حبیب الاساف، عطیہ العوفی، ابو عبداللہ شافعی اور ابو الطفیل عامر بن واثلہ شامل ہیں، اور معروف بن خربوذ نے بھی اسے ابو الطفیل سے بحوالہ حذیفہ بن اسید روایت کیا ہے، انہوں نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس آئے تو آپ نے اپنے اصحاب کو کشادہ نالے میں ان درختوں کے آس پاس اُترنے سے منع کیا جو ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں، پھر آپ ان کے پاس چلے گئے اور ان کے نیچے نماز پڑھی پھر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اے لوگو! مجھے لطیف و خبیر خدا نے خبر دی ہے کہ ہر نبی کو اس سے پہلے نبی کی عمر سے نصف عمر دی گئی ہے اور میرا خیال ہے کہ مجھے عنقریب بلاوا آ جائے گا اور میں جواب دوں گا اور مجھے پوچھا جائے گا اور تم بھی پوچھے جاؤ گے پس تم کیا کہو گے، انہوں نے کہا ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے پیغام پہنچا دیا ہے اور خیر خواہی کی ہے اور کوشش کی ہے اللہ آپ کو جزائے خیر دے، آپ نے فرمایا کیا تم گواہی نہ دو گے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس کی جنت، حق اور دوزخ حق اور موت حق ہے اور بلا ریب قیامت آنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ قبر والوں کو اٹھائے گا؟ انہوں نے کہا بے شک ہم اس کی گواہی دیں گے آپ نے فرمایا اے اللہ گواہ رہ۔ پھر فرمایا اے لوگو! بلاشبہ اللہ، میرا آقا ہے اور میں مومنین کا آقا ہوں اور میں ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق دار ہوں اور جسے میں محبوب ہوں اسے یہ بھی محبوب ہے اے اللہ جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔ پھر فرمایا اے لوگو! میں تمہارا فرط ہوں اور تم حوض پر آنے والے ہو، وہ حوض، بصرہ اور صنعاء کے درمیانی فاصلے

سے بھی زیادہ چوڑا ہے، اس میں ستاروں کی تعداد کی مانند برتن ہیں اور دو چاندی کے پیالے ہیں اور جب تم میرے پاس آؤ گے تو میں تم سے ثقلین کے بارے میں دریافت کروں گا، دیکھنا تم ان کے بارے میں میری جانشینی کیسے کرتے ہو؟ ثقل اکبر، کتاب اللہ ہے جس کا ایک کنارہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا کنارہ تمہارے ہاتھوں میں ہے اسے مضبوطی سے پکڑ لو، نہ گمراہ ہو اور نہ بدلو، اور میری اولاد میرے اہل بیت ہیں اور مجھے لطیف وخبیر خدا نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں الگ الگ نہ ہوں گے حتی کہ دونوں حوض پر آجائیں گے، ابن عساکر نے اسے پوری طوالت کے ساتھ معروف طریق کے مطابق روایت کیا ہے جیسے کہ ہم نے بیان کیا ہے اور عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ معمر عن علی بن زید بن جدعان عن عدی بن ثابت عن البراء بن عازب ہمیں بتایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے حتی کہ ہم غدیر خم پر اترے تو آپ نے ایک منادی اعلان کرنے والا بھیجا اور جب ہم اکٹھے ہو گئے تو آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں تمہاری جانوں سے بڑھ کر عزیز نہیں؟ ہم نے کہا یا رسول اللہ بیشک آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں ماؤں سے زیادہ عزیز نہیں؟ ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ بے شک، آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں تمہارے باپوں سے زیادہ عزیز نہیں، ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ بیشک، آپ نے فرمایا کیا میں نہیں، کیا میں نہیں، کیا میں نہیں؟ ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ بیشک آپ نے فرمایا جسے میں محبوب ہوں اسے علی رضی اللہ عنہ بھی محبوب ہے، اے اللہ جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے فرمایا اے ابن ابی طالب آپ کو مبارک ہو، آج آپ ہر مومن کے دوست بن گئے ہیں، اور اسی طرح ابن ماجہ نے اسے حماد بن سلمہ کی حدیث سے علی بن زید اور ابی ہارون العبدی سے عن عدی بن ثابت عن البراء روایت کیا ہے، نیز اسی طرح اسے موسیٰ بن عثمان الحضرمی نے ابو اسحٰق سے بحوالہ البراء روایت کیا ہے اور اس حدیث کو حضرت سعد، حضرت طلحہ بن عبداللہ اور حضرت جابر بن عبداللہ سے بھی روایت کیا گیا ہے اس کے آپ سے اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت حبشی بن جنادہ، حضرت جریر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کئی طرق ہیں۔

حدیث الطیر :

لوگوں نے اس حدیث کے بارے میں کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ترمذی نے بیان کیا ہے کہ سفیان بن وکیع نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن موسیٰ نے عن عیسیٰ بن عمر السری عن انس ہم سے بیان کیا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس ایک پرندہ تھا آپ نے فرمایا اے اللہ اپنی مخلوق میں سے محبوب تر آدمی کو میرے پاس لا جو اس پرندے کو میرے ساتھ کھائے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ آگئے اور آپ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ کھانا کھایا، پھر امام ترمذی نے بیان کیا ہے یہ حدیث غریب ہے ہم اسے السری کی حدیث سے صرف اسی طریق سے جانتے

ہیں اور اسے کئی طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا گیا ہے۔

حاکم نے بیان کیا ہے کہ تیس سے زیادہ اشخاص نے اسے حضرت انس سے روایت کیا ہے اور ہمارے شیخ حافظ کبیر ابو عبداللہ الذہبی نے ایک بااعتماد شخص کے ذریعہ ان کی وضاحت کی ہے جس کی طرف اسناد کرنا درست ہے، پھر حاکم نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید اور حضرت سفینہ کی روایت صحیح ہے۔

حاکم نے اسے عن انس روایت کیا ہے اس نے بیان کیا ہے کہ محمد بن الحجاج اندر آ کر حضرت علی کو سب و شتم کرنے لگا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کرنے سے اعراض کر، اور اس نے طوالت کے ساتھ حدیث کو بیان کیا ہے۔

ابن ابی حاتم نے اسے عن عمار بن خالد الواسطی عن اسحٰق الازرق عن عبدالملک بن ابی سلیمان عن انس روایت کیا ہے اور یہ حاکم کے اسناد سے زیادہ اچھا ہے، اور عبداللہ بن زیاد ابو العلاء نے سے عن علی بن زید عن سعید بن المسیب عن انس بن مالک روایت کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بُھنا ہوا پرندہ ہدیۃً دیا گیا تو آپ نے فرمایا: اے اللہ اپنی مخلوق میں سے محبوب تر آدمی کو میرے پاس لا جو میرے ساتھ اس پرندے کو کھائے۔

ابو یعلیٰ نے بیان کیا ہے کہ ابو ہشام نے ہم سے بیان کیا کہ ابن فضیل نے ہم سے بیان کیا کہ مسلم الملائی نے بحوالہ حضرت انس ہم سے بیان کیا کہ حضرت ام ایمن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بُھنا ہوا پرندہ ہدیۃً دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ اس شخص کو میرے پاس لے آ جسے تو پسند کرتا ہے وہ اس پرندے کو میرے ساتھ کھائے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آ کر اجازت طلب کی تو میں نے کہا آپ اپنے کام میں مصروف ہیں وہ واپس چلے گئے پھر واپس آ کر دوبارہ اجازت طلب کی تو میں نے کہا آپ اپنے کام میں مصروف ہیں تو وہ واپس چلے گئے پھر واپس آ کر آپ نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی آواز سن لی اور فرمایا انہیں اجازت دے دو وہ اندر آئے تو پرندہ آپ کے سامنے پڑا تھا پس آپ نے اس سے کھایا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

لوگوں نے اس حدیث کے بارے میں مستقل تصنیفات تیار کی ہیں۔ جن میں ابو بکر بن مردویہ، حافظ ابو طاہر محمد بن احمد بن حمدان شامل ہیں جیسا کہ ہمارے شیخ ابو عبداللہ الذہبی نے روایت کی ہے اور میں نے اس بارے میں ابو جعفر محمد بن جریر طبری مفسر اور مورخ کی ایک کتاب دیکھی ہے جس میں انہوں نے اس کے طرق اور الفاظ کو جمع کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ایک اور حدیث:

ابو بکر شافعی نے بیان کیا ہے کہ بشر بن موسیٰ اسدی نے ہم سے بیان کیا کہ زکریا بن عدی ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمرو نے عبداللہ بن محمد بن عقیل سے بحوالہ حضرت جابر بن عبداللہ ہم سے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ ایک انصاری عورت کے پاس اس کی کھجوروں کے باغ میں گیا جنہیں اسراف کہا جاتا تھا میں نے کھجور کے چھوٹے چھوٹے درختوں کے نیچے جہاں چھڑکاؤ ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ کے لیے کپڑا بچھا دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابھی تمہارے پاس ایک جنتی شخص آئے گا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آ گئے آپ نے فرمایا: ابھی تمہارے پاس ایک جنتی شخص آئے گا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے، پھر آپ نے فرمایا: تمہارے پاس ایک جنتی شخص آئے گا، راوی بیان کرتا ہے میں نے کھجور کے چھوٹے چھوٹے درختوں کے نیچے آپ کو سر جھکائے ہوئے دیکھا پھر آپ فرمانے لگے: اے اللہ اگر تو چاہے تو اسے علی بنا دے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے پھر اس انصاری عورت نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک بکری ذبح کر کے پکائی تو آپ نے اور ہم نے کھانا کھایا اور جب ظہر کا وقت ہوا تو آپ اٹھ کر نماز پڑھنے لگے اور ہم نے بھی نماز پڑھی نہ آپ نے وضو کیا اور نہ ہم نے وضو کیا۔

ایک اور حدیث:

ابو یعلیٰ نے بیان کیا ہے کہ حسن بن حماد کوفی نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی عتبہ نے عن ابیہ عن الشیبانی عن جمیع بن عمیر ہم سے بیان کیا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور آپ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا: میں نے کسی شخص کو ان سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کا محبوب نہیں دیکھا اور نہ کسی عورت کو ان کی بیوی سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کا محبوب دیکھا ہے۔

ایک اور حدیث:

امام احمد رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن ابی بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ اسرائیل نے ابو اسحٰق سے بحوالہ ابو عبداللہ الجد لی البجلی ہم سے بیان کیا کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو آپ نے مجھے فرمایا، کیا تم میں رسول اللہ ﷺ کو سب وشتم کیا جاتا ہے؟ میں کہا معاذ اللہ یا سبحان اللہ یا اسی قسم کا کوئی کلمہ کہا، آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے، جس نے علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی اسنے مجھے گالی دی۔ نیز ابو یعلیٰ نے اسے عن عبیداللہ بن موسیٰ عن عیسیٰ بن عبدالرحمٰن البجلی عن بجیلہ وعن سلیم عن السدی عن ابی عبداللہ البجلی روایت کیا ہے انہوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: کیا تم میں منابر پر رسول اللہ ﷺ کو سب وشتم کیا جاتا ہے؟ راوی بیان کرتا ہے میں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان سے محبت کرنے والوں کو سب وشتم نہیں کیا جاتا؟ میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ ان سے محبت کرتے تھے، اور اسے کئی طرق سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا گیا ہے اور آپ کی حدیث میں اور حضرت جابر اور حضرت ابوسعید کی حدیث میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس شخص نے جھوٹ کہا ہے جس کا یہ خیال ہے کہ وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور تجھ سے بغض رکھتا ہے۔

ایک اور حدیث:

عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ ثوری نے عن الاعمش عن عدی بن ثابت عن زر بن حبیش ہمیں بتایا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے سنا: اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو پیدا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کی کہ مومن آپ سے محبت کرے گا اور منافق آپ سے بغض رکھے گا، اور احمد نے اسے ابن عمیر اور وکیع سے بحوالہ اعمش روایت کیا ہے نیز اسے ابو معاویہ، محمد بن فضیل، عبداللہ بن داود الحربی، عبیداللہ بن موسیٰ، محاضر بن المورع اور یحییٰ بن عیسیٰ الرملی نے بحوالہ اعمش روایت کیا ہے اور مسلم نے اسے اپنی صحیح میں بحوالہ سعد روایت کیا ہے اور غسان بن حسان نے اسے عن شعبہ عن عدی بن ثابت عن علی روایت کیا ہے اور اسے بیان کیا ہے نیز اسے کئی طرق سے بھی روایت کیا گیا ہے اور یہ حدیث جسے ہم نے بیان کیا ہے بھی ان میں سے صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

ایک اور حدیث:

محمد بن مسلم بن دارہ نے بیان کیا ہے کہ عبیداللہ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ابو عمر ازدی نے ابو راشد الحرانی سے بحوالہ ابو الحمراء ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حضرت آدم علیہ السلام کو اس کے علم میں اور حضرت نوح علیہ السلام کو اس کے فہم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کے حلم میں اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو اس کے زُہد میں اور حضرت موسیٰ کو اس کی گرفت میں دیکھنا چاہتا ہے وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

ایک اور حدیث:

ابو عیسیٰ ترمذی نے بیان کیا ہے کہ علی بن المنذر کوفی نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن فضیل نے عن الاجلح عن ابی الزبیر عن جابر ہم سے بیان کیا کہ طائف کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے سرگوشی کی تو لوگوں نے کہا اپنے عمزاد کے ساتھ آپ کی سرگوشی طویل ہو گئی ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اس سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے سرگوشی کی ہے، پھر امام ترمذی نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور ہم اسے صرف اجلح کی حدیث سے جانتے ہیں۔ نیز ابن فضیل کے علاوہ بھی اجلح سے لوگوں نے روایت کی ہے اور آپ کے اس قول بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے سرگوشی کی ہے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے سرگوشی کرنے کا حکم دیا ہے۔

ایک اور حدیث:

ترمذی نے بیان کیا ہے کہ محمد بن بشار، یعقوب بن ابراہیم اور کئی لوگوں نے ہم سے بیان کیا کہ ابو عاصم

نے ابوالجراح سے، بحوالہ جابر بن صبح ہم سے بیان کیا کہ میری ماں ام شراحیل نے مجھ سے بیان کیا کہ ام عطیہ نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے کہتے سنا کہ اے اللہ موت نہ دینا یہاں تک کہ تو علی رضی اللہ عنہ کو مجھے دکھا دے، پھر امام ترمذی نے بیان کیا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

ایک اور حدیث:

امام احمد رحمہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن آدم اور ابن ابی بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ اسرائیل نے ابواسحاق سے، بحوالہ حبشی بن جنادۃ السلولی آپ حجۃ الوداع میں شامل تھے۔ ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میں اس سے ہوں اور میری طرف سے میں یا علی رضی اللہ عنہ ادائیگی کریں گے۔

ایک اور حدیث:

حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عمران بن حصین، حضرت انس، حضرت ثوبان، حضرت ابوذر، حضرت جابر رضی اللہ عنہم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ اور ایک حدیث میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے لکھا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کا ذکر، عبادت ہے۔

رکوع کی حالت میں آپ کے انگوٹھی صدقہ دینے کی حدیث:

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن مسلم الرازی نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن یحییٰ نے بحوالہ ضریس العبدی ہم سے بیان کیا کہ عیسیٰ بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عمر بن علی بن ابی طالب نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے اپنے باپ اور دادے سے، بحوالہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت (انما ولیکم اللہ و رسولہ، والذین اٰمنوا والذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ باہر نکلے اور مسجد کے اندر داخل ہو گئے اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے کوئی رکوع کر رہا تھا اور کوئی قیام کی حالت میں تھا، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سائل ہے آپ نے پوچھا: اے سائل کیا تجھے کسی نے کچھ دیا ہے اس نے کہا نہیں، صرف اس رکوع کرنے والے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنی انگوٹھی دی ہے اور حافظ ابن عساکر نے بیان کیا ہے میرے ماموں ابوالمعالی القاضی نے ہمیں بتایا کہ ابوالحسن الخلعی نے ہمیں بتایا کہ ابوالعباس احمد بن محمد الشاہد نے ہمیں بتایا کہ ابوالفضل محمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن الحارث الرملی نے ہم سے بیان کیا کہ قاضی جملہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ ابوسعید الاشج نے ہم سے بیان کیا کہ ابونعیم الاحول نے موسیٰ بن قیس سے، بحوالہ سلمہ ہم سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رکوع کی حالت میں اپنی انگوٹھی صدقہ کر دی تو یہ

آیت (انما ولیکم اللہ و رسولہ، والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون) نازل ہوئی۔

ایک اور حدیث:

ابو سعید بن الاعرابی نے بیان کیا ہے کہ محمد بن زکریا الغلابی نے ہم سے بیان کیا کہ عباس بن بکار ابو الولید نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن المثنی انصاری نے اپنے چچا ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے بحوالہ حضرت انس ہم سے بیان کیا کہ عباس بن بکار ابو الولید نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے اصحاب آپ کو گھیرے ہوئے تھے کہ اچانک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آکر سلام کیا پھر کھڑے ہو کر بیٹھنے کے لیے جگہ دیکھنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے چہروں کو دیکھنے لگے کہ کون ان کے لیے وسعت پیدا کرتا ہے۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے، پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور فرمایا ابو الحسن یہاں بیٹھ جائیے پس آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے درمیان بیٹھ گئے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے میں بشاشت دیکھی، پھر آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: فضل، اہل فضل کو تلاش کر لیتا ہے۔

ایک اور حدیث:

ابو عیسیٰ ترمذی نے بیان کیا ہے کہ اسماعیل بن موسیٰ بن عمر الرومی نے ہم سے بیان کیا کہ شریک نے عن کہیل عن سوید بن غفلۃ عن الصنابحی عن علی ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے۔ پھر امام ترمذی نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے، نیز بیان کیا ہے کہ بعض نے اس حدیث کو بحوالہ حضرت ابن عباس روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں، سوید بن سعید نے اسے عن شریک عن سلمہ عن الصنابحی عن علی مرفوعاً روایت کیا ہے کہ میں شہر علم ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے اور جو شخص علم کا خواہاں ہو وہ شہر کے دروازے کے پاس آئے۔ اور ابن عباس کی حدیث کو ابن عدی نے احمد بن سلمہ ابی عمرو الجرجانی کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ابو معاویہ نے عن الاعمش عن مجاہد عن ابن عباس ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں شہر علم ہون اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے اور جو شخص علم کا خواہاں ہے وہ اس شہر میں اس کے دروازے سے آئے۔

ایک اور حدیث:

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ ابو یعلیٰ نے ہمیں خبر دی کہ المقری نے ہم سے بیان کیا کہ ابو نعیم الحافظ نے ہمیں بتایا ابو احمد الغطریفی نے ہمیں بتایا ابو الحسین بن ابی مقاتل نے ہم سے بیان کیا محمد بن عبید بن عتبہ نے ہم

سے بیان کیا محمد بن علی الوہبی الکوفی نے ہم سے بیان کیا احمد بن عمران بن سلمہ جو ثقہ اور عادل اور پسندیدہ ہے، نے ہم سے بیان کیا سفیان ثوری نے عن منصور، عن ابراہیم عن علقمہ عن عبداللہ ہم سے بیان کیا کہ میں حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس تھا کہ آپ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حکمت دس اجزاء میں تقسیم کی گئی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نو حصے دیے گئے ہیں اور لوگوں کو ایک حصہ دیا گیا ہے۔

ایک اور حدیث:

ابو یعلیٰ نے بیان کیا ہے کہ عبید اللہ بن عمرو القواریری نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ نے عن سعید عن الاعمش عن عمرو بن مرۃ عن ابی البختری عن علی ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا اور میں نو عمر ہی تھا اور نہ مجھے قضا کا علم تھا، آپ کا بیان ہے کہ حضور علیہ السلام نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ عنقریب تیرے دل کی راہنمائی کرے گا اور تیری زبان کو ثبات عطا کرے گا، آپ کا بیان ہے، اس کے بعد مجھے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے کبھی شک نہ ہوا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے سب سے بڑے قاضی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ہمارے سب سے بڑے قاری حضرت ابی بن کعب تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے میں اس پیچیدہ مسئلے سے پناہ مانگتا ہوں جس کے لیے ابوالحسن موجود نہ ہوں۔

باب

آپ رضی اللہ عنہ کی بلند مرتبہ سیرت، مواعظ، فیصلہ کن فیصلہ جات، خطبات اور دلوں میں رسائی حاصل کرنے والی چند حکمتوں کا بیان

عبدالوارث نے ابو عمرو بن العلاء سے اس کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب فرمایا اور کہا اے لوگو! اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے بلا کم و بیش تمہارے مال سے اس کے سوا کچھ نہیں لیا اور آپ نے اپنی قمیص کی آستین سے ایک شیشی نکالی جس میں خوشبو تھی اور فرمایا اسے نمبردار نے مجھے ہدیۃً دیا تھا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ پھر آپ بیت المال میں آئے اور فرمایا، لو، اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

> ''جس کے پاس کھجور رکھنے کے لیے بانس کافی ہو، وہ کامیاب ہے اور وہ اس سے ہر روز کھجور کھاتا ہے۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ہر روز یک بار اس سے کھجور کھاتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جس کے پاس کھجور رکھنے کے لیے بانس کا ظرف ہوا سے مبارک ہو، اور حرملہ نے عن ابن وہب عن ابن لہیعہ عن ابی ہبیرہ عن

عبداللہ بن ابی رزین الغافقی بیان کیا ہے کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ عید الضحیٰ کو اندر گئے تو آپ نے ہمارے سامنے خربزہ پیش کیا اور ہم نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے کاش آپ ہمارے سامنے یہ بطخ پیش کرتے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے بہت مال دیا ہے، آپ نے فرمایا اے ابن رزین! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ خلیفہ کے لیے صرف اللہ کے مال سے صرف دو پیالے لینے جائز ہیں، ایک پیالہ وہ جسے وہ اور اس کے اہل کھاتے ہیں اور ایک پیالہ وہ جسے لوگوں کو کھلاتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حسن اور بنو ہاشم کے غلام ابو سعید نے ہم سے بیان کیا کہ ابن لہیعہ نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن ہبیرہ نے بحوالہ عبداللہ بن رزین سے بیان کیا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، حسن کہتے ہیں وہ عید الاضحیٰ کا دن تھا تو آپ نے ہمارے سامنے خربزہ پیش کیا۔ہم نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے کاش آپ ہمیں یہ بطخ کھلاتے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے بہت مال دیا ہے، آپ نے فرمایا اے ابن رزین ! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ اللہ کے مال سے خلیفہ کے لیے صرف دو پیالے لینے جائز ہیں۔ایک پیالہ وہ جسے وہ اور اس کے اہل کھاتے ہیں اور ایک پیالہ وہ جسے عام لوگوں کے سامنے رکھتا ہے اور ابو عبید نے بیان کیا کہ عباد بن العوام نے مروان بن عنترہ سے اس کے باپ کے حوالے سے ہم سے بیان کیا کہ میں خورنق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو آپ ایک مخملی چادر اوڑھے ہوئے تھے اور سردی سے کانپ رہے تھے، میں نے کہا یا امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے بیت المال میں آپ کا اور آپ کے اہل کا حصہ مقرر کیا ہے اور آپ سردی سے کانپ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم، میں تمہارے پاس سے کچھ نہیں لیتا اور یہ وہ چادر ہے جسے لے کر میں اپنے گھر سے نکلا تھا یا یہ کہا کہ میں مدینہ سے لے کر نکلا تھا اور ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ میں نے سفیان ثوری کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت علی نے نہ کوئی اینٹ کی تعمیر کی اور نہ اینٹ پر نرکل ڈالا ہے اور ان کے دانے مدینے سے تھیلے میں لائے جاتے تھے اور یعقوب بن سوفیان نے بیان کیا ہے کہ ابوبکر الحمیدی نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان ابو حسان نے بحوالہ مجمع بن سمعان التیمی سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لے کر بازار کی طرف گئے اور فرمایا، کون مجھ سے میری یہ تلوار خریدے گا؟ اور اگر میرے پاس چار درہم ہوتے تو میں اس سے چادر خریدتا اور اسے فروخت نہ کرتا اور زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ سفیان نے بحوالہ جعفر مجھ سے بیان کیا میرا خیال ہے کہ انہوں نے اپنے باپ کے حوالہ سے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب قمیص پہنتے تو اس کی آستین میں اپنے ہاتھ کو لمبا کرتے اور آستین میں سے جو کپڑا آپ کی انگلیوں سے زائد ہوتا اسے کاٹ دیتے اور فرماتے، آستین کو انگلیوں سے زائد نہیں ہونا چاہیئے، اور ابوبکر بن عیاش نے عن یزید بن ابی زیاد عن مقسم عن ابن عباس بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہونے کی حالت میں تین درہم میں ایک قمیص خریدی اور اس کی

آستین کو پہنچے کی جگہ سے کاٹ دیا اور فرمایا خدا کا شکر ہے یہ اس کا فاخرانہ لباس ہے، اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے باب الزہد میں عن عباد بن العوام عن حلال بن حبان عن مولیٰ لابی غصیین روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ باہر نکلے اور ایک بزاز کے پاس آئے اور اسے کہا، کیا آپ کے پاس سنبلانی قمیص ہے؟ راوی بیان کرتا ہے اس نے آپ کو ایک قمیص دی آپ نے اس پہنا تو وہ آپ کی پنڈلیوں کے نصف تک پہنچی تھی، آپ نے اپنے دائیں بائیں دیکھا اور فرمایا میں بلا کم وبیش اسے ٹھیک ٹھاک سمجھتا ہوں، اس کی کیا قیمت ہے؟ اس نے کہا یا امیر المومنین چار درہم، راوی بیان کرتا ہے آپ نے انہیں اپنی چادر سے کھول کر اسے دے دیا اور چلتے بنے، اور محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ الفضل بن دکین نے ہمیں بتایا کہ الحسن بن جرموز نے اپنے باپ کے حوالے سے ہمیں خبر دی کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو محل سے باہر نکلتے دیکھا اور آپ پر دو قبطی چادریں تھیں ازار، پنڈلیوں کے نصف تک تھا اور چادر بھی اس کے قریب قریب سمیٹے ہوئے تھے اور آپ کا درہ بھی تھا جسے لے کر آپ بازاروں میں چلتے اور لوگوں کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور اچھی طرح خرید و فروخت کرنے کا حکم دیتے اور فرماتے، ناپ اور تول کو پورا کرو، نیز فرماتے، گوشت کو پھونک نہ مارو، اور حضرت عبداللہ بن المبارک نے باب الزہد میں بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے ہمیں بتایا کہ صالح بن ہیثم نے مجھ سے بیان کیا کہ زرین بن وہب الجہنی نے ہم سے بیان کیا کہ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ دو چادریں اوڑھے ہمارے پاس آئے ان میں سے ایک کا آپ تہبند باندھے ہوئے تھے اور دوسری کو اوڑھے ہوئے تھے، آپ نے اپنے تہبند کی ایک طرف کو لٹکایا ہوا تھا اور دوسری طرف کو اٹھایا ہوا تھا، آپ نے ایک دھجی سے اپنا تہبند اٹھایا ہوا تھا تو ایک بدو آپ کے پاس سے گذرا اور کہنے لگا، اے انسان یہ کپڑے پہن لے بلاشبہ تو مرنے والا یا قتل ہونے والا ہے، آپ نے فرمایا اے بدو، میں صرف اس لیے ان دو کپڑوں کو پہنتا ہوں تا کہ وہ مجھے تکبر سے دور کر دیں اور میری نماز کے لیے بہتر ہوں اور مومن کے لیے سنت ہوں اور عبد بن حمید سے بیان کیا ہے کہ محمد بن عبیہ نے ہم سے بیان کیا کہ المختار بن نافع نے بحوالہ ابو مطر ہم سے بیان کیا کہ میں مسجد سے باہر نکلا تو اچانک ایک شخص میرے پیچھے سے پکارنے لگا، اپنے تہبند کو اوپر اٹھاؤ بلاشبہ یہ بات تمہارے کپڑے کو بچانے والی اور تمہارے لیے تقویٰ کا باعث ہوگی اور اگر تو مسلمان ہے تو اپنے سر کے بال کٹواؤ پس میں اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا اور تہبند باندھے اور چادر اوڑھے ہوئے تھا اور اس کے پاس درہ بھی تھا۔ گویا وہ جنگل کا دیہاتی بدو ہے، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو ایک شخص نے مجھے کہا میں تجھے اس شہر میں پردیسی خیال کرتا ہوں، میں نے کہا ہاں میں بصرہ کا ایک شخص ہوں، اس نے کہا یہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب ہیں حتیٰ کہ آپ اونٹوں کو ہانکتے ہوئے دار بنی ابی معیط میں پہنچ گئے آپ نے فرمایا، فروخت کرو لیکن قسم نہ کھاؤ بلاشبہ قسم، سامان کو چلتا کرتی ہے اور برکت کو مٹا دیتی ہے پھر آپ کھجوروں والوں کے پاس آئے کیا دیکھتے

ہیں کہ ایک خادم رو رہا ہے آپ نے فرمایا تم کیوں روتے ہو؟ اس نے کہا، اس شخص نے میرے پاس ایک درہم کی کھجوریں خریدی ہیں اور اس کے آقاؤں نے اسے واپس بھیجا ہے اور کھجوروں کے واپس لینے سے انکار کر دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے کہا اپنی کھجوریں لے لو اور اس کا درہم اسے دے دو بلاشبہ اسے کوئی اختیار حاصل نہیں ہے تو اس نے آپ کو دھکا دیا، میں نے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ یہ کون شخص ہے؟ اس نے کہا نہیں، میں نے کہا یہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب ہیں تو اس نے اپنی کھجوریں پھینک دیں اور اس کا درہم اسے دے دیا پھر وہ شخص کہنے لگا یا امیر المومنین میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے راضی ہو جائیں، آپ نے فرمایا، جب تو لوگوں کے حقوق کو پورا کرے گا تو تو مجھے راضی کر دے گا پھر آپ کھجوروں والوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا اے کھجوروں والو! مساکین کو کھلاؤ تمہاری کمائی بڑھ جائے گی پھر آپ مسلمانوں کے ساتھ چلتے ہوئے مچھلی والوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا ہمارے بازار میں تیرنے والی چیز فروخت نہ کی جائے، پھر آپ دار فرات میں آئے، جو بزاروں کا بازار ہے اور ایک شیخ کے پاس آ کر کہنے لگے اے شیخ میرے پاس تین درہم میں اچھی سی قمیص فروخت کر دو اور جب اس نے آپ کو پہچان لیا تو آپ نے اس سے کچھ نہ خریدا اور ایک نوعمر جوان کے پاس آ کر اس سے تین درہم میں قمیص خریدی اور اس کی آستین پہنچوں سے لے کر ٹخنوں تک تھی اور آپ اپنے لباس کے بارے میں فرمایا کرتے تھے، اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے فاخرہ لباس عنایت فرمایا ہے جس سے میں لوگوں میں آراستہ ہوتا ہوں اور اپنی شرمگاہ کو چھپاتا ہوں آپ سے دریافت کیا گیا یا امیر المومنین یہ بات آپ اپنی طرف سے بیان کر رہے ہیں یا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ لباس پہنتے وقت یہ بات کہا کرتے تھے۔ اس نوجوان کا باپ جو کپڑے کا مالک تھا آیا تو اسے کہا گیا اے فلاں تیرے بیٹے نے آج امیر المومنین کے پاس تین درہم میں قمیص فروخت کی ہے، اس نے کہا، تو نے ان سے دو درہم کیوں نہیں لیے؟ پس اس کے باپ نے اس سے ایک درہم لیا اور اسے امیر المومنین کے پاس لے کر آیا آپ اس وقت مسلمانوں کے ساتھ کوفہ کے دروازے پر بیٹھے تھے اس نے کہا اس درہم کو پکڑیئے آپ نے فرمایا اس درہم کا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا قمیص کی قیمت صرف دو درہم ہے آپ نے فرمایا اس نے میری منشاء کے مطابق میرے پاس فروخت کی ہے اور اپنی منشاء کے مطابق قیمت لی ہے۔

اور عمرو بن شمر نے جابر الجعفی سے بحوالہ شعبی بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے اپنی زرہ ایک نصرانی کے پاس دیکھی تو جھگڑتے ہوئے اسے شریح کے پاس لے آئے، راوی بیان کرتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ آ کر شریح کے پہلو میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے اے شریح! اگر میرا مدمقابل مسلمان ہوتا تو میں اس کے ساتھ بیٹھتا لیکن وہ نصرانی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم اور وہ ایک راستے میں ہوں تو انہیں تنگ راستے کی

طرف مجبور کردو اور انہیں ذلیل کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل کیا ہے۔ مگر حد سے تجاوز نہ کرو، پھر فرمایا یہ زرہ میری ہے جسے نہ میں نے فروخت کیا ہے اور نہ ہبہ کیا ہے، شریح نے نصرانی سے پوچھا، تم امیر المومنین کی بات کے جواب میں کیا کہتے ہو، نصرانی نے کہا یہ زرہ میری ہے اور امیر المومنین میرے نزدیک جھوٹے ہیں؟ حضرت علی مسکرائے اور فرمایا، شریح نے درست کہا ہے میرے پاس کوئی دلیل نہیں، پس شریح نے زرہ کا فیصلہ نصرانی کے حق میں کر دیا، راوی بیان کرتا ہے نصرانی اس زرہ کو لے کر چند قدم چلا پھر واپس آ گیا اور کہنے لگا، میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ احکام انبیاء کے ہیں۔ امیر المومنین مجھے اپنے قاضی کے پاس لے جاتے ہیں اور وہ ان کے خلاف فیصلہ کر دیتا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، یا امیر المومنین قسم بخدا یہ زرہ آپ کی ہے، جب آپ صفین کی جانب جا رہے تھے تو میں فوج کے پیچھے پیچھے چلا اور میں نے آپ کے خاکستری اونٹ سے اسے نکال لیا اور اب جب کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں یہ زرہ آپ کی ہوئی اور اس نے آپ کو گھوڑے پر سوار کیا۔ شعبی نے بیان کیا ہے کہ مجھے اس شخص نے بتایا ہے جس نے آپ کو جنگِ نہروان کے روز خوارج سے جنگ کرتے دیکھا ہے اور سعید بن عبید نے بحوالہ علی بن ربیعہ بیان کیا ہے کہ جبدہ بن ہبیرہ نے آ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المومنین! آپ کے پاس دو شخص آتے ہیں ان میں سے ایک کے نزدیک آپ اسے اس کے اہل اور مال سے بھی عزیز تر ہیں اور دوسرا اگر آپ کو ذبح رکھنے کی سکت رکھتا تو ضرور آپ کو ذبح کر دیتا۔ آپ اس کے حق میں اور اس کے خلاف فیصلہ کریں گے؟ راوی بیان کرتا ہے حضرت علی نے اس کی گردن پر مکہ مارا اور فرمایا اگر یہ بات مجھ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور ابو القاسم بغوی نے بیان کیا ہے کہ میرے دادا نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ علی بن ہاشم نے صالح بزاز سے اس کی دادی کے حوالے سے ہم سے بیان کیا وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے ایک درہم کی کھجوریں خریدی ہیں۔ آپ نے انہیں چادر میں ڈال کر اٹھا لیا تو ایک شخص نے کہا یا امیر المومنین کیا آپ کی بجائے میں نہ انہیں اٹھا لوں؟ آپ نے فرمایا: صاحب عیال ان کے اٹھانے کا زیادہ حق رکھتا ہے اور ابو ہاشم سے بحوالہ زاذان روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوتے ہوئے بازاروں میں اکیلے چلتے تھے اور رستہ سے بھٹکے ہوئے کی راہنمائی کرتے تھے اور کمزور کی مدد کرتے تھے اور فروخت کنندہ اور کنجڑے کے پاس سے گزرتے تو اسے قرآن کھول کر سناتے (**تلک الدار الآخرة نجعلها للذین لا یریدون علواً فی الارض ولا فسادا**) پھر فرماتے ہیں، یہ آیہ عادل اور متواضع حکمرانوں اور بقیہ لوگوں میں سے صاحبِ قدرت لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اور عن عبادۃ بن زید عن صالح بن الاسود اس شخص سے جس نے اس کے پاس بیان کیا ہے روایت ہے کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گدھے پر سوار دیکھا اور آپ نے دونوں پاؤں ایک جگہ لٹکائے ہوئے تھے پھر

فرمانے لگے میں وہ شخص ہوں جس نے دنیا کو حقیر سمجھا ہے، اور یحییٰ بن معین نے علی بن الجعد سے بحوالہ حسن بن صالح بیان کیا ہے کہ لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس درویشوں کا تذکرہ کیا، کچھ لوگوں نے کہا فلاں شخص درویش ہے اور کچھ لوگوں نے کہا فلاں شخص درویش ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا، دنیا کے بارے میں سب سے زیادہ بے رغبت حضرت بن ابی طالب تھے اور ہشام بن حسان نے بیان کیا ہے کہ ہم حضرت حسن رضی اللہ عنہ بصری کے پاس بیٹھے تھے کہ ازارقہ کا ایک شخص آیا اور کہنے لگا اے ابوسعید حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ راوی بیان کرتا ہے حضرت حسن کے رخسار سرخ ہو گئے اور فرمانے لگے اللہ تعالیٰ حضرت علی پر رحم فرمائے بلاشبہ حضرت علی اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو صحیح نشانہ پر لگنے والے تیر تھے اور آپ کا علم میں بہت بلند مقام تھا اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ترین رشتہ دار تھے اور آپ اس امت کے راہب تھے اور اللہ کے مال کو چرانے والے نہ تھے اور نہ امر الٰہی کے بارے میں غفلت کرنے والے تھے، قرآن نے آپ کو عزم و عمل اور علم عطا کیا تھا اور آپ اس کی وجہ سے پر رونق باغات اور واضح نشانات میں رہتے تھے۔ اے شخص یہ علی بن ابی طالب تھے۔ اور ہیثم نے یسار سے بحوالہ عمار بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی اور آپ نے اس کی تکذیب کی اور وہ کھڑا ہونے سے پہلے ہی اندھا ہو گیا۔ اور ابوبکر بن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ شریح بن یونس نے مجھ سے بیان کیا کہ ہیثم نے عن اسماعیل بن سالم عن عمار الحضرمی عن زاذان ابی عمر ہم سے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی آپ نے کہا میرا خیال ہے تو نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے اس نے کہا میں نے ایسا نہیں کیا آپ نے فرمایا اگر تو نے جھوٹ بولا تو میں تجھ پر بددعا کروں گا اس نے کہا بددعا کیجیے آپ نے بددعا کی، اور ابھی وہ اپنی جگہ سے ہٹا بھی نہ تھا کہ اندھا ہو گیا، اور ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ خلف بن سالم نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن بشر نے بحوالہ ابو مسکین ہم سے بیان کیا کہ میں اور میرا ماموں ابوامیہ، مراد قبیلے کی ایک حویلی کے پاس سے گزرے تو اس نے کہا تم حویلی کو دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا ہاں، اس نے کہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس سے گزرے تو وہ اسے بنا رہے تھے پس ایک ٹکڑا آپ پر گرا جس نے آپ کے سر کو زخمی کر دیا تو آپ نے اللہ سے دعا کی کہ اس کی تعمیر مکمل نہ ہو، راوی بیان کرتا ہے کہ پر کوئی اینٹ نہیں رکھی گئی، راوی بیان کرتا ہے میں بھی اس کے پاس سے گزرنے والوں میں ہوں، وہ حویلیوں کی مانند نہیں اور ابن ابی الدنیا بن القاسم الانصاری عن ابی بشیر الشیبانی مجھ سے بیان کیا کہ میں اپنے آقا کے ساتھ جنگ جمل میں شامل ہوا اور میں نے اس دن سے بڑھ کر کلائیوں اور پاؤں کے الگ ہونے والا کبھی کوئی دن نہیں دیکھا اور جب بھی میں ولید کے گھر کے پاس سے گزرا ہوں مجھے جنگ جمل کا دن یاد آتا ہے، راوی بیان کرتا ہے الحکم بن عیینہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے روز دعا کی کہ اے اللہ ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو پکڑ لے۔

آپ کے خوبصورت کلام کانمونہ:

ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ علی بن الجعد نے ہم سے بیان کیا ہے کہ عمرو بن شمر نے ہمیں بتایا کہ اسماعیل السدی نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ابوزارکہ کو بیان کرتے سنا کہ میں نے فجر کی نماز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھی اور جب آپ دائیں جانب مڑے تو آپ ٹھہر گئے، گویا آپ غمگین ہیں اور جب مسجد کی دیوار پر سورج ایک نیزہ بھر آیا تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنے ہاتھ کو پلٹ کر فرمایا، خدا کی قسم میں نے محمد ﷺ کے اصحاب کو دیکھا ہے اور آج میں ان کی مانند کسی چیز کو نہیں دیکھتا، وہ صبح کو خالی پیٹ پراگندہ موغبار آلود حالت میں اٹھتے، اور خدا کی خوشنودی کی خاطر قیام وسجود کرتے رات گزارتے اور کتاب اللہ کی تلاوت کرتے اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں پر باری باری آرام کرتے اور جب صبح کرتے تو اس طرح جھومتے جیسے آندھی کے روز درخت جھومتا ہے اور ان کی آنکھیں اشک ریزی کرتیں حتیٰ کہ ان کے کپڑے بھیگ جاتے، خدا کی قسم لوگ غفلت میں رات گزار دیتے ہیں پھر آپ اٹھے اور اس کے بعد آپ کو مسکراتے نہیں دیکھا گیا حتیٰ کہ دشمن خدا، فاسق ابن ملجم نے آپ کو قتل کر دیا۔ اور وکیع نے عن عمرو بن منبہ عن اوفی بن دلہم عن علی بن ابی طالب بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا علم سیکھو اس سے تم سردار بن جاؤ گے، عمل کرو تم اس کے اہل ہو جاؤ گے بلاشبہ تمہارے بعد ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں حق کے نو حصوں کا انکار کر دیا جائے گا اور اس سے ہر رجوع وانابت کرنے والا خلاصی پائے گا وہ لوگ ائمہ ہدایت اور علم کے چراغ ہیں وہ جلد باز اور باتونی نہیں، پھر فرمایا آگاہ ہو دنیا پشت پھیر کر کوچ کر رہی ہے اور آخرت سامنے آرہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں پس تم آخرت کے بیٹے بنو اور دنیا کے فرزند نہ بنو۔ آگاہ رہو، دنیا سے بے رغبتی کرنے والوں نے زمین کو بچھونا اور مٹی کو بستر اور پانی کو طیب بنالیا ہے آگاہ رہو جو آخرت کا مشتاق ہے وہ خواہشات سے غافل ہو چکا ہے اور جو آگ سے خائف ہے اس نے محرمات کو ترک کر دیا ہے اور جو جنت کا طالب ہے وہ طاعات کی طرف جلدی کرنے والا ہے اور جو دنیا سے بے رغبتی کرتا ہے اس پر مصائب آسان ہو جاتے ہیں، آگاہ رہو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جو اہل جنت کو جنت میں اقامت کیے ہوئے اور اہل دوزخ کو دوزخ...... میں عذاب پاتے دیکھتے ہیں، ان کے شرور، مامون، ان کے قلوب، محزون، ان کے نفوس، عفیف اور ان کی ضروریات خفیف ہوتی ہیں، انہوں نے چند دن صبر کیا تاکہ اس کے بعد طویل راحت حاصل کریں۔ شب کو ان کے قدم صف بند ہوتے ہیں اور ان کے آنسو، ان کے رخساروں پر رواں ہوتے ہیں، وہ اپنی گردنوں کو چھڑانے کے لیے اللہ کے حضور فریاد کناں ہوتے ہیں اور دن کو پیاسے، بردبار، نیک اور تقویٰ شعار ہوتے ہیں، گویا وہ تیر ہیں، جن کی طرف دیکھنے والا دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ بیمار ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں کو کوئی بیماری نہیں ہوتی اور وہ مخبوط الحواس ہیں حالانکہ لوگوں کو ایک بڑی بات نے مخبوط الحواس کر دیا ہے اور اصبغ بن نباتہ نے

بیان کیا ہے کہ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور موت کا ذکر کیا اور فرمایا: اللہ کے بندو، موت سے کوئی گریز نہیں، اگر تم اس کے لیے کھڑے ہو وہ تمہیں پکڑے گی اور اگر تم اس سے بھاگے تو وہ تمہیں آ لے گی، پس نجات حاصل کرو اور جلدی کرو، جلدی کرو، بلاشبہ قبر، دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا یا جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے آگاہ رہو، قبر ہر روز تین بار کلام کرتی ہے اور کہتی ہے میں تاریکی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں، میں وحشت کا گھر ہوں، آگاہ رہو، اس کے بعد وہ دن ہے جس میں چھوٹا، بوڑھا ہو جائے گا اور بڑا اس میں مدہوش ہو جائے گا (اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو مدہوش دیکھے گا حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب شدید ہوگا) آگاہ رہو اور اس کے بعد اس سے بھی سخت چیز ہوگی، آگ جس کی گرمی شدید ہوگی اور اس کی تہ بعید ہوگی اور اس کے زیور اور ہتھوڑے لوہا ہوگا اور اس کا پانی پیپ ہوگا اور اس کا خازن، مالک ہوگا جس میں اللہ کی ..... کوئی رحمت نہ ہوگی، راوی بیان کرتا ہے پھر آپ رو پڑے اور آپ کے اردگرد مسلمان بھی رو پڑے پھر فرمایا آگاہ رہو، اس کے پیچھے جنت ہے جس کا عرض زمین و آسمان کے برابر ہے، اور اسے متقیوں کے لیے تیار کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اور تم کو متقین میں سے بنائے اور ہمیں اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے۔

لیث بن ابی سلیم نے اسے بحوالہ مجاہد روایت کیا ہے، مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سننے والے نے بیان کیا اور اس نے اسے اسی طرح بیان کیا ہے اور وکیع نے عمرو بن منبہ سے بحوالہ اوفی بن دلہم بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا بلاشبہ دنیا پشت پھیر چکی ہے اور اس نے اعلان الوداع کر دیا ہے اور آخرت آ گئی ہے آج میدان ہے اور کل دوڑ ہوگی، آگاہ رہو بلاشبہ تم امید کے دنوں میں ہو، جس کے پیچھے موت ہے اور جو شخص اپنی امید کے دنوں میں موت کے آنے سے پہلے کوتاہی کرے۔ اس کا عمل رائیگاں جاتا ہے، آگاہ رہو! تم خدا کے لیے رغبت سے کام کرو جیسے تم اس کے لیے خوف سے کام کرتے ہو اور میں نے جنت کی طرح کوئی چیز نہیں دیکھی جس کا طلبگار سویا ہوا ہے اور میں نے دوزخ کی طرح کوئی چیز نہیں دیکھی جس سے بھاگنے والا سویا ہوا ہے، اور جسے حق فائدہ نہیں دیتا اسے باطل نقصان پہنچاتا ہے اور جسے ہدایت سیدھا نہیں کرتی اسے گمراہی ایک جانب کر دیتی ہے آگاہ رہو، تمہیں کوچ کا حکم دیا گیا ہے اور تم زاد پر ذلیل ہو رہے ہو، لوگو آگاہ رہو! دنیا ایک حاضر سامان ہے جس سے نیک اور فاجر کھاتا ہے اور آخرت، سچا وعدہ ہے جس سے صاحب قدرت بادشاہ فیصلہ کرے گا آگاہ رہو! شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنے فضل و مغفرت کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ وسعت دینے والا اور جاننے والا ہے، اے لوگو! اپنی عمروں میں اچھے کام کرو، تم اپنے انجام کو محفوظ کر لو گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت کرنے والے کے ساتھ اپنی جنت کا وعدہ کیا ہے اور اپنی نافرمانی کرنے

والے کو اپنے دوزخ سے ڈرایا ہے، وہ ایسی آگ ہے جس کی آواز پر سکون نہیں ہوتی اور نہ اس کا قیدی چھڑایا جاتا ہے اور نہ اس کا توڑا ہوا درست کیا جاتا ہے، اس کی گرمی شدید اور اس کی تہ لبید ہے اور اس کا پانی پیپ ہے اور مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خوف، خواہشات کی پیروی اور طویل امل کا ہے، اور ایک روایت میں ہے بلاشبہ خواہشات کی پیروی حق سے روک دیتی ہیں اور طول امل، آخرت کو فراموش کرا دیتی ہے، اور عاصم بن ضمرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس دنیا کی مذمت کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، دنیا اس شخص کے لیے دار صدق ہے جس نے اس کی تصدیق کی ہے اور اس شخص کے لیے دار نجات ہے جس نے اسے سمجھا ہے اور اس شخص کے لیے دار کفایت ہے جس نے اس سے زاد لیا ہے اور وحی الٰہی کا مہبط، اور اس کے فرشتوں کی جائے نماز اور اس کے انبیاء کی مسجد اور اس کے اولیاء کی سوداگری ہے جس میں انہوں نے رحمت کا نفع حاصل کیا ہے اور جنت کو حاصل کیا ہے۔

پس کون ہے اس کی مذمت کرنے والا، اس نے اپنے جنگلات کی اطلاع دے دی ہے اور اپنی جدائی کا اعلان کر دیا ہے اور اس کے شرور کے ساتھ سرور، اور اس کی مصیبت کے ساتھ ترغیباً اور ترہیباً اس میں رغبت اور دلچسپی مل جل گئی ہے۔ اے دنیا کی مذمت کرنے والے جو امیدوں کے ساتھ اپنے دل کو بہلاتا ہے، دنیا تجھے کب تک دھوکا دے گی۔ کیا مصیبت میں تیرے آباء کے بچھڑنے کی جگہوں تک؟ یا زیر زمین تیری امہات کے لیٹنے کی جگہوں تک، تو نے اپنے ہاتھوں سے کتنا عرصہ علاج کیا اور تو نے اپنی ہتھیلیوں سے بار بار پلایا جس نے تو اس کے لیے شفا کا طلب گار رہا اور طبیب اس کے لیے نسخے تجویز کرتے رہے، تیرا علاج اس کے کچھ کام نہ آیا اور نہ تیرے رونے سے اسے فائدہ دیا۔

اور سفیان ثوری اور اعمش نے عمرو بن مرۃ سے بحوالہ ابوالبختری بیان کیا ہے کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ کی بہت تعریف کرنے لگا، اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا، میں ایسا نہیں ہوں جیسے تو بیان کر رہا ہے اور جو کچھ تیرے دل میں ہے میں اس سے بھی برتر ہوں، اور ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کو ثبات بخشے آپ نے فرمایا تیرے سینے پر، اور ابن الدنیا نے بیان کیا ہے کہ اسحٰق بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان بن عیینہ نے عن ابی حمزہ عن یحییٰ بن عقیل بن یعمر ہم سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلاشبہ آسمان کی طرف بارش کے قطروں کی طرح امر نازل ہوتا ہے اور ہر نفس کے لیے وہی کچھ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اہل، مال اور جان کے متعلق لغزش دیکھے تو یہ بات اس کے لیے فتنہ کا باعث نہیں ہوگی، بلاشبہ جب تک مسلمان کی موجودہ زندگی اندھیر نہ ہو جائے وہ دنیا کے ذکر پر اس کے لیے فروتنی کا اظہار کرتا ہے اور کمینے لوگ اس کی ترغیب دیتے ہیں

جیسے تنگ دست عالم اپنے تیر کی ابتداہی میں اس بات کا منتظر ہوتا ہے کہ وہ اس کے لیے غنیمت واجب کر دے گا اور تاوان کو اس سے دور کر دے گا اور اسی طرح خیانت سے پاک مسلمان جب اللہ سے دعا کرتا ہے تو وہ دو نیکیوں کے درمیان ہوتا ہے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس کے لیے بہتر ہے یا یہ کہ اللہ اسے مال دے اور وہ اہل و مال والا ہو جائے اور اس کے ساتھ اس کا حسب اور دین بھی ہو اور یا اللہ اسے آخرت میں دے اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے، کھیتیاں دو ہیں، دنیا کی کھیتی، مال اور تقویٰ ہے اور آخرت کی کھیتی باقی رہنے والی نیکیاں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو لوگوں کے لیے اکٹھا کر دیا ہے۔

سفیان ثوری نے بیان کیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا کون ایسا خوبصورت کلام کر سکتا ہے؟ اور انہوں نے زبید الیامی سے بحوالہ مہاجر العامری بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے اپنے ایک ساتھی کو جو ایک شہر پر حاکم تھا، وصیت لکھی جس میں لکھا:

''اپنی رعیت سے پوشیدگی کو طول نہ دو بلاشبہ حکمرانوں کا رعیت سے پوشیدگی اختیار کرنا تنگی کی شاخ اور امور کے بارے میں علم کی کمی ہے اور پوشیدگی اختیار کرنا ان سے اس علم کو دور کر دے گا جس سے انہوں نے پوشیدگی اختیار کی ہے، پس بڑا ان کے نزدیک کمزور ہو جائے گا اور چھوٹا بڑا ہو جائے گا اور اچھا برا ہو جائے گا اور برا اچھا ہو جائے گا اور حق باطل کے ساتھ مخلوط ہو جائے گا اور حکمران ایک بشر ہی ہے وہ ان کو نہیں جانتا جو لوگ اس سے پوشیدہ رکھتے ہیں اور نہ ہی لوگوں پر ایسی علامات لگی ہوئی ہیں جن سے جھوٹ کے مقابل میں سچ کی اقسام پہچانی جائیں اور تو پردے کی نرمی سے حقوق میں دخل اندازی سے بچ جائے تو دو شخصوں میں سے ایک ہے یا تو تو ایسا شخص ہے جس کے نفس نے حق میں خرچ کرنے سے بخل کیا ہے پس جس حق کی ادائیگی تجھ پر واجب ہے اس سے تیرا پوشیدگی اختیار کرنا کس وجہ سے ہے؟ اور کریمانہ اخلاق سے تو درستی چاہتا ہے؟ اور یا تو رکاوٹ اور بخل سے آزمائش میں ڈالنے والا ہے، پس تیرا زوال نعمت کس قدر سریع ہے اور لوگوں کا مایوس ہو کر تجھ سے سوال کرنے سے رکنا کس قدر سریع ہے حالانکہ لوگوں کی اکثر مالی ضروریات کا تعلق تجھ سے ہے خواہ وہ کسی ناانصافی کی شکایت سے متعلق ہوں یا انصاف طلبی سے متعلق ہوں، جو باتیں میں نے تجھ سے بیان کی ہیں اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنے رشد اور نصیبے پر اکتفا کرو۔''

اور المدائنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک گورنر کو لکھا: ''آہستگی اختیار کرو گویا آپ انتہا کو پہنچ گئے ہیں اور تمہارے اعمال اس جگہ تمہارے پاس پیش کیے جائیں گے جہاں دھوکہ خوردہ حسرت

سے پکارے گا اور ضائع کرنے والا توبہ کی، اور ظالم رجعت کی تمنا کرے گا۔'' اور ہیثم نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن ابی زائدہ نے بحوالہ شعبی ہمیں بتایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شعر کہتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شعر کہتے تھے اور حضرت علی تینوں سے بڑے شاعر تھے اور ہشام بن عمار نے اسے عن ابراہیم بن اعین عن عمر بن زائدہ عن عبداللہ بن ابی السفر عن الشعبی روایت کیا ہے اور اسے بیان کیا ہے اور ابوبکر بن درید نے بیان کیا ہے کہ دماد نے بحوالہ ابو عبیدہ ہمیں بتایا کہ حضرت معاویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خط لکھا:

''اے ابوالحسن! مجھے بہت سے فضائل حاصل ہیں میرا باپ جاہلیت میں سردار تھا، اور میں اسلام میں بادشاہ بن گیا ہوں، اور میں رسول اللہ ﷺ کا قرابت دار اور مومنین کا ماموں اور کاتب وحی ہوں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا جگر کھا جانے والے کا بیٹا فضائل سے مجھ پر فخر کرتا ہے؟ پھر فرمایا اے غلام لکھو!

''محمد ﷺ جو نبی ہیں وہ میرے بھائی اور قرابت دار ہیں اور سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے چچا ہیں اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جو صبح و شام فرشتوں کے ساتھ محو پرواز ہیں وہ میری ماں کے بیٹے ہیں اور محمد ﷺ کی بیٹی میری راحت اور میری بیوی ہے، جس کا گوشت، میرے خون اور گوشت سے ملا ہوا ہے اور اس سے میرے دو بیٹے، احمد کے نواسے ہیں، پس تم میں سے کس کا حصہ میرے جیسا ہے، میں نے چھوٹی عمر میں جب کہ میں بالغ نہیں ہوا تھا تم سب سے اسلام کی طرف سبقت کی ہے۔''

راوی بیان کرتا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اس خط کو پوشیدہ رکھو، اسے اہل شام نہ پڑھیں، ورنہ وہ ابن ابی طالب کی طرف مائل ہو جائیں گے، یہ ابو عبیدہ اور حضرت معاویہ کے زمانے کے درمیان، منقطع ہے، اور زبیر بن بکار وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ بکر بن حارثہ نے عن الزہری عن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک عن جابر بن عبداللہ مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شعر پڑھتے سنا اور رسول اللہ ﷺ بھی سن رہے تھے:

''میں مصطفیٰ کا بھائی ہوں اور میرے نسب میں کوئی شک نہیں، میں نے ان کے ساتھ پرورش پائی ہے اور ان کے دونوں نواسے میرے بیٹے ہیں میرا اور رسول اللہ ﷺ کا دادا ایک ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میری بیوی ہیں، یہ کسی ضعیف العقل کا قول نہیں، میں نے آپ کی تصدیق کی ہے اور تمام لوگ ضلالت، شرک اور تکدر کی وجہ سے مشکل میں پڑے ہوئے تھے پس اس خدا کا شکر ہے جس کا کوئی شریک نہیں جو بندے کے ساتھ حسن سلوک

کرنے والا ہے اور لا انتہا مدت تک باقی رہنے والا ہے۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: اے علی تو نے درست کہا ہے۔

اور حافظ ابن عساکر نے ابوزکریا یارملی کے طریق سے روایت کی ہے کہ یزید بن ہارون نے عن نوح بن قیس عن سلامۃ الکندی عن الاصبغ ابن نباتۃ عن علی ہم سے بیان کیا کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا یا امیر المومنین، مجھے آپ سے کچھ کام ہے اور میں نے اسے آپ کے پاس پہنچانے سے قبل اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچا دیا ہے۔ اگر آپ نے اسے پورا کر دیا تو میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور کا شکریہ ادا کروں گا اور اگر آپ نے اسے پورا نہ کیا تو میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور آپ کو معذور قرار دوں گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنی حاجت کو زمین پر لکھو، بلاشبہ میں تمہارے چہرے پر سوال کی ذلت کو دیکھنا پسند نہیں کرتا، اس نے لکھا، میں محتاج ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے پاس حُلّہ لاؤ، حُلّہ لایا گیا تو اس شخص نے اسے لے کر پہن لیا، پھر وہ کہنے لگا:

"آپ نے مجھے حُلّہ زیب تن کروایا ہے جس کی خوبیاں واضح ہیں اور عنقریب میں آپ کو حُسن ثنا کے حُلّے پہناؤں گا، اور اگر آپ نے میرے حُسن ثنا کو حاصل کر لیا تو آپ عزت کے ذریعے کو حاصل کریں گے اور میں نہیں چاہتا کہ جو میں نے کہا ہے وہ اس کا بدل ہو، بلاشبہ ثنا، صاحب ثناء کے ذکر کو زندہ کر دیتی ہے جیسے بارش کی تری میدانوں اور پہاڑوں کو زندہ کر دیتی ہے، زمانے میں تو جس بھلائی کو کرنا چاہتا ہے اس سے بے رغبتی نہ کر، ہر بندے کو اس کے کیے کی جزا ملے گی۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے پاس دینار لاؤ، آپ کے پاس ایک سو دینار لائے گئے اور آپ نے اسے دے دیے، الاصبغ بیان کرتا ہے میں نے کہا یا امیر المومنین ایک حُلّہ اور سو دینار؟ آپ نے فرمایا ہاں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے بغدادی نے ابوجعفر احمد بن اسحٰق بن ابراہیم بن نبیط بن شریط کے طریق سے اس کے باپ اور دادے سے روایت کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا:

"جب قلوب لوگوں کا بچاؤ کریں اور اس سے وسیع سینہ تنگ ہو جائے اور ناپسندیدہ امور جاگزین اور مطمئن ہو جائیں اور ان کی جگہوں پر مصائب لنگر انداز ہو جائیں اور تو تکلیف کے دور ہونے کی کوئی صورت نہ دیکھے اور نہ عقل مند کا کوئی حیلہ کام آئے اور تیری مایوسی پر تیرے پاس مدد آ جائے جس نے بات ماننے والا قرابت دار بھلائی کرتا ہے اور جب تمام واقعات انتہا کو پہنچ جاتے ہیں تو ان کے ساتھ کشادگی ملی ہوتی ہے۔"

اور ابوبکر محمد بن یحییٰ الصولی نے امیر المومنین بن ابی طالب کے جو اشعار سنائے ان میں سے چند اشعار

یہ ہیں:

”آگاہ رہ، بڑے بڑے واقعات پر صبر کر اور سوزش عشق کا صبر جمیل سے علاج کر، اور اگر تجھے کسی روز تنگی آ جائے تو بے صبر نہ ہو تو نے لمبا زمانہ آسائش سے بھی گذارا ہے اور اپنے رب کے بارے میں بدظنی نہ کر بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے کا زیادہ سزاوار ہے اور تنگی کے پیچھے آسائش آتی ہے اور اللہ کا قول ہر بات سے زیادہ سچا ہے اور اگر عقلوں سے رزق ملتا تو عقل مندوں کے پاس ہی رزق ہوتا، کتنے ہی مومن ہیں جو ایک زمانہ تک بھوکے رہے ہیں اور عنقریب وہ سلسبیل کی شراب سے سیراب ہوں گے۔“

اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس قدر حقیر ہے کہ وہ مومن کو باوجود اس کی نفاست کے بھوکا رکھتا ہے اور کتا باوجود اپنی خساست کے سیر ہوتا ہے اور کافر کھاتا پیتا پہنتا اور لطف اندوز ہوتا ہے اور مومن بھوکا ننگا رہتا ہے اور یہ سب کچھ احکم الحاکمین کی حکمت کے اقتضاء کے مطابق ہے۔

اور علی بن جعفر الوراق نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے جو اشعار سنائے ان میں سے چند اشعار یہ ہیں:

”جب تو نئے کپڑے پہنتا ہے تو وہ مردوں کی زینت ہوتے ہیں اور انہیں سے تجھے اعزاز و اکرام حاصل ہوتا ہے اور فروتنی سے کپڑے میں عاجزی کو ترک کر دے اور اللہ تعالیٰ پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، تیرے کپڑوں کی بوسیدگی اللہ کے ہاں تیرے قرب میں اضافہ نہیں کرے گی حالانکہ تو ایک مجرم بندہ ہے اور تیرے کپڑوں کی خوبصورتی، جب کہ تو اللہ سے ڈرتا ہے اور حرام چیزوں سے اجتناب کرتا ہے، تجھے نقصان نہیں دے گی۔“

اور یہ بات اس حدیث کے مطابق ہے جس میں بیان ہوا ہے کہ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے کپڑوں اور تمہاری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے قلوب اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔“ اور ثوری نے بیان کیا ہے کہ دنیا سے بے رغبتی، عبا پہننے اور سخت کھانا کھانے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ دنیا سے بے رغبتی، آرزوؤں کا کم کرنا ہے۔

اور ابو العباس محمد بن زید بن عبد الاکبر المبرد نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار پر لکھا تھا:

”لوگ دنیا کے بارے میں لالچ اور تدبیر سے کام لیتے ہیں اور خواہش کے مطلوب کے بارے میں سمجھ اور چستی سے کام لیا جاتا ہے اور اگر وہ اپنے رب کی اطاعت کرتے تو عقل طاعات کے مقابلہ میں پابند ہوتی، اس عقل اور لالچ کی وجہ سے ان کی زندگی میں غم اور تکدر شامل ہوتا ہے، انہیں تقسیم زر کے وقت عقل کی وجہ سے رزق نہیں دیا گیا بلکہ انہیں تقدیر کے

مطابق رزق دیا گیا ہے، کتنے ہی دانشور ادیب ہیں جن کی تقدیر مدد نہیں کرتی اور کتنے ہی بے وقوف ہیں جنہوں نے اپنی دنیا کو کوتاہی سے حاصل کرلیا ہے اگر یہ بات قوت و غلبے سے حاصل ہوتی تو باز، چڑیوں کا رزق لے کر اڑ جاتے۔''

اور اصمعی نے بیان کیا ہے کہ سلمٰی بن بلال نے مجالد سے، بحوالہ شعبی ہم سے بیان کیا کہ حضرت علی بن ابی طالب نے ایک شخص سے کہا، آپ نے ایک شخص کے ساتھ اس کی صحبت کو پسند نہ کیا:

''جاہل کی صحبت اختیار نہ کر اور اس سے اجتناب کر اور کتنے ہی جاہل آدمیوں نے عقل مند کو اس وقت ہلاک کر دیا جب اس نے اس سے بھائی چارا کیا آدمی کا قیاس آدمی پر کیا جاتا ہے، جب آدمی اس کے ساتھ چلتا ہے اور ایک چیز کو دوسری چیز پر قیاس کیا جاتا ہے اور دل کو دل سے راہ ہوتی ہے جب وہ اس سے ملتا ہے۔''

اور عمرو بن العلاء نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے:

''میں نے ابوار وئی کو یاد کیا تو میں نے یوں رات بسر کی جیسے میں گذشتہ غموں کی واپسی کا ذمے دار ہوں، ہر دو دوستوں کی ملاقات کے لے جدائی بھی ہے اور موت سے پہلے جو کچھ بھی ہے وہ قلیل ہے اور ایک کے بعد ایک کو میرا کھو دینا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی دوست ہمیشہ نہیں رہے گا، عنقریب وہ میری یاد سے اعراض کرے گا اور میرے محبت کو بھول جائے گا اور میرے بعد دوست کو نیا دوست مل جائے گا اور جب میری مدت زندگی کا ایک دن ختم ہو جائے گا تو رونے والیوں کا کام تھوڑا ہی رہ جائے گا۔''

اور بعض لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشعار بھی سنائے ہیں:

''مرنے والے کو تواضع اختیار کرنا سزاوار ہے اور آدمی کو اس کی دنیا سے خوراک کافی ہے، اس آدمی کے لیے کیا ہے جو غموں اور لالچ کے ساتھ صبح کرتا ہے اسے تعریفیں نہیں پاسکتیں، ہمارے بادشاہ کا کام نیکی کرنا اور اس کا رزق ہم سے نہیں چوکتا، اے تو تھوڑے سے عرصے بعد ایسے لوگوں کی طرف کوچ کر جائے گا جن کی گفتگو، سکوت ہے۔''

☆......☆......☆

اسنى المطالب
فى مناقب الإمام أميرالمؤمنين
على بن أبى طالب عليه السلام

شمس الدين ابو الخير محمد بن محمدبن
محمد الجزرى الشافعى
المتوفى سنة ٨٣٣هـ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومحاسن

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جس قدر فضائل بیان ہوئے ہیں اتنے فضائل اصحاب رسول میں سے کسی اور کے بیان نہیں ہوئے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں:

مقام رحبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: آپ حضرات میں سے کن لوگوں نے رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان سنا ہے:

"میں جس کا دوست ہوں علی اس کے دوست ہیں۔ اے اللہ! تو اس کی حمایت فرما جو علی کی حمایت کرے اور اس کی دشمنی تو بھی کر جو ان سے دشمنی کرے۔"

جواب میں بارہ بدری صحابی کھڑے ہوئے اور انہوں نے نے شہادت دی کہ ہاں رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہم نے سنا ہے۔

یہ حدیث حسن ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متواتر سندوں سے مروی ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے بطریق تواتر یہ حدیث منقول ہے۔ سلسلۂ سند میں ایک جم غفیر نے دوسرے جم غفیر سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ جن حضرات نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے، انہیں اس روایت کی تمام سندوں کا علم نہیں ہوسکا ہے۔ محض اپنی کم مائیگی کی بنیاد پر انہوں نے اس روایت کو ضعیف قرار دینے کی لاحاصل سعی کی ہے۔ یہ روایت حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمرؓ بن خطاب، حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ، حضرت زبیرؓ بن عوام، حضرت سعدؓ بن وقاص، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب، حضرت زیدؓ بن ارقم، حضرت سعیدؓ خدری، حضرت حبشیؓ بن جنادہ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت اسعد بن زرارہؓ، حضرت خزیمہ بن ثابتؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ، حضرت سہل بن حنیفؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت سمرہ بن جندبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، اور حضرت انس بن مالکؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔ جن حضرات کرام سے یہ حدیث مروی ہے ان کی بیان کردہ احادیث کی قطعیت اظہر من الشمس ہے۔ روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے غدیر خم کے دن یہ بات فرمائی تھی۔ ۱۸ ذی الحجہ ۱۰ھ کو حجۃ الوداع سے فارغ ہونے کے بعد جب اس مقام پر آپ پہنچے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

حق میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا وراس خطبہ میں یہ تمام باتیں بیان فرمائیں۔اس خطبہ کا ایک پس منظر ہے جسے آئندہ سطور میں بیان کیا جائے گا۔(انشاءاللہ)

حضرت سعید بن وہب اور حضرت زید بن یثیع بیان کرتے ہیں:

مقام رحبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مخاطب کر کے پوچھا کہ کیا آپ حضرات میں سے کسی نے غدیر خم کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرمان سنا ہے۔ یہ سن کر حضرت سعید بن وہب کی جانب سے چھ اور حضرت زید بن یثیع کی طرف سے بھی چھ صاحبان کھڑے ہوئے اور انہوں نے متفقہ طور پر یہ شہادت دی کہ غدیر خم کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہم نے سنا ہے:

''کیا اللہ مئوں کے لیے کافی نہیں ہے۔لوگوں نے جواب دیا کیوں نہیں۔آپ نے فرمایا!میں جس کا دوست ہوں علی اس کے دوست ہیں۔اے اللہ تو اس سے محبت فرما جو علی سے محبت کرے اور جو ان سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی فرما۔''

ایک دوسری روایت میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ملتا ہے:

''اے اللہ تو اس کی مدد فرما جو علی کی مدد کرے اور تو اسے رسوا کر دے جو علی کی رسوائی کے درپے ہو۔''

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔فرماتی ہیں:

''کیا تم غدیر خم کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھول گئے کہ میں جس کا دوست ہوں علی بھی اس کے دوست ہیں اور آپ کا یہ ارشاد کہ اے علی تم سے میرا تعلق اسی قسم کا ہے جس قسم کا تعلق حضرت ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھا۔''

یہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ حافظ ابو موسیٰ المدینی نے اپنی کتاب المسلسل بالاسماء میں نقل کی ہے۔

ایک دوسری سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے۔

غدیر خم کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ کیوں دیا؟ مغازی کے امام ابن اسحاق نے اس خطبہ کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور آپ کے ساتھ حضرت خالد بن ولید بھی بھیجے گئے۔واپسی اس وقت ہوئی جب حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں موجود تھے۔ چنانچہ حضرت علی بھی آپ کی ہدایت کے مطابق وہیں تشریف لائے۔اس سے پہلے آپ کو اطلاع مل چکی تھی کہ حضرت علی کے بارے میں یہ چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جلد ملاقات کی خواہش کی وجہ سے اپنے ساتھ آرہے لشکر کا سپہ سالار ایک دوسرے فرد کو بنا دیا تھا۔جس نے تمام فوج کو

یمنی ریشم کا حلہ پہنا دیا تھا اور بعد میں حضرت علی نے جب اس حلہ کو سب سے اتروا دیا تو لوگ طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ نبی اکرم ﷺ جب حجۃ الوداع سے فارغ ہوئے اور واپسی میں غدیر خم کے مقام پر اترے تو آپ نے زیر بحث خطبہ دیا۔ اس خطبہ میں آپ نے حضرت علی کے مقام و مرتبہ کی نشاندہی ہی فرمائی اور جو لوگ آپ کے متعلق چہ میگوئیاں کر رہے تھے ان کی تردید فرمائی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب نبی اکرم وغزوۂ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو مدینہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا! کیا آپ مجھے اپنا جانشین بنا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ میرے لیے اس مقام پر رہو جس مقام پر ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے مگر یہ بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔''

ایک دوسری سند سے یہی روایت اس طرح مروی ہے۔ حضرت عائشہ بنت سعد اپنے والد سے روایت کرتی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلے۔ جب آپ ثنیۃ الوداع کے مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ حضرت علی زار و قطار رو رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ کے رسول کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں پر اپنا جانشین بنا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ میرے لیے اس مقام پر رہو جس مقام پر ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ سلسلۂ نبوت میرے بعد ختم ہے۔

ان دونوں روایات کی صحت پر اتفاق ہے۔ حافظ ابو القاسم ابن عساکر فرماتے ہیں! نبی اکرم ﷺ سے اس حدیث کی روایت کرنے میں صحابہ کرام کی جو جماعت شامل ہے۔ اس میں حضرت عمر، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت معاذ، حضرت معاویہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت ابو سعید خدری، حضرت براء بن عازب، حضرت زید بن ارقم، حضرت زید بن ابی اوفیٰ، حضرت حبیط بن شریط، حضرت حبشی بن جنادہ، حضرت ماہر بن حویرث، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوالطفیل، حضرت ام سلمہ، حضرت اسماء بنت عمیس، اور حضرت فاطمہ بنت حمزہ (رضی اللہ عنہم وعنہن) کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔ ابن عساکر نے ان تمام صحابہ کرام سے مروی اس روایت کی تمام سندوں کو تاریخ دمشق میں ذکر کیا ہے۔

زر بن حبیش کی روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ نے بطور تاکید مجھ سے فرمایا کہ مجھ سے بغض و عداوت صرف وہی رکھے گا جو منافق ہوگا اور مجھ سے الفت و محبت صرف وہی رکھے گا جو مومن ہوگا۔''

یہ حدیث صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں بھی مروی ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ حضرت علی سے کوئی منافق محبت نہیں کر سکتا اسی طرح کوئی مومن ان سے بغض وعداوت نہیں رکھ سکتا۔"

یہ حدیث امام ترمذی نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے اور اس کی سند کو حسن غریب لکھا ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم برادران انصار منافقین کی شناخت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کے بغض وعداوت کی بنا پر کر لیتے تھے۔ امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے۔

یہی روایت مستدرک حاکم میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

"ہم منافقین کو ان کی تین خصلتوں کے ذریعہ پہچانتے تھے۔ وہ اللہ اور اسکے رسول کی تکذیب کرتے تھے۔ نماز سے پیچھے رہتے تھے اور حضرت علی سے بغض رکھتے تھے۔"

امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ روایت بخاری ومسلم میں نہیں ہے لیکن ان کے شرطوں کے مطابق ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ہم اپنے بچوں کی آزمائش حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی بنیاد پر کرتے تھے۔ اگر ہم دیکھتے کہ ان میں سے کوئی حضرت علی سے محبت نہیں کرتا تو سمجھ جاتے کہ وہ ہماری اولاد نہیں بلکہ ولد زنا ہے۔"

زمانہ قدیم سے آج تک یہ بات معروف چلی آرہی ہے کہ حضرت علی سے بغض وعداوت غیر صحیح النسب لوگ ہی کرتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم برادران انصار اپنے بچوں کو حب علی کے پیمانے سے آزماتے تھے۔ اگر ہمارے درمیان کوئی بچہ پیدا ہوتا اور وہ حضرت علی سے محبت نہیں کرتا تو ہم یہ سمجھ لیتے تھے کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضرت شریک بن عبداللہ فرماتے ہیں:

جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں کرتا تو سمجھ لو کہ وہ یہودی نسل سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ آکر) اپنے اصحاب کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عرض کیا اے رسول اللہ! آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان تو رشتہ مواخات قائم فرمایا لیکن آپ نے کسی سے میرا رشتہ اخوت نہیں قائم کیا۔ آپ نے

فرمایا اے علی! تم دنیا اور آخرت دونوں جگہوں پر میرے بھائی ہو۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ کی یہ روایت ایک دوسری سند سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

''رسول اکرم ﷺ نے فرمایا عرب کے سردار کو میرے پاس لاؤ۔ حضرت عائشہ نے کہا اے اللہ کے رسول کیا آپ عرب کے سردار نہیں ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور حضرت علی عرب کے سردار ہیں۔''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے (غزوہ خیبر) کے مواقع پر فرمایا: میں جہاد کا علم کل ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ذریعہ اللہ فتح نصیب فرمائے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ تمام اصحاب رسول نے رات اسی فکر میں گزاری کہ دیکھو اللہ کے رسول یہ شرف کسے عطا کرتے ہیں۔ صبح ہوئی اور تمام صحابہ کرام آپ کی خدمت میں اس امید کے ساتھ حاضر ہوئے کہ جہاد کا علم ہمیں دیا جائے گا۔ آپ نے پوچھا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں میرے پاس لاؤ چنانچہ حضرت علی تشریف لائے آپ نے اپنا لعاب مبارک آپ کی آنکھوں میں لگا دیا اور دعا فرمائی۔ اس کی برکت سے آپ کی آنکھوں کی تکلیف ایسی گئی کہ پھر کبھی تاحیات آنکھوں کی کوئی تکلیف آپ کو نہیں ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے جہاد کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتوں میں دیا۔ غزوہ خیبر کے دن علم دینے کا معاملہ میں یہی روایت صحیح ہے۔ اس کے برخلاف جو روایات آتی ہیں وہ من گھڑت ہیں جیسا کہ محدثین کرام نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم ابو لیلیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راتوں میں گفتگو کیا کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گرمی کے لباس جاڑے میں اور جاڑے کے لباس گرمی میں زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ بعض حضرات نے میرے والد سے کہا کہ آپ حضرت سے اس کی وجہ دریافت کیجیے۔ جب میرے والد نے اس سلسلے میں ان سے گفتگو کی تو انہوں نے فرمایا کہ غزوہ خیبر کے دن میری آنکھیں دکھ رہی تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے میرے پاس بلاوا بھیجا۔ میں نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری آنکھیں دکھ رہی ہیں آپ نے میری آنکھوں میں اپنا لعاب مبارک لگا کر یہ دعا فرمائی: اے اللہ حضرت علی سے گرمی اور سردی کو دور کر دے، آپ کی اس دعا کی برکت ہے کہ آج تک میں نے گرمی اور سردی کا کوئی احساس نہیں کیا آپ نے فرمایا کہ میں جہاد کا علم ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں اور جو میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے والا نہیں ہے۔ تمام صحابہ کرام کو اس شرف سے مشرف

ہونے کی امید تھی لیکن جہاد کا علم اللہ کے رسول نے مجھے عطا فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا! حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین خصوصیات سے نوازا گیا ہے۔ ان میں سے اگر ایک بھی خصوصیت میرے اندر ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہوتی۔ ان خصوصیات کے بارے میں جب آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ حضرت علی رضی اللہ کی تین خصوصیات یہ ہیں (۱) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان کی شادی (۲) مسجد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کا قیام۔ اس کی وہ تمام چیزیں ان کے لیے اسی طرح حلال تھیں جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے حلال تھیں (۳) خیبر کے دن جہاد کا علم۔ (المستدرک للحاکم)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو سب پر ناز ہے۔ تم سب لوگوں کی بالعموم اور حضرت علی کی بالخصوص اس نے مغفرت فرما دی ہے۔ میں اللہ کا رسول ہوں مجھے نہ اپنی قوم کا ڈر ہے اور نہ اپنی قرابت کی محبت کی زنجیروں میں میں گرفتار ہوں۔ ابھی جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے تھے اور یہ اطلاع مجھے دیکر گئے ہیں کہ حقیقی معنوں میں ہر پہلو سے سعید اور نیک بخت انسان وہ ہے جس نے میری زندگی میں اور میرے مرنے کے بعد بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی۔ یہ روایت حافظ ابو موسیٰ المدینی نے اپنی کتاب 'حجۃ ذوی الصلابۃ' میں نقل کی ہے۔ حدیث کی سند غریب ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے اللہ کے رسول نے بلایا اور فرمایا اے علی تمہارے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ ہوگا۔ یعنی جس طرح یہودیوں نے جس طرح ان سے عداوت کی حتیٰ کہ ان کی ماں پر اتہام لگایا اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی اور محبت میں اس قدر غلو کیا کہ ان کو اس مقام پر پہنچا دیا جو ان کا مقام نہیں تھا۔ اس پر حضرت علی نے فرمایا کہ مجھ سے اس انداز میں محبت کرنا کہ جن اوصاف کا میں متحمل نہیں ان اوصاف کو مجھ سے منسوب کرنا باعث ہلاکت ہے اور مجھ سے عداوت و دشمنی اس انداز کی کرنا کہ مجھ پر اتہام لگایا جائے یہ بھی باعث ہلاکت ہے۔ خبردار توجہ سے سنو! میں نہ نبی ہوں اور نہ میری طرف وحی آتی ہے۔ میں صرف کتاب وسنت پر عمل کرتا ہوں اور وہ بھی اپنی استطاعت بھر میں اگر تمہیں اطاعت خداوندی سے متعلق کسی حکم کی تابعداری کا حکم دوں تو تمہارے اوپر اس کی اطاعت لازم ہے۔ خواہ تم اسے پسند کرو یا پسند نہ کرو اور اگر معصیت الٰہی کا کوئی حکم دوں تو خواہ حکم دینے والا میں ہوں یا کوئی اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اطاعت صرف معروف کاموں کے اندر ہے اللہ کی معصیت کے کاموں میں کوئی اطاعت نہیں ہے۔ (المستدرک للحاکم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔"

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں علم کا شہر اور علی اس کا دروازہ ہیں لہٰذا جسے حصول علم کا شوق ہو اسے دروازے سے آنا چاہیے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''حضرت علی ہم میں بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں اور حضرت ابی بن کعب سب سے اچھے قاری ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم آپس میں یہ کہا کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے بہترین فیصلہ کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔''

امام حاکم نے اس روایت کی تخریج کے بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قرآن کا نزول سات حروف کے ساتھ ہوا ہے۔ اس کے ہر حرف کا ایک ظاہری مفہوم ہے اور ایک باطنی مفہوم۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے ظاہر اور باطن دونوں کا علم رکھتے ہیں۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اگر تم حضرت علی کو خلیفہ بنالو۔ مجھے نہیں لگتا کہ تم ایسا کرو گے۔ تو تم انہیں ہدایت دینے والا اور راہ یاب پاؤ گے وہ تمہیں روشن شاہراہ پر لے کر چلیں گے۔

یہی روایت حضرت حذیفہ سے ایک دوسری سند سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

''صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ ہمارے لیے خلیفہ کیوں نہیں نامزد فرما دیتے آپ نے فرمایا! اگر تم حضرت علی کو خلیفہ بنالو تو تم انہیں ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا پاؤ گے وہ تمہیں سیدھے راستے پر لے کر چلیں گے۔''

ایک دوسری سند سے مروی اس روایت میں مزید تفصیل ملتی ہے۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول آپ کیوں نہیں ہمارے اوپر ایک خلیفہ مقرر فرما دیتے۔ آپ نے فرمایا! اگر میں خلیفہ مقرر کردوں تو تم میرے خلیفہ کی نافرمانی کرو گے اور اس نافرمانی کی پاداش میں تم پر عذاب نازل ہوگا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ کیا ہم اپنا خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بنالیں؟ آپ نے فرمایا! اگر تم انہیں خلیفہ بناؤ گے تو تم انہیں جسمانی اعتبار سے کمزور لیکن احکام الٰہی کے معاملے میں طاقت ور پاؤ

گے۔ صحابہ نے پھر سوال کیا کہ کیوں نہ ہم اپنا خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بنالیں آپ نے فرمایا اگر تم اپنا خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ کو بناؤ گے تو انہیں جسمانی اعتبار سے بھی قوی پاؤ گے اور احکام الٰہی کے معاملے میں بھی قوی پاؤ گے۔ لوگوں نے پھر عرض کیا پھر کیوں نہ ہم حضرت علی کو اپنا خلیفہ بنالیں آپ نے فرمایا اگر تم ان کو اپنا خلیفہ بنالو۔ حالانکہ تم ایسا ہرگز نہ کرسکو گے۔ تو وہ تمہیں شاہراہ مستقیم پر لے چلیں گے خود راہ یافتہ ہیں دوسروں کی بھی اچھی رہنمائی کریں گے۔

اس روایت پر بعض لوگوں نے تنقید کی ہے لیکن گذشتہ روایت سے اس کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔

اسی مفہوم کی روایت ایک اور سند سے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ''اگر تم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنالو تو تم انہیں دنیا سے کنارہ کش اور آخرت کی طرف متوجہ پاؤ گے اور اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنالو تو تم انہیں طاقت ور اور امانت دار پاؤ گے۔ احکام الٰہی کے سلسلے میں وہ کسی ملامت گر کی پروا نہیں کریں گے اور اگر تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنالو تو تم انہیں ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے۔ وہ تمہیں صراط مستقیم پر لے کر چلیں گے لیکن تم ایسا ہرگز نہ کرسکو گے۔''

امام بزار اس روایت کو اپنی مسند میں نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اس روایت کی اس کے علاوہ کوئی دوسری سند میرے علم میں نہیں ہے، لیکن میری نظر میں مذکورہ روایت کی سند صحیح ہے اس کے تمام راوی زید بن یثیع کے علاوہ ثقہ ہیں اور زید بن یثیع کا بھی حال یہ ہے کہ ان سے اصحاب سنن نے روایت لی ہے اور امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظیم صفات اور دلکش محاسن ایک بحر ناپید کنار کی مانند ہیں۔ اس میں سے چند قطرے میں نے لیے ہیں اور چند ایک خوبیوں کا ذکر کیا ہے۔ اگر میں تفصیل میں جاتا تو گفتگو بہت طویل ہو جاتی۔ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ مجھے ایک ایسی کتاب لکھنے کی فرصت نصیب فرمائے جس میں تفصیل سے آپ کے مناقب و فضائل کا تذکرہ کرسکوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بعض مجرب دعائیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ نے مجھے غم زدہ دیکھا آپ نے فرمایا! اے علی کیا بات ہے میں تمہیں غم زدہ دیکھ رہا ہوں۔ میں نے جواب دیا ہاں اے اللہ کے رسول آپ کا اندازہ صحیح ہے

مجھے غم ہے۔ آپ نے فرمایا اپنے گھر جاؤ اور گھر کے کسی فرد سے کہو کہ تمہارے کان میں اذان دے دے۔ اذان سے تمہیں شفا ملے گی اور غم دور ہو جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! میں نے ایسا ہی کیا اور میرا غم جاتا رہا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی اپنے تجربہ میں اسے ایسا ہی پایا ہے۔ علی بن حسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد، حفص بن غیاث، عمر بن حفص، الحسن بن ہارون فضل، عبداللہ بن موسی، ابو عبدالرحمن اور ابو بکر کہتے ہیں کہ میں نے اس کا تجربہ کیا تو اسے ایسا ہی پایا۔ عبدالرحمن بن الجوزی کہتے ہیں کہ ابن ناصر کو اس سلسلے میں بیان کرتے ہوئے سنا تو نہیں ہے لیکن جب میں نے اس کا تجربہ کیا تو مجھے شفا ملی، اسی طرح ابو محمد یوسف، عبدالصمد اور ابوالربیع بیان کرتے ہیں کہ میں نے تجربہ کے بعد اسے اپنے لیے شفا پایا۔ میں نے اپنے استاذ السامری سے اس سلسلے میں کچھ سنا تو نہیں ہے لیکن جب میں نے اس کا تجربہ کیا تو اس سے مجھے بھی شفا ملی ہے۔

آلام و مصائب کے وقت کون سی دعائیں پڑھی جائیں؟ اس سلسلے میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جن دعاؤں کے پڑھنے کی بطور خاص تاکید فرمائی تھی اور جو تجربہ میں شافی ثابت ہوئی ہیں، ان میں سے بعض یہاں درج کی جا رہی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے تاکید فرمائی کہ اگر مجھ پر کوئی مصیبت نازل ہو یا آلام و شدائد میں میں گرفتار ہو جاؤں تو یہ دعا پڑھوں:

> ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ کریم اور بردبار ہے۔ وہ ہر عیب سے پاک ہے، اس کی ذات بابرکت ہے۔ وہ عرشِ عظیم کا رب ہے۔ ہر قسم کی حمد و ثنا اللہ رب العالمین کے لیے سزاوار ہے۔“

اس حدیث کی سند صحیح ہے، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ مزید براں ہر ایک راوی بخاری و مسلم کا راوی ہے۔ یہ حدیث سنن نسائی، صحیح ابن حبان اور صحیح المستدرک میں بھی مروی ہے، بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی اسی مفہوم کی حدیث اس کی شاہد ہے۔

امام جعفر بن محمد الصادق کی سند سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا! رسول اکرم ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا! اے علی! جب کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ تو یہ پڑھو:

> ”اے اللہ اس آنکھ سے میری نگرانی فرما جو سوتی نہیں۔ میری حفاظت کا ایسا سہارا عطا فرما جس میں کوئی کمزوری نہیں اپنی قدرت سے میری نصرت فرما تا کہ میں ہلاک نہ ہو سکوں تو ہی میری امیدوں کا مرکز ہے۔ اے میرے رب تیری بہت سی نعمتیں ایسی ہیں جن کا شکر ادا کرنے کی میرے اندر طاقت نہیں اور تیری بہت سی آزمائشیں ایسی ہیں

جہاں پوری طرح صبر کرنے کی میرے اندر ہمت نہیں۔ اے وہ ذات گرامی جس کی نعمتوں کے مقابلے میں میرا شکر کم رہا لیکن اس نے مجھے محروم نہیں کیا۔ اے وہ ذات گرامی جس نے خطاکار ہونے کے باوجود مجھے ذلت و رسوائی سے محفوظ رکھا۔ اے نہ ختم ہونے والی خیر و برکت کے مالک! اے بے شمار نعمتوں کے مالک میں تیرے حضور درخواست کرتا ہوں کہ تو محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما۔ دشمنوں اور سرکش لوگوں کے مقابلے میں تیری پناہ کا طالب ہوں۔ اے اللہ دنیا کے ذریعہ میرے دین کے کاموں میں میری مدد فرما اور آخرت میں تقویٰ کے ذریعہ میری مدد فرما۔ اے مصائب سے میری حفاظت فرما جو میری نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ سامنے کے مصائب میں تو مجھے میری ذات کے حوالہ نہ کر دے اے وہ ذات گرامی جسے گناہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور نہ مغفرت جس کے خزانہ میں سے کچھ کم کر سکتی ہے۔ میرے ان گناہوں کو بخش دے جو تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور مجھے اپنی ان نعمتوں سے نواز دے جو تیرے خزانہ میں سے کچھ کم نہیں کر سکتیں تو ہی عطا و بخشش کا مالک ہے۔ اے کرم کرنے والے میں تجھ سے مصیبت سے فوری رہائی، جلد پہنچنے والی خیر و برکت، کشادہ روزی اور تمام مصائب سے عافیت کا طالب ہوں۔"

اس دعا کے سلسلہ میں ایک واقعہ مذکور ہے جو اپنے اندر عبرت کا سامان رکھتا ہے۔ فضل بن ربیع کہتے ہیں کہ میرے باپ ربیع نے مجھ سے بیان کیا کہ عباسی خلیفہ ابو جعفر نے ۱۴۷ھ میں حج کیا۔ حج سے فراغت کے بعد جب وہ مدینہ آیا تو اس نے حکم دیا کہ جعفر بن محمد کو گرفتار کر کے میری خدمت میں پیش کیا جائے اگر میں اسے قتل نہ کروں تو اللہ مجھے قتل کرے۔ ربیع کہتے ہیں کہ میں اس امید سے خاموش رہا اور اس کے حکم کی تعمیل نہیں کہ شاید یہ بھول جائے لیکن تیسری بار اس نے بڑی سختی سے اپنے حکم کو دہرایا۔ (چنانچہ اس کے حکم کے مطابق جعفر بن محمد لائے گئے جب وہ آ گئے تو) میں نے کہا جعفر بن محمد دروازے پر ہیں۔ اے امیر المومنین آپ انہیں اپنے پاس آنے کی اجازت دیں۔ اجازت دی گئی اور وہ تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا! اے امیر المومنین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ سلام کے جواب میں اس نے کہا: لا سلام الله عليك يا عدو الله (اے دشمن خدا تم پر اللہ کی سلامتی نہ ہو) میری سلطنت کے بارے میں تو نے مجھ سے جھگڑا کیا اور فتنہ و فساد برپا کرنے کے درپے ہوا۔ مجھے اللہ قتل کرے اگر میں تجھے نہ قتل کروں۔ جعفر بن محمد نے کہا اے امیر المومنین حضرت سلیمان علیہ السلام کو اقتدار کی آزمائش میں ڈالا گیا تو انہوں نے صبر کا مظاہرہ کیا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام پر ظلم ہوا لیکن انہوں نے ظالموں کو کیفر کردار تک

پہنچانے کے بجائے ان کے حق میں دعائے مغفرت کی۔ آپ بھی تو اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔ یہ جواب سن کر ابو جعفر چند لمحہ سر جھکائے سوچتا رہا اس کے بعد سر اٹھا کر کہا آیئے میرے پاس آیئے اے ابو عبداللہ گوشہ نشیں انسان کی فتنہ انگیزی کا دائرہ محدود ہوتا ہے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے آپ تو ہمارے رشتہ دار ہیں۔ سب سے افضل انعام وہ ہے جو ایک رشتہ دار کو دوسرے رشتہ دار سے ملے۔ یہ کہہ کر انہیں پکڑا اور اپنے ساتھ بٹھالیا پھر اپنے غلام کو تحفہ لانے کا حکم کیا تھا ایک بیش قیمت عطر جو ایک بڑی شیشی میں تھا بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے لگایا یہاں تک کہ ان کی داڑھی سے عطر ٹپکنے لگا۔ اس کے بعد انہیں اللہ حافظ کہا اور انعامات ان کے ساتھ کر دیے۔ جب جعفر بن محمد واپس لوٹے تو (ربیع کہتے ہیں کہ) میں ملا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ جس طرح پہلے نظر آ رہے تھے اب وہ صورت حال نہیں ہے میں نے دیکھا کہ آپ کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ آپ بتائیں کہ بادشاہ کے سامنے آپ کیا پڑھ رہے تھے۔ فرمایا تم چونکہ اہل بیت میں سے ہو اور تمہارے لیے میرے دل میں الفت و محبت ہے لہٰذا سنو میں یہ دعا پڑھ رہا تھا (اس کے بعد انہوں نے وہی طویل دعا پڑھی جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے) اس روایت کی سند غریب ہے۔ قابل اعتماد ائمہ میں سے حافظ اسماعیل التیمی نے اپنی کتاب "الترغیب والترہیب" میں پہلی سند سے اور حافظ ابو بکر بن ابی الدنیا نے دوسری سند سے اس کا ذکر کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جس انسان کو بھی اسلام کی توفیق ملے یا وہ اسلام کے گھر میں پیدا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ کوئی رات اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم الخ پڑھے بغیر نہ گذارے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا! اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ آیت الکرسی کیا ہے اور اس کے پڑھنے میں کتنی برکتیں ہیں تو تم اسے کسی حال میں بھی ترک نہیں کرو گے۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھے بتایا: مجھے آیت الکرسی دی گئی ہے جو عرش کے نیچے کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ مجھ سے پہلے کسی نبی کو یہ خزانہ نہیں ملا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول کی مذکورہ بالا حدیث جب سے میں نے سنی ہے۔ کوئی رات ایسی نہیں گزری جس میں آیت الکرسی پڑھ کر نہ سویا ہوں۔ میں نے اسے کبھی ترک نہیں کیا۔ حضرت ابو امامہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کی زبان سے جب سے یہ حدیث میں نے سنی ہے میں نے بھی اسے ترک نہیں کیا ہے۔ القاسم کہتے ہیں کہ حضرت ابو امامہ کی زبان سے جب سے اس آیت کی فضیلت سنی ہے میں نے کسی رات اسے ترک نہیں کیا ہے۔ علی بن یزید بیان کرتے ہیں کہ القاسم نے جس دن مجھ سے یہ حدیث بیان کی میں نے پابندی سے ہر رات آیت الکرسی پڑھی ہے۔ ابن ابی العاتکہ کہتے ہیں کہ جب سے آیت الکرسی کی یہ فضیلت مجھے معلوم ہوئی ہے میں نے ہر رات اس کے پڑھنے کا التزام کیا ہے۔ ابن شابور، ابراہیم، عبداللہ بن ابی سفیان اور ابن المطلب کہتے ہیں کہ ہر رات آیت الکرسی پڑھ کر ہم سوتے ہیں۔ العلوی کہتے ہیں کہ جب سے اس حدیث کو میں

نے لکھا ہے آیت الکرسی پابندی سے ہر رات کو پڑھی ہے اور فرض نمازوں کے بعد بھی اس کے پڑھنے کا التزام کیا ہے۔ ابن ناصر فرماتے ہیں کہ جب سے اس آیت کی فضیلت سنی ہے۔ ہر رات اسے پڑھ کر سوتا ہوں۔ عبدالرحمٰن ابن الجوزی کہتے ہیں کہ جب سے یہ حدیث میں نے سنی ہے فرض نمازوں کے بعد آیت الکرسی اس کی فضیلت کی وجہ سے پڑھتا رہا ہوں۔ ابن الجوزی کے بیٹے ابو محمد کہتے ہیں کہ میں بھی اسے بالالتزام پڑھتا ہوں۔ عبدالصمد اور ابو انشاء کہتے ہیں کہ جب سے یہ حدیث مجھے پہنچی ہے میں بھی اسے پابندی کے ساتھ پڑھتا رہا ہوں۔ ہمارے شیخ السامری کہتے ہیں کہ جس دن سے یہ حدیث مجھے ملی ہے میں آیت الکرسی ضرور پڑھتا ہوں۔ میں بھی اسے ہر رات اور فرض نمازوں کے بعد پڑھتا ہوں۔

یہ حدیث صالح الاسناد ہے۔ ابن ابی شیبہ نے بھی ''المصنف'' میں حسن سند کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا ہے۔ ابن مردویہ نے بھی اپنی تفسیر میں اس حدیث کو حضرت علی، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔

آیت الکرسی فرض نمازوں کے بعد پڑھی جائے۔ اس کے ثبوت میں بھی روایات ملتی ہیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی وہ دوسری نماز تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نگرانی میں رہتا ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! فرض نماز کے بعد جو شخص پابندی سے آیت الکرسی پڑھتا ہے اسے جنت میں داخل ہونے سے صرف اس کی موت روکے ہوئے ہے۔ (یعنی موت کے بعد وہ جنت میں داخل ہوگا۔)

یہ حدیث حسن ہے، اس کی سند بھی صحیح ہے، امام طبرانی نے معجم میں اسے نقل کیا ہے۔ اسی سند سے ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں بھی اسے بیان کیا ہے۔ امام نسائی نے اپنی کتاب ''الیوم واللیلۃ'' میں اسے بیان کیا ہے۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس کی تخریج محمد بن حمیر الحمصی کی سند سے کی ہے۔ جو صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ ابن حبان کی نقل کردہ سند میں دوسرے راوی محمد بن زیاد الالہانی ہیں جن کا تعلق بھی رجال بخاری سے ہے۔ یہ سند بخاری کی شرط کے مطابق ہے۔ حیرت ہے امام ابن الجوزی پر کہ انہوں نے کیسے اور کس طرح اس حدیث کو موضوعات میں شمار کرلیا ہے۔

☆......☆......☆

تاريخ الخلفاء

جلال الدين عبد الرحمن بن ابی بکر بن محمد السیوطی

المتوفی سنة ٩١١ھ

فصل

وہ احادیث جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت میں ہیں

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ جتنی احادیث سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کسی دوسرے صحابی کی نہیں ہوتی۔ (حاکم)

بخاری اور مسلم میں سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک میں آپ کو مدینہ میں رہنے کا حکم دیا تو آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ مجھے یہاں عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ اس طرح چھوڑے جاتا ہوں جیسے موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ کر گئے تھے فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہے (احمد بزار وغیرہ نے اس کو متعدد صحابہ سے روایت کیا ہے)۔

بخاری اور مسلم نے سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ جنگ خیبر میں (جبکہ کئی دن تک فتح نہ ہوئی) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صبح کو میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا کہ جس کے ہاتھ سے خداوند تعالیٰ اس قلعہ کو فتح کرائیں گے اور وہ خداوند تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور خداوند تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ رات کو جس وقت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سوئے تھے تو غور و غوض کرتے تھے کہ دیکھیے کس کو عنایت ہو۔ جب صبح ہوئی تو ہر شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہر ایک کے دل میں خواہش تھی کہ شاید مجھے یہ فخر حاصل ہو۔ الحاصل رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں اس غرض سے تشریف نہیں لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں فوراً بلالو۔ جس وقت آپ تشریف لائے تو حضور ﷺ نے آپ کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگا دیا جس سے فوراً آنکھیں اچھی ہو گئیں اور پھر کبھی دکھنے نہیں آئیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے جھنڈا آپ ہی کو عطا فرمایا ہم غور و غوض اور باتیں ہی کرتے رہ گئے اس حدیث کو طبرانی نے متعدد صحابہ سے روایت کیا ہے۔

صحیح مسلم میں سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی ﴿ندع ابناء نا وابناء کم﴾ تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ زہرہ اور حسن اور حسین کو بلا کر دعا کی۔ الٰہی یہ میرے گھر کے لوگ ہیں۔

ترمذی نے ابوسریحہ اور زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا میں

محبوب ہوں اس کے علی بھی محبوب ہیں (اس کو احمد نے بھی چند راویوں سے اور طبرانی نے بھی متعدد صحابہ سے روایت کیا ہے) بعض راوی اتنا اور زیادہ کرتے ہیں کہ الٰہی جو علی سے محبت رکھے اس سے آپ بھی محبت رکھیے اور جو علی سے بغض رکھے اس سے آپ بھی بغض رکھیے۔

احمد بن ابو الطفیل سے روایت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میدان رحبہ میں لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم میں میری نسبت کیا فرمایا تھا۔ تیس آدمی ان میں سے کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ ہمارے سامنے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا میں محبوب ہوں اس کے علی بھی محبوب ہیں۔ الٰہی جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے آپ ان سے محبت رکھیے اور جو علی سے دشمنی رکھے آپ اس سے دشمنی رکھیے۔

ترمذی اور حاکم نے بریدہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے چار آدمیوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بھی خبر دی گئی ہے کہ خداوند تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتے ہیں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ان کا نام بتلا دیجیے آپ نے فرمایا ان میں سے ایک علی ہیں اور تین ابو ذر۔ مقداد اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم ہیں۔

ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے حبشی بن جنادہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔

ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو آپس میں مواخات یعنی بھائی چارہ کرایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے تشریف لائے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے تمام صحابہ کرام کے درمیان مواخات کرائی مگر میں یوں ہی رہ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے اس ذات کی قسم جس نے دانہ اگایا اور جان پیدا کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ مومن تجھ سے (علی) محبت رکھے گا اور منافق بغض رکھے گا ترمذی نے ابو سعید سے روایت کی ہے کہ ہم منافق کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض سے پہچان لیتے تھے۔

ترمذی اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے ابن جوزی اور نووی وغیرہ نے جو اس کو موضوع کہا ہے غلط ہے ہم اس کی تحقیقات تعقیبات علی الموضعات میں کر چکے ہیں۔ حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یمن کی طرف بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے یمن بھیجتے ہیں اور میں ایک جوان آدمی ہوں نا تجربہ کار۔ معاملات طے کرنے نہیں جانتا آپ نے یہ سن کر

میرے سینہ پر ایک ہاتھ مارا اور فرمایا الٰہی! اس کے دل کو روشن فرما دیجیے اور اس کی زبان کو استقلال مرحمت کیجیے واللہ اس روز سے مجھے معاملات طے کرنے میں کبھی شک نہیں ہوا۔

ابن سعد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ سے لوگوں نے کہا اس کی کیا وجہ کہ آپ زیادہ احادیث روایت کرتے ہیں میں نے (علی نے) کہا کہ جب کبھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خوب سمجھایا کرتے تھے اور جب میں چپکا رہتا تھا تو خود بتلایا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہم سے سب سے بہتر فیصلہ کنندہ ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ شریف میں ہم سب سے زیادہ معاملہ فہم ہیں۔ ابن سعد حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب کوئی مسئلہ معتبر ذریعہ سے پہنچے تو اس کے بعد پوچھنے کی ضرورت نہیں۔

سعید میں میتب کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خدا سے پناہ مانگا کرتے تھے کہ کہیں ایسا معاملہ درپیش نہ ہو جس کا فیصلہ حضرت علی بھی نہ کر سکیں۔ سعید بن میتب کہتے ہیں کہ مدینہ شریف میں سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کوئی ایسا نہ تھا جو یہ کہہ سکے کہ جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لے۔

ابن عساکر عبداللہ ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ بھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ فرائض جاننے والا اور معاملہ فہم کوئی شخص نہیں تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی شخص سنت کا جاننے والا نہیں ہے مسروق کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عمر، علی ابن مسعود، عبداللہ رضی اللہ عنہم پر ختم ہو گیا۔

عبداللہ بن عیاش بن ابو ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اندر علم کی پوری پختگی اور مضبوطی تھی اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت تقدم اسلام اور دامادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہ حدیث اور جرأت جنگ اور سخاوت مال کی وجہ سے افضل ہیں۔

طبرانی اوسط میں بسند ضعیف جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام لوگ مختلف درختوں کی شاخیں ہیں اور میں اور علی ایک ہی درخت سے ہیں۔ طبرانی اور ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جس جگہ قرآن شریف یا ایھا الذین آمنو ہے وہاں سمجھنا چاہیے کہ حضرت علی ان کے امیر و شریف ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے چند جگہ قرآن شریف میں صحابہ پر عتاب فرمایا ہے مگر حضرت علی رضی

اللہ عنہ کا ہر جگہ خیر کے ساتھ ذکر ہے۔ ابن عساکر ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوا ہے کسی کی شان میں نہیں ہوا۔

ابن عساکر نے ابن عباس سے ہی روایت کیا ہے کہ آپ کی شان میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں۔ بزار نے سعد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس مسجد میں سوائے تمہارے اور میرے کسی کے لیے جنبی ہونا حلال نہیں ہے طبرانی میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جب رسول اللہ ﷺ غصہ ہوتے تھے تو سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی کی مجال نہ تھی کہ آپ سے گفتگو کرے۔

طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے اس کے اسناد حسن ہیں۔

طبرانی نے اوسط میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اندر اٹھارہ صفات ایسی ہیں جو کسی دوسرے صحابی میں نہیں ہیں۔

ابو یعلی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی کو تین خصلتیں ایسی ملی ہیں کہ اگر مجھے ان میں سے ایک بھی مل جاتی تو میرے نزدیک تمام دنیا سے بھی زیادہ محبوب ہوتی۔ لوگوں نے سوال کیا کہ حضرت وہ کیا خصائل ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ان سے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا۔ دوم آپ نے ان دونوں کو مسجد میں رکھا اور جو کچھ وہاں ان کو حلال ہے مجھے نہیں۔ تیسرے جنگ خیبر میں جھنڈا عطا کیا۔

احمد اور ابو یعلی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نہ میری آنکھ دکھنے آئیں نہ کبھی سر میں درد ہوا جس وقت سے جناب رسول ﷺ نے جنگ خیبر میں میرے لعاب دہن لگایا اور جھنڈا عطا فرمایا تھا۔

ابو یعلی اور بزار سعد ابن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے علی کو اذیت دی گویا مجھے اذیت دی۔

طبرانی نے بسند صحیح ام سلمہ رضی اللہ عنہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے علی کو محبوب رکھا مجھے محبوب رکھا اور جس نے مجھے محبوب رکھا اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھا اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی رکھی اور جس نے مجھ سے دشمنی رکھی اللہ تعالیٰ سے دشمنی رکھی۔ احمد ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جس نے علی کو برا کہا مجھے برا کہا۔ احمد اور حاکم بسند صحیح ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے ارشاد فرمایا کہ تم قرآن کی تاویل پر اس طرح جنگ کرو گے جیسے میں خدا کی طرف سے قرآن اتارے جانے پر جھگڑتا ہوں۔

بزار ابو یعلی، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بلا کر ارشاد فرمایا کہ تیری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی مثال ہے کہ یہود نے ان سے یہاں تک بغض کیا کہ ان کی ماں تک کو بہتان لگا دیا اور نصاریٰ نے ان سے اتنی محبت کی کہ جتنی عزت کے وہ لائق نہ تھے وہاں پہنچا دیا یاد رکھو انسان کو دو چیزیں ہلاک کر دیتی ہیں ایک تو اتنی محبت کہ محبوب میں وہ باتیں سمجھنے لگے جو اس میں نہ ہوں دوسرے اس درجہ کا بغض کہ برا کہتے کہتے تہمت تک لگا دے۔

طبرانی نے اوسط اور صغیر میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ ہے اور یہ دونوں مجھ سے جدا ہونے کے بعد حوض کوثر پر آ ملیں گے۔

احمد اور حاکم نے بسند صحیح عمار بن یاسر سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کہ دو آدمی سب سے زیادہ بد بخت ہیں ایک تو احیمر (احمر) ثمود جس نے حضرت صالح کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں دوسرے وہ شخص جو تیرے سر پر تلوار مارے گا اور ڈاڑھی خون میں تر بتر ہو جائے گی۔

حاکم نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ چند لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے حضرت علی کی کچھ شکایت کی آپ نے فوراً خطبہ فرمایا اور کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کی شکایت ہرگز نہ کرنا وہ خدا کے معاملات اور اس کے راستے میں بہت زیادہ سخت ہیں۔

☆......☆......☆

احياء الميت
بفضائل اهل البيت

جلال الدين عبد الرحمن بن ابى بكر بن محمد السيوطى

المتوفى سنة ٩١١ هـ

الحمد لله وسلام علی عباده الذی اصطفی ۔ اللهم صل علی محمد و علی آله و صحبه وسلم۔

زیر نظر رسالہ اہل بیت کے فضائل ومناقب کے موضوع پر ہے۔ اس میں ذکر کردہ احادیث کی تعداد ساٹھ ہے۔ میں نے اس کا نام 'احیاء المیت بفضائل اہل البیت' تجویز کیا ہے۔

۱۔ سعد بن منصور نے اپنی 'سنن' میں نقل کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر فرمان الٰہی:

قل لا أسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربی (شوریٰ:۲۳)

"اے نبی ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں البتہ قرابت کی محبت ضرور چاہتا ہوں۔"

کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: آیت میں 'القربیٰ' سے مراد نبی اکرم ﷺ کے قرابت دار ہیں۔

۲۔ ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیروں میں اور امام طبرانی نے 'المعجم الکبیر' میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: جب آیت 'قل لا أسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی' نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا!

"اے اللہ کے رسول! یہ آپ کے اہل قرابت کون ہیں؟ جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ آپ نے فرمایا! حضرت علی، حضرت فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے۔"

۳۔ ارشاد الٰہی 'ومن یقترف حسنة' شوریٰ:۲۳: (جو کوئی بھلائی کمائے گا) کی تفسیر میں ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے! قال: المودة لآل محمد ابن عباس نے فرمایا کہ آیت سے مراد آل محمد کی محبت ہے۔

۴۔ امام احمد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام حاکم نے حضرت مطلب بن ربیعہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ کی قسم! کسی مسلمان کے دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہوتا جب تک وہ اللہ اور میرے قرابت داروں سے محبت نہ کرنے لگے۔"

۵۔ امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی حضرت زید بن ارقم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! "میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔"

۶۔ حضرت زید بن ارقم سے امام ترمذی اور امام حاکم نے روایت نقل کی ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''میں اپنے بعد تمہارے درمیان قرآن اور اپنے اہل بیت کو چھوڑنے والا ہوں اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ قرآن اور اہل بیت ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ ان سے میری ملاقات حوض کوثر پر ہوگی۔ اب دیکھنا ہے کہ ان دونوں کے بارے میں تمہارا کیا طرز عمل ہے۔''

۷۔ عبد بن حمید نے اپنی مسند میں حضرت زید بن ثابت سے نقل کیا ہے کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''
میں اپنے بعد تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور اپنی عترت یعنی اہل بیت کو چھوڑنے والا ہوں۔ قرآن اور اہل بیت ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میری ان سے ملاقات حوض کوثر پر ہوگی۔''

۸۔ مسند احمد اور مسند ابی یعلی میں حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:
''ممکن ہے جلد ہی میرا بلاوا آجائے اور میں داعی اجل کو لبیک کہوں، میں تمہارے درمیان ثقلین یعنی کتاب اللہ اور اپنی عترت یعنی اہل کو چھوڑ رہا ہوں۔ لطیف وخبیر ذات الٰہی نے مجھے خبر دی ہے کہ قرآن اور اہل بیت ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میری ان سے ملاقات حوض کوثر پر ہوگی۔ لہٰذا دیکھتے رہو کہ ان دونوں کے تئیں تم کیا طرز عمل اختیار کرتے ہو۔''

۹۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے امام ترمذی اور امام طبرانی نے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:''اللہ سے محبت کرو کیوں کہ وہ اپنی نعمتیں تمہیں کھلاتا ہے اور اللہ سے محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو اور مجھ سے محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو۔''

۱۰۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
''حضرت محمد ﷺ کا آپ کے اہل بیت کے بارے میں خیال رکھو۔''

۱۱۔ امام طبرانی اور امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''اے بنو عبدالمطلب! میں نے اللہ سے تمہارے لیے تین چیزیں طلب کی ہیں: تمہارے سرگرم لوگوں کو ثابت قدم رکھے، تمہارے جاہل کو علم سکھادے، تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور یہ بھی اللہ سے درخواست کی ہے کہ وہ تمہیں سخی، کریم اور رحم کرنے والا بنادے۔ اور اگر کوئی شخص رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان رہ کر نماز پڑھے اور روزہ رکھے۔ پھر اس کا انتقال اگر اس حال میں ہو کہ وہ اہل بیت سے بغض وعداوت رکھتا تھا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔''

۱۲۔ امام طبرانی نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا

ارشاد ہے:

''بنو ہاشم اور انصار سے بغض رکھنا کفر ہے جبکہ اہل عرب سے بغض رکھنا نفاق ہے۔''

۱۳۔ ابن عدی نے الکامل میں روایت کیا ہے حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو ہم سے اور ہمارے اہل بیت سے بغض رکھے گا وہ منافق ہے۔''

۱۴۔ صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم کی روایت ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو شخص بھی ہمارے اہل بیت سے بغض رکھے گا اللہ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔''

۱۵۔ حضرت حسن بن علی سے طبرانی میں روایت ہے کہ انہوں نے معاویہ بن خدیج سے کہا: اے معاویہ بن خدیج! ہم اہل بیت سے بغض ہرگز مت رکھو کیوں کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''ہم سے جو بھی بغض رکھے گا اور حسد کرے گا اسے قیامت کے دن حوض کوثر سے آگ کے کوڑوں سے دور ہٹایا جائے گا۔''

۱۶۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عدی نے نقل کیا ہے، حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جو میرے اہل بیت اور انصار کے حقوق نہ پہچانے وہ تین حالتوں سے خالی نہیں ہوسکتا۔ یا تو منافق ہوگا یا ولد الزنا ہوگا اور یا ناپاکی کی حالت میں اس کا حمل قرار پایا ہوگا۔''

۱۷۔ امام طبرانی کی معجم الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے جو آخری کلمہ ادا ہوا تھا وہ یہ تھا:

''میرے بعد تم میرے اہل بیت میں میری جانشینی کے فرائض انجام دینا۔''

۱۸۔ معجم الاوسط میں حضرت حسن بن علی سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ہم اہل بیت کی محبت کو لازم پکڑو کیوں کہ اللہ سے جو شخص اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ ہم سے محبت کرتا ہوگا تو جنت میں ہماری شفاعت کی وجہ سے داخل ہوگا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ہمارے حق کو پہچانے بغیر کسی بندے کو اس کا عمل فائدہ نہیں دے سکتا۔''

۱۹۔ معجم الاوسط کی روایت ہے حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمارے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اپنے خطبہ میں آپ نے یہ بھی فرمایا:

''اے لوگو! جو شخص بھی ہم اہل بیت سے بغض رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے یہودی بنا کر

اٹھائے گا۔''

۲۰۔ معجم الاوسط کی روایت ہے۔ عبداللہ بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ ارشاد سنا ہے

''اے بنو ہاشم! میں نے اللہ سے تمہارے لیے چند چیزیں طلب کی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ وہ تمہیں سخی و رحم کرنے والا بنادے۔ تم میں سے جو لوگ گمراہ ہوں ان کو ہدایت دے دے۔ تم میں سے جو خوف زدہ ہوں ان کو امن و سکون عطا فرمادے اور جو بھوکے ہوں ان کو آسودگی عطا فرمادے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ تم سے مجھ جیسی محبت نہ کرے۔ کیا تمہیں امید ہے کہ تم میری شفاعت کی وجہ سے جنت میں جاؤ گے اور بنو عبدالمطلب تو اقر میں میری شفاعت کی امید کیوں نہ ہوگی؟''

۲۱۔ ابن ابی شیبہ اور مسدد نے اپنی مسانید میں، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابویعلی اور امام طبرانی نے حضرت سلمہ بن اکوع سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ستارے اہل آسمان کے لیے تحفظ کی ضمانت ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لیے تحفظ کی ضمانت ہیں۔''

۲۲۔ مسند بزار میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری میری نسبت۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میری ان سے ملاقات ہوگی۔''

۲۳۔ مسند بزار میں حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''دنیا سے میری رخصتی کا وقت قریب ہے۔ میں تمہارے درمیان دو عمدہ اور نفیس چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ قرآن اور میرے اہل بیت۔ ان کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔''

۲۴۔ مسند بزار میں حضرت عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اہل بیت کی مثال سفینۂ نوح جیسی ہے کہ جو اس میں سوار ہوگیا نجات پاگیا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ غرق ہوگیا۔''

۲۵۔ مسند بزار میں حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اہل بیت کی مثال سفینۂ نوح جیسی ہے کہ جو اس میں سوار ہوا نجات پاگیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہوگیا۔''

۲۶۔ طبرانی میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تمہارے درمیان میرے اہل بیت کا مقام وہی ہے جو مقام کشتی نوح کو قوم نوح میں حاصل تھا۔ جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہوا۔ نیز میرے اہل بیت کی مثال بنی اسرائیل کے باب حطہ جیسی ہے۔''

۲۷۔ امام طبرانی کی معجم الاوسط میں حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''میرے اہل بیت کی مثال سفینۂ نوح کی سی ہے جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔ نیز میرے اہل بیت کا مقام تمہارے اندر بنی اسرائیل کے باب حطہ کا سا ہے کہ جو اس میں داخل ہوا اس کی مغفرت ہو گئی۔''

۲۸۔ تاریخ ابن النجار میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ہر چیز کی اپنی ایک اساس ہوتی ہے اور اسلام کی اساس صحابہ کرام اور آپ کے اہل بیت کی محبت ہے۔''

۲۹۔ طبرانی کی معجم میں حضرت عمر سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''حضرت فاطمہ کی اولاد کے علاوہ تمام عورتوں کی اولاد کی قرابت اپنے باپ سے ہوتی ہے۔ فاطمہ کی اولاد کی قرابت مجھ سے ہے اور میں ہی ان کا باپ ہوں۔

۳۰۔ طبرانی میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ہر ماں کی اولاد اپنے عصبہ سے نسبت رکھتی ہے مگر فاطمہ کی اولاد کا ولی اور ان کا عصبہ میں ہوں۔''

۳۱۔ مستدرک حاکم میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ہر ماں کی اولاد کے عصبہ ہوتے ہیں جن کی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے مگر فاطمہ کے دونوں بیٹوں کا ولی اور عصبہ میں ہوں۔''

۳۲۔ طبرانی کی معجم الاوسط میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ جس وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے شادی کی آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا! ''تم مجھے مبارک باد کیوں نہیں دیتے میں نے تو رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے:

''بروز قیامت میرے وسیلہ اور نسبی رشتہ کے علاوہ دیگر تمام وسائل اور نسبی رشتے منقطع ہو جائیں گے۔''

۳۳۔ طبرانی کی معجم میں حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن میرے وسیلہ اور نسبی رشتہ کے علاوہ تمام وسائل اور نسبی رشتے منقطع ہو جائیں گے۔''

۳۴۔ ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے

فرمایا: ''میرے نسبی اور سسرالی رشتوں کے علاوہ دیگر تمام نسبی اور سسرالی رشتے قیامت کے دن منقطع ہو جائیں گے۔''

۳۵۔ مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ستارے زمین والوں کو ڈوبنے سے بچانے والے ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کو اختلاف سے بچانے والے ہیں۔ جب کوئی قبیلہ ان سے اختلاف کرے گا تو وہ خود اندرونی طور پر منتشر ہو جائے گا اور اس کا شمار ابلیس کے گروہ میں ہوگا۔''

۳۶۔ مستدرک حاکم میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''میرے اہل بیت میں سے جن لوگوں نے توحید کا اقرار کیا وہی تبلیغ و دعوت میں میرے ہم سفر ہیں، ان حضرات کے سلسلے میں اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ ان کو عذاب نہیں دے گا۔''

۳۷۔ امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ آیت کریمہ: ولسوف یعطیك ربك فترضی عنقریب تمہارا رب تم کو اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ (سورۃ الضحی :۵) کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عبدالرحمٰن بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: محمد ﷺ کی رضا یہ ہے کہ آپ کے اہل بیت کا کوئی بھی فرد جہنم میں نہ جائے۔

۳۸۔ بزار، ابو یعلی، عقیلی، طبرانی اور ابن شاہین نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا! اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

''حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عفت اور پاکدامنی کی زندگی بسر کی اسی وجہ سے اللہ نے ان کی ذریت پر جہنم حرام کر دی ہے۔''

۳۹۔ طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے فرمایا:

''اللہ نہ تمہیں عذاب دے گا اور نہ تمہاری اولاد کو۔''

۴۰۔ امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے لوگو! میں تمہارے درمیان قرآن اور اپنی عترت یعنی اہل بیت کو چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔''

۴۱۔ تاریخ بغداد میں حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''میری شفاعت میری امت کے صرف ان لوگوں کے لیے ہوگی جو میرے اہل بیت ہی میرے شیعہ (ساتھی) ہیں۔''

۴۲۔ طبرانی کی معجم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اپنی امت میں سب سے پہلے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔''

۴۳۔ طبرانی نے مطلب بن عبداللہ بن حطب کی روایت نقل کی ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ مقام جحفہ میں رسول اکرم ﷺ نے ہمیں خطاب فرمایا۔ اپنے اس خطاب میں آپ نے فرمایا:

''کیا میں تمہاری جانوں سے تم پر مقدم نہیں ہوں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا! ہاں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا! میں قرآن اور اہل بیت کے سلسلے میں تم سے جواب طلب کروں گا۔''

۴۴۔ طبرانی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن کسی بندے کے قدم اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے جب تک اس سے چار سوالات نہ کر لیے جائیں۔ اس کی زندگی کے بارے میں کہ اسے کہاں گزاری؟ اس کے جسم کے بارے میں کہ اسے کہاں بوڑھا کر دیا؟ مال کے بارے میں کہ اسے کہاں خرچ کیا اور کہاں سے کمایا؟ اور ہم اہل بیت کی محبت اس کے دل میں کتنی تھی۔''

۴۵۔ مسند دیلمی میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد سنا ہے آپ نے فرمایا:

''حوض کوثر پر میری ملاقات سب سے پہلے میرے اہل بیت سے ہوگی۔''

۴۶۔ مسند دیلمی میں حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اپنے بچوں کی تربیت کرتے ہوئے ان کے اندر تین خصلتیں پیدا کرو، اپنے نبی کی محبت، اہل بیت کی محبت اور تلاوت قرآن کیوں کہ حاملین قرآن جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا اللہ کے سایہ میں اس کے انبیاء و اصفیاء کی معیت میں ہوں گے۔''

۴۷۔ مسند دیلمی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''پل صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہی لوگ ہوں گے جن کے دلوں میں میرے اہل بیت اور صحابہ کرام کی محبت سب سے زیادہ ہوگی۔''

۴۸۔ مسند دیلمی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن چار طرح کے لوگوں کی میں شفاعت کروں گا جو شخص میرے ذریت کی عزت و تکریم

کرے، ان کی ضروریات پوری کرے، جب وہ حاجت براری کے لیے اس کے پاس آئیں تو ان کے امور کی انجام دہی کے لیے کوشش کرے اور جس کے ظاہر و باطن میں اس کے لیے محبت ہو۔"

۴۹۔ مسند دیلمی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:
"اس شخص پر اللہ کا قہر نازل ہوتا ہے جو میرے اہل بیت کے سلسلے میں مجھے اذیت دیتا ہے۔"

۵۰۔ مسند دیلمی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:
"اللہ تعالیٰ آسودگی سے زیادہ کھانے والے، اپنے رب کی اطاعت سے غفلت برتنے والے، اپنے نبی کی سنت چھوڑنے والے، وعدہ خلافی کرنے والے، اپنے نبی کے اہل بیت سے بغض رکھنے والے اور اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچانے والے سے سخت نفرت کرتا ہے۔"

۵۱۔ مسند دیلمی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"میرے اہل بیت اور انصار میری امانت اور میرے رازداں ہیں، لہٰذا ان کی اچھائیوں کو قبول کرو اور ان کی کمزوریوں کو نظرانداز کرو۔"

۵۲۔ حلیۃ الاولیاء میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:
"جس کسی نے بنو عبدالمطلب کے کسی فرد کے ساتھ کوئی بھلائی دنیا میں کی اور وہ مطلبی اس کا بدلہ دینے کی طاقت نہیں رکھتا تھا تو میں قیامت کے دن اس کا بدلہ ادا کروں گا۔"

۵۳۔ خطیب بغدادی نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:
"عبدالمطلب کے اخلاف کے ساتھ جس کسی نے کوئی بھلائی کا کام کیا تو ملاقات کے وقت میرے لیے اس کا بدلہ دینا ضروری ہے۔"

۵۴۔ ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:
"جس نے میرے اہل بیت کے کسی فرد کے ساتھ تعاون کیا میں قیامت کے دن اس کو بدلہ دوں گا۔"

۵۵۔ باوردی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
"میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے ایک کتاب اللہ ہے جس کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ دوسرے میرے اہل بیت اور میری عترت ہیں۔ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ ان دونوں کی ملاقات مجھ سے حوض کوثر پر ہوگی۔"

۵۶۔ امام احمد اور امام طبرانی نے حضرت زید بن ثابت سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں

تمہارے درمیان اپنے دو جانشین چھوڑ رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب ہے جو آسمان وزمین کے درمیان لٹکی ہوئی رسی کی طرح ہے، دوسرے میرے اہل بیت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔''

۵۷۔ امام ترمذی نے الجامع الصحیح میں، امام حاکم نے مستدرک میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''چھ لوگوں پر میں نے لعنت کی ہے۔ان پر اللہ نے بھی لعنت کی ہے اور ہر مستجاب الدعوات نبی نے بھی ان پر لعنت بھیجی ہے ان کی تفصیل یہ ہے کہ: قرآن میں اضافہ کرنے والا، تقدیر الٰہی کو جھٹلانے والا، ظلم وجبر سے اقتدار پر قبضہ کرکے رذیلوں کو باعزت اور باعزت لوگوں کو رذیل بنانے والا، اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال ٹھہرانے والا، میرے اہل بیت کی حرمت پامال کرنے والا اور میری سنت کا ترک کرنے والا۔''

۵۸۔ دار قطنی نے 'الافراد' میں اور خطیب نے 'المتفق' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''چھ آدمیوں کو اللہ نے ملعون قرار دیا ہے، میں بھی ان پر لعنت بھیجتا ہوں اور ان پر ہر مستجاب الدعوات نبی نے لعنت بھیجی ہے۔ وہ چھ آدمی یہ ہیں: قرآن میں اضافہ کرنے والا، تقدیر الٰہی کی تکذیب کرنے والا، میری سنت سے اعراض کرکے بدعت اختیار کرنے والا، میرے اہل بیت کی ان چیزوں کو حلال ٹھہرانے والا جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، میری امت پر ظلم وجبر کے ذریعے غلبہ حاصل کرنے والا تاکہ اللہ نے جن کو ذلیل رکھا ہے ان کو عزت دے اور جن کو اس نے عزت دی ہے، ان کو ذلیل کرے، ہجرت کے بعد مرتد ہو جانے والا۔''

۵۹۔ امام حاکم نے اپنی تاریخ میں اور دیلمی نے اپنی مسند میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تین چیزیں ایسی ہیں کہ جو شخص ان کی حفاظت کرے اللہ اس کے دین اور دنیا دونوں کو محفوظ رکھے گا، اس کے برعکس جو ان تینوں کو ضائع کردے تو اللہ اس کی کسی چیز کو محفوظ نہیں رکھے گا۔ وہ تین چیزیں ہیں: اسلام کی حرمت، میری حرمت، میرے رشتہ کی حرمت۔''

۶۰۔ مسند دیلمی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:
''تمام لوگوں میں سب سے بہتر اہل عرب ہیں اور عربوں میں سب سے بہتر قریش ہیں اور قریش میں سب سے بہتر بنو ہاشم ہیں۔''

☆......☆......☆

جواهر العقدين
في فضل الشرفين

شرفُ العلم الجلي والنسب النبوي

نور الدين علي بن عبدالله السمهودي

المتوفى سنة ٩١١هـ

ائمہ اہل بیت کے مختصر حالات

ذیل میں ائمہ اہل بیت کے مختصر حالات لکھے جا رہے ہیں۔ میرے سامنے اس کے دو مقاصد ہیں: ایک تو ان نفوس قدسیہ کا تذکرہ باعث برکت ہے اور دوسرا مقصد ہے کہ عام لوگ ان کے نقوش جاوداں اور ان کی سیرت و کردار کی پیروی کریں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تواضع و خاکساری اور آپ کا زہد و ورع، اس قدر معروف و مشہور ہے کہ ان کے ذکر کی چنداں ضرورت نہیں۔ آپ نے دنیا سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ آپ فرماتے تھے! میں نے اپنی اس قمیص میں اتنے پیوند لگائے ہیں کہ اب اس میں پیوند لگاتے ہوئے حیا آتی ہے۔

دولابی اور ابن عبدالبر نے اپنی اپنی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار صدائی سے کہا! میرے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ کرو۔ انہوں نے کہا! امیر المومنین! اس کے لیے مجھے معاف رکھیں۔ آپ نے کہا! تم ان کے اوصاف کا میرے سامنے ضرور تذکرہ کرو۔ انہوں نے کہا!! اگر اوصاف علی کا تذکرہ ضروری ہی ہے تو سنیے:

''اللہ کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام خوبیوں کی آخری حد پر پہنچے ہوئے تھے۔ بہادر اور طاقت ور تھے، بات فیصلہ کن کرتے اور عدل و انصاف سے فیصلہ فرماتے، ان کے ہر پہلو سے علم کے چشمے رواں تھے، کلام فرماتے تو حکمت کے موتی بکھرتے تھے، دنیا اور اس کی چمک دمک سے آپ کو وحشت تھی، رات اور اس کی تاریکی سے انسیت تھی، بہت زیادہ عبرت حاصل کرنے والے اور گھنٹوں تفکرات میں ڈوبے رہتے تھے۔ معمولی لباس اور موٹا جھوٹا کھانا مرغوب تھا۔ ہمارے درمیان ایک عام آدمی کی طرح رہتے، جب ہم کوئی سوال کرتے تو اس کا جواب عنایت فرماتے، ہماری جانب توجہ فرماتے جب ہم اس کی درخواست کرتے، اللہ کی قسم ہم ان کے قریب کرنے کے باوجود درماندہ تھے اور ان سے قریب ہونے کے باوجود ان کے رعب کی وجہ سے ان سے بات کرنے کی ہمت نہیں بٹا پاتے تھے۔ آپ اہل دین کی تعظیم فرماتے اور مسکینوں کو اپنے قریب کرتے تھے۔ کسی طاقتور کو اپنے باطل کے سلسلے میں ان سے لالچ کرنے کی ہمت نہیں تھی اور نہ کوئی

کمزور ان کے عدل سے مایوس ہوتا تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بعض مواقع پر میں نے انہیں دیکھا ہے۔ رات کی سیاہ چادر تنی ہوئی ہے، ستارے غروب ہو چکے ہیں، آپ اپنی داڑھی پکڑے ہوئے ہیں اور مار گزیدہ کی طرح تڑپ رہے ہیں۔ غم زدہ کی طرح رو رہے ہیں اور فرماتے جا رہے ہیں! اے دنیا! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکا دینا، تجھے معلوم بھی ہے کس کی طرف آئی ہے یا کسے اپنے محبت میں گرفتار کرنا چاہا ہے جا دور ہو جا، جا دور ہو جا۔ میں نے تجھے طلاق بائن دے دی ہے جس سے رجوع نہیں کیا جا سکتا، تیری عمر بڑی مختصر ہے، تیرا سامان بہت کم ہے، افسوس صد افسوس، زاد سفر مختصر ہے، منزل دور ہے اور راستے کی وحشت اس پر سوار ہے۔ ان اوصاف کو سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا! اللہ ابوالحسن پر رحم فرمائے، اللہ کی قسم! وہ انہی اوصاف سے متصف تھے۔"

عقیل بن ابی طالب کے اپنے بھائی علی رضی اللہ عنہ سے الگ ہونے کا سبب بعض لوگوں نے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو روزانہ اتنا جَو دیا کرتے تھے جو ان کے اور ان کے اہل و عیال کی خوراک کے لیے کافی ہوا کرتے تھے۔ ایک دن عقیل کی اولاد نے ان سے مریس (ایک خاص قسم کا کھانا) کا مطالبہ کیا۔ اس مطالبہ کو پورا کرنے کے لیے بھائی کی جانب سے کچھ جَو سے کھجور، کچھ سے گھی خرید لیا اور کچھ سے روٹی بنوالی۔ اس طرح اپنے بچوں کے لیے انہوں نے مریس تیار کی۔ کھانا تیار ہونے کے باوجود امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے بغیر ان کو اچھا نہیں لگا کہ خود کھالیں۔ چنانچہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے گھر آنے کی درخواست کی۔ آپ تشریف لائے۔ آپ کے سامنے جب مریس رکھا گیا تو آپ نے پوچھا کہ یہ کہاں سے اور کیسے تیار ہوا؟ عقیل نے اس کا پوراپس منظر بیان کیا۔ امیر المومنین نے سوال کیا کہ کیا اتنا جو علیحدہ کرنے کے باوجود ہر روز کا کھانا تمہارے لیے کافی ہوتا تھا؟ فرمایا! ہاں۔ جب دوسرے دن عقیل جَو لینے کے لیے حاضر ہوئے تو امیر المومنین نے روزانہ علیحدہ کیے جانے والے مقدار کو کم کر دیا۔ اور فرمایا! جب اس مقدار میں جَو تمہارے لیے کافی ہو جاتی ہے تو میرے لیے جائز نہیں کہ میں تمہیں اس سے زیادہ دیا کروں۔ یہ سن کر عقیل ناراض ہو گئے۔ ان کی ناراضگی دیکھ کر امیر المومنین نے ایک لوہا گرم کیا اور ان کے رخسار کے قریب لے گئے، عقیل اس سے غافل تھے۔ فوراً گھبرا گئے اور آہیں بھرنے لگے۔ امیر المومنین نے ان سے کہا! کیا ہو گیا اس گرم لوہے سے گھبرا گئے اور مجھے جہنم کے حوالہ کرنا چاہتے ہو؟ یہ سن کر عقیل نے کہا! اللہ کی قسم! میں ایسے انسان کے پاس چلا جاؤں گا جو مجھے گیہوں اور کھجوریں دے گا۔ اس فیصلہ کے بعد انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جدائی اختیار کر لی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مل گئے۔

ابن عبدالبر لکھتے ہیں! لوگوں کا خیال ہے کہ ایک دن عقیل کی موجودگی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا! یہ ابو یزید ہیں اگر ان کو معلوم نہ ہوتا کہ میں ان کے بھائی سے بہتر ہوں تو پھر میرے پاس کیوں اقامت اختیار کرتے اور اپنے بھائی کا ساتھ چھوڑ دیتے۔ یہ سن کر عقیل نے کہا! میرا بھائی میرے لیے دین کے اعتبار سے بہتر ہے اور آپ میرے لیے دنیا کے اعتبار سے بہتر ہیں۔ میں اللہ سے خاتمہ بالخیر کی دعا کرتا ہوں۔

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما:

محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن نے فرمایا: مجھے اپنے رب سے ملاقات کرتے ہوئے شرم آتی ہے کیوں کہ میں نے پیدل چل کر بیت اللہ کی زیارت نہیں کی ہے۔ اس احساس کے پیدا ہونے کے بعد آپ نے مدینہ سے پیدل چل کر بیت اللہ کی زیارت بیس مرتبہ کی۔

علی ابن زید بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن نے پندرہ مرتبہ پیدل چل کر حج کیا ہے، شرفائے مدینہ آپ کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔ زندگی میں دو مواقع ایسے آئے جب وہ اپنی پوری دولت سے دست بردار ہو گئے۔ اور تین مرتبہ انہوں نے اپنی آدھی دولت راہ خدا میں تقسیم فرما دی۔ انفاق کی کیفیت یہ تھی کہ ایک جوتا دوسرے کو دے دیا اور دوسرا اپنے پاس روک لیا۔ مذکورہ بالا دونوں روایات کی تخریج ابن الجوزی نے "صفوۃ الصفوۃ" میں کی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے متعلق نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بسند صحیح ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا! میرا یہ بیٹا سردار ہوگا۔ اللہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ اس پیش گوئی کا مصداق اہل علم کی نظر میں معروف و مشہور ہے۔

اس روایت کی تخریج ابن عبدالبر اور امام بغوی نے اپنے معجم میں بطریق عبیداللہ بن عبید بن عُمیر کی ہے۔ امام بغوی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ شرفائے مدینہ ان کے ہم راہ ہوتے تھے۔

روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک بار حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ حضرت ابوذر غفاری کے اس ارشاد کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس میں وہ کہتے ہیں! مالداری سے زیادہ فقیری مجھے محبوب ہے اور صحت کے مقابلے میں بیماری کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت حسین نے فرمایا! اللہ ابوذر پر رحم فرمائے اس کے برعکس میں کہتا ہوں کہ جس کسی نے اللہ کے حسن اختیار پر بھروسہ کیا وہ اپنے دل میں یہ تمنا کر ہی نہیں سکتا کہ وہ اللہ کی پسند کے علاوہ کسی دوسری حالت کو پسند کرے۔

حضرت زین العابدین علی بن حسین اور ان کے بیٹے:

مدائنی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ابو جعفر محمد بن علی یعنی باقر بن زین العابدین کے پاس ان کے اتالیق کے یہاں تشریف لے گئے۔ ابھی وہ کم سن تھے۔ ان کو مخاطب کر کے حضرت جابر

بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! رسول اکرم ﷺ نے آپ کو سلام کہا ہے۔ حضرت جابر سے پوچھا گیا وہ کیسے؟ فرمایا! میں ایک دن خدمت اقدس ﷺ میں موجود تھا، آپ ﷺ کی گود میں حضرت حسین تھے اور آپ ﷺ ان کو چمکار رہے تھے۔ آپ نے فرمایا! اے جابر! میرے اس نواسے کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام علی ہوگا۔ قیامت کے دن ایک پکارنے والا آواز لگائے گا کہ تمام عابدوں کے سردار کھڑے ہوں۔ اس آواز پر علی کھڑے ہوں گے۔ پھر علی کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا۔ اگر تمہاری ملاقات علی سے ہو تو ان سے میرا سلام کہنا۔

ابن الأخضر نے ''معالم العترة الطاهرة'' میں نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی سلیمان نے فرمایا! حضرت علی بن حسین جب چلتے تھے تو ان کے ہاتھ ران سے آگے نہیں بڑھتے تھے اور نہ ان کے ہاتھ ہلتے تھے۔ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ ان سے کہا جاتا! آپ کو کیا ہو جاتا ہے؟ فرماتے: تمہیں کو کیا معلوم میں کس عظیم ہستی کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں اور میں کس سے سرگوشی کرتا ہوں۔

سفیان کہتے ہیں کہ علی بن حسین فرمایا کرتے تھے کہ میرے نصیب میں جو فقر و مسکنت ہے، اس کے مقابلے میں سرخ اونٹوں کی دولت مجھے مسرت نہیں پہنچا سکتی۔

موسیٰ بن طریف بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی بن حسین پر زبان طعن دراز کی۔ آپ نے اسے نظر انداز کیا۔ اس شخص نے کہا! میں آپ ہی کے خلاف یہ حرکت کر رہا ہوں۔ جواب میں آپ نے فرمایا! میں تجھی کو نظر انداز کر رہا ہوں۔

عبدالعزیز بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت علی بن حسین مسجد سے نکل رہے تھے۔ ایک آدمی ملا اور اس نے آپ کو گالی دی۔ غلام اور موالی اس پر ٹوٹ پڑے۔ علی بن حسین نے فرمایا! اسے چھوڑ دو۔ آپ اس کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا! ہمارے خانوادہ کی بہت سی باتیں تم سے پوشیدہ ہیں۔ کیا تمہیں کوئی حاجت درپیش ہے کہ ہم اس میں تمہاری مدد کریں۔ اتنا سننا تھا کہ وہ آدمی بہت نادم ہوا اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد آپ نے اپنے جسم کی چادر اسے دے دی اور حکم دیا کہ اسے ایک ہزار درہم دے دیے جائیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد وہ کہا کرتا تھا! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسولوں کی اولاد ہیں۔

ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ ہشام بن اسماعیل المخزومی مدینہ کا گورنر تھا۔ وہ علی بن حسین کو اذیت پہنچاتا اور برسر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا اور ان کے لیے نامناسب الفاظ استعمال کرتا تھا۔ جب منصب خلافت پر ولید بن عبدالملک فائز ہوا تو اس نے ہشام بن اسماعیل کو معزول کر دیا اور حکم دیا کہ عام لوگوں کے لیے ہمیشہ کھڑے رہے۔ ہشام کہتا ہے کہ اللہ کی قسم! مجھے ڈر صرف علی بن حسین سے لگتا ہے۔ کیوں کہ وہ ایک نیک اور صالح آدمی ہیں، ان کی دعا سنی جاتی ہے۔ یہ سن کر علی بن حسین نے اپنے احباب، غلاموں اور قریبی اعزہ کو وصیت

کی کہ ہشام کے سامنے نہ جایا کریں۔ ایک دن علی اپنی کسی ضرورت سے ادھر سے گزرے لیکن ہشام کے سامنے نہیں آئے اس نے کھڑے کھڑے آواز دے کر کہا: اللہ أعلم حیث یجعل رسالته (اللہ خوب جانتا ہے کہ کسے اپنی رسالت سے سرفراز کرتا ہے۔)

ابن الأخضر کی ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عطاء نے فرمایا: علی بن حسین اس وقت ہشام کے پاس آئے جب اسے لوگوں کی خدمت کے لیے کھڑے رہنے کی سزا سنائی گئی۔ آپ نے فرمایا! اے بھائی! اللہ تجھے عافیت بخشے۔ تیرے ساتھ جو کچھ ہوا اس سے مجھے افسوس ہوا، اب تم ہمیں جس انداز میں چاہو یاد کرو۔ یہ سن کر اس نے کہا! اللہ خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت سے کسے سرفراز کرتا ہے۔ حضرت زین العابدین رشد و ہدایت کا عظیم مینار اور شہرت و نیک نامی میں معروف تھے۔

خطیب نے اپنی 'الجامع' میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! صالح ہدایت، نیک نامی اور میانہ روی نبوت کے پچیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ خانوادۂ رسالت کے اسلاف کے یہی اوصاف تھے۔ پھر بعد کے لوگ ان کے نقوش جادواں کی پیروی کیوں نہ کریں۔

ابوسعید منصور بن حسن الآتی نے اپنی کتاب ''نثر الدرر'' میں یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک دن محمد الباقر بن زید العابدین نے اپنے بیٹے جعفر الصادق سے فرمایا! اے پیارے بیٹے! اللہ نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں پوشیدہ رکھا ہے۔ اس نے اپنی رضا کو اطاعت میں چھپا کر رکھا ہے لہٰذا اطاعت کے کسی بھی کام کو حقیر مت سمجھو، اس نے اپنی ناراضگی اپنی معصیت میں چھپا کر رکھی ہے۔ لہٰذا معصیت کے کسی بھی کام کو کم تر نہ خیال کرو ممکن ہے اللہ کی ناراضگی اسی کام میں ہو۔ اسی طرح اس نے اپنے اولیاء کو اپنی مخلوق میں پوشیدہ رکھا ہے لہٰذا کسی کو حقیر نہ سمجھو ممکن ہے وہی ولی ہو۔

بیان کیا جاتا ہے حضرت صادق جب کسی دنیاوی مصیبت سے دوچار ہوتے تو یہ دعا فرماتے! اللھم اجعله ادباً ولا تجعله غضباً (اے اللہ اس مصیبت کو باعث ادب و تربیت بنا اسے اپنے غضب کا نتیجہ نہ قرار دے۔)

ابوالقاسم الطبری نے ابن وہب کا ایک بیان نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے لیث بن سعد کو سنا وہ فرما رہے تھے! ۱۱۳ھ میں، میں نے حج کیا۔ دوران حج ایک دن نماز عصر ادا کر کے میں جبل ابوقبیس پر چڑھ گیا وہاں ایک صاحب کو دیکھا جو دعا کر رہے تھے۔ اپنی دعا میں وہ فرما رہے تھے! اے رب، اے رب۔ یہی کہتے کہتے ان کی سانس اکھڑ گئی۔ پھر انہوں نے کہنا شروع کیا۔ اے حی، اے حی۔ یہاں تک کہ ان کی سانس اکھڑ گئی۔ پھر

فرمایا! اے میرے معبود! مجھے انگور کی چاہت ہے تو مجھے انگور کھلا دے، اے اللہ میری دونوں چادریں بوسیدہ ہو گئی ہیں مجھے لباس عطا فرما۔

لیث فرماتے ہیں! اللہ کی قسم! ابھی انہوں نے اپنی بات مکمل بھی نہیں کی تھی کہ میں نے دیکھا! انگور سے بھری ہوئی ایک ٹوکری موجود ہے۔ حالانکہ اس وقت روئے زمین پر کہیں انگور موجود نہیں تھا۔ میں نے دیکھا وہاں دو ایسی چادریں رکھی ہوئی ہیں کہ دنیا میں اس جیسی چادر میں نے نہیں دیکھی۔ انہوں نے انگور کھانے کا ارادہ کیا۔ میں نے عرض کیا میں بھی آپ کا شریک ہوں۔ فرمایا! کیوں میں نے کہا! جب آپ دعا کر رہے تھے تو میں آمین کہہ رہا تھا۔ فرمایا! اچھا آگے آؤ اور کھاؤ۔ میں آگے گیا اور انگور کھانے لگا۔ ایسا انگور میں نے زندگی میں کبھی نہیں کھایا تھا۔ اس میں بیج نہیں تھا۔ ہم نے شکم سیر ہو کر کھایا پھر بھی ٹوکری بھری رہی۔ اس میں کچھ کمی واقع نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا! دیکھو انگور بچا کر مت رکھنا اور نہ اس میں سے کچھ چھپانے کی کوشش کرنا۔ پھر آپ نے دونوں میں سے ایک چادر میری طرف بڑھائی، میں نے عرض کیا! مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے آپ ایک چادر کا ازار بنالیں اور دوسری اوڑھنے کے لیے استعمال کریں۔ آپ اپنی دونوں چادریں ہاتھ میں لیے ہوئے پہاڑ سے نیچے اتر آئے۔ مقام سعی پر آپ سے ایک شخص ملا اور اس نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول کے بیٹے! مجھے بھی وہ لباس پہنا دیں جو اللہ نے آپ کو پہنایا ہے۔ کیوں کہ میں ننگا ہوں۔ آپ نے اس شخص کو اپنی دونوں چادریں دے دیں۔ جس شخص کو آپ نے چادریں دی تھیں میں نے اس سے پوچھا! یہ صاحب کون ہیں؟ اس نے کہا! یہ جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں۔ لیث بیان کرتے ہیں کہ اس اطلاع کے بعد میں نے ان کو تلاش کیا تا کہ ان کے ارشادات سن سکوں لیکن میں کامیاب نہ ہوا۔

حاتم الاصم کے حوالہ سے ہم سے روایت کی گئی ہے، حاتم کہتے ہیں کہ مجھ سے شفیق بلخی نے بیان کیا کہ میں ۱۴۹ھ میں حج بیت اللہ کے لیے نکلا۔ قادسیہ پہنچ کر جب وہاں پڑاؤ ڈالا تو وہاں ایک حسین و جمیل گندم گوں چہرے والے نوجوان کو دیکھا۔ اس کے جسم پر اون کا لباس تھا، اور وہ ایک چادر میں لپٹا ہوا تھا۔ اس کے دونوں پاؤں میں جوتے تھے، لوگوں سے الگ ہٹ کر ایک کنارے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا! لگتا ہے یہ نوجوان جماعت صوفیاء سے تعلق رکھتا ہے اور لوگوں پر بوجھ بننے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اللہ کی قسم! میں ابھی اس کے پاس جا کر اسے ڈانٹ پلاؤں گا۔ اس خیال کے آتے ہی میں اس کے قریب گیا۔ جب اس نے مجھے آتا ہوا دیکھا تو کہا! اے شفیق! ''اجتنبو اکثیراً من الظن'' (بہت زیادہ بدگمانی کرنے سے اجتناب کرو) میں نے دل میں سوچا، یہ تو کوئی بندۂ صالح ہے، اس نے تو میرے دل کی بات بتا دی۔ مجھے اس سے ملنا چاہیے اور اپنے ساتھ سفر حج کی اس سے درخواست کرنی چاہیے۔ اتنے میں وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ جب ہم نے آگے چل کر 'واقصہ' میں قیام کیا

تو اس نوجوان کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے۔ حالت نماز میں ان کے اعضاء پر اضطراب کی کیفیت طاری ہے اور آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی ہے۔ میں نے سوچا کہ مجھے ان کے پاس چل کر معذرت کرنی چاہیے۔ انہوں نے اپنی نماز مختصر کی اور فرمایا! اے شقیق! قرآن میں ہے! وانی لغفار لمن تاب و آمن و عمل صالحاً ثم اهتدی (میں اس شخص کو بخش دینے والا ہوں جو توبہ کرے، ایمان لے آئے، عمل صالح کرنے لگے اور پھر سیدھی راہ اپنا لے) میں نے اپنے دل میں کہا! یہ تو ابدال میں سے ہے۔ میرے سینے کے راز دو بار بیان کر چکے ہیں۔ اس کے بعد جب ہمارا قافلہ ''زبالہ'' پہنچا تو دیکھا کہ وہ ایک کنویں پر کھڑے ہیں۔ ہاتھ میں ایک ڈونگا ہے۔ جس سے وہ پانی پینا چاہتے ہیں۔ لیکن ڈونگا کنویں میں گر گیا۔ انہوں نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائیں اور یہ شعر پڑھا۔

انت ربی اذا ظمئت الی الماء　　　وقوتی إذا أردت الطعاما

(جب میں پیاس کی شدت محسوس کرتا ہوں تو تو ہی میری سیرابی کرتا ہے اور جب کھانے کا حاجت مند ہوتا ہوں تو تو ہی میری خوراک ہے۔)

اے میرے آقا اس ڈونگے کے سوا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ شقیق بیان کرتے ہیں! اللہ کی قسم! میں نے دیکھا کہ کنویں کا پانی اوپر آ گیا۔ انہوں نے اپنا ڈونگا لے لیا اور اس میں پانی بھر کر وضو کر کے چار رکعات نماز ادا کی۔ پھر قریب ہی موجود ریت کے ایک ٹیلے کے پاس آئے۔ ڈونگے میں ہاتھ سے ریت اٹھا کر بھرنے لگے اور اسے پینے لگے، میں نے درخواست کی اللہ نے اپنے فضل سے جو روزی آپ کو عطا فرمائی ہے اسے مجھے بھی کھانے کو دیں۔ فرمایا! اللہ کی ظاہری اور باطنی نعمتیں ہمارے اوپر ہمیشہ رہتی ہیں۔ اپنے رب سے اچھی امیدیں وابستہ رکھو۔ یہ کہہ کر ڈونگا میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اس سے پیا۔ ستو اور شکر کا آمیزہ اتنا لذیذ کہ اللہ کی قسم میں نے اس سے لذیذ اور خوشبودار مشروب اس سے پہلے کبھی نہیں پیا تھا۔ میں آسودہ اور شکم سیر اتنا ہو گیا کہ آئندہ چند دنوں کے لیے مجھے کھانے پینے کی کوئی حاجت محسوس نہیں ہوئی۔ اس کے بعد پھر میں نے ان کو نہیں دیکھا۔ لیکن جب مکہ پہنچا تو دیکھا کہ رات نصف شب کو وہ زمزم کے قبہ کے پہلو میں انتہائی خشوع و خضوع سے نماز پڑھ رہے ہیں اور شدت گریہ طاری ہے۔ رات تمام ہو گئی اور وہ اسی حالت میں رہے۔ فجر کا وقت ہوا تو وہ اپنے مصلی پر بیٹھے تسبیح پڑھنے لگے۔ بعدہ نماز فجر ادا کی اور کعبہ کا سات مرتبہ طواف کیا۔ اس کے بعد باہر نکلے میں بھی پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ دیکھا تو ان کے حاشیہ نشینوں، خدام اور غلاموں کی ایک بڑی تعداد ہے۔ سفر میں جس حالت میں میں نے انہیں دیکھا تھا۔ اس کے برعکس منظر یہاں دیکھنے کو ملا۔ لوگ ان کے پاس تشریف لائے اور سلام کرتے تھے۔ میں نے کچھ لوگوں سے سوال کیا! یہ حضرت کون بزرگ ہیں؟ ایک شخص نے جواب دیا: یہ موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہ سلام ہیں۔

یہ واقعہ ابن الجوزی نے ''مثیر العزم الساکن إلی اشرف الأماکن'' میں راھر مزی نے ''کرامات الاولیاء'' میں اور حافظ عبدالعزیز بن اخضر نے ''معالم العزة الطاهرة'' میں بھی نقل کیا ہے۔

حضرت علی بن موسیٰ الکاظم علیہ السلام:

حضرت بن موسیٰ الکاظم رحمہ اللہ کی شخصیت جلیل القدر اور اپنے عہد کی منفرد شخصیت تھی۔ سری سقطی کے استاذ ابو محفوظ معروف الکرخی نے آپ ہی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔

امام ابوالقاسم القشیری اپنے ''رسالہ'' میں لکھتے ہیں کہ وہ یعنی معروف الکرخی حضرت علی بن موسیٰ الرضا کے موالی میں سے تھے۔ پھر امام کشیری نے علی بن موسیٰ الرضا کے ہاتھ پر ان کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کیا ہے۔

جمال الزرندی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ علی بن موسیٰ الرضا سے مامون نے سوا کیا کہ آپ کے جدامجد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو جنت اور جہنم کا تقسیم کرنے والا کس وجہ سے سمجھا جاتا ہے؟ آپ نے جواب دیا! اے امیر المومنین! کیا آپ اپنے اجداد کے سلسلے میں یہ روایت نہیں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا! میں نے رسول اللہ اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے! علی سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی۔ مامون نے کہا! ہاں یہ روایت میں اپنے اجداد کے سلسلے میں بیان کرتا ہوں۔ امام رضا نے فرمایا!! اور جہنم کی تقسیم کی بنیاد علی سے محبت اور ان سے بغض پر ہے۔ یہ جواب سن کر مامون نے کہا! اے ابوالحسن! شاید میں آپ کے بعد دنیا میں زندہ نہ رہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ علوم نبوی کے وارث ہیں۔

ابو الصلت عبدالسلام بن صالح الھروی بیان کرتے ہیں کہ جب علی بن موسیٰ الرضا اپنے گھر واپس آئے تو میں نے عرض کیا! آپ نے امیر المومنین کے سوال کا بہت خوبصورت اور عمدہ جواب دیا۔ آپ نے فرمایا! اے ابو الصلت! میں نے انہیں کے شایان شان کہی تھی ورنہ میں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے والد سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا! مجھے مخاطب کر کے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے! اے علی! تم قیامت کے دن جنت اور جہنم تقسیم کرنے والے ہو گے۔ تم جہنم سے کہو گے! یہ بندۂ بندۂ مومن میرا ہے اور وہ شخص تمہارا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام دارقطنی نے ابوالطفیل عامر بن واثلۃ الکنانی سے ایک طویل روایت نقل کی ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم پر مشتمل مجلس شوریٰ قائم کرنے کا تذکرہ ہے۔ اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ شوریٰ کے اراکین سے مخاطب ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا! میں آپ حضرات سے اللہ کی قسم دلا کر سوال کرتا ہوں کہ کیا آپ میں کوئی ایسا ہے جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا ہو!

اے علی! تم قیامت کے دن جنت اور جہنم کے تقسیم کرنے والے ہو۔ کیا میرے علاوہ کوئی دوسرا ہے، جس کے متعلق یہ ارشاد ہوا ہو۔ تمام اراکین شوریٰ نے کہا! اللہ کی قسم! نہیں۔

مذکورہ بالا روایت کی شاہد روایت وہ ہے جسے ابن السمان نے اپنی کتاب "الموافقة" میں قیس بن ابی حازم سے بیان کی ہے۔ انہوں نے فرمایا! ایک بار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے مسکرا پڑے۔ حضرت علی نے جب اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا! میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن پل صراط کو صرف وہی شخص پار کر پائے گا جس کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ پل صراط سے گذرنے کی تحریر لکھیں گے۔

طوسی کی کتاب "اعلام الوریٰ" میں یہ روایت موجود ہے۔ حاکم ابو عبداللہ الطوسی اپنی سند سے بطریق محمد بن عیسیٰ عن ابی حبیب نقل کرتے ہیں کہ ابو حبیب نے کہا! میں نے نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا! آپ ہمارے شہر کی اس مسجد میں تشریف فرما تھے جہاں ہر سال حجاج کرام قیام کرتے ہیں۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کر کے آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ مدینہ کے کھجوروں کی پتیوں سے بنے ہوئے ایک طبق میں صیحانی کھجوریں موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک مٹھی کھجور اٹھا کر مجھے عنایت فرمائیں۔ میں نے ان کو شمار کیا تو وہ تعداد میں اٹھارہ تھیں۔ میں نے اس عدد سے سمجھا کہ شاید اتنے ہی سال میری زندگی باقی ہے۔ لیکن اس واقعہ کے بیس سال بعد ایک دن جب کہ میں ایک ایسی زمین پر تھا جسے زراعت کے لیے تیار کیا جا رہا تھا کہ ایک شخص نے آ کر مجھے بتایا کہ ابوالحسن علی الرضا بن موسیٰ الکاظم مدینہ منورہ سے تشریف لائے ہیں اور اسی مسجد میں اقامت پزیر ہیں۔ میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ چاروں طرف سے لوگ آ آ کر ان کو سلام کر رہے ہیں۔ میں بھی قریب پہنچ گیا میں نے دیکھا کہ وہ اس جگہ بیٹھے ہوئے ہیں جس جگہ پر میں نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں بیٹھے دیکھا تھا۔ ان کے نیچے بھی ٹھیک اسی طرح کی چٹائی تھی جیسی چٹائی نبی کریم ﷺ کے نیچے تھی۔ کھجور کی پتیوں کا صیحانی کھجوروں سے بھرا ہوا طبق ان کے سامنے بھی تھا۔ میں نے ان کی خدمت میں سلام پیش کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر خود ہی گفتگو کا آغاز فرمایا اور پھر ایک مٹی کھجور مجھے عنایت کی۔ میں نے شمار کیا تو وہ تعداد میں اٹھارہ تھیں جس تعداد میں رسول کریم ﷺ نے مجھے کھجوریں خواب میں دی تھیں۔ میں نے عرض کیا! مزید عنایت فرمائیں۔ فرمایا! اگر آپ کو رسول اللہ ﷺ نے اس سے زیادہ دیا ہوتا تو میں بھی زیادہ دیتا۔

امام حاکم نے بھی اپنی سند سے سعید سے روایت نقل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالحسن الرضا نے ایک شخص کو دیکھا اور اس سے فرمایا! اے بندۂ خدا! جو تم چاہتے ہو میں اس کی تمہیں وصیت کرتا ہوں جو چیز بہت ضروری ہے اس کے لیے خود کو تیار کرو۔ راوی کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے تین دن بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا۔

ابن حمدون کے ''تذکرہ'' میں ہے کہ محمد (جواد) بن علی الرضا بن موسیٰ الکاظم نے فرمایا! اللہ سے عہد و پیمان باندھنے والا ضائع کیوں کر ہو سکتا ہے، احکام الٰہی سے طالب خدا آزاد کیسے ہو سکتا ہے۔ یاد رکھو، جس کسی نے اللہ سے ناطہ توڑ کر کسی دوسرے سے تعلق قائم کر لیا، اللہ اس کو اسی کے سپرد کر دے گا۔ بغیر علم کے عمل اصلاح سے زیادہ فساد کا موجب ہے۔

ایک شخص نے آپ سے عرض کیا! مجھے جامع اور مختصر وصیت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا! اپنی ذات کو دنیا کی عار اور آخرت کی آگ سے محفوظ رکھو۔

ابوالحسن علی العسکری بن محمد الجواد کے کلام حکمت میں سے ان کا ایک حکیمانہ قول یہ ہے

''من اتقى الله تقي، ومن أطاع الله يطاع''

(جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے لوگ ڈرتے ہیں اور جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے دوسرے اس کی فرماں برداری کرتے ہیں۔)

آپ کا ایک دوسرا بنی بر حکمت قول یہ بھی ہے:

''من أطاع الله لم بسخط المخلوق''

(اللہ کی اطاعت کرنے والا مخلوق کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتا۔)

ابو محمد الحسن الخالص (امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ):

امام علی نقی کے صاحب زادے حضرت ابو محمد الحسن الخالص رحمہ اللہ کی شخصیت بڑی با عظمت تھی انہیں کو شیعہ حضرات مہدی المنتظر کا والد خیال کرتے ہیں۔ ان کے ذریعہ متعدد کرامات کا ظہور ہوا۔ جس کی وجہ سے المعتمد علی اللہ ابن المتوکل العباسی نے ان کو قید میں ڈال دیا۔

امام عبداللہ بن سعد الیافعی کی کتاب ''روض الریاحین'' میں ایک روایت بہلول قدس سرہ کے حوالے سے منقول ہے۔ حضرت بہلول کہتے ہیں کہ میں ایک دن بصرہ کی ایک سڑک پر تھا دیکھا کہ بہت سے بچے اخروٹ اور بادام سے کھیل رہے ہیں۔ البتہ ایک بچہ ان کی طرف دیکھ رہا ہے اور رو رہا ہے۔ میں نے سوچا شاید یہ بچہ دوسرے بچوں کے پاس جو کچھ ہے اسے دیکھ کر مضمحل ہو رہا ہے اور اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں نے اس سے پوچھا! اے بیٹے! کیوں رو رہے ہو؟ کیا میں تمہارے لیے کوئی کھلونا خرید دوں؟ اس بچے نے نگاہ اٹھائی اور کہا! اے کم سمجھ! ہم کھیلنے کے لیے نہیں پیدا کیے گئے ہیں۔ بہلول کہتے ہیں کہ میں نے کہا! پھر کیوں پیدا کیے گئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا! ہم علم اور عبادت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ میں نے کہا! اللہ آپ کی عمر میں برکت دے یہ بات آپ کو کہاں سے معلوم ہوئی؟ انہوں نے جواب دیا! قرآن کی اس آیت سے: ''افحسبتم انما خلقنا کم

عبثا و انکم إلینا لاترجعون'' میں نے کہا! اے بیٹے! میں آپ کو حکیم سمجھتا ہوں لہٰذا مجھے مختصر انداز میں نصیحت فرمائیے۔ اس کے جواب میں انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

أری الدنیا تجهز بانطلاق مشمرة علی قدم و ساق

(میں دنیا کو دیکھ کر رہا ہوں کہ وہ کمر کس کر میدان میں موجود ہے۔)

فلا الدنیا بباقیه لحی ولا الحی علی الدنیا بباق

(کسی زندہ وجود کے لیے دنیا باقی رہنے والی نہیں اور نہ کوئی زندہ وجود دنیا کے لیے باقی رہنے والا ہے۔)

کان الموت والحدثان فیها الی نفس الفتی فرساً سباق

(یہاں موت اور زندگی کی مثال اس نوجوان کی سانس جیسی ہے جو تیز رفتار گھوڑے پر ہو۔)

فیا مغرور بالدنیا رویدا ومنها خذلنفسك بالوثاق

(اے دنیا پر اترانے والے ذرا سنبھل کر، یہاں سے اپنی ذات کے لیے مضبوطی سے کوئی توشہ اکٹھا کر۔)

پند و نصائح پر مشتمل ان اشعار کے پڑھنے کے بعد انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا ہاتھوں سے اشارہ کیا اور دونوں رخسار پر آپ کے آنسو بہہ رہے تھے۔ پھر انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

یامن إلیه المبتهل یامن علیه المتکل

(اے وہ ذات جس کے سامنے گڑگڑایا جاتا ہے، اے وہ ذات جس پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔)

یامن إذا ما آمل یرجوه لم یخط الأمل

(اے وہ ذات جس سے میں امید کرتا ہوں تو وہ بر آتی ہے کبھی اس میں خطا نہیں ہوتی۔)

بہلول بیان کرتے ہیں: یہ اشعار پڑھنے کے بعد وہ غش کھا کر گر گئے۔ میں نے اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا اور ان کے چہرے سے مٹی جھاڑ دی۔ جب افاقہ ہوا تو میں نے کہا! بیٹے آپ کو کیا ہو گیا آپ تو ابھی کم سن بچے ہیں، آپ کے نامۂ اعمال میں ابھی گناہ تو لکھا نہیں جا رہا ہے۔ جواب میں انہوں نے کہا! اے بہلول آپ کو کیا معلوم میں نے اپنی والدہ ماجدہ کو دیکھا ہے کہ وہ بڑی لکڑیاں جلاتی تھیں لیکن چھوٹی لکڑیوں کے بغیر آگ جلتی نہیں تھی۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میں جہنم کی چھوٹی لکڑیوں میں نہ شامل کر لیا جاؤں۔ میں نے کہا! بیٹے! تمہاری باتیں بڑی حکیمانہ ہیں مجھے نصیحت کرو۔ جواب میں انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

غفلت و حادی الموت فی اثری یحدو

وإن له أرح یوماً فلابد ان اغدو

أنعم حسبی باللباس ولینه

ولیس لجسمی من لباس البلاید

بہلول بیان کرتے ہیں کہ جیسے ہی وہ اپنے کلام سے فارغ ہوئے میں غش کھا کر گر گیا۔ اور وہ وہاں سے رخصت ہو گئے۔ جب مجھے افاقہ ہوا اور میں نے بچوں کی طرف دیکھا تو ان کو بچوں کے ساتھ نہیں پایا۔ میں نے بچوں سے پوچھا! وہ بچہ کون تھا؟ بچوں نے جواب دیا! آپ نے اسے پہچانا نہیں۔ میں نے کہا! نہیں۔ بچوں نے جواب دیا! وہ حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی اولاد میں سے ہیں۔ میں نے کہا! مجھے بار بار یہ خیال آ رہا تھا کہ یہ پھل اسی درخت کا ہو سکتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اہل بیت نبوی کے ملفوظات اور اس باب میں حکمت میں مبنی ان کی باتیں شمار بھی نہیں کی جا سکتیں۔ ان سے اپنی نسبت کرنے والوں کے لیے مناسب ہوگا کہ وہ ان کے محاسن اخلاق و آداب کو اختیار کریں۔ ان کی سیرت اور نقوش حیات پر غور و فکر کرتے ہوئے ان کی پیروی کرنے کی کوشش کریں تا کہ وہ تمام لوگوں میں دین، اخلاق اور اعمال کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں۔ اسی طریقہ کار کو اپنانے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دیگر اسلاف کرام کو خوشی و مسرت حاصل ہوگی۔

☆......☆......☆

الصواعق المحرقة
فى الرد على اهلى البدع والزندقة

المحدّث احمد بن حجر الهيتمى المكى

المتوفى سنة ٩٧٤ھ

باب

اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل، کارنامے اور حالات بیان ہوں گے۔اس کی کئی فصلیں ہیں۔

فصل اول:

اس فصل میں آپ کے قبول اسلام اور ہجرت وغیرہ کا بیان ہوگا:

آپ نے دس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نو سال اور آٹھ سال کی عمر میں اسلام لائے اور یہ بھی کہ آپ اس سے بھی بہت پہلے اسلام لا چکے تھے بلکہ حضرت ابن عباس، حضرت انس، حضرت زید بن ارقم، حضرت سلمان فارسی اور ایک جماعت کا کہنا ہے کہ آپ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اور بعض سے منقول ہے کہ اس پر اجماع ہے اور اس اجماع کی تطبیق پہلے بیان ہو چکی ہے یعنی اجماع اس بات پر ہے کہ حضرت ابوبکر سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔ اور ابو یعلیٰ نے آپ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سوموار کو ہوئی اور میں منگل وار کو اسلام لایا۔

ابن سعد نے حسن بن زید سے بیان کیا ہے کہ آپ نے صغر سنی میں بھی کبھی بتوں کو پرستش نہیں کی۔ اسی لیے آپ کے بارے میں کرم اللہ وجہہ کے الفاظ کہے جاتے ہیں۔ اس معاملے میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی آپ کے ساتھ شامل کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ ان کے متعلق بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے بھی کبھی بت پرستی نہیں کی۔ آپ ان گیارہ آدمیوں میں سے ایک ہیں جن کے جنتی ہونے پر گواہی دی گئی ہے۔ نیز آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤاخات میں بھائی اور سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خاوند ہونے کی وجہ سے آپ کے داماد بھی ہیں۔ آپ سابقون الاولون علمائے ربانی، مشہور بہادروں، زاہدوں اور معروف خطیبوں میں سے ایک ہیں۔ آپ ان جامعین قرآن میں سے ایک ہیں، جنہوں نے قرآن پاک کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کیا۔ آپ کے علاوہ ابوالاسود الدؤلی ابو عبدالرحمٰن السلمی اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے بھی آپ کے حضور قرآن پیش کیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ کو وصایا اور امانتوں کی ادائیگی کے لیے کئی دن تک مکہ میں ٹھہرنے کا حکم فرمایا۔ پھر آپ ان چیزوں کی ادائیگی کے بعد اپنے اہل کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔

آپ تبوک کے سوا تمام معرکوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ کیوں کہ حضور علیہ السلام نے

آپ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام امیر مقرر فرمایا تھا۔ اور اسی موقع پر آپ نے فرمایا تھا کہ تو مجھ سے ایسے مقام پر ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھا۔ تمام معرکوں میں آپ کے کارنامے مشہور ہیں۔ جنگ اُحد کے روز آپ کو سولہ زخم آئے۔ حضور علیہ السلام نے بہت سے معرکوں میں آپ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ خصوصاً جنگ خیبر میں۔ اور آپ نے پیشگوئی فرمائی جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ آپ کے ہاتھ پر فتح ہوگی آپ نے خیبر کے قلعے کا دروازہ اپنی پشت پر اٹھالیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں نے قلعے پر چڑھ کر اُسے فتح کرلیا۔ اس کے بعد انہوں نے دروازے کو کھینچا اور اُسے چالیس آدمیوں نے اٹھایا اور ایک روایت میں ہے آپ نے خیبر کے دروازے کو لے کر اس کی ڈھال بنالی۔ اور اسے ہاتھ میں لے کر لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمائی۔ آپ نے اُسے پھینک دیا پھر آٹھ آدمیوں نے اُسے پھینکنے کا ارادہ کیا۔ مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکے۔

فصل دوم:

اس فصل میں آپ کے فضائل کا تذکرہ ہوگا:

آپ کے فضائل مشہور اور اس قدر کثیر تعداد میں ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ حضرت علی کے برابر کسی آدمی کے فضائل نہیں۔ اور اسمٰعیل قاضی نسائی اور ابوعلی نیشاپوری نے کہا ہے کہ کسی صحابی کے لیے اس قدر حسن اسانید وارد نہیں ہوئیں جتنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے آئی ہیں۔ اور اہل بیت نبوی کی اولاد میں سے بعض متاخرین نے کہا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے جسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان تمام واقعات سے جو آپ کے بعد رونما ہونے والے اور جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ مبتلا ہونے والے تھے، آگاہ کردیا تھا۔ اور جب آپ کو خلافت ملی اور جو اختلافات اس میں وقوع پذیر ہوئے ان کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اطلاع دے دی تھی۔ یہ امور اس بات کے متقضی تھے کہ امت کی خیرخواہی کے لیے ان فضائل کو مشہور کیا جائے تاکہ جو شخص آپ سے تمسک کرے وہ نجات پائے پھر جب یہ اختلاف رونما ہوا اور آپ کے خلاف خروج ہوا تو جن صحابہؓ نے ان فضائل کو سنا تھا انہوں نے امت کی خیرخواہی کے لیے انہیں نشر کرنا شروع کردیا۔ پھر جب معاملہ شدت اختیار کرگیا اور بنی امیہ کا ایک گروہ آپ کی تنقیص کرنے لگا اور منبروں پر آپ کو گالیاں دینے لگا اور ملعون خوارج نے ان کی موافقت کی بلکہ انہوں نے آپ کو کافر تک کہا تو اہلسنت کے جلیل القدر حفاظ، امت کی خیرخواہی اور حق کے نصرت کے لیے آپ کے فضائل کی نشرواشاعت میں لگ گئے۔

عنقریب اہل بیت کے فضائل میں بیان ہونے والی احادیث میں بھی آپ کے بکثرت فضائل کا ذکر ہوگا۔ آپ کو صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل پر اکتفا کرنا ہوگا۔ ان میں سے بہت سے فضائل کا ذکر گذشتہ احادیث میں بیان ہوچکا ہے۔ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے بارے میں آئی ہیں اس جگہ چالیس

حدیثوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جن میں آپ کے عظیم الشان اور روشن فضائل کو بیان کیا گیا ہے:

۱۔ شیخین نے سعد بن ابی وقاص سے اور احمد نے اور بزار نے ابو سعید خدریؓ سے اور طبرانی نے اسماء بنت عمیسؓ، ام سلمہؓ، حبشی بن جنادہ ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، جابرؓ بن سمرہ، علیؓ، براءؓ بن عازبؓ اور زید بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ تبوک کے موقع پر حضرت علیؓ کو پیچھے چھوڑا تو آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: "کیا آپ اس بات سے راضی نہیں کہ آپ کو مجھ سے وہ مقام حاصل ہو جو حضرت ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھا۔ ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

اس حدیث کے متعلق بارہویں شبہ میں بہت کچھ بیان ہو چکا ہے۔

۲۔ شیخین نے سہل بن سعدؓ سے اور طبرانی نے حضرت ابن عمرؓ، ابن ابی لیلیٰؓ اور عمران بن حسین سے اور بزار نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے روز فرمایا۔ میں کل اس شخص کو جھنڈا دوں گا۔ جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کا محبّ ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس کے محبّ ہوں گے۔ رات بھر لوگ اس موضوع پر باتیں کرتے رہے کہ ان میں سے کس کو جھنڈا دیں گے۔ صبح ہوئی تو سب کے سب اس امید پر کہ حضور علیہ السلام اُسے جھنڈا دیں گے۔ آپ کے پاس حاضر ہوئے آپ نے فرمایا، علیؓ بن ابی طالب کہاں ہیں۔ عرض کیا انکی آنکھوں میں تکلیف ہے فرمایا انہیں بلاؤ وہ حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگا کر دعا کی تو آپ تندرست ہو گئے۔ گویا آپ کو کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ آپ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔

امام ترمذی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ سب لوگوں سے بڑھ کر آپ کو محبوب تھیں۔ اور ان کے خاوند حضرت علیؓ مردوں میں سے آپ کو زیادہ محبوب تھے۔

۳۔ مسلم نے سعد بن ابی وقاصؓ سے بیان کیا ہے کہ جب آیت ندع ابناء نا و ابناء کم کا نزول ہوا۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسینؓ کو بلایا اور عرض کیا اے اللہ میرے اہل ہیں۔

۴۔ غدیر خم کے موقع پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"جسے میں محبوب ہوں علی بھی اُسے محبوب ہے اے اللہ جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔"

گیارہویں شبہ میں یہ حدیث بیان ہو چکی ہے۔ اسے حضور علیہ السلام سے تیس صحابہ نے روایت کیا ہے۔ اور اس کے بہت سے طریق صحیح اور حسن ہیں۔ اس کے معنوں کے متعلق بہت کچھ بیان ہو چکا ہے اور بیہقی

نے بیان کیا ہے کہ یہ مجھ پر بعد میں ظاہر ہوئی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ علیؓ سید العرب ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا۔ کیا آپ سید العرب نہیں فرمایا میں سید العالمین ہوں اور یہ سید العرب ہے۔

حاکم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ الفاظ بیان کیے ہیں:

''یعنی میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور علیؓ عربوں کا سردار ہے۔''

حاکم نے اسے صحیح کہا ہے مگر دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔ اس کے تمام شواہد کمزور ہیں جیسا کہ بعض محقق محدثین نے بیان کیا ہے بلکہ ذہبی اس پر وضع کا حکم لگانے کی طرف مائل ہیں۔ اور اگر اسے صحیح فرض کر لیا جائے تو علیؓ کی سیادت ان کے لیے نسب وغیرہ کی رُو سے ہوگی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ خلفائے ثلاثہؓ سے بھی افضل ہیں۔ اور اس بارے میں صریح دلائل پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

۵۔ ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے بریدہؓ سے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول کریم ﷺ نے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا ارشاد فرمایا اور مجھے یہ بھی بتایا کہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں، عرض کیا گیا یا رسول اللہ ہمیں ان کے نام بتا دیجیے۔ فرمایا ان میں سے ایک علی ہے باقی تین ابوذر، سلمان اور مقداد ہیں۔

۶۔ احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حبشی بن جنادہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

''علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں اور میری ادائیگی میں کر سکتا ہوں یا علی۔''

۷۔ ترمذی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے صحابہ کے درمیان مؤاخات قائم کی تو حضرت علی نے اشک بار آنکھوں کے ساتھ حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان مؤاخات قائم کی ہے۔ لیکن میرے ساتھ کسی کی مؤاخات نہیں کی حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''کہ تو میرا دنیا اور آخرت میں بھائی ہے۔''

۸۔ مسلم نے حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا۔ حضور علیہ السلام نے مجھے تاکیداً فرمایا ہے کہ مومن مجھ سے محبت کرے گا اور منافق مجھ سے بغض رکھے گا۔

۹۔ بزار اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر بن عبداللہ سے اور طبرانی حاکم اور عقیلی نے الضعفاء میں اور ابن عدی نے حضرت ابن عمر سے اور ترمذی اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''کہ میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔''

اور ایک روایت میں ہے جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ دروازے کے پاس آئے اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں جو حضرت سے مروی ہے کہ: ''میں شہر حکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔''

اور ابن عدی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ علی باب علی میرے علم کا دروازہ ہے۔ اس حدیث کے بارے لوگ بہت مضطرب ہیں۔ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ موضوع ہے۔جس میں ابن جوزی اور نووی شامل ہیں۔انہیں حدیث اور اس کے طرق کے متعلق جو معرفت حاصل ہے وہی تیرے لیے کافی ہے۔ یہاں تک کہ بعض محدثین نے کہا ہے کہ نووی کے بعد کوئی آدمی ایسا پیدا نہیں ہوا جو اس کی برابری تو کجا اس کا لگا بھی کھا سکے۔اور حاکم نے حسب عادت مبالغہ سے کام لیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور بعض متاخر محققین نے جو حدیث کے بارے میں بڑی واقفیت رکھتے ہیں،اسے درست قرار دیا ہے۔یہ حدیث حسن ہے اور اس کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے۔

۱۰۔ حاکم نے حضرت علی سے صحیح روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول کریم ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے ان کے درمیان فیصلے کرنے کے لیے بھیج رہے ہیں۔اور میں ایک نوجوان آدمی ہوں جو قضا سے واقف نہیں آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا،اے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرما اور اس کی زبان کو ثبات عطا کر،اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا ہے کہ مجھے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے کبھی تردد نہیں ہوا۔

کہتے ہیں حضور علیہ السلام کے قول کہ علی تم سب سے زیادہ صحیح فیصلے کرنے والے ہیں،کا سبب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کی احادیث میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ دو آدمی جھگڑتے ہوئے آئے۔ان میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس ایک گدھا اور اس کے پاس ایک بیل تھا۔اس کے بیل نے میرے گدھے کو مار دیا ہے۔حاضرین میں سے ایک نے کہا۔چوپاؤں پر کوئی ضمانت نہیں۔حضور علیہ السلام نے فرمایا اے علی ان کے درمیان فیصلہ کرو۔آپ نے دونوں سے پوچھا کیا وہ دونوں بندھے ہوئے تھے یا آزاد تھے یا ایک بندھا ہوا تھا اور دوسرا آزاد تھا۔دونوں نے جواب دیا کہ گدھا بندھا ہوا تھا اور بیل آزاد تھا۔اور بیل کا مالک بھی اس کے ساتھ تھا۔حضرت علی نے کہا بیل والے پر گدھے کی ضمانت پڑتی ہے۔حضور علیہ السلام نے آپ کے حکم کو قائم اور آپ کے فیصلے کو نافذ کیا۔

۱۱۔ ابن سعد نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ آپ سے کہا گیا۔کیا وجہ ہے کہ اصحاب رسول کی طرح آپ کی احادیث بکثرت نہیں۔تو آپ نے فرمایا جب میں رسول کریم ﷺ سے دریافت کرتا تو آپ مجھے بتاتے اور جب خاموش ہو جاتے تو مجھ سے شروع کرتے۔

۱۲۔ طبرانی نے "الاوسط" میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگ مختلف شجروں سے ہیں اور میں اور علی ایک ہی شجرے سے ہیں۔

۱۳۔ بزار نے حضرت سعد سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کہ میرے اور تیرے سوا اس مسجد میں کسی کے لیے جنبی ہونا جائز نہیں۔

۱۴۔ طبرانی اور حاکم نے نے بیان کیا ہے اور اسے ام سلمہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ غصے میں ہوتے تو حضرت علی کے سوا آپ سے گفتگو کرنے کی کوئی شخص جرأت نہ کرتا۔

۱۵۔ طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔

۱۶۔ ابو یعلی اور بزار نے حضرت سعد بن وقاص سے بیان کیا ہے کہ، رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے علی کو اذیت دی، اس نے مجھے اذیت دی۔

۱۷۔ طبرانی نے حضرت ام سلمہ سے۔ بسند حسن بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔

۱۸۔ احمد اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے ام سلمہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ جس نے علی کو بُرا کہا، اس نے مجھے برا کہا۔

۱۹۔ احمد اور حاکم نے حضرت ابو سعید خدری سے۔ بسند صحیح بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا میں نے جیسے تنزیل قرآن پر لڑائی کی ہے ایسے ہی تو تاویل قرآن پر لڑائی کرے گا۔

۲۰۔ بزار، ابو یعلی اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول کریم ﷺ نے بلایا اور فرمایا تجھ میں عیسیٰ علیہ کی ایک مثال ہے۔ یہود نے آپ سے یہاں تک بغض رکھا کہ آپ کی ماں پر بہتان باندھا۔ اور نصاریٰ نے آپ سے یہاں تک محبت کی کہ آپ کو وہ مقام دیا جو آپ کو حاصل نہ تھا۔ سنو میرے بارے میں دو آدمی ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک حد سے بڑھا ہوا محب، جو میری تقریظ میں وہ بات کہتا ہے جو مجھ میں نہیں پائی جاتی۔ دوسرا وہ بغض رکھنے والا جس کو میری دشمنی، مجھ پر بہتان لگانے پر آمادہ کر دیتی ہے۔

۲۱۔ طبرانی نے الاوسط میں حضرت ام سلمہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ علی قرآن کے ساتھ ہے۔ اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ وہ حوض کوثر تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔

۲۲۔ احمد اور حاکم نے حضرت عمار بن یاسر سے۔ بسند صحیح بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا۔ دو آدمی بڑے بد بخت ہیں۔ ایک قوم ثمود کا احیمر جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں اور اے علی دوسرا وہ شخص جو تیرے سر پر تلوار مار کر داڑھی کو تر کر دے گا۔ یہ حدیث حضرت علی، حضرت صہیب، حضرت

جابر بن سمرہ وغیرہ سے بھی بیان ہوئی ہے۔

ابو یعلی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی کے ساتھ چمٹے ہوئے اور بوسہ دیتے ہوئے دیکھا۔ آپ فرمارہے تھے میرا باپ یگانہ شہید پر قربان ہو۔

طبرانی اور ابو یعلی نے اسے ایسی سند سے بیان کیا ہے۔ جس کے رجال سوائے ایک کے ثقہ ہیں۔ اُسے بھی انہی کی طرح ثقہ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت علیہ السلام نے ایک دن حضرت علی سے فرمایا۔ اوّلین میں سے کون بڑا بد بخت ہے۔ آپ نے عرض کیا یارسول اللہ جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔ آپ نے فرمایا تو نے درست کہا ہے پھر فرمایا آخرین میں کون بڑا بد بخت ہے عرض کیا یارسول اللہ اس کے متعلق مجھے کچھ علم نہیں۔ فرمایا جو تیری کھوپڑی پر مارے گا۔ حضرت علی جب اہل عراق سے تنگ آجاتے تو انہیں کہتے میں چاہتا ہوں کہ تمہارا بڑا بد بخت آدمی کھڑا ہو کر میری داڑھی کو رنگ دے۔ اور اپنے سر کے اگلے حصے پر ہاتھ کا اشارہ کرتے۔

ایک صحیح روایت یہ بھی ہے کہ ابن سلام نے آپ سے کہا عراق نہ جائیں۔ مجھے خدشہ ہے کہ آپ کو وہاں تلوار کی دھار کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تو حضرت علی نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ اس کی خبر مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ ابو الاسود کہتے ہیں، میں نے کسی ایسے جنگجو شخص کو نہیں دیکھا جسے ایسی خبر دی جائے اور وہ خود ہی کہے کہ مجھے اس کا علم ہے۔

۲۳۔ حاکم نے ابو سعید خدری سے صحیح روایت کیا ہے کہ لوگوں نے حضرت علی کی شکایت کی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا علی کی شکایت نہ کرو۔ خدا کی قسم وہ اللہ کی ذات کے بارے میں یا اللہ کی راہ میں بڑی خشیت رکھنے والا آدمی ہے۔

۲۴۔ احمد اور الضیاء نے زید بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے علی کے دروازے کے سوا دوسرے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ کے بارے میں تمہارے ایک کہنے والے نے کہا ہے، خدا کی قسم میں نے نہ کسی چیز کو بند کیا اور نہ کھولا ہے بلکہ مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں نے اس کی پیروی کی ہے۔ اس حدیث سے ان احادیث کے بارے میں اشکال پیدا نہیں ہوتا۔ جو حضرت ابو بکر کی خلافت کے متعلق بیان ہو چکی ہیں۔ کہ ابو بکر کی کھڑکی کے سوا سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ اس لیے کہ اس حدیث میں تصریح ہے۔ کہ آپ نے کھڑکیاں بند کرنے کا حکم مرض الموت میں دیا تھا۔ اور یہ حکم اس زمانے کا نہیں اسے مرض سے پہلے کے زمانے پر محمول کیا جائے۔ اس سے علماء کے قول کی توضیح ہو گئی کہ اس میں حضرت ابو بکر کی خلافت کی طرف اشارہ ہے نیز یہ حدیث اس سے واضح اور زیادہ مشہور ہے۔

۲۵۔ ترمذی اور حاکم نے حضرت عمران بن حصین سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا۔ تم علی

سے کیا چاہتے ہو۔ میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہے۔ اور وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔ اس حدیث اور اس کے معنوں پر میں گفتگو ہو چکی ہے۔

۲۶۔ طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضرت فاطمہ کی علی کو زوجیت میں دے دوں۔

۲۷۔ طبرانی نے حضرت جابر سے اور خطیب نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے اور میری ذریت کو علی بن ابی طالب کی صلب میں رکھا ہے۔

۲۸۔ دیلمی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرا بہترین بھائی علی ہے اور بہترین چچا حمزہ ہے۔

۲۹۔ دیلمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور طبرانی اور مردویہ نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تین آدمی سبقت کرنے والے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سابق یوشع بن نون، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سابق لیس اور محمد ﷺ کے سابق علی بن ابی طالب ہیں۔

۳۰۔ ابن النجار نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ صدیق تین ہیں۔ حزقیل مومن آل فرعون اور حبیب النجار صاحب لیس اور علی بن ابی طالب۔

۳۱۔ ابونعیم اور ابن عساکر نے ابی یعلی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ صدیق تین ہیں۔ حبیب النجار مومن آل لیس جس نے کہا اے قوم، مرسلین کی پیروی کرو۔ اور حزقیل مومن آل فرعون جس نے کہا کیا تم ایسے آدمی کو مارنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور علی بن ابی طالب اور یہ سب سے افضل ہے۔

۳۲۔ خطیب نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مومن کے صحیفہ کا عنوان، علی بن ابی طالب کی محبت ہے۔

۳۳۔ حاکم نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ علی نیکوکاروں کا امام اور فاجروں کا قاتل ہے۔ جو اس کی مدد کرے گا وہ منصور ہوگا۔ اور جو اسے بے یار و مددگار چھوڑے گا وہ مخذول ہوگا۔

۳۴۔ دارقطنی نے "الافراد" میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ علی گناہوں کے بخشنے کا دروازہ ہے جو اس دروازے سے داخل ہوگا وہ مومن ہوگا اور جو اس سے نکل جائے وہ کافر ہوگا۔

۳۵۔ حضرت البراء سے خطیب نے اور دیلمی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے

فرمایا ہے کہ علی کا مقام مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میرے بدن سے سر کا۔

۳۶۔ بیہقی اور دیلمی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ علی جنت میں یوں چمکے گا۔ جیسے اہل دنیا کے لیے صبح کا ستارہ چمکتا ہے۔

۳۷۔ ابن عدی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ علی مومنین کا بادشاہ ہے اور مال منافقین کا بادشاہ ہے۔

۳۸۔ بزار نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ علی میرا قرض ادا کرے گا۔

۳۹۔ ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے۔ حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم کی۔

۴۰۔ شیخین نے حضرت سہل سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت علی کو مسجد میں پہلو کے بل لیٹے پایا اور آپ کی چادر آپ کے پہلو سے نیچے گر پڑی اور آپ کو مٹی لگ گئی تو حضور علیہ السلام آپ سے مٹی پونچھنے لگے اور فرمانے لگے۔ اے ابوتراب اٹھ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو یہ کنیت بڑی پسند ہے۔ کیوں کہ رسول کریم ﷺ نے آپ کو اس کنیت سے پکارا ہے۔

اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ چار آدمیوں کی محبت منافق کے دل میں جمع نہیں ہو سکتی اور مومن کے سوا ان سے کوئی محبت نہیں کرتا وہ چار آدمی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

نسائی اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے۔ کہ ہر نبی کو سات نجیب رفقاء دیئے گئے ہیں اور مجھے چودہ۔ حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت جعفر، حضرت حمزہ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر۔

ابن المظفر اور ابن ابی الدنیا نے ابوسعید خدری سے بیان کیا ہے رسول کریم ﷺ مرض الموت میں ہمارے پاس آئے اور ہم صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی سنت چھوڑے جا رہا ہوں۔ میرے قرآن کو میری سنت سے بلاؤ۔ اور جب تک تم ان دونوں کو تھامے رہو گے ہرگز تمہاری آنکھیں اندھی نہ ہوں گی۔ اور نہ ہی تمہارے قدموں میں لغزش پیدا ہوگی۔ اور نہ تمہارے ہاتھ کوتاہ ہوں گے اور فرمایا میں تم کو ان دو آدمیوں سے حسن سلوک کی تاکید کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف اشارہ فرمایا جو کوئی ان دونوں کی طرف سے مدافعت کرے گا اور ان کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے ایک نور عطا کرے گا۔ یہاں تک کہ قیامت کے روز بھی وہ اس پر وارد ہوگا۔

ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمٰن بن عوف سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم ﷺ نے مکہ کو فتح کیا تو آپ طائف کو چلے گئے اور سترہ یا انیس دن تک اس کا محاصرہ کیے رہے۔ پھر خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور

حمد و ثنا کے بعد فرمایا میں تم کو اپنی اولاد سے حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ میری تمہاری ملاقات حوض کوثر پر ہوگی۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا۔ میں تمہاری طرف ایک آدمی بھیجوں گا جو مجھ سے ہوگا یا میری طرح ہوگا وہ تمہاری گردنوں کو مارے گا۔ پھر حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا وہ آدمی یہ ہے۔

اس روایت کی سند میں ایک آدمی ہے۔ جس کو ضعیف قرار دیے جانے کے بارے میں اختلاف ہے اور بقیہ آدمی ثقہ ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا۔ لوگو! قریب ہے کہ میں جلدی فوت ہو جاؤں میں تم سے معذرت کرتے ہوئے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں تم میں کتاب اللہ اور اپنے اہل بیتؓ کو چھوڑے جا رہا ہوں۔ پھر حضرت کے ہاتھ کو پکڑا اور اسے بلند کر کے فرمایا! یہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؓ کے ساتھ ہے۔ یہ حوض کوثر تک جدا نہ ہوں گے۔ جو کچھ میں چھوڑے جا رہا ہوں اس کے بارے میں ان دونوں سے دریافت کرنا۔

احمد نے المناقب میں حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے مجھے ایک چار دیواری میں بلایا اور مجھے اپنی ٹانگ سے مار کر کہا۔ کھڑا ہو جا۔ خدا کی قسم میں تجھے راضی کروں گا تو میرا بھائی اور میرے بیٹے کا باپ ہے۔ میری سنت پر جنگ کر۔ جو میرے عہد پر مرے گا وہ جنت کے خزانے میں ہوگا۔ اور جو تیرے عہد پر مرے گا اس نے بھی اپنا حصہ پورا کر دیا اور جو تیری موت کے بعد تجھ سے محبت کرتے ہوئے مرا اللہ تعالیٰ دائمی طور پر اس پر امن و ایمان کی مہر لگا دے گا۔

دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی نے ان چھ آدمیوں سے جنہیں حضرت عمرؓ نے شوریٰ کے لیے مقرر فرمایا تھا طویل گفتگو کی۔ جس میں یہ بات بھی ہے کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کہ تم میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا ہے جسے رسول کریم ﷺ نے میرے سوا فرمایا ہو اے علی قیامت کے روز تو جنت اور دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہے۔ انہوں نے کہا بخدا کسی کو ایسا نہیں کہا۔

عنترہ نے علی رضا سے بیان کیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے آپ سے فرمایا تو دوزخ اور جنت کا تقسیم کنندہ ہے۔ یعنی قیامت کے روز آگ کہے گی یہ میرے لیے ہے اور وہ تیرے لیے۔

ابن السماک نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے آپ سے کہا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ کوئی شخص پل صراط سے گذر نہیں سکے گا۔ سوائے اس کے کہ حضرت علی نے اس کے لیے گذرنے کا لکھا ہو۔

بخاری نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ میں قیامت کے روز سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور دوزانو ہو کر

جھگڑے کے لیے بیٹھوں گا۔ قیس کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

"فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے بدر کے روز مبارزت کی تھی۔"

یعنی علی، حمزہ، عبیدہ، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔

فصل ثالث:

در بیان ثنائے صحابہ وسلف:

ابن سعد نے حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ علی ہم میں سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔ اور حاکم نے ابن مسعودؓ سے بیان کیا ہے کہ اہل مدینہ میں سے سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے حضرت علیؓ ہیں۔

ابن سعد نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ جب ہمیں باوثوق ذرائع سے علم ہو جائے کہ یہ فتویٰ حضرت علیؓ نے دیا ہے۔ تو ہم اس سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔

سعید بن المسیب نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا ہم اس مشکل سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جس کو علی حل نہ کر سکیں۔ اور انہی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو یہ کہتا ہو کہ مجھ سے پوچھو۔ ہاں علیؓ یہ کہا کرتے تھے کہ مجھ سے پوچھا کرو۔

ابن عساکر نے حضرت ابن مسعودؓ سے بیان کیا ہے کہ مدینہ میں سے سب سے زیادہ فرائض کے جاننے والے اور فیصلے کرنے والے حضرت علیؓ ہیں۔ حضرت عائشہؓ کے پاس ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا جو لوگ باقی رہ گئے ہیں وہ سب سے زیادہ سنت کو جاننے والے ہیں۔

مسروق کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کا علم حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ پر ختم ہو جاتا ہے۔ عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو علم میں بڑی پختگی حاصل تھی اور آپ کو اسلام اور حضور علیہ السلام کی دامادی، سنت میں تفقہ، جنگ میں بہادری اور مال میں سخاوت کرنے کا تقدم حاصل تھا۔

طبرانی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جہاں جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے یاایھا الذین آمنوا کے الفاظ نازل کیے ہیں وہاں حضرت علی ان کے امیر اور سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر اصحاب رسول ﷺ پر اظہار ناراضگی فرمایا ہے۔ مگر حضرت علیؓ کا ذکر اچھے رنگ میں کیا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ کتاب اللہ میں جو علیؓ کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ وہ کسی کے لیے نہیں ہوا وہ کہتے ہیں حضرت علیؓ کے بارے میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں۔

ابو یعلی نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ علیؓ کو تین چیزیں عطا کی گئی ہیں۔

اگر ان میں سے ایک چیز بھی مجھے عطا ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔ پوچھا گیا کہ وہ چیزیں کونسی ہیں۔ فرمایا انہوں نے حضور علیہ السلام کی لڑکی سے شادی کی۔ اور مسجد میں ان کی سکونت ہوئی۔ اس میں ان کے لیے وہ کچھ جائز ہے جو میرے لیے جائز ہے۔ اور خیبر کی جنگ میں حضور علیہ السلام نے آپ کو جھنڈا عطا کیا۔ احمد نے سند صحیح سے ابن عمر سے اسی قسم کی روایت بیان کی ہے۔

احمد اور ابو یعلی نے بسند صحیح حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب سے رسول اللہ ﷺ نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور میری آنکھوں میں خیبر کے روز جھنڈا دیتے ہوئے لعاب دہن لگایا ہے، نہ میری آنکھ میں تکلیف ہوئی ہے اور نہ مجھے کسی نے پچھاڑا ہے۔ جب آپ کوفہ تشریف لائے تو ایک عرب فلسفہ آپ کے پاس آ کر کہنے لگا امیر المومنین خدا کی قسم آپ نے خلافت کو زینت اور رفعت عطا کی ہے۔ اس نے آپ کو زینت اور رفعت نہیں بخشی۔ اور وہ آپ کی نسبت آپ کی زیادہ محتاج تھی۔

سلفی نے میں عبداللہ بن احمد بن حنبل سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے حضرت علی اور حضرت معاویہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ حضرت علی کے دشمن بہت تھے۔ آپ کے دشمنوں نے آپ میں عیب تلاش کیے۔ مگر انہیں کچھ حاصل نہ ہوا۔ تو وہ ایک آدمی کے پاس گئے۔ جو آپ سے جنگ کر چکا تھا تو انہوں نے ایک تدبیر اور چال کے ماتحت اس کی شان کو بڑھا کر بیان کرنا شروع کر دیا۔

فصل چہارم:

دربیان چند کرامات، فیصلہ جات، کلمات جو آپ کی معرفت الٰہی، علم و حکمت اور زہد میں بلند رتبہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں:

ابن سعد نے آپ ہی سے بیان کیا ہے کہ خدا کی قسم جو آیت بھی نازل ہوئی ہے میں اس کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ کس کے متعلق، کس جگہ اور کس پر نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے عاقل دل اور ناطق زبان عطا کی ہے۔ ابن سعد وغیرہ نے ابوالطفیل سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ مجھ سے کتاب اللہ کے متعلق پوچھو۔ میں ہر آیت کے متعلق جانتا ہوں۔ کہ وہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو۔ میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔

ابن ابی داؤد نے محمد بن سیرین سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم ﷺ فوت ہوئے تو حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت میں دیر کی تو حضرت ابو بکرؓ نے آپ سے مل کر کہا کہ کیا تو میری امارت کو ناپسند کرتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ بلکہ میں نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ جب تک میں قرآن کو جمع نہ کر لوں۔ اس وقت تک سوائے نماز کے چادر نہ اوڑھوں گا۔ صحابہ کا خیال ہے کہ آپ نے اسے ترتیب نزولی کے مطابق جمع کیا ہے۔ محمد بن

سیرین کہتے ہیں اگر مجھے وہ کتاب مل جاتی تو اس میں علم ہوتا۔

آپ کی روشن کرامات:

جب آپ کی گود میں رسول کریم ﷺ سر رکھے ہوئے تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی اور حضرت علی نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی تو سورج کو آپ پر لوٹا دیا گیا۔ جب رسول کریم ﷺ کی وحی کی کیفیت دور ہوئی تو سورج غروب ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے دعا کی۔ اے اللہ اگر یہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں لگا ہوا تھا تو سورج کو اس کے لیے واپس لوٹا دے۔ تو سورج غروب ہونے کے بعد پھر طلوع ہو گیا۔

سورج کو لوٹا دینے والی حدیث کو طحاوی نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور قاضی نے بھی الشفاء میں اسے صحیح کہا ہے۔ اور شیخ الاسلام ابوزرعہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ اور دوسروں نے اس کی پیروی کی ہے۔ اور جن لوگوں نے اسے موضوع کہا ہے۔ ان کا رد پیش کیا ہے۔ اور یہ خیال کہ سورج کے غروب سے وقت تو فوت ہو گیا تھا۔ پس سورج کو لوٹانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ بات محل غور ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ سورج کا لوٹانا خصوصیت ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز کا پانا اور نماز ادا کرنا حضرت علیؓ کی خصوصیت اور کرامت ہے۔ یعنی جب سورج غروب ہو جائے پھر واپس آجائے تو کیا اس کے واپس آنے سے وقت بھی واپس آجاتا ہے۔ میں نے اسے مع وجوہات شرح العبادات میں کتاب الصلوٰۃ کے اوائل میں بیان کیا ہے۔

اس باب میں ایک عجیب حکایت بیان کی گئی ہے جسے مجھ سے ہمارے مشائخ عراق نے بیان کیا ہے۔ کہ انہوں نے ابومنصور المظفر بن ازدشیر القبادی الواعظ کو دیکھا کہ اس نے اس حدیث کو عصر کے بعد بیان کیا اور اس کے الفاظ کو لکھوایا اور اہل بیت کے فضائل کو تذکرہ کیا تو بادل نے سورج کو چھپا لیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے خیال کیا کہ سورج غروب ہو گیا ہے۔ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر سورج کی طرف اشارہ کر کے یہ اشعار پڑھے:

> "اے سورج! جب تک آل مصطفیٰ اور ان کی اولاد کے متعلق میری مدح ختم نہ ہو اس وقت تک غروب نہ ہونا اگر تو اُن کی ثنا کرنا چاہتا ہے۔ تو اپنی عنان کو موڑ، کیا تجھے وہ وقت بھول گیا ہے جب تو اس کی وجہ سے کھڑا ہو گیا تھا اور اگر تیرا وقوف آقا کے لیے تھا تو یہ وقوف اس کے سواروں اور پیادوں کے لیے ہو جائے۔"

کہتے ہیں بادل چھٹ گیا اور سورج طلوع ہو گیا۔ عبدالرزاق نے حجر المرادی سے بیان کیا ہے کہ مجھ سے حضرت علی نے فرمایا تیری کیا حالت ہو گی۔ جب تجھے مجھ پر لعنت کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا ایسا بھی ہو گا فرمایا ہاں۔ میں نے کہاں تو پھر میں کیا کروں فرمایا مجھ پر لعنت کرنا۔ مگر مجھ سے اظہار بیزاری نہ کرنا۔ حجر المرادی کہتے ہیں مجھے حجاج کے بھائی محمد بن یوسف نے جو عبدالملک بن مروان کی طرف سے یمن کا امیر تھا، حکم دیا

کہ میں حضرت علی پر لعنت کروں۔ میں نے کہا امیر نے مجھے حضرت علی پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس پر لعنت کرو اللہ اس پر لعنت کرے۔ اس بات کو ایک آدمی کے سوا کوئی بھی نہ سمجھا۔ کیوں کہ اس نے صرف امیر پر لعنت کی۔ اور حضرت علی پر لعنت نہ کی۔ یہ حضرت علی کی کرامت اور آپ کی غیب کے متعلق پیشگوئی ہے۔

آپ کی یہ بھی ایک کرامت ہے کہ آپ نے ایک حدیث بیان کی تو ایک آدمی نے اس کی تکذیب کی۔ آپ نے اسے کہا اگر تو جھوٹا ہوا تو میں تجھ پر بددعا کروں گا۔ اسے نے کہا بددعا کرو۔ آپ نے اس پر بددعا کی تو جلد ہی اس کی بصارت جاتی رہی۔

ابن المدائنی نے ایک گروہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بیت المال میں جھاڑو دیتے۔ پھر اس امید پر نماز پڑھتے کہ ان کے لیے گواہی دی جائے کہ انہوں نے مسلمانوں سے مال کو روک کر نہیں رکھا۔

دو آدمی بیٹھے صبح کا کھانا کھا رہے تھے۔ ایک کے پاس پانچ روٹیاں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ ان کے پاس سے ایک تیسرا آدمی گذرا۔ جسے انہوں نے بٹھالیا۔ اور وہ برابر برابر آٹھ روٹیاں کھا گئے۔ پھر تیسرے آدمی نے کھانے کے عوض انہیں آٹھ درہم دیے تو دونوں آپس میں جھگڑ پڑے۔ پانچ روٹیوں والا کہتا میرے پانچ درہم ہیں اور تین روٹیوں والے کے لیے تین درہم ہیں اور تین روٹیوں والا کہتا کہ میرے ساڑھے چار درہم ہیں۔ دونوں جھگڑتے ہوئے حضرت علی کے پاس گئے۔ آپ نے تین روٹیوں والے سے کہا آپ وہ تین درہم لے لیں۔ جن کے بارے میں آپ کو ساتھی رضامند ہے کیوں کہ یہ تیرے لیے بہتر ہے۔ اس نے کہا میں تو حق کے مطابق راضی ہوں گا۔ آپ نے فرمایا حق کے مطابق ایک درہم ہے۔ اس نے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا کیا آٹھ روٹیوں کے چوبیس ثلث نہیں بنتے جو تم نے کھائے ہیں۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کس نے زیادہ کھایا ہے۔ اور تم اسے برابری پر محمول کرتے ہو۔ تو نے آٹھ ثلث کھائے ہیں حالانکہ تیرا حصہ نو ثلث تھا اور تیسرے ساتھی نے بھی آٹھ ثلث کھائے۔ حالانکہ اسے پندرہ ثلث ملنے چاہئیں۔ اس کے لیے سات باقی رہ گئے۔ اور تیرا ایک باقی رہ گیا۔ اس کو سات کے بدلے سات اور تجھے ایک کے بدلے ایک درہم ملنا چاہیے۔ اس نے کہا اب میں راضی ہوں۔

آپ کے کلمات:

لوگ سوئے ہوئے ہیں۔ جب مرجاتے ہیں تو اپنے زمانے سمیت بیدار ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے اپنے آباء سے بہت مشابہت رکھنے والے بھی ہوتے ہیں اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہو۔ جو شخص اپنی قدر پہچان لیتا ہے وہ ہلاک نہیں ہوتا۔ ہر آدمی کی قیمت وہی ہے جو اسے اچھی لگے۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اسی طرح آپ کی طرف یہ محاورہ بھی منسوب کیا گیا ہے۔ جبکہ مشہور یہ ہے کہ

یہ یحییٰ بن معاذ الرازی کا قول ہے۔ آدمی اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ جو شیریں زبان ہوگا اس کے دوست بہت ہوں گے نیکی سے آزاد بھی غلام بن جاتا ہے۔ بخیل کے مال کو حادثہ یا وارث کی خوشخبری دے۔ قائل کی طرف نہ دیکھ بلکہ قول کی طرف دیکھ۔ مصیبت کے وقت واویلا کرنا۔ مصیبت کو مکمل کرنا ہے۔ سرکشی کے ساتھ کوئی کامیابی نہیں۔ تکبر کے ساتھ کوئی تعریف نہیں۔ حرص کے ساتھ کھانے اور بدہضمی میں کوئی صحت نہیں۔ بے ادبی کے ساتھ شرف نہیں۔ حسد کے ساتھ کوئی راحت نہیں۔ انتقام کے ساتھ کوئی سرداری نہیں۔ مشورہ ترک کرنے سے صحیح بات معلوم نہیں ہوتی۔ جھوٹے کے لیے کوئی مروت نہیں۔ کوئی عزت تقویٰ سے بڑی نہیں۔ توبہ سے زیادہ کوئی سفارش کامیاب نہیں۔ عافیت سے زیادہ خوبصورت کوئی لباس نہیں۔ جہالت سے زیادہ مشکل کوئی بیماری نہیں۔ آدمی جسے نہیں جانتا اس کا دشمن ہوتا ہے۔ اللہ اس شخص پر رحم کرے جس نے اپنی قدر پہچان لی اور اپنی حد سے آگے نہیں بڑھا۔ عذر کا اعادہ گناہ کی یاددہانی ہے۔ لوگوں کے درمیان خیر خواہی کرنا نیکی ہے۔ جاہل کا احسان اس باغ کی طرح ہے جو روڑی پر اگا ہو۔ بے صبری، صبر سے زیادہ تھکانے والی ہے۔ مسئول آزاد ہے۔ یہاں تک کہ واپس آجائے۔ سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو سب زیادہ خفیہ تدبیر کرتا ہے۔ حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے۔ بخل عیوب کی برائیوں کو اکٹھا کرنے والی ہے۔ جب تقدیر آجائے تو تدبیر کام نہیں دیتی۔ شہوت کا غلام غلامی کے طریق پر غلام بنے ہوئے سے زیادہ ذلیل ہے۔ حاسد کو بے گناہ پر غصہ آتا ہے۔ گنہگار کے لیے گناہ ہی کافی سفارش کنندہ ہے۔ سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔ احسان، زبان کو بند کر دیتا ہے۔ سب سے بڑی غریبی حماقت ہے۔ اور سب سے بڑی دولت عقل ہے۔ لالچی ذلت کے بندھن میں رہتا ہے۔ یہ بات قابل تعجب نہیں کہ کون ہلاک ہوا اور کیسے ہلاک ہوا۔ بلکہ قابل تعجب بات یہ ہے کہ کون بچا اور کیسے بچا۔ اونٹوں کے بھگانے سے بچو۔ کیوں کہ بھاگے ہوئے واپس نہیں ہوتے۔ لالچ کی چمک تلے عقل اکثر مار کھا جاتی ہے۔ جب اونٹ تمہارے پاس پہنچ جائیں تو شکر کی کمی کے باعث سب سے دور رہنے والے اونٹ کو نہ بھگاؤ۔ جب تجھے کسی دشمن پر قابو حاصل ہو جائے تو اس پر قابو پا جانے کے شکریہ میں اسے معاف کر دے۔ جو چیز کسی نے اپنے دل میں چھپائی ہوتی ہے وہ اس کی زبان اور چہرے سے معلوم ہو جاتی ہے۔ بخیل جلد غریب ہو جاتا ہے۔ وہ دنیا میں غریبوں کی سی زندگی بسر کرتا ہے۔ اور آخرت میں اس کا حساب مالداروں کا سا ہوگا۔ عقلمند کی زبان اس کے دل کے پیچھے اور بیوقوف کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے۔ علم کمترین کو بلند مرتبہ کر دیتا ہے۔ اور جہل بلند مرتبہ کو نیچے گرا دیتا ہے۔ علم مال سے بہتر ہے۔ علم حاکم اور مال محکوم ہے۔ بے حرمتی کرنے والے عالم اور جاہل عبادت گزار نے میری کمر توڑ دی ہے۔ یہ فتویٰ دیتا ہے اور لوگوں کو اپنی بے حرمتی سے متنفر کرتا ہے اور وہ اپنی عبادت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ لوگوں میں سب سے کم قیمت آدمی وہ ہے جو ان میں کم علم ہے۔ کیوں کہ ہر آدمی کی قیمت اس چیز سے ہے جو اسے اچھا بنائے۔ اس انوکھے اسلوب پر آپ کا کلام بے شمار

ہے مگر میں نے اسے طوالت کے خوف سے نظر انداز کر دیا ہے۔

اسی طرح آپ کے کلمات میں سے یہ بھی ہے کہ لوگوں میں اس طرح رہو جیسے پرندوں میں شہد کی مکھی رہتی ہے۔ تمام پرندے اسے کمزور کہتے ہیں۔ اگر پرندوں کو اپنے پیٹ کی برکت کا علم ہوتا تو وہ اس سے ایسا نہ کرتے۔ اپنے جسموں اور زبانوں سے لوگوں میں گھل مل جاؤ اور اپنے قلوب اور اعمال سے ان سے الگ ہو جاؤ۔ کیوں کہ آدمی کے لیے وہی کچھ ہے جو وہ کرتا ہے اور قیامت کے روز وہ اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔ عمل سے زیادہ قبول عمل کے لیے اہتمام کرو۔ اس لیے کہ تقویٰ کے ساتھ عمل میں ہرگز کمی واقع نہ ہوگی۔ اور مقبول عمل کیسے کم ہو سکتا ہے۔

اے حاملین قرآن اس پر عمل کرو۔ کیوں کہ عالم وہ ہے جو علم کے مطابق عمل کرے اور اس کے علم و عمل میں مطابقت ہو۔ عنقریب کچھ حاملین علم ہوں گے۔ علم ان کے گلے سے آگے نہیں گذرے گا ان کا باطن ان کے ظاہر کے اور ان کا عمل ان کے علم کے مخالف ہوگا وہ حلقہ بنا کر بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ یہاں تک کہ ایک آدمی اپنے ہم نشین پر اس لیے ناراض ہوگا کہ وہ اسے چھوڑ کر دوسرے کے پاس بیٹھا ہے۔ ان لوگوں کے مجلسی اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت نہیں پاتے۔ صرف اپنے گناہ سے ڈرو اور اپنے رب سے امید رکھو۔ جسے علم نہیں وہ علم حاصل کرنے میں شرم محسوس نہ کرے اور جب صاحب علم سے ایسی بات پوچھی جائے جس کا اسے علم نہیں تو وہ اللہ اعلم کہنے سے شرم محسوس نہ کرے۔ صبر ایمان کا حصہ ہے اور اس کا مقام ایسا ہے جیسے جسم میں سر کا مقام ہے۔

کامل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو رحمت الٰہی سے مایوس نہ کرے اور نہ انہیں معصیت الٰہی میں رخصت دے اور نہ انہیں عذاب الٰہی سے مامون کر دے۔ اور نہ قرآن پاک کو بے رغبتی سے چھوڑ کر کسی دوسری چیز کی طرف رغبت کرے۔ اس عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ساتھ علم نہیں۔ اور اس میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ساتھ فہم نہیں۔ اس قرآت میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ساتھ تدبیر نہیں۔ میرے دل کو اس وقت کیا ہی ٹھنڈک پہنچتی ہے جب مجھے اس بات کے متعلق پوچھا جاتا ہے جسے میں نہیں جانتا تو میں کہتا ہوں اللہ اعلم، جو شخص لوگوں سے انصاف کا خواہاں ہے تو جو کچھ وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی اس کے لیے پسند کرے۔

سات چیزیں شیطان کے طرف سے ہیں۔ سخت غصہ، سخت چھینک، سخت جمائی، قے، نکسیر، سرگوشی اور ذکر الٰہی کے وقت نیند کا آنا۔

بدگمانی نادانی ہے۔ یہ حدیث ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں۔ بدگمانی نادانی کی بات ہے۔ توفیق بہترین قائد ہے۔ اور حسن اخلاق بہترین دوست ہے۔ عقل بہترین ساتھی ہے۔ ادب بہترین میراث ہے۔ خود پسندی

سے زیادہ کوئی وحشت نہیں۔ آپ سے تقدیر کے متعلق دریافت کیا گیا فرمایا یہ ایک تاریک راستہ ہے۔ اس پر نہ چل۔ گہرا سمندر ہے۔ اس میں داخل نہ ہو۔ ایک الٰہی راز ہے جو تجھ سے مخفی ہے۔ اس لیے اے سائل اسے افشا نہ کر۔ خدا نے جس طرح چاہا تجھے پیدا کیا یا جیسے تو نے چاہا؟ اس نے جواب دیا بلکہ جس طرح خدا نے چاہا فرمایا وہ جس طرح چاہے گا تجھ سے کام لے گا۔ آپ نے فرمایا مصائب کے لیے انجام بھی ہے۔ جب کوئی مبتلائے مصیبت ہو تو اس کے ضروری ہے کہ اس کے لیے انجام تک پہنچے۔ عاقل کو جب مصیبت پہنچے تو اسے چاہیے کہ اس کی مدت ختم ہونے تک سو رہے۔ کیوں کہ اسے قبل از وقت ختم کرنے میں اس کی کراہیت میں اضافہ کرنا ہے۔

آپ سے سخاوت کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا جو سخاوت سوال کے نتیجہ میں ہو وہ حیاء اور عزت کے لیے ہوتی ہے۔ آپ کے ایک دشمن نے آپ کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیا تو فرمایا ایسا نہیں جیسا تو کہہ رہا ہے۔ بلکہ جو کچھ تیرے دل میں ہے۔ میں اس سے بھی بڑھ کر ہوں۔ فرمایا معصیت کی جزاء عبادت میں کمزوری۔ رزق میں تنگی اور لذت میں بے لطفی ہے۔ پوچھا گیا لذت کی بے لطفی کیا ہے؟ فرمایا انسان کو جائز خواہش کے پورا کرنے میں بھی بے لطفی ہو جاتی ہے۔ آپ کے ایک دشمن نے آپ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو ثبات بخشے فرمایا تیرے سینے پر جب آپ کو ابن ملجم نے تلوار ماری تو حضرت حسن آپ کے پاس روتے ہوئے آئے۔ فرمایا اے میرے بیٹے مجھ سے چار اور چار باتیں یاد کرلو۔ حضرت حسن نے عرض کیا۔ میرے ابا وہ کون سی باتیں ہیں۔ فرمایا سب سے بڑی مالداری عقل ہے اور سب سے بڑی غریبی حماقت ہے اور سب سے بڑی وحشت تکبر ہے۔ اور سب سے بڑی سخاوت حسن اخلاق ہے۔

عرض کیا دوسری چار باتیں کون سی ہیں۔ فرمایا:

اول: بیوقوف کی صحبت سے اجتناب کر کیوں کہ وہ نفع کے ارادے سے تجھے نقصان پہنچا دے گا۔

دوم: جھوٹے کی دوستی سے بچ کیوں کہ وہ دور والوں کو تیرے قریب اور قریبوں کو تجھ سے دور کر دے گا۔

سوم: بخیل کی دوستی سے بچ۔ کیوں کہ جس وقت تجھے اس کی بڑی ضرورت ہو گی وہ تجھے بے یار و مددگار چھوڑ دے گا۔

چہارم: فاجر کی دوستی سے بچ کیوں کہ وہ تجھے حقیر چیز کے بدلے میں بیچ دے گا۔

ایک یہودی نے آپ سے کہا ہمارا رب کب سے ہے۔ تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اور فرمایا نہ وہ مکان ہے نہ کہیں پایا جاتا ہے۔ اور وہ بغیر کیفیت کے ہے۔ نہ اس کا آغاز ہے نہ انتہا۔ تمام غایات اس کے ورے ہی ختم ہو جاتی ہیں اور وہ ہر غایت کی غایت ہے۔ یہ بات سن کر یہودی مسلمان ہو گیا۔

آپ صفین میں تھے کہ ایک زرہ گم ہو گئی۔ جو ایک یہودی کے پاس سے ملی۔ آپ سے معاملہ کا فیصلہ کرانے

کے لیے اسے قاضی شریح کے پاس لے گئے اور قاضی کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اور فرمایا اگر میرا مد مقابل یہودی نہ ہوتا تو میں اس کے برابر بیٹھتا۔ لیکن میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ مجالس میں انہیں برابر نہ بٹھاؤ۔

ایک روایت میں ہے انہیں حقیر کرو۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حقیر بنایا ہے پھر آپ نے زرہ کا دعویٰ دائر کیا تو یہودی نے انکار کر دیا۔ قاضی شریح نے حضرت علی سے شہادت طلب کی تو آپ اپنے غلام قنبر اور حضرت حسن کو لے آئے۔ قاضی شریح نے آپ سے کہا۔ باپ کے حق میں بیٹے کی شہادت جائز نہیں یہودی نے کہا امیر المومنین نے مجھے اپنے قاضی کے آگے پیش کیا۔ اور ان کے قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دیا۔ اس کے بعد وہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور کہا کہ وہ زرہ آپ ہی کی ہے۔

واقدی نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس چار درہم تھے۔ جن کے علاوہ آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ نے ایک درہم رات کو، ایک دن کو، ایک پوشیدہ طور پر اور ایک اعلانیہ طور پر خیرات کر دیا۔ تو اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

''جو لوگ اپنے مالوں کو رات اور دن پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں۔ ان کا اجر رب کے پاس ہے۔ نہ انہیں کسی کا خوف ہوتا ہے اور نہ غم۔''

حضرت معاویہ نے ضرار بن حمزہ سے کہا میرے سامنے حضرت علی کے اوصاف بیان کرو۔ اس نے کہا مجھے معاف رکھیے۔ حضرت معاویہ نے کہا میں تجھ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں اس نے کہا خدا کی قسم وہ بہت دور تک جانے والے شدید القویٰ، فیصلہ کن بات کرنے والے، انصاف سے حکم کرنے والے تھے۔ ان کے پہلوؤں سے علم پھوٹتا تھا۔ اور آپ کی زبان سے حکمت پھوٹتی تھی۔ وہ دنیا اور اس کی چکا چوند سے نفور اور رات اور اس کی وحشت سے مانوس تھے۔ بہت رونے والے اور بہت سوچنے والے تھے۔ ان کا لباس کس قدر مختصر اور کھانا کس قدر سخت ہوتا تھا۔ وہ ہماری طرح کے ایک آدمی تھے۔ جب ہم ان سے سوال کرتے تو وہ جواب دیتے۔ جب انہیں بلاتے تو وہ ہمارے پاس آتے اور خدا کی قسم ہم اس قدر قریب رہنے کے ان کی ہیبت کی وجہ سے ان سے بات نہ کر سکتے تھے۔ وہ دینداروں کی تعظیم کرتے اور مساکین کو قریب کرتے۔ طاقتور اپنی باطل باتمیں ان سے کوئی طمع نہ کرتا اور نہ کمزور انکے عدل سے مایوس ہوتا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بعض مقامات پر جب رات چھا جاتی اور ستارے غروب ہو جاتے تو انہیں اپنی داڑھی کو پکڑے، ڈسے ہوئے انسان کی طرح بیقرار اور غمگین کی طرح روتے دیکھا۔ اور وہ کہتے اے دنیا میرے سوا کسی اور کو دھوکہ دے۔ کیا تو میری طرف دیکھ رہی ہے؟ تو کس خیال میں ہے میں نے تجھے تین بائنہ طلاقیں دے دی ہیں۔ جن میں کوئی رجوع نہیں ہوتا۔ تیری عمر تھوڑی اور تیری اہمیت قلیل ہے۔ آہ قلتِ زاد، درازیٔ سفر اور راستے کی وحشت، حضرت معاویہ باتیں سن کر رو پڑے اور کہا اللہ

تعالیٰ ابوالحسن پر رحم فرمائے۔ خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔

آپ کے بھائی عقیل نے آپ کو اس لیے چھوڑ دیا کہ آپ ہر روز انہیں اتنے جَو دیتے جو صرف ان کے عیال کو کفالت کرتے۔ آپ کی اولاد نے پانی میں بھگوئی ہوئی کھجوروں کی خواہش کی تو آپ ہر روز ان کو کچھ زیادہ دینے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس اتنے جَو جمع ہو گئے کہ اس سے انہوں نے گھی اور کھجوریں خریدیں۔ اور کھانا تیار کر کے حضرت علی کو دعوت دی۔ آپ جب تشریف لائے تو اس کھانے کے بارے میں پوچھا انہوں نے تمام قصہ کہہ سنایا تو آپ نے فرمایا کیا اس کے علیحدہ کر لینے کے بعد وہ کھانا تمہارے لیے کافی ہوتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ تو آپ نے کھانے کی وہ مقدار بند کر کے کم کر دی۔ جو وہ ہر روز علیحدہ کر لیا کرتے تھے۔ میرے لیے جائز نہیں کہ میں آپ کو اس سے زیادہ دوں۔ تو وہ ناراض ہو گئے۔ تو آپ نے لوہا گرم کر کے ان کے رخسار کے قریب کیا اور ان کی غفلت کی حالت میں انہیں داغ دیا۔ اور فرمایا تو اس سے گھبراتا ہے اور مجھے جہنم کی آگ کے لیے پیش کرتا ہے۔ انہوں نے کہا میں اس کے پاس جاؤں گا جو مجھے سونا دے گا۔ اور کھجوریں کھلائے گا اور وہ حضرت معاویہ کے پاس چلے گئے۔

ایک دن حضرت معاویہ نے کہا اگر وہ یہ نہ جانتا ہوتا کہ میں اس کے بھائی سے بہتر ہوں۔ تو وہ ہمارے پاس نہ ٹھہرتا اور نہ اسے چھوڑتا تو عقیل نے انہیں جواب دیا۔ میرے دین کے لیے میرا بھائی بہتر ہے اور تو میری دنیا کے لیے بہتر ہے۔ میں نے اپنی دنیا کو ترجیح دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کی دعا کرتا ہوں۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ عقیل نے حضرت علی سے کہا کہ میں محتاج اور فقیر ہوں مجھے کچھ دیجیے۔ آپ نے فرمایا صبر کرو جب تیرا حصہ مسلمانوں کے ساتھ نکلے گا تو میں تجھے ان کے ساتھ دوں گا عقیل نے اصرار کیا تو آپ نے ایک آدمی سے فرمایا اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بازار والوں کی دکانوں پر لے جاؤ اور اسے کہو کہ ان دکانوں کے قفل توڑ کر جو ان میں ہے لے جاؤ۔ عقیل نے کہا آپ مجھے چور بنانا چاہتے ہیں۔ فرمایا کیا تم مجھے چور بنانا چاہتے ہو۔ کہ میں مسلمانوں کے اموال لے کر تمہیں دے دوں۔ عقیل نے کہا میں حضرت معاویہ کے پاس چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا یہ تیرا اور اس کا معاملہ ہے۔ انہوں نے حضرت معاویہ کے پاس آ کر سوال کیا۔ حضرت معاویہ نے انہیں ایک لاکھ روپیہ دے کر کہا منبر پر چڑھ کر بتاؤ کہ علی نے تمہیں کیا دیا اور میں نے آپ کو کیا دیا۔ عقیل نے منبر پر چڑھ کر حمد و ثنا کے بعد کہا میں علی کو اس کے دین پر چاہا تو اس نے اپنے دین کو پسند کیا اور میں نے معاویہ کو اس کے دین پر چاہا تو اس نے مجھے اپنے دین پر پسند کر لیا۔ حضرت معاویہ نے خالد بن معمر سے کہا۔ تو نے ہم کو چھوڑ کر حضرت علی کو کیوں پسند کیا ہے۔ اس نے جواب دیا تین باتوں کی وجہ سے۔ (الف) جب وہ غصے میں ہوتا ہے تو اس کا حلم کی وجہ سے۔ (ب) جب وہ بات کرتا ہے تو اس کے صدق کی وجہ سے۔ (ج) جب وہ فیصلہ کرتا ہے تو اس

کے عدل کی وجہ سے۔ جب آپ کے پاس معاویہ کی فخریہ باتیں پہنچیں تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا اس کی طرف لکھو پھر اسے ذیل کے اشعار لکھوائے۔

محمد ﷺ جو اللہ کے نبی ہیں میرے بھائی اور خسر ہیں۔ اور سید الشہداء حضرت حمزہ میرے چچا ہیں۔ اور جعفر طیار جو صبح و شام فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ میری ماں کے بیٹے ہیں۔ اور محمد ﷺ کی بیٹی میری بیوی اور میری سکینت ہے۔ جس کا گوشت پوشت میرے گوشت اور خون سے ملا ہوا ہے۔ اور احمد کی اولاد میرے دو بیٹے اس بیوی سے ہیں۔ تم میں کون ہے جو میری طرح ہو۔ میں تم سب سے سابق الاسلام ہوں اور میں جوانی کو پہنچنے سے قبل ہی جوان تھا۔

بیہقی کہتے ہیں ہر آدمی کو چاہیے کہ ان اشعار کو یاد کرے تا کہ اسلام میں آپ کے مفاخر کو معلوم کر سکے۔ حضرت علی کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔

حضرت امام شافعی کے کلام میں ہے کہ جب ہم حضرت علیؓ کو فضیلت دیتے ہیں تو ہم جاہلوں کے نزدیک تفضیلی رافضی ہوتے ہیں۔ اور جب میں حضرت ابو بکر کی فضیلت کا ذکر کرتا ہوں تو مجھ پر خارجی ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ میں ہمیشہ ہی ان دونوں کی محبت کی وجہ سے خارجی اور رافضی رہوں گا۔ یہاں تک کہ مجھے ریت میں تکیہ لگا دیا جائے۔ یعنی میں مر جاؤں۔

پھر فرمایا لوگ مجھے کہتے ہیں تو رافضی ہو گیا ہے۔ میں نے کہا ہر گز نہیں۔ رفض تو میرا دین و اعتقاد ہی نہیں لیکن میں نے بلاشبہ بہترین امام اور ہادی سے دوستی کی ہے۔ اگر ولی سے محبت کرنا رفض ہے تو میں تمام لوگوں سے بڑا رافضی ہوں۔

پھر فرمایا اے سوار منیٰ میں محصب پر ٹھہر جا اور خیف کے ساکن کو آواز دے۔ جب حاجی صبح کے وقت موجیں مارتے ہوئے فرات کی طرح منیٰ کی طرف جاتے ہیں۔ اگر آل محمد ﷺ سے محبت کرنے کا نام رفض ہے تو جن و انس اس بات کے گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔

بیہقی کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی نے یہ اشعار اس وقت کہے جب خوارج نے حسد اور سرکشی سے انہیں رافضی کہا۔ اس قسم کے اور اشعار بھی آپ نے کہے ہیں۔

مزنی کہتے ہیں آپ اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں۔ اگر آپ اس کے متعلق کچھ شعر کہتے تو اچھا ہوتا۔ آپ نے فرمایا:

"تو نے ہمیشہ ہی اہل بیت کی محبت کو پوشیدہ رکھا ہے۔ یہاں تک کہ میں بھی سائلین کو جواب دینے میں گونگا ہو گیا۔ میں باوجود صفائے محبت کے اپنی محبت کو پوشیدہ رکھتا ہوں تا کہ تو چغل خوروں کی

باتوں سے محفوظ رہے اور میں بھی۔"

فصل پنجم:

آپ کی وفات:

جب حضرت معاویہ اور حضرت علی کے درمیان نزاع طول پکڑ گیا تو تین خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی، برک اور عمرو الیتمین نے مکہ میں اکٹھے ہو کر معاہدہ کیا کہ وہ حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص کو قتل کر کے لوگوں کو ان سے نجات دلائیں گے۔ ابن ملجم نے حضرت علی، برک نے حضرت معاویہ اور عمرو نے حضرت عمرو بن العاص کو قتل کرنے کی ٹھانی اور یہ بھی طے پایا کہ ان کا قتل گیارہ یا سترہ رمضان کی رات کو ہو۔ پھر ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے شکار کے ٹھکانے کی طرف چل پڑا۔ ابن ملجم کوفہ آیا اور اپنے خارجی ساتھیوں سے ملا اور انہیں اپنے ارادے سے بالکل مطلع نہ کیا۔ شبیب بن عجرۃ الاشجعی وغیرہ نے اس سے موافقت کی۔

جب ۱۷ رمضان ۴۰ھ کو جمعہ کی رات تھی۔ حضرت علی سحری کے وقت بیدار ہوئے اور اپنے بیٹے حضرت حسن سے فرمایا میں نے آج شب رسول کریم ﷺ کو دیکھا اور عرض کیا ہے کہ آپ کی امت نے میرے ساتھ کوئی بھلائی نہیں کی تو آپ نے مجھے فرمایا ان کے لیے بددعا کرو تو میں نے دعا کی اے اللہ مجھے ان کے بدلے میں وہ آدمی دے جو میرے لیے بہتر ہوں۔ اور انہیں میرے بدلے میں وہ آدمی دے جو ان کے لیے برا ہو۔ پھر آپ کی طرف بطخیں چلاتی ہوئی آئیں۔ تو لوگوں نے انہیں دھتکار دیا۔ آپ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو یہ تو نوحہ کرنے والی ہیں۔ اسی اثنا میں موذن نے آکر کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ تو آپ دروازے سے آواز دیتے ہوئے نکلے کہ اے لوگو نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ شبیب نے آپ پر تلوار سے وار کیا جو دروازے پر جا لگا۔ پھر ابن ملجم نے اپنی تلوار سے وار کیا جو آپ کی پیشانی پر لگا اور کھوپڑی سے ہوتے ہوئے دماغ تک پہنچ گیا۔ اور ابن ملجم بھاگ گیا۔

شبیب جب گھر آیا تو بنی امیہ کے ایک آدمی نے آکر اسے قتل کر دیا اور ابن ملجم کو ہر طرف سے لوگوں نے گھیر لیا اور ہمدان کے ایک آدمی نے اس کے قریب ہو کر اس پر چادر پھینکی اور اسے نیچے گرا دیا اور اس سے تلوار چھین کر حضرت علی کے پاس لے آیا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ جان کے بدلے جان۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو اسے اسی طرح قتل کرنا جیسے اس نے مجھے قتل کیا ہے۔ اور اگر میں جانبر ہو گیا تو اس کے معاملے میں غور کروں گا۔ ایک روایت میں ہے زخموں کا قصاص ہوتا ہے۔ اسے پکڑ کر مضبوطی سے باندھ دیا گیا۔ حضرت علی جمعہ اور ہفتہ زندہ رہے اور اتوار کی رات کو وفات پا گئے۔ آپ کو حضرت حسن، حضرت حسین اور عبداللہ بن جعفر نے غسل دیا۔ اور حضرت محمد بن الحنفیہ پانی ڈالتے جاتے تھے۔ آپ کو قمیص کے بغیر تین کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ حضرت حسن نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور سات تکبیریں کہیں اور شب کو کوفہ کے دارالامارت میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔

یا قری میں اس جگہ کی آج کل زیارت کی جاتی ہے یا آپ کے گھر اور جامع الاعظم کے درمیان آپ کو دفن کیا گیا۔
پھر ابن ملجم کو اطراف سے قطع کیا گیا اور وسیع مکان میں رکھ کر جلا دیا گیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت حسن نے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا پھر اس کی نعش کو ام الہیثم بنت الاسود النخعیہ نے جلا دیا۔ جس رمضان میں حضرت علی قتل ہوئے اس میں آپ ایک رات حضرت حسنؓ کے پاس، ایک رات حضرت حسین کے پاس اور ایک رات حضرت عبداللہ بن جعفر کے پاس روزہ افطار کرتے اور تین لقموں سے زیادہ نہ کھاتے اور فرماتے میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو خالی پیٹ ملوں۔

جس رات کی صبح کو آپ قتل ہوئے۔ اس رات اکثر باہر نکل کر آسمان کی طرف دیکھتے اور کہتے خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی میں جھٹلایا گیا ہوں۔ یہی وہ رات ہے جس کا مجھے وعدہ دیا گیا۔ اور جب سحری کے وقت آپ باہر نکلے تو ابن ملجم نے آپ کو موعود ضرب لگائی۔ جیسا کہ ہم احادیث فضائل میں بیان کر آئے ہیں۔
اور حضرت علی کی قبر کو خوارج کے کھود لینے کے خوف سے پوشیدہ کر دیا گیا۔

شریک کہتے ہیں کہ آپ کے بیٹے حضرت حسن انہیں مدینہ لے گئے ہیں۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ جب آپ قتل ہوئے تو لوگ آپ کو رسول کریم ﷺ کے ساتھ دفن کرنے کے لیے اٹھا لائے۔ رات کو چلتے ہوئے وہ اونٹ جس پر آپ کی نعش تھی بدک گیا۔ اور کسی کو پتہ نہیں چلا کہ وہ کدھر گیا۔ اور نہ ہی اسے کوئی پکڑ سکا۔ اس لیے اہل عراق کہتے ہیں کہ آپ بادلوں میں ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اونٹ جلاوطنی میں گر پڑا اور لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور آپ کو دفن کر دیا۔

قتل کے وقت آپ ۶۳ سال کے تھے۔ بعض لوگ آپ کی عمر ۶۴ بعض ۶۵ بعض ۵۷ اور بعض ۵۸ سال بتاتے ہیں۔

ایک دفعہ کوفہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے آپ سے اس آیت **رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا** کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ معاف فرمائے یہ آیت میرے چچا حمزہ اور میرے چچا عبیدۃ بن الحرث بن عبدالمطلب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ عبیدہ نے جنگ بدر میں اور حضرت حمزہ نے جنگ اُحد میں شہید ہو کر اپنا حصہ پورا کر دیا ہے۔ باقی رہا میں تو میں اس بدبخت کے انتظار میں ہوں جو میرے سر اور داڑھی کو رنگ دے گا۔ اس نے میرے حبیب ابوالقاسم ﷺ سے یہ عہد کیا ہے۔ جب آپ کو چوٹ لگی تو آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلا کر فرمایا میں تمہیں تقویٰ اللہ کی وصیت کرتا ہوں دنیا خواہ تمہیں چاہے تم دنیا کو بالکل نہ چاہنا اور جو دنیاوی چیز تمہیں نہ ملے۔ اس پر گریہ نہ کرنا۔ حق بات کہنا یتیموں پر رحم کرنا، کمزور کی مدد کرنا، آخرت کے لیے کام کرنا، ظالم سے مقابلہ کرنا، مظلوم کا مددگار رہنا، خدا کی

رضامندی کے لیے کام کرنا اور خدا کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے حضرت محمد بن الحنفیہ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ کیا تو نے اس وصیت کو یاد کرلیا ہے۔ جو میں نے تیرے دونوں بھائیوں کو کی ہے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں فرمایا میں تمہیں بھی یہی وصیت کرتا ہوں۔ اور یہ وصیت بھی کرتا ہوں کہ دونوں بھائیوں کی عزت کرنا کیوں کہ ان کا تجھ پر بڑا حق ہے اور ان کے بغیر کسی معاملہ کو طے نہ کرنا۔ پھر حضرت حسن اور حضرت حسین سے فرمایا میں تمہیں اس کے متعلق وصیت کرتا ہوں یہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔ اس کے بعد آپ لاالہ الا اللہ کے سوا کچھ نہ کہہ سکے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔

روایت ہے کہ ابن ملجم آپ کے پاس سواری طلب کرتا ہوا آیا۔ آپ نے اسے سواری دے کر یہ شعر پڑھا:

"میں اس کی زندگی کا اور وہ میرے قتل کا خواہاں ہے تجھے تیرے دوست کے معاملہ میں جو مراد قبیلہ سے ہے۔ کون معذور سمجھے۔ پھر فرمایا قسم بخدا یہ میرا قاتل ہے۔ کہا گیا آپ اسے قتل کیوں نہیں کر دیتے۔ فرمایا پھر مجھے کون قتل کرے گا۔"

مستدرک میں السدی سے بیان کیا گیا ہے کہ ابن ملجم خوارج کی ایک عورت پر عاشق تھا جس کا نام قطام تھا۔ اس نے اس سے نکاح کیا اور تین ہزار درہم اور حضرت علی کا قتل مہر میں دیا۔ اس کے متعلق فرزدق کہتا ہے میں نے قطام کے مہر کی طرح کسی عربی اور عجمی سخی کو واضح مہر دیتے نہیں دیکھا۔ تین ہزار درہم ایک غلام اور ایک لونڈی اور حضرت علی کو کاٹنے والے تلوار کی ایک ضرب اگرچہ کوئی مہر کتنا ہی گراں ہو وہ حضرت علی کے مہر سے گراں نہیں اور کوئی حملہ خواہ کتنا ہی اچانک ہو ابن ملجم کے حملہ کی طرح نہیں ہو سکتا۔

☆......☆......☆

باب

فصل اول:

اہل بیت کے متعلق قرآنی آیات:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت سے ناپاکی کو دور فرما کر تمہیں اچھی طرح پاک کر دے۔"

اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ تاکہ ضمیر عنکم سے اور جو اس کے مابعد ہے اس کی تذکیر کی جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت آپ کی بیویوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

واذکرن مایتلیٰ فی بیوتکن

اور حضرت ابن عباس کی طرف سے یہ بات منسوب کی گئی ہے۔ جس میں آپ کا غلام عکرمہ بھی شامل ہے کہ آپ بازار میں منادی کر رہے تھے کہ اس سے مراد صرف حضرت نبی کریم ﷺ ہیں اور بعض دوسرے لوگوں نے اسے آپ کی بیویوں کے متعلق قرار دیا ہے۔ کیوں کہ وہی آپ کے سکونتی مکان میں رہائش پذیر تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول واذکرن مایتلیٰ بیوتکن کی وجہ سے بھی اس آیت کو آپ کی بیویوں کے متعلق قرار دیا گیا ہے۔ اور آپ کے اہل بیت آپ کے نسب والے بھی ہیں۔ جن پر صدقہ حرام قرار دیا گیا ہے۔ ایک جمعیت نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اسے ترجیح دی ہے۔ اور ابن کثیر نے اس کی تائید کی ہے کہ اس آیت کا سبب نزول آپ کی بیویاں ہیں۔ اور آپ کے اہل قطعی طور پر اس میں داخل ہیں۔ خواہ اکیلے ہی۔ جیسا کہ ایک قول میں بیان کیا گیا ہے اور زیادہ درست بات یہ ہے کہ دوسرے بھی آپ کے ساتھ شامل ہیں۔ اس بارے میں کچھ احادیث بیان ہوئی ہیں۔ جن میں سے کچھ پہلے اور کچھ دوسرے نقطہ نگاہ سے تمسک کرنے کے مطابق ہیں۔ مگر اکثریت دوسرے نقطہ نگاہ کے حق میں ہے۔ اس لیے وہی نقطہ نگاہ قابل اعتماد ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اب ہم ان احادیث میں سے کچھ کا ذکر کرتے ہیں۔

احمد نے ابو سعید خدری سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت پنجتن کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یعنی حضرت نبی کریم ﷺ، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کے متعلق ابن جریر نے اسے مرفوعاً ان الفاظ میں بیا

کیا ہے کہ یہ آیت پنجتن کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت فاطمہ کے متعلق۔ طبرانی نے بھی اسے ایسے ہی بیان کیا ہے۔ اور مسلم نے کہا ہے کہ آپ نے ان سب حضرات کو اپنی چادر میں داخل کیا اور اس آیت کو پڑھا۔ اور صحیح روایت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سب حضرات پر اپنی چادر ڈالی اور کہا اے اللہ یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص لوگ ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور فرما اور انہیں اچھی طرح پاک کر دے۔ حضرت ام سلمہ نے کہا میں بھی ان کے ساتھ ہوں فرمایا تو تو بھلائی پر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تطہیراً کے بعد فرمایا جو ان سے جنگ کرے گا۔ میں اس سے جنگ کروں گا۔ اور جو ان سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا۔ اور جو ان سے دشمنی کرے گا میں اس کا دشمن ہوں گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ان پر چادر ڈال کر ان پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا اے اللہ یہ لوگ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پس تو اپنی صلوٰۃ و برکات آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرما۔ یقیناً تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت حضرت ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی تو آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور انہیں چادر میں لپیٹ لیا۔ اور پھر وہ بات کہی جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ آئے اور اکٹھے ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اگر دونوں روایتوں کو صحیح قرار دیا جائے تو اس آیت کے نزول پر اس واقعہ کو دو دفعہ ہونے پر محمول کیا جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تین بار فرمایا۔ اے اللہ یہ میرے اہل ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور فرما۔ اور انہیں اچھی طرح پاک کر دے اور حضرت ام سلمہ نے آپ سے عرض کیا۔ کیا میں آپ کے اہل میں شامل نہیں۔ آپ نے فرمایا تو بھی شامل ہے۔ اور آپ نے ان کے بارے میں دعا کرنے کے بعد آپ کو چادر میں داخل کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے ان کو جمع کیا اور ان کے لیے بیان شدہ دُعا سے بھی لمبی دعا کی تو واثلہ اور حضرت علی نے اٹھ کر کہا یارسول اللہ ہمارے لیے بھی دعا کیجیے آپ نے فرمایا اے اللہ واثلہ اور علی سے بھی ناپاکی کو دور فرما دے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ حضرت واثلہ نے کہا یارسول اللہ میں بھی آپ کے اہل میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا تو بھی میرے اہل سے ہے۔ واثلہ کہتے ہیں جو میں امید کرتا تھا وہی ہوا۔

بیہقی کہتے ہیں گویا آپ نے تشبیہاً اسے اہل کے حکم میں داخل کیا۔ جو اس نام کا مستحق تھا نہ کہ حقیقتاً۔ محب طبری نے اشارہ کیا ہے کہ آپ نے حضرت ام سلمہ اور حضرت فاطمہ وغیرہ کے گھروں میں یہ فعل دو بار کیا ہے۔ اس طرح آپ نے روایات کے اس اختلاف میں تطبیق دی ہے۔ جو ان کی ہیئت اجتماع، ان پر چادر ڈالنے، ان

کے لیے دعا کرنے اور واثلہ اور ام سلمہ اور آپ کی بیویوں کو جواب دینے میں پایا جاتا ہے۔ اس کی تائید ایک روایت سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے ان سے اس قسم کی باتیں حضرت فاطمہ کے گھر میں کیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ اپنی باقی بیٹیوں، اقارب اور ازواج کو بھی اکٹھا کیا اور حضرت ام سلمہ سے صحیح روایت ہے۔ کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی اہل بیت میں سے ہوں۔ فرمایا بیشک انشاء اللہ۔

ثعلبی کا خیال ہے کہ اہل بیت سے مراد تمام بنو ہاشم ہیں اور اس کی تائید حضرت حسن کی ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس اور ان کے بیٹوں پر چادر ڈالی اور پھر فرمایا اے میرے رب یہ میرا چچا اور اس کے بیٹے ہیں اور یہی میرے اہل بیت ہیں۔ انہیں آگ سے اس طرح محفوظ رکھ جس طرح میں نے انہیں اپنی چادر میں چھپالیا ہے۔ پس گھر کی چوکھٹ اور دیواروں نے آمین کہا۔ تو آپ نے تین بار آمین کہا۔

ایک روایت میں ہے جسے ابن معین نے ثقہ اور دوسروں نے ضعیف قرار دیا ہے۔ پھر آپ نے قبائل کو گھرانے قرار دیا اور مجھے ان میں بہترین گھر والا بنایا اور یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے ہوا۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً۔ حاصل کلام یہ کہ سکونتی گھر میں رہنے والے افراد اس آیت کے مفہوم میں داخل ہیں۔ کیوں کہ انہیں یہاں مخاطب کیا گیا ہے اور جب میرے اہل سے مراد نسبی گھر والے ہوں تو وہ بھی اس سلوک میں ضمنی طور مراد ہوں گے۔ جو آپ نے ان کے ساتھ کیا جن کا ذکر گذر چکا ہے۔ پس یہاں اہل بیت سے عمومی مفہوم مراد ہے۔ جیسے آپ کی ازواج اور آپ کے نسبی گھر والے۔ اور وہ تمام بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں۔ اور حضرت حسن سے ایک روایت کئی طرق سے آئی ہے جن میں سے بعض کی سند حسن ہے کہ میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے ناپاکی کو دور فرما کر اچھی طرح پاک کر دیا ہے۔ پس سکونتی گھر کی طرح نسب کی بیٹی بھی آیت میں مراد ہے۔

مسلم نے زید بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کی بیویاں بھی آپ کے اہل بیت میں ہیں۔ فرمایا آپ کی بیویاں اہل بیت میں شامل ہیں۔ لیکن آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے صدقہ کو حرام قرار دیا ہے۔ پس آپ نے اشارہ کیا کہ آپ کی بیویاں آپ کے اس سکونتی گھر کے اہل میں سے ہیں جس کے رہنے والے کرامات و خصوصیات سے ممتاز ہیں۔ نہ کہ آپ کے نسبی اہل بیت، وہ تو صرف وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا ہے۔

پھر یہ آیت اہل بیت نبوی کے فضائل کا منبع ہے۔ کیوں کہ ان میں ان کے روشن کارناموں اور بلند شان کا ذکر ہے۔ اس کی ابتدا انما کے لفظ سے ہوئی ہے۔ جو حصر کے لیے آتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ

ان سے اس ناپاکی کو دور کر دے گا۔ جو ایمانیت میں گناہ اور شک کو موجب ہوتی ہے۔ اور انہیں دیگر اخلاق و احوال مذمومہ سے پاک کر دے گا۔ اور عنقریب بعض طرق میں ان کا آگ پر حرام ہونا بھی بیان ہوگا۔ اور یہ اس تطہیر کا فائدہ ہے جس کی غایت، انابت الی اللہ کا الہام اور اعمال صالحہ پر مدامت اختیار کرنا ہے۔ اور جب ملوکیت کے باعث ان سے ظاہری خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور یہ خاتمہ حضرت حسن پر نہیں ہوا۔ تو انہیں اس کے عوض باطنی خلافت عطا کی گئی۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہر زمانے میں قطب الاولیاء انہی میں سے ہوتا ہے۔ اور جن لوگوں نے کہا ہے کہ دوسروں سے بھی ہوتا ہے ان میں استاد ابوالعباس المرسی بھی ہیں۔ جیسے کہ ان کے شاگرد تاج بن عطاء اللہ نے ان سے نقل کیا ہے۔ اور ان کی تطہیر سے مراد زکوۃ کا ان پر حرام قرار دینا ہے۔ بلکہ امام مالک کے قول کے مطابق نفلی صدقہ بھی ان پر حرام ہے۔ کہ یہ لوگوں کے میل ہونے کے ساتھ لینے والے کی ذلت اور دینے والے کی عزت بھی ہے۔ اس کے عوض انہیں خمس دیا گیا ہے۔ یعنی فے اور غنیمت کا خمس جو لینے والے کی عزت اور دینے والے کی ذلت کا آئینہ دار ہے۔ نیز اس سے یہ بھی باوثوق طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ نسبی گھر والے بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔ کیونکہ انہیں بھی حضور علیہ السلام کے ساتھ صدقہ زکوۃ، نذر، کفارہ وغیرہ کی تحریم میں شرکت سے خاص کیا گیا ہے۔ بعض متاخرین نے اس کی مخالفت کی ہے اور اس امر پر بحث کی ہے کہ نذر، نفل کی طرح ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام نے نفل کی حرمت کا بھی اشارہ کیا ہے۔ خواہ وہ عمومی رنگ کا ہو۔ یا واضح طور پر بے قیمت ہو۔ ماوردی نے مساجد میں ان کے نماز پڑھنے اور زمزم اور بئر دومہ سے ان کے پانی پینے کو جائز قرار دیا ہے۔ اور امام شافعی نے ان کے لیے نفل کی حلت کو حضرت امام باقر کے قول سے اخذ کیا ہے۔ جب حضرت امام باقر پر مکہ اور مدینہ کی ندیوں سے پانی پینے پر عتاب کیا گیا تو آپ نے فرمایا ہم پر فرض صدقہ کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اور آپ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ امام باقر ایسا آدمی اپنے خصائص کی وجہ سے اپنی طرف سے بات نہیں کہتا۔ پس یہ روایت مرسل ہے۔ کیونکہ حضرت امام باقر جلیل القدر تابعی ہیں۔

اکثر اہل علم نے کہا ہے کہ آپ نے حضرت امام کے مرسل قول سے مدد لی ہے اور یہ تحریم تمام بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب اور ان کے غلاموں پر بھی حاوی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی بیویاں بھی ان میں شامل ہیں۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔ اگرچہ ابن عبدالبر نے اس پر اجماع بیان کیا ہے۔ اور آپ کی موت کے بعد ازواج کو نفقہ کا لزوم، صدقہ لینے کو حرام نہیں کرتا۔ سوائے اس کہ فقر و غربت کی بجائے کسی اور وجہ یعنی قرض اور سفر کی وجہ سے لیا جائے۔ جیسا کہ فقہ میں بیان ہوا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ بعض بنو ہاشم کے لیے صدقہ حلال ہے۔ مگر یہ روایت ضعیف اور مرسل ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہیں اور حضور علیہ السلام کا زمزم کے سقایہ سے پانی پینا حال کا واقعہ ہے جسے اس بات پر بھی محمول

کیا جا سکتا ہے۔ کہ اس میں جو پانی تھا وہ خود حضور علیہ السلام یا آپ کے موذون کا کشید کردہ تھا۔ یہ بات ثابت نہیں کہ وہ حضرت عباس کے صدقہ سے تھا۔ اور آیت کو تطہیر کے مبالغہ پر ختم کرنے میں یہ حکمت ہے کہ وہ طہارت کے اعلیٰ مقام پر پہنچیں گے اور اس سے آگے بھی بڑھ جائیں گے۔ پھر اس کی تنوین، تعظیم، تکثیر اور اعجاب مفید کے لیے ہے کہ یہ طہارت متعارف جنس سے نہیں۔ پھر آیت میں جو کچھ طلب کیا گیا ہے اسے حضور علیہ السلام نے اپنے قول میں دہرایا ہے کہ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اور خود اپنے آپ کو بھی اس میں شمار کیا ہے۔ تا کہ آپ کی سلک میں منسلک ہونے کی وجہ سے ان پر دوبارہ برکت نازل ہو۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ جبریل اور میکائیل کو بھی اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے شامل کیا ہے۔ کہ وہ بھی ان کے نقشِ قدم پر ہیں۔ نیز آپ نے ان پر صلوٰۃ کی تاکید ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا اے اللہ تو آل محمد پر صلوٰۃ و برکات نازل فرما۔ اس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں ان سے جنگ کرنے والوں کے ساتھ جنگ کروں گا۔ اس کا بیان بھی پہلے گذر چکا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ مجھ سے محبت کیے بغیر مجھ پر ایمان نہیں لا سکتا اور وہ اس وقت تک مجھ سے محبت نہیں کر سکتا جب تک میرے قرابت داروں سے محبت نہ کرے اور ان کو اپنی جان کا مقام نہ دے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی اولاد کو چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم اس سے تمسک کرو گے۔ گمراہ نہ ہو گے۔ اسی طرح آپ نے مباہلہ کے واقعہ میں اس آیت قل تعالو اندع ابناء نا و ابنا ئکم الآیۃ میں انہیں شامل کیا۔ آپ حضرت حسن کو گود میں اٹھائے حضرت حسین کا ہاتھ پکڑے چلے۔ حضرت فاطمہ آپ کے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھیں اور حضرت علی ان کے پیچھے تھے۔ آپ اس کیفیت میں مباہلہ میں آئے یہ لوگ چادر اور مباہلہ والے ہیں اور آیت مباہلہ میں یہی لوگ مراد ہیں۔ جیسے کہ اس آیت میں سب مراد ہیں۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت۔ پس اس آیت میں اہل بیت سے مراد یا جو بھی ان کی فضیلت کے بارے میں یا آل یا قرابت داروں کی فضیلت میں بیان ہوا ہے۔ یہ سب لوگ آپ کی آل ہیں۔ اور یہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے مومنین ہیں۔

اور یہ حدیث کہ ہر مومن متقی میری آل ہے۔ ضعیف ہے اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس کی تائید کی جائے گی۔ بعض لوگوں نے احادیث کے درمیان یوں تطبیق دی ہے۔ کہ نماز میں آل کے لیے دعا ہر مومن اور متقی کو حاوی ہو گی اور حرمت صدقہ میں بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے مومنین مخصوص ہوں گے اور اس ہمہ گیری کی تائید بخاری سے ہوتی ہے۔ کہ آل محمد نے مسلسل تین دن پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ اے اللہ آل محمد کا رزق گذارے والا بنا دے اور

ایک قول میں ہے آل سے مراد صرف ازواج اور اولاد ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضرت نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے مومنو! تم بھی ان پر درود اور اچھی طرح سلام بھیجو۔''

کعب بن عجرہ سے صحیح روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ آپ کو سلام کیسے کرنا چاہیے۔ ہم آپ پر درود کیسے بھیجا کریں تو آپ نے فرمایا تم کہا کرو! اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد الی آخرہ۔ پس نزول آیت کے بعد ان کا سوال کرنا اور ان کا جواب دینا کہ اللھم صلّ علی محمد و علیٰ آل محمد الیٰ آخرہ اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ اس آیت میں صلوٰۃ کا حکم آپ کے اہل بیت اور بقیہ آل کے لیے ہے۔ اگر یہ مفہوم مراد نہ ہوتا تو وہ اہل بیت اور آپ کی آل پر صلوٰۃ کے بارے میں نزول آیت کے بعد دریافت نہ کرتے اور نہ انہیں ایسا جواب ملتا جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ جب انہیں جواب دیا گیا تو پتہ چلا کہ جو احکام دیے گئے ہیں ان میں ان پر صلوٰۃ پڑھنے کا بھی حکم ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے ان کو اس بات میں اپنا قائم مقام بنایا ہے۔ کیوں کہ آپ پر صلوٰۃ پڑھنے کا مقصد آپ کی مزید تعظیم کرنا ہے۔ اس سے ان کی تعظیم بھی ہوگی اور ایک دفعہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ آپ نے چادر میں انہیں داخل کیا تو کہا اے اللہ یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے۔ پس تو اپنی صلوٰۃ، رحمت، مغفرت اور رضامندی مجھے اور انہیں عطا فرما اور اس دعا کی استجابت کا قضیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ ان پر بھی صلوٰۃ بھیجی اور اس وقت مومنین سے مطالبہ کیا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ ان پر صلوٰۃ بھیجا کریں۔

روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ پر صلوٰۃ بتراء نہ بھیجا کرو۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلوٰۃ بتراء کیا ہے۔ فرمایا تم کہتے ہو اللھم صل علی محمد اور رک جاتے ہو۔ بلکہ تم کہا کرو اللھم صلّ علی محمد وعلی آل محمد صحیحین میں جو آل کے لفظ کو حذف کیا گیا ہے وہ اس کے منافی نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم آپ پر کیسے صلوٰۃ پڑھیں، فرمایا کہا کرو۔ اللھم صلّ علی محمد و علی ازواجہ وذریۃ کما صلیت علیٰ ابراھیم الی آخرہ۔ اس لیے کہ آل کا ذکر دوسری روایات سے ثابت ہے اور وہیں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے یہ سب کچھ فرمایا ہے۔ تو ایک راوی نے وہ بات یاد رکھی جو دوسرے کو یاد نہ رہی پھر بہت سے روایات میں ازواج اور ذریت، کا عطف آل پر ڈالا گیا ہے۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ دونوں آل میں شامل نہیں اور ازواج کے بارے میں اصح روایت پر بناء کرتے ہوئے یہ بات واضح ہے کہ آل سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے مومنین ہیں۔ باقی رہی ذریت تو وہ بھی دوسرے اقوال کے مطابق آل میں شامل ہے۔ ان کا آل

کے بعد اس لیے ذکر کیا گیا ہے۔ کہ ان کے شرف عظیم کی طرف اشارہ ہو۔
ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ جو شخص ہم اہل بیت پر درود پڑھ کر پورا پورا ثواب کا وزن لے کر خوش ہونا چاہتا ہے۔ وہ اللهم صلّ علی النبی محمد وازواجه امهات المومنین وذریته واهلِ بیته کما صلیت علی ابراهیم انك حمید مجید پڑھے۔ اور صحابہ کا یہ کہنا کہ ہمیں آپ پر سلام بھیجنے کا علم ہے۔ اس میں ان کا اشارہ تشہد میں آپ پر سلام بھیجنے سے ہے۔ جیسا کہ بیہقی وغیرہ نے کہا ہے اور اس کا پتہ مسلم کی حدیث سے لگتا ہے۔ جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے تو ہم نے تمنا کی کہ ہم آپ سے یہ بات نہ پوچھتے پھر آپ نے فرمایا کہا کرو۔ اللهم صلّ علی محمد وعلی آل محمد الحدیث اور اس کے آخر میں آپ نے السلام کا لفظ بھی بڑھایا ہے۔ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے اور اسے تعلیم سے بھی بیان کیا گیا ہے۔ کیوں کہ آپ انہیں اسی طرح تشہد سکھاتے۔ جیسے کوئی سورت سکھائی جاتی ہے۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ آپ پر سلام پڑھنا تو ہمیں معلوم ہے۔ ہم آپ پر نماز میں صلوٰۃ کیسے پڑھا کریں جو اللہ نے آپ پر پڑھی ہے تو حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم نے چاہا کہ کاش اس آدمی نے آپ سے یہ سوال نہ کیا ہوتا پھر آپ نے فرمایا جب تم مجھ پر صلوٰۃ پڑھو تو کہا کرو۔ اللهم صلّ علی محمد النبی الامی وعلی آل محمد الحدیث۔ یہاں یہ نہیں کہا جائے تو کہ اس میں اسحٰق متفرد ہے اور مسلم نے اسے متابعات میں بیان کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ ائمہ نے اسے ثقہ کہا ہے یہ صرف مدلس ہے اور تدلیس کی علت تحدیث کی تصریح سے زائل ہو گئی ہے۔ جس سے واضح ہو گیا کہ یہ آیت میں امر وارد کے تخریج بیان سے خارج ہے۔ اور آپ کے اس قول کے موافق ہے کہ کہو یہ امر کا صیغہ ہے جو وجوب کے لیے آتا ہے۔ اور حضرت ابن مسعود سے جو صحیح روایت آدمی کے نماز میں تشہد کے متعلق آئی ہے۔ کہ پھر وہ حضرت نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے۔ پھر اپنے لیے دعا کرے۔ یہ ترتیب آپ کی اپنی طرف سے نہیں ہو سکتی۔ پس یہ مرفوع حکم میں ہو گی اور ابن مسعود سے ہی ایک صحیح روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک آدمی کو نماز میں دعا کرتے سنا کہ اس نے نہ ہی خدا تعالیٰ کی تمجید کی اور نہ ہی رسول کریم ﷺ پر صلوٰۃ پڑھی آپ نے فرمایا۔ اس آدمی نے جلدی سے کام لیا ہے۔ پھر اسے بلایا اور اسے یا کسی اور کو فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے آغاز کرے۔ پھر حضرت نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ پڑھے پھر جو چاہے دعا کرے اور حمد و ثنا الٰہی کی ابتدا کا مقام، تشہد کا جلوس ہے اس تمام بیان سے حضرت امام شافعی کے قول کی وضاحت ہو گئی کہ تشہد میں حضرت نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہے جب آپ کو علم ہو گیا کہ حضور علیہ السلام سے صحیح روایت ہے کہ تشہد میں صلوٰۃ پڑھنے کا امر وجوبی ہے۔ اور ابن مسعود سے صحیح روایت میں اس کے محل کی تعیین بھی ہے جو تشہد اور دعا کے درمیان ہے اور اس کے وجوب کے متعلق

امام شافعی نے جو کہا ہے وہ سنت اور اصولیوں کے قواعد کی صراحت کے مطابق ہے۔ اور اس پر بہت سی صحیح احادیث دلالت کرتی ہیں۔ جنہیں شرح، الرشاد اور الحباب میں حضرت امام شافعی کو برا کہنے والوں کے واضح رد کے ساتھ بالاستیعاب بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ امام شافعی اس میں اکیلے نہیں بلکہ ان سے پہلے یہی بات صحابہ کی ایک جماعت نے بھی کہی ہے۔ جس میں حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت جابر اور ابو مسعود البدری وغیرہ شامل ہیں۔ اور تابعین میں سے شعبی اور باقر، اسحاق بن راہویہ اور احمد۔ بلکہ امام مالک کا ایک قول بھی امام شافعی کے موافق ہے۔ جسے صحابہ کی ایک جماعت نے ترجیح دی ہے۔ شیخ الاسلام، خاتمۃ الحفاظ ابن حجر نے کہا ہے کہ میں نے صحابہ اور تابعین میں سے کسی کی روایت عدم وجوب کے بارے میں نہیں دیکھی۔ سوائے اس کے جو ابراہیم النخعی سے اس کے بیان سمیت نقل کیا گیا ہے۔ کہ اس کے سوا سب وجوب کے قائل ہیں۔ پس یہ خیال کہ امام شافع اکیلے ہیں اور انہوں نے مختلف شہروں کے فقہا سے اختلاف کیا ہے۔ محض ایک جھوٹا دعویٰ ہے۔ جس کی طرف نہ التفات کیا جا سکتا ہے اور نہ اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اور ابن القیم نے کہا ہے کہ تشہد میں صلوٰۃ کی مشروعیت پر اتفاق ہے۔ اختلاف صرف وجوب اور استحباب میں ہے جن لوگوں نے سلف کے عمل کے مطابق اس کے واجب نہ ہونے سے تمسک کیا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ اسے اپنی نمازوں میں پڑھتے تھے۔ اگر ان کے عمل سے مراد اعتقاد لیا جائے تو ان سے عدم وجوب کی نقل صریح کی ضرورت ہوگی اور ایسی نقل کہاں موجود ہے۔ اور عیاض نے جو کہا ہے کہ جن لوگوں نے امام شافعی کو برا کہا ہے۔ اس کا کوئی مفہوم نہیں۔ اس میں کون سی برائی ہے۔ کیوں کہ انہوں نے اس میں نہ نص کی مخالفت کی ہے نہ اجماع کی اور نہ ہی مصلحت راجحہ کی۔ بلکہ یہ قول تو ان کے مذہب کے محاسن میں سے ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

"جب میرے محاسن ہی جن پر مجھے ناز ہے گناہ بن گئے ہیں تو مجھے بتاؤ میں کیسے معذرت کروں۔"

نووی نے علماء سے نقل کیا ہے کہ وہ حضور علیہ السلام پر صرف صلوٰۃ یا صرف سلام پڑھنے کو مکروہ جانتے ہیں۔ ایک حافظ حدیث نے کہا ہے کہ میں حدیث کو لکھتے ہوئے فقط صلوٰۃ لکھا کرتا تھا۔ میں نے رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا آپ کی کتاب میں صلوٰۃ مکمل نہیں۔ اس کے بعد میں صلیت علیہ وسلمت لکھا کرتا تھا۔ آپ کی سابقہ صلوٰۃ کی تعلیم کی کیفیت سے یہ حجت نہیں پکڑی جا سکتی ہے کہ تشہد میں سلام کو پہلے بیان کیا ہے۔ پس اس میں افراد نہیں ہو سکتا۔ صلوٰۃ وسلام کا اکٹھا ذکر کئی جگہ آیا ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے جو جانور پر سوار ہونے کے موقع پر کہا جاتا ہے۔ جیسے کہ طبرانی نے "الدعا" میں مرفوعاً بیان کیا ہے۔ ایسے ہی دوسروں نے بھی بیان کیا ہے۔ اسے بعض جگہ صرف اختصار کے طور پر حذف کیا گیا ہے۔ یہی صورت آل کے لفظ کے حذف کی ہے۔

دیلمی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تک حضور علیہ السلام اور اہل بیت پر درود نہ پڑھا جائے۔ دعا قبولیت سے رکی رہتی ہے۔ اللھم صل علی محمد و آلہ اور سابقہ احادیث میں آخری تشہد میں وجوب صلوٰۃ کا جو قضیہ بیان ہوا ہے۔ جیسا کہ شافعی نے کہا ہے۔ وہ الروضۃ کی عبارت سے پیدا ہونے والے وہم کے خلاف ہے اور آپ کے بعض اصحاب نے اسے ترجیح دی ہے۔ اور بیہقی کا بھی یہی خیال ہے۔ اور جس نے عدم وجوب پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ اسے سہو ہوا ہے۔ لیکن بقیہ اصحاب کا خیال یہ ہے کہ متعدد واقعات کی وجہ سے روایات میں اختلاف ہے اور جس پر طرق نے اتفاق کیا ہے۔ انہوں نے اسے ہی واجب قرار دیا ہے۔ اور وہ ہے آپ پر صلوٰۃ پڑھنا اور جو زائد ہے وہ اکمل کی قبیل سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بعض طرق آپ کے قول کما صلیت علی ابراھیم کے سقوط کی وجہ سے اس کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے۔ حضرت امام شافعی نے دو شعروں میں فرمایا ہے۔

اے رسول اللہ کے اہل بیت تمہاری محبت اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن میں فرض قرار دی گئی ہے۔ تمہارے عظیم القدر ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ جو تم پر صلوٰۃ نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ لاصلوٰۃ لہٗ صحیح ہو جو آل پر وجوب صلوٰۃ سے متعلق آپ کے قول کے موافق ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ صلوٰۃ نہ پڑھنے والے کی نماز کامل نہیں ہوتی۔ پس دونوں میں سے جو واضح قول ہے اس سے موافقت کر لو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"سلام ہو آل یاسین پر۔"

مفسرین کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ کہ اس سے مراد آل محمد پر سلام پڑھنا ہے۔ اور کلبی نے بھی یہی کہا ہے۔ اور علیہ میں حضور علیہ السلام بطریق اولیٰ داخل ہیں۔ یا بطریق نص داخل ہیں۔ جیسے اللھم صلّ علی آل ابی اوفی میں ہے۔ لیکن اکثر مفسرین کا خیال یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت الیاس علیہ السلام ہیں۔ اور یہ سیاق کا قضیہ ہے۔

تنبیہ: اس قسم کے جملوں میں سلام کا لفظ خبر واقع ہوتا ہے۔ جس سے صحیح مراد انشاء و طلب ہوتی ہے اور طلب، مطلوب منہ کا تقاضا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا غیر سے طلب کرنا محال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ بندوں پر جو سلام بھیجتا ہے اس کا مفہوم یا تو انہیں سلامتی کی خوشخبری دینا ہوتا ہے۔ اور یا طلب کی حقیقت مراد ہوتی ہے۔ گویا اس نے اپنے آپ سے اسے طلب کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا سلام اس کے نفسی ازلی کلام کی طرف لوٹا۔ اور اس میں مسلم علیہ کی کامل سلامتی کے لیے طلب کا پایا جانا غیر محال ہوا۔ تو یہ نفسی طلب اس کے متعلق ارادہ کی مقتضی ہوئی اور

نفس سے طلب کرنا ایک معقول بات ہے۔ جسے ہر کوئی جانتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اپنے آپ سے کامل سلامتی طلب کی اور یہ ان سے اس وقت تعلق رکھتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ان کو اس سے خاص کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ جیسا کہ اس کے امرونہی اپنے قدم کے باوجود ہم سے تعلق رکھتے ہیں۔

فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے اہل بیت پانچ باتوں میں آپ سے مساوی ہیں۔ سلام میں جیسا کہ فرمایا السلام علیك یایها النبی اور فرمایا سلام علی آل یاسین۔ تشہد کی صلوٰۃ میں طہارت میں اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے۔ طٰہ یعنی اے طاہر اور دوسری جگہ فرماتا ہے ویطهرکم تطهیرا صدقہ کی تحریم میں اور محبت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاتبعونی یحببکم اللہ اور فرمایا لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربی۔

۴۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اور انہیں کھڑا کرو یہ پوچھے جائیں گے۔"

دیلمی نے حضرت ابو سعید خدری سے بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ وقفوهم انهم مسئولون یعنی انہیں کھڑا کرو ان سے حضرت علی کی ولایت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ گویا یہ الواحدی کی مراد ہے کیوں کہ اس سے وقفوهم انهم مسئولون کے متعلق مروی ہے۔ کہ وہ حضرت علی اور اہل بیت کی ولایت کے متعلق پوچھے جائیں گے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو بتا دیں کہ وہ تبلیغ رسالت پر اقرباء کی محبت کے سوا کوئی اجر طلب نہ کریں گے۔ اور پوچھے جانے کا مفہوم یہ ہے کہ کیا انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ کی وصیت کے مطابق حق موالات ادا کیا ہے یا اسے ضائع کر دیا ہے اور اسے ایک مہمل چیز خیال کیا ہے۔ اس کا ان سے مطالبہ ہوگا اور سزا ملے گی۔ اور "رسول کریم ﷺ کی وصیت کے مطابق" کے الفاظ میں ان احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس بارے میں آئی ہیں اور وہ بہت سی ہیں جن میں سے چند کا تذکرہ فصل دوم میں ہوگا۔

ان میں سے ایک حدیث مسلم میں زید بن ارقم سے بیان ہوئی ہے کہ رسول کریم ﷺ ہم میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا الٰہی کے بعد فرمایا اے لوگو میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں۔ ممکن ہے میرے رب کا ایلچی میرے پاس آئے اور میں اسے جواب دوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں ایک تو اللہ کی کتاب ہے۔ جس میں نور و ہدایت ہے۔ پس کتاب الٰہی سے تمسک کرو اور اسے مضبوطی سے پکڑ لو اور آپ نے اس کے متعلق بڑی رغبت اور ترغیب دلائی پھر فرمایا دوسرے اہل بیت ہیں آپ نے تین بار فرمایا میں تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔ زید سے پوچھا گیا۔ آپ کے اہل بیت کون ہیں کیا آپ کی بیویاں اہل

بیت میں سے نہیں؟ آپ نے فرمایا بیشک آپ کی بیویاں اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ پوچھا گیا وہ کون ہیں۔ فرمایا وہ آل علی آل عقیل اور آل عباس ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ فرمایا! ہاں۔

ترمذی نے حسن غریب روایت میں بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ جب تک تم ان سے تمسک کرو گے۔ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک چیز دوسری سے بڑی ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب، ایک ایسی الٰہی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک دراز ہے۔ اور میرے اہل بیت یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونے تک جدا نہ ہوں گے۔ دیکھیے تم ان کے بارے میں میرے کیسے جانشین ثابت ہوتے ہو۔ احمد نے اپنی مسند میں اسی مفہوم کی حدیث بیان کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ قریب ہے مجھے بلایا جائے اور میں جواب دوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ کتاب اللہ جو اللہ تعالیٰ کی آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی رسی ہے۔ اور میرے اہل بیت اور مجھے لطیف وخبیر خدا نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونے تک جدا نہ ہوں گے۔ دیکھیے تم ان کے بارے میں میرے کیسے جانشین بنتے ہو۔ اس کی سند میں کوئی حرج کی بات نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بات حجۃ الوداع کے موقع پر فرمائی۔

ایک دوسری روایت میں بھی ایسا ہی بیان ہوا ہے یعنی اللہ کی کتاب کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گا نجات پائے گا۔ اور اہل بیت کی مثال، باب حطہ کی طرح ہے۔ (یعنی وہ دروازہ جس میں داخل ہونے پر گناہ معاف ہوتے ہیں) جو اس میں داخل ہو گا۔ میں اس کے گناہ بخش دوں گا۔ اور ابن جوزی نے العلل المتناہیہ میں اس کے بقیہ طرق کے اسناد کو وہم اور غفلت بتایا ہے بلکہ مسلم میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے غدیر خم کے موقع پر یہ بات فرمائی اور یہ جحفہ میں پانی کی جگہ ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اور یہ الفاظ زائد بیان کیے ہیں کہ میں تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔ ہم نے زید سے کہا آپ کے اہل بیت میں آپ کی بیویاں بھی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ خدا کی قسم عورت مرد کے ساتھ ایسے ہے جیسے زمانے میں عصر کا وقت۔ پھر وہ اسے طلاق دے دیتا ہے۔ اور وہ اپنے باپ اور قوم کی طرف واپس آجاتی ہے۔ آپ کے اہل بیت آپ کے وہ اہل اور عصبہ ہیں۔ جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ میں تم میں دو باتیں چھوڑے جارہا ہوں۔ اگر تم نے ان کی پیروی کی تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ کتاب اللہ اور میرے اہل بیت ہیں۔ طبرانی نے یہ بات زائد بیان کی ہے کہ میں نے آپ سے ان دونوں باتوں کے متعلق دریافت کیا۔ پس ان دونوں سے آگے نہ بڑھنا اور نہ ان کے بارے میں کوتاہی کرنا۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور تم انہیں سکھانے کی کوشش نہ کرو۔ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔

ایک روایت میں کتاب اللہ اور میری سنت کے الفاظ آئے ہیں اور یہ مراد ان احادیث سے ہے۔ جن میں صرف کتاب کا ذکر ہے کیوں کہ سنت کتاب پر مبنی ہے۔ اس لیے کتاب کے ذکر نے اس کے ذکر کی ضرورت نہیں رہنے دی۔ حاصل کلام یہ کہ کتاب اللہ، سنت اور اہل بیت میں سے ان دونوں کے علماء سے تمسک کرنے پر ترغیب دی گئی ہے اور ان تمام کے مجموعہ سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ یہ تین امور قیام قیامت تک باقی رہیں گے۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ ان سے تمسک کرنے والی حدیث بہت سے طرق سے آئی ہے۔ جو بیس سے زیادہ صحابیوں سے مروی ہے اور اس کے طرق کے متعلق گیارھوں شبہ میں تفصیلی طور پر بیان ہو چکا ہے۔ ان میں سے بعض طرق میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع میں عرفہ میں یہ بات فرمائی ایک دوسری روایت میں ہے آپ نے یہ بات مدینہ میں اپنے مرض الموت میں فرمائی جب آپ کے اصحاب کو آپ کی جدائی کا بھرپور یقین ہو گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے غدیر خم پر یہ بات فرمائی۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے طائف سے واپسی کے بعد خطبہ میں یہ بات فرمائی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ان روایات میں کوئی منافات نہیں۔ کیوں کہ آپ نے کتاب اللہ اور عترت طاہرہ میں کوئی منافات نہیں۔ کیوں کہ آپ نے کتاب اللہ اور عترت طاہرہ کی عظمت شان کے مطابق اس بات کو بار بار ذکر فرمایا ہے۔

طبرانی نے ابن عمر سے ایک روایت کی ہے۔ جس میں بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے آخری بات یہ فرمائی کہ میرے اہل بیت کے متعلق میرے جانشین بننا اور طبرانی اور ابوالشیخ کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تین حرمتیں ہیں جو ان کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت کرے گا۔ اور جو ان کی حفاظت نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت کی حفاظت نہیں کرے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون سی ہیں فرمایا حرمۃ الاسلام، میری حرمت اور میری قرابت کی حرمت، اور بخاری میں حضرت صدیق کا ایک قول ہے۔ اے لوگو حضور علیہ السلام کے اہل بیت کے متعلق محمد رسول اللہ کو دیکھو یعنی ان سے سلوک میں ان کا لحاظ رکھو اور انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ۔

ابن سعد نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے اہل بیت کے متعلق اچھی وصیت کرو۔ کیوں کہ میں کل تم سے ان کے بارے میں جھگڑا کروں گا۔ اور جس کا میں مد مقابل ہوا اللہ اس سے جنگ کرے گا۔ اور جس سے اللہ جنگ کرے گا۔ وہ آگ میں داخل ہو گا۔ اور آپ نے فرمایا جس نے میرے اہل بیت کے بارے میں میرا لحاظ رکھا اس نے اللہ سے عہد لے لیا اور ابن سعد نے بیان کیا ہے۔ کہ میں اور میرے اہل بیت جنت کا ایک درخت ہیں۔ جس کی شاخیں دنیا میں ہیں۔ جو چاہے وہ اپنے رب کے پاس راستہ بنا لے اور الملا نے ہر جانشین کے متعلق حدیث بیان کی ہے۔ کہ میرے اہل بیت کے ساتھ وہ عدل کریں گے اور اس دین

سے گمراہوں کی تحریف اور باطل پرستوں کی منسوب کردہ باتوں اور جاہلوں کی تاویل کو دور کریں گے۔ یاد رکھو تمہارے ائمہ خدا کے پاس تمہارے وفد ہیں۔ اچھی طرح غور کرو کہ تم کس کو وفد بنا کر بھیجتے ہو اور احمد نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ سب تعریف اس خدا کی ہے۔ جس نے اہل بیت کی حکمت کو ہمارے لیے بنایا اور حضرت حسن کی حدیث میں ہے آگاہ رہو کہ میرے اہل بیت اور انصار میرے اسرار و معارف کی ظرف ہیں۔ ان کے اچھے آدمی کو قبول کرو اور برے سے درگذر کرو۔

تنبیہ : حضرت رسول کریم ﷺ نے قرآن اور عترت کا نام لیا ہے۔ اور اہل، نسل اور قریبی تعلق داروں کو ثقلین کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ ثقل یہ نفیس اور اہمیت والی اور محفوظ چیز کو کہتے ہیں۔ اور یہ دونوں ایسی ہی چیزیں ہیں جبکہ ان میں سے ہر ایک علوم لدنی اور اسرار اور شاندار حکمتوں اور احکام شرعیہ کی کان ہے۔ اسی لیے رسول کریم ﷺ نے ان کی اقتدار، تمسک اور ان سے علوم سیکھنے کی ترغیب دی ہے اور فرمایا سب تعریف اس خدا کی ہے جس نے اہل بیت کی حکمت کو ہمارے لیے بنایا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام ثقلین ان کے حقوق کی رعایت کے وجوب کے بوجھ کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔

پھر جن لوگوں کے متعلق ترغیب دلائی گئی ہے۔ وہی کتاب وسنت کے عارف ہیں۔ کیوں کہ وہ حوض کوثر تک کتاب کو نہ چھوڑیں گے۔ اور اس کی تائید گذشتہ حدیث سے ہوتی ہے کہ تم انہیں نہ سکھاؤ۔ کیوں کہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ اور اس وجہ سے وہ دوسرے لوگوں سے امتیاز رکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ناپاکی کو دور کر کے انہیں اچھی طرح پاک کر دیا ہے۔ اور روشن کرامات اور بے شمار خوبیوں سے انہیں نوازا ہے۔ جن میں سے بعض کا تذکرہ ہو چکا ہے اور عنقریب قریش کے بارے میں وہ حدیث آئے گی کہ ان سے سیکھو کہ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ اور جب یہ عموم قریش کے لیے ثابت ہو گیا تو اہل بیت ان سے بدرجہ اولیٰ اس بات کے اہل ہوئے کیوں کہ وہ ان سے ایسی خصوصیات سے ممتاز ہیں۔ جن میں بقیہ قریش شریک نہیں۔ اور جن احادیث میں اہل بیت سے تمسک کی ترغیب دلائی گئی ہے ان میں اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ قیامت تک ان میں سے کسی کے ساتھ تمسک میں انقطاع نہیں کرنا۔ کیوں کہ کتاب عزیز یہی کچھ بیان کرتی ہے۔ اس لحاظ سے وہ اہل زمین کی امان ہیں۔ جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ اور گذشتہ حدیث بھی اس کی شہادت دیتی ہے۔ کہ میری امت کے ہر باقی رہنے والے آدمی کے لیے میرے اہل بیت میں سے عادل آدمی موجود رہیں گے۔ الی آخرہ پھر جو ان میں سے کسی سے تمسک کرے ان کے امام اور عالم ہونے کے سب سے بڑے حقدار حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں ہم اس سے پہلے ان کی وسعت علم اور استنباط کے حقائق کو بیان کر آئے ہیں۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ہے کہ حضرت علی عترت رسول ہیں۔ یعنی ان لوگوں میں سے ہیں جن سے تمسک کرنے کے متعلق ترغیب دی گئی ہے۔ گویا آپ نے

بھی ہمارے قول کے مطابق انہیں مخصوص کیا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے بھی غدیر خم کے موقع پر آپ کو مخصوص فرمایا ہے اور گذشتہ حدیث میں ابھی جو عیبتہ اور کرش کے الفاظ آئے ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ان کے اسرار اور امانت کی جگہ اور ان کے نفیس معارف کی کان ہیں۔ کیوں کہ عیبتہ اور کرش میں سے ہر ایک کے اندر یہ مفہوم مخفی ہے جس سے صلاح اور بہتری ہو۔ کیوں کہ عیبتہ اس چیز کو کہتے ہیں جس میں نفیس سامان محفوظ کیا جاتا ہے اور کرش غذا کے محفوظ کرنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ جس سے نشوونما اور بنیاد کا قوام بنتا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ دونوں الفاظ ان کے ظاہری اور باطنی امور سے مختص ہونے کی مثال ہیں۔ جبکہ کرش کا مطلب باطن اور عیبتہ ظاہر کی مثال ہے۔ بہر حال یہ ان کے متعلق وصیت اور مہربانی کرنے کی انتہا ہے۔ اور ان کے برے آدمی سے درگذر کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ حدود اللہ اور حقوق العباد کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں درگذر کرو۔ اس طرح یہ صحیحین کی حدیث کے مفہوم کا محمل بن جاتا ہے کہ بڑے لوگوں کی لغزشوں سے درگذر کرو۔

ایک روایت میں ہے کہ حدود کو چھوڑ کر اور امام شافعی نے اس کی یہ تشریح کی ہے کہ وہ لوگ شر کو جانتے ہی نہیں اور کسی دوسرے آدمی کا یہ قول اس کے قریب ہے کہ وہ لوگ کبائر کو چھوڑ کر صغائر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب ان میں سے کوئی آدمی گناہ کرتا ہے تو توبہ کر لیتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ کرو۔''

ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت جعفر صادق سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم وہ رسی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا اور آپ کے دادا حضرت زین العابدین جب یہ آیت تلاوت کرتے یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین۔ تو لمبی دعا کرتے جو صادقین کے درجہ اور درجات عالیہ کی طلب اور مصائب کے بیان اور ائمہ دین اور شجرۂ نبویہ کو چھوڑنے والے بدعتیوں کی ان باتوں پر مشتمل ہوتی جو انہوں نے آپ کی طرف منسوب کی ہیں پھر فرماتے دوسرے لوگوں نے ہمارے معاملہ میں کوتاہی سے کام لیا ہے اور قرآن کی متشابہ آیات سے حجت پکڑی ہے اور اپنی آراء سے تاویل کی ہے اور حدیث میں جو چیز مسلم ہے اس پر انہوں نے اتہام لگایا ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اس امت کے پیچھے کوئی کہاں تک دوڑتا ہے۔ اس ملت کے نشانات مٹ چکے ہیں اور امت نے اختلاف اور تفرقہ اختیار کر لیا ہے۔ اور لوگ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے بینات آنے کے بعد اختلاف اور تفرقہ کیا۔''

پس اہل کتاب اور ائمہ ہدیٰ سے جو تاریکی چراغ ہیں ابلاغ حجت اور تاویل حکم کے متعلق پختہ عہد لیا گیا

ہے۔ اوران لوگوں کواللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حجت قرار دیا ہے۔ اورمخلوق کو یونہی بغیر حجت کے نہیں چھوڑا۔ کیا تم ان لوگوں کو شجرہ مبارکہ کی فروع اوران صاف باطن لوگوں کی اولاد کے بغیر کہیں پاتے ہو۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے ناپاکی کو دور فرما کر اچھی طرح پاک کر دیا ہے اوران کو آفات سے بری کیا ہے۔ اور کتاب میں ان کی محبت کو فرض قرار دیا ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''کیا وہ لوگوں پر اس لیے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے۔''

ابوالحسن المغازلی نے حضرت امام باقر سے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں الناس سے مراد خدا کی قسم ہم ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اللہ ایسا نہیں کہ انہیں تیری موجودگی میں عذاب دے۔''

حضور ﷺ نے اپنے اہل بیت میں ان معنوں کے پائے جانے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیوں کہ وہ بھی رسول کریم ﷺ کی طرح اہل زمین کے لیے امان ہیں۔ اس تعلق میں بہت سی احادیث ہیں جن میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ستارے آسمان والوں کے لیے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لیے امان ہیں۔ اسے ایک جماعت نے سند ضعیف کے ساتھ بیان کیا ہے اور ایک اور ضعیف روایت میں ہے کہ میرے اہل بیت اہل زمین کے لیے امان ہیں۔ جب میرے اہل بیت ہلاک ہو جائیں گے۔ تو اہل زمین کے پاس وہ نشان آئیں گے جن سے انہیں ڈرایا گیا تھا۔

احمد کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان والے ختم ہو جائیں گے اور جب میرے اہل بیت ختم ہو جائیں گے تو اہل زمین بھی ختم ہو جائیں گے۔

ایک روایت میں ہے جسے حاکم نے شیخین کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے۔ کہ ستارے اہل زمین کی غرق ہونے سے امان ہیں۔ اور میرے اہل بیت، میری امت کے اختلاف کے وقت امان ہیں۔

جب عربوں میں سے کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرتا ہے تو وہ اختلاف کر کے ابلیس کا گروہ بن جاتے ہیں۔ یہ حدیث متعدد طرق سے آئی ہے۔ جو ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔ کہ میرے اہل بیت تم میں کشتی نوح کی طرح ہیں۔ جو اس پر سوار ہوگا نجات پائے گا۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو اس سے پیچھے رہے گا غرق ہو جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہلاک ہو جائے گا کے الفاظ آئے ہیں۔ اور میرے اہل بیت کی مثال تم میں بنی اسرائیل کے باب حطہ کی مانند ہے جو اس میں داخل ہوگا اللہ اسے بخش دے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے گناہ

بخش دیے جائیں گے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اہل بیت کے جن لوگوں کو امان قرار دیا گیا ہے اس سے مراد ان کے علماء ہیں۔ کیوں کہ ان سے ستاروں کی طرح راہنمائی حاصل کرتے ہیں اور جب یہ لوگ مفقود ہو جائیں گے تو اہل زمین کے پاس وہ نشان آئیں گے جن سے انہیں ڈرایا گیا تھا۔ اور یہ نزول مہدی کا وقت ہوگا۔ مہدی کی احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور ان کے زمانے میں دجال قتل کیا جائے گا۔ اس کے بعد پے در پے نشانات ظاہر ہوں گے۔ بلکہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دجال کو قتل کرنے کے بعد لوگ سات سال ٹھہرے رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا چلائے گا۔ جس سے سطح زمین پر ایسا کوئی آدمی باقی نہیں رہے گا۔ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان یا بھلائی ہوگی یعنی اللہ تعالیٰ اسے موت دے دے گا اور شریر لوگ پرندوں کی پوٹ اور درندوں کے پیٹوں میں باقی رہ جائیں گے۔ جو نیکی سے نا آشنا اور برائی کو برا نہ سمجھتے ہوں گے۔ اور اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں جو میرے نزدیک زیادہ واضح ہیں۔ کہ ان سے مراد سارے اہل بیت ہیں۔ اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو آپ اور آپ کے اہل بیت کی وجہ سے دوام بخشا ہے۔ کیوں کہ اہل بیت آپ سے بعض چیزوں میں مساوی ہیں۔ جیسا کہ امام رازی کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور پھر اس لیے بھی کہ آپ نے ان کے حق میں فرمایا ہے اے اللہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ اور اس لیے بھی کہ وہ ایک واسطہ سے آپ کا ٹکڑا ہیں۔ کیوں کہ ان کی ماں حضرت فاطمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹکڑا ہیں۔ پس امان میں یہ آپ کے قائم مقام ہیں۔ اور ان کو کشتی سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص ان کو شرف بخشنے والے یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور ان کے علماء سے ہدایت لے گا۔ وہ مخالفتوں کی ظلمت سے نجات پائے گا اور جو اس سے تخلف کرے گا وہ احسانات کی ناشکری کے سمندر میں غرق ہو جائے گا اور سرکشی کے جنگلات میں ہلاک ہوگا۔ اور ایک حدیث میں بیان ہو چکا ہے کہ جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت اور آپ کی قرابت کی حرمت اور حرمتِ اسلام کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت کرے گا۔ اور جو ایسا نہیں کرے گا۔ اس کی دنیا و آخرت محفوظ نہیں رہے گی۔

یہ بھی آیا ہے کہ میرے اہل بیت حوض کوثر پر آئیں گے اور میری امت میں جو شخص ان سے محبت کرے گا۔ وہ دو انگلیوں کی طرح ان کے ساتھ اکٹھا ہوگا۔ اس کی شہادت ایک دوسری حدیث سے ملتی ہے۔ کہ آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔ اور باب حطہ کے متعلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دروازے میں تواضع اور استغفار کے ساتھ داخلہ کو مغفرت کا سبب بتایا ہے۔ یہ دروازہ باب اریحا یا بیت المقدس ہے۔ اور اس امت کے لیے اہل بیت کی محبت کو مغفرت کا سبب بنایا ہے۔ جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

۷۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اور میں توبہ کرنے والے، ایمان لانے والے اور عمل صالح بجالانے والے کو ضرور بخشنے والا ہوں اور پھر ہدایت پانے والے کو۔"

ثابت البنانی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اہل بیت کی طرف ہدایت پانے والے کو۔ حضرت ابو جعفر الباقر سے بھی یہی بیان آیا ہے۔ دیلمی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام اس لیے فاطمہ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے محبوں کو آگ سے چھڑادیا ہے۔

احمد نے بیان کیا ہے حضور علیہ السلام نے حسنین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جو شخص مجھے ان دونوں اور ان کے ماں باپ کو محبوب رکھے گا وہ قیامت کے روز میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا یہ الفاظ ترمذی نے بیان کیے ہیں اور اسے حسن غریب کہا ہے۔ "وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا" کا مفہوم یہ ہے کہ اس جگہ قرب و شہود کی معیت مراد ہے۔ کہ معیت مرتبی و مقامی۔

ابن سعد نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول کریم ﷺ نے بتایا کہ سب سے پہلے میں حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین جنت میں داخل ہوں گے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہمارے محبوں کا کیا بنے گا؟ فرمایا وہ تمہارے پیچھے ہوں گے۔ اور حضرت ابوبکر کے فضائل میں بھی یہ بات بیان ہوئی ہے۔ ان دونوں حدیثوں کی تطبیق بیان ہو چکی ہے۔ جس سے اس حدیث کا محمل معلوم ہو سکتا ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اور جو علم آجانے کے بعد تجھ سے اس بارے میں جھگڑا کرے تو کہہ دو آؤ ہم اپنے بیٹوں، عورتوں اور اپنے آپ کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں، عورتوں اور اپنے آپ کو بلاؤ۔ پھر ہم دعا کر کے جھوٹوں پر لعنت ڈالتے ہیں۔"

کشاف میں ہے کہ اس سے بڑھ کر چادر والوں کی فضیلت پر کوئی قوی دلیل نہیں اور وہ حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم ہیں۔ کیوں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے انھیں بلایا اور حسین کو گود میں لیا۔ حسن کا ہاتھ پکڑا آپ کے پیچھے حضرت فاطمہ چلیں اور علی آپ دونوں کے پیچھے چلے۔ پس معلوم ہو گیا کہ آیت سے مراد حضرت فاطمہ کی اولاد اور ان کی ذریت ہے۔ جنہیں وہ اپنے بیٹے کہتے ہیں اور آپ کی طرف دنیا و آخرت میں صحیح اور نافع صورت میں منسوب ہوتے ہیں۔

ہم فائدہ کی تکمیل کی خاطر احادیث کو مع ان کے متعلقات کے ذکر کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے منبر پر فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی قوم کو آپ کی رشتہ داری قیامت کے سود مند نہ ہوگی۔ خدا کی قسم بیشک میرا رشتہ آپ سے دنیا و آخرت میں ملا ہوا ہے۔ اور اے

لوگو! میں حوض کوثر پر تم سے ملوں گا۔

ایک ضعیف روایت میں ہے کہ اگرچہ حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو یہ اطلاع پہنچی کہ ایک آدمی نے حضرت بریدہ سے کہا کہ محمد ﷺ تجھے اللہ کے مقابلے میں کچھ کام نہ آئیں گے۔ تو آپ نے خطبہ دیا پھر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو کہتے ہیں کہ میرا رشتہ کچھ کام نہ آئے گا۔ حتیٰ کہ یمن کے دو قبیلوں حبا اور حکم کا بھی یہی خیال ہے۔ میں ضرور شفاعت کروں گا، یہاں تک کہ جس کی شفاعت میں کروں گا اس کی شفاعت منظور ہوگی اور میری شفاعت کے متعلق تو ابلیس بھی بڑا طمع رکھتا ہے۔

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ شوریٰ کے روز حضرت علی نے اہل شوریٰ پر حجت کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو رشتہ میں رسول کریم ﷺ کو مجھ سے مقدم ہو اور میرے سوا جس کے وجود کو اپنا وجود اور اس کے بیٹوں کو اپنے بیٹے اور اس کی عورتوں کو اپنی عورتیں قرار دیا ہو۔ انہوں نے کہا بخدا نہیں۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے اور میری ذریت کو اس نے علی بن ابی طالب کی صلب میں رکھا ہے۔

ابوالخیر الحاکمی اور صاحب کنوز المطالب نے ابی طالب کے بیٹوں کے بارے میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی رسول کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ کے پاس حضرت عباس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے سلام کیا اور حضور علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا اور اٹھ کر آپ سے معانقہ کیا اور آنکھوں کے درمیانی حصہ کو بوسہ دیا اور دائیں ہاتھ بٹھایا۔ حضرت عباس نے کہا کیا آپ کو اس سے محبت ہے۔ فرمایا: اے چچا خدا کی قسم اللہ مجھ سے بھی زیادہ اس سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے۔ اور میری ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے۔ دوسرے نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد بیان کیے ہیں۔ کہ قیامت کے روز لوگوں کو پردہ داری کے واسطے ان کے ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا۔ مگر اسے اور اس کی اولاد کو صحتِ ولادت کی وجہ سے ان کے ناموں سے پکارا جائے گا۔

ابو یعلی اور طبرانی نے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمام نبی آدم سوائے حضرت فاطمہ کی اولاد کے عصبہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ میں ہی ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔ یہ حدیث کئی طرق سے بیان ہوئی ہے۔ جو ایک دوسرے کو قوت دیتے ہیں۔

تنبیہ: ان احادیث سے حضور علیہ السلام کی طرف انتساب کے عظیم فائدے کا علم حاصل ہو گیا ہے۔ یہ اس بات کے منافی نہیں۔ دیگر احادیث میں آیا ہے کہ آپ اپنے اہل بیت کو خشیت الٰہی، تقویٰ اور اطاعت الٰہی کی ترغیب دیا کرتے تھے اور یہ کہ قیامت کے روز آپ کا قرب تقویٰ اختیار کرنے سے حاصل ہوگا۔ ان میں صحیح

حدیث یہ ہے کہ جب آیت وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو آپ نے قریش کو بلایا وہ اکٹھے ہوئے تو آپ نے ہر خاص و عام سے فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو آگ سے بچائیں یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اے فاطمہ بنتِ محمد (ﷺ) اے صفیہ بنت عبدالمطلب میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے کوئی کام نہیں آسکتا۔ سوائے اس کے تمہاری میرے ساتھ رشتہ داری ہے۔ میں عنقریب اس تعلق کا صلہ دوں گا۔

ابوالشیخ نے ابن حبان سے بیان کیا ہے۔ اے بنو ہاشم قیامت کے روز لوگ آخرت کو اپنی پشتوں پر اٹھائے ہوئے آئیں گے۔ اور تم دنیا کو اٹھاتے ہوئے آؤ گے میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کسی کام نہ آؤں گا۔

بخاری نے ادب المفرد میں بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز میرے دوست متقی ہوں گے۔ خواہ نسب کتنا ہی قریب ہو۔ لوگ اعمال کے ساتھ آئیں گے اور تم دنیا کو اپنی گردنوں پر اٹھائے ہوئے آؤ گے اور کہو گے اے محمد (ﷺ) اور میں اس طرح کہوں گا اور آپ نے اپنے دونوں کندھے موڑ لیے۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ میرے اہل بیت کا خیال ہے کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ میرے مقرب ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں تم سے میرے دوست متقی لوگ ہیں۔ جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔

شیخین نے حضرت عمرو بن العاص سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو بلند آواز میں فرماتے سنا ہے کہ بنی فلاں کی آل میرے دوست نہیں۔ میرا دوست تو اللہ اور صالح مومن ہیں۔ بخاری نے یہ بات زائد بیان کی ہے کہ انہیں میرے ساتھ رشتہ داری کا تعلق ہے اور عنقریب اس تعلق کا میں صلہ دوں گا۔ محب طبری اور دوسرے علماء کے نزدیک اس میں عدم منافات کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خود تو کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کے مالک نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ انہیں اپنے اقارب کو نفع پہنچانے کا اختیار دے گا۔ بلکہ آپ کی تمام امت آپ کو عمومی اور خصوصی شفاعت سے فائدہ اٹھائے گی۔ وہ اپنے مولیٰ کے عطا کردہ اختیار کے سوا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ جیسا کہ آپ نے اپنے قول میں اشارہ کیا ہے کہ تمہیں مجھ سے رشتہ داری کا تعلق ہے۔ اور عنقریب میں اس تعلق کا صلہ دوں گا۔ اور آپ کے اس قول کہ میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا، کا مفہوم یہ ہے کہ میں از خود تمہارے کسی کام نہیں آسکتا۔ سوائے اس کے اللہ تعالیٰ مجھے کسی کام کے کرنے کا اعزاز بخشے جیسے شفاعت وغیرہ۔ آپ نے انہیں مقام تخویف کی رعایت عمل کی ترغیب اور دیگر لوگوں سے تقویٰ اور خشیت الٰہی میں زیادہ حصہ لینے کے لیے اس طرح مخاطب کیا ہے۔ پھر آپ نے اپنے رشتہ کے حق کی طرف انہیں ایک قسم کی تسلی دینے کے لیے اشارہ کیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ نے یہ بات اس وقت کہی جب آپ کو خود اس بات کا علم نہ تھا کہ آپ کی طرف انتساب نفع دے گا۔ یا شفاعت کے ذریعہ ایک قوم کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرائیں گے، دوسروں کے درجات بلند کرائیں گے اور ایک قوم کو آگ سے نکلوائیں گے اسی لیے بعض لوگوں پر حدیث "کل سبب ونسب"

کی تطبیق مخفی رہی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کی امت، بخلاف دیگر انبیاء کی امتوں کے آپ کی طرف منسوب ہوگی مگر یہ توجیہ بہت بعید کی ہے۔ اگرچہ الروضۃ میں اسے بڑے بڑے لوگوں نے بیان کیا ہے بلکہ حضرت عمر کا حضرت ام کلثوم کے ساتھ شادی کی خواہش کرنا اور حضرت علی مہاجرین اور انصار کا اس کا اقرار کرنا بھی اسے رد کرتا ہے اور سبب ونسب کے ساتھ دامادی اور حسب کا ذکر کرنا بھی اس کی تردید کرتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور حضور علیہ السلام کا اس بات پر غضبناک ہونا کہ ان کی قرابت فائدہ نہ دے گی۔

بخاری کی ایک حدیث کا مقتضی یہ ہے کہ بقیہ امتیں بھی اپنے انبیاء کی طرف منسوب ہوں گی۔ کیوں کہ اس میں آیا ہے کہ نوح علیہ السلام اور ان کی امت آئے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو نے میرا پیغام ان لوگوں تک پہنچادیا تھا۔ وہ جواب دیں گے ہاں میرے رب میں نے پہنچادیا تھا تو پھر اللہ ان کی امت سے دریافت کرے گا کیا تم تک اس نے پیغام پہنچادیا تھا۔ (الحدیث)

اسی طرح دوسری حدیث میں بھی آیا ہے۔ گذشتہ حدیث میں آپ کے قول کہ ''میرے دوست متقی ہیں اور میرا دوست اللہ اور صالح مومنین ہیں'' سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ آپ کی رشتہ داری، قرابت اور شفاعت کا فائدہ آپ کے اہل بیت کے گنہگاروں کو پہنچے گا اگرچہ اس رشتہ کی نفی نہیں کی گئی۔ لیکن ان کی نافرمانی اور نعمت قرب نسب کی ناشکری اور ان کے ایسے اعمال کے ارتکاب کے باعث جو آپ کے حضور پیش ہونے پر آپ کو تکلیف دیں گے۔ منتفی ہو جائے گا۔ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اس شخص سے اعراض فرمائیں گے جو کہے گا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ گذشتہ حدیث میں بیان ہو چکا ہے اور حسن بن حسن السبط نے بعض غالیوں سے فرمایا۔ تمہارا برا ہو ہم سے اللہ واسطے محبت کرو۔ اگر ہم اطاعت الٰہی کریں تو ہم سے محبت کرو اور اگر اس کی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض رکھو۔ تمہارا برا ہو اگر بغیر اطاعت الٰہی کے اللہ تعالیٰ قرابت رسول کی وجہ سے فائدہ دینے والا ہوتا تو وہ شخص ضرور فائدہ اٹھاتا جو ہم سے حضور علیہ السلام کا بڑھ کر قریبی ہوتا۔ خدا کی قسم مجھے تو اس بات کا خوف ہے کہ ہم میں سے گنہگار کو دگنا عذاب دیا جائے گا۔ اور اچھے کام کرنے والے کو دو دفعہ اجر ملے گا۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے یہ استدلال اس آیت سے کیا ہے:

''اے نبی کی بیویو! تم میں سے واضح بے حیائی کی مرتکب ہوئی اسے دگنا عذاب دیا جائے گا۔''

خاتمہ: گذشتہ احادیث سے ہمارے اصحاب میں سے صاحب تلخیص کے قول کا میلان معلوم ہو چکا ہے۔ حضور علیہ السلام کے خصائص میں یہ بات بھی ہے کہ آپ کی بیٹیوں کی اولاد آپ کی طرف منسوب ہوگی اور دوسرے لوگوں کی بیٹیوں کی اولاد ان کے جد کفأت اور دوسروں کی طرف منسوب نہ ہوگی۔ اور القفال نے اس سے انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ کوئی خصوصیت نہیں بلکہ ہر کسی کی طرف اس کی بیٹیوں کی اولاد منسوب ہوگی۔ مگر

اس کی تردید گذشتہ حدیث سے ہوتی ہے۔ جس میں آیا ہے کہ ہر ماں کے بیٹے سوائے اولاد فاطمہ کے اپنے اپنے عصبہ کی طرف منسوب ہوں گے۔ پھر آپ کی طرف انتساب کے وہ معنی جو آپ کی خصوصیت بن جاتے ہیں۔ یہ ہیں کہ آپ پر ان کے باپ ہونے کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اور وہ آپ کے بیٹے ہیں یہاں تک کہ اس بات کو کفاءۃ میں معتبر خیال کیا گیا ہے اور شریعت ہاشمی کسی غیر شریف کو کفو قرار نہیں دیتی اور ان کا یہ قول کہ بنی ہاشم بنی مطلب اس صورت کے سوا اپنے محل پر کفو ہیں جیسا کہ میں نے الفتاویٰ کے طویل فتوئ میں وضاحت سے لکھا ہے یہاں تک کہ وہ آپ کے وقف علی الاولاد اور وصیت میں شامل ہو جاتے ہیں۔ مگر دوسرے کی بیٹیوں کی اولاد میں ان کے نانا کے ساتھ ان کی ماں کے متعلق یہ احکام نہیں چلتے۔ ہاں نانا، ماں اور باپ کی طرف انتساب میں اس لحاظ سے برابر ہے کہ ذریت، نسل اور عقب کا ان پر اطلاق کیا جاتا ہے اور صاحب تلخیص نے خصوصیت سے مراد وہی لیا ہے جو بیان ہو چکا ہے اور القفال نے اس سے عدم خصوصیت مراد لی ہے اور حقیقت میں ان دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔

اس بات کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ حسنین کو رسول کریم ﷺ کے بیٹے کہنا جائز ہے اور آپ متفقہ طور پر ان کے باپ ہیں۔ اس جگہ یہ ضعیف قول نہیں چل سکتا کہ رسول کریم ﷺ کو اب المومنین کہنا جائز نہیں اور جو اس سے منع کرے۔ اس کا قول موثر نہیں۔ یہاں تک کہ حسنین کے بارے میں بھی امویوں سے صحیح حدیث جو حضرت حسن کے بارے میں آگے بیان ہو رہی ہے۔ لکھا ہے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اگرچہ یہ حضرت معاویہ سے منقول ہے مگر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا اور حضرت معاویہ کے سوا باقی امویوں میں سے کوئی اس بات سے مانع ہے۔ اس کی کوئی اہمیت نہیں اور صحیح ترین بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''محمد رسول ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔''

یہ آیت آئندہ نبوت کے انقطاع کے لیے لائی گئی ہے نہ کہ باپ کے لفظ کے اطلاق سے منع کرنے کے لیے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اکرام واحترام کے لحاظ سے مومنین کے باپ ہیں۔

۹۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''عنقریب تیرا رب تجھے وہ کچھ دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔''

قرطبی نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ اس بات سے راضی ہو گئے ہیں کہ آپ کے اہل بیت میں سے کوئی آدمی آپ میں داخل نہ ہو۔ سدی نے بھی اس بات کو بیان کیا ہے۔

حاکم نے صحیح روایت بیان کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ اہل بیت میں جو شخص توحید اور میرے متعلق یہ اقرار کرے گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیا ہے۔

اسے وہ عذاب نہیں دے گا۔

اور الملانے بیان کیا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص آپ میں داخل نہ ہو تو اللہ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔

احمد نے المناقب میں بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بنی ہاشم اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اگر میں نے جنت کے کسی حلقہ کو پکڑا تو میں تم سے ابتدا کروں گا۔

طبرانی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے میرے اہل بیت اور میری امت میں سے میرے محب ہوں گے مگر یہ روایت ضعیف ہے اور صحیح روایت یہ ہے کہ سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے مہاجرین کے فقراء ہوں گے۔ اور اگر پہلی روایت کو صحیح قرار دیا جائے تو اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ فقراء مہاجرین کے بعد سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے وہ لوگ ہوں گے۔

المخلص، طبرانی اور دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ اپنی امت میں سے سب سے پہلے میں اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر قریش کے اقرب آدمیوں کی، پھر انصار کی، پھر یمن کے ان لوگوں کی جو مجھ پر ایمان لائے اور میری اتباع کی پھر دیگر عربوں کی پھر عجمیوں کی اور جس کی میں پہلے شفاعت کروں گا وہ افضل ہوگا اور بزار اور طبرانی اور دوسروں کے نزدیک میں سب سے پہلے اپنی امت میں سے اہل مدینہ، پھر اہل مکہ اور اور پھر اہل طائف کی شفاعت کروں گا اور ان دونوں روایات میں تطبیق کی صورت یوں ہوگی کہ پہلی روایت میں قبائل کی ترتیب اور اس میں ملکوں کی ترتیب کے لحاظ سے شفاعت بیان ہوئی ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ قریش سے ابتدا کرنے کا مفہوم یہ ہو کہ آپ پہلے اہل مدینہ پھر مکہ پھر اہل طائف پھر انصار اور پھر ان کے بعد دوسرے لوگوں کی شفاعت کریں گے۔ یہی ترتیب اہل مکہ اور اہل طائف سے ابتدا کرنے میں ملحوظ رکھی جائے گی۔

بزار، طبرانی اور ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ وہ ہے۔ جس نے پاک دامنی کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ذریت کو آپ پر حرام قرار دے دیا اور ایک روایت میں ہے اللہ نے اسے اور اس کی ذریت کو آپ پر حرام کر دیا۔

حافظ ابو القاسم الدمشقی نے بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اے فاطمہ میں نے تیرا نام فاطمہ کیوں رکھا ہے؟ حضرت علی نے عرض کیا رسول اللہ آپ نے فاطمہ نام کیوں رکھا ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی اولاد کو آگ سے چھڑا دیا ہے۔

نسائی نے بیان کیا ہے کہ میری بیٹی فاطمہ آدمیوں کی حور ہے جسے حیض نہیں آیا۔ اس کا نام فاطمہ اس لیے

رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی اولاد اور اس کے محبوں کو آگ سے چھڑا لیا ہے۔

طبرانی نے اپنے ثقہ آدمیوں کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بیٹوں میں سے کسی کو عذاب نہیں دے گا۔

اسی طرح یہ روایت بھی آئی ہے کہ اے عباس اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بیٹوں میں سے کسی کو عذاب نہیں دے گا۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ اے نبی عبدالمطلب۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اے بنو ہاشم میں نے تمہارے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ آپ لوگوں کو رحیم و نجیب بنا دے اور یہ دعا بھی کی کہ وہ تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور خوفزدہ کو امن دے اور بھوکے کو سیر کرے۔

الدیلمی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ ہم بنو عبدالمطلب یعنی میں، حمزہ، علی، جعفر بن ابی طالب، حسن، حسین اور مہدی اہل جنت کے سردار ہیں!۔

حضرت علی کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کے پاس لوگوں کے حسد کی شکایت کی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو چار میں سے چوتھا آدمی ہو، سب سے پہلے میں اور تو اور حسن اور حسین جنت میں داخل ہوں گے اور ہماری بیویاں ہمارے دائیں بائیں ہوں گی اور ہماری اولاد، ہماری بیویوں کے پیچھے ہوں گی۔

احمد نے المناقب میں بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ تو میرے ساتھ جنت میں داخل ہو اور حسن اور حسین اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے ہو اور ہماری بیویاں، ہماری اولاد کے پیچھے ہوں۔ اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں۔ اور نویں آیت میں حضرت علی سے شیعوں کی صفات بیان ہو چکی ہیں۔ اس کا مطالعہ کرو کیوں کہ وہ اہم مقام ہے۔ اسی سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ جن لوگوں کا نام آجکل شیعہ ہے وہ ابلیس کے شیعہ ہیں۔ کیوں کہ اس نے ان کی عقل پر غالب آ کر انہیں کھلے طور پر گمراہ کر دیا ہے۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کہ جنت میں چار آدمی سب سے پہلے داخل ہوں گے۔ میں، تو، حسن اور حسین اور ہماری اولاد، ہمارے پیچھے پیچھے ہوگی اور ہماری بیویاں ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔ اس کی سند ضعیف ہے لیکن حضرت ابن عباس کی صحیح روایت اس کی شاہد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو اس کے درجہ میں رفع کرے گا۔ اگرچہ عمل میں وہ ان سے کم تر ہو پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

"جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی اتباع کی ہم انہیں ان کی اولاد

کے ساتھ ملا دیں گے۔"

۱۰۔ "اور وہ قیامت کی نشانی ہے۔"

مقاتل بن سلیمان اور ابن تابع مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت مہدی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور عنقریب احادیث میں واضح طور پر آئے گا کہ وہ اہل بیت نبوی ﷺ میں سے ہوگا اور آیت میں حضرت علی اور حضرت فاطمہ کی نسل کے بابرکت ہونے پر دلالت پائی جاتی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے طیب اولاد پیدا کرے گا۔ اور ان کی نسل کو حکمت کے خزانے اور رحمت کی کانیں بنائے گا۔ اور اس میں راز کی بات یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد کو مردود شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دے دیا ہے اور حضرت علی کے لیے بھی ایسی ہی دعا فرمائی ہے۔ اس کی تشریح اس موضوع پر دلالت کرنے والی احادیث سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ نسائی نے سند صحیح سے بیان کیا ہے کہ انصار کے ایک گروہ نے حضرت علی سے کہا کاش! فاطمہ آپ کے پاس ہوتی پس آپ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حضرت فاطمہ کے پیغام نکاح کے لیے حاضر ہوئے۔ اور سلام کیا۔ آپ نے فرمایا: ابن ابی طالب کیا کام ہے۔ کہنے لگے میں نے حضرت فاطمہ کا ذکر کیا تو حضور علیہ السلام نے خوش آمدید فرمایا۔ پھر آپ انصار کے ایک گروہ کی طرف تشریف لے گئے جو آپ کے منتظر بیٹھے تھے۔ انہوں نے آپ سے پوچھا حضور نے آپ سے کیا معاملہ کیا کہنے لگے۔ مجھے تو آپ نے خوش آمدید کے سوا کچھ نہیں کہا۔ انہوں نے کہا رسول کریم ﷺ کی طرف سے یہی بات تمہارے لیے کافی ہے ایک تو انہوں نے آپ کو اہل عطا کیا اور دوسرے رحب، یعنی وسعت پھر شادی کے بعد آپ نے حضرت علی سے فرمایا۔ شادی کا ولیمہ بھی ہوتا ہے۔ حضرت سعد نے کہا میرے پاس ایک مینڈھا ہے۔ آپ کے لیے انصار کے ایک گروہ نے مکئی کے کئی صاع جمع کر دیے۔ جب شب زفاف آئی تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے ملے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔ آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا پھر اسے حضرت علی اور فاطمہ پر ڈالا اور دعا کی کہ اللہ ان دونوں کی نسل میں برکت دے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے نسل کی جگہ شمل کا لفظ استعمال کیا اور شمل کے معنی جماع کے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے شمل اور نسل کی بجائے شبلیھما کا لفظ استعمال کیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں تصحیف ہے اور اگر صحیح ہے تو شبل شیر کے بچے کو کہتے ہیں۔ پس یہ بات آپ کو کشفاً یا اطلاعاً معلوم ہوئی ہوگی کہ ان کے ہاں حسنین پیدا ہوں گے۔ اور آپ نے ان پر شیر کے دو بچوں کا اطلاق کیا اور وہ واقعی شیر کے بچے تھے۔

ابو علی الحسن بن شاذان نے بیان کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت علی کے ساتھ حضرت فاطمہ کو بیاہ دینے کا حکم دیتا ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے صحابہ کی ایک جماعت کو بلایا اور وہ مشہور خطبہ ارشاد فرمایا جو الحمدللہ المحمود بنعمتہ سے شروع ہوتا ہے۔ پھر آپ نے

حضرت علی سے حضرت فاطمہ کو بیاہ دیا۔ اس وقت آپ وہاں موجود نہیں تھے۔ اور اس کے آخر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں میں اتفاق پیدا کرے اور انکی نسل کو پاکیزہ بنائے اور اسے رحمت کے خزانے اور حکمت کا کانیں بنائے۔ اس پر لوگوں نے آمین کہی۔ جب حضرت علی آئے تو حضور علیہ السلام نے متبسم ہو کر آپ سے فرمایا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ فاطمہ کو آپ سے چار سو مثقال چاندی پر بیاہ دوں کیا آپ کو یہ بات منظور ہے آپ نے فرمایا یا رسول اللہ میں اس سے راضی ہوں۔ پھر حضرت علی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گئے۔ جب آپ نے سر اٹھایا تو حضور علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو یہ بات مبارک کرے اور تمہیں برکت دے اور تمہاری شان کو بلند کرے اور تم دونوں سے کثیر اور طیب اولاد پیدا کرے۔ حضرت انس کہتے ہیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے کثیر اور طیب اولاد پیدا کی۔ اس کے اکثر حصے کو ابو الخیر القزوینی الحاکمی نے بیان کیا ہے۔ حضرت علی کی عدم موجودگی میں آپ کا عقد کر دینا جائز ہے۔ کیوں کہ یہ حضور علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے کہ وہ جس شخص کا جس سے چاہیں بغیر اجازت کے نکاح کر دیں۔ اس لیے کہ:

"آپ مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ مقدم ہیں۔"

یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کے وکیل کی موجودگی میں کیا ہو اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کو اطلاع دے دی ہو کہ میں ایسا کرنے والا ہوں اور حضرت علی کا یہ کہنا کہ مجھے یہ نکاح منظور ہے۔ اس کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے وکیل کی موجودگی میں جو نکاح ہوا تھا اس کے متعلق آپ نے اپنی رضا کی اطلاع دی ہو۔ پس یہ حال کا واقعہ ہے جو کئی احتمال رکھتا ہے۔

ابو داؤد سجستانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے حضرت فاطمہ کے نکاح کے متعلق آپ کو پیغام دیا تو آپ نے اعراض کیا۔ پھر حضرت عمر نے پیغام نکاح دیا تو آپ نے اعراض کیا پھر یہ دونوں حضرت علی کے پاس آئے اور انہیں حضرت فاطمہ کے پیغام نکاح کے متعلق بتایا تو حضرت نے جا کر پیغام نکاح دیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا آپ کے پاس کچھ ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ میرے پاس ایک گھوڑا اور ایک زرہ ہے۔ فرمایا گھوڑا تو تمہارے لیے ضروری ہے اور زرہ کو بیچ کر رقم میرے پاس لے آؤ۔ آپ نے زرہ کو چار سو اسی درہم میں فروخت کر دیا۔ پھر انہیں اپنی جھولی میں رکھا آپ نے ان سے ایک مٹھی رقم لے کر حضرت بلال کو دے کر فرمایا کہ اس سے خوشبو خرید لاؤ۔ پھر حضرت فاطمہ کو تیار کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے حضرت فاطمہ کے لیے ایک بنی ہوئی چارپائی اور ایک چمڑے کا تکیہ بنایا۔ جس کے اندر چھال بھری ہوئی تھی۔ اور گھر ریت سے اٹا ہوا تھا۔ آپ نے حضرت ام ایمن کو اپنی بیٹی کی طرف جانے کا حکم فرمایا اور حضرت علی سے فرمایا میرے آنے تک جلدی نہ کرنا پھر آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ اور ام ایمن سے فرمایا یہاں میرا بھائی ہے۔ وہ کہنے لگیں۔ وہ آپ کا بھائی ہے اور آپ اس کی

شادی اپنی بیٹی سے کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر آپ حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لے گئے اور پانی منگوایا وہ پیالے میں پانی لائیں۔ تو آپ نے اس میں کلی کی۔ پھر اسے آپ کے سر اور چھاتیوں کے درمیان چھڑکا اور دعا کی اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر حضرت علی سے فرمایا میرے پاس پانی لاؤ۔ میں آپ کے مطلب کو سمجھ گیا اور پیالہ بھر کر آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے اس سے میرے سر اور دونوں کندھوں کے درمیان چھڑکا۔ اور دعا کی اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر فرمایا اللہ کے نام اور اس کی برکت سے اپنے اہل کے پاس جاؤ۔

احمد اور ابو حاتم وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کی دعا کی برکت ان کی نسل میں ظاہر ہوئی۔ ان میں سے کچھ گذر چکے ہیں اور کچھ آئندہ پیدا ہوں گے۔ اگر آنے والوں میں صرف امام مہدی ہی ہوتے تو وہ بھی کافی ہوتے۔ عنقریب دوسری فصل میں احادیث مبشرہ میں سے کافی کچھ بیان ہوگا۔ ان میں سے وہ روایت بھی ہے جسے مسلم، ابو داؤد، نسائی، بیہقی اور ابن ماجہ اور دوسروں نے بیان کیا ہے کہ:

''کہ مہدی میری اولاد یعنی فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔''

احمد، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ:

''اگر دنیا کی زندگی کا ایک دن بھی باقی رہ گیا تو اللہ تعالیٰ میری اولاد میں سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا۔''

ایک روایت میں ہے کہ میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی آئے گا جو زمین کو اس طرح عدل سے بھر دے گا۔ جس طرح وہ ظلم سے بھری ہوئی ہے۔

ایک روایت میں آخری الفاظ کے سوا یہ بیان ہوا ہے۔ کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی بادشاہ نہ بنے گا۔ اس کا نام میرے نام سے موافقت رکھے گا۔

ابو داؤد اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر عمر دنیا سے ایک دن بھی باقی رہ گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اتنا لمبا کر دے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا۔ جس کا نام میرے نام سے اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام سے موافقت رکھے گا۔ وہ زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے۔

احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ:

''مہدی ہمارے اہل بیت سے ہوگا۔ اللہ ایک رات میں اس کی اصلاح کر دے گا۔''

طبرانی میں ہے کہ مہدی ہم میں سے ہوگا وہ دین کو ہم پر ایسے ہی ختم کر دے گا جیسے اس نے ہم سے

شروع کیا ہے۔

حاکم نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ میری امت کے آخر میں ان کے سلاطین کی وجہ سے شدید مصیبت کے باعث خلل پڑے گا۔ جس سے زیادہ شدید مصیبت کبھی سنی نہیں گئی۔ یہاں تک کہ کسی آدمی کو پناہ نہیں ملے گی تو اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت کی اولاد سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا۔ جو زمین کو اس طرح عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ جیسے وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہے۔ ساکنان زمین وآسمان اس سے محبت رکھیں گے۔ آسمان بارشیں برسائے گا اور زمین اپنی پیداوار نکالے گی اور کسی چیز کو روکے نہیں رکھے گا۔ وہ ان میں سات، آٹھ یا نو سال گذارے گا۔ اہل زمین کے ساتھ خدا تعالیٰ کی بھلائی کو دیکھ کر زندہ مرنے کی تمنا کریں گے۔

طبرانی اور بزار نے اسی قسم کی روایت کی ہے جس میں آیا ہے کہ وہ تم میں سات، آٹھ یا زیادہ سے زیادہ نو سال تک ٹھہرے گا۔

ابوداؤد اور حاکم کی ایک روایت میں ہے وہ تم میں سات سال حکومت کرے گا۔ اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں ہے میری امت میں ایک مہدی ظاہر ہوگا جو پانچ، سات یا نو سال رہے گا۔ اس کے پاس ایک آدمی آکر کہے گا۔ اے مہدی مجھے دے، مجھے دے۔ تو وہ اس کے کپڑے میں اپنے ہاتھوں سے اس قدر ڈال دے گا۔ جتنا وہ اٹھا سکے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ چھ، سات، آٹھ یا نو سال ٹھہرے گا۔ عنقریب یہاں بیان آئے گا جس میں بلاشبہ سات سال پر احادیث کا اتفاق ہے۔

احمد اور مسلم نے بیان کیا ہے کہ آخری زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا۔ وہ اس قدر مال دے گا کہ اسے کوئی شمار نہ کر سکے گا۔

ابن ماجہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ مشرق سے کچھ آدمی نکلیں گے۔ جو مہدی کی بادشاہت کے لیے راہ ہموار کریں گے۔ صحیح یہ ہے کہ اس کا نام حضرت نبی کریم ﷺ کے نام اور اس کے باپ کا نام آپ کے باپ کے نام سے موافقت رکھے گا۔

ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ ہم رسول کریم ﷺ کے پاس تھے کہ بنی ہاشم کا ایک گروہ آیا جب حضور علیہ السلام نے انہیں دیکھا تو آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور رنگ متغیر ہوگیا۔ میں نے عرض کیا ہم آپ کے چہرے پر ایسی کیفیت دیکھ رہے ہیں۔ جسے ہم پسند نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم اہل بیت کے لیے دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو پسند کرلیا ہے اور میرے اہل بیت کو میرے بعد شدید مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہاں تک کہ مشرق سے کچھ لوگ آئیں گے۔ جن کے پاس سیاہ جھنڈے ہوں گے۔ وہ بھلائی طلب کریں گے۔ مگر وہ انہیں نہ ملے گی۔ پھر وہ جنگ کریں گے اور انکی مدد کی جائے گی اور جو انہوں نے مانگا وہ انہیں دیا جائے گا۔ مگر وہ اسے

قبول نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ اسے ایک آدمی کو دے دیں گے جو میرے اہل بیت میں سے ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح لوگوں نے اسے ظلم وجور سے بھرا ہوا ہے۔ جو تم میں سے ان لوگوں کے متعلق خبر پائے اسے چاہیے کہ ان کے پاس آئے۔ خواہ اسے برف پر گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔ کیوں کہ ان میں خلیفۃ اللہ مہدی ہوگا۔ اس کی سند میں وہ شخص بھی ہے جسے آخری عمر میں اختلاط کے ساتھ سوءِ حفظ کی بھی شکایت ہوگئی تھی۔

احمد نے ثوبان سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب تم خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلتے دیکھو تو ان کے پاس جاؤ۔ خواہ برف پر گھٹنوں کے بل چل کر جانا پڑے۔ کیوں کہ ان میں خلیفۃ اللہ مہدی ہوں گے۔ اس کی سند میں ایک ضعیف آدمی ہے۔ جس کی کئی منکر روایات ہیں۔ مسلم نے اسے صرف بطور متابعت کے بیان کیا ہے اور جو اس سے پہلے ہے وہ بھی اس میں حجت نہیں۔ خواہ ان دونوں روایات کو اس شخص کے لیے صحیح فرض کر لیا جائے۔ جو مہدی کو بنو عباس کا تیسرا خلیفہ خیال کرتا ہے۔

نصیر بن حماد نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ وہ شخص میری اولاد میں سے ہوگا اور میری سنت پر اس طرح جنگ کرے گا۔ جیسے میں نے وحی پر جنگ کی ہے۔

ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور میری اولاد میں سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا۔ جس کے اگلے دانتوں میں فرق ہوگا۔ اور روشن جبیں ہوگا۔ زمین کو عدل سے بھر دے گا اور خوب مال دے گا۔

الطبرانی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ مہدی میری اولاد میں سے ہوگا۔ اس کا چہرہ چمکدار ستارے کی طرح ہوگا۔ اس کا رنگ عربی اور جسم اسرائیلی ہوگا۔ زمین کو ایسے ہی عدل سے بھر دے گا۔ جیسے وہ ظلم سے بھری ہوئی ہے۔ اس کی خلافت سے زمین و آسمان والے اور فضا کے پرندے خوش ہوں گے۔ وہ بیس سال تک بادشاہی کرے گا۔

طبرانی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ مہدی التفات کرے گا اور عیسیٰ بن مریم نازل ہو چکے ہوں گے۔ یوں معلوم ہوگا گویا ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ مہدی ان سے کہیں گے آگے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا دیجیے۔ عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے نماز تو آپ کے لیے کھڑی کی گئی ہے اور وہ میری اولاد میں سے ایک آدمی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

ابن حبان کی صحیح میں ہے کہ وہ مہدی کی امامت میں نماز ادا کریں گے اور صحیح مرفوع روایت یہ ہے۔ کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے تو ان کے امیر، مہدی کہیں گے ہمیں آ کر نماز پڑھا دیجیے تو وہ جواب دیں گے کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے بعض لوگوں کو بعض پر اعزازی طور پر امام بنایا ہے۔

ابن ماجہ اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ معاملہ شدت میں دنیا ادبار میں اور

لوگ بخل میں بڑھتے ہوئے جائیں گے۔ اور قیامت شریر لوگوں پر قائم ہوگی۔ اور عیسیٰ بن مریم کے سوا کوئی مہدی نہ ہوگا۔ یعنی حقیقت میں اس کے سوا جزیہ کو ختم کرنے اور مخالف ملتوں کے ہلاک کردینے کی وجہ کوئی مہدی نہ ہوگا۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں بیان ہوا ہے۔ کہ اس کے سوا کوئی معصوم مہدی نہیں۔

ابراہیم بن میسرہ نے طاؤس سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز مہدی ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے سارے عدل کی تکمیل نہیں کی۔ البتہ وہ جملہ مہدیین میں سے ایک ہیں۔ لیکن موعود آخر زمان نہیں۔ اور احمد نے اس کی تصریح کی ہے کہ وہ ان مہدیوں میں سے ایک ہیں۔ جن کے بارے میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

"تم لوگوں پر میرے بعد میری سنت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو پکڑے رکھنا لازم ہے۔"

پھر حدیث لامھدی الاعیسیٰ کی تاویل ہوگی اور وہ بھی اس کے ثابت ہوجانے کی صورت میں۔ وگرنہ حاکم نے کہا ہے کہ میں تو اسے حجت پکڑنے کے لیے نہیں بلکہ تعجب کے لیے لایا ہوں۔ اور بیہقی نے کہا ہے کہ اس میں محمد بن خالد متفرد ہے۔ حاکم نے اسے مجہول کہا ہے اور اس کی اسناد میں بھی اختلاف کیا ہے۔ اور نسائی نے صراحت کے ساتھ اسے منکر قرار دیا ہے۔ اور دوسرے حفاظ حدیث نے جزم کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اس سے پہلے بیان ہونے والی احادیث جو مہدی کو اولاد فاطمہ میں سے قرار دیتی ہیں۔ ان کی اسناد اصح ہے۔

ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب قائم آل محمد کھڑا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اہل مشرق اور اہل مغرب کو اکٹھا کردے گا پس رفقاء اہل کوفہ سے ہوں گے اور ابدال اہل شام میں سے اور صحیح یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک خلیفہ کی موت پر اختلاف ہوگا تو مدینہ سے ایک آدمی دوڑتا ہوا مکہ جائے گا۔ اس کے پاس اہل مکہ سے کچھ لوگ آئیں گے اور اسے بادل نخواستہ نکال دیں گے اور رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی بیعت کریں گے ان کی طرف شام سے ایک لشکر بھیجا جائے گا اور وہ انہیں مکہ اور مدینہ کے درمیان ویرانے میں دھنسا دے گا۔ جب لوگ یہ بات دیکھیں گے تو شام کے ابدال اور عراق کے لشکر آ کر اس کی بیعت کریں گے۔ پھر قریش سے ایک آدمی اٹھے گا۔ جس کے ماموں بنوکلب سے ہوں گے وہ ان کی طرف ایک لشکر بھیجے گا اور وہ ان پر غالب آجائیں گے یہ لشکر بنوکلب کا ہوگا اور بنوکلب کی غنیمت میں حاضر نہ ہونے والا نقصان میں رہے گا۔ وہ لوگوں میں مال تقسیم کرے گا۔ اور حضرت نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کرے گا اور اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا ہمارا نبی خیر الانبیاء ہے اور وہ تیرا باپ ہے اور ہمارا شہید خیر الشہداء ہے اور وہ تیرے باپ کا چچا حمزہ رضی اللہ عنہ ہے۔ اور ہم میں سے ہی وہ شخص ہے

جو دو پروں کے ساتھ جنت میں جہاں چاہے اڑتا پھرتا ہے اور وہ تیرے باپ کے چچا کا بیٹا جعفر ہے اور ہم میں سے ہی اس امت کے دو سبط ہیں اور وہ حسن اور حسین ہیں جو تیرے بیٹے ہیں۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ ان سے دو قبیلے نکلیں گے۔ جن کی نسل سے بڑی مخلوق پیدا ہوگی اور ہم میں سے ہی مہدی ہے۔

ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دنیا کی زندگی کا ایک دن بھی باقی رہ گیا تو وہ اس دن کو اس قدر لمبا کر دے گا یہاں تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی بادشاہ بنے گا جو جبل ویلم اور قسطنطنیہ پر قبضہ کرے گا۔

حاکم نے ابن عباس سے صحیح روایت کی ہے کہ ہم اہل بیت میں سے چار آدمی ہوں گے۔ سفاح، منذر، منصور اور مہدی۔ اگر آپ نے اہل بیت سے مراد جمیع بنی ہاشم لیے ہیں تو پہلے تین حضرت عباس کی نسل سے ہوں گے۔ اور آخری حضرت فاطمہ کی نسل سے ہوگا۔ پس اس میں کوئی اشکال نہیں اور اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ چاروں حضرت عباس کی نسل سے ہوں گے تو ممکن ہے آپ نے اپنے کلام میں مہدی سے مراد بنی عباس کا تیسرا خلیفہ لیا ہو۔ کیوں کہ وہ بنی عباس میں عدل قائم اور سیرت حسنہ کے لحاظ سے ایسے ہی تھا۔ جیسے بنی اُمیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز اور اس لیے بھی کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ مہدی کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اور اس کے باپ کا نام آپ کے باپ کے نام کے موافق ہوگا۔ اور یہ مہدی ایسا ہی تھا۔ کیوں کہ اس کا نام محمد بن عبداللہ المنصو رتھا۔ اور اس کی تائید ابن عدی کی حدیث سے ہوتی ہے کہ مہدی میرے چچا عباس کی اولاد سے ہوگا لیکن ذہبی نے کہا ہے کہ اس میں محمد بن الولید مولی بنی ہاشم متفرد ہے جو حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔ اور اس وصف کو جسے ابن عباس نے مہدی پر حمل کیا ہے۔ اس بات کے منافی نہیں کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہے۔ اس کے زمانے میں درندے اور چوپائے امن سے رہیں گے۔ اور زمین اپنے جگر گوشے باہر پھینک دے گی۔ یعنی چاندی اور سونے کی کانیں برآمد ہوں گی۔

ان اوصاف کو مہدی عباس پر بھی منطبق کیا جا سکتا ہے۔ اور جب آپ کے کلام کو ہمارے بیان کے مطابق حمل کیا جائے تو یہ سابقہ احادیث صحیحہ کے منافی نہیں رہتا کہ مہدی اولاد فاطمہ سے ہوگا۔ کیوں کہ اس میں مہدی سے مراد آخری زمانے میں آنے والا مہدی ہے۔ جس کی اقتداء عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ مہدی کے بعد بارہ آدمی ولی الامر ہوں گے۔ جن میں سے چھ حضرت حسن کی اولاد سے اور پانچ حضرت حسین کی اولاد سے ہوں گے۔ اور آخری ان کے علاوہ ہوگا۔ یہ نہایت کمزور روایت ہے جیسا کہ شیخ الاسلام اور حافظ الشہاب ابن حجر نے کہا ہے یعنی یہ ان احادیث صحیحہ کے مخالف ہے۔ جن میں اس کے آخری زمانے میں آنے اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان کی اقتداء کرنے کا ذکر ہے۔

طبرانی کی حدیث میں ہے کہ عنقریب میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ پھر خلفاء کے بعد امراء ہوں گے۔ پھر امراء کے بعد بادشاہ ہوں گے۔ بادشاہوں کے بعد جابر لوگ ہوں گے۔ پھر میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی ظاہر ہوگا جو زمین کو اس عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہے۔ پھر قحطانی کو حکم دیا جائے گا۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ وہ اس سے کم نہ ہوگا۔ اور ایک نسخہ میں ہے کہ وہ اس کو قوت دیں گے۔ جس پر ہم نے ابن عباس کے کلام کو محمول کیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے اس روایت پر محمول کیا جائے جو انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ سے بیان کی ہے۔ کہ وہ امت ہرگز ہلاک نہ ہوگی جس کے آغاز میں میں ہوں اور عیسیٰ بن مریم اس کے آخر میں ہوں گے۔ اور مہدی اس کے وسط میں ہوگا۔

ابونعیم نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد مہدی عباسی ہوگا پھر میں نے بعض کو دیکھا ہے کہ وہ حدیث میں وسط سے مراد یہ لیتے ہیں کہ وہ امت ہرگز ہلاک نہ ہوگی جس کے آغاز میں ہوں اور اسکا مہدی وسط میں ہوگا اور مسیح بن مریم اس کے آخر میں ہوگا یعنی آخر سے قبل۔

احمد اور ماوردی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہدی کے بارے میں تمہیں خوشخبری ہو کہ وہ قریش میں سے میری اولاد میں سے ہوگا۔ وہ لوگوں میں اختلاف اور کمزوری کے وقت ظاہر ہوگا۔ اور زمین کو جیسے کہ وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہے عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ ساکنان زمین وآسمان اس سے راضی ہوں گے۔ وہ مال کو صحیح طور پر برابر برابر تقسیم کرے گا۔ اور امت محمدیہ کے دل کو تونگری سے بھر دے گا۔ اس کا عدل سب پر حاوی ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ منادی کو حکم دے گا تو وہ منادی کرے گا کہ جس کو ضرورت ہو میرے پاس آئے۔ تو سوائے ایک آدمی کے اور کوئی اس کے پاس نہ آئے گا وہ آکر اس سے سوال کرے گا خادم آؤ تا کہ میں تجھے دوں۔ وہ اس کے پاس آ کر کہے گا میں تیرے پاس مہدی کا پیغام بر بن کر آیا ہوں تا کہ تو مجھے مال دے وہ کہے گا دو۔ وہ اسے اتنا دے گا کہ وہ اسے اٹھانے کی سکت نہ رکھے گا۔ یہاں تک کہ وہ اتنا دے گا جتنا اٹھا سکتا ہوگا۔ وہ اسے لے کر چلا جائے گا۔ اور کہے گا میں محمد کی امت سے سب سے زیادہ حریص تھا۔ سب آدمیوں کو اس مال کی طرف بلایا گیا اور میرے سوا سب نے اسے چھوڑ دیا اور وہ اسے لوٹا دے گا۔ پس وہ کہے گا ہم جو چیز دے دیں اسے قبول نہیں کیا کرتے وہ اس حالت میں چھ، سات، آٹھ یا نو سال رہے گا۔ اس کے بعد دنیا میں کوئی بھلائی نہیں رہے گی۔

۱۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو سب کو ان کے چہروں سے پہچان لیں گے۔''

ثعلبی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اعراف پل صراط پر ایک بلند جگہ ہے جہاں حضرت عباس، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت جعفر طیار کھڑے ہو کر اپنے محبوں کو سفید

رو اور بغض رکھنے والوں کو سیاہ رو ہونے کی وجہ سے پہچان لیں گے۔

دیلمی اور اس کے بیٹے نے اکٹھے یہ روایت بلا اسناد بیان کی ہے کہ حضرت علی کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے اللہ جو مجھ سے بغض رکھتا ہے اسے اور میرے اہل بیت کو مال وعیال کی کثرت عطا کر۔ اور کثرت مال کی وجہ سے ان کے حساب کا لمبا ہونا ہی ان کے لیے کافی ہوگا اور کثرت عیال سے ان کے شیاطین بھی کثرت سے ہوں گے۔ ان پر بددعا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ آپ اور آپ کے اہل بیت کے بغض پر آمادہ کرنے والی چیز حب دنیا کے سوا کوئی اور نہیں۔ کیوں کہ مال واولاد کی محبت ان کی جبلت میں ہے۔ اس لیے حضور علیہ السلام نے اپنی نعمت کے سلب کے ساتھ ان کے لیے بددعا کی۔ پس یہ ان لوگوں پر ناراضگی کے باعث ہے۔ جنہوں نے کفران نعمت کر کے آپ کے سامنے دنیا کو ترجیح دی۔ اس کے برخلاف آپ نے حضرت انس کے لیے اسی کثرت کی دعا کی ہے اور اس سے مقصد یہ ہے کہ یہ بات ان پر ایک احسان ہو۔ تاکہ وہ ان نافع اور امور دنیوی وآخروی تک کو پہنچ سکیں جو اس پر مرتب کیے گئے ہیں۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

> ”اے نبی اعلان کر دو کہ میں اس پر تم سے سوائے قریبیوں کی محبت کے اور کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا اور جو نیکی کرتا ہے ہم اس کے لیے اس میں حسن کو زیادہ کر دیتے ہیں۔ وہ بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور برائیوں کو معاف فرما دیتا ہے اور جو وہ کرتے ہیں اسے جانتا ہے۔“

یاد رہے یہ آیت کچھ مقاصد اور توابع پر مشتمل ہے۔

مقصد اوّل: اس کی تفسیر میں احمد، طبرانی، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جب اس آیت کا نزول ہوا تو صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ کے وہ کون سے قرابت دار ہیں۔ جن سے محبت کرنا ہم پر واجب ہے۔ فرمایا علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے۔ اس حدیث کی سند میں ایک غالی شیعہ بھی ہے لیکن وہ راست گو ہے۔

ابوالشیخ وغیرہ نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ ہم میں آل حٰم ایک نشان ہے۔ ہر مومن ہماری محبت کا محافظ ہے پھر یہ آیت پڑھی قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودّۃ فی القربیٰ۔

بزار اور طبرانی نے حضرت حسن سے ایسے طریق سے بیان کیا ہے جن میں بعض حسن ہیں۔ کہ آپ نے ایک خطبہ میں فرمایا۔ جو مجھے جانتا ہے وہ مجھے جانتا ہے۔ اور جو مجھے نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں حسن بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں پھر یہ آیت پڑھی واتبعت ملّۃ آبائی ابراھیم الایۃ۔ پھر فرمایا میں بشیر کا بیٹا ہوں میں نذیر کا بیٹا ہوں پھر فرمایا میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن سے محبت اور دوستی کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے اور فرمایا قل

لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ کن لوگوں کے بارے میں رسول کریم ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جن لوگوں کی محبت کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ ومن یقترف حسنة نزدلهٗ فیها حسنا۔ نیکیوں کے بجالانے سے مراد ہم اہل بیت کی محبت ہے۔

طبرانی نے زید العابدین سے بیان کیا ہے کہ جب انہیں حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد قیدی بنا کر لایا گیا اور دمشق میں ایک اسٹیج پر آپ کو کھڑا کیا تو اہل شام کے ایک جفاکار نے کہا اس خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں قتل کیا اور تمہاری جڑ اکھیڑی اور فتنے کے سینگ کو کاٹا۔ آپ نے اسے فرمایا کیا تو نے یہ نہیں پڑھا قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ۔ اس نے کہا آپ وہ لوگ ہیں آپ نے جواب دیا ہاں شیخ شمس الدین ابی العربی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے۔

میں نے دور والوں کے علی الرغم آل طٰہٰ کی محبت کو فرض سمجھا ہے۔ جس سے مجھے قرب ملتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے اپنی تبلیغ کے ذریعہ ہدایت پانے پر سوائے قرابتداروں کی محبت کے اور کوئی اجر طلب نہیں کیا۔

احمد نے حضرت ابن عباس سے ومن یقترف حسنة نزدله فیها حسنا کے متعلق بیان کیا ہے کہ اس سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ کی آل سے محبت کرنا ہے اور ثعلبی اور بغوی نے ان سے نقل کیا ہے کہ جب آیت لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ نازل ہوئی تو لوگوں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ اپنے بعد اپنے قرابتداروں سے ہمیں محبت کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں تو جبریل نے آنحضرت ﷺ کو بتایا کہ انہوں نے آپ پر تہمت لگائی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتاری کہ:

"یہ لوگ اللہ پر جھوٹا افترا کر رہے ہیں۔"

تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ سچے ہیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی وهو الذی یقبل التوبة عن عباده۔

قرطبی وسدی نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے قول ان الله غفور شکور کے بارے میں کہا ہے کہ وہ آل محمد کے گناہوں کے بخشنے والا اور ان کی نیکیوں کا قدردان ہے۔

ابن عباس نے آیت کا لفظ القربیٰ کو عموم پر حمل کیا ہے بخاری وغیرہ میں ان سے بیان کیا گیا ہے کہ جب ابن جبیر نے القربیٰ کی تفسیر آل محمد سے کی تو آپ نے انہیں کہا تو نے تفسیر میں جلدی کی ہے قریش کے تمام بطون میں رسول کریم ﷺ کی قرابتداری ہے آپ نے فرمایا ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے۔ اس میں صلہ رحمی کرو۔ اور انہی کی ایک روایت میں ہے کہ میں جس چیز کی تمہیں دعوت دے رہا ہوں۔ اس پر میں آپ لوگوں سے

صرف اس قرابت سے محبت کا خواہاں ہوں جو میرے اور تمہارے درمیان ہے اور تم اس بارے میں میرا لحاظ کرو۔

انہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب لوگوں نے آپ کی بیعت سے انکار کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اے لوگو جب تم میری بیعت سے انکاری ہو تو میری قرابت کا لحاظ رکھو اور مجھے ایذا نہ دو عکرمہ نے اس بارے میں آپ کی متابعت میں کہا ہے کہ قریش جاہلیت میں صلہ رحمی کیا کرتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اللہ کی طرف دعوت دی تو انہوں نے آپ کی مخالفت کی اور آپ کا مقاطعہ کر دیا تو آپ نے انہیں صلہ رحمی کا حکم دیا اور فرمایا اگر تم اس پیغام کا لحاظ نہیں کرتے جو میں لایا ہوں تو میری اور اپنی قرابت کا لحاظ کرو۔ قتادہ، سدی، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم وغیرہم نے بھی اسی بات کو اختیار کیا ہے اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ اس وقت مدینہ میں نازل ہوئی جب انصار نے حضرت ابن عباس پر فخر کا اظہار کیا اور ان کا بیٹا کمزور تھا۔ اس کی صحت کو فرض کرتے ہوئے یہ دو دفعہ نازل ہوئی۔ اس کے باوصف یہ سب بیان قربیٰ کی اس تخصیص کے منافی نہیں جو آل سے کی گئی ہے۔ کیوں کہ جن لوگوں نے یہ مفہوم لیا ہے جیسے ابن جبیر ہیں انہوں نے قرابت داروں کے اخص افراد پر ہی بس کی ہے۔ اور باقی ماندہ افراد سے ان کے لحاظ کی تاکید کی ہے۔ اور ان پر بس کرنے سے یہ امر مستفاد ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی محبت اور اپنے لحاظ کا بدرجہ اولیٰ مطالبہ کیا ہے۔ اس لیے کہ جب آپ نے اپنی وجہ سے ان کے لحاظ کا مطالبہ کیا ہے تو خود آپ کا لحاظ کرنا اولیٰ ہوا۔ اس لیے ابن جبیر کی طرف خطا کو منسوب نہیں کیا گیا۔ بلکہ عجلت قرار دیا گیا ہے۔ یعنی اس بات پر غور کرو کہ آیت سے عموم مراد ہے۔ اور ان میں سے اہم پہلے ہوگا۔ اور بالذات حضور علیہ السلام کی محبت مراد ہوگی۔

ابن عباس اور ابن جبیر کی تفسیر میں عدم تضاد کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ابن جبیر اس آیت کی تفسیر کبھی اس طرح کرتے تھے اور کبھی اس طرح۔ پس ہر ایک کی صحت نیت کو سمجھو بلکہ ابن عباس نے ایسی تفسیر کی ہے جو ابن جبیر کے موافق ہے اور وہ آپ کا اس حدیث کو روایت کرنا ہے۔ جس کے متعلق ہم نے بتایا ہے کہ اس کی سند میں ایک غالی شیعہ ہے اور یہ بھی اس آیت کی تفسیر کے منافی نہیں۔ کیوں کہ اس سے مراد خدا تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔

اسے حضرت ابن عباس کے علاوہ کئی آدمیوں نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ میں جو تمہارے پاس ہدایت اور بینات لایا ہوں۔ اس پر کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا صرف اس بات کا خواہاں ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں۔ اور اس کی اطاعت سے اس کا قرب چاہیں۔ اور اس میں عدم منافات کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے قرب میں اس کے رسول اور اس کے اہل بیت کی محبت شامل ہے۔ اور لفظ کے کسی معنی کا بیان جو اس کے مخالف نہ ہو اس کے منافی نہیں ہوتا بلکہ جس طرف وہ اشارہ کر رہا ہوتا ہے اس سے زائد مفہوم مراد ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے کیوں کہ یہ مکہ میں نازل ہوئی اور مشرک آپ کو ایذا دیتے تھے۔ انہیں آپ سے محبت اور صلہ

رحمی کا حکم دیا گیا۔ اور جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور انصار نے آپ کو پناہ دی اور آپ کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے انبیاء بھائیوں سے بلا دیا اور یہ آیت نازل فرمائی قل ماسالتکم من اجر فھو لکم ان اجری الا علی اللّٰہ۔ مگر بغوی نے اسے رد کرتے ہوئے کہا کہ حضور علیہ السلام سے محبت کرنا اور آپ کی ایذا دہی سے رکنا اور آپ کے اقارب سے محبت رکھنا اور اطاعت اور عمل صالح سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا فرائض دین میں سے ہے۔ جو ہمیشہ باقی رہنے والی بات ہے۔ پس اس بات پر دلالت کرنے والی آیت کے نسخ کا دعویٰ جائز نہیں۔ کیوں کہ وہ جس حکم پر دلالت کر رہی ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ پس اس کے رفع و نسخ کا ادعا کیسے کیا جا سکتا ہے۔ اور الا المودۃ میں استثنا منقطع ہے۔ یعنی میں تمہیں یاد دلاتا ہوں کہ تم میری اور اپنی قرابت سے محبت کرو یہ ادائیگی رسالت کے مقابلہ میں اجر نہیں۔ یہاں تک کہ یہ آیت اس مذکورہ آیت کے منافی ہوگی۔ جس سے انہوں نے نسخ کا استدلال کیا ہے۔ اور ثعلبی نے ایسے لوگوں کے رد میں بڑے مبالغہ سے کام لیتے ہوئے کہا ہے۔ کہ جن لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ اللہ کی اطاعت ہے اس کا قرب حاصل کرنا اور اس کے نبی اور اس کے اہل بیت کی محبت چاہنا منسوخ ہے۔ یہ قول ہی قباحت کے لحاظ سے کافی ہے اور یہ دعویٰ صحیح ہے کہ یہ الملاء کی بیان کردہ حدیث سے متصل ہے۔ جس کو اس نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے میرا اجر میرے قرابتداروں کی محبت میں رکھا ہے اور میں کل تم سے اس بارے میں پوچھوں گا۔ پس اس صورت میں اس کا نام اجر بطور مجاز ہوگا۔

مقصد دوم: یہ آیت اپنے اندر یہ مفہوم بھی لیے ہوئے ہے کہ جو شخص آپ کی آل کی محبت طلب کرے گا۔ یہ بات اس کے کمال ایمان میں سے ہوگی۔

ہم اس مقصد کو ایک اور آیت سے شروع کرتے ہیں پھر اس بارے میں واردشدہ احادیث کا ذکر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے:

"یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالح بجالائے خدائے رحمٰن ان کے لیے محبت پیدا کر دے گا۔"

حافظ سلفی نے محمد بن حنفیہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ ہر مومن کے دل میں علی اور ان کے اہل بیت کی محبت ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس لیے محبت رکھو کہ وہ تم کو اپنی نعمتیں کھانے کے لیے دیتا ہے اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو اور میرے اہل بیت سے میری محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔

ابن جوزی نے العلل المتناھیتہ میں اس کے لیے وہم کا ذکر کیا ہے۔ بیہقی، ابوالشیخ اور الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک میں اور میری اولاد اسے اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں اور میرے اہل اسے اپنے اہل سے اور میری ذات اسے

اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔

الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ اپنی اولاد کو تین باتوں کا ادب سکھاؤ۔ اپنے نبی کی محبت کا، اس کے اہل بیت کی محبت کا اور قرآن پاک کی قرآت کی محبت کا۔

صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے رسول کریم ﷺ کے پاس شکایت کی کہ جب وہ قریش سے ملتے ہیں تو انہیں ان کے چہروں کی تیوریوں اور قطع کلامی سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے جب یہ بات سنی تو شدید غصے سے آپ کو چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ کی آنکھوں کے درمیان پسینہ آ گیا۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول کے لیے محبت نہ رکھے اور اسی طرح ایک صحیح روایت میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جب وہ میرے اہل بیت میں سے کسی آدمی کو دیکھتے ہیں۔ تو اپنی باتوں کو بند کر دیتے ہیں۔ خدا کی قسم کسی آدمی کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ ان سے اللہ کے لیے اور ان سے میری قرابت کی وجہ محبت نہ رکھے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ وہ ایمان کے بغیر جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ اور وہ اس وقت تک ایمان نہیں لا سکتے جب تک تم سے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر محبت نہ رکھیں۔ کیا تم میری شفاعت کی امید رکھتے ہو اور بنو عبدالمطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ وہ ہرگز کسی بھلائی کو نہ پا سکیں گے۔ جب تک تم سے اللہ اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ رکھیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ تم سے میری محبت کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔ کیا تم میری شفاعت سے جنت میں داخل ہونے کی امید رکھتے ہو۔ اور بنو عبدالمطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔ اس حدیث کے اور بھی بہت سے طرق باقی ہیں۔

ابولہب کی بیٹی مہاجر بن کر مدینہ آئی۔ اسے کہا گیا کہ تیری ہجرت تجھے کوئی فائدہ نہ دے گی۔ کیوں کہ تو اس شخص کی بیٹی ہے جو آگ کا ایندھن ہے۔ اس نے اس بات کا تذکرہ رسول کریم ﷺ سے کیا تو آپ کو بہت غصہ آیا۔ پھر آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کے متعلق مجھے تکلیف دیتے ہیں۔ سنو جس نے مجھے میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اسے ابن ابی عاصم، طبرانی، ابن مندہ اور بیہقی نے متقارب الفاظ سے بیان کیا ہے۔ ایک روایت میں اس عورت کا نام درۃ اور دوسری میں سبیعۃ آیا ہے۔ یا تو یہ ایک عورت کے

دو نام ہیں یا ایک لقب اور دوسرا نام ہے یا یہ دو عورتوں کے نام ہیں۔ اور یہ قصہ دونوں عورتوں کا ہے۔

عمرو اسلمی جو اصحاب حدیبیہ میں سے تھا۔ حضرت علی کے ساتھ یمن کی طرف گیا تو اس نے آپ کی طرف سے سخت گیری کو دیکھا اس نے مدینہ میں آ کر اپنی تکلیف کی تشہیر کی تو حضور علیہ السلام نے اسے فرمایا تو نے مجھے اذیت دی ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں آپ ﷺ کو ایذا دینے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بلکہ جو شخص علی کو ایذا دیتا ہے اس نے مجھے ایذا دی ہے۔ اسے احمد نے بیان کیا ہے۔ ابن عبد البر نے یہ اضافہ کیا ہے کہ جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے علی کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

اسی طرح بریدہ کا واقعہ ہے کہ وہ یمن میں حضرت علی کے ساتھ تھے۔ وہ ان سے ناراض ہو کر آئے اور ایک لونڈی کے ذریعے جسے انہوں نے خمس میں لیا تھا۔ آپ سے شکایت کا ارادہ کیا۔ اسے کہا گیا انہیں بتاؤ تاکہ علی حضور کی نظروں سے گر جائیں۔ رسول کریم ﷺ یہ گفتگو دروازے کے پیچھے سن رہے تھے۔ آپ غصے کی حالت میں باہر نکلے اور فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو علی کی تنقیص کرتے ہیں۔ جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ جس نے علی کو چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا۔ علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ وہ میری طینت سے پیدا ہوا اور میں ابراہیم کی طینت سے پیدا ہوا ہوں۔ اور میں ابراہیم سے افضل ہوں۔ یہ بعض بعض کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے۔ اے بریدہ تجھے پتہ نہیں کہ علی لونڈی سے زیادہ کا حقدار ہے۔

الی آخر الحدیث اسے طبرانی نے بیان کیا ہے اور اس میں ایک راوی حسین الاشقر ہے۔ جس کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے کہ وہ غالی شیعہ ہے اور ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہم اہل بیت کی محبت کو لازم پکڑو۔ کیوں کہ جو شخص ہم سے محبت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہو گا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ کسی بندے کو ہمارے حق کی معرفت کے بغیر اس کا عمل فائدہ نہیں دے گا۔ اور کعب الاحبار اور عمر بن عبد العزیز کا یہ قول اس کی موافقت کرتا ہے کہ اہل بیت نبوی میں سے ہر ایک آدمی شفاعت کرے گا۔

ابو الشیخ اور الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ جس نے میری اولاد، انصار اور عربوں کا حق نہ پہچانا وہ یا تو منافق ہے یا ولد الزنا ہے یا ایسا آدمی ہے جسے اس کی ماں نے ناپاکی کی حالت میں حمل میں لیا ہے۔

الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ جو شخص اللہ سے محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے اصحاب اور میرے قرابتداروں سے محبت رکھتا ہے اور آٹھویں آیت میں بیان ہو چکا ہے۔ جس کا ما نحن فیہ سے بڑا تعلق ہے۔ پس اس کا مطالعہ کیجیے۔

ابو بکر الخوارزمی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام باہر تشریف لائے تو آپ کو چہرہ چاندی کی طرح چمک رہا تھا۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب کی طرف سے اپنے بھائی اور چچا کے بیٹے اور میری بیٹی کے متعلق بشارت ملی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے علی کو فاطمہ سے بیاہ دیا ہے۔ اور جنت کے خازن رضوان کو حکم دیا ہے تو اس نے درخت طوبیٰ کو ہلایا ہے تو اس نے میرے اہل بیت کی محبوں کی تعداد کے برابر وثیقے اٹھا لیے ہیں اور ان کے نیچے اس نے نوری فرشتے پیدا کیے ہیں۔ اور ہر فرشتے کو ایک وثیقہ دیا ہے۔ جب قیامت اپنے اہل پر قائم ہو جائے گی تو فرشتے مخلوق میں آوازدیں گے۔ اور اہل بیت کے محب کی طرف وثیقہ پھینکیں گے جس میں اس کے آپ سے آزادی پانے کا ذکر ہوگا۔ پس میرا بھائی اور چچا کا بیٹا اور میری بیٹی امت کے مردوں اور عورتوں کی آگ سے گردنیں چھڑانے والے بن جائیں گے۔

الملا نے بیان کیا ہے کہ ہم اہل بیت سے صرف مومن متقی ہی محبت رکھتا ہے۔ اور شقی منافق ہم سے بغض رکھتا ہے۔

احمد اور ترمذی کی یہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ جو مجھ سے اور حسن اور حسین ان کے باپ اور ماں سے محبت رکھتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ میرے درجہ میں ہوگا۔ اور داؤد نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ جو میری سنت کی پیروی کرتے ہوئے مرا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اتباع سنت کے بغیر صرف محبت کرنا جیسا کہ شیعہ اور رافضی سنت سے پہلو تہی کر کے محبت کرتے ہیں۔ ایسے مدعی محبت کو بھلائی سے کچھ حصہ نہ ملے گا۔ بلکہ یہ بات اس کے لیے وبال اور دنیا و آخرت میں دردناک عذاب بن جائے گی۔ اور آٹھویں آیت میں حضرت علی سے ان کے شیعوں کی صفات بیان ہو چکی ہیں۔ جنہیں ان کی اور ان کے اہل بیت کی محبت فائدہ دے گی۔ ان اوصاف کا مطالعہ کیجیے۔ کیوں کہ وہ ان دعویٰ داران محبت کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔ جو محبت کے ساتھ مخالفت بھی کرتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ لوگ شقاوت، حماقت، جہالت اور غباوت کی انتہا تک پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے ہمیشہ محبت کرنے اور ان کی ہدایت کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ حدیث کہ اے علی ہمارے شیعہ ذنوب وعیوب کے باوجود قیامت کے روز اپنی قبروں سے اس حال میں نکلیں گے کہ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ اس قسم کی بہت سی احادیث کی طرح یہ حدیث بھی موضوع ہے۔ ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں انہیں بیان کیا ہے۔

ثعلبی نے قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربی کی تفسیر میں اس قسم کی ایک طویل حدیث بیان کی ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس پر وضع کے آثار نمایاں ہیں۔ اور یہ حدیث کہ جو ہم سے قلبی محبت رکھے گا اور وہ علیین میں ہوں گے۔ اور جو ہم سے قلبی محبت رکھے گا اور اپنی زبان سے ہماری مدد کرے

گا۔ اور اپنے ہاتھ کو روکے گا وہ اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا۔ اور جو ہم سے قلبی محبت رکھے گا اور اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے رکھے گا وہ اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا۔

اس حدیث کی سند میں ایک غالی رافضی ہے اور ایک اور آدمی ہے جو متروک ہے۔

مقصد سوم: اس میں اہل بیت کے ساتھ بغض رکھنے سے اشتباہ کیا گیا ہے۔

صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ ہم اہل بیت سے کوئی شخص بغض نہ رکھے ورنہ اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔ اور احمد نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ اہل بیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔

احمد اور ترمذی نے جابر سے بیان کیا ہے کہ ہم منافقین کو حضرت علی سے بغض کی وجہ سے پہچانا کرتے تھے۔ اور یہ حدیث کہ جو میرے اہل بیت میں سے کسی کے ساتھ بغض رکھے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ موضوع ہے اور یہ حدیث کہ جو ہمارے اہل بیت سے بغض رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کا حشر یہودیوں کی صورت میں کرے گا۔ خواہ وہ کلمہ توحید کی شہادت دیتا ہو ابن جوزی نے بھی عقیلی کی طرح اسے موضوع قرار دیا ہے۔ اور ان دونوں کے علاوہ جو حدیثیں بیان ہو چکی ہیں۔ اور جو آئندہ بیان ہوں گی۔ وہ ان سے مستغنی کر دیں گی۔

طبرانی نے بسند ضعیف حضرت حسن سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ہم سے جو بغض اور حسد رکھے گا اسے قیامت کے روز آگ کے کوڑوں سے حوض کوثر سے ہٹا دیا جائے گا۔ اور آپ ہی کی ایک ضعیف روایت میں ہے جس میں ایک طویل قصہ بیان ہوا ہے کہ تو علی کو برا کہتا ہے۔ اگر تو حوض کوثر پر آپ کے پاس گیا تو میں نہیں سمجھتا کہ انہیں وہاں سے ہٹا سکے۔ لیکن تو انہیں آستین چڑھائے کفار اور منافقین کو رسول کریم ﷺ کے حوض کوثر سے ہٹاتے دیکھے گا یہ صادق و مصدوق محمد ﷺ کا قول ہے۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ اے علی قیامت کے روز آپ کے پاس جنت کے عصاؤں میں سے ایک عصا ہوگا۔ جس سے آپ منافقین کو حوض کوثر سے ہٹائیں گے۔ اور احمد نے بیان کیا ہے کہ علی کے بارے میں مجھے پانچ باتیں عطا کی گئی ہیں جو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہیں۔ ایک یہ کہ وہ خدا کے سامنے ہوں گے۔ یہاں تک وہ حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ ان کے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا۔ اور آدم اور اس کے بیٹے اس کے نیچے ہوں گے۔ تیسرے یہ کہ علی میرے حوض پر کھڑے ہوں گے۔ اور میری امت کے جس شخص کو پہچان لیں گے اسے پانی پلائیں گے۔

اور یہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے علی سے فرمایا کہ تیرے دشمن حوض کوثر پر پیاسے اور

سرا و نچے کیے ہوں گے اور الدیلمی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ بنی ہاشم اور انصار سے بغض رکھنا کفر ہے۔ اور عربوں سے بغض رکھنا نفاق ہے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بنو عبد المطلب میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہارے متعلق تین دعائیں کی ہیں کہ وہ تمہارے کھڑے ہونے والے کو ثابت قدم رکھے اور تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور تمہارے جاہل کو علم دے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ تمہیں سخی بنادے۔

ایک روایت میں ہے کہ شجاع، نجیب اور رحمدل بنادے اور اگر کوئی آدمی رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان اپنے پاؤں کو اکٹھا کرے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے۔ پھر وہ اہل بیت سے بغض رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملے تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔

حاکم نے اس روایت کو بھی صحیح قرار دیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھ آدمیوں پر میں نے اللہ تعالیٰ نے اور ہر مقبول نبی نے لعنت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادہ کرنے والے پر، قضاوقدر کے مکذب پر، میری امت پر زبردستی مسلط ہونے والے پر تاکہ وہ ان لوگوں کو ذلیل کرے، جنہیں اللہ نے معزز بنایا ہے اور ان کو معزز بنائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے۔ اور حرمت الٰہی کو حلال کرنے والے پر اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے حرام کو حلال کرنے والے پر اور میری اولاد میں سے اللہ تعالیٰ نے جو حرام کیا ہے اس کو حلال جاننے والے پر اور تارکِ سنت پر۔ اور ایک روایت میں ساتویں بات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے کہ فئی میں ترجیح دینے والے پر۔

احمد نے ابی دجانہ سے بیان کیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے علی اور اس کے گھرانے کو گالی نہ دو۔ ہمارا ایک پڑوسی کوفہ سے آیا اور اس نے کہا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فاسق ابن فاسق یعنی حسین کو قتل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دونوں آنکھوں کو ختم کر دیا۔

تنبیہ: قاضی نے الشفاء میں کہا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے کسی کے باپ کو گالی دی اور اس گالی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر رکھنے کا کوئی قرینہ نہ ہو تو اسے قتل کیا جائے گا۔ گذشتہ احادیث سے آپ کے اہل بیت سے محبت رکھنے اور ان سے بغض رکھنے کی شدید حرمت کا پتہ چل گیا ہے۔

بیہقی اور بغوی وغیرہ نے ان سے لزوم محبت کو فرائض دین میں سے قرار دیا ہے۔ بلکہ امام شافعی سے تو اس پر نص بیان کی گئی ہے۔ اے اہل بیت رسول تمہاری محبت تو قرآن عظیم میں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ فرض قرار دی گئی ہے۔

بزار کی توثیق عری الایمان میں امام خولی سے بیان کیا گیا ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ خواص علماء رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ذریت کی محبت کی وجہ سے اپنے دلوں میں مکمل خوبی پاتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ ان کے کریم

نطفوں کا علم رکھتے ہیں۔ پھر عشرہ مبشرہ کی اولاد کی محبت کی وجہ سے پھر بقیہ صحابہ کی اولاد کی وجہ سے۔ وہ آج ان کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں۔ جس طرح وہ گذشتہ کل کو اپنے آباء کی طرف دیکھتے تھے۔ کاش وہ انہیں دیکھتے۔ ان پر نکتہ چینی سے چشم پوشی کرنی چاہیے۔ اور اگر کوئی اہل بیت میں سے بدعت وغیرہ کے باعث فاسق ہو جائے تو اس کے افعال سے بغض رکھنا چاہیے۔ نہ کہ اس کی ذات سے۔ اس لیے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹکڑا ہے اگرچہ اس کے اور آپ کے درمیان وسائط ہیں۔

ابو سعید نے شرف النبوۃ میں اور ابن المثنی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے فاطمہ تیرے ناراض ہونے سے خدا ناراض اور تیرے راضی ہونے سے خدا راضی ہوتا ہے۔ پس جو آپ کے بچوں میں سے کسی کو ایذا دے گا۔ تو اسے اس عظیم خطرے کا سامنا کرنے پڑے گا۔ کیوں کہ اس نے آپ کو ناراض کیا ہے۔ اور جو ان سے محبت کرے گا وہ آپ کی رضا کو حاصل کرے گا۔ اس لیے علماء نے صراحت کی ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کے شہر کے باسیوں کی بھی عزت کرنی چاہیے۔ اور اگر ان میں سے کوئی بدعت وغیرہ ثابت ہو جائے تو آپ کے پڑوس میں ہونے کی وجہ سے اس کی رعایت کرنی چاہیے۔ پس اس اولاد کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جو آپ کا ٹکڑا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ کان ابوھما صالحا حالانکہ ان بچوں اور ان باپ کے درمیان جس کی وجہ سے ان کا لحاظ کیا گیا سات یا نو پشتوں کا فاصلہ تھا۔ اس لیے حضرت جعفر صادق نے فرمایا ہے۔ ہمارا اسی طرح لحاظ کرو۔ جس طرح اللہ نے عبد صالح کا یتیموں کے بارے میں کیا تھا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محب آپ کی اولاد پر نکتہ چینی نہیں کرتا۔

مقصد چہارم: ان سے صلہ رحمی کرنے اور خوشی پہنچانے کے متعلق جس کی طرف آیت نے ترغیب دی ہے۔

الدیلمی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جو شخص میرا توسل چاہے اور یہ کہ اس کا مجھ پر احسان ہو اسے چاہیے کہ میرے اہل بیت سے صلہ رحمی کرے اور انہیں خوشی بہم پہنچائے اور حضرت عمر سے کئی طرق سے یہ روایت آئی ہے کہ انہوں نے حضرت زبیر سے کہا ہمارے ساتھ چلیے ہم حسن بن علی کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت زبیر نے دیر کی تو آپ نے فرمایا کیا آپ کو علم نہیں کہ بنی ہاشم کی عیادت کرنا فرض اور ان کی زیارت کرنا نفل ہے۔ آپ کا مطلب اس سے یہ ہے کہ دوسروں کی نسبت ان لوگوں کے بارے میں تاکید پائی جاتی ہے نہ یہ کہ حقیقۃً فریضہ ہے۔ یہ تو اسی قسم کی بات ہے جیسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ غسل جمعہ واجب ہے۔

خطیب نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ایک آدمی دوسرے کے لیے اعزازاً کھڑا ہوتا ہے۔ مگر بنی ہاشم کسی کے لیے کھڑے نہیں ہوتے۔

طبرانی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جو شخص عبد المطلب کے بیٹوں میں سے کسی پر احسان کرے تو وہ دنیا میں

اس کا بدلہ نہ لے۔ اس احسان کا بدلہ میں اسے کل دوں گا۔ جب وہ مجھے ملے گا۔

ثعلبی نے ایک روایت میں اضافہ کیا ہے۔ لیکن اس کی سند میں کذاب ہے اور جس نے میری اولاد میرے اہل بیت کے بارے میں مجھ پر ظلم کیا اور مجھے ایذا دی۔ اس پر جنت حرام قرار دے دی جائے گی۔

ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز میں چار آدمیوں کا شفیع ہوں گا۔ جو میری ذریت کی عزت کرے گا۔ اور ان کی ضروریات کو پورا کرے گا۔ اور جب وہ مضطر ہو جائیں تو ان کے امور کی سرانجام وہی میں سرگرم رہے گا۔ اور اپنے دل اور زبان سے ان کا محب ہوگا۔

الملا نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوذر کو حضرت علی کو بلانے کے لیے بھیجا۔ تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے گھر میں چکی دانے پیس رہی ہے۔ مگر کوئی اسے چلانے والا موجود نہیں۔ انہوں نے اس بات کی اطلاع حضور علیہ السلام کو دی تو آپ نے فرمایا اے ابوذر کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین میں گھومتے رہتے ہیں۔ جن کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے کہ وہ آل محمد ﷺ کی مدد کریں۔

ابوالشیخ نے ایک طویل حدیث میں بیان کیا ہے کہ اے لوگو! فضیلت، شرف و منزلت اور دوستی رسول کریم ﷺ اور آپ کی ذریت کے لیے ہے۔ پس بیہودہ باتوں میں نہ لگے رہنا۔

مقصد پنجم: آیت میں ان کی تعظیم و توقیر اور تعریف کی طرف جو اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ سے سلف اکثر ان کے حقوق میں آنحضرت ﷺ کی اقتداء کرتے تھے۔ کیوں کہ آپ بنی ہاشم کا اکرام کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین بھی اس طریق پر چلے۔

بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابوبکر سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ مجھے اپنی قرابتداروں سے صلہ رحمی کرنے کی نسبت آنحضرت ﷺ کی قرابت زیادہ محبوب ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے اپنی قرابت سے زیادہ محبوب اور ایک روایت میں ہے خدا کی قسم اگر میں صلہ رحمی کروں تو مجھے اپنی قرابتداروں کی نسبت آپ لوگوں سے صلہ کرنا زیادہ محبوب ہے۔ کیوں کہ آپ کو آنحضرت ﷺ کی قرابت حاصل ہے۔ اور اس عظمت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر مسلمان پر عطا فرمائی ہے۔ یہ بات آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت بطور اعتذار کہی جب آپ نے انہیں رسول کریم ﷺ کے ترکہ کے حصول سے منع کیا۔ اس کے متعلق شبہات میں مفصل بحث گذر چکی ہے۔

اسی طرح بخاری نے حضرت ابوبکر سے یہ بھی روایت کی ہے کہ حضور کے اہل بیت کے بارے میں حضور کا لحاظ رکھو۔ اسی طرح آپ سے یہ صحیح روایت بھی ہے کہ آپ نے حضرت علی سے مزاح کرتے ہوئے حضرت حسن کو اپنی گردن پر اٹھالیا اور فرمایا میرے باپ کی قسم میں ایسے آدمی کو اٹھائے ہوئے ہوں جو نبی کے شبیہ ہے۔ علی کا شبیہ

نہیں اور حضرت علی مسکرا رہے تھے۔ آپ کا یہ قول حضرت انس کے قول کے موافق ہے۔ جیسا کہ بخاری میں ان سے روایت ہے کہ حضرت حسن سے بڑھ کر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے مشابہ نہ تھا لیکن انہوں نے یہ بات حضرت حسین کے متعلق کہی تھی۔ ان دونوں کے درمیان حضرت علی کے قول کے مطابق یوں تطبیق ہوگی جیسا کہ ترمذی اور ابن حبان نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن سر سے سینے تک آنحضرت ﷺ سے بہت مشابہ تھے اور حضرت حسین نیچے کے دھڑ میں آپ سے بہت مشابہت رکھتے تھے اور بنی ہاشم کی ایک جماعت وغیرہم کا بیان ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کو بھی اسی طرح تشبیہ دیا کرتے تھے۔ میں نے ان کی تعداد کا تذکرہ شمائل ترمذی کی دو شرحوں میں بیان کیا ہے۔

دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن، حضرت ابوبکر کے پاس آئے آپ اس وقت منبر پر تھے۔ انہوں نے آ کر کہا میرے باپ کے منبر سے اتر آیئے۔ آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے۔ خدا کی قسم یہ جگہ تیرے باپ ہی کی ہے۔ پھر آپ نے انہیں پکڑ کر گود میں بٹھا لیا۔ اور رو پڑے۔ حضرت علی نے کہا خدا کی قسم یہ بات انہوں نے میرے مشورے سے نہیں کہی۔ آپ نے فرمایا تو نے بھی سچ کہا ہے۔ خدا کی قسم میں آپ پر اتہام نہیں لگاتا۔ ذرا حضرت ابوبکر کی حضرت حسن سے محبت و تعظیم و توقیر کو دیکھو کہ کس طرح آپ نے انہیں اپنی گود میں بٹھا لیا اور رو دیے۔ یہی واقعہ عمر کو بھی پیش آیا۔ آپ نے حضرت حسن سے فرمایا خدا کی قسم یہ منبر تیرے باپ کا ہے۔ میرے باپ کا نہیں تو حضرت علی نے کہا خدا کی قسم میں نے اسے ایسا کہنے کا حکم نہیں دیا تو حضرت عمر نے جواب دیا خدا کی قسم ہم نے آپ پر اتہام نہیں لگایا۔

ابن سعد نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ آپ نے حضرت حسن کو پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور فرمایا کہ ہم نے بلندی تو آپ کے والد کے ذریعے حاصل کی ہے۔

عسکری نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی آئے اور سلام کہنے کے بعد کھڑے ہو کر بیٹھنے کے لیے جگہ دیکھنے لگے۔ حضور علیہ السلام صحابہ کے چہروں کی طرف دیکھنے لگے کہ کون ان کے لیے جگہ بناتا ہے۔ حضرت ابوبکر آپ کی دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ اور ان کے لیے جگہ خالی کر دی۔ اور کہا ابوالحسن یہاں تشریف لایئے تو وہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر کے درمیان بیٹھ گئے۔ حضور علیہ السلام کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آنے لگے آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا اہل فضل کی فضیلت کو صاحب فضل ہی جانتا ہے۔

ابن شاذان نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عباس کے ساتھ بھی اسی قسم کا معاملہ کیا تھا۔ تو آنحضرت ﷺ نے آپ سے یہ بات فرمائی اور اس بارے میں خود حضور علیہ السلام نے بھی نمونہ دیا ہے۔ بغوی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو اپنے چچا عباس کی عجیب طریق

سے تعظیم کرتے دیکھا ہے۔

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام تشریف رکھتے تو حضرت ابوبکر آپ کے دائیں اور حضرت عمر آپ کے بائیں اور حضرت عثمان آپ کے سامنے بیٹھتے۔ آپ حضور علیہ السلام کے کاتب اسرار تھے۔ جب حضرت عباس بن عبدالمطلب آتے تو حضرت ابوبکر ہٹ جاتے اور حضرت عباس ان کی جگہ بیٹھ جاتے۔

ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے کہ صحابہ حضرت عباس کی فضیلت کو جانتے تھے۔ اس لیے وہ آپ کو مقدم کرتے اور مشورہ کرتے اور ان کی رائے پر عمل کرتے اور حضرت ابوبکر اکثر حضرت علی کے چہرے کی طرف دیکھتے۔ حضرت عائشہ نے ان سے دریافت کیا تو کہنے لگے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

اس قسم کی ایک حسن حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے۔ جب حضرت ابوبکر آنحضرت ﷺ کی وفات کے چھٹے روز قبر رسول کی زیارت کے لیے آئے تو حضرت علی نے کہا یا خلیفۃ الرسول ﷺ آگے آیئے تو حضرت ابوبکر نے جواب دیا میں اس شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ جس کے بارے میں میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو مجھے اپنے رب کے ہاں حاصل ہے۔ اس حدیث کو ابن السمان نے بیان کیا ہے۔

دارقطنی نے شعبی سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علی آ گئے آپ نے انہیں دیکھ کر کہا جو شخص رسول کریم ﷺ کے نزدیک لوگوں میں سے عظیم المنزلت، قرابت کے لحاظ سے قریب تر۔ افضل حالت اور عظیم تر حق کے حامل کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے۔ تو وہ اس آنے والے شخص کی طرف دیکھے۔

اسی طرح دارقطنی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے ایک آدمی کو حضرت علی کے خلاف باتیں کرتے دیکھا تو فرمایا تیرا برا ہو کیا تو نہیں جانتا کہ علی آپ کے چچازاد ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ نے حضور علیہ السلام کی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا خدا کی قسم تو نے اس قبر والے کو تکلیف دی ہے۔ ایک روایت میں ہے اگر تو نے اس سے بغض رکھا ہے تو تو نے رسول کریم ﷺ کو قبر میں تکلیف دی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

ایسے ہی دارقطنی نے ابن المسیب سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا اشراف سے محبت کرو۔ اور اپنی عزتوں کو کمینوں سے محفوظ کرو۔ اور یاد رکھو کہ حضرت علی سے دوستی رکھے بغیر شرف مکمل نہیں ہوتا۔

بخاری نے بیان کیا ہے کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر حضرت عباس کے ذریعہ بارش طلب کیا کرتے۔ اور فرماتے اے اللہ جب ہم قحط کا شکار ہوتے تو ہم تیرے نبی محمد ﷺ کو تیرے حضور وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ اور تو ہم پر بارش نازل فرما کر ہمیں سیراب کر دیا کرتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی کے چچا کو تیرے حضور وسیلہ بناتے ہیں۔ پس تو ہمیں سیراب کر دے اور وہ بارش سے سیراب ہو جاتے۔

تاریخ دمشق میں ہے کہ ہجرت کے سترہویں سال عام الرمادۃ کو لوگوں نے بار بار نماز استسقاء پڑھی۔ مگر بارش نہ ہوئی۔ حضرت عمر نے فرمایا کل میں اس شخص کے ذریعہ بارش طلب کروں گا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے ہم پر بارش برسا دے گا۔ کل صبح کو آپ حضرت عباس کے گھر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے دریافت کیا کون ہے آپ نے فرمایا عمر۔ انہوں نے کہا کیا کام ہے؟ فرمایا باہر تشریف لایئے ہم آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا تشریف رکھیے۔ اس کے بعد آپ نے بنی ہاشم کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ پاک ہو کر اچھے کپڑے زیب تن کرلیں۔ جب وہ آئے تو آپ نے خوشبو نکال کر انہیں خوشبو لگائی پھر باہر نکلے تو حضرت علی آپ کے سامنے آگے کی طرف تھے۔ اور ان کے دائیں اور بائیں حضرت حسن اور حضرت حسین اور پیچھے بنو ہاشم تھے۔ آپ نے کہا اے عمر دوسرے لوگوں کو ہمارے ساتھ نہ ملانا۔ پھر آپ مصلیٰ پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر حمد و ثنا کی اور کہا اے اللہ تو نے ہمیں ہمارے مشورہ کے بغیر پیدا کیا اور تو ہماری پیدائش سے پہلے ہمارے اعمال کو جانتا ہے۔ پس تیرے علم نے تجھے ہمارے رزق کے متعلق نہیں روکا۔ اے اللہ جیسے تو نے اس کے شروع میں فضل کیا ہے۔ اس کے آخر میں بھی ہم پر فضل فرما۔ جابر کہتے ہیں ہم ٹھہرے بھی نہ تھے کہ خوب بادل برسا اور ہم اپنے گھروں کو پانی میں چلتے ہوئے آئے تو حضرت عباس نے کہا کہ پانچ بار بارش طلب کرنے والے کا بیٹا ہوں۔ اس میں آپ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ کے باپ عبدالمطلب نے پانچ بار بارش طلب کی تو وہ سیراب کر دیے گئے۔

حاکم نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر نے حضرت عباس کے ذریعہ بارش طلب کی تو خطبہ میں فرمایا اے لوگو! رسول کریم ﷺ حضرت عباس کی وہی پاسداری کرتے تھے۔ جو ایک بیٹا، باپ کے لیے کرتا تھا۔ آپ ان کی تعظیم کرتے تھے۔ بڑا بناتے۔ ان کی قسم کو پورا کرتے۔ اے لوگو!! آپ کے چچا عباس کے بارے میں رسول کریم ﷺ کی اقتداء کرو اور جو مصیبت تم پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں آپ کو آپ کے حضور وسیلہ بناؤ۔

ابن عبدالبر نے بڑے بڑے لوگوں سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر نے حضرت عباس کو بارش کے لیے وسیلہ بنایا تو فرمایا اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا کے ذریعہ تیرا قرب چاہتے ہیں۔ اور اس کے ذریعے شفاعت طلب کرتے ہیں۔ پس تو اس بارے میں اپنے نبی کا ایسے لحاظ فرما جیسے تو نے دو لڑکوں کا ان کے باپ کے صالح ہونے کی وجہ سے لحاظ فرمایا تھا۔ ہم تیرے حضور استغفار کرتے اور خیر طلب کرتے ہوئے آئے ہیں۔

ابن قتیبہ کی روایت میں ہے کہ اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا اور بقیہ آباء و اور کثرت رجال کے ذریعہ تیرا قرب طلب کرتے ہیں۔ کیوں کہ تیرا قول برحق ہے:

"کہ وہ دیوار شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کے لیے

خزانہ تھا۔ اور ان کا باپ صالح آدمی تھا۔"

اے اللہ تو نے ان دونوں کا ان کے باپ کے صالح ہونے کی وجہ سے لحاظ فرمایا۔ اے اللہ اپنے نبی کا آپ کے چچا کے معاملہ میں لحاظ فرما۔ ہم اس کے ذریعہ شفاعت طلب کرتے ہوئے تیرے قریب ہوئے ہیں۔

ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت کعب نے حضرت عمر سے کہا کہ بنی اسرائیل کو جب قحط آلیتا تو وہ اپنے نبی کے عصبہ کے ذریعے بارش طلب کرتے۔ تو حضرت نے فرمایا یہ حضرت عباس ہیں۔ ہمیں ان کے پاس لے چلو۔ جب آپ وہاں گئے تو فرمایا اے ابوفضل آپ لوگوں کو کس حال میں دیکھتے ہیں۔ آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر منبر پر بٹھالیا اور فرمایا اے اللہ ہم تیرے حضور تیرے نبی کے چچا کے وسیلہ سے آئے ہیں۔ پھر حضرت عباس نے دعا کی۔

ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر حضرت عباس کے پاس سے سوار ہو کر نہیں گذرتے تھے۔ بلکہ حضور علیہ السلام کے چچا کے اکرام کے واسطے سواری سے اتر پڑتے تھے۔

زبیر بن بکار نے ابن شہاب سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اپنے زمانہ خلافت میں حضرت عباس کو سوار ہونے کی حالت میں نہیں ملا کرتے تھے۔ بلکہ اتر کر ان کی سواری کی لگام پکڑ لیتے اور ان کے ساتھ ساتھ چلتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھر یا اپنی مجلس میں پہنچ جاتے تو پھر یہ الگ ہو جاتے۔

ابن ابی الدنیا نے بیان کی ہے کہ جب حضرت عمر نے لوگوں کے لیے روزینے مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ اپنی ذات سے ابتدا کریں۔ آپ نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کیا اور آنحضرت ﷺ کے قریب ترین رشتہ داروں سے آغاز کیا۔ اور آپ کے قبیلہ کا نمبر پانچ قبائل کے بعد آیا آپ نے بدری صحابہ کو پانچ ہزار اور وہ لوگ جو بدر میں حاضر نہ ہوئے مگر اسلام میں اس کے مساوی تھے انہیں بھی پانچ ہزار اور حضرت عباس کو بارہ ہزار اور حسین کو ان کے والد کے مطابق دیے۔ اور حضرت ابن عباس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ حسین سے محبت کرتے تھے۔ کیوں کہ انہوں نے اپنی اولاد پر ان کو عطاء و بخشش میں فضیلت دی ہے۔

دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ ہمیں تمام مخلوق میں آپ کے والد سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں۔ اور آپ کے باپ کے بعد تجھ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔

اسی طرح دار قطنی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی کے متعلق دریافت کیا تو انہیں بتایا گیا کہ وہ اپنی زمین پر گئے ہیں۔ فرمایا ہمیں بھی وہیں لے چلو۔ آپ نے انہیں کام میں مصروف پایا تو ان کے ساتھ گھنٹہ بھر کام کرتے رہے۔ پھر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے حضرت علی نے آپ سے کہا: امیر المومنین بتایئے اگر آپ کے پاس بنی اسرائیل کے کچھ لوگ آئیں اور ان میں سے ایک آدمی یہ کہے کہ میں موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد

بھائی ہوں تو کیا آپ اسے اس کے ساتھیوں پر ترجیح دیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں تو حضرت علی نے کہا قسم بخدا میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی اور آپ کے چچا کا بیٹا ہوں وہ کہتے ہیں حضرت عمر نے اپنی چادر اتار کر بچھائی اور فرمایا۔ خدا کی قسم ہماری علیحدگی تک اس کے علاوہ آپ کی کوئی نشست نہ ہوگی۔ اور حضرت علی علیحدگی کے وقت تک وہیں بیٹھے رہے۔ آپ نے حضرت علی کو بتانے کے لیے یہ ذکر کیا کہ آپ نے امیر المومنین کے مقام پر ہوتے ہوئے آپ کی زمین میں جو کام کیا وہ دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر نے ان کے اکرام میں اضافہ کیا اور انہیں اپنی چادر پر بٹھایا۔

دار قطنی ہی کا بیان ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی سے کوئی بات پوچھی۔ انہوں نے اس کا جواب دیا تو حضرت عمر نے انہیں کہا: اے ابوالحسن میں اس بات سے خدا تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں ایسے لوگوں میں رہوں جن میں آپ نہ ہوں۔

دار قطنی ہی کا بیان ہے کہ حضرت حسن نے حضرت عمر سے اجازت طلب کی۔ مگر آپ نے انہیں اجازت نہ دی۔ پھر عبداللہ بن عمر آئے انہیں بھی اجازت نہ ملی۔ جب حضرت حسن چلے گئے تو حضرت عمر نے فرمایا انہیں میرے پاس لاؤ۔ وہ آئے تو کہنے لگے۔ اے امیر المومنین میں نے خیال کیا کہ جب عبداللہ بن عمر کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی نہیں ملے گی۔ آپ نے فرمایا آپ تو عبداللہ سے اجازت کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور خدا کے بعد تم لوگوں نے ہی بزرگی حاصل کی ہے اور آپ کی ایک روایت میں ہے کہ جب آپ آئیں تو آپ کو اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔

دار قطنی کا بیان ہے کہ دو بدو جھگڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کا فیصلہ کر دیا۔ ان دونوں میں سے ایک نے کہا یہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا تو حضرت عمر نے جھپٹ کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا تیرا برا ہو تجھے کیا علم کہ یہ شخص کون ہے؟ یہ تیرا آقا اور ہر مومن کا آقا ہے اور جس کا یہ آقا نہیں وہ مومن ہی نہیں۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت معاویہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا یہ مسئلہ آپ حضرت علی سے دریافت کریں اور زیادہ صاحب علم ہیں۔ اس آدمی نے کہا امیر المومنین اس مسئلے میں مجھے آپ کا جواب حضرت علی کے جواب سے زیادہ پسند ہے۔ حضرت معاویہ نے کہا تو نے یہ بہت بری بات کی ہے۔ تو نے اس آدمی کو ناپسند کیا ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم علم کی وجہ سے عزیز جانتے تھے۔ اور آپ نے ان کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ الا یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت عمر کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو وہ آپ سے رجوع کرتے۔ اس بات کو دوسرے لوگوں نے بھی اس طرح بیان کیا ہے۔ لیکن بعض نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کھڑا ہو جا اللہ تیری ٹانگوں کو کھڑا نہ کرے

اور اس کا نام رجسٹر سے کاٹ دیا۔ حضرت عمر آپ سے پوچھا کرتے تھے اور آپ سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔ میں نے انہیں دیکھا ہے۔ جب کوئی مشکل پیش آتی تو فرماتے یہاں علی موجود ہے۔ حضرت زید بن ثابت نے اپنی والدہ کا جنازہ پڑھایا۔ جیسا کہ ابن عبدالبر نے کہا ہے۔ تو آپ کے خچر کو آپ کے قریب کیا گیا تا کہ آپ سوار ہو جائیں تو حضرت ابن عباس نے آپ کی رکاب پکڑ لی۔ انہوں نے کہا رسول اللہ کے چچازاد چھوڑ دیجیے تو حضرت ابن عباس نے کہا ہمیں علماء کے ساتھ اسی طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیوں کہ وہ آپ سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔ حضرت زید نے آپ کے ہاتھ کو بوسہ دے کر کہا ہمیں نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کے ساتھ اسی طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آپ سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ آپ بعض صحابہ کے گھروں میں حصول حدیث کے لیے آیا کرتے تھے۔ آپ انہیں قیلولہ کرتے پاتے تو ان کے دروازے پر چادر کی ٹیک لے کر بیٹھ جاتے اور ہوا آپ کے چہرہ پر مٹی ڈال دیتی۔ جب وہ باہر نکلتے تو آپ ان کے پیچھے پیچھے ہو لیتے وہ کہتے اے رسول اللہ ﷺ کے عم زاد آپ کیسے تشریف لائے ہیں۔ آپ میری طرف پیغام بھیج دیتے میں خود حاضر ہو جاتا تو آپ فرماتے نہیں میں آپ کے پاس حاضر ہونے کا زیادہ حقدار ہوں۔

حضرت ابن عباس نے حضرت معاویہ کے ساتھ حج کیا۔ حضرت معاویہ کے ساتھ ایک فوج تھی۔ اور حضرت ابن عباس کے ساتھ بھی طالبانِ علم کی ایک فوج تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عبداللہ بن حسن بن حسین سے کہا جب آپ کو کوئی ضرورت ہوا کرے تو مجھے اس کے متعلق لکھ بھیجا کیجیے کیوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر دیکھے۔

جب آپ کے پاس حضرت فاطمہ بنت علی تشریف لائیں اس وقت آپ مدینہ کے امیر تھے۔ آپ کے پاس جو کچھ تھا انہیں دے کر فرمایا مجھے دنیا میں آپ کے گھرانے سے زیادہ محبوب کوئی نہیں اور آپ لوگ مجھے اپنے اہل بیت سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

ابوبکر بن عیاش نے کہا ہے کہ جیسا کہ الشفاء میں ہے کہ اگر میرے پاس حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی آتے تو میں حضور علیہ السلام کی قرابت کی وجہ سے حضرت علی کی حاجت کو پہلے پورا کرتا۔ لیکن اگر وہ آسمان سے زمین تک ان سے موخر ہوتا تو مجھے ان دونوں کا اس پر مقدم کرنا زیادہ محبوب ہوتا۔

جب والئی مدینہ جعفر بن سلیمان عباسی نے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کو زدوکوب کیا اور آپ کو اس کی تکلیف پہنچی اور آپ کو غشی کی حالت میں وہاں سے لے جایا گیا۔ تو آپ نے ہوش میں آنے پر فرمایا میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے کو جائز کام کرنے والے کی ذیل میں رکھا ہوا ہے۔ پھر آپ سے

دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اگر میں اس حالت میں مر جاؤں اور آنحضرت ﷺ سے ملاقات کروں تو مجھے آپ سے شرم آئے گی کہ میری وجہ سے آپ کی آل کے بعض آدمی آگ میں داخل ہوں گے۔ جب منصور مدینہ آیا تو اس نے جعفر سے قصاص دلانے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا میں اس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ قسم بخدا اس نے جو کوڑا بھی اٹھایا ہے میں نے اسے رسول اللہ ﷺ کی قرابت کی وجہ سے جواز کی ذیل میں رکھ لیا ہے۔

عبداللہ بن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط، حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس نوعمری کی حالت میں آئے۔ آپ کے بال لمبے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آپ کو بلند جگہ پر بٹھایا اور ان کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کی قوم نے آپ کو ملامت کی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے ثقہ آدمی نے بیان کیا ہے اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں اسے رسول کریم ﷺ کے منہ سے سن رہا ہوں کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ جو اس کو خوش کرے گا۔ وہ مجھے خوش کرے گا۔ اور میں جانتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمہ زندہ ہوتیں تو میں نے ان کے بیٹے سے جو سلوک کیا ہے اس سے وہ خوش ہوتیں۔

خطیب نے بیان کیا ہے کہ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی قریش کا نوجوان، بوڑھا یا سردار آتا تو آپ انہیں مقدم کرتے اور خود ان کے پیچھے باہر نکلتے اور حضرت امام ابوحنیفہ اہل بیت کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ اور ان کے ظاہری اور پوشیدہ نادار آدمیوں پر خرچ کر کے قرب حاصل کرنا چاہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے ان میں سے ایک خفیہ نادار آدمی کو بارہ ہزار درہم بھجوائے اور اپنے اصحاب کو بھی اس بارے میں ترغیب دیا کرتے تھے۔ اور امام شافعی نے ان کے بارے میں مبالغہ سے کام لیتے ہوئے صراحت کی ہے۔ کہ وہ بھی ان کے شیعوں میں سے ہیں۔ یہاں تک ان کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کی گئیں اور آپ نے ان کے جوابات دیے۔ جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ آپ نے اپنی ایک اچھوتی نظم میں کہا ہے۔

"آل نبی اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنے کے لیے میرا ذریعہ اور وسیلہ ہے مجھے امید ہے
کہ کل وہ ان کے ذریعہ میرے اعمال نامہ کو میرے دائیں ہاتھ میں دے گا۔"

زہری نے ایک گناہ کا ارتکاب کیا اور بے مقصد کہیں چلے گئے تو امام زین العابدین نے اسے فرمایا تمہارا اللہ تعالیٰ کی اس رحمت سے مایوس ہونا جو ہر چیز پر حاوی ہے۔ تمہارے گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے۔ زہری نے جواب دیا اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے تو وہ اپنے اہل و مال کی طرف واپس آ گئے۔

خاتمہ: حضور علیہ السلام نے اپنی آل کے متعلق جو خبریں دی ہیں کہ ان کو انتقامی کارروائیوں کے نتیجے میں کیا کیا مصائف و آلام پہنچیں گے اور دیگر آداب کا بیان۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب میرے اہل بیت کو میری امت کی طرف سے قتل اور مار بھگانے کے واقعات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہماری قوم سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے بنوامیہ، بنومغیرہ اور بنومخزوم ہیں۔ اسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے لیکن اس میں اسمٰعیل بھی ہے۔ جس کے متعلق جمہور نے کہا ہے وہ سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے اور بخاری نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ اور ترمذی نے اس سے نقل کیا ہے۔ کہ وہ ثقہ مقارب الحدیث ہے۔ اور اہل بیت سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والا مروان بن الحکم ہے۔ گویا یہ وہ حدیث کا راز ہے جسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جس کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا وہ اسے حضور علیہ السلام کی خدمت میں لے کر آتا اور آپ اس کے لیے دعا فرماتے۔ جب مروان کو آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا یہ گرگٹ کا بیٹا گرگٹ ہے اور ملعون بن ملعون ہے اور اس کے بعد محمد بن زیاد سے تھوڑی سی بات ہوئی ہے کہ جب حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لی تو مروان نے کہا یہ بیعت ابوبکر اور عمر کی سنت کے مطابق ہے۔ تو عبدالرحمٰن بن ابوبکر نے کہا یہ ہرقل اور قیصر کی سنت کے مطابق ہے تو مروان نے اسے کہا تیرے ہی بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

"جس نے اپنے والدین سے کہا کہ تم پر اُف ہے۔"

جب یہ خبر حضرت عائشہ کے پاس پہنچی تو آپ نے فرمایا! اس نے جھوٹ بولا خدا کی قسم یہ وہ شخص نہیں ہے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ پر اس وقت لعنت فرمائی جب مروان اس کی صلب میں تھا۔

عمرو بن مرۃ الجہنی سے روایت کی گئی ہے جسے آپ سے صحبت حاصل تھی۔ مروان کے باپ الحکم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو آپ نے اس کی آواز کو پہچان کر فرمایا اسے اجازت دے دو۔ اس پر خدا کی لعنت ہے۔ اور اس پر بھی جو اس کی صلب سے نکلے گا۔ سوائے اس کے کہ ان میں سے کوئی مومن ہو اور وہ تھوڑے ہی ہوں گے۔ وہ دنیا میں سربلند اور آخرت میں ذلیل ہوں گے۔ بڑے مکار اور دھوکہ باز ہوں گے۔ انہیں دنیا ملے گی۔ مگر آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے قریش ہلاک ہوں گے۔ اور قریش میں سب سے پہلے میرے اہل بیت ہلاک ہوں گے۔ ابو یعلی اور طبرانی نے بھی اس قسم کی روایت کی ہے۔

جان لیجیے کہ لوگوں کے متعلق عموماً اور اہل بیت کے متعلق خصوصاً چند امور کی رعایت کی تاکید کی گئی ہے۔

اول: شرعی علوم کے حصول کی طرف توجہ دینا کیوں کہ بغیر علم کے نسب میں کوئی فائدہ نہیں اور علوم شرعیہ کی طرف توجہ پر ترغیب کے دلائل اور اس کے آداب اور علماء اور متعلمین کے آداب، ان سب باتوں کی تفصیل ائمہ کی کتب میں معروف ہے۔ اس لیے ہم اسے طول نہیں دیتے۔

دوم: آبا پر فخر کو ترک کرنا اور بغیر علوم دینیہ کے حصول کے ان پر بھروسہ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے بڑا متقی ہے۔''

بخاری وغیرہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ معزز کون ہے۔ فرمایا ان میں سب سے معزز وہ ہے جو سب سے بڑا متقی ہے۔

ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے قیامت کے روز تمہارے حسب ونسب کے متعلق دریافت نہیں فرمائے گا بلکہ اعمال کے متعلق پوچھے گا۔ تم سب میں سے بڑا معزز وہ ہے جو سب سے بڑا متقی ہے۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دیکھ تو اسود واحمر سے بہتر نہیں سوائے اس کے کہ تو اس سے تقویٰ میں بڑھ کر ہو۔

اسی طرح اس نے بیان کیا ہے کہ آپ نے منیٰ کے ایک خطبہ میں فرمایا اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے کسی عربی کو عجمی پر اور نہ کسی سرخ رنگ والے کو سیاہ فام پر فضیلت حاصل ہے۔ سوائے تقویٰ کے۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے بہتر وہ ہے جو سب سے بڑا متقی ہے۔

القضاعی وغیرہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جس کا عمل اسے سست رکھتا ہے۔ اس کا نسب اسے تیز نہ کرے گا۔ یہ مسلم کی حدیث ہے اور اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کی تخصیص اپنے اہل بیت سے کی ہے تا کہ انہیں تقویٰ اللہ اور خشیت الٰہی کی ترغیب دی جائے اور انہیں انتباہ کیا جائے کہ قیامت کے روز تقویٰ کے بغیر کوئی آدمی ان کے قریب نہ ہو سکے گا۔ اور وہ اپنے نسب کے اولیاء صرف متقی لوگ ہوں گے۔ خواہ کوئی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔

اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ جب زید بن موسیٰ کاظم نے مامون کے خلاف خروج کیا اور مامون کامیاب ہوا تو اس نے انہیں ان کے بھائی علی الرضا کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے اسے بہت زجر وتوبیخ کی۔ جس میں ایک بات یہ بھی کہی کہ تو خونریزی کرنے، راستوں میں خوف پیدا کرنے اور ناجائز صورت میں مال حاصل کرنے کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل نہ ہوگا۔ تجھے کوفہ کے بیوقوفوں نے فریب میں مبتلا کر دیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ نے پاکدامنی کو اختیار کیا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان کی ذریت پر حرام کر دیا ہے۔ یہ بات صرف حضرت حسن اور حضرت حسین کے متعلق ہے۔ جو آپ کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں نہ کہ میرے اور تیرے لیے۔ خدا کی قسم انہوں نے بھی یہ مقام اطاعت الٰہی سے حاصل کیا ہے۔ اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اس مقام کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جسے انہوں نے اطاعت الٰہی سے حاصل کیا ہے۔ تب تو تو اللہ کے ہاں ان سے زیادہ مکرم ہوا۔ پس اس بات پر غور کرو کہ اس قابل عزت گھرانے میں سے جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے اس کا کتنا بڑا مقام

ہے۔ اور جو شخص ان میں سے اس بات پر غور کرے گا وہ اپنے نسب کے فریب میں نہیں آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اس مقام کو حاصل کرے گا۔ جو ان ائمہ کو بھی حاصل نہ تھا جو اس کے آباؤ اجداد میں سے تھے اور ان کے عظیم کارناموں اور ان کے زہد و عبادات کی اقتدا کرے گا اور ان کی طرح قیمتی علوم اموال اور جلیل القدر خوارق سے آراستہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکات کو دوبارہ عطا فرمائے اور ہمارا حشر ان کے محبوں کے زمرہ میں ہو۔ آمین۔

ابو نعیم نے محمد الجواد آلاتی سے جو علی الرضا کے بیٹے ہیں جن کا ذکر ابھی گذر چکا ہے۔ بیان کیا ہے کہ ان سے حدیث ہے ''کہ حضرت فاطمہ نے پاکدامنی اختیار کی۔''

کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے وہی جواب دیا جو آپ کے باپ نے دیا تھا کہ یہ حدیث حضرت حسن اور حضرت حسین سے خاص ہے اور جب زید نے اپنے باپ حضرت زین العابدین سے خروج کے بارے میں مشورہ کیا تو آپ نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا! مجھے خدشہ ہے کہ تو کوفہ کی زمین میں مقتول و مصلوب ہوگا۔ کیا تجھے علم نہیں کہ خروج سفیانی سے قبل اولاد فاطمہ میں سے جو شخص بھی سلاطین کے خلاف خروج کرے گا مارا جائے گا۔ تو جیسا آپ کے باپ نے کہا تھا ویسا ہی وقوع میں آیا۔ اس باب میں یہ تمام قصہ بیان ہو چکا ہے۔

احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ سفر سے واپس آتے تو حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لاتے اور دیر تک آپ کے ہاں ٹھہرتے۔ ایک مرتبہ ایک مسکین نے آپ کے لیے کچھ چاندی ایک ہار دو بالیاں اور آپ کے گھر کے دروازے کا پردہ تیار کیا۔ حضور علیہ السلام آپ کے گھر تشریف لائے اور غصہ کی حالت میں باہر نکل گئے۔ یہاں تک کہ منبر پر بیٹھ گئے تو حضرت فاطمہ نے خیال کیا کہ میں نے جو کچھ بنایا ہے اس سے حضور علیہ السلام ناراض ہوئے ہیں۔ آپ نے وہ چیزیں آپ کی خدمت میں بھیج دیں۔ تا کہ آپ انہیں راہ خدا میں صرف کر دیں۔ تو آپ نے تین بار فرمایا! تیرا باپ تجھ پر قربان ہو۔ میں نے یہ اس لیے کیا کہ دنیا کا محمد (ﷺ) اور آل محمد سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا میں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی بھلائی ہوتی تو کافر اس سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پی سکتا۔ اس کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے۔ اور احمد نے اس میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ آپ نے ثوبان کو حکم دیا کہ وہ اسے آپ کے ایک صحابی کو دے دیں اور وہ حضرت فاطمہ کے لیے ایک ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لائے اور فرمایا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ میں ان کے لیے پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنی طیبات اپنی دنیاوی زندگی ہی میں کھا جائیں۔ اس بات پر غور کرو اس میں آپ کو وہ کمال نظر آئے گا جو زہد و ورع اور اطاعت گذاری سے آراستہ ہوئے بغیر اور رذیل باتوں سے دستکش ہوئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور اموال جمع کرنے اور دنیا کی محبت اور اس میں بلندی کی خواہش سے غایت درجہ

کے عیوب ونقائص اور رنج پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت علی نے دنیا کو تین طلاقیں دیں اور فرمایا میں نے اپنی اس زرہ کو پیوند لگالیا ہے اور مجھے اس کے پیوند لگانے والے سے حیاء آتی ہے۔ اور آپ کے فضائل میں اس قسم کی کوئی عجیب باتیں بیان ہو چکی ہے۔

سوم: ہر آدمی کو اس شریف نسب کے لیے غیرت چاہیے اور اسے یاد رکھنا چاہیے تاکہ آپ کی طرف صرف حقدار ہی کا انتساب ہو سکے۔ اہل بیت نبوی کے انساب زمانہ دراز تک ہمیشہ حفظ کیے جاتے رہے ہیں۔ اور ان کے احساب بھی جن سے وہ ممتاز ہوتے ہیں محفوظ رہے ہیں کہ کہیں کمینے اور جاہل لوگ ان کے مدعی نہ بن بیٹھیں۔ ہر زمانے میں جو شخص ان کی تصحیح اور ان کی تفاصیل کے حفظ کے لیے کھڑا ہوتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے الہام کرتا رہا ہے۔ خصوصاً طالبیوں اور مطلبیوں کے انساب کے متعلق اور صاحبانِ شرف جیسے کہ عباسی اور جعفری ہیں۔ ان کے درمیان بنی فاطمہ کی ذریت طاہرہ کے لیے یہ خاص اصطلاح بن گئی ہے کہ وہ اپنے شرف مزید کے اظہار کے لیے سبز لباس زیب تن کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ مامون نے ارادہ کیا کہ خلافت ان میں قائم کرے۔ اس بات کا بیان علی الجواد کے حالات زندگی میں آئے گا۔ کہ اس نے ان کے ساتھ خلافت کا عہد کیا تھا۔ تو اس نے ان کے لیے سبز شعار بنایا اور انہیں سبز لباس پہنایا۔ کیوں کہ عباسیوں کا شعار سیاہ تھا اور دیگر مسلمانوں کا سفید وغیرہ، سرکہ کی تحریم میں اختلاف ہے۔ آخرالامر یہود کا شعار زرد تھا۔ پھر وہ اپنے ارادے سے پھر گیا اور خلافت بنی عباس کو دے دی۔ مگر بنی زہرا میں سے اشراف علویوں کا یہی شعار رہا۔ لیکن انہوں نے کپڑوں کو مختصر کر کے ایک سبز کپڑے کا ٹکڑا رکھ لیا۔ جسے وہ اپنے عماموں پر بطور شعار رکھتے پھر آٹھویں صدی کے آخر میں یہ شعار بھی ختم ہو گیا پھر ۷۷۳ھ میں سلطان اشرف شعبان بن حسن بن ناصر محمد بن قلاوون نے حکم دیا کہ دیگر لوگوں سے امتیاز کے لیے علوی اپنے عماموں پر سبز پٹی باندھا کریں تو مصر وشام اور دیگر ممالک میں اس پر عمل کیا گیا۔ اس بارے میں نابینا جابر اندلسی جب وہ حلب میں اترا ہوا تھا کہتا ہے اس نے الفیہ ابن مالک کی شرح بھی کی ہے۔ جس کا نام نابینا و بینا ہے۔

انہوں نے ابنائے رسول کے لیے علامت مقرر کی ہے۔ علامت کی ضرورت اسے ہوتی ہے جو مشہور نہ ہو۔ ان کے قابل اکرام چہروں پر نور نبوت جھلکتا ہے جو شریف آدمیوں کو سبز پٹی سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اس بارے میں شعر کی جماعت نے بہت کچھ کہا ہے۔ جس کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا ان سب سے بہتر قول ادیب محمد بن ابراہیم ابن برکۃ الدمشقی المزنی کا ہے۔

تاجوں کے اطراف میں ریشم کی سبز پٹیاں، اشراف کی علامت بتائی گئی ہیں اور سلطان اشرف نے اس شرف کے ساتھ ان کو مخصوص کیا ہے تاکہ انہیں سب اطراف سے پہچانا جا سکے اور غیر آباء کی طرف انتساب کرنے

کے متعلق سخت انتباہ کیا گیا ہے۔ کہ ایسا شخص کافر اور ملعون ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف منسوب کرے گا۔ یا غیر موالی کی طرف جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اس بارے میں بہت سی مشہور احادیث آئی ہیں۔ ہم ان کے ذکر کو طول نہیں دینا چاہتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر اس کی انبیا اور اولیاء پر جھوٹ بولنے سے بچائے اور معزز اہل بیت نبوی کے زمرہ میں ہمارہ حشر ہو۔ کیوں کہ ہم ان کے محب اور خدمت گذار ہیں اور جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے۔ نص حدیث کی رو سے وہ ان کے ساتھ ہونے کی آرزو کر سکتا ہے۔ اور یہ میرے جیسے کمزور اور کوتاہ عمل انسان کی معذوری ہے کہ وہ صادقین کے سے عمل کرے یا مخلصین کے احوال سے آراستہ ہو۔ لیکن خدائے ذوالجلال والاکرام سے عطیات و بخششوں کی امید انشاء اللہ ہمیں قبولیت اور انعام سے نوازے گی۔ کیوں کہ وہ اکرم الکریم اور ارحم الراحمین ہے۔

فصل دوم:

اس فصل میں اہل بیت کے متعلق احادیث بیان ہوں گی ان میں سے اکثر احادیث پہلی فصل میں بیان ہو چکی ہیں۔ لیکن اس فصل میں انہیں بیان کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ وہ بہت جلدی مستحضر ہو جائیں۔

۱۔ دیلمی نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری اولاد کے متعلق مجھے اذیت دے گا۔ اس پر سخت غضب الٰہی ہوگا اور یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو چاہتا ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اللہ تعالیٰ نے جو اسے دیا ہے اس سے لطف اندوز ہو تو اسے میرے اہل بیت کے بارے میں میرا اچھا جانشین ہونا چاہیے اور جو ان کے بارے میں میرا جانشین نہ ہو اس کی عمر کاٹ دی جائے گی اور وہ قیامت کے روز میرے پاس روسیاہ ہو کر آئے گا۔

۲۔ حاکم نے ابوذر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیعت کی مثال تم میں کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوگا نجات پائے گا اور جو پیچھے رہے گا ہلاک ہوگا اور بزار کی روایت میں اسے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر سے بیان کیا گیا ہے۔ اور حاکم نے ابوذر ہی سے ایک اور روایت بیان کی ہے کہ تم لوگوں میں میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے۔ جو اس میں سوار ہوگا نجات پائے گا اور جو پیچھے رہے گا غرق ہو جائے گا۔

۳۔ طبرانی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز میں سب سے پہلے اپنی میں سے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر قریش میں سے قریب ترین رشتہ داروں کی۔ پھر انصار کی پھر ان لوگوں کی جو مجھ پر ایمان لائے اور اہل یمن میں سے جنہوں نے میری اتباع کی پھر دیگر عربوں کی پھر عجمیوں کی اور جس

کی میں پہلے سفارش کروں گا وہ افضل ہوگا۔

۴۔ حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے بہتر آدمی وہ ہے جو میرے بعد میرے اہل بیت کے لیے بہتر ہوگا۔

۵۔ طبرانی اور حاکم نے عبداللہ بن ابی اوفی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کیا ہے کہ میں اپنی امت میں سے جس سے شادی کروں اور جو میری امت میں سے مجھ سے شادی کرے وہ میرے ساتھ جنت میں ہو تو اللہ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔

۶۔ شیرازی نے القاب میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میں اہل بیت کے سوا کسی سے شادی نہ کروں اور اہل جنت ہی میں میری شادی ہو۔

۷۔ ابوالقاسم بن شیران نے اپنی امالی میں عمران بن حصین سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی ہے کہ وہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو آگ میں داخل نہ کرے تو اس نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔

۸۔ ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا سے اس لیے محبت رکھو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں کھانے کو دیتا ہے اور میرے ساتھ اللہ کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔ اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔

۹۔ ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو میرے اہل بیت کے ساتھ احسان کرے گا۔ میں اس کا بدلہ اسے قیامت کو دوں گا۔

۱۰۔ خطیب نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیان کیا رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے دنیا میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے کسی کے ساتھ احسان کیا۔ جب وہ مجھے ملے گا اس کا بدلہ میرے ذمہ ہوگا۔

۱۱۔ ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔

۱۲۔ ابو یعلی نے سلمہ بن اکوع سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ آسمان والوں کے لیے ستارے باعثِ امان ہیں۔ اور میری امت کے لیے میرے اہل بیت باعثِ امان ہیں۔

۱۳۔ حاکم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے رب نے میرے اہل بیت کے متعلق مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے جو توحید اور میرے متعلق احکام کے پہنچانے کا اقرار

کرے گا وہ ان کو عذاب نہیں دے گا۔

۱۴۔ ابن عدی اور دیلمی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں پر صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا جو میرے اہل بیت اور میرے صحابہ سے زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔

۱۵۔ ترمذی نے حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ فرشتہ آج کی رات سے پہلے کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔ اس نے اپنے رب سے مجھ پر سلام بھیجنے اور یہ خوشخبری دینے کی اجازت طلب کی ہے کہ فاطمہ مستوراتِ جنت کی سیدہ اور حسن اور حسین نوجوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔

۱۶۔ ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو ان سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا۔ اور جو ان سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا۔

۱۷۔ ابن ماجہ نے عباس بن عبدالمطلب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا کہ جب میرے اہل بیت میں کوئی ان کے پاس جا کر بیٹھتا ہے تو وہ اپنی باتوں کو بند کر دیتے ہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے۔ جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ ان سے محض اللہ اور میری قرابت کی خاطر محبت نہ کرے۔

۱۸۔ احمد اور ترمذی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ سے اور ان دونوں سے اور ان کے ماں اور باپ سے محبت کی وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔

۱۹۔ ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہم اولادِ عبدالمطلب اہل جنت کے سردار ہیں یعنی میں، حمزہ، علی، جعفر، حسن، حسین اور امام مہدی۔

۲۰۔ طبرانی نے حضرت فاطمۃ الزہرا سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ سوائے اولاد فاطمہ کے ہر عورت کے بیٹوں کا عصبہ ہوتا ہے۔ جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں۔ پس میں ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔

۲۱۔ طبرانی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ سوائے اولاد فاطمہ کے ہر عورت کے بیٹے کا عصبہ جوان کے باپ کی طرف سے ہے فنا ہونے والا ہے۔ پس میں ہی ان کا عصبہ اور میں ہی ان کا باپ ہوں۔

۲۲۔ طبرانی نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ سوائے فاطمہ کے ہر عورت کے بیٹے، اپنے عصبہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ پس میں ان کا ولی، ان کا عصبہ اور ان کا باپ ہوں۔

۲۳۔ احمد اور حاکم نے مسور سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا ہے۔ جو

اسے ناراض کرے وہ مجھے ناراض کرے گا اور جو اسے خوش کرے گا وہ مجھے خوش کرے گا۔ قیامت کے روز میرے نسب سبب اور دامادی کے سوا سب انساب منقطع ہو جائیں گے۔

۲۴۔ بزار، ابو یعلی اور طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ فاطمہ نے پاکدامنی اختیار کی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر اور اس کی ذریت پر آگ کو حرام کر دیا ہے۔

۲۵۔ اس سلک اور خلفائے اربعہ کی سلک میں آنے والے لوگوں کا ذکر ان احادیث میں مندرج ہو چکا ہے۔ جو قریش کے متعلق بیان ہوئی ہیں۔ اس لیے کہ یہ سب لوگ قریش میں سے ہیں۔ یعنی نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں اور جو چیز اعم کے لیے ثابت ہو وہ اخص کے لیے ثابت ہوتی ہے۔ اسی لیے میں نے گذشتہ گنتی پر اس کو ثابت کیا ہے۔ اور اسے مؤخر کیا ہے۔ تاکہ تمام قریش اس میں آ جائیں۔

۲۶۔ شافعی اور احمد نے عبداللہ بن اخطب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے جمعہ کے روز ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! قریش کو مقدم کرو اور ان سے آگے نہ بڑھو اور ان سے سیکھو اور انہیں سکھاؤ نہیں۔

۲۶۔ بیہقی نے جبیر بن مطعم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! قریش سے آگے نہ بڑھو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور ان سے پیچھے بھی نہ رہو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ ان کو سکھاؤ نہیں بلکہ ان سے سیکھو کیوں کہ وہ تم لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔ اگر قریش کا غرور میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انہیں اس چیز کے متعلق خبر دیتا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔

۲۷۔ شیخین نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ لوگ قریش کے اس طرح پیروکار ہیں کہ ان کا مسلمان ان کے مسلمان کا پیروکار اور ان کا کافر ان کے کافر کا پیروکار ہے۔ لوگ کانوں کی طرح ہیں۔ جاہلیت میں ان کے اچھے لوگ اسلام میں بھی اچھے ہوں گے۔ جبکہ وہ سمجھدار ہو جائیں۔

۲۸۔ بخاری نے حضرت معاویہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ امر قریش میں رہے گا اور جو شخص ان سے عداوت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اوندھے منہ آگ میں گرا دے گا۔

۲۹۔ طبرانی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ اہل زمین کو غرق ہونے سے بچانے کے لیے قوس باعث امان ہے۔ اور اہل زمین کو اختلاف سے بچانے کے لیے قریش کی دوستی باعث امان ہے۔ قریش اہل اللہ ہیں اور جب عرب کا کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرتا ہے تو وہ ابلیس کا گروہ بن جاتا ہے۔ اور قوس جو قوس قزح کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا نام قوس قزح اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ وہ جاہلیت میں مزدلفہ کے قزح پہاڑ پر سب سے پہلے نظر آئی تھی۔ یا اس وجہ سے کہ قزح شیطان کو کہتے ہیں۔ اور حضرت علی نے فرمایا ہے کہ اسے قوس قزح نہ کہا کرو کیوں کہ قزح شیطان ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قوس ہے جو اللہ تعالیٰ اور نوح علیہ السلام کے

درمیان اس بات کی علامت مقرر ہوئی ہے کہ اب وہ اہل زمین کو طوفان سے غرق نہیں کرے گا۔

۳۰۔ ابن العرقۃ العبدی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قریش سے محبت رکھو۔ کیوں کہ جو ان سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے۔

۳۱۔ مسلم اور ترمذی وغیرہ نے واثلہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیل سے کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے پسند فرمایا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چنا ہے۔ پھر حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے نزار کو چنا ہے۔ پھر نزار میں سے مُضر کو چنا ہے پھر مُضر سے کنانہ کو چنا ہے پھر کنانہ میں سے قریش کو چنا ہے۔ پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا ہے۔ پھر بنی ہاشم سے بنی عبدالمطلب کو چنا ہے اور پھر بنی عبدالمطلب میں سے مجھے چنا ہے۔

۳۲۔ احمد نے اچھی سند سے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو لوگوں کی باتیں پہنچیں تو آپ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ میں کون ہوں۔ لوگوں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے فرمایا! میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے اپنی بہترین مخلوق سے بنایا۔ پھر اس نے انہیں دو فرقے بنایا اور مجھے ان کے اچھے فرقہ سے بنایا۔ پھر اس نے قبائل کو پیدا کیا اور مجھے ان کے بہترین قبیلہ سے بنایا پھر اس نے ان کے گھرانے بنائے اور مجھے ان کے اچھے گھرانے سے بنایا۔ پس میں تم میں سے گھرانے اور ذات کے لحاظ سے بہترین آدمی ہوں۔

۳۳۔ احمد، محاملی، مخلص اور ذہبی وغیرہم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا! کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو چھان پھٹک کر دیکھا ہے مگر میں نے محمد ﷺ سے کسی شخص کو افضل نہیں پایا اور میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو الٹا پلٹا ہے مگر میں نے کسی باپ کے بیٹوں کو بنی ہاشم سے افضل نہیں پایا۔

۳۴۔ احمد اور ترمذی اور حاکم نے حضرت سعد سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص قریش کی ذلت کا ارادہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دے گا۔

۳۵۔ احمد اور مسلم نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ لوگ خیر و شر میں قریش کے پیروکار ہیں۔

۳۶۔ احمد نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا! کہ اے گروہِ قریش تم اس امر

کے اس وقت تک اہل ہو جب تک تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جب تم اس کی نافرمانی کرو گے وہ تم پر ایسے آدمی بھیجے گا جو تمہاری اس چھڑی کی طرح چھال اتار دیں گے۔

۳۷۔ احمد، نسائی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ امام قریش میں سے ہوں گے اور ان کا تم پر حق ہے اور تمہارا بھی ان پر ویسا ہی حق ہے جب تک وہ رحم طلب کرنے پر رحم کریں اور فیصلہ طلب کرنے پر عدل کریں اور اگر عہد کریں تو اسے پورا کریں اور جو ان میں سے ایسا نہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے کوئی قیمت اور معاوضہ قبول نہ کرے گا۔

۳۸۔ طبرانی نے جابر بن سمرۃ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے جو سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔

۳۹۔ حسن بن سفیان اور ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قریش کو وہ کچھ دیا گیا ہے جو لوگوں کو نہیں دیا گیا جب تک بادل برستا اور نہریں چلتی اور سیلاب آتے ہیں اس وقت تک قریش کو دیا گیا ہے۔

۴۰۔ خطیب اور ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے اللہ قریش کو ہدایت دے کیوں کہ ان کا عالم سطح زمین کو علم سے بھر دے گا۔ اے اللہ جیسے تو نے انہیں عذاب کا مزہ چکھایا ہے ایسے ہی ان کو بخشش کا مزہ چکھا۔ اس عالم سے مراد حضرت امام شافعی ہیں۔ جیسا کہ احمد وغیرہ نے کہا ہے کیوں کہ انہوں نے قریش کے لیے حفظ نہیں کیا بلکہ ان کا علم آفاق میں پھیلا ہوا ہے۔

۴۱۔ حاکم اور بیہقی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ امام قریش میں سے ہوں گے۔ ان کی نیک نیکوں کے اور ان کے فاجر فاجروں کے امیر ہوں گے۔ اور اگر تم پر قریش ایک حبشی نکٹے غلام کو امیر بنا دیں تو اس کی اس وقت تک اطاعت کرو جب تک وہ تم سے کسی کو اسلام اور موت کے درمیان اختیار نہیں دے دیتا۔ اگر اسے ترک اسلام اور موت کے درمیان اختیار دیا جائے تو وہ موت کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دے۔

۴۲۔ احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قریش کو دیکھو اور ان کے اقوال کی پابندی کرو اور ان کے افعال کو چھوڑ دو۔

۴۳۔ بخاری نے ادب المفرد میں اور حاکم اور بیہقی نے ام ہانی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے قریش کو سات ایسی خصلتوں سے فضیلت دی ہے جو اس نے پہلوں میں سے کسی کو نہیں دی اور نہ ہی بعد میں آنے والوں میں سے کسی کو دے گا۔ ایک فضیلت قریش کو یہ حاصل ہے کہ میں ان میں سے ہوں اور نبوت، حجابت اور سقایت ان میں ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب الفیل کے مقابلہ میں ان کی مدد فرمائی۔ انہوں نے دس سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ ان کے اغیار اس کی عبادت نہ کرتے تھے۔ اللہ

تعالیٰ نے ان کے متعلق قرآن میں ایک سورت نازل فرمائی ہے۔ جس میں کسی دوسرے کا ذکر نہیں آیا۔ یعنی سورت لایلف قریش۔

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو سات خصلتوں میں فضیلت دی ہے۔ ایک فضیلت انہیں یہ حاصل ہے کہ انہوں نے دس سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ سوائے قریشی کے اور کوئی آدمی اللہ کی عبادت نہ کرتا تھا۔ دوسری یہ کہ یوم الفیل کو ان کی نصرت فرمائی۔ حالانکہ اس وقت وہ مشرک تھے۔ تیسری یہ کہ قرآن کریم میں ان کے بارے میں ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ جس میں کسی دوسرے کا ذکر موجود نہیں یعنی لایلف قریش۔ پھر یہ کہ ان میں نبوت، خلافت اور حجابت وسقایت پائی جاتی ہے۔

تتمہ:

جب میں اس کتاب یعنی صواعق محرقہ کی تالیف سے فارغ ہوا تو میں نے چودہ سال بعد دیکھا کہ مجھے اس کے بے شمار مقامات کو منسوخ کرنا پڑے گا۔ اور اہل بیت کے مناقب میں ایک کتاب دور دراز کے ممالک جیسے مغرب اقصیٰ، ماوراء النہر، سمرقند، بخارہ، کشمیر، ہندوستان اور یمن وغیرہ تک نقل کی گئی ہے۔ اس میں حافظ سخاوی جو ہمارے معاصر مشائخ میں سے ہیں کے بیانات سے کچھ زائد باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان زائد باتوں کو قلت کے باعث منسوخ عبارات کے حواشی کے ساتھ شامل کیا جاسکتا تھا۔ لیکن ان کے متفرق ہونے کی وجہ سے یہ امر مشکل تھا۔ پس میں نے ارادہ کیا کہ خلاصہ معہ زائد باتوں کے کچھ اوراق میں لکھ دوں۔ اگر میں انہیں الگ کر دوں تو وہ ان کے کثیر کارناموں پر آگاہی کے لیے کافی ہوں گے۔ اور اگر میں انہیں اس کتاب کے ساتھ شامل کر دوں تو یہ ایک تاکیدی بات اور دوسری کوشش ہوگی۔

پس میں کہتا ہوں کہ مؤلف نے اس کتاب کے خطبہ میں حافظ محب طبری کی ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ کی بعض کوتاہیوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس میں ضعیف روایات کے علاوہ بہت سی موضوع اور منکر روایات لکھی ہیں پھر وہ اپنے شیخ حافظ عسقلانی سے کرتے ہیں۔ انہوں نے حافظ محب طبری کے متعلق کہا ہے کہ وہ حدیث کے انتساب میں بہت وہمی ہیں۔ حالانکہ ان کے زمانے میں ان کا کوئی مثل نہ تھا۔ پھر انہوں نے فروع بنی ہاشم اور فروع بنی مطلب کے متعلق ایک مقدمہ لکھا ہے۔ جس کے بیان کی ہمیں اس جگہ کوئی حاجت نہیں۔ کیوں کہ اس کا اکثر حصہ مشہور ومعروف ہے۔ کیوں کہ اصل غرض ان باتوں کا اظہار کرنا ہے جو اہل بیت سے مخصوص ہیں۔ جس کے کئی باب ہیں۔

☆......☆......☆

باب

اہل بیت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! اس بات سے آگاہ رہو کہ میرے اہل بیت جن کی طرف میں پناہ لیتا ہوں میرا ظاہر ہیں اور انصار میرا باطن ہیں۔ پس ان کے برے آدمی سے درگذر کرو۔ اور ان کے محسن سے قبول کرو۔ یہ حدیث حسن ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ میرا ظاہر اور باطن اہل بیت اور انصار ہیں۔ ان کے محسن سے قبول اور ان کے برے آدمی سے درگذر کرو۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ میری جماعت اور صحابہ ہیں۔ جن پر مجھے اعتماد ہے۔ اور جنہیں میں اپنے اسرار سے اطلاع دیتا ہوں۔ اور ان پر بھروسہ کرتا ہوں۔ یہ بات حد درجہ کی مہربانی اور وصیت کی آئینہ دار ہے۔ آپ کا یہ فرمان کہ ان کے برے آدمی سے درگذر کرو۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی لغزشوں کو معاف کر دو۔ جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ صاحبانِ اقتدار کی غلطیوں سے درگذر کرو۔

حضرت ابن عباس سے بروایت صحیح بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے قول قل لا اسئلکم علیه اجراً الاالمودة فی القربیٰ کی تفسیر یہ کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے تمام بطون سے رشتہ وقرابت ہے۔ یعنی اگر تم میری لائی ہوئی تعلیم پر ایمان نہیں لاتے اور اس پر میرا اچھا کرتے ہو تو میں تم سے کوئی مال طلب نہیں کرتا۔ میں تم سے صرف یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت پائی جاتی ہے۔ اس کا خیال رکھو۔ پس مجھے ایذا نہ دو۔ اور میرے رحمی تعلق کی وجہ سے لوگوں کو مجھ سے متنفر نہ کرو۔ جبکہ تم لوگ جاہلیت میں صلہ رحمی کرتے تھے اور دوسرے عربوں کو مدد کے لیے نہ پکارتے تھے۔ میرا لحاظ اور نصرت تو تمہیں بدرجہ اولیٰ کرنی چاہیے۔ آپ کے شاگردوں اور دوسرے لوگوں نے بھی اس قول میں آپ کی پیروی کی ہے۔ مگر آپ کے سب سے جلیل القدر شاگرد امام سعید بن جبیر نے آپ کی مخالفت کی ہے اور آپ کی موجودگی میں اس آیت کی یہ تفسیر کی کہ آیت قل لا اسئلکم سے مراد یہ ہے کہ اے لوگو! میں پیغام رسالت کے ابلاغ پر تم سے مال کا مطالبہ نہیں کرتا۔ میرا آپ سے صرف یہ سوال ہے کہ آپ لوگ میری قرابت کا خیال رکھیں اور مجھ سے محبت رکھیں۔ اس کے باوجود ابن جبیر پہلی بیان کردہ تفسیر کے مطابق بھی تفسیر کرتے تھے۔ اور یہی بات ثابت ہے کیوں کہ یہ دونوں صورتوں کے مناسب ہے لیکن پہلی وجہ مؤید ہے کیوں کہ یہ سورۃ مکی ہے۔ اور حضرت ابن عباس نے حضرت ابن جبیر کی تفسیر کی تردید کی ہے۔ اور اس کی طرف رجوع نہیں کیا اور ایک ضعیف طریق سے یہ روایت بھی آئی ہے کہ حضرت ابن

عباس نے بھی ابن جبیر والی تفسیر کی ہے۔ اور اسے رسول کریم ﷺ کی طرف مرفوع کر کے بیان کیا ہے۔ کہ صحابہ نے نزول آیت کے وقت رسول کریم ﷺ سے عرض کیا:

"یا رسول اللہ آپ کے وہ کون سے قرابت دار ہیں، جن کی محبت ہم پر واجب ہے۔
فرمایا! علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے۔"

اسی طرح ایک ضعیف طریق سے یہ روایت بھی آئی ہے لیکن اس کا شاہد مختصر صحیح بھی موجود ہے۔ کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ انصار نے اسلام میں اپنے شاندار کاموں کی وجہ سے قریش پر اظہار فخر کیا تو حضور علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم ذلیل نہ تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے طفیل تمہیں معزز بنایا۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں یا رسول اللہ فرمایا! کیا تم نہیں کہتے کہ کیا آپ کو آپ کی قوم نے گھر سے نہیں نکالا اور ہم نے آپ کو پناہ دی۔ کیا انہوں نے آپ کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑا۔ اور ہم نے آپ کی مدد کی۔ آپ مسلسل یہ باتیں ان سے کہتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے اموال اور جو کچھ ہمارے پاس ہیں۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہی ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اسی طرح ایک اور ضعیف روایت میں ہے کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ مصائب کا شکار اور خالی ہاتھ تھے۔ تو انصار نے آپ کے لیے مال جمع کیا اور کہا یا رسول اللہ آپ ہمارے بھانجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے ذریعہ ہدایت دی ہے۔ اور آپ مصائب سے دوچار ہیں۔ اور آپ کو مالی وسعت بھی حاصل نہیں اس لیے ہم نے آپ کے لے اموال جمع کر دیے ہیں۔ جن سے آپ مصائب کے مقابل مدد حاصل کر سکتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔

صحیح روایت میں آپ کے بھانجے ہونے کا ذکر آیا ہے کیوں کہ عبدالمطلب کی والدہ بنو نجار میں سے تھیں اور ایک حدیث حسن میں ہے کہ ہر نبی کا ترکہ اور جاگیر ہوتی ہے۔ اور میرا ترکہ اور جاگیر انصار ہیں پس ان کے بارے میں میرا لحاظ رکھنا اور ابن جبیر کی بیان کردہ وہ تفسیر کہ یہ آیت آل کے متعلق نازل ہوئی ہے کی تائید حضرت علی کی روایت سے ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے رشتہ کے متعلق آیت نازل ہوئی ہے۔ کہ ہر مومن ہماری مودت کا لحاظ رکھتا ہے۔ پھر آپ نے اس آیت کو پڑھا۔ حضرت زین العابدین سے بھی ایک ایسی ہی روایت بیان ہوئی ہے کہ جب آپ کے والد حضرت حسین شہید ہو گئے۔ اور آپ کو قیدی بنا کر لایا گیا اور دمشق میں ٹھہرائے گئے تو ایک شامی نے آپ سے کہا خدا کا شکر ہے۔ جس نے تمہیں مارا اور تمہاری جڑ نکال دی اور فتنہ کے سینگ کو کاٹ کر رکھ دیا تو آپ نے فرمایا! کیا تم نے قرآن پڑھا ہے۔ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے اسے وضاحت سے بتایا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں ہے۔ اور ہم ہی قرابت دار ہیں۔ اس نے کہا آپ وہ قرابت دار ہیں آپ

نے جواب دیا ہاں! اسے طبرانی نے بیان کیا ہے۔

دولابی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ میں ان اہل بیت میں سے ہوں۔ جن سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ میں تم سے سوائے قرابتداروں کی محبت کے اور کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا اور جو نیکی کرے گا۔ ہم اس کے لیے نیکی کو مزید خوبصورت بنادیں گے۔ نیکی کرنے سے مراد ہم اہل بیت سے محبت کرنا ہے۔

محب طبری ایک روایت لائے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر جو میرا اجر مقرر کیا ہے۔ وہ میرے اہل بیت سے محبت کرنا ہے۔ اور میں کل تم سے ان کے بارے میں دریافت کروں گا۔ اور متعدد احادیث میں اہل بیت کے متعلق صریح وصیت آئی ہے ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے کہ میں تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان سے تمسک کرو گے۔ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ان دونوں میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ کتاب اللہ خدا کی وہ رسی ہے جو آسمان سے زمین تک لمبی ہے۔ اور میرے اہل بیت اور یہ دونوں حوض کوثر تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ دیکھنا میرے بعد ان کے متعلق تم کس طرح میری نیابت کرتے ہو۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے دوسرے لوگوں نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔ لیکن ابن جوزی کا اسے العلل المتناہیہ میں بیان کرنا درست نہیں اور یہ درست ہو بھی کیسے سکتا ہے اور صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ آپ نے ایک ماہ وفات سے پہلے حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت رابغ کے قریب اپنے خطبہ میں فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں ایک کتاب اللہ ہے جس میں نور وہدایت ہے پھر فرمایا دوسرے میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں۔ یہ بات آپ نے تین بار فرمائی۔ اس حدیث کے راوی زید بن ارقم سے پوچھا گیا۔ آپ کے اہل بیت کون ہیں۔ کیا آپ کی بیویاں اہل بیت میں سے نہیں۔ انہوں نے کہا آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ دریافت کیا گیا وہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا! وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔ دریافت کیا گیا ان سب پر صدقہ حرام ہے فرمایا! ہاں۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ گویا مجھے بلایا گیا اور میں نے جواب دیا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ کتاب اللہ اور میرا خاندان دیکھنا ان کے بارے میں تم میری کیسی نیابت کرتے ہو۔ وہ حوض کوثر تک کبھی آپس میں جدا نہ ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ دونوں حوض کوثر پر وارد ہونے تک کبھی جدا نہ ہوں گے۔ میں نے اپنے رب سے ان دونوں کے بارے میں یہ دعا کی ہے۔ پس ان دونوں سے پیش قدمی نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ کوتاہی کرو ورنہ ہلاک ہو گے اور انہیں سکھانے کی کوشش نہ کرو۔

وہ تم لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔ یہ حدیث متعدد طرق سے بیس سے زیادہ صحابہ سے مروی ہے۔ ہم نے اس کو تفصیل کے ساتھ ضرورت کے مطابق بیان کیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت کے بارے میں میری نیابت کرنا۔ اور پھر دونوں چیزوں کا نام ثقلین رکھا ہے۔ یہ ان کی عظمت شان کو بڑھانے کے لیے فرمایا ہے کیوں کہ ہر شرف اور شان والی چیز کو ثقل کہا جاتا ہے یا اس لیے انہیں ثقل کہا ہے۔ کہ اللہ نے ان کے حقوق کی ادائیگی کو بہت عظمت کا کام قرار دیا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے کہ انا سنلقی علیك قولاً ثقیلاً یعنی یہ قول بڑی شان اور اہمیت کا حامل ہے۔ کیوں کہ اس کی ادائیگی بڑی دقت اور مشکل سے ہوتی ہے۔ پھر جن وانس کو بھی ثقلین کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ انہیں زمین کے دوحصے اور دیگر حیوانات پر ممتاز ہونے کا اختصاص حاصل ہے۔

ان احادیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بالخصوص یہ فرمان کہ تم ان کے بارے میں میری نیابت کیسے کرتے ہو۔ اور یہ کہ میں تمہیں اپنے خاندان کے متعلق اچھائی کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں۔ ان کی مودت ان سے حسن سلوک، ان کے اکرام واحترام اور ان کے واجب اور مندوب حقوق کی ادائیگی پر زبردست ترغیب دلاتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ روئے زمین پر فخر، حسب اور نسب کے لحاظ سے سب سے معزز گھرانہ ہے۔ اور خصوصاً اس صورت میں جب وہ سنت نبویہ کے پیروکار ہوں۔ جیسے کہ ان کے اسلاف حضرت ابن عباس، حضرت علی، حضرت عقیل، حضرت جعفر اور ان سب کی اولاد تھی۔ اور حضور علیہ السلام کا یہ فرمان کہ ان سے پیش قدمی نہ کرو اور نہ ہی ان کے حقوق میں کوتاہی کرو اور نہ انہیں کچھ سکھانے کی کوشش کرو۔ کیوں کہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔ اس بات کی دلیل ہے کہ ان میں جو شخص مراتب عالیہ اور دینی کاموں کے اہل ہو اس پر کسی دوسرے کو مقدم نہ کرو۔ اور یہ تصریح تمام قریش کے متعلق ہے۔ جیسا کہ ان احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ جو قریش کے بارے میں آئی ہیں۔ اور جب یہ بات تمام قریش کے لیے ثابت ہے تو اہل بیت نبوی اپنے فضل وامتیاز کے لحاظ سے سب سے زیادہ اس بات کے حقدار ہیں۔ اور زید بن ارقم کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ آپ کی بیویاں بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن ان کے قول سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ وہ اخص معنوں کو چھوڑ کر اعم معنوں میں اہل بیت ہیں۔ اور اخص مفہوم میں۔ وہ لوگ ہیں۔ جن پر صدقہ حرام ہے۔ اس کی تائید مسلم کی ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ کہ حضور علیہ السلام ایک صبح کو دھاری دار چادر جو سیاہ بالوں سے بنی ہوئی تھی لے کر نکلے۔ حضرت حسن آئے تو آپ نے انہیں چادر کے اندر داخل کر لیا پھر حضرت حسین کو، پھر حضرت فاطمہ اور حضرت علی کو۔ پھر فرمایا! انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ ان کے ساتھ داخل ہونا چاہا تو آپ نے انہیں منع کرنے کے بعد فرمایا! تو تو بھلائی پر ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اُم سلمہ نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا یا یارسول اللہ میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں تو آپ نے فرمایا تُو تو عام اہل بیت میں سے ہے۔ اس کی دلیل دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا یارسول اللہ میری کیا حیثیت ہے فرمایا! تو میرے اہل بیت میں سے ہے یہی بات حضور علیہ السلام نے حضرت واثلہ سے اس وقت فرمائی۔ جب انہوں نے اپنے بارے میں استفسار کیا۔ روایت ہے کہ آپ نے حضرت علی سے فرمایا کہ سلمان ہم اہل بیت میں سے ہے۔ اور یہ صحیح بات ہے پس آپ انہیں اپنے لیے اختیار کریں اور انہیں صدق صحبت، قرب عظیم اور دوسری کی وجہ سے اہل بیت میں شمار کریں۔ اور سند میں ہے کہ یہ سب مسلم کی روایت کے علاوہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اسامہ، ظہر البطن ہم اہل بیت میں سے ہے۔ احمد نے ابوسعید خدری نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت نبی کریم ﷺ، حضرت علی، حضرت فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے چادر میں اپنے چچا عباس اور ان کے بیٹوں کو بھی شامل کیا اور عرض کیا اے اللہ یہ میرے چچا اور میرے باپ کے مماثل ہیں اور یہ میرے اہل بیت ہیں۔ انہیں اسی طرح آگ سے بچائیو، جس طرح میں نے انہیں اپنی چادر میں چھپالیا ہے۔ اور مسلم کی حدیث اس سے زیادہ صحیح ہے۔ اور اس میں حضرت عباس اور آپ کے بیٹوں والی مذکورہ حدیث کے برخلاف دوسرے لوگوں کو بھی اہل بیت قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس کے دو اطلاق ہیں۔ ایک عام معنوں میں جو کبھی تمام آل اور زوجات اور محبت و دوستی میں صادق آدمیوں کو بھی شامل ہوتا ہے۔ دوسرا خاص معنوں میں اور یہ اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے۔ جن کا ذکر مسلم کی حدیث میں آیا ہے۔ اور اس کی صراحت حضرت حسن نے فرمائی ہے کہ جب آپ خلیفہ بنے تو بنی اسد کے ایک آدمی نے چھلانگ لگا کر سجدہ کی حالت میں آپ کو خنجر مارا۔ جو آپ کو اچھی طرح نہ لگا۔ آپ اس کے بعد دس سال تک زندہ رہے۔ آپ نے فرمایا! عراقیو ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرو ہم تمہارے امیر اور مہمان ہیں اور ہم وہ اہل بیت ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا** انہوں نے کہا آپ وہ لوگ ہیں۔ فرمایا! ہاں۔

زید بن ارقم کا قول ہے کہ آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ اور صدقہ سے مراد زکوۃ ہے۔ شافعی وغیرہ نے ان کی تفسیر بنی ہاشم اور بنو مطلب سے کی ہے۔ اور انہیں زکوۃ کے عوض فئی اور غنیمت سے خمس دیا گیا ہے۔ جس کا ذکر سورہ انفال اور سورہ حشر میں آیا ہے۔ اور ان میں ذوی القربی سے یہی لوگ مراد ہیں۔ بیہقی

کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ذوی القربیٰ کا حصہ دے کر ان کی تخصیص کر دی ہے۔ اور بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ایک چیز قرار دے کر ان کو ایک اور فضیلت دے دی ہے۔ اور وہ یہ کہ ان پر صدقہ حرام کر کے اس کے عوض انہیں خمس دیا ہے اور فرمایا ہے کہ صدقہ، محمد اور آلِ محمد کے لیے حرام ہے۔ اور یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کی آل وہ لوگ ہیں جن پر ہمیں آپ کے ساتھ صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ، وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ اور انہیں خمس دیا گیا ہے پس بنو ہاشم اور بنو مطلب کے مسلمان ہماری اس صلوٰۃ وسلام میں شامل ہیں۔ جو ہم آلِ نبی پر فرائض ونوافل میں پڑھتے ہیں۔ اور جن سے محبت کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ امام مالک اور ابو حنیفہ نے زکوٰۃ کی حرمت کو بنی ہاشم تک محدود رکھا ہے۔ ابو حنیفہ کے نزدیک مطلق طور پر ان کے لیے اس کا جواز ہے۔

طحاوی کہتے ہیں خواہ وہ ذوی القربیٰ کے حصے سے محروم ہیں اور ابو یوسف بعض کے لیے جائز قرار دیتے ہیں۔ اکثر حنفیہ شوافع اور احمد کا مذہب یہ ہے کہ وہ خیرات لے سکتے ہیں۔ اور مالک کی ایک روایت میں ہے کہ وہ خیرات کے علاوہ فرض زکوٰۃ کو بھی لینا جائز سمجھتے ہیں۔ اس لیے کہ اس بارے میں بہت زور دیا گیا ہے۔ اور محب طبری نے حدیث، میرے اہل بیت کے متعلق حسن سلوک کی وصیت کرو۔ کیوں کہ میں ان کے بارے میں کل تم سے جھگڑا کروں گا اور میں جس کا مدِ مقابل ہوں گا۔ اسے میں جھگڑے میں زیر کرلوں گا۔ اور جسے میں زیر کرلوں گا وہ آگ میں داخل ہوگا۔ حافظ سخاوی کہتے ہیں میں اس کی کسی قابل اعتماد اصل پر مطلع نہیں ہوا اور حضرت ابو بکر سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اہل بیت کے بارے میں حضرت نبی کریم ﷺ کے عہد ومحبت کا لحاظ رکھو۔

☆......☆......☆

باب

اہل بیت سے محبت کے متعلق ترغیب اور اُن کے حقوق کی ادائیگی کی نگرانی

ابن جوزی کے وہم کے خلاف صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو نعمتیں اللہ تعالیٰ تم کو دے رہا ہے۔ ان کے باعث اس سے محبت رکھو اور مجھ سے خدا تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔

بیہقی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک میں اُسے اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ اور میری اولاد اُسے اپنی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور میری ذات اُسے اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔

صحیح روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے کہا یا رسول اللہ قریش جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو خندہ روئی سے ملتے ہیں۔ اور جب ہم سے ملتے ہیں تو ایسے چہروں سے ملتے ہیں جن کو ہم پہچانتے ہی نہیں۔ رسول کریم ﷺ اس بات کو سُن کو بہت برافروختہ ہوئے اور فرمایا مجھے اس خدا کی قسم ہے، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ تم سے اور اس کے رسول سے للہ محبت نہ کرے۔

ابن ماجہ نے حضرت عباس سے بیان کیا ہے کہ ہم قریش سے ملتے اور وہ آپس میں باتیں کر رہے ہوتے تو ہمیں دیکھ کر باتیں بند کر دیتے ہم نے اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا! ان لوگوں کو کیا حال ہوگا کہ جو آپس میں باتیں کر رہے ہوتے ہیں اور جب میرے اہل بیت کے لوگوں کو دیکھتے ہیں تو اپنی گفتگو ختم کر دیتے ہیں۔ خدا کی قسم اس شخص کے دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہوگا جب تک وہ ان سے اللہ اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ کرے گا۔

احمد وغیرہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ جب تک وہ ان سے اللہ اور میری قرابت کی خاطر محبت نہ کرے گا اور طبرانی کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر کہا کہ جب سے آپ نے قریش اور عربوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کی وجہ سے ہمارے متعلق ان کے دلوں میں کینہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک خیر یا ایمان کو حاصل نہیں کر سکتا۔

جب تک وہ تم سے اللہ اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ رکھے کیا سہلب (ایک قبیلہ) میری شفاعت کی امید رکھتا ہے۔اور بنو عبدالمطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔

طبرانی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اے بنو ہاشم میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور تمہارے لیے دعا کی ہے کہ وہ تم کو نجیب اور رحمدل بنادے اور یہ دعا بھی کی ہے کہ وہ تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور تمہارے خائف کو امن دے اور تمہارے بھوکے کو سیر کرے اور حضرت عباس نے رسول کریم ﷺ کے پاس آ کر کہا یا رسول اللہ کہ میں کچھ لوگوں کے پاس گیا جو باتیں کر رہے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو خاموش ہو گئے اور یہ حرکت انہوں نے ہمارے بغض کی وجہ سے کی تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا! کیا انہوں نے ایسا کیا ہے۔اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ تم سے میری محبت کی وجہ سے محبت نہ کرے کیا وہ امید رکھتے ہیں کہ وہ میری شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔اور بنو عبدالمطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔

ایک حدیث میں ضعیف سند کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ رسول کریم ﷺ نہایت غصہ کے ساتھ باہر نکلے اور منبر پر چڑھ کر حمد وثنا کے بعد فرمایا! ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو مجھے میرے اہل بیت کے متعلق تکلیف دیتے ہیں۔اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ مجھ سے محبت نہ کرے اور وہ اس وقت تک مجھ سے محبت نہیں کر سکتا جب تک وہ میرے قرابت داروں سے محبت نہ کرے۔

بیہقی وغیرہ کی ایک روایت میں ہے جس کی ایک سند ضعیف اور دوسری واہیات ہے۔ کہ عورتوں نے ابولہب کی بیٹی کو اس کے باپ کے متعلق عیب لگایا تو حضور علیہ السلام نے نہایت برفروختگی کے عالم میں منبر پر چڑھ کر فرمایا! لوگو کیا وجہ ہے کہ مجھے میرے اہل کے بارے میں ایذا دی جاتی ہے۔ خدا کی قسم میری شفاعت ضرور میرے قرابت داروں کو پہنچے گی۔

ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو مجھے میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کے بارے میں ایذا دیتے ہیں۔ سنو جس نے میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کو ایذا دی۔ اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

دوسری روایت میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو مجھے میرے قرابت داروں کے متعلق تکلیف دیتے ہیں۔ سنو جس نے میرے قرابت داروں کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔ اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو تکلیف دی۔

طبرانی نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کی ہمشیرہ اُمّ ہانی نے اپنی بالیوں کو نمایاں کیا تو حضرت عمر نے انہیں کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے ہاں آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے۔ اُمّ ہانی نے آکر اس بات کی اطلاع حضور علیہ السلام کو دی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا! کیا تم لوگ خیال کرتے ہو کہ میرے شفاعت میرے اہل بیت کو حاصل نہ ہوگی۔ میری شفاعت تو یمن کے صداء اور حکم قبیلے کو بھی حاصل ہوگی۔

بزار نے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ بن عبدالمطلب کا بیٹا فوت ہوگیا تو انہوں نے واویلا کیا تو حضور علیہ السلام نے انہیں صبر کی تلقین کی تو وہ خاموش ہوکر باہر نکل گئیں۔ حضرت عمر نے انہیں کہا تو اس لیے چلاتی ہے کہ تمہاری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری ہے وہ تو اللہ کے ہاں کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ وہ یہ بات سن کر رو پڑیں۔ اور اس رونے کو حضور علیہ السلام نے بھی سُن لیا۔ اور آپ ان کی عزت کرتے اور ان سے محبت رکھتے تھے آپ نے صفیہ سے دریافت کیا اور انہوں نے حضرت عمر کی بات آپ کو بتادی۔ آپ نے بلال کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز کے لیے بلائیں۔ پھر منبر پر چڑھ کر آپ نے فرمایا! ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا خیال یہ ہے کہ میری قرابت کوئی فائدہ نہ دے گی۔ قیامت کے دن میرے سبب اور نسب کے سوا سب سبب اور نسب قطع کر دیے جائیں گے۔ کیوں کہ وہ دنیا اور آخرت میں موصول ہے۔ یہ ایک لمبی حدیث ہے۔ جس میں ضعیف راوی بھی ہیں۔

صحیح روایت یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو کہتے ہیں کہ میری رشتہ داری میری قوم کو قیامت کے روز کوئی فائدہ نہ دے گی۔ خدا کی قسم میری رشتہ داری دنیا اور آخرت میں ملی رہے گی۔ اور اے لوگو! میں حوض کوثر پر تمہارا فرط ہوں گا۔

یہ احادیث ان احادیث کے منافی نہیں جو صحیحین وغیرھما میں آئی ہیں کہ جب آیت وانذر عشیر تک الاقربین نازل ہوئی تو آپ نے اپنی قوم کو اکٹھا کیا اور پھر ہر خاص وعام کو فرمایا۔ میں اللہ کے حضور آپ کے کسی کام نہیں آسکتا۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہ سے بھی آپ نے یہی بات کہی۔ منافی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یا تو اس روایت کو اس شخص پر محمول کیا جائے گا۔ جو کافر ہونے کی حالت میں مرے گا۔ یا وہ تغلیظ وتنفیر کے مقام سے نکل چکا ہوگا۔ یا یہ روایت اس وقت کی ہے کہ جب آپ کو اس بات کا علم نہیں دیا گیا تھا کہ آپ خاص وعام کی شفاعت کریں گے۔

حضرت حسن سے ایک روایت آئی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو جو اہل بیت کے بارے میں غلو سے کام لیتا تھا فرمایا! تمہارا بُرا ہو ہم سے للّٰہ محبت رکھو اگر ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں تو ہم سے محبت رکھو اور اگر ہم اس کی نافرمانی کریں تو ہم سے بُغض رکھو۔ اس آدمی نے آپ سے کہا آپ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت

سے قرابت رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا! تمہارا بُرا ہو۔ اگر ہمیں بغیر آپ کی عملی اطاعت کے آپ کی قرابت داری فائدہ بخش ہوتی۔ تو وہ شخص اس سے فائدہ اٹھاتا جو ہم سے بھی آپ کے زیادہ قریب ہے۔ مجھے تو اس بات کا خوف ہے کہ ہم میں سے نافرمان کو دوگنا عذاب دیا جائے گا۔ اور یہ بھی وارد ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس لیے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے آگ سے چھڑا دیا ہے۔

ابوالفرج اصبہانی نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن حسن بن علی ایک روز حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے۔ اور اس وقت آپ نوعمر ہی تھے اور آپ نے زلفیں رکھی ہوئی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آپ کو بلند مقام پر جگہ دی اور توجہ سے آپ کی باتیں سن کر آپ کی ضروریات کو پورا کر دیا۔ پھر آپ نے اُن کے پیٹ کی ایک سلوٹ کو پکڑ کر اس سے چٹکی لی۔ جس سے انہیں تکلیف ہوئی۔ پھر کہا! آپ شفاعت کے متعلق کچھ بتائیں۔ جب وہ چلے گئے تو آپ کو اس فعل پر جو آپ نے ان کے ساتھ کیا ملامت کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا مجھے ثقہ لوگوں نے بتایا ہے گویا میں اسے رسول کریم ﷺ سے سن رہا ہوں۔ کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ جو بات اُسے خوش کرتی ہے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمہ زندہ ہوتیں تو جو کچھ میں نے ان کے بیٹے کے ساتھ سلوک کیا ہے اس سے خوش ہوتیں۔ لوگوں نے کہا آپ نے ان کے پیٹ سے کیوں چٹکی لی۔ حالانکہ آپ جو بات کہہ رہے ہیں وہ اور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بنی ہاشم کے سب لوگ شفاعت کریں گے اور میں اس شخص کی شفاعت کا آرزومند ہوں۔

طبرانی نے بسند ضعیف روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اہل بیت کے بارے میں ہماری محبت کا خیال رکھو اور جو شخص ہم سے محبت رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملے گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کسی شخص کو اس کا عمل ہمارے حق کی معرفت کے بغیر فائدہ نہ دے گا۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا تو اور تیرے اہل بیت اور تمہارے وہ محب جنہوں نے میرے صحابہ کو گالی دینے وغیرہ کی بدعت اختیار نہیں کی حوض کوثر پر سیراب اور سفید رُو حاضر ہوں گے۔ اور تمہارے دشمن پیاسے اور سر اُٹھائے ہوئے آئیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے پیروکاروں اور تیرے پیروکاروں سے محبت رکھنے والوں کو بخش دیا ہے۔

ترمذی نے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے اللہ عباس کو بخش دے اور ان کی اولاد کی ظاہری اور باطنی رنگ میں ایسی بخشش فرما جو کسی گناہ کو باقی نہ رہنے دے اے اللہ ان کی اولاد کا خلف ہو۔ اسی

طرح رسول کریم ﷺ نے انصار، ان کی اولاد اور اولاد اور ان کے محبوں کے لیے بھی مغفرت کی دعا فرمائی ہے۔

محب طبری نے روایت کی ہے کہ مومن اور متقی اہل بیت سے محبت رکھتا ہے۔ اور منافق اور شقی ہم سے بغض رکھتا ہے اور دیلمی نے بیان کیا ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے وہ قرآن سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو قرآن سے محبت رکھتا ہے، وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے، وہ میرے اصحاب اور میرے قرابت داروں سے محبت رکھتا ہے۔

اور حدیث کہ میرے اہل سے محبت رکھو اور علی سے محبت رکھو اور جو میرے اہل کے کسی فرد سے بغض رکھے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ ابن عدی اور ابن جوزی کے نزدیک موضوع ہے۔

اور یہ حدیث کہ آل محمد سے ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے اور حدیث مجھ سے اور میرے اہل بیت سے محبت رکھنا سات پُر ہول مقامات پر فائدہ بخش ہے۔ اور حدیث آل محمد کی معرفت آگ سے نجات ہے اور حب آل محمد پل صراط کا سے گزرنے کا وسیلہ ہے اور آل محمد کی ولایت عذاب سے امان ہے۔ حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ تینوں احادیث غیر صحیح الاسناد ہیں اور حدیث کہ میں ایک درخت ہوں اور فاطمہ اس کا بور ہے اور علی اس کا دودھ ہے اور حضرت حسن اور حسینؑ اس کا پھل ہیں۔ اور میرے اہل بیت سے محبت رکھنے والے پتے ہیں، حق ہے۔

یہ حدیث کہ ہمارے اہل شیعہ قیامت کے روز اپنی قبروں سے عیوب و ذنوب کے باوجود، چودھویں رات کے چاند کی طرح نکلیں گے۔ موضوعات میں سے ہے۔

یہ حدیث کہ جو شخص آل محمد کی محبت میں مرے گا وہ شہید مغفور، تائب، مومن اور مستکمل الایمان مرے گا۔ اسے ملک الموت جنت کی خوشخبری دے گا اور منکر و نکیر اسے جنت میں یوں لے جائیں گے جیسے دلہن کو اس کے خاوند کے گھر لے جایا جاتا ہے۔ اور اس کے لیے جنت میں دو دروازے کھولے جائیں گے۔ اور وہ اہل سنت والجماعت کے طریق پر مرے گا۔ اور جو شخص آل محمد کے بغض میں مَرے گا وہ قیامت کے روز اس حالت میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان "رحمت الٰہی سے ناامید" لکھا ہوگا۔ ثعلبی نے اسے مبسوط طور پر اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ شیخ ابن حجر کے قول کے مطابق اس میں وضع کے آثار نمایاں ہیں۔ اور حدیث کہ جو دل سے ہم سے محبت رکھے گا اور اپنی زبان اور ہاتھ سے ہماری مدد کرے گا۔ میں اور وہ دونوں علیین میں اکٹھے ہوں گے۔ اور جو دل سے ہم سے محبت رکھے گا اور اپنی زبان سے مدد کرے اور اپنے ہاتھ کو روکے گا۔ وہ اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا۔ اور جو دل سے ہم سے محبت رکھے گا۔ اور اپنی زبان اور ہاتھ کو ہم سے روکے گا۔ وہ

اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا۔ اس سند میں ایک غالی رافضی اور ہلاک ہونے والا کذاب ہے۔

طبرانی اور ابوالشیخ نے حدیث بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تین حرمتیں ہیں۔ جو ان کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین اور دنیا کی حفاظت کرے گا۔ اور جو ان کی حفاظت نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین اور دنیا کی حفاظت نہ کرے گا۔ میں نے پوچھا وہ حرمتیں کونسی ہیں۔ فرمایا حرمت اسلام، میری حرمت، اور میرے رشتہ کی حرمت۔

ابوالشیخ اور دیلمی نے بیان کیا ہے کہ جس نے میری اولاد، انصار، اور عربوں کا حق نہ پہچانا وہ یا تو منافق ہے یا زانیہ کا بیٹا ہے۔ یا اس کی ماں نے اسے بغیر طہر کے حمل میں لیا ہے۔

☆......☆......☆

باب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں اہل بیت پر درود پڑھنے کی مشروعیت:

صحیح روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ آپ پر اور اہل بیت پر کیسے درود بھیجا جائے۔ فرمایا کہو اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم (الحدیث) اور بقیہ روایات میں ہے کہ رسول اللہ ہم آپ پر کیسے درود پڑھا کریں۔ فرمایا کہو اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد (الحدیث)۔

پہلی روایت سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ اہل بیت بھی جملہ آل میں سے ہیں یا وہی آل ہیں۔ لیکن صحیح بات جو تصریح کرتی ہے یہ ہے کہ وہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں اور وہ اہل بیت سے اعم ہیں اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اہل بیت سے آل مراد لی جاتی ہے اور وہ ان سے اعم ہے۔

ابوداؤد کی حدیث بھی اسی قسم سے ہے۔ کہ جو شخص ہم اہل بیت پر درود پڑھ کر پورا ثواب لینا چاہتا ہے۔ وہ کہے کہ اللھم صل علی محمد النبی وازواجه امهات المومنین وذریته واهل بیته کما صلیت علی ابراهیم انك حمید مجید۔

واثلہ سے بسند ضعیف بیان ہوا ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ، حضرت علی اور حضرت حسن وحسین کو اپنے کپڑے کے نیچے اکٹھا کیا تو فرمایا اللھم قدجعلت صلاتك ومغفرتك ورحمتك ورضوانك علی ابراهیم وآل ابراهیم انهم منی وانا منهم فاجعل صلاتك ورحمتك ومغفرتك ورضوانك علی وعلیهم۔ واثلہ کہتے ہیں میں دروازے پر کھڑا تھا۔ میں نے کہا یا رسو اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھ پر بھی تو آپ نے فرمایا! اللھم و علی واثلة۔

دارقطنی اور بیہقی نے حدیث بیان کی ہے کہ جس شخص نے نماز پڑھی اور مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔

امام شافعی اس حدیث سے استناد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آل پر درود پڑھنا بھی آپ پر درود پڑھنے کی طرح واجب ہے۔ لیکن یہ ضعیف قول ہے۔ مستند امر یہ ہے کہ متفق علیہ حدیث میں درود پڑھنے کا حکم ہے کہ کہو اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد، اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ یہ بات حقیقۃً اصح ہے اور باقی ان احادیث کے تمات اور طرق ہیں۔ جنہیں میں نے اپنی کتاب "الدر المنضود" میں بیان کیا ہے۔

باب

قابل تکریم نسب کے متعلق آپ کی دعائے برکت:

نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں بیان کیا ہے کہ انصار کی ایک پارٹی نے حضرت علی سے کہا کاش آپ کے ہاں حضرت فاطمہ ہوتیں۔ یہ بات سن کر حضرت علی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حضرت فاطمہ کی منگنی کے متعلق پیغام دینے گئے۔ آپ نے پوچھا اے پسر ابو طالب تجھے کیا حاجت ہے۔ حضرت علی کہتے ہیں میں نے حضرت فاطمہ کے متعلق ذکر کیا۔ آپ نے مرحبا واھلاً کے سوا آپ کو اور کوئی بات نہ فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ انصار کی منتظر پارٹی کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا کیا ماجرا ہوا۔ آپ نے کہا مجھے انہوں نے مرحبا اور اھلا کے سوا کچھ نہیں کہا۔ انہوں نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کے لیے یہی کافی ہے ایک تو حضور نے آپ کو اہل عطا کیا اور دوسرے رحب اور شادی کے بعد آپ نے حضرت علی سے فرمایا! اے علی شادی کا ولیمہ بھی ضروری ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک مینڈھا تھا۔ انصار کے ایک گروہ نے آپ کے لیے مکئی کے کئی صاع جمع کر دیے۔

جب شب زفاف کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے ملے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔ آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا پھر اسے حضرت علی اور حضرت فاطمہ پر انڈیل دیا۔ اور فرمایا! اللھم بارك فیھما و بارك علیھما وبارك سھمافی نسلھما۔ دوسرے لوگوں نے بعض الفاظ کے حذف کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔

☆......☆......☆

باب

اس کی نسل کے لیے جنت کی بشارت:

دوسرے باب میں متعدد احادیث اس بارے میں بیان ہو چکی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کے لیے مخصوص شفاعت کریں گے۔ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ! ان فاطمة احصنت فرجها حرم الله ذريتها على النار۔ فاطمہ نے پاکدامنی اختیار کی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو آگ پر حرام قرار دے دیا ہے۔

اسے تمام نے اپنے فوائد میں بیان کیا ہے اور بزار اور طبرانی نے حرمها الله و ذريتها على النار یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کی ذریت کو آگ پر حرام قرار دیا ہے، کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

اور حضرت علی سے بسند ضعیف روایت بیان ہوئی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کے حسد کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو چار کا چوتھا شخص ہو۔ سب سے پہلے جنت میں میں، تُو، حسن اور حسین داخل ہوں گے۔ اور ہماری بیویاں ہمارے دائیں بائیں ہوں گی اور ہماری اولاد ہماری بیویوں کے پیچھے ہوگی۔

ایک روایت میں ہے کہ جس کی سند نہایت ضعیف ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ جنت میں پہلے چار داخل ہونے والے میں ہیں، تُو اور حسن و حسین ہیں اور ہماری اولاد ہماری پیچھے ہوگی اور ہماری بیویاں ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی۔ اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔

ابن السدی اور دیلمی نے اپنی مسند میں روایت کی ہے کہ ہم بنو عبدالمطلب یعنی میں، حمزہ، علی، جعفر، حسن و حسین اور مہدی سرداران بہشت ہیں۔

صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے میرے گھرانے کے بارہ میں مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جو ان میں سے توحید و رسالت کا اقرار کرے گا۔ اس تک یہ اطلاع پہنچا دو کہ میں اسے عذاب نہیں دوں گا۔ اور ایک سند کے ساتھ روایت آئی ہے۔ جس کے راوی ثقہ ہیں کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری اولاد کو عذاب نہیں دے گا۔"

ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عباس سے فرمایا! اے عباس اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری

اولاد میں سے کسی کو عذاب نہیں دے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اے چچا اللہ تعالیٰ نے تجھے اور تیری اولاد کو آگ سے پناہ دی ہے۔

محب طبری، دیلمی اور اس کے بیٹے نے بلا اسناد حدیث روایت کی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص آگ میں داخل نہ ہو تو اس نے میری یہ دعا قبول فرمالی ہے۔ محب نے علی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ اے اللہ یہ تیرے رسول کی اولاد ہیں ان کے خطا کار کو ان کے محسن کی وجہ سے بخش اور ان کو میری وجہ سے بخش تو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کر دیا۔ میں نے عرض کیا کیا کر دیا؟ آپ نے فرمایا تمہارے رب نے تمہاری وجہ سے ان کو بخش دیا اور جو تمہارے بعد ہوں گے ان کی وجہ سے بخشش کرے گا۔

حدیث میں ہے سخاوی کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں کہ اے علی اللہ تعالیٰ نے تجھے تیری اولاد تیرے بیٹوں اور تیرے شیعوں اور تیرے شیعہ کے محبوں کو بخش دیا ہے۔ خوشخبری ہو کیوں کہ تو حوض کوثر سے سیراب ہونے والا ہے۔

احمد نے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا! اے گروہ بنی ہاشم اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی مبعوث فرمایا ہے۔ اگر میں اس کی مخلوق میں سے جنتیوں کو چنوں تو تم سے آغاز کروں۔ اور ایک ضعیف السند حدیث میں ہے۔ سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے میرے اہل بیت اور میری امت میں سے مجھ سے محبت کرنے والے ہوں گے۔

صحیح روایت میں ہے کہ سب لوگوں سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے مہاجرین کے پراگندہ بال فقراء ہوں گے۔

طبرانی اور دار قطنی وغیرہما نے بیان کیا ہے کہ میں اپنی امت میں سب سے پہلے اپنے قرب اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر انصار کی پھر اپنے پر ایمان لانے والوں اور اتباع کرنے والوں کی پھر یمن والوں کی۔ پھر دوسرے عربوں کی پھر عجمیوں کی۔

بزار، طبرانی اور ابن شاہین وغیرہما کی روایت میں ہے کہ میں اپنی امت میں سب سے پہلے اہل مدینہ کی شفاعت کروں گا۔ پھر اہل مکہ کی اور پھر اہل طائف کی۔

☆......☆......☆

باب

امت کی امان:

ایک جماعت نے ضعیف سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے کہ ستارے آسمان والوں کے لیے امان ہیں۔ اور میرے اہل بیت میرے اُمت کے لیے امان ہیں۔

احمد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ ستارے آسمان والوں کے لیے امان ہیں جب ستارے ختم ہو جائیں گے۔ آسمان والے ہلاک ہو جائیں گے۔ اور میرے اہل بیت اہل زمین کے لیے امان ہیں جب میرے اہل بیت ختم ہو جائیں گے۔ اہل زمین بھی ہلاک ہو جائیں گے اور صحیح روایت یہ ہے کہ ستارے اہل زمین کے لیے غرق ہونے سے امان کو موجب ہیں۔ اور میرے اہل بیت میری امت کے اس اختلاف میں امان کا موجب ہیں۔ جو امت کے استیصال کا باعث ہوگا۔ جب کوئی عرب قبیلہ اس کی مخالفت کرتا ہے۔ تو وہ اختلاف کر کے ابلیس کا گروہ بن جاتے ہیں۔

اور بہت سے طرق سے جو ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔ یہ حدیث بیان ہوئی ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال۔

ایک روایت میں ہے کہ صرف میرے اہل بیت کی مثال اور دوسری روایت میں ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال اور ایک روایت میں ہے کہ تم لوگوں میں میرے اہل بیت کی مثال۔ ایسی ہے جیسے کشتی نوح کی اس کی قوم میں۔ جو اس پر سوار ہوگا نجات پائے گا اور جو اس سے پیچھے رہ جائے گا غرق ہو جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جو اس پر سوار ہوگا محفوظ ہو جائے گا اور جو اسے چھوڑ دے گا غرق ہو جائے گا۔

میرے اہل بیت کی مثال تم میں بنی اسرائیل کے باب حطہ کی سی ہے جو اس میں داخل ہو جائے گا بخشا جائے گا۔

حضرت حسین سے روایت ہے کہ جس نے میری اولاد کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ کی پیروی کی۔ اس کی اطاعت واجب ہے۔ اور آپ کے بیٹے زین العابدین سے روایت ہے کہ ہمارے شیعہ صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے اور ہماری طرح عمل کرتے ہیں۔

محب طبری نے شرف النبوۃ میں ابی سعید سے بلا اسناد حدیث بیان کی ہے کہ میں اور اہل بیت جنت کا درخت ہیں اور اس کی شاخیں دنیا میں ہیں جو ان سے تمسک کرے گا۔ وہ اپنے رب کی طرف راستہ پالے گا۔

ایسے ہی اس نے بلا اسناد حدیث بیان کی ہے کہ میری امت کے ہر خلف کے لیے میرے اہل بیت میں

سے عادل آدمی ہوں گے جو اس دین سے غالیوں کی تحریف اور باطل پرستوں کی منسوب شدہ باتوں اور جاہلوں کی تاویل کو دور کرتے رہیں گے۔

اس سے زیادہ مشہور یہ حدیث ہے کہ ہر خلف میں سے یہ علم اس کے عادل آدمی اٹھائیں گے۔ جو اس دین سے غلط باتوں کو دور کرتے رہیں گے اور ابن عبدالبر وغیرہ کا مستند یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو علم کا بار اٹھاتا ہے اور اس کی جرح میں کوئی بات نہیں کی گئی وہ عادل ہے۔

☆......☆......☆

باب

ان کی عظیم کرامات پر دلالت کرنے والی خصوصیات:

کئی طرق سے یہ روایت آئی ہے۔ جن میں سے بعض کے رجال موثق ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمام سبب اور نسب منقطع ہو جائیں گے اور ایک روایت میں ینقطع یوم القیامۃ الا کے الفاظ آئے ہیں۔ اور ایک روایت میں ماخلا سببی و نسبی یوم القیامۃ کے الفاظ آئے ہیں۔ اور ایک روایت میں و کل ولد آدم۔ اور ایک روایت میں و کل ولد اب کے الفاظ آئے ہیں۔ اس لیے کہ ان کا عصبہ ان کے باپ کی طرف سے ہے۔ سوائے اولاد فاطمہ کے، ان کا باپ اور عصبہ میں ہوں۔ اس حدیث کو حضرت عمر نے حضرت علی کے لیے روایت کیا ہے۔ جب آپ نے ان کی بیٹی حضرت ام کلثوم کی منگنی کا پیغام دیا اور حضرت علی نے ان کی صغر سنی کا عذر کیا تو آپ نے فرمایا میں نے شہوت کی غرض سے ایسا نہیں کیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے پھر آپ نے مذکورہ حدیث بیان کی اور فرمایا! میں چاہتا ہوں کہ میرا بھی رسول کریم ﷺ سے کوئی نسبی یا سببی تعلق ہو جب آپ نے شادی کر لی تو لوگوں سے فرمایا مجھے مبارکباد کیوں نہیں دیتے؟ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے پھر مذکورہ حدیث کا ذکر کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ہر سبب اور دامادی میرے سبب اور دامادی کے سوا منقطع ہو جائے گی۔ ایک روایت میں جس کی سند میں ضعف ہے۔ بیان ہوا ہے کہ تمام ماؤں کے بیٹوں کا عصبہ ہوتا ہے۔ جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں سوائے اولاد فاطمہ کے۔ پس میں ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ میں ہی ان کا باپ اور میں ہی ان کا عصبہ ہوں۔ اور ابن جوزی کے خیال کے خلاف کئی طرق سے یہ حدیث آئی ہے۔ جو ایک دوسرے کو قوت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت اس کی صلب میں رکھی ہے اور میری ذریت کو اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالب کی صلب میں رکھا ہے۔ اور ان احادیث میں یہ ظاہر دلیل پائی جاتی ہے جسے ہمارے محقق ائمہ نے بیان کیا ہے کہ یہ رسول کریم ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کی بیٹیوں کی اولاد کفأت وغیرہ میں آپ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ کسی شریف ہاشمی کی بیٹی، غیر شریف سے کفأت نہیں کرتی۔ اور اس کے غیر کی بیٹیوں کی اولاد صرف اپنے باپوں کی طرف منسوب ہوتی ہے نہ کہ ماؤں کے باپوں کی طرف۔

بخاری میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے منبر پر ایک دفعہ لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے اور ایک دفعہ

حضرت حسن کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا میرا یہ سردار بیٹا ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔

بیہقی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ان کی پیدائش کے وقت ان کو اپنا بیٹا فرمایا۔ اور اسی طرح ان کے بھائیوں کو بھی بیٹا کہا۔ حضرت حسن سے بسند حسن بیان ہوا ہے کہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا آپ صدقہ کی کھجوروں کے ایک ٹوکرے کے پاس سے گذرے تو میں نے اس سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی۔ آپ نے اسے میرے منہ سے نکال کر فرمایا! ہم آل محمد کے لیے صدقہ حلال نہیں۔

ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دوسروں نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ مہدی، میری اولاد یعنی فاطمہ کی اولاد سے ہوگا اور احمد وغیرہ کی دوسری روایت میں ہے کہ مہدی ہم اہل بیت میں سے ہوگا۔ اور ایک رات میں اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کر دے گا۔ اور طبرانی ایک دوسری روایت میں بیان کرتے ہیں کہ مہدی ہم میں سے ہوگا۔ جیسے دین کا آغاز ہم سے ہوا ہے۔ ایسے ہی ہم پر وہ اس کا خاتمہ کرے گا۔

ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت علی سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے حضرت حسن کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میرا سردار بیٹا ہے۔ جیسا کہ حضور نے اس کا نام رکھا ہے۔ عنقریب اس کی صلب سے ایک آدمی ظاہر ہوگا۔ جو تمہارے نبی کا ہم نام ہوگا وہ اخلاق میں آپ سے مشابہت رکھے گا۔ لیکن ظاہری بناوٹ میں آپ سے مشابہ نہیں ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

ابن عباس سے بروایت صحیح بیان ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم اہل بیت میں سے چار آدمی ہوں گے۔ ہم میں سفاح، منذر، منصور اور مہدی ہوں گے۔ پھر آپ نے پہلے تین کے بعض اوصاف بیان کیے پھر فرمایا مہدی زمین کو اس طرح عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھرپور ہے۔ چوپائے اور درندے مامون ہوں گے۔ اور زمین اپنے جگر گوشے سونے اور چاندی کے ستونوں کی طرح اگل دے گی۔ اور یہ اس حدیث کی طرح ہے کہ مہدی میرے چچا عباس کی اولاد سے ہوگا۔ یا اس حدیث کی طرح ہے کہ میرا چچا عباس، ابوالخلفا ہے اور اس کے بیٹوں میں سفاح، منصور اور مہدی ہوں گے۔ اے چچا اس امر کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے شروع کیا ہے۔ اور تیری اولاد میں سے ایک آدمی پر اسے ختم کردے گا۔ دونوں حدیثوں کی سند ضعیف ہے۔ اگر ان دونوں کو صحیح بھی فرض کرلیا جائے تو یہ مہدی کے اولاد فاطمہ میں سے ہونے کے منافی نہیں۔ جو صحیح اور اکثر احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ کیوں کہ اس میں بھی بنی عباس کا ایک حصہ ہے۔ جیسا کہ اس میں بنی الحسین کا حصہ ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مہدی اولاد حسن میں سے ہوگا۔ جیسا کہ حضرت علی سے بیان ہو چکا ہے۔ ابن المبارک نے ابن

عباس سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ مہدی کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا۔ جو متوسط قامت اور سرخ رنگ ہوگا۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس امت کی ہر مصیبت کو دور کردے گا۔ اور اس کے عدل سے ہر ظلم کو مٹادے گا پھر اس کے بعد بارہ آدمی ولی الامر بنیں گے۔ جن میں سے چھ اولاد حسن سے اور پانچ اولاد حسین سے ہوں اور آخری ان کے غیروں میں سے ہوگا۔ پھر وہ فوت ہو جائے گا۔ تو زمانہ خراب ہو جائے گا۔

اور حدیث لامھدی الا عیسیٰ معلول ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ علی الاطلاق کامل مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے آپ سے سب سے زیادہ مشابہ آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم تھے اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت فاطمہ، بات، گفتگو اور چال ڈھال میں آپ سے مشابہ تھیں۔ اور دوسری صحیح روایت میں ہے کہ حضرت حسن چہرے اور اوپر کے نصف دھڑ میں اور حضرت حسین باقی جسم میں آپ سے مشابہ تھے۔ مہدی کو بھی ان لوگوں میں شمار کیا گیا ہے۔ جنہیں حضور علیہ السلام سے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ بہت سے لوگ ہیں ان میں اہل بیت مطہر کی ایک قوی جماعت ہے۔ گذشتہ روایت میں کسی نے غلط کہا ہے کہ وہ خُلق میں مشابہت رکھے گا۔ خَلق میں مشابہ نہ ہوگا۔

طبرانی اور خطیب نے حدیث بیان کی ہے کہ سوائے بنی ہاشم کے ہر آدمی اپنی نشست سے اپنے بھائی کے اعزاز کے لیے کھڑا ہوتا ہے لیکن وہ کسی کے لیے کھڑا نہیں ہوتے اور حضرت ابن عباس سے بسند ضعیف بیان ہوا ہے کہ ہم اہل بیت شجرۃ النبوۃ ہیں۔ جن کے ہاں ملائکہ اور اہل بیت رسالت آتے جاتے ہیں۔ اہل بیت، رحمت اور کانِ علم ہیں۔

حضرت علی سے بسند ضعیف بیان ہوا ہے کہ ہم نجیب لوگ ہیں اور ہمارے فرط، انبیاء کے فرط ہیں۔ اور ہمارا گروہ حزب الٰہی ہے۔ اور باغی گروہ حزب الشیطان ہے۔ اور جو ہمیں اور ہمارے دشمن کو برابر قرار دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

☆......☆......☆

باب

صحابہ اوران کے بعد آنے والوں کا اہل بیت سے عزت سے پیش آنا:

حضرت ابوبکر سے بروایت صحیح بیان ہوا ہے۔ کہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ مجھے اپنی قرابت سے صلہ رحمی کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی قرابت زیادہ محبوب ہے۔ اور حضرت عمر نے حضرت عباس سے حلف اٹھا کر کہا کہ اگر میرا باپ اسلام لاتا پھر بھی مجھے آپ کا اسلام لانا اس کے اسلام قبول کرنے سے زیادہ محبوب ہوتا۔ کیوں کہ عباس کا اسلام قبول کرنا رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبوب ہے۔ حضرت زین العابدین حضرت ابن عباس کے پاس آئے تو آپ نے کہا موحبا بالحبیب ابن الحبیب۔ حضرت زید بن ثابت نے ایک جنازہ پڑھایا تو آپ کی سواری کے لیے ایک خچر آپ کے قریب لایا گیا تو حضرت ابن عباس نے اس کی رکاب پکڑ لی تو آپ نے کہا اے ابن عم رسول اسے چھوڑ دیجیے تو آپ نے جواب دیا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم علماء اور بڑے لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں تو آپ نے کہا ہمیں بھی اہل بیت کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنے کا حکم ہے۔ عبداللہ بن حسن بن حسین حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس کسی حاجت کے لیے آئے تو آپ نے انہیں کہا کہ آپ کو جب کوئی ضرورت ہو تو مجھے پیغام بھجوا دیا کریں یا لکھ کر بھجوا دیا کریں۔ کیوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرمندگی ہوتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر دیکھے۔ حضرت ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں اگر میرے پاس حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور علی کسی کام کے لیے آئیں تو میں رسول کریم ﷺ سے قرابت کی وجہ حضرت علی کا کام پہلے کروں۔ اور اگر میں آسمان سے زمین پر گر پڑوں تو بھی مجھے ان دونوں کا مقدم کرنا زیادہ محبوب ہے۔ اور حضرت ابن عباس کو جب کسی صحابہ کی طرف سے کوئی حدیث پہنچتی تو آپ اس صحابی کے پاس جاتے۔ جب آپ اسے قیلولہ کرتے دیکھتے تو اپنی چادر کی ٹیک لگا کر اس کے دروازے پر بیٹھ جاتے اور ہوا آپ کے چہرے پر دھول ڈالتی۔ یہاں تک کہ وہ نکل کر آپ سے کہتے آپ نے مجھے پیغام کیوں نہ بھیجا میں آپ کے پاس آجاتا تو حضرت ابن عباس انہیں کہتے مجھے آپ کے پاس آنے کا زیادہ حق ہے۔

حضرت فاطمہ بنت علی، حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئیں وہ اس وقت مدینہ کے امیر تھے۔ آپ نے ان کا بہت اعزاز و اکرام کیا اور کہا خدا کی قسم اے اہل بیت روئے زمین پر تم سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں۔ اور تم اپنے اہل سے بھی زیادہ محبوب ہو۔

احمد کو ایک شیعہ کی تقریب میں عتاب کا نشانہ بنایا گیا۔ اس نے کہا سبحان اللہ یہ ثقہ ہو کر اہل بیت سے

محبت کرتا ہے۔ آپ کے پاس جب کوئی شریف بلکہ قریشی آتا تو آپ اُسے مقدم کرتے۔ اور خود اُس کے پیچھے باہر آتے۔

جعفر بن سلیمان والی مدینہ نے امام مالک کو مارا۔ یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب وہ آیا تو آپ کو ہوش آ گیا۔ آپ نے فرمایا! میں تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے کو جائز کام کرنے والا سمجھا ہے۔ آپ سے بعد میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا! مجھے خوف ہوا کہ اگر میں مر گیا تو حضرت نبی کریم ﷺ مجھے ملے تو مجھے آپ سے شرمندگی ہوگی کہ ان کی آل کا ایک آدمی میری وجہ سے آگ میں داخل ہوا ہے۔

جب منصور مدینہ آیا تو اس نے حضرت امام مالک کو مارنے والے سے قصاص لینے کو کہا تو آپ نے فرمایا! میں اس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم جب بھی اس نے مجھے کوڑا مار کر اٹھایا ہے۔ میں نے اسے رسول کریم ﷺ کی قرابت داری کی وجہ سے جائز قرار دیا ہے۔

حضرت باقر سے صحن کعبہ میں ایک شخص نے کہا جہاں آپ عبادت کرتے ہیں وہاں آپ نے خدا کو دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا! میں تو ان دیکھی چیز کی عبادت نہیں کرتا۔ اس نے پوچھا آپ نے اسے کیسے دیکھا ہے۔ فرمایا! آنکھیں اسے ظاہرہ طور پر نہیں دیکھ سکتیں بلکہ دل اسے حقائق ایمان سے دیکھتا ہے۔ اس سے بڑھ کر سامعین کو حیران کرنے والی باتیں بھی آپ نے کہیں۔ اس آدمی نے کہا **اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ**۔ زہری نے ایک گناہ کا ارتکاب کیا۔ پھر بغیر کسی مقصد کے چلا گیا تو حضرت زین العابدین نے اسے فرمایا تیرا خدا تعالیٰ کی وسیع رحمت سے مایوس ہو جانا تیرے اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے۔ تو زہری نے کہا **اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ** پھر وہ اپنے اہل و عیال کی طرف واپس ہو گیا۔ ہشام بن اسماعیل امام زین العابدین اور اہل بیت کو دُکھ دیا کرتا تھا۔ اور حضرت علی سے تکلیف محسوس کرتا تھا۔ ولید نے اُسے معزول کر دیا اور اُسے لوگوں کے سامنے کھڑا کیا اور وہ اہل بیت کے متعلق اپنی ذمہ داری سے بہت خائف رہتا تھا۔ وہ ان کے پاس سے گذرا تو کوئی اس سے متعرض نہ ہوا۔ تو اس نے پکار کر کہا **اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ**۔

☆......☆......☆

باب

اہل بیت سے حسن سلوک کرنے والے کو رسول کریم ﷺ بدلہ دیں گے:

طبرانی نے حدیث بیان کی ہے کہ جس شخص نے عبدالمطلب کے کسی بیٹے سے احسان کیا اور اس نے اس دنیا میں اُس شخص کو احسان کو بدلہ نہ دیا تو کل جب وہ مجھے ملے گا۔ تو میں اس کو اس احسان کا بدلہ دینے کا ذمہ دار ہوں گا۔

ایک ضعیف سند کے ساتھ حدیث بیان ہوئی ہے کہ قیامت کے روز میں چار آدمیوں کی سفارش کروں گا۔ جو میری اولاد کی عزت کرنے والا ہو گا۔ اور ان کی ضروریات کو پورا کرے گا اور جب وہ مجبور ہو کر اس کے پاس آئیں تو وہ ان کے معاملات کو نپٹانے میں کوشش کرنے والا ہو گا۔ اور دل اور زبان سے ان سے محبت کرنے والا ہو گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جس کی سند میں ایک کذاب بھی ہے کہ جس شخص نے عبدالمطلب کے کسی بیٹے سے احسان کیا اور اس نے اسے اس کا بدلہ نہ دیا تو قیامت کے روز جب وہ مجھے ملے گا تو میں اسے اس احسان کا بدلہ دوں گا۔ اور جس نے میری اہل بیت یا میری اولاد پر ظلم کیا اس پر جنت حرام کر دی گئی ہے۔

☆......☆......☆

باب

حضور علیہ السلام کا اہل بیت کی تکالیف کے متعلق اشارہ:

حضور علیہ السلام نے فرمایا! میری امت کی طرف سے میرے اہل بیت کو قتل وجلاوطنی کی تکالیف پہنچیں گی اور ہماری قوم سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے بنوامیہ، بنومغیرہ اور بنومخزوم ہیں۔ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اور اس پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ اس روایت میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں۔ جنہیں جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بنی ہاشم کے کچھ نوجوانوں کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مقابلہ میں ہمارے لیے آخرت کو پسند فرمایا ہے اور میرے بعد میرے اہل بیت مصائب اور جلاوطنی کا نشانہ بنیں گے۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ لوگوں میں سب سے پہلے قریش ہلاک ہوں گے۔ اور آل قریش میں سے میرے اہل بیت ہلاک ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے بعد باقی رہنے والوں کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا جب گدھے کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے تو اس کی زندگی کیا ہوتی ہے۔

☆......☆......☆

باب

اہل بیت سے بغض رکھنے اور دشنام طرازی کرنے کے متعلق انتباہ:

اس سے قبل حدیث بیان ہو چکی ہے کہ جس نے میرے اہل بیت کے کسی آدمی سے بغض رکھا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ہم سے بد بخت منافق کے سوا اور کوئی شخص بغض نہیں رکھتا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جس کی موت آل محمد سے بغض رکھتے ہوئے واقع ہوئی۔ قیامت کے روز وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان "رحمتِ الٰہی سے نا اُمید" کے الفاظ لکھے ہوں گے۔ اور حضرت حسن فرماتے ہیں! جس نے ہم سے عداوت کی۔ اس نے رسول کریم ﷺ سے عداوت کی اور صحیح روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا! اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ ہم اہل بیت سے بُغض رکھنے والے انسان کو اللہ تعالیٰ آگ میں داخل کرے گا۔

احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اہل بیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بنی ہاشم سے بغض رکھنا منافقت ہے۔ اور حضرت حسن سے بسند ضعیف بیان ہوا ہے کہ ہمارے ساتھ بغض رکھنے سے بچو کیوں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہم سے حسد و بُغض رکھنے والے کو حوضِ کوثر سے آگ کے کوڑوں سے ہٹا دیا جائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم اہل بیت سے بغض رکھنے والے کا حشر یہودی کی صورت میں کرے گا۔ خواہ وہ کلمہ بھی پڑھتا ہے۔ لیکن اس روایت کی سند متروک ہے۔ اور ابن جوزی نے عقیلی کی طرح اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا! اے بنو عبد المطلب! میں نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کی ہیں، کہ وہ تمہارے کھڑے ہونے والے کو ثابت قدم رکھے اور گمراہ کو ہدایت دے اور جاہل کو علم دے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کی ہے کہ وہ تم کو کریم، نجیب اور رحیم بنا دے اور اگر کوئی آدمی رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر نمازیں پڑھے اور روزے رکھے پھر وہ آل محمد سے بغض رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملے تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے جس نے میرے اہل بیت کو برا بھلا کہا تو وہ اللہ تعالیٰ اور اسلام سے مرتد ہو جانے والا ہے۔ اور جس نے میری اولاد کے بارے میں مجھے ایذا دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی اور جس نے مجھے میری اولاد کے بارے میں ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے اہل بیت پر ظلم کرنے والے

ان سے جنگ کرنے والے اور انہیں گالی دینے والے پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔ اے لوگو! قریش اہل جنگ ہیں۔ جس نے انہیں مارنے کی ٹھانی۔ اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ نتھنوں کے بل گرائے گا۔ جو قریش کی ذلت کا خواہاں ہوگا اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرے گا۔ میں نے اور ہر مقبول نبی نے پانچ یا چھ بار کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والے تقدیر الٰہی کے منکر محارم اللہ کو حلال کرنے والے، میری اولاد کی بے حرمتی کرنے والے اور تارک سنت پر لعنت فرمائی ہے۔

☆......☆......☆

فہرست (حصہ اوّل)

☆......☆......☆

فتح المطالب

فی مناقب علی بن أبی طالب
کرم اللہ وجہہ

حصہ دوم

مرتب

خسرو قاسم

ناشر

گلستان زہرا پبلی کیشنز

26۔ ایبٹ روڈ، لاہور۔ 54000

كنز العمّال في سنن الاقوال والافعال

العلّامة علاء الدين المتّقى بن حسام الدّين الهندي

المتوفى سنة ٩٧٥هـ

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے فضائل کا بیان

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے محبت نہ رکھے گا کوئی سوا مومن کے اور تم سے بغض نہ رکھے گا سوا منافق کے۔ (ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اسے روایت کیا ہے۔)

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم مجھ سے ہو اور میں تم سے۔ (حاکم نے اسے روایت کیا ہے۔)

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ۔ (ترمذی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی مومنین کے سردار ہیں اور مال منافقوں کا سردار۔ (ابن عدی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کا میں مولی علی بھی اس کے مولی اے اللہ اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو اسے دشمن رکھے۔ (احمد، طبرانی، ابن منصور اور حاکم نے اسے روایت کیا ہے۔)

۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے بریدہ بیشک علی میرے بعد تمہارا ولی ہے مجھے علی سے محبت ہے کیوں کہ وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ (دیلمی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ (ابونعیم نے اسے روایت کیا ہے۔)

۸۔ حضرت علی سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب لوگوں میں اللہ کی سب سے زیادہ معرفت رکھنے والے اور لوگوں میں کلمہ گویوں میں سب سے زیادہ محبت اور تعظیم کرنے والے ہیں۔ (ابونعیم نے حلیہ میں اسے روایت کیا ہے۔)

۹۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا "مرحبا! اے سید المسلمین اور امام المتقین۔ (ابونعیم نے اسے حلیہ میں روایت کیا ہے۔)

۱۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا بھائی تم سے پہلے سیراب ہو چکا ہے

پہلے وہ پانی پیے پھر تم پانی پیو ان دونوں میں وہ مجھے زیادہ محبوب ہے اور وہ دونوں میرے نزدیک برابر ہیں اور وہ دونوں ایک جگہ ہوں گے اور یقیناً میں تم اور وہ دونوں اور یہ سونے والا سب قیامت کے روز ایک جگہ ملیں گے۔ (طبرانی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۱۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک امت میرے بعد تم کو دھوکہ دے گی اور تم میری ملت پر زندہ ہو گے اور میری سنت پر قتل کیے جاؤ گے جو تم سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرے گا اور جو تم سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھے گا اور یہ چیز اس چیز سے رنگین ہو گی یعنی آپ کی داڑھی آپ کے سر سے۔ (دار قطنی، حاکم اور خطیب نے اسے روایت کیا ہے۔)

۱۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو موت نہ آئے گی جب تک تمہارے اس حصہ پر ضرب نہ پڑے گی اور یہ حصہ رنگین ہو گا تم کو قتل کرے گا اس امت کا سب سے زیادہ شقی جس طرح اللہ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹیں فلاں شخص نے جو سب سے زیادہ شقی تھا۔ (دار قطنی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۱۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے مومن کے سوا اور کوئی محبت نہ رکھے گا اور منافق کے سوا کوئی تم سے بغض نہ رکھے گا۔ (مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔)

۱۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی تمہاری مثال عیسیٰ کی سی ہے ان سے بغض رکھا یہودیوں نے حتی کہ ان کی ماں پر تہمت لگائی اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی اور انہیں اس درجہ پر پہنچا دیا جو ان کے لائق نہ تھا۔ (ابن عدی، حاکم اور ابونعیم نے اسے روایت کیا ہے۔)

۱۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے اللہ تو نے مجھ سے بدر کے دن عبیدہ بن حارث کو لے لیا اور حمزہ بن عبد المطلب کو احد کے دن لے لیا اور علی ہے اے اللہ تو مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو وارثوں میں بہترین وارث ہے۔ (دیلمی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۱۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے لیے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اے اللہ اس کی زبان کو ثابت رکھ اور اس کے قلب کو ہادی بنا۔ (حاکم نے اسے روایت کیا ہے۔)

۱۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاؤ اور لوگوں کو پڑھ کر سنا دو بے شک اللہ تمہاری زبان کو ثبات بخشے گا اور تمہارے قلب کو ہدایت دے گا بے شک لوگ تمہارے پاس اپنے فیصلے لے کر آئیں گے تو جب دو دشمن تمہارے پاس آئیں تو ایک کے حق میں فیصلہ نہ کرنا جب تک کہ دوسرے کا بیان نہ سن لینا کیوں کہ یہ زیادہ مناسب ہے کہ تم جان لو کہ ان میں کون حق پر ہے۔ (بیہقی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۱۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود سے مروی ہے دونوں کا بیان ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے یہ نہ کہا کہ علی بہترین خلق ہیں وہ کافر ہے۔ (خطیب نے اسے روایت کیا ہے۔)

۱۹۔ حضرت علی سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اے علی میں نے اللہ سے تمہارے لیے پانچ چیزیں مانگیں اس نے ایک سے انکار کیا اور چار چیزیں، مجھے عطا ہوئیں۔ میں نے اللہ سے طلب کیا میری امت کا اجماع تم پر ہو جائے لیکن اس نے مجھ سے انکار کیا اور مجھے عطا کیا تیرے لیے یہ کہ پہلا شخص جس کے لیے قیامت کے دن زمین شق ہوگی وہ میں اور تم ہیں جو میرے ساتھ ہو گے تمہارے ساتھ حمد کا جھنڈا ہوگا اور تم اسے اٹھائے ہو گے میرے سامنے تم اگلے اور پچھلے سب لوگوں پر سبقت رکھو گے اور اس نے مجھے تمہارے حق میں یہ بات عطا کی کہ تم میرے بعد مومنین کے ولی ہو گے۔ (خطیب اور رافعی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۲۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اے علی کھڑے ہو یقیناً تم نجات یافتہ ہو میں نے اللہ سے جو بھی مانگا وہ اس نے مجھے عطا کیا اور میں نے اللہ سے کوئی چیز اپنے لیے ایسی نہ مانگی جس کے مثل تمہارے لیے نہ مانگی ہو۔ سوا اس کے کہ مجھ سے کہا گیا کہ تمہارے بعد نبوت نہیں ہے۔ (ابو نعیم نے اسے روایت کی ہے۔)

۲۱۔ ضروت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اے علی جنت میں تمہارے لیے ایک خزانہ ہے اور یقیناً تم اس لیے قریب ہو لہٰذا ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو کسی نامحرم پر۔ (ابن شیبہ، احمد، حاکم اور ابو نعیم نے اسے روایت کیا ہے۔)

۲۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اے علی میں تمہیں وصیت کرتا ہوں عرب سے بھلائی کرنے کی میں وصیت کرتا تم سے عرب کے ساتھ بھلائی کرنے کی۔ (طبرانی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۲۳۔ عبیدہ کہتے ہیں کہ معاویہ نے علی بن ابی طالب کو لکھا اے ابو الحسن میرے فضائل بہت ہیں میرے باپ زمانہ جاہلیت میں سردار قوم تھے اور میں اسلام کا بادشاہ بن گیا اور میں رسول اللہ ﷺ کا سسرالی رشتہ دار ہوں اور مومنین کا ماموں ہوں کاتب وحی ہوں حضرت علی نے فرمایا اے صاحب فضائل تو فخر کرتا ہے جگر خوارہ کے جگر گوشہ ہونے پر اس کے بعد فرمایا اے غلام! لکھ یہ اشعار: محمد ﷺ جو نبی ہیں وہ میرے بھائی اور سسر ہیں اور سید الشہداء حمزہ میرے چچا ہے اور وہ جعفر جو صبح و شام فرشتوں کے ہمراہ طیران کرتے رہتے ہیں وہ میری ماں کے جگر پارہ ہیں محمد ﷺ کی صاحبزادی میری اہل خانہ اور میری دلہن ہیں ان کو گوشت میرے خون اور گوشت سے ملا ہوا ہے اور احمد ﷺ کے دونوں نواسے میرے بچے ہیں اب بتاؤ تم میں سے

کون ہے۔ جس کا نصیب مجھ جیسا ہے میں اس وقت اسلام لایا جس وقت میں بالغ بھی نہ تھا۔ معاویہ بولے اس خط کو چھپالو اسے اہل شام نہ پڑھ لیں۔ ورنہ وہ ابن ابی طالب کی طرف راغب ہو جائیں گے۔ (ابن عساکر نے اسے روایت کیا ہے۔)

۲۴۔ زید بن علی بن حسین نے علی سے روایت کی ہے کہ وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے وہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ناکثین اور مارقین سے جنگ کرنے کا۔ (ابن عساکر نے اسے روایت کیا ہے۔)

۲۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک بار میں بیمار ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے اور میں لیٹا ہوا تھا آپ میرے پہلو میں بیٹھ گئے اور مجھے اپنے کپڑے سے ڈھانک لیا جب حضور نے مجھے کمزور پایا تو آپ کھڑے ہو کر مسجد گئے اور وہاں نماز پڑھی جب نماز ختم فرما چکے تو تشریف لائے اور میرے اوپر سے کپڑا اٹھایا اس کے بعد فرمایا اے علی اٹھ کھڑے ہو کیوں کہ اب تم شفایاب ہو گئے چنانچہ میں کھڑا ہو گیا کہ میں کبھی بیمار ہی نہ ہوا تھا تب آپ نے فرمایا کوئی چیز ایسی نہیں جو میں نے اللہ سے مانگی ہو اور وہ مجھے نہ عطا ہوئی ہو اور کوئی چیز میں نے اپنے لیے نہیں جو تمہارے لیے نہ مانگی ہو۔ (ابونعیم نے اسے روایت کیا ہے۔)

۲۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یمن سے کچھ لوگ حاضر ہوئے اور عرض کیا ہم میں کسی ایسے کو بھیج دیجیے جو ہمیں دین کا علم سکھائے سنت کی تعلیم دے اور کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی یمن والوں کی طرف جاؤ انہیں دین و سنت کا علم سکھاؤ اور کتاب اللہ کے مطابق ان میں فیصلے کرو۔ میں نے عرض کیا یمن والے جاہل ہیں مجھ سے ایسے ایسے سوال کریں گے جن کا جواب میرے پاس نہ ہوگا یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر اپنا ہاتھ مارا اس کے بعد فرمایا جاؤ اللہ تمہارے قلب کو ہدایت بخشے گا تمہاری زبان کو ثبات عطا فرمائے گا چنانچہ اس کے بعد اب تک مجھے فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری نہ آئی۔ (ابن جریر نے اسے روایت کیا ہے۔)

۲۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ کا پیغام دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سے انکار کیا حضرت عمر بولے اے علی! وہ تمہارے لیے ہیں حضرت علی نے فرمایا میرے پاس تو علاوہ میری زرہ میرے اونٹ اور میری تلوار کے اور کچھ بھی نہیں ایک روز حضرت علی نے اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا آپ نے فرمایا اے علی کیا تمہارے پاس کچھ ہے انہوں نے عرض کیا میرا اونٹ اور میری زرہ ہے جنہیں میں رہن کردوں گا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری شادی فاطمہ

سے کر دی جب یہ خبر فاطمہ کو پہنچی تو وہ رو پڑیں رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے فاطمہ تم کیوں روتی ہو؟ میں نے تو تمہارا نکاح لوگوں میں سب سے زیادہ عالم سب سے افضل حلیم و بردبار اور سب سے مقدم اسلام لانے والا اور ایک جگہ یہ ہے سب سے پہلے اسلام لانے والے کے ساتھ کیا ہے۔ (ابن جریر نے اسے روایت کیا ہے اس کی تصحیح کی ہے اور اورقی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۲۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اے بنی عبدالمطلب میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کی بھلائی لے کر آیا ہوں اور اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کی دعوت دوں بولو تم میں کون ہے جو اس کام میں میرا ہاتھ بٹاتا ہے وہ میرا بھائی میرا وزیر میرا وصی اور میرا خلیفہ بنے آپ فرماتے ہیں تمام قوم نے اپنی آنکھیں پھیر لیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی میں آپ کا وزیر بنوں گا حضور نے میری گردن پکڑ لی اور اس کے بعد فرمایا یہ میرا بھائی میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ ہے اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ (ابن جریر نے اسے روایت کیا ہے۔)

۲۹۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ہزار باب کی تعلیم عطا فرمائی ہر باب میں ہزار باب کا کشود کار ہے۔ (ابونعیم نے حلیہ میں اسے روایت کیا ہے۔)

۳۰۔ ربعی بن خراش کہتے ہیں میں نے حضرت علی کو فرماتے سنا اور آپ مدائن میں تشریف فرما تھے سہیل بن عمر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ کے پاس لوگ آئے ہیں جو کنگال ہیں ان میں دین کی سمجھ نہیں ہے۔ انہیں ہمیں لوٹا دیجیے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بولے یا رسول اللہ ﷺ اس نے سچ کہا۔ نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا اے گروہ قریش تم باز نہ آؤ گے جب تک اللہ تم تک ایک ایسے شخص کو نہ بھیجے جس کے قلب کو اللہ ایمان کے لیے پرکھ چکا ہے۔ وہ تمہاری گردنیں مارے گا اور تم اس کی گرد بھیڑ بکریوں کی طرح جمع ہو گے۔ حضرت ابوبکر نے کہا کیا وہ میں ہوں گا اے رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا نہیں۔ حضرت عمر نے کہا کیا وہ میں ہوں گا یا رسول اللہ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ جوتا سینے والا وہ کہتے ہیں اور اس وقت حضرت علی کے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ کی نعلین مبارک تھی جسے آپ سی رہے تھے۔ (خطیب نے اسے روایت کیا ہے۔)

۳۱۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سے نکاح کرنا چاہا تو میں نے عرض کیا میرے پاس کچھ بھی تو نہیں ہے اس کے بعد مجھے اس کا صلہ اور فوائد یاد آئے تو میں نے حضور اکرم ﷺ کو اپنے نکاح کا پیغام بھیجا آپ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا کچھ نہیں آپ نے فرمایا تمہاری حطمیہ زرہ کہاں ہے جو میں نے تمہیں فلاں روز عطا کی تھیں میں نے عرض کیا وہ تو میرے پاس ہے

آپ نے فرمایا بس یہ اس کو دے دو چنانچہ میں نے انہیں (حضرت فاطمہ کو) دے دیا اور حضور نے میری شادی فاطمہ سے کردی جب حضرت علی ان کے پاس گئے تو حضور نے فرمایا تم دونوں کوئی بات اس وقت تک نہیں کرنا جب تک میں نہ آجاؤں چنانچہ حضور ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمارے اوپر ایک سوتی یا مخملی چادر تھی جب ہم دونوں نے آپ کو دیکھا تو ہم نے ہٹ جانا چاہا آپ نے فرمایا تم اپنی جگہ پر رہو اور ہم سے ایک برتن میں پانی منگایا اور اس پر دعا پڑھی اس کے بعد ہم پر چھڑکا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو وہ زیادہ محبوب ہیں یا میں۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے اور تم مجھے اس سے زیادہ عزیز ہو۔ (حمیدی، احمد، عدنی، مسدد، ورقی اور بیہقی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۳۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن بھیجا جب ہم ایک قوم کے پاس پہنچے انہوں نے شیر پکڑنے کے لیے گڑھا کھودا تھا ایک آدمی گر پڑا اس نے دوسرے کو پکڑا اور اس نے ایک دوسرے کو پکڑا یہاں تک کہ اس میں چار آدمی گر گئے اور انہیں شیر نے زخمی کردیا۔ سب اس کے زخم سے مر گئے۔ مقتول اول کے ساتھی مقتول ثانی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں تمہارے درمیان فیصلہ کروں گا اگر تم اس فیصلہ پر راضی ہو تو وہ فیصلہ مان لو ورنہ ایک دوسرے سے الگ رہو۔ حتی کہ تم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو اور وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرمائیں اور اس کے بعد اگر تم میں کوئی نافرمانی کرے اسے اس کا کوئی حق نہیں اس قبیلہ کے لوگوں نے کنواں کھودا ہے۔ دیت قبول کی جائے گی چوتھائی اور پوری پہلے کے لیے کیوں کہ وہ ہلاک اوپر والے کی وجہ سے اور دوسرے کے لیے تہائی دیت اور تیسرے کے لیے آدھی دیت اور چوتھے کے لیے چوتھائی دیت لیکن انہوں نے انکار کیا اور راضی نہ ہوئے پھر وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ مقام ابراہیم کے پاس تھے لوگوں نے آپ سے پورا قضیہ بیان کیا آپ نے فرمایا تم میں سے سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا میں ہوں ان لوگوں میں سے ایک آدمی بولا حضرت علی نے ہمارے درمیان فیصلہ کردیا ہے۔ اور پورا فیصلہ بیان کیا رسول اللہ ﷺ نے اسے پسند فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا فیصلہ وہی ہے جو علی نے کیا۔ (طیالسی، ابن شیبہ، احمد، ابن جریر اور بیہقی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۳۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مومنوں کا سردار ہوں اور مال ظلمت کا سردار ہے اور ابی سعد کی روایت میں ہے کہ وہ حضرت علی کے پاس داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا میں مومنوں کا سردار ہوں اور یہ منافقوں کا سردار ہے فرمایا مومن میری پناہ ڈھونڈتے ہیں اور منافق اس کی پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ (ابو نعیم نے اسے روایت کیا ہے۔)

۳۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے چچا گم کردہ راہ تھے آپ نے فرمایا پانی گرم کرو اس کے بعد مجھ سے کوئی بات نہ کرنا جب تک کہ مجھے غسل کے پانی تک لے کر نہ آؤ چنانچہ میں اس کو آپ کے پاس لے آیا پھر آپ نے مجھے حکم دیا اور میں نے انہیں غسل دلایا اور اس کے بعد حضور ﷺ نے میرے سامنے وہ دعائیں پڑھیں جو مجھے روئے زمین کی ہر چیز سے زائد محبوب تھیں۔ (طیالسی، ابن شیبہ، احمد، ابوداؤد، نسائی، مروزی، ابن جارود اور ابن جریر نے اسے روایت کیا ہے۔)

۳۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے درمیان بھائی چارگی کرائی اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت زید بن حارثہ کے درمیان حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت زبیر بن عوام کے درمیان حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن مالک کے درمیان اور میرے اور اپنے درمیان۔ (خلعی، بیہقی اور ابن منصور نے اسے روایت کیا ہے۔)

۳۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے جنت پیدا کی اور روح کو وجود میں لایا کہ نبی کریم ﷺ نے عہد کیا کہ مجھ سے محبت نہ رکھے گا سوا مومن کے اور مجھ سے بغض نہ رکھے گا سوائے منافق کے۔ (حمیدی، ابن شیبہ، احمد، عندی، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور ابونعیم نے اسے حلیہ میں اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔)

۳۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے یمن بھیجا تا کہ میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کروں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے بھیجتے ہیں جب کہ میں نوجوان ہوں علم قضا سے میں ناواقف ہوں۔ آپ نے اپنا دست مبارک میرے سینہ پر مارا اور فرمایا اے اللہ اس کے قلب کو ہدایت بخش اس کی زبان کو ہدایت بنا اس کے بعد پھر کبھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی یہاں تک کہ میں اپنی مسند پر متمکن ہوا۔ (ابن سعد، ابن شیبہ اور بیہقی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۳۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگتا تو آپ مجھے عطا کرتے اور جب میں خاموش ہوتا تو آپ مجھ سے بات کرنے میں پہل فرماتے۔ (ابن شیبہ، ترمذی، شاشی، ابونعیم نے اسے حلیہ میں اورقی، حاکم اور ابن منصور نے اسے روایت کیا ہے۔)

۳۹۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جاڑوں میں ایک تہمد اور ایک چادر میں نکلا کرتے تھے بہت ہی ہلکے کپڑوں اور گرمیوں میں روئی دار اور بھاری کپڑوں میں لوگوں نے کہا تم کو یہ بات اپنے باپ سے پوچھنا چاہیے کیوں کہ وہ اکثر رات کو ان کے ساتھ رہتے تھے چنانچہ میں نے اپنے

باپ سے سوال کیا کہ لوگ امیر المومنین کی بعض چیزیں ایسی دیکھتے ہیں جسے وہ برا سمجھتے ہیں انہوں نے کہا وہ شدید گرمی میں روئی دار قبا اور بھاری کپڑوں میں نکلتے ہیں اور انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی ہے، اور نہ وہ سردی سے ڈرتے ہیں تو کیا آپ نے اس سلسلہ میں کچھ سنا ہے کیوں کہ لوگوں نے مجھے اس سلسلہ میں پوچھا ہے کیوں کہ لوگوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے اس بارے میں سوال کروں کہ آپ ان سے پوچھیں جب ان کے پاس گذاریں چنانچہ جب انہوں نے ان کے ساتھ رات گذاری تو عرض کیا یا امیر المومنین لوگ آپ کی ایک بات معلوم کرنا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا وہ کیا۔ انہوں نے کہا آپ شدید گرمی میں روئی دار اور بھاری کپڑوں میں نکلتے ہیں اور شدید سردی میں بہت ہلکے کپڑوں میں اور ہلکی چادروں میں آپ کو نہ اس کی کوئی پرواہوتی ہے اور نہ آپ کو سردی ہی ستاتی ہے آپ نے فرمایا اے ابا لیلیٰ کیا تم ہمارے ساتھ خیبر میں نہ تھے بخدا میں آپ کے ساتھ تھا آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو بھیجا وہ لوگوں کے ساتھ گئے اور شکست کھا کر واپس ہوئے پھر حضرت عمر کو بھیجا وہ بھی شکست خوردہ واپس ہوئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً اب میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور وہ خود اللہ اور اس کے رسول کا محبوب ہے اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا وہ فرار نہ ہوگا۔ پھر حضور نے مجھے بلا بھیجا میں حاضر ہوا اور مجھے آشوب چشم کا عارضہ تھا مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا آپ نے میری آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور فرمایا اے اللہ سردی اور گرمی کو اس سے دور رکھ اور اس کے بعد سے گرمی یا سردی نے مجھے پھر نہ ستایا۔ (ابن شیبہ، احمد، ابن ماجہ، بزار، ابن جریر، طبرانی، حاکم، بیہقی اور رضا نے مختارات میں اسے روایت کیا ہے۔)

۴۰۔ عباد ابن عبداللہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی کو فرماتے سنا میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں میرے بعد اگر کوئی اس کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے اور یقیناً میں نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی ہے۔ (ابن شیبہ، نسائی، ابن ابی عاصم، عقیلی، حاکم اور ابو نعیم نے اسے روایت کیا ہے۔)

۴۱۔ عقبہ بن جوین سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس امت میں کسی کے بھی عبادت کرنے سے سات سال قبل عبادت کی ہے۔ (حاکم اور ابن مردویہ نے اسے روایت کیا ہے۔)

۴۲۔ حبہ سے مروی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا اے اللہ تو جانتا ہے کہ اس امت میں مجھ سے پہلے کسی نے تیری عبادت نہیں کی ہے اور میں نے تیری عبادت کسی اور کے عبادت کرنے سے چھ سال پہلے سے کی ہے۔

(طبرانی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۴۳۔ عباد بن عبداللہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی کو فرماتے سنا میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں میرے بعد اگر کوئی اس کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے اور یقیناً میں نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی ہے۔ (ابن شیبہ، نسائی، ابن ابی عاصم، عقیلی، حاکم اور ابونعیم نے اسے روایت کیا ہے۔)

۴۴۔ عقبہ بن جوین سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس امت میں کسی کے بھی عبادت کرنے سے سات سال قبل عبادت کی ہے۔ (حاکم اور ابن مردویہ نے اسے روایت کیا ہے۔)

۴۵۔ حبہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ تو جانتا ہے کہ اس امت میں مجھ سے پہلے کسی نے تیری عبادت نہیں کی ہے اور میں نے تیری عبادت کسی اور کے عبادت کرنے سے چھ سال پہلے سے کی ہے۔ (طبرانی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۴۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں پہلا شخص ہوں جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ (طیالسی، ابن شیبہ، احمد اور ابن سعد نے اسے روایت کیا ہے۔)

۴۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا اور فرمایا علی تمہاری مثال حضرت عیسیٰ کی سی ہے جن سے یہودیوں نے بغض رکھا حتی کہ ان کی ماں پر تہمت لگائی اور نصاریٰ نے ان سے ایسی محبت کی کہ انہیں اس مقام پر پہنچا دیا جس پر وہ نہ تھے اور حضرت علی نے فرمایا خبردار میرے معاملہ میں دو طرح کے لوگ ہلاک ہو جائیں گے ایک تو مجھ سے میری محبت میں غلو کرنے والا جو میری محبت میں ایسی زیادتی کرے گا کہ مجھے اس سے منسوب کرے گا جو میں نہ ہوں گا اور بعض ایسے افتراپرداز ہوں گے جو مجھ سے بغض رکھیں گے اور مجھے مطعون کریں گے یقین رکھو نہ میں نبی ہوں اور نہ مجھ پر وحی آتی ہے لیکن میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے عمل کرتا ہوں تو جو حکم میں تم کو اللہ کی اطاعت کا دوں اس کی اطاعت تم پر لازم ہے خواہ تمہیں وہ پسند ہو یا ناپسند اور اگر میں تم کو کسی گناہ کا حکم دوں یا میرے سوا کوئی یہ حکم دے تو اللہ کے معصیت میں کسی کی بھی اطاعت نہیں کرنا چاہیے بے شک اطاعت اچھے کام میں ہے۔ (عبداللہ بن احمد، عقیلی، اورقی، حاکم، ابن ابی عاصم، ابن شاہین، ابن جوزی اور ابن جریر نے اسے روایت کیا ہے۔)

۴۸۔ حبۃ العرنی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر ہنستے ہوئے دیکھا اس سے

پہلے میں نے کبھی آپ کو ایسے ہنستے نہیں دیکھا تھا ایسا کہ آپ کی کچلیاں دکھائی دینے لگیں اس کے بعد فرمایا مجھے ابو طالب کا قول یاد آ گیا حضرت ابو طالب ہمارے پاس آئے اور میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بطن نخلہ میں نماز پڑھ رہا تھا انہوں نے پوچھا تم دونوں یہ کیا کر رہے ہو اے میرے بھتیجے رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی انہوں نے کہا جو کچھ تم دونوں کہہ رہے ہو اس میں تو کوئی حرج نہیں لیکن بخدا میرے سرین اس طرح اونچے نہ ہو سکیں گے آپ اپنے والد کے قول سے تعجبا بہت ہنسے اس کے بعد فرمایا اے اللہ میں نہیں جانتا کہ اس امت میں تیرے کسی بھی بندے نے علاوہ تیرے نبی کے مجھ سے پہلے نماز پڑھی ہو تین مرتبہ یہ فرمایا میں نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔ (طیالسی، احمد، عقیلی اور حاکم نے اسے روایت کیا ہے۔)

۴۹۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس قریش کے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے عرض کیا اے محمد ﷺ ہم آپ کے پڑوسی اور آپ کے حلیف ہیں اور ہمارے غلاموں میں بعض لوگ ایسے آئے ہیں جنہوں نے نہ تو دین سے کوئی لگاؤ ہے اور نہ فقہ سے وہ ہمارا مال لے کر بھاگ گئے ہیں لہٰذا انہیں ہمیں لوٹا دیجیے حضور نے حضرت ابو بکر سے فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا وہ سچ کہتے ہیں یقیناً وہ آپ کے پڑوسی اور حلیف ہیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا اس کے بعد آپ نے حضرت عمر سے فرمایا تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے بھی کہا کہ وہ سچ کہتے ہیں وہ آپ کے پڑوسی اور حلیف ہیں پھر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ اقدس متغیر ہو گیا اور فرمایا اے گروہ قریش بخدا اللہ تمہاری طرف ایک ایسا آدمی جلد بھیجے گا جس کے قلب کو اللہ نے ایمان کے لیے پرکھ لیا ہے وہ دین کے معاملہ میں تم کو مارے گا یا یہ فرمایا کہ تم میں سے بعض کو مارے گا۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا کیا وہ میں ہوں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا نہیں، لیکن وہ شخص جو میرا جوتا سی رہا ہے اور اسی وقت حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی نعلین مبارک دی تھی جو آپ سی رہے تھے۔ (احمد، ابن جریر اور ابن منصور نے اسے روایت کیا ہے۔)

۵۰۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے وفات پائی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ میں جسم پر چادر نہ ڈالوں گا علاوہ جمعہ کے جب تک قرآن جمع نہ کر لوں گا۔ چند روز بعد حضرت ابو بکر نے ان کے پاس یہ پیغام بھیجا اے ابو الحسن کیا آپ کو میری امارت ناپسند ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں بخدا میں نے قسم کھائی ہے کہ میں علاوہ جمعہ کے چادر کاندھے پہ نہ ڈالوں گا اس کے بعد آپ نے بیعت کی پھر واپس ہوئے۔ (ابن ابی داؤد نے اسے روایت کیا ہے۔)

۵۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بخدا کوئی آیت ایسی نازل نہیں ہوئی جسے میں نہ جانتا ہوں کہ وہ کہاں

نازل ہوئی اور کس پر نازل ہوئی بے شک میرے رب نے مجھے ایک عقلمند قلب اور تیز چلنے والی اور سوال کرنے والی زبان عطا کی ہے۔ (ابن سعد اور ابن عسا کر نے اسے رایت کیا ہے۔)

۵۲۔ محمد بن عمر ابن طالب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا بات ہے جو اصحاب رسول میں آپ سب سے زیادہ حدیث بیان کرنے والے ہیں آپ نے فرمایا جب میں حضور سے کوئی بات پوچھتا تو آپ جواب دیتے اور جب کبھی میں خاموش ہوتا تو حضور مجھ سے بات کرنے میں ابتدا فرماتے۔ (ابن سعد نے اسے روایت کیا ہے۔)

۵۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ دوشنبہ کے روز مبعوث ہوئے اور منگل کے روز میں اسلام لایا۔ (عقیلی، ابوالقاسم اور ابن جراح نے اسے روایت کیا ہے۔)

۵۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ''وانذر عشیر تلک الاقربین'' تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے خاندان والوں کو جمع کیا چنانچہ تیس آدمی جمع ہوئے جب وہ کھا پی چکے تو حضور ﷺ نے فرمایا میرے دین کے مواعید پر کون میرا ساتھ دیتا ہے تا کہ میرے ساتھ جنت میں رہے اور میرے گھر والوں میں سے وہ میرا خلیفہ بنے ایک آدمی بولا یا رسول اللہ ﷺ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اس بات پر کون کھڑا ہوگا پھر دوسرے نے یہی بات کہی اس کے بعد ایک ایک کر کے آپ نے اپنے گھر والوں کے سامنے یہ پیشکش کی تو حضرت علی بول اٹھے یا رسول اللہ میں تیار ہوں۔ (احمد، ابن جریر، طحاوی اور ضیا نے اسے روایت کیا ہے۔)

۵۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے اللہ سے پانچ چیزیں مانگی اللہ نے چار عطا کیں اور ایک سے مجھے باز رکھا میں نے اس سے سوال کیا کہ تم پہلے شخص ہو جس کے لیے زمین شق ہو بروز قیامت اور اس وقت تم میرے ساتھ ہو گے تمہارے پاس حمد کا جھنڈا ہوگا جسے تم اٹھائے ہو گے تم میرے بعد مومنین کے ولی ہو۔ (ابن جوزی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۵۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن جنت کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ لایا جائے گا اور تمہارے گھٹنا میرے گھٹنا سے ملا ہوگا تمہاری ران میری ران پر ہوگی حتیٰ کہ ہم دونوں ایک ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔ (حسن بن بدر نے اسے روایت کیا ہے۔)

۵۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کیا میں مومنین کے لیے ان کی جانوں سے بڑھ کر نہیں ہوں لوگوں نے کہا کیوں نہیں آپ نے فرمایا جس کا میں ولی ہوں یہ بھی اس کے ولی ہیں۔ (ابن ابی عاصم نے اسے روایت کیا ہے۔)

۵۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وانذر عشیر تک الخ (اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے) تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو بلایا اور علی بے شک اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں میں سمجھا کہ میں اس بات پر قدرت نہیں رکھتا ہوں اور میں نے جان لیا کہ اگر میں ان کو اس بات کی طرف بلاتا ہوں تو وہ میرے ساتھ ایسی معاملت کریں گے جو مجھے پسند نہ ہوگی خاموش رہا یہاں تک کہ میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا اے محمد اگر آپ وہ نہیں کرتے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے تو آپ کا رب آپ کو سزا دے گا لہٰذا اے علی ایک صاع کھانا تیار کرو اور بکری کے پائے اور ایک بڑے پیالہ میں دودھ تیار کرو اس کے بعد بنی عبدالمطلب کو دعوت دو تا کہ میں ان سے بات کروں اور جو مجھے حکم ہوا ہے وہ میں ان تک پہنچاؤں اس کے بعد میں نے ان کو دعوت دی ان کی تعداد تقریباً چالیس یا اس سے کچھ زیادہ تھی اس میں آپ کے چچا حضرت ابو طالب حضرت حمزہ اور حضرت عباس اور ابولہب تھے۔ جب سب لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے مجھ سے وہ کھانا منگوایا جو میں نے ان لوگوں کے لیے تیار کیا تھا میں لے کر آیا جب میں لا کر رکھا تو نبی کریم ﷺ نے جہاں تک میرا خیال ہے گوشت کی ایک ران اٹھالی اور اسے اپنے دندان مبارک سے چبایا بعد ازاں اسے اس بڑے پیالے میں ڈالا اور فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ لوگوں نے کھایا حتی کہ شکم سیر ہو گئے ان کی انگلیوں میں لگا کھانا ہم دیکھ رہے تھے بخدا ان میں کا ایک آدمی کھا رہا تھا جتنا میں کل آدمیوں کے لیے لگایا تھا اس کے بعد فرمایا علی لوگوں کو پلاؤ چنانچہ میں پیالہ لے کر آیا لوگوں نے اس میں سے پیا اور خوب سیراب ہوئے اور خدا کی قسم ان لوگوں نے پانی بھی اسی طرح پیا جب نبی کریم ﷺ نے ان سے بات کرنا چاہی تو ابولہب نے بات کی ابتدا کر دی اور کہا تمہارے ساتھ نے تم پر سحر کر دیا ہے۔ تو تتر بتر ہونے لگی اور نبی کریم ﷺ نے ان سے بات نہ کی جب صبح ہوئی تو فرمایا اے علی اس شخص نے میرے بات کرنے سے پہلے ہی بات شروع کر دی چنانچہ قوم میرے بات کرنے سے پہلے ہی منتشر ہو گئی۔ لہٰذا ہم پھر اسی طرح کریں گے جیسا کہ گذشتہ روز کھانے پینے کا انتظام کیا تھا اس کے بعد ان سب کو جمع کرو چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اس کے بعد ان لوگوں کو جمع کیا پھر آپ نے مجھ سے کھانا منگوایا میں لے کر آیا آپ نے گذشتہ روز ہی کے مثل عمل فرمایا لوگوں نے کھانا پیا اور سیراب ہوئے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس سے بات کی اور فرمایا اے بنی عبدالمطلب بخدا میں نہیں جانتا کہ عرب کا کوئی نوجوان اپنی قوم کے لیے اس سے زیادہ افضل بات لے کر آیا ہو جیسی میں تمہارے لیے لے کر آیا بے شک میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کی بھلائی لے کر آیا ہوں اور اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس کی طرف بلاؤں تو تم میں سے کوئی ہے جو اس کام میں میرا ہاتھ بٹائے میں نے عرض کیا میں ان لوگوں میں سب سے کم سن ہوں اور مجھے آشوب چشم کا

عارضہ ہے میرا پیٹ بڑا ہے میری پنڈلیاں پتلی ہیں لیکن پھر بھی اے اللہ کے نبی میں آپ کا وزیر ہوں گا یہ سن کر آپ نے میری گردن پکڑی اور فرمایا بے شک یہ میرا بھائی، میرا وصی اور تم لوگوں میں میرا خلیفہ ہے لہٰذا تم اس بات کو سنو اور اس کی اطاعت کرو یہ سن کر لوگ ہنستے ہوئے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے ابو طالب کو حکم ہوا ہے کہ وہ علی کی بات سنیں اور اس کی اطاعت کریں۔ (ابن اسحاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردود، ابو نعیم اور بیہقی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۵۹۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مواخات کرائی لوگوں کے درمیان اور مجھے چھوڑ دیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان مواخات کرائی اور مجھے چھوڑ دیا آپ نے فرمایا میں نے تمہیں اپنے لیے چھوڑ رکھا ہے میں اور تم بھائی بھائی ہیں آپ نے فرمایا اگر کوئی تم سے جھگڑا کرے تو اس سے کہہ دو کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اللہ کے رسول کا بھائی ہوں میرے بعد کوئی اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا سوا کذاب کے۔ (عقیلی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۶۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خم میں درختوں کے لیے گڑھے کھودے اس کے بعد حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے لوگو! کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ تمہارا رب ہے لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں آپ نے فرمایا کیا تم گواہی نہیں دیتے ہو کہ اللہ اور اس کا رسول تمہارے لیے تمہاری جانوں سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اور اللہ اور اس کا رسول تمہارا مولیٰ نہیں ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں تب حضور ﷺ نے فرمایا جس کا مولیٰ اللہ اور اس کا رسول اس کا مولیٰ یہ بھی ہے اور میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر ان کو پکڑے رہو گے تو گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب اس کا راستہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ اور دوسرے میرے اہل بیت۔ (ابن جریر، ابن ابی عاصم اور محاصل نے اسے روایت کیا ہے۔)

۶۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ۔ (ترمذی، ابن جریر اور ابو نعیم نے اسے حلیہ میں روایت کیا ہے۔)

۶۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی " وانذر عشیرتک الاقربین الخ " اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی میرا قرض ادا کریں گے اور میرا وعدہ وفا کریں گے۔ (ابن مردویہ نے اسے روایت کیا ہے۔)

۶۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اے علی تم میرے بھائی اور میرے دوست اور میرے جنت کے ساتھی ہو۔ (خطیب نے اسے روایت کیا ہے۔)

۶۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے کہا اے علی اچھی طرح وضو کرو خواہ تم پر

گراں کیوں نہ ہو اور صدقہ مت کھاؤ اور گدھے کی جفتی گھوڑے سے نہ لگاؤ اور نجومیوں کے پاس مت بیٹھو۔ (خطیب نے اسے روایت کیا ہے۔)

۶۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون۔ (ابن نجار نے اسے روایت کیا ہے۔)

۶۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو میں نے قسم کھائی کہ اپنی چادر پشت پر نہ ڈالوں جب تک کہ لوحین کے مابین جو کچھ ہے اسے جمع نہ کرلوں لہٰذا میں نے اپنی چادر پشت پر نہ ڈالی جب تک میں نے قرآن جمع نہ کرلیا۔

۶۷۔ عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک آپ کا سب سے افضل مقام کون ہے آپ نے فرمایا ہاں میں بتاتا ہوں ایک بار میں آپ کے پاس سو رہا تھا اور حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے آپ اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے علی میں نے اپنے لیے کوئی ایسی نیکی نہیں مانگی جس کے مثل تمہارے لیے نہ مانگی ہو اور میں نے کسی شر سے پناہ نہ مانگی لیکن یہ کہ تمہارے لیے بھی اس سے پناہ نہ مانگی ہو۔ (محامل نے اسے روایت کیا ہے۔)

۶۸۔ حضرت حسین سے روایت ہے انہوں نے حدیث بیان کی حضرت علی ابن ابی طالب سے آپ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ''اے علی میں نے اپنے رب سے تیرے لیے پانچ صفتیں طلب کیں اور اس نے مجھے وہ عطا کیں جن میں پہلی یہ ہے کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ زمین میرے لیے شق کردی جائے اور جب میرے سر پر مٹی ڈالی جائے تو تم میرے ساتھ ہو اس نے مجھے یہ چیز عطا کی اور دوسری یہ تھی کہ میں نے اس سے سوال کیا کہ وہ میری موافقت کرے ترازوئے اعمال کے وقت اور اس وقت تم میرے ساتھ ہو اس نے مجھے یہ بھی عطا کیا اور تیسری یہ تھی کہ میں نے اللہ سے سوال کیا کہ وہ تم کو میرا علم بردار بنادے وہ ''اللہ اکبر'' کا علم ہے جس پر فلاح پانے والے اور جنت میں فائز ہوجانے والے ہوں گے اس نے مجھے یہ بھی عطا کیا اور چوتھی یہ تھی کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میری امت کو حوض کوثر سے تم سیراب کراؤ گے اس نے مجھے وہ بھی عطا کیا اور پانچویں یہ تھی کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ تم کو جنت میں میری امت کا قائد بنادے اس نے مجھے یہ بھی عطا کیا لہٰذا شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھ پر اس کے ذریعہ احسان فرمایا۔

۶۹۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اے علی اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد مومن پہچانے نہ جاتے۔ اور ان ہی اسناد سے مروی ہے۔

۷۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے علی! قیامت کے روز ہمارے سوا اور کوئی سوار نہ ہوگا اور ہم چار ہوں گے یہ سن کر ایک انصاری کھڑا ہوا اور بولا میری ماں اور باپ آپ پر قربان وہ کون کون ہیں آپ نے فرمایا میں براق پر ہوں گا اور میرے بھائی صالح جنت کے اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر ہوں گے جس کی کونچیں کاٹی گئی تھیں اور میرے چچا حمزہ اپنی اونٹنی غضبا پر ہوں گے اور میرے بھائی علی جنت کی اونٹنیوں میں ایک اونٹنی پر ہوں گے ان کے ہاتھ میں حمد کا علم ہوگا وہ ندا کریں گے ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لوگ کہیں گے یقیناً یہ کوئی مقرب فرشتہ ہے یا کوئی مرسل نبی ہے یا حامل عرش۔ آسمان کی بلندیوں سے ایک فرشتہ ندا دے گا اے گروہ آدمیان نہ تو یہ کوئی مقرب فرشتہ ہے اور نہ ہی کوئی نبی مرسل اور نہ حامل عرش یہ صدیق اکبر علی ابن ابی طالب ہے۔

۷۱۔ حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا علی میں پانچ خصلتیں ایسی ہیں جو مجھ سے پیشتر کے کسی نبی کو عطا ہی نہیں ہوئیں پہلی خصوصیت یہ کہ وہ میرا قرض ادا کرے گا اور میری چادر اوڑھے گا اور دوسری یہ ہے کہ وہ میری حوض کوثر سے (منافقین کو) دھتکارے گا اور تیسری یہ ہے کہ وہ بروز قیامت حشر کی راہ میں میرے لیے چراغ ہوگا اور چوتھی یہ کہ قیامت کے دن اس کے پاس میرا علم ہوگا جس کے نیچے آدم اور ان کی اولاد ہوگی اور پانچویں یہ کہ مجھے اس کا خوف نہیں ہے کہ وہ پاکبازی کے بعد زانی ہوگا اور یہ کہ وہ ایمان کے بعد کافر ہوگا۔ (عقیلی نے کہا ہے کہ اس کی اصل ہے۔)

۷۲۔ عمیر بن سعد سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو صحن مکان میں جمع کیا اور میں اس موقع پر موجود تھا آپ نے فرمایا میں اللہ کی قسم دیتا ہوں ان لوگوں کو جنہوں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا جس کا میں مولیٰ علی بھی اس کا مولیٰ۔ یہ سن کر اٹھارہ آدمی کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ بارہ آدمی کھڑے ہوئے جن میں حضرت ابوہریرہ، ابوسعید اور انس بن مالک تھے اور انہوں نے گواہی دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی اے اللہ اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو اسے دشمن رکھے ایسا ہی زید بن ارقم کی روایت میں ہے طبرانی نے اسے اوسط میں روایت کیا ہے اور بزار، ابن جریر اور خلعی نے اسے روایت کیا ہے۔ ابی اسحق سے مروی ہے وہ عمرذی وسعید بن وہب سے اور زید بن سبیع سے کہ اس حدیث کی گواہی دینے کے لیے تیرہ آدمی کھڑے ہوئے ان سب نے کہا اسے دشمن رکھ جو اسے دشمن رکھے اور اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور اسے بغض رکھ جو اس سے بغض رکھے اور اس کی مدد فرما جو اس کی مدد کرے اور اسے رسوا فرما جو اسے رسوا فرمائے۔ (احمد اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے اس حدیث کو سعید بن وہب سے اور

زید بن منیع سے کہ اس حدیث کی گواہی دینے کے لیے تیرہ آدمی کھڑے ہوئے ابی عمر سے تیرہ آدمیوں کی گواہی کے ساتھ من کنت مولاہ الخ (جس کا میں مولیٰ علی بھی اس کا مولیٰ)۔ اس قول تک (عبداللہ بن احمد، عقیلی، ابن جریر خطیب اور ابن منصور نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے اسے روایت کیا ہے بارہ اصحاب بدر کی گواہیوں کے ساتھ۔)

۷۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے علی! کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جب لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایک بلند مقام پر جمع کرے گا ننگے پاؤں ننگے بدن پیدل چلتے ہوئے ان کی زبانیں پیاس سے خشک ہوں گی سب سے پہلے جنہیں پلایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم ہوں گے جو دو سفید رنگ کے کپڑے پہنے ہوں گے وہ عرش کے دائیں طرف کھڑے ہوں گے اس کے بعد میرے لیے جنت کی ایک گھاٹی کھول دی جائے گی جو میری حوض تک ہوگی اور میری حوض بصرہ اور صنعاء کے درمیان کا فاصلہ سے زائد چوڑی ہوگی اور اس میں متعدد آسمان کے ستارے ہوں گے اور چاندی کے دو پیالے ہوں گے میں اس میں سے پیوں گا اور وضو کروں گا اور میں دو سفید کپڑے پہنے ہوں گا پھر میں عرش کے داہنی طرف کھڑا ہو جاؤں گا اس کے بعد تم کو بلایا جائے گا تم پیو گے اور وضو کرو گے اور تم دو سفید کپڑے پہنے ہو گے تم میرے ساتھ کھڑے ہو گے اور میں جو بھی خیر کی دعا کروں گا وہ اس کے لیے بھی کروں گا تو میں نے عرض کیا "کیوں نہیں"۔ (ابن شاہین، طبرانی، ابونعیم، ابوالحسن، عقیلی اور دار قطنی نے اسے الفاظ کے رد وبدل کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

۷۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی حوض کوثر سے ان ہی دونوں چھوٹے ہاتھوں سے کفار اور منافقین کو ہنکاؤں گا جس طرح مسافر اپنے غیر مانوس اونٹوں کو اپنے پاؤں سے ہنکاتے ہیں۔ (طبرانی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۷۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میں تمہیں اپنے بعد چھوڑ رہا ہوں کہ تم میرے خلیفہ ہو گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں آپ کا خلیفہ ہوں گا آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (طبرانی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۷۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب میں خیبر سے واپس ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایسی بات فرمائی جو مجھے دنیا کی ہر ایک بات سے زیادہ محبوب تھی۔ (عقیلی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۷۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے طلب فرمایا تو مجھے ایک چھوٹی نہر میں سوتے

پایا اٹھو آج سے لوگ تم کو ابوتراب کہنے لگیں گے پر آپ نے مجھے دیکھا کہ مجھ پر اس بات کا کیا اثر ہے پھر فرمایا اٹھو! بخدا میں تم سے راضی ہوں تم میرے بھائی اور میرے بچہ کے باپ ہو تم میری سنت کے مطابق قتال کرو گے اور میرا قرض ادا کرو گے جو میرے زمانہ میں مرے اللہ اسے بڑائی عطا کرے اور جو تمہارے زمانہ میں موت پائے وہ اپنی مراد کو پہنچے گا۔ اور جو تمہاری موت کے بعد تمہاری محبت پر مرے گا اللہ اس کا خاتمہ امن و ایمان پر کرے گا جب تک کہ سورج طلوع و غروب ہو اور جو شخص تم سے بغض کی حالت میں مرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا اور اس کے اسلام کے اعمال کی جانچ کی جائے گی۔ (عقیلی نے اسے روایت کیا ہے اور بوصیری نے کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔)

۷۸۔ حضرت سعد کہتے ہیں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کبھی گالی نہ دوں گا مجھے خیبر کی بات یاد نہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ و رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا لوگوں نے بڑا انتظار کیا کہ دیکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسے عطا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا علی کہاں ہیں لوگوں نے عرض کیا انہیں آنکھوں کی تکلیف ہے آپ نے فرمایا اسے بلاؤ لوگوں نے آپ کو بلایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اس کے بعد انہیں جھنڈا عطا فرمایا اور اللہ نے آپ کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔ (ابن جریر نے اسے روایت کیا ہے۔)

۷۹۔ معاذہ عدویہ سے مروی ہے انہوں نے سنا کہ حضرت علی بصرہ کے منبر پر خطبہ دے رہے تھے اور فرمارہے تھے میں صدیق اکبر ہوں میں ابوبکر سے پہلے ایمان لایا اور ان سے پہلے اسلام لایا۔ (محمد بن ایوب رازی اور عقیلی نے اسے روایت کیا ہے۔)

۸۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی تعریف میں انما الخ بے شک اللہ اور اس کا رسول تمہارا ولی ہے (آخر آیت تک) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے مسجد میں داخل ہوئے اور لوگ آکر نماز پڑھنے لگے کوئی رکوع میں تھا کوئی سجدہ میں کوئی کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا تھا اتنے میں ایک سائل آگیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سائل کیا آج تجھے کسی نے کچھ دیا اس نے جواب نہیں علاوہ اس رکوع کرنے والے کے یعنی حضرت علی کے کہ آپ نے اپنی انگوٹھی اسے عطا فرمائی۔ (ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے اسے روایت کیا ہے۔)

۸۱۔ ابی معتمر مسلم بن اوس اور جاریہ بن قدامۃ السعدی سے مروی ہے یہ دونوں موجود تھے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے آپ فرمارہے تھے مجھ سے پوچھ لو جو پوچھنا ہے اس سے پہلے کہ تم مجھے کھو دو

کیوں کہ عرش کے نیچے کوئی ایسی چیز نہیں جس کے بارے میں میں نے پوچھا ہو اور مجھے اس کی خبر نہ دی گئی ہو۔ (ابن نجار نے اسے روایت کیا ہے۔)

۸۲۔ ابو الصادق کہتے ہیں کہ مجھ سے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کافی ہے اور میرا مذہب وہی ہے جو آپ کا ہے جس نے مجھ سے کوئی چیز حاصل کی اس نے گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی۔ (خطیب اور ابن عساکر نے اسے روایت کیا ہے۔)

۸۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں بہت شدید بیمار ہوا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھے اپنی جگہ پر کھڑا کیا اور آپ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور اپنے کپڑے کا ایک سرا مجھ پر ڈالا پھر فرمایا اے ابن ابی طالب تم نے شفا پائی اب تمہیں کوئی مرض نہیں میں نے اللہ سے اپنے لیے کوئی ایسی چیز نہیں مانگی جس کے مثل تمہارے لیے نہ مانگی ہو اور میں نے اللہ سے کوئی چیز نہ مانگی جو مجھے ملی نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ بھی فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا کہ تمہارے بعد کوئی نبی نہیں۔ چنانچہ میں اٹھ کھڑا ہوا گویا میں کبھی بیمار ہی نہ تھا۔ (ابن ابی عاصم، ابن جریر، طبرانی اور ابن شاہین نے اسے روایت کیا ہے۔)

۸۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے یہاں تک کہ ہم کعبہ کے پاس پہنچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا بیٹھ جاؤ اور حضور میرے مونڈھوں پر سوار ہوئے اور میں نے اٹھنا چاہا حضور نے محسوس کیا کہ میں کمزور ہوں لہذا آپ اتر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا میرے مونڈھوں پر سوار ہو چنانچہ میں آپ کے مونڈھوں پر سوار ہوا اور حضور مجھے لے کر کھڑے ہوئے اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کی بلندیوں کو چھو لوں میں بیت اللہ پر چڑھا اور اس میں تانبے اور پیتل کے بت تھے اور میں انہیں ہٹا رہا تھا آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے اور رسول اللہ فرما رہے تھے اور میں یہ سخت کام کر رہا تھا یہاں تک کہ میں اس میں کامیاب ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اسے پھینک دو میں نے اسے پھینک دیا اور وہ ٹوٹ گیا جس طرح شیشے ٹوٹ جاتے ہیں اس کے بعد میں اتر آیا۔ پھر میں اور رسول اللہ تیزی سے نکل پڑے اور ہم گھروں کی آڑ لیتے ہوئے نکلے اس ڈر میں کہ لوگوں میں سے کوئی نہ مل جائے اور اس کے بعد وہ (بت) پھر اٹھائے نہ گئے۔ (ابن شیبہ، عقیلی، ابن جریر اور حاکم نے اسے روایت کیا ہے اور خطیب نے اسے صحیح کیا ہے۔)

۸۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ کا ارادہ فرمایا چنانچہ حضرت جعفر کو بلوایا اور انہیں حکم دیا کہ مدینہ میں وہ آپ کی نیابت کریں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں آپ کے بعد کبھی

نیابت نہ کرسکوں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور مجھے قسم دی کہ تم نے میرے بات کرنے سے پہلے قسم کیوں کھائی میں رو دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم کیوں رو رہے ہو اے علی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے صرف ایک ہی چیز نہیں رلا رہی ہے کل کو قریش کہیں گے انہوں نے جلدی نہ کی اپنے ابن عم کو نائب نہیں بنایا اور اسے رسوا کیا اور دوسری بات مجھے یہ رلا رہی ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں جہاد کی تیاری کروں کیوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اور وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ کافروں کو غصہ آئے، الخ'' میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے کو پیش کروں اللہ کی رضا کے لیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری یہ بات کہ قریش کہیں گے کہ انہوں نے جلدی نہ کی اپنے ابن عم کو اپنا نائب بنانے میں اور انہیں رسوا کیا اس سلسلہ میں میں تم کو تسلی دینے کے لیے بتاتا ہوں کہ وہ کہیں گے وہ ساحر ہے اور کاہن اور کذاب۔ رہی تمہاری یہ بات کہ میں جہاد کے سبب اللہ کی رضا چاہتا ہوں تو کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور تمہاری یہ بات کہ تم اللہ کے فضل کے طالب ہو تو یہ دو مرچ کے پھول ہیں جو ہمارے پاس یمن سے آئے ہیں ان کو رکھو اور تم اور فاطمہ اس سے فائدہ اٹھاؤ حتی کہ اللہ تم کو اپنے فضل سے عطا کرے کیوں کہ مدینہ کی اصلاح ہی نہیں ہو سکتی بغیر میرے یا تمہارے۔ (بزار، ابوبکر عاقولی، حاکم اور ابن مردویہ نے اسے روایت کیا ہے۔)

۸۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حدیبیہ کا دن آیا تو مشرکین کے آدمی ہمارے خلاف نکلے جن میں سہیل بن عمرو تھے اور مشرکین کے سرداروں میں سے بعض لوگ اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے خلاف ہماری اولادوں ہمارے بھائیوں اور ہمارے غلاموں میں سے بعض لوگ نکلے ہیں جن کو دین کی کوئی واقفیت نہیں ہے اور وہ ہمارا مال و متاع اور ہماری جائداد لے کر بھاگ آئے ہیں لہٰذا ان کو ہمیں واپس کر دیجیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ قریش تم اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ ورنہ اللہ تم پر ایسے شخص کو مقرر فرمائے گا جو دین کے معاملہ میں تمہاری گردنیں تلوار سے مارے گا اس کے دل کو اللہ نے ایمان کے لیے پرکھ رکھا ہے لوگوں نے عرض کیا وہ کون ہے یا رسول اللہ اور حضرت ابوبکر نے عرض کیا وہ کون ہے یا رسول اللہ اور حضرت عمر نے عرض کیا وہ کون ہے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا وہ میرا جوتا گانٹھنے والا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نعلین مبارک حضرت علی کو گانٹھنے کے لیے دی تھیں اس کے بعد حضرت علی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔ (ترمذی نے اسے روایت کیا ہے۔ اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور ضیا نے مختارات میں اس کی تصحیح کی ہے اور یہ قصہ ابن جریر ابن شیبہ اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ اور یحییٰ بن سعید نے

ایضاح الاوسط میں فتح مکہ کے زمانہ میں اسے روایت کیا ہے۔)

۸۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح فرمایا تو قریش کے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے عرض کیا اے محمد ہم آپ کے ساتھی اور آپ کی قوم میں سے ہیں اور آپ کے پاس ہمارے غلام آ گئے ہیں۔ انہیں اسلام سے کوئی رغبت نہیں ہے اور وہ کام سے بھاگ کھڑے ہوئے ہیں لہٰذا ان کو ہمیں واپس کر دیجیے حضرت ابوبکر سے اس سلسلہ میں آپ نے مشورہ کیا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سچ کہتے ہیں اور حضرت عمر سے ان کی رائے لی گئی انہوں نے بھی حضرت ابوبکر کی طرح بات کہی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ قریش۔ (حدیث کے آخر تک)

۸۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ بجائے اپنے چچا کے اپنے چچازاد بھائی کے لیے وارث کیسے ہو گئے یہ سن کر حضرت علی نے فرمایا ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبدالمطلب کو جمع کیا اور ایک ایسا گروہ تھا جن میں کا ہر ایک درخت کی چھال کھاتا تھا اور ان کے لیے ایک مد کھانا تیار کرایا وہ لوگ کھا پی کر سیراب ہوئے لیکن کھانا اتنا بچ گیا گویا کہ کھایا ہی نہیں گیا اور پیا ہی نہیں گیا حضور نے فرمایا اے بنی عبدالمطلب میں خاص کر تمہاری طرف بھیجا گیا اور لوگوں کی طرف بھی اور اب تم نے یہ آیت دیکھ ہی لی ہے تو بولو اب تم میں سے کون ہے جو اس بات پر میری بیعت کرے کہ وہ میرا بھائی، میرا دوست اور میرا وارث بنے لیکن کوئی بھی کھڑا نہ ہوا اور میں آپ کے لیے اٹھ کھڑا ہوا گو کہ میں لوگوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا بیٹھ جاؤ اور یہ بات تین مرتبہ فرمائی ہر مرتبہ میں ہی کھڑا ہوتا تھا اور آپ مجھ سے فرماتے کہ بیٹھ جاؤ یہاں تک کہ تیسری بار میرے ہاتھ پر ہاتھ مارا اس کے بعد حضرت علی نے یہ فرمایا اسی وجہ سے میں اپنے چچازاد بھائی کا وارث ہوا بجائے اپنے چچا کے وارث ہونے کے۔ (احمد بن جریر اور ضیا نے مختارات میں اسے روایت کیا ہے۔)

۸۹۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا موسیٰ نے اپنے رب سے سوال کیا کہ ان کی مسجد کی تطہیر کرے ہارون کے ذریعہ اور میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ میری مسجد کی تطہیر کرے تیرے اور تیری ذریت کے ذریعہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے پاس آدمی بھیجا کہ اپنا دروازہ بند کر دو انہوں نے یہ سن کر انا اللہ الخ پڑھی اس کے بعد فرمایا جیسی حضور کی مرضی انہوں نے اپنا دروازہ بند کر لیا اس کے بعد حضرت عمر اور حضرت عباس کے پاس اسی طرح آدمی بھیجا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ میں نے تمہارے دروازے بند کروائے اور نہ علی کا دروازہ کھلوایا بلکہ اللہ نے علی کا دروازہ کھلوایا اور تمہارے دروازے بند کروایے۔ (بزار نے اسے روایت کیا ہے۔)

۹۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جاؤ اور ان کے دروازے بند کرادو میں نے جا کر کہا اور سب نے ایسا کیا علاوہ حمزہ کے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ سب نے آپ کی تعمیل کی علاوہ حمزہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حمزہ سے جا کر کہو کہ وہ اپنا دروازہ تبدیل کر دیں میں نے جا کر کہا رسول اللہ ﷺ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ اپنا دروازہ بدل دیجیے چنانچہ انہوں نے دروازہ بدل دیا اس کے بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے فرمایا اب اپنے گھر واپس جاؤ۔ (بزار نے اسے روایت کیا ہے۔)

۹۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے آپ نے ہمارا ہاتھ پکڑا اور ہم مدینہ کی بعض گلیوں میں گذر رہے تھے جب ہم ایک باغ کے پاس سے گذرے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ باغ کتنا خوبصورت ہے حضور نے فرمایا تمہارے لیے جو باغ جنت میں ہے وہ اس سے زیادہ خوبصورت ہے حتی کہ یکے بعد دیگرے سات پھلواریوں کے پاس سے گزرے ہر ایک کے بارے میں میں کہتا کہ یہ کتنا خوبصورت ہے اور آپ یہ فرماتے جنت میں تمہارے لیے اس سے زیادہ حسین باغ ہے جب راستہ ختم ہوا تو آپ نے مجھے لپٹا لیا اس کے بعد آپ رو دیے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کس وجہ سے رو رہے ہیں آپ نے فرمایا بعض لوگوں کے دلوں میں کینہ ہوگا وہ اسے تمہارے سامنے ظاہر نہ کریں گے مگر میرے بعد میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ اس میں میرے دین کی سلامتی مضمر ہوگی آپ نے فرمایا ہاں اس میں تمہارے دین کی سلامتی مضمر ہے۔" (بزار، عقیلی، حاکم، ابوالشیخ، خطیب، ابن جوزی اور ابن نجار نے اسے روایت کیا ہے۔)

۹۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے نصیحت کیجیے آپ نے فرمایا کہو "میرا رب اللہ ہے اس کے بعد اس پر قائم رہو" میں نے کہا 'وما توفیقی الخ' "توفیق نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میں لوٹوں گا۔" آپ نے یہ سن کر فرمایا اے ابوالحسن یقیناً علم تم کو قوت بخشے گا تم نے علم کو اچھی طرح پیا ہے اور اس سے بخوبی سیراب ہوئے ہو۔ (ابونعیم نے اسے حلیہ میں روایت کیا ہے۔)

۹۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی اللہ نے مجھ کو حکم دیا کہ میں تم کو دین سکھاؤں اور تم کو علم سکھاؤں تا کہ تم سنو اور یہ آیت نازل ہوئی ہے اور اسے سنیں گے سننے والے کان "سننے والے کان" تم ہو میرے علم کے۔ (ابونعیم نے اسے حلیہ میں نقل کیا ہے۔)

۹۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں "اور سنیں گے سننے والے کان"

کہ رسول اللہ نے مجھ سے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ہے کہ اے علی وہ تمہارے کانوں کو ایسا بنادے اس کے بعد میں نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات ایسی نہ سنی جو مجھے یاد نہ رہی ہو۔(ضیا، ابن مردویہ اور ابونعیم نے اسے روایت کیا ہے۔)

۹۵۔ شعبی سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے بارے میں فرمایا "مرحبا سید المسلمین اور امام المتقین" حضرت علی سے سوال کیا گیا اس پر آپ نے کس طرح شکر ادا کیا آپ نے فرمایا میں نے اللہ کی تعریف کی اس نعمت پر جو اس نے مجھے عطا فرمائی اور میں نے سن کر شکر ادا کیا اس نعمت سے جس سے مجھ کو نوازا اور جو نعمت اس سے مجھے عطا فرمائی اس میں زیادتی کا میں نے سوال کیا۔(ابونعیم نے اسے حلیہ میں روایت کیا ہے۔)

۹۶۔ شعبی سے مروی ہے کہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب میں نبی ﷺ کے پاس واپس ہوا اور میں اپنے باپ کو دفن کر چکا تھا تو آپ نے مجھ سے ایسی بات فرمائی جو مجھ کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب تھی۔(طیالسی، عقیلی اور نعیم نے اسے حلیہ میں روایت کیا ہے۔آپ کے احوال سے متعلق بقیہ احادیث کتاب ہذا کے دوسرے حصہ میں نقل کی جا چکی ہیں۔)

☆......☆......☆

نزهة المجالس

علامہ عبدالرحمن صفوری شافعیؒ

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے مناقب

حضرت علی رضی اللہ عنہ میانہ قد کے تھے آپ کی آنکھیں بڑی اور خوب سیاہ تھیں۔ چہرہ حسین تھا چہرہ کیا تھا گویا چودھویں رات کا چاند تھا شکم آپ کا بڑا تھا اور اوپر کی طرف ایک نشان تھا اور نیچے کی طرف طعام رہتا تھا آپ کی داڑھی میں بال کثرت سے تھے اور سر میں کم تھے آپ کی گردن گویا صراحی سلیم تھی آپ کے دو بھائی جعفر رضی اللہ عنہ و عقیل رضی اللہ عنہ اور دو چچا حمزہ رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ تھے خدا سب سے راضی رہے آپ آٹھ برس کی عمر میں اسلام لے آئے تھے اور بعض نے سات برس کہے ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ قریش قحط کی مصیبت میں گرفتار ہوئے اور ابو طالب کثیر العیال آدمی تھے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے کہا اٹھیے ساتھ چلیے ابو طالب کو ان کے عیال سے کسی قدر سبکدوش کر کے ان کی مصیبت آسان کریں انہوں نے کہا اچھا چنانچہ عباس رضی اللہ عنہ نے جعفر رضی اللہ عنہ کو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو لے لیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جب سے اس امت میں سے کسی نے خدا کی عبادت کی ہو اس سے پانچ سال قبل سے میں خدا کی عبادت کرتا تھا۔ میں نے مکہ میں ابو الحسن مالکی کی تصنیف الفصول المہمہ فی معرفۃ الائمہ میں دیکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شکم مادر سے جوف کعبہ میں پیدا ہوئے تھے چنانچہ یہ فضیلت خدا نے خاص کر آپ کے حصہ میں کی تھی اور قصہ یہ ہوا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کو شدت سے درد زہ شروع ہوا ابو طالب نے ان کو کعبہ کے اندر داخل کر دیا اس کے بعد ایک ہی درد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تولد ہو گئے آپ کی ولادت جمعہ کے روز ماہ رجب میں عام فیل سے تیسویں سال واقع ہوئی اس وقت حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کو تین برس ہو چکے تھے اور عمرو بن حزم کعبہ میں اپنی ماں سے اتفاقاً پیدا ہو پڑے تھے نہ قصداً۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ پہلی ہاشمیہ ہیں جن کے ہاشمی لڑکے پیدا ہوا یہ اسلام لائیں انہوں نے ہجرت کی اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں ان کی وفات ہوگئی، آپ ان کی قبر میں اترے تھے۔

محب طبری کا بیان ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کو مبعوث ہوئے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی اور حضرت علی سہ شنبہ کو اسلام لے آئے اور آپ کے والد ابو طالب کہا کرتے تھے بیٹا اپنے چچا کے بیٹے (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کیا کرو۔ کیوں کہ وہ سوائے بھلائی کے اور حکم نہیں کرتے لیکن میں اپنے باپ دادا کے دین کو نہیں چھوڑوں

گا۔حضرت نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ فرشتے مجھ پر اور علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب پر درود بھیجتے تھے کیوں ہم دونوں نماز پڑھتے تھے اور کوئی ہمارے ساتھ نہ تھا۔محمد بن عفیف کا بیان ہے کہ میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ قبل ظہور نبی ﷺ عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ میں مکہ میں تھا اتنے میں ایک جوان آیا اور کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگا اس کے بعد ایک لڑکا اس کے داہنے طرف آکھڑا ہوا پھر ایک عورت ان دونوں کے پیچھے آکھڑی ہوئی عباس رضی اللہ عنہ بولے تم اس جوان کو پہچانتے ہو میں نے کہا نہیں، انہوں نے کہا یہ محمد ﷺ میرے بھتیجے ہیں یہ علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ہیں اور یہ عورت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت نبی ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کسی آسمان پر میرا گذر نہیں ہوا مگر وہاں رہنے والے علیؑ بن ابی طالب کے مشتاق تھے ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کا بیان ہے کہ حضرت نبی ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میں ایک فرشتہ پر میرا گذر ہوا جو نور کے تخت پر بیٹھا تھا۔اس کا ایک پیر مشرق میں اور دوسرا مغرب میں تھا اور کل دنیا اس کی آنکھوں کے سامنے تھی اور اس کے سامنے ایک تخت رکھا تھا میں نے پوچھا اے جبرئیل علیہ السلام یہ کون ہے کہا عزرائیل علیہ السلام آگے بڑھ کر ان کو سلام کیجیے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا وعلیك السلام یا احمد آپ کے چچا کے بیٹے علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں میں نے پوچھا کیا تم میرے چچا کے بیٹے علی رضی اللہ عنہ کو پہچانتے ہو انہوں نے کہا بھلا انہیں کیسے نہ پہچانوں خدا نے مجھے خلائق کی روحیں قبض کرنے پر مسلط کیا ہے سوائے آپ کے اور آپ کے چچا کے بیٹے کی روح کے۔

ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت نبی ﷺ کو علی رضی اللہ سے کہتے ہوئے سنا ہے کہ تم بہت بڑے راست باز ہو تم بڑے فیصلہ کن ہو کہ حق و باطل میں امتیاز کر دیتے ہو۔علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے حضرت نبی ﷺ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ تم میرے بعد سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤ گے پھر اس میں بلا حساب داخل ہو جاؤ گے اور یہ بھی ان کا بیان ہے کہ حضرت نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جو تمہارے بعد تمہاری محبت میں مرجائے گا خدا امن و ایمان کے ساتھ اس کا خاتمہ کرے گا الزہر الفائح میں ہے کہ حضرت نبی ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے اتنے میں علی رضی اللہ عنہ آئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے لیے جگہ سے ہٹ گئے اور کہنے لگے اے ابوالحسن رضی اللہ عنہ یہاں آیئے حضرت نبی ﷺ اس سے خوش ہوئے اور فرمانے لگے اہل فضل فضل کے زیادہ لائق ہے اور اہل فضل کے فضل کو اہل فضل ہی جانتے ہیں ایک شخص اندر آیا تو حضرت نبی ﷺ ہٹ گئے اس نے کہا یا رسول اللہ مکان میں بہت گنجائش ہے حضرت نبی ﷺ نے فرمایا مسلمان پر مسلمان کا یہ حق ہے کہ جب اسے دیکھے کہ اس کے پاس بیٹھنا چاہتا ہے تو اس کے لیے ہٹ جائے حضرت نبی ﷺ سے مروی ہے خدا اس شخص پر رحم کرے۔جو اپنے بھائی کے لیے ہٹ جائے ان دونوں حدیثوں کو نجم الدین نسفی نے بیان کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک بار بلال رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ میں بازار گیا حضرت علی نے خربوزے خریدے پھر ہم لوگ ان کے مکان گئے آپ نے ایک خربوزہ توڑا تو وہ تلخ نکلا آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ خربوزہ واپس کر آئیں پھر کہنے لگے کیا تمہیں ایک بات جو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے کہی تھی نہ سناؤں حضرت نبی ﷺ نے ایک بار مجھے فرمایا تھا کہ اے ابوالحسن خدا نے بشر اور شجر پر تمہاری محبت پیش کی جس نے تمہاری محبت منظور کر لی وہ شیریں اور پاکیزہ ہو گیا اور جس نے تمہاری محبت منظور نہ کی وہ تلخ اور برا بن گیا اور میرا گمان ہے کہ یہ خربوزہ میرے محبین میں سے نہیں ہے۔

حضرت نبی ﷺ سے مروی ہے کہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دلی محبت رکھے اس کو اس امت کا ایک ثلث ثواب ملے گا اور جو ان سے دل اور زبان سے محبت رکھے گا اس کا دو ثلث ثواب اس امت کا ملے گا اور جو ان سے دل و زبان اور ہاتھ سے ان کے ساتھ محبت رکھے گا اس کو اس امت کا پورا ثواب ملے گا سن لو مجھے جبرئیل نے خبر دی ہے کہ پورا پورا سعادت مند وہ ہے جو علی رضی اللہ عنہ سے میری زندگی اور میری وفات کے بعد محبت رکھے سن لو پورا پورا شقی وہ ہے جو علی رضی اللہ عنہ سے میری زندگی میں اور میری وفات کے بعد بغض رکھے حضرت نبی ﷺ سے مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے جس نے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی اور جس نے علی کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے خدا کو ایذا دی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی شہر میں گئے اس میں ایک منجم تھا جو غیب سے واقف کا مدعی تھا اور اس کے پاس بہت سے لوگ جمع ہوتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا تمہاری میرے یہاں ضیافت ہے اس کے بعد آپ نے اس کو ایک روٹی دی اور ایک روٹی آپ نے لی آپ نے فرمایا آؤ ہم میں سے ہر ایک اپنی اپنی روٹی کو توڑ کر اس کھانے میں تر کر دے اس کے بعد آپ نے اس سے کہا کہ اپنی روٹی کو میری روٹی سے الگ کر لے اس نے کہا مجھے معلوم نہیں آپ نے فرمایا روٹی جسے تو نے اپنے ہاتھ سے توڑا تھا اس کے پہچاننے سے تو عاجز رہا پھر تو غیب کا کیسے دعویٰ کرتا ہے، اس نے کہا اے امیر المومنین آپ اپنی کو روٹی کو پہچانتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں لیکن میں اپنے معبود خدا سے درخواست کرتا ہوں کہ اسے ممتاز کر دے اس کے بعد آپ کی روٹی اوپر آ گئی اس شہر کے تقریباً تین ہزار آدمیوں نے اس روٹی سے کھایا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ علی بن ابی طالب کی محبت گناہوں کو ایسے کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے اور اگر تمام لوگ ان کی محبت پر مجتمع ہو جاتے تو خدا جہنم کو پیدا نہ کرتا۔

معاذ بن جبل کا قول ہے کہ علی کی محبت ایسی نیکی ہے جس کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور ان کی دشمنی ایسا گناہ ہے جس کے ساتھ کوئی نیکی نفع نہیں بخشتی۔ حضرت نبی ﷺ سے مروی ہے کہ جو چاہتا ہو کہ یاقوت سرخ کی شاخ کو جس کو خدا نے جنات عدن میں لگایا ہے تھامے اسے چاہیے کہ حب علی رضی اللہ عنہ کا سہارا پکڑے عمر بن ابی خطاب کا

قول ہے کہ میں حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شہادت دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور حضرت علی کا ایمان دوسرے پلڑے میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایمان بڑھ جائے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو چاہتا ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ان کے علم میں نوح کو ان کی سمجھ میں ابراہیم کو ان کے حلم میں موسیٰ کو ان کے زہد میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے رونق و بہاء میں دیکھے اسے علی بن ابی طالب کو دیکھنا چاہیے اس کو ابن جوزی نے ذکر کیا ہے اور دوسری حدیث میں آیا ہے جس کو رازی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ جو چاہے کہ آدم علیہ السلام کو ان کے علم میں نوح علیہ السلام کو ان کی طاعت میں ابراہیم علیہ السلام کو ان کی خلت میں موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قرب میں عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی صفوت و برگزیدگی میں دیکھے اسے علی بن ابی طالب کو دیکھنا چاہیے۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آسمانوں کی پیدائش کے دو ہزار برس قبل سے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ایک بار حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اتنے میں ایک پرندہ اپنے منہ میں ایک بادام سبز لیے ہوئے آیا اور اس نے اسے لا کر ڈال دیا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اٹھالیا اس کے اندر سے ایک سبز کیڑا نکلا جس پر زرد رنگ میں لکھا تھا **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نصرتہ بعلی** اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم مسلمانوں کے سردار اور پرہیزگاروں کے پیشوا ہو اور تابان پیشانی اور درخشاں دست و پا والوں کے راہ نما ہو۔

میں نے الزہرا الفائح میں دیکھا ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا داہنے ہاتھ میں انگشتری پہنا کرو تو مقربین میں سے ہو جاؤ گے انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقربین کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا جبرئیل اور میکائیل اور انہوں نے پوچھا کس چیز کی انگشتری پہنا کروں آپ نے فرمایا عقیق سرخ کی کیوں کہ وہ ایک پہاڑ ہے جس نے خدا کی وحدانیت اور میری نبوت تمہاری وصیت تمہاری اولاد کی امانت تمہارے محبین کے لیے جنت کا اقرار کیا ہے ربیع الابرار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے عقیق کی انگشتری پہنا کرو کیوں کہ جب تک تم اسے پہنے رہو گے کسی قسم کا غم تم کو نہ پہنچے گا اور مناقب صدیق رضی اللہ عنہ میں عقیق وغیرہ کی انگشتری پہننے کی فضیلت گذر چکی ہے اور اس سے زینت دنیاوی مقصود نہ ہونا چاہیے کیوں کہ یہ مذموم ہے، ربیع الابرار میں مذکور ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار دو نئی پاپوشیں لیں ان کو پسند فرمایا اور سجدہ میں گر پڑے اور پڑھنے لگے اے رب میں آپ کے نور کی پناہ میں آتا ہوں کہ میں کسی شئے کو جو آپ کی مبغوض ہو پسند کروں پھر آپ نے انہیں خیرات کر دیا اور انہیں خود نہ پہنا اور یہ اس دار فانی میں حضرت صلعم کا زہد تھا حالانکہ خدا نے آپ کے اور آپ کی امت کے لیے جنت میں ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل پر گذریں۔

امام جعفر بن محمد نے بیان کیا ہے کہ جنت میں مومن کو اس کے اوپر کے زیوروں کی تسبیح سے خوشی ہوگی اور جنت میں مومن کے جوڑ جوڑ پر سونے چاندی اور موتی کے اور زبرجد کے زیورات اور گھونگرو ہوں گے جن کو خدا نے مرجان زبرجد اور چاندی اور سونے سے پیدا کیا ہے ربیع الابرار میں مذکور ہے کہ رشید نے شاہ روم کے پاس قاصد بھیجا اور اس کو ایک دیبا کا پردہ نکال کر دیا جس کا طول سو ہاتھ اور عرض اسی ہاتھ کا تھا اور سونے کا اس پر کام کیا ہوا تھا اور اس کے اوپر کی طرف دو پوری سطریں تھیں پہلی سطر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی تھی اور دوسری سطر میں وہ تھا جو سام بن نوح علیہ السلام کے لیے بنایا گیا تھا بروایت انس رضی اللہ عنہ حضرت نبی ﷺ سے مروی ہے کہ ایماندار کا صحیفہ علی بن ابی طالب کی محبت ہے، حسن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے لیے سید العرب یعنی علی کو بلاؤ جب وہ آئے تو آپ نے انہیں انصار کے پاس بھیجا اور فرمایا اے گروہ انصار کیا تمہیں ایسا شخص نہ بتلاؤں اگر تم اس سے تمسک کیے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے لوگوں نے عرض کیا ہاں یا نبی اللہ ﷺ آپ نے فرمایا کہ یہ علی رضی اللہ عنہ ہیں میری محبت سے ان کی محبت کرو اور میری کرامت سے ان کا اکرام کرو کیوں کہ جبریل علیہ السلام نے مجھ کو خدا کی جانب سے اس کا حکم کیا ہے جو میں نے تمہیں بتلایا، حضرت نبی ﷺ نے ابی بردہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رب العالمین نے علی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں مجھ سے کہا ہے کہ وہ نشان ہدی اور منار ایمان ہیں اولین و آخرین کے پیشوا ہیں اور جتنے میرے فرمانبردار ہیں ان کے لیے نور ہیں اے ابی بردہ علی رضی اللہ عنہما روز قیامت میں میرے امین ہوں گے اور قیامت میں علی رضی اللہ عنہ میرے علمبردار ہوں گے ان کے پاس رحمت پروردگار کے خزانوں کی کنجیاں ہوں گی اور الزہر الفائح میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے یوم خیبر میں اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ اپنی اپنی اولاد کا ابن ابی طالب کی محبت کے بارہ میں امتحان کریں کیوں کہ وہ گمراہی کی طرف کسی کو نہیں بلاتے اور نہ ہدایت سے وہ دور ہیں جو ان سے محبت کرے وہ تم میں سے ہے اور جو ان سے دشمنی کرے وہ تم میں سے نہیں انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد آدمی علی رضی اللہ عنہ کے راستہ پر کھڑا رہتے تھے اور لڑکوں سے پوچھتے تھے کہ اے بیٹا تجھے علی رضی اللہ عنہ سے محبت ہے اگر اس نے ہاں کہہ دیا تو اس کو قبول کر لیا اور اگر اس نے نہیں کہہ دیا تو اس کی ماں کو طلاق دے دی اور لڑکے کے ساتھ اس کی ماں کو بھی چھوڑ دیا۔

علی رضی اللہ عنہ نے بعض ایسی باتیں کہی ہیں کہ ان سے پہلے کسی نے نہیں کہی تھیں چنانچہ ان کا قول ہے جس کی گفتگو نرم ہوئی اس کی محبت واجب ہوئی جس بندے نے اپنے نفس کی قدر پہچان لی وہ ہلاک نہ ہوا جس سے چاہے مانگ تو اس کا قیدی ہو جائے گا جس کو چاہے دے تو اس کا حاکم ہو جائے گا جس سے چاہے استغنا ظاہر کرو تو اس کا نظیر ہو جائے گا جب تم کسی عابد کو دیکھو کہ اپنی عبادت کی وجہ سے علماء سے مستغنی بن گیا ہے تو جان لو کہ شیطان نے اسے اپنے جال میں پھنسا کر شکار کر لیا ہے جو بغیر علم کے لوگوں کو فتویٰ دے اس پر آسمان و زمین لعنت کرتے ہیں جو کسب

حلال کر کے پریشانی میں شب گذارتا ہے وہ اس حالت میں شب گذارتا ہے کہ خدا اس سے راضی ہوتا ہے اور دس چیزیں نسیان پیدا کرتی ہیں وہ یہ ہیں کہ کثرت غم، پچھنے لگوانا، بستہ پانی میں پیشاب کرنا، ترش سیب کھانا، سبز دھنیا کھانا، چوہے کا جھوٹا کھانا، قبروں کے کتبہ پڑھنا، جو سولی پر چڑھا ہوا سے نہیں کیا۔

حکایت: میں نے شواور دوالسلخ و سوار والخ میں دیکھا کہ عباس رضی اللہ عنہ اور حمزہ رضی اللہ عنہ نے باہم فخر کیا حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تم سے بہتر ہوں کیوں کہ میں کعبہ کے آباد کرنے پر مقرر ہوں اور عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں تم سے بہتر ہوں کیوں کہ میں حاجیوں کے پانی پلانے پر مقرر ہوں پھر وہ کہنے لگے چلو ہم اٹھ چلیں اور جو شخص پہلے ملے اس سے فیصلہ کے خواستگار ہوں چنانچہ ان دونوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ مل گئے اور ان دونوں نے فیصلہ ان کے ہاتھوں رکھا وہ بولے کہ میں تم دونوں سے بہتر ہوں کیوں کہ میں تم دونوں سے پہلے اسلام لایا ہوں پھر دونوں نے حضرت نبی ﷺ کو اس کی اطلاع دی چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے دونوں چچاؤں پر فخر کیا تھا آپ تنگ دل ہوئے اس پر خدا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان کی تصدیق کے لیے اور ان کی فضیلت بیان کرنے کے لیے آیت اتاردی اجعلتم سقایة الحاج وعمارة المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الاخر آلایة ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں میں ایسے بھی لوگ ہیں جو قرآن کی تاویل پر قتال کریں گے جیسے کہ قرآن کی تنزیل پر قتال کر چکے ہیں۔ ابوبکر نے پوچھا اے نبی اللہ کیا وہ میں ہوں آپ نے فرمایا پاپوش دوز اور اتفاق سے علی رضی اللہ عنہ کو پاپوش سینے کے لیے دے چکے تھے یعنی تا کہ ایک پرت دوسری پر لگا دیں، طبری نے بروایت محمد بن علی بیان کیا ہے کہ رضوان نامی ایک شخص نے یوم بدر میں پکار کر کہا لافتیٰ الا علی ولاسیف الاذوالفقار۔ ذوالفقار رسول اللہ ﷺ کی تلوار تھی ذوالفقار اسے اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں چھوٹے چھوٹے گڑھے پڑے ہوئے تھے کیوں کہ فقرہ گڑھے کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اس میں دندانہ پڑے ہوئے تھے ربیع الابرار میں حضرت ﷺ سے مروی ہے کہ بہتری تلوار میں ہے اور بہتری تلوار کے ساتھ ہے حضرت نبی ﷺ سے شجر طوبیٰ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کی جڑ میرے گھر میں ہے پھر دوبارہ اس کی نسبت آپ سے دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا اس کی جڑ علی کے گھر میں ہے آپ سے عرض کیا گیا کہ پہلے آپ نے فرمایا تھا کہ اس کی جڑ میرے گھر میں ہے پھر آپ نے فرمایا: اس کی جڑ علی کے گھر میں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرا اور علی کا گھر جنت میں ایک ہی مکان میں ہوگا اور جمعہ کی فضیلت میں اس کا بیان پہلے گذر چکا ہے۔

نسفی نے بیان کیا ہے کہ خدا نے جبرئیل اور میکائیل علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ میں نے تم دونوں میں بھائی چارہ کر دیا اور تم دونوں میں سے ایک کی عمر دوسرے سے دراز کر دی بتلاؤ کہ تم دونوں میں سے کون اپنے ساتھی پر ایثار کرتا ہے ان میں سے ہر ایک نے زندگی کو اختیار کیا پھر خدا نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ تم علی رضی

اللہ عنہ بن ابی طالب کی طرح کیوں نہ ہوئے کیوں کہ میں نے ان کے اور محمد ﷺ کے درمیان بھائی چارہ کر دیا تو وہ اپنے بستر پر رات بھر رہے حضرت کو اپنے اوپر ترجیح دیتے رہے اچھا تم دونوں زمین پر جاؤ اور ان کی اُن کے دشمنوں سے حفاظت کرو چنانچہ میکائل علیہ السلام ان کے سرہانے اور جبرائیل علیہ السلام ان کے پیروں کے پاس موجود رہے پھر جبرئیل نے پوچھا کہ اے ابن ابی طالب آپ کے مثل کون ہے؟ خدا آپ سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔

میں نے شوارد الملح میں دیکھا کہ ایک شخص نے حضرت علی سے کہا میں سفر کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھے درندہ کا خوف ہے آپ نے اسے اپنی انگشتری دے دی اور اس سے فرمایا کہ جب تیرے پاس آئے تو کہہ دینا کہ علی بن ابی طالب کی انگشتری ہے اس کے بعد وہ شخص سفر کو گیا اور اسے راہ میں ایک درندہ ملا اس نے درندہ سے کہا کہ اے درندہ یہ امیر المومنین علی بن ابی طالب کی انگشتری ہے جب درندہ نے آپ کی انگشتری دیکھی درندہ اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کچھ بھنبھنایا پھر زمین کی طرف اس نے ایسا ہی پھر مشرق کی طرف ایسا ہی کیا، پھر مغرب کی طرف ایسا ہی کیا پھر دوڑتا ہوا بھاگ گیا۔

اس کا بیان ہے کہ جب میں سفر سے واپس آیا تو وہ ماجرا میں نے علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا آپ نے فرمایا وہ کہتا تھا کہ اس کے حق کی قسم جس نے اس کو بلند کیا جس نے اس کو پست کیا جس نے اس کو طلوع کیا جس نے اس کو غائب کیا میں ان شہروں میں نہ رہوں گا جہاں علی بن ابی طالب سے میری شکایت کریں، ربیع الابرار میں مذکور ہے کہ درندہ کی آنکھ رات کو چراغ کی طرح چمکتی ہے وہ شب کو بھی دن کی طرح دیکھتا ہے اور ایسی ہی چیتے، بلی اور سانپ کی حالت ہے منجملہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرامات کے یہ بھی ہے کہ وہ حالب شیر خوارگی میں پالنے میں تھے ایک بار سانپ نے آپ کا ارادہ کیا آپ نے پالنے سے اتر کر اسے مار ڈالا آپ کی والدہ کو اس سے نہایت تعجب ہوا میں نے ایک ہاتف کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ شیر ہے آپ نے پالنے سے اتر کر اپنے دشمن کو مار ڈالا ابن جوزی نے اس کو نقل کیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، آپ کہتے تھے میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا بعض کا قول ہے کہ آپ کے والد وہاں نہ تھے اور بعض نے کہا ہے کہ آپ نے اپنی والدہ کا ذکر ان کے اسلام پر فخر کی وجہ سے کیا ہے۔ آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ شکم مادر میں آڑے ہو جاتے تھے اور اُن کو بُت کے سجدہ سے روک دیتے تھے اس کو نسفی نے نقل کیا ہے ایک بار فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! علی رضی اللہ عنہ شب جمعہ کو سوتے رہتے ہیں اور یہ شب فضیلت ہے آپ نے فرمایا کہ خدا نے شب جمعہ کا سونا ان پر تصدق کر دیا اور وہ ان کی روح سے ایک سبز پرندہ پیدا کرے گا جو آسمانوں کے راستوں میں گشت کیا کرے گا اور ایک بالشت بھر جگہ بھی نہ رہے گی جہاں علی رضی اللہ عنہ کی روح ایک رکعت سجدہ ادا نہ کرے۔ نسفی کا بیان ہے کہ اسی واسطے حضرت

علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ سے آسمانوں کی راہوں کی نسبت دریافت کرلو کیوں کہ زمین کے راستوں سے میں انہیں زیادہ جانتا ہوں اس وقت آپ کے پاس جبرائیل ایک آدمی کی صورت بن کر آئے اور کہنے لگے کہ آپ سچے ہیں، تو بتلایئے کہ جبرئیل علیہ السلام کہاں ہیں؟ آپ نے آسمان کی طرف داہنے اور بائیں دیکھا پھر اسی طرح زمین کی طرف دیکھا اور فرمانے لگے کہ میں نے انہیں آسمان اور زمین میں نہیں پایا شاید تم ہی ہو۔ ربیع الابرار میں مذکور ہے کہ ایک بار حضرت نبی ﷺ مسجد میں داخل ہوئے آپ نے چند آدمی سوتے دیکھے آپ نے فرمایا تم مسجد میں نہ سویا کرو وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم سو سکتے ہو کیوں کہ خدا نے تمہیں اجازت دی ہے نماز کی فضیلت کے بیان سے پہلے مسجد میں سونے کا جائز ہونا گذر چکا ہے۔

حضرت نبی ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو ایک کافر قوم کے پاس بھیجا جن کے یہاں شہد کی مکھیاں بکثرت تھیں انہوں نے آپ کی تکذیب کی آپ نے کہا: اے شہد کی مکھیو تم ان لوگوں سے نکل کر چلی جاؤ کیوں کہ یہ سرکش ہیں اس کے بعد مکھیاں وہاں سے اڑ گئیں اور وہ محتاج ہوئے اور انہیں شہد کی مکھیوں کی بشدت حاجت تھی کیوں کہ ان کی روزی اس پر منحصر تھی اس کے بعد انہوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو کہلا بھیجا کہ آپ اپنے قاصد کو ہمارے پاس بھیج دیجیے، حضرت ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا وہ لوگ اسلام لے آئے پھر آپ نے فرمایا: اے شہد کی مکھیو چلی آؤ اس کے حق کی بدولت جس نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے وہ سب کے سب چلی آئیں۔ کسی کا بیان ہے کہ ایک بار آپ کسی غزوہ میں تھے کفار آپ پر غالب آئے ان کے پاس شہد کی مکھیاں بکثرت تھیں خدا نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ علی بن ابی طالب کی مدد کے لیے نکلو وہ نکلیں اور قوم کو کاٹنے لگیں یہاں تک کہ خدا نے انہیں ہلاک کر ڈالا ربیع الابرار میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب معراج میں آسمان پر گیا جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر جنت کے بستر پر بٹھا دیا مجھے ایک ناشپاتی دی میں اسے الٹ پلٹ رہا تھا کہ اتنے ہی میں وہ پھٹ گئی اور اس میں سے ایک لڑکی نکل آئی کہ اس سے زیادہ خوبصورت کبھی دیکھنے میں نہیں آئی وہ کہنے لگی السلام علیک یا محمد! میں نے پوچھا! تو کس کے لیے ہے وہ بولی میں راضیہ مرضیہ ہوں خدا نے میرے تین حصے پیدا کیے ہیں میرے نیچے کا حصہ مشک کا ہے درمیانی کافور کا اور اوپر کو حصہ عنبر کا میرا خمیر آب حیات سے بنایا گیا ہے خدائے جبار نے ارشاد فرمایا! ہو جا میں آپ کے بھائی اور چچا کے بیٹے علی رضی اللہ عنہ کی ہو گئی۔ جعفر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انبیا کی خوشبو ناشپاتی کی سی ہے اور حور کی خوشبو آس کی سی اور ملائکہ کی خوشبو گلاب کی سی ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے پاس حضرت نبی ﷺ تشریف لائے اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں گلاب اور پھول تھے آپ نے فرمایا کہ سوائے آس کے یہ جنت کے پھولوں کا سردار ہے اور درود کی فضیلت میں گلاب کے فائدہ پہلے گذر چکے ہیں اور باب القرآن اور فصل امانت میں ناشپاتی کے فائدے گذر چکے ہیں۔

آپ کی ایک یہ کرامت ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو برزخ کا علم عطا فرمایا ہے چنانچہ جب عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ ان کی قبر پر بیٹھ کر فرشتوں سے ان کی باتیں سنتے تھے چنانچہ جب دونوں فرشتے ان کے پاس آئے تو وہ ان سے کانپنے لگے پھر جواب باصواب دیا دونوں فرشے ان سے کہہ گئے کہ آپ سوئیے انہوں نے کہا: میں کیسے سوؤں حالانکہ تم دونوں کی وجہ سے مجھ پر لرزا پڑا ہوا ہے باوجودیکہ میں حضرت ﷺ کا صحبت یافتہ ہوں لیکن میں تم دونوں پر خدا کو اور اس کے فرشتوں کو شاہد بناتا ہوں کہ تم دونوں کسی ایماندار کے پاس بغیر سب سے اچھی صورت کے نہ جاؤ، چنانچہ ان دونوں نے ایسا ہی کیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے عمر بن الخطاب سوئیے خدا آپ کو مسلمانوں کی جانب سے جزائے خیر دے آپ نے اپنی زندگی اور موت دونوں میں لوگوں کو نفع پہنچایا برزخ درمیانی شے کو کہتے ہیں اور آخرت کا برزخ زندوں اور مردوں کے درمیانی حالت ہے مؤلف کہتا ہے کہ معتمد شخص نے مجھ سے کہا کہ اس کو ایک محدث اپنی وفات کے بعد اپنی دنیاوی شکل میں خواب میں نظر آئے اور ان سے کہنے لگے کہ آپ فلاں ہیں انہوں نے کہا: ہاں پھر اس نے پوچھا کہ یہ جسم ہے یا روح انہوں نے کہا روح اس کا بیان ہے کہ میں خاموش رہا اور میں نے پہچان لیا کہ وہ مردہ ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کہاں ہیں۔ بولے برزخ میں پھر مجھے ایک سبزہ زار میں لے گئے جہاں بکثرت لوگ جمع تھے میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ مردے ہیں اتنے میں ایک زور کی چیخ سنائی دی انہوں نے اپنے کو مجھ سے چھڑا لینا چاہا میں نے مضبوط پکڑ لیا اور ان سے پوچھا: کیا ماجرا ہے کہنے لگے حضرت نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے ہیں کیوں کہ آپ ہر جمعہ کو اہل برزخ سے ملاقات کیا کرتے ہیں اس پر میں نے انہیں چھوڑ دیا۔

میں نے فصول المہمہ فی معرفۃ الائمہ میں دیکھا ہے کہ دو شخص حضرت نبی ﷺ کے پاس آئے اور ایک ان میں سے کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ اس شخص کی گائے نے میرے گدھے کو مار ڈالا وہ شخص جھپٹا اور کہنے لگا کہ بہائم پر ضمان نہیں حضرت نبی ﷺ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ ان دونوں میں فیصلہ کر دو۔ علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا دونوں بندھے ہوئے تھے یا کھلے ہوئے تھے یا ایک کھلا تھا اور دوسرا بندھا تھا۔ اس نے کہا گدھا بندھا تھا اور گائے چھٹی تھی اور اس کا مالک اس کے ساتھ تھا۔ آپ نے فرمایا: گائے والے پر گدھے کا ضمان ہے۔ حضرت نبی ﷺ نے آپ کا فیصلہ جاری رکھا۔ اگر کسی نے ایک جانور غصب کیا اور کسی دوسرے شخص نے اسے ہلاک کر ڈالا تو اس کے مالک کو اختیار ہے چاہے تو اس سے مطالبہ کرے یا اگر چاہے ہلاک کرنے والے سے مطالبہ کرے اور وہ غاصب سے رجوع نہیں کر سکتا اور اگر غاصب نے مالک کو تاوان دیا تو وہ ہلاک کرنے والے سے رجوع کر سکتا ہے اور قیمت والی شے کی قیمت غاصب سے لی جائے گی مثلاً غصب کے روز سو روپیہ اس کی قیمت تھی اور تلف کے روز پچاس تو مالک کو سو ملیں گے اور تاوان دینے والے کا قول معتبر ہوگا نہ مالک کا اور اگر کوئی جانور خرید ا اور وہ غصب کیا

ہوا نکل آیا مالک اس کی قیمت خریدار سے وصول کرے تو وہ بیچنے والے سے رجوع نہیں کر سکتا اگر کوئی جانور غصب کیا اور اسے مارا جس سے مثلاً اس کی آنکھ جاتی رہی تو جس قدر قیمت کم ہو گئی ہو گی اتنا اس پر لازم ہو گا بخلاف غلام کے حسب اس کا مارا یا غصب کیا پھر مثلاً اس کی آنکھ جاتی رہی تو اس پر نصف قیمت لازم آتی ہے اور اگر مثلاً اس کی ران میں زخم لگایا پھوڑ دیا تو غلام جس قدر قیمت کم ہو گئی ہو اتنا اس پر لازم ہے اس کی مثال یہ ہے کہ قیمت اگر ایک ہزار رہ گئی تو اس کا فقط دس لازم ہوں گے اگر اس کی آنکھ نکال لی یا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اس کی ہزار قیمت تھی تو پانچ سو اس کی آنکھ میں محسوب ہوں گے اور پانچ سو اس کے ہاتھ میں اور اگر اس کا ذکر کاٹ ڈالا تو پورے ہزار لازم ہوں گے اور اگر انثیین کاٹ ڈالے تو ایک ہزار اور لازم ہوں گے اگر مثلاً آنکھ نکال لی یا انثیین نکال لیے اور اسی ہزار قیمت تھی تو ایک ہزار اور پانچ سو لازم ہوں گے اور محاسن مجتمعہ میں اس سے زیادہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

لطیفہ میں محب طبری کی ذخائر العقبیٰ میں مناقب ذوالقربیٰ میں دیکھا ہے کہ دو شخص بیٹھے کھانا کھا رہے تھے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین تھیں پھر ان کے پاس ایک تیسرے شخص کا گذر ہوا اور اس نے دونوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اور دونوں کو آٹھ درہم دیکر چلا گیا۔ پانچ روٹی والے نے کہا کہ پانچ میرے ہیں اور تین تیرے۔ اس نے کہا نہیں بلکہ چار تیرے ہیں اور چار میرے ہیں۔ دونوں میں اختلاف ہوا اور وہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ لائے آپ نے تین روٹی والے سے کہا کہ اپنے ساتھی سے لے لے اس نے کہا: میں سوائے تلخ حق کے اور کچھ نہیں چاہتا آپ نے فرمایا تیرا صرف ایک درہم ہے اور اس کے سات کیوں کہ آٹھ کے چوبیس ثلث ہوئے جسکی پانچ راٹیاں تھیں اس کے پندرہ ثلث ہوئے اور تیرے تین روٹیوں کے نو ثلث ہوئے کیوں کہ تم تینوں نے برابر کھایا ہے پس تو نے اپنے نو ثلث میں سے آٹھ ثلث کھائے اور صرف تیرا ایک ثلث بچ رہا اور تیرے ساتھی نے اپنے پندرہ ثلث میں سے آٹھ ثلث کھا لیے تب بھی اس کے سات ثلث بچ رہے لہذا مہمان نے سات ثلث تیرے ساتھی کے اور ایک ثلث تیرا کھایا۔ آپ کے زمانہ میں ایک شخص نے دو عورتوں سے نکاح کیا اور دونوں کے تاریک رات میں بچہ پیدا ہوا، ایک کے لڑکا اور دوسری کے لڑکی۔ لڑکے کے لیے دونوں جھگڑا کرنے لگیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ لائیں۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک اپنا اپنا تھوڑا دودھ دھوئے پھر دونوں کے دودھ کو تولا جس کا دودھ بھاری نکلا اس کو لڑکا دے دیا، آپ سے پوچھا گیا کہ یہ آپ نے کہاں سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: خدا کے قول للذکر مثل حظ الانثیین سے کیوں کہ خدا تعالیٰ نے ہر شے میں حتی کہ غذا میں بھی مرد کو فضیلت دی ہے ربیع الابرار میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حضرت عمر رضی اللہ کے پاس دعویٰ دائر کیا۔ انہوں نے آپ سے کہا: اے ابا الحسن اپنے خصم یعنی مقابل کے لے اٹھیے حضرت علی رضی اللہ ناراض ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ سے اس کا جواب دریافت کیا۔ آپ

نے کہا اس لیے کہ آپ نے میری کنیت کہہ کر مجھے مخاطب بنایا۔ آپ نے یہ کیوں نہ کہا اے علی اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا سر چوم لیا اور کہنے لگے خدا نے تم لوگوں کی بدولت ہمیں ہدایت کی ہے اور تمہاری ہی بدولت ہم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالا ہے۔

غنی شخص پر ہر ہفتہ اپنی زوجہ کو دو رطل گوشت دینا واجب ہے اور تنگدست کو ایک رطل اور متوسط کو ڈیڑھ رطل اور جمعہ کے روز مسنون ہے کیوں کہ اس دن فراخی کرنا اولیٰ ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ کچا گوشت کھانا جائز ہے مؤلف کہتے ہیں کہ بعض شیوخ نے کہا ہے کہ یہ اس وقت ہے کہ جب کچا گوشت ضرر نہ کرے اور اس میں اختلاف ہوا ہے کہ روٹی اور گوشت میں سے کون افضل ہے۔ ابن مفلح نے بیان کیا ہے کہ یہ وارد ہوا ہے کہ گوشت افضل ہے کیوں کہ وہ جنتیوں کا کھانا ہے پس گوشت تمام سالنوں کا سردار ہے اور روٹی تمام روزیوں سے افضل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ہر صبح وشام پڑھ لیا کرے **اللهم اجعلنی خم امما یظنون ولا تواخذنی مما یقولون واغفرلی مالا یعلمون** تو خدا اس کے گناہ بخش دے گا اور قیامت میں صالحین میں اس کا شمار کرے گا اور جنت میں یحییٰ علیہ السلام کا رفیق بنے گا۔ میں نے جدہ میں غزالی رحمہ اللہ علیہ کی کتاب وسائل الحاجات میں دیکھا ہے کہ جبرئیل حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو میں بشارت نہ دوں آپ نے فرمایا: ہاں اس کے بعد آپ کو کوہ ابی قبیس پر لائے دیکھتے کیا ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ سجدہ میں ہیں اور اشکوں سے ان کے رخسار تر ہو رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں اے اللہ اپنے حضور میں میری خواری اور عاجزی پر اور اپنی مخلوق سے میری وحشت پر رحم فرمایئے اور مجھے اپنے ساتھ مانوس بنا لیجیے اے کریم جبرئیل علیہ السلام کہنے لگے واللہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ایسی حالت میں ہیں کہ خدا ان سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور اس دعا کو سجدہ میں جو شخص پڑھے گا گناہوں سے ایسا نکل آئے گا۔ جیسے سانپ کیچل سے نکل آتا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو شخص روزانہ تین بار پڑھ لیا کرے صلوات اللہ وسلامہ علی آدم خدا اس کے گناہ بخش دے گا اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں اور وہ آدم علیہ السلام کا رفیق ہوگا۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا قوم ہے کہ جو شخص آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کا ذکر سن کر ان پر درود نہ بھیجے وہ ان دونوں سے عاق ہو گیا۔ احبار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کوئی مسلمان مرد یا عورت ایسی نہیں جو نافرمان آدم علیہ السلام اور حوا علیہ السلام کے لیے استغفار کرتے ہوں اور ان کی استغفار ان دونوں پر پیش نہ کی جاتی ہوں اور وہ خوش نہ ہوتے ہوں اور یہ نہ کہتے ہوں کہ اے رب یہ فلاں بن فلاں ہے اس نے ہمارے لیے استغفار کی اور ہم پر درود بھیجی۔ آپ اس پر رحمت نازل کیجیے اے رب اس کے نیکی اور احسان کو زیادہ کیجیے اس کو کسائی نے قصص الانبیاء میں نقل کیا ہے اور اصفہانی نے بیان کیا جو شخص آدم علیہ السلام پر جمعہ کے روز سات بار درود بھیجے، خدا اس کو بخش دے اور مناقب عثمان رضی اللہ عنہ میں اصفہانی کا مناقب گذر چکے ہیں۔

انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے حضرت نبی ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔ آپ نے بسم اللہ کر کے ایک لقمہ کھایا، پھر فرمانے لگے اے اللہ جو شخص آپ کو اور مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اسے میرے پاس بھیج دیجیے، اتنے میں علی رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے پوچھا: کون؟ جواب ملا علی۔ میں نے کہہ دیا کہ رسول اللہ ﷺ مشغول ہیں۔ آپ نے ایک لقمہ کھایا پھر فرمانے لگے اے اللہ جو شخص آپ کو اور مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اسے میرے پاس بھیج دیجیے اتنے میں علی رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور آواز بلند کی حضرت نبی ﷺ نے فرمایا: دروازہ کھول دو، اے انس، دروازہ کھول دیا گیا اور علی اندر آئے جب حضرت نبی ﷺ نے انہیں دیکھا مسکرائے اور فرمانے لگے، خدا کا شکر ہے میں ہر لقمہ پر خدا سے دعا کرتا تھا کہ اس شخص کو جو میرے اور خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو میرے پاس بھیج دے انہوں نے عرض کیا قسم اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں تین بار دروازہ کھٹکھٹا چکا ہوں اور انس رضی اللہ عنہ مجھے جواب دے دیتے تھے، آپ نے پوچھا: اے انس تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا: اے نبی ﷺ میں امیدوار تھا کہ انصار میں سے کوئی شخص ہو آپ نے فرمایا: کیا کوئی انصار میں علی سے بہتر اور افضل ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ یہ ان کے مناقب ہیں جو شاہ شجاعان تھے اور کجروی کرنے والوں کی سرکوبی کرنے والے تھے خدا کی شمشیر برہنہ کو دراز کرنے والے و رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے۔ و فاطمہ طاہرہ بتول کے شوہر تھے، جن کے مناقب پاکیزہ تھے مشارق و مغارب کے شہسوار، ستارہ روشن امیر المؤمنین ابی الحسین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ کی اولاد کا ذکر اور آپ کے کچھ مناقب آپ کی زوجہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے بیان میں آتا ہے۔

☆......☆......☆

اِزَالۃُ الخفاء
عن خلافۃ الخلفاء

تالیف

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

مناقب امیر المومنین وامام اشجعین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

ان میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ قرابتِ قریبہ رکھتے تھے اور شرافتِ نسب میں اعلیٰ مرتبہ رکھتے تھے۔ آپ ابوطالب ابن عبدالمطلب کے بیٹے تھے اور ان کی والدہ فاطمہ تھیں اسد بن ہاشم کی بیٹی۔ ابوعمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ پہلی ہاشمی عورت ہیں جن کے بطن سے ہاشمی اولاد پیدا ہوئی۔ تو حضرت مرتضی اور ان کے بھائی وہ پہلی جماعت ہیں کہ باپ اور ماں دونوں طرف سے ہاشمی ہیں۔ اور اُن کے بعد حضرت حسنین رضی اللہ عنہما اور ان کے بعد امام محمد باقر اور عبداللہ محض اور ان کے بھائی اسی صفت پر تھے۔ اور جناب رسالت مآب ﷺ فاطمہ بنت اسد کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ وہ میری ماں تھیں بعد اس ماں کے جس نے مجھے جنم دیا۔ ابوطالب کچھ کاروبار کرتے تھے اور اُن کے یہاں کھانا دعوت کے طور پر ہوتا تھا ہم سب کو اپنے ساتھ کھانے پر جمع کرلیا کرتے تھے۔ ان بی بی کا یہ معمول تھا کہ اس میں سے کچھ بچالیا کرتی تھیں تاکہ اس میں سے میں پھر کھالوں۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور ان (رضی اللہ عنہ) کے مناقب میں جواُن کی پیدائش کے وقت ظاہر ہوئے ایک یہ ہے کہ وہ جوفِ کعبہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ بلاشبہ اخبار متواتر ہیں اس بارے میں کہ فاطمہ بنت اسد نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو جوفِ کعبہ میں جنم دیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ عزوجل وعلا کی عنایت صغر سن ہی کے دور میں اُن کے شامل حال ہوگئی اور آنحضرت ﷺ نے اُن (رضی اللہ عنہ) کے تکفل کو اپنے اوپر لے لیا اور اس سبب سے ان کا اسلام اور ان کا جناب مقدس نبوی ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرنا زمانہ بلوغ سے پہلے ہوا ہے۔ صحابہ اور تابعین میں سے بہت سے اس طرف گئے ہیں کہ بعد خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سب سے پہلے مسلمان وہی ہیں۔ اور اس بارے میں ایک فصل مآثر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں گذر چکی ہے۔ محمد بن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے روایت کیا عبداللہ بن ابی نجیح نے مجاہد بن جبیر ابی الحجاج سے۔ کہا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر اللہ کی نعمتوں میں سے ایک یہ نعمت ہوئی جو اللہ نے اُن کے حصہ میں رکھی تھی اور اس ذریعہ سے اُن کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تھا کہ قریش پر ایک شدید خشک سالی کا زمانہ آیا اور ابوطالب بہت اولاد رکھتے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا عباس سے کہا، اور وہ بنی ہاشم میں سے زیادہ صاحب وسعت تھے، کہ اے عباس آپ کے بھائی ابوطالب کثیر العیال ہیں اور لوگوں پر جو یہ بلا خشک سالی کی آپڑی ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں تو آؤ ہم ان کے پاس چلیں اُن کے اوپر سے کنبہ کا کچھ بوجھ ہلکا

کریں، ان کے گھر سے ایک آدمی کو میں لے لوں اور ایک کو آپ لے لیں تو ہم ان کی طرف سے اُن دو کا خرچ خود برداشت کریں، عباس نے کہا بہت اچھا۔ تو دونوں جا کر ابو طالب سے ملے اور اُن سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے اوپر سے آپ کے کنبہ کے خرچ کا بوجھ ہلکا کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس تنگی کو دور کر دے جس میں وہ مبتلا ہیں۔ تو ان دونوں سے ابو طالب نے کہا کہ اس صورت میں تم میرے پاس عقیل کو چھوڑ دو (اور ابن ہشام نے کہا کہ عقیل اور طالب کو چھوڑ دو) اس کے بعد جو تم چاہو کرو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے علی کو لے لیا اور ان کو اپنے سینہ سے لگا لیا اور عباس نے جعفر کو لے کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ پھر علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبی بنا کر مبعوث کیا تو علی نے آپ کا اتباع کیا اور آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور جعفر عباس کے پاس رہتے تھے یہاں تک کہ ایمان لائے اور ان سے مستغنی ہو گئے۔ ابن اسحاق نے کہا کہ بعض اہل علم نے ذکر کیا کہ جب نماز کا وقت آتا تھا تو رسول اللہ ﷺ مکہ کی بعض گھاٹیوں کی طرف نکل جاتے تھے اور ان کے ساتھ علی بن ابی طالب بھی اپنے باپ ابو طالب سے اور اپنے تمام چچاؤں سے اور پوری قوم سے چھپ کر نکلتے تھے اور اس میں دونوں نماز پڑھتے رہتے تھے۔ پھر جب شام ہو جاتی تو دونوں واپس آ جاتے تھے، تو دونوں جب تک اللہ نے چاہا یوں ہی کرتے رہے۔ پھر ایک دن ایسا ہوا کہ ابو طالب دونوں کے سامنے آ گئے جب کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یہ کون سا دین ہے جس پر تم عمل کر رہے ہو تو آپ نے کہا اے چچا یہ اللہ کا دین ہے اور اس کے فرشتوں کا دین ہے اور اس کے رسولوں اور ہمارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ "یا جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا" مجھے اللہ تعالیٰ نے اس دین کے ساتھ رسول بنا کر بندوں کی طرف بھیجا ہے اور آپ اے چچا ہر اس شخص جس سے میں خیر خواہی کروں اور اس کو ہدایت کی طرف دعوت دوں زیادہ حقدار ہیں، اور جس نے بھی میری دعوت کو قبول کیا اور میری اعانت کی آپ پر اس کا حق بھی سب سے زیادہ ہے۔ او کما قال۔ تو ابو طالب نے کہا کہ اے میرے بھتیجے میں اس کی استطاعت نہیں رکھتا کہ باپ دادا کے دین کو اور جس طریقہ پر وہ تھے اس کو چھوڑ دوں لیکن خدا کی قسم میں کسی چیز کو جس سے تو تکلیف محسوس کرے تجھ تک نہ آنے دوں گا جب تک زندہ ہوں اور انہوں نے ذکر کیا کہ ابو طالب نے علی سے کہا کہ اے میرے بیٹے تو کس دین پر ہے انہوں نے کہا کہ اے ابا میں اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لے آیا اور جو کچھ وہ لے کر آئے اس کی تصدیق کر چکا اور میں نے ان کے ساتھ مل کر اللہ کے لیے نماز پڑھی اور ان کا اتباع کیا، تو انہوں نے گمان کیا کہ ابو طالب نے یہ کہا کہ خبردار محمد ﷺ نے تجھے دعوت نہیں دی مگر خیر کی طرف تو اس کا لازم رکھ۔

پھر علی رضی اللہ عنہ نے کہا یا اللہ میں اعتراف نہیں کر رہا ہوں (یعنی دعویٰ اور فخر نہیں کرتا) کہ آپ کے کسی بندے نے اس امت میں سے سوائے آپ کے نبی کے مجھ سے پہلے آپ کی عبادت کی ہو۔ تین مرتبہ کہا۔ بیشک

میں نے نماز پڑھی پہلے اس سے کہ لوگ نماز پڑھیں سات دن (یا سات نمازیں)۔ اور ان میں سے ایک یہ کہ جب ابوطالب نے وفات پائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعزیت میں اور حضرت مرتضی رضی اللہ عنہ کو تسلی دینے میں اور ان کے لیے دعائے خیر کرنے میں کمال درجہ شفقت فرمائی۔ اور احمد نے روایت کیا علی رضی اللہ عنہ سے، کہا کہ جب ابوطالب کا انتقال ہو گیا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا کہ آپ کے چچا کا انتقال ہو گیا ہے۔ فرمایا کہ جاؤ ان کو دفن کر دو۔ پھر میرے پاس آنے تک کوئی بات نہ کرنا۔ کہا کہ پھر میں نے غسل کیا اور آپ کے پاس آیا تو آپ نے میرے لیے بہت دعائیں کیں جن سے مجھے مسرت ہوئی کہ اتنی سرخ اور سیاہ اونٹوں کے ملنے سے نہ ہوتی۔ اور علی جب میت کو غسل دیتے تھے تو نہایا کرتے تھے۔ اور ان میں ایک یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ منتظر الخلافت کے مانند معاملہ کیا کرتے تھے جو کہ خلافت خاصہ کے لوازم میں سے ہیں۔ نسائی نے کتاب الخصائص میں ربیعہ بن ناجیہ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المومنین اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ کیسے وارث ہوئے اپنے چچا کو چھوڑ کر۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کیا تھا یا فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دی اولاد عبد المطلب کو اور ان کے لیے ایک مد کھانا تیار کرایا (یعنی تقریباً ایک سیر) فرمایا کہ سب لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور کھانا بچ رہا جتنا بھی تھا، گویا کہ اس کو چھیڑا ہی نہیں گیا۔ پھر آپ نے ایک پیالہ منگایا تو سب نے اس میں سے سیر ہو کر پیا اور اس میں شربت باقی تھا، گویا کہ اس کو چھوا ہی نہیں گیا اور اس میں سے نہیں پیا گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے اولاد عبد المطلب میں تمہاری طرف خاص طور اور تمام لوگوں کی طرف عام طور پر بھیجا گیا ہوں۔ اور تم نے دیکھ لیا اس امت میں سے جو کچھ تم نے دیکھا اور تم میں سے کون مجھ سے اس بات پر بیعت کرے گا کہ وہ میرا بھائی اور ساتھی اور وارث بنے تو کوئی بھی ان کی طرف نہ بڑھا۔ تو میں ان کی طرف بڑھا اور میں قوم میں سب سے چھوٹا تھا۔ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی بات کہی۔ تین مرتبہ اور میں ہر مرتبہ میں اٹھتا رہا اور وہ کہتے رہے کہ بیٹھ جا۔ یہاں تک کہ تیسری مرتبہ میں آپ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا۔ پھر علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ہے وہ بات جس سے میں اپنے چچا کے بیٹے کا وارث ہوا ہوں چچا کو چھوڑ کر۔ اور نسائی نے روایت کیا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا یہاں تک کہ ہم دونوں کعبہ کے اندر گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کندھے پر چڑھ گئے "اور ان کو اٹھائے ہوئے علی کھڑے ہوئے" (یہ جملہ راوی کی طرف سے ہے) پھر جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کمزوری کو دیکھا اور کہا کہ بیٹھ جا تو میں بیٹھ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور میرے سامنے بیٹھے اور فرمایا کہ میرے کندھوں پر چڑھ جا اور آپ مجھے لے کر کھڑے ہو گئے تو علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ میری یہ حالت تھی کہ مجھے یہ تخیل ہو رہا تھا کہ میں اگر چاہوں تو آسمان کے افق پر پہنچ جاؤں تو علی کعبہ پر چڑھے اور اس پر ایک بت تھا پیتل یا تانبے کا۔ تو میں نے اس پر زور لگانا شروع کیا تا کہ اسے اکھاڑ دوں

دائیں کو اور بائیں اور آگے اور سامنے اور کے پیچھے سے یہاں تک کہ جب میں نے اس پر قابو پالیا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس کو پھینک دے تو میں نے اس کو پھینک دیا پھر اس کو توڑا جیسا کہ شیشہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ پھر نیچے اتر آیا۔ پھر میں اور رسول اللہ ﷺ چھپتے ہوئے چلے یہاں تک کہ گھروں میں جا چھپے۔ اس اندیشہ سے کہ کوئی ہمیں مل جائے گا۔ اور ان میں سے یہ کہ جب کفار قریش آنحضرت ﷺ کو ایذا دینے کے لیے مجتمع ہو گئے اور مکہ سے مدینہ کی ہجرت مقرر ہو گئی تو آپ ﷺ نے حضرت علی مرتضٰی سے فرمایا وہ آنجناب ﷺ کے بستر پر سو جائیں اور آنحضرت ﷺ کی چادر مبارک اپنے اوپر اوڑھ لیں تا کہ کفار مغالطہ میں پڑے رہیں اور آنحضرت ﷺ کے جانے پر مطلع نہ ہونے پائیں اور اس کے بعد قریب وقت میں ہی علی رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی اور آنحضرت ﷺ سے جا ملے۔ ابن اسحٰق نے ہجرت کے اور نبی ﷺ کے بارے میں کفار قریش کے باہم مشورہ کے قصہ میں کہا، پھر جبریئل آئے رسول اللہ ﷺ کے پاس اور آپ سے کہا کہ آج رات آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ تو جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو مشرکین جمع ہو کر آپ کو تاکنے لگے کہ آپ کب سوئیں گے کہ آپ کے اوپر حملہ کریں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھا تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تو میرے بستر پر لیٹ جا اور میری حضرمی سبز چادر اپنے اوپر اوڑھ لے اور اس میں سو جا۔ ہرگز ان کی جانب سے کوئی تکلیف تجھ کو نہیں پہنچے گی۔ اور رسول اللہ ﷺ پہلے سے جب سویا کرتے تھے تو اسی چادر میں سویا کرتے تھے۔ کہا کہ پھر رسول اللہ ﷺ ان کی طرف باہر نکلے اور آپ نے ایک مٹھی مٹی کی بھر کر اپنے ہاتھ میں لے لی اور اس کو ان کے سروں پر بکھیرتے رہے اور آپ یہ سورت پڑھ رہے تھے یٰسین والقران الحکیم سے فھم لایبصرون۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ ان آیات سے فارغ ہو گئے اور ان میں سے کوئی شخص باقی نہ رہا مگر آپ نے اس کے سر پر مٹی ڈالی۔ پھر جس طرف جانے کا آپ نے ارادہ کیا تھا چلے گئے۔ اس کے بعد ان کے پاس ایک آنے والا آیا جو ان لوگوں کے ساتھیوں میں سے نہیں تھا۔ اس نے کہا کہ یہاں تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا محمد کا۔'' اس نے کہا کہ خدا نے تمہیں خسارے میں ڈال دیا۔ خدا کی قسم بلاشبہ محمد تمہارے سامنے سے نکل گیا، پھر اس نے تم میں سے کسی شخص کو بھی نہیں چھوڑا مگر اس کے سر خاک ڈال دی ہے اور جہاں جانا تھا چلا بھی گیا۔ کیا تم نہیں دیکھتے تمہارے اوپر کیا ہے۔ کہا کہ پھر ان میں سے ہر ایک نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا تو اس پر مٹی پائی۔ پھر انہوں نے جھانکنا شروع کیا تو وہ علی کو دیکھ رہے تھے جو رسول اللہ ﷺ کی چادر اوڑھے ہوئے بستر پر سو رہے تھے۔ تو کہنے لگے کہ واللہ یقیناً یہ محمد سویا ہوا ہے، اس پر اس کی چادر ہے۔ تو یہ لوگ اسی طرح وہاں سے نہیں ٹلے یہاں تک کہ صبح ہو گئی، اور علی بستر پر سے اٹھے تو انہوں نے کہا واللہ ہم سے جس شخص نے بیان کیا تھا سچ کہا تھا۔ پھر محمد بن اسحٰق نے نبی ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے قصہ میں بیان کیا کہ مکہ میں علی نے تین رات اور تین دن قیام کیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے لوگوں کو ان کی وہ

امانتیں ادا کر دیں جو ان کی آپ کے پاس رکھی ہوئی تھیں، پھر جب اس سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ سے جا ملے اور کلثوم بن ہدم کے مہمان ہوئے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب اصحاب کے درمیان مواخات واقع ہوئی (یعنی ہر ایک کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک بھائی تجویز کیا) تو آنحضرت ﷺ نے حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی فرمایا۔ ترمذی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کے درمیان مواخات کرائی تو علی آئے اور ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور کہا یا رسول اللہ آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان مواخات کرائی اور میرے اور کسی کے درمیان مواخات قائم نہیں کی تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو میرا بھائی ہے دنیا اور آخرت میں۔ اور ان میں سے یہ کہ سوابق اسلامیہ میں جنگِ بدر میں حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حصہ کامل اور وافر تھا، اول یہ کہ جب موضع بدر کے نزدیک پہنچے تو آپ نے ایک جماعت کو دشمنوں کے لشکر کا حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا اور حضرت مرتضیٰ بھی اس جماعت میں سے تھے۔ کہا محمد بن اسحاق نے کہ جب شام ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب اور زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص کو اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ بدر بھیجا۔ تاکہ وہ خبریں لے کر آئیں تو قریش کے پانی ڈھونے والے اونٹ ان کے ہاتھ لگے جن میں بنی الحجاج کا غلام اسلم اور بنو عاص بن سعد کا غلام عریض ابو یسار بھی تھا، تو یہ اصحاب ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے۔ الخ دوسرا یہ کہ قتال شروع ہونے کے وقت جماعت کفار میں سے تین آدمی مقاتلہ کے لیے باہر آئے اور تین آدمی ان کے ساتھ مقابلہ کے لیے بنی ہاشم میں سے نکل کر آئے ان میں سے ایک حضرت مرتضیٰ تھے۔ محمد بن اسحٰق نے کہا اور اسود بن اسد مخزومی مقاتلہ کے لیے نکلا اور یہ ایک بدخو بدخصائل شخص تھا، تو اس نے کہا کہ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ ان کے حوض میں سے ضرور پانی پیوں گا یا اس کو ڈھا دوں گا یا اس کے پیچھے جان دے دوں گا۔ تو جب وہ نکلا تو اس کی طرف حمزہ بن عبد المطلب بڑھے۔ جب دونوں میں مڈبھیڑ ہوئی تو حمزہ نے اس کے ایک ہاتھ مارا تو اس کا قدم آدھی پنڈلی پر زخمی ہو گئی اور وہ حوض کے پیچھے تھا تو وہ اپنی پشت پر گر گیا اپنے ساتھیوں کی طرف، اور اس کی ٹانگ سے خون بہہ رہا تھا۔ پھر وہ مڑ گیا حوض کی طرف، یہاں تک کہ اس میں جا گھسا، چاہتا تھا کہ اپنی قسم پوری کر لے۔ پھر حمزہ نے اس کا پیچھا کیا اور ضرب لگائی یہاں تک کہ حوض میں ہی اس کا قتل کر دیا۔ پھر اس کے بعد عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عتبہ کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ جب صف سے جدا ہو گیا تو اس نے مقابلہ کے لیے للکارا تو اس کی طرف انصار میں کے تین جوان نکلے اور وہ تھے عوف اور معوذ حارث کے بیٹے جن کی ماں عفراء تھیں اور ایک اور شخص تھا جس کو عبداللہ بن رواحہ کہا جاتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ تم کون ہو۔ انہوں نے کہا ایک جماعت انصار میں کی، تو انہوں نے کہا ہمیں تم سے کوئی غرض نہیں۔ پھر ان میں کے ایک للکارنے والے نے للکارا کہ اے محمد ہماری طرف بھیج ہماری قوم میں کے

ہمارے ہمرتبہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اٹھواے عبیدہ بن الحارث اور اٹھواے حمزہ اور اٹھواے علی۔ جب یہ اصحاب اٹھے اور ان کے قریب پہنچے تو انہوں نے کہا کہ تم کون ہو؟ تو عبیدہ نے کہا کہ میں عبیدہ ہوں اور حمزہ نے کہا کہ میں حمزہ ہوں اور علی نے کہا کہ میں علی ہوں۔ تو انہوں نے کہا کہ ہاں تم ہمارے ہمرتبہ عزت و بزرگی والے ہو۔ تو عبیدہ نے جو قوم (یعنی تینوں) میں بڑی عمر کے تھے مقابلہ کے لیے نکلے عتبہ بن ربیعہ کے، اور حمزہ نے مقابلہ کیا شیبہ بن ربیعہ کا اور علی نے مقابلہ کیا ولید بن عتبہ کا۔ حمزہ نے تو شیبہ کو مہلت ہی نہ دی کہ اس کو قتل کر دیا۔ رہے علی تو انہوں نے ولید کو مہلت نہ دی کہ اسے قتل کر ڈالا۔ اور عبیدہ اور عتبہ کے درمیان یہ ہوا کہ دونوں نے ایک دوسرے پر ضرب لگائی۔ دونوں نے اپنے مقابل کو گہرے زخم پہنچائے۔ پھر حمزہ اور علی اپنی اپنی تلواروں کے ساتھ عتبہ پر حملہ آور ہوئے اور اس کو انہوں نے کاٹ کر ڈال دیا اور اپنے ساتھ عبیدہ کو اٹھا لائے اور اس کو اس کے اصحاب کے پاس پہنچا دیا۔ تیسرے یہ کہ جبرئیل یا میکائیل ان کے ساتھ تھے۔ حاکم نے ابو صالح سے انہوں نے علی سے روایت کی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم بدر میں میرے اور ابو بکر کے لیے فرمایا کہ تم میں سے ایک کی دائیں طرف جبرئیل اور دوسرے کی طرف میکائیل رہیں گے اور اسرافیل بڑی عظمت والا فرشتہ ہے وہ صف میں رہے گا۔ قتال کے وقت جن لوگوں کو علی نے قتل کیا اور بعد قتال کے محمد بن اسحٰق نے چند ایسے لوگوں کا ذکر کیا ہے بعض کا یقین کے ساتھ اور بعض کا تردد اور اختلاف کے ساتھ۔ روایت کیا ابو بکر نے ابراہیم بن عبید بن رفاعہ بن نافع انصاری سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اس کے دادا سے، کہا کہ ہم بدر سے لوٹے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو بعض ٹولیوں نے بعض کو پکار کر پوچھا کہ کیا تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو سب ٹھہر گئے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے اور ان کے ساتھ علی بن ابی طالب تھے تو لوگوں نے کہا کہ ابو الحسن (یعنی علی) نے پیٹ میں کچھ مروڑ محسوس کی تو میں اس کے پیچھے ہو لیا تھا (کہ مبادا کوئی چھپا ہوا دشمن غفلت میں گزند پہنچا دے) اور ان میں سے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کر دیا اور اس ضمن میں بڑی عزت افزائی اور مراتب عظیمہ سے نوازا۔ روایت کیا ابو عمر نے عبید اللہ بن محمد بن سماک بن جعفر ہاشمی سے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا فاطمہ کا علی بن ابی طالب کے ساتھ۔ جنگ اُحد کے بعد اور فاطمہ کی عمر ان کے نکاح کے دن پندرہ سال اور ساڑھے پانچ ماہ تھی اور علی کی عمر اس دن اکیس سال اور پانچ ماہ تھی۔

اور نیز نسائی نے اسما بنت عمیس سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ میں فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زفاف میں موجود تھی۔ جب صبح ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو ام ایمن نے دروازہ کھولا۔ اور عورتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی تو وہ ایک طرف ہو گئیں۔ اور فاطمہ ایک کونہ میں چھپ گئی۔ کہاں کہ پھر علی علیہ السلام آئے تو ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی اور ان کے اوپر کچھ پانی چھڑکا۔ پھر فرمایا کہ میرے پاس فاطمہ کو

لاؤ تو فاطمہ علیہا السلام آئیں اور اپنے اوپر شرم سے ایک رومال ڈالے ہوئے تھیں تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے کہ جو مجھ کو اپنے اہل بیت میں سب سے زیادہ محبوب ہے اور ان کو دعا دی اور ان پر کچھ پانی چھڑکا۔ پھر نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ نے کچھ سیاہی دیکھی تو فرمایا کہ یہ کون ہے؟ میں نے کہا کہ اسما فرمایا کہ بنت عمیس؟ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا کہ تو بھی فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زفاف میں موجود رہی۔ تو اس کی عزت کرتی ہے۔ میں نے کہا جی ہاں! کہا کہ پھر مجھے دعا دی۔ ان میں سے یہ معرکہ اُحد میں بڑے بڑے فضائل ان کے حصہ میں آئے۔ مصعب بن عمیر جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علمبردار تھے جب کہ ان کو مرتبۂ شہادت حاصل ہو گیا تو جناب اقدس نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مرتضیٰ کو جھنڈا دیا اور آپ نے اسی حالت میں قریش کا جھنڈا اٹھانے والے سے مقابلہ کیا اور اس کو مار ڈالا۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ مصعب بن عمیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قتال کیا۔ یہاں تک کہ قتل کر دیے گئے اور جس نے ان کو قتل کیا وہ قمیصہ بن قمیہ لیثی تھا اور وہ یہ گمان کر رہا تھا کہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر وہ قریش کی طرف یہ کہتا ہوا لوٹا کہ میں نے محمد کا قتل کر دیا۔ تو جب کہ مصعب بن عمیر قتل کر دیے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا علی بن ابی طالب کو دیا اور قتال کیا علی بن ابی طالب نے مسلمانوں میں کے ایک شخص نے کہا ابن ہشام نے مجھ سے روایت کیا مسلمہ بن علقمہ مازنی نے، یوم اُحد میں قتال شدت پکڑ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے جھنڈے کے نیچے بیٹھ گئے اور علی بن ابی طالب کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ جھنڈا آگے بڑھاؤ علی آگے بڑھے اور کہا کہ میں ابوالقصم ہوں، تو ان کو للکارا ابوسعد بن طلحہ نے جو مشرکین کا جھنڈا لیے ہوئے تھا کہ اے ابوالقصم کیا مقابلہ پر آنے کی کچھ ہمت ہے؟ کہا کہ پھر صفوں کے درمیان دونوں مقاتل ہو گئے اور دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا۔ پھر علی علیہ السلام نے اس پر ایک ضرب لگائی اور اس کو پچھاڑ دیا۔ پھر اس سے پلٹ گئے اور اس کا کام تمام نہ کیا۔ تو اُن سے ان کے ساتھیوں نے کہا کہ تم نے اسے ختم کیوں نہ کر دیا۔ تو فرمایا کہ اس نے میرے سامنے اپنا ستر کھول دیا تو مجھے رحم نے اس سے روک دیا اور میں نے خیال کیا کہ اللہ نے اس کو قتل ہی کر دیا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ابوسعید بن طلحہ نکلا تھا دونوں صفوں کے درمیان اور اس نے للکارا تھا کہ میں ہوں گردن توڑنے والا، کون میرے مقابل آئے گا تو کوئی اس کے مقابلہ پر نہ نکلا۔ تو اس نے کہا کہ اے اصحاب محمد تم گمان کرتے ہو کہ تمہارے مقتول جنت میں جائیں گے اور ہمارے مقتول دوزخ میں۔ لات اور عزیٰ کی قسم تم جھوٹ بولتے ہو اگر تم اس بات کو حق سمجھتے تو مجھ سے مقابلہ کے لیے تم میں سے کوئی تو نکلتا۔ تو اس کی طرف علی بن ابی طالب نکلے۔ پھر ایک دوسرے پر صرف دو وار کی نوبت آئی کہ علی علیہ السلام نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر کفار کے مقتولین کے ناموں کی فصل میں ایک جماعت شمار میں آتی ہے، جن کو حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا ہے۔ اور جب ابتلا و امتحان پیش آیا اور بہت سے صحابہ اس واقعہ میں درجۂ شہادت پر پہنچ گئے اور صحابہ کو اس ہنگامہ

میں آنحضرت ﷺ کی خبر نہیں تھی، اس کے بعد جب کہ آنحضرت ﷺ گھاٹیوں کی طرف تشریف لے گئے اور اس جماعت میں حضرت مرتضیٰ بھی تھے۔ ابو اسحٰق نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو مسلمانوں نے پہچان لیا تو آپ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ آپ ان کے ساتھ گھاٹیوں کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ علی بن ابی طالب اور ابو بکر و عمر اور طلحہ و زبیر اور حارث بن الصمہ اور مسلمانوں کی ایک ٹکڑی تھی۔ اور بلا کے ٹل جانے کے بعد خون دھونے کے لیے پانی لانے کی خدمت حضرت مرتضیٰ کے ہاتھ سے سرانجام پائی۔ بخاری نے روایت کیا سہل بن سعد سے کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کے زخم کے بارے میں سوال کیا جارہا تھا۔ تو فرمایا کہ یاد رکھو واللہ میں بخوبی جانتا ہوں کہ کون رسول اللہ ﷺ کے زخم کو دھو رہا تھا اور کون پانی بہا رہا تھا اور کس چیز سے دوا کی جارہی تھی۔ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ اس کو دھو رہی تھیں اور علی ڈھال سے پانی بہا رہے تھے۔ تو جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ پانی خون پر کچھ اثر نہیں کرتا بجز بہنے میں زیادتی کے تو انہوں نے بوریے کا ایک ٹکڑا لے کر اس کو جلایا پھر اس کو زخم پر ڈالا تو خون بند ہو گیا۔ کہا ابن اسحٰق نے کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے متعلقین تک پہنچ گئے تو آپ نے اپنی تلوار اپنی بیٹی فاطمہ کو دی اور فرمایا کہ بیٹی اس پر سے خون دھو دے واللہ آج اس نے مجھے بہت خوبی دکھائی اور علی بن ابی طالب نے بھی ان کو اپنی تلوار دی اور کہا کہ اور یہ بھی لے لو اس کا خون بھی دھو دو۔ واللہ اس نے آج مجھے بڑی خوبی دکھائی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے جس خوبی کے ساتھ قتال کیا ہے تو واللہ تمہارے ساتھ سہل بن حنیف اور ابو دجانہ نے بھی بڑی خوبی کے ساتھ قتال کیا ہے۔ کہا کہ پھر رسول اللہ ﷺ کی تلوار کو ذوالفقار کہا جاتا تھا۔ کہا ابن ہشام نے کہ مجھ سے اہل علم نے روایت کی کہ ابن ابی نجیح نے کہا ایک ندا کرنے والے نے اُحد کے دن ندا کی "لا سیف الا ذو الفقار الخ" یعنی کوئی تلوار نہیں سوائے ذوالفقار کے اور کوئی جوان نہیں سوائے علی رضی اللہ عنہ کے جو بار بار حملہ کرنے والے۔ اور ان میں سے یہ ہے کہ یوم خندق میں جب کفار قریش میں دلیر لوگوں نے خندق کو عبور کر لیا اور مسلمانوں کے مقابلہ پر ڈٹ گئے تھے تو حضرت مرتضیٰ نے عمرو بن عبدوَد کے ساتھ جنگ کی اور اس کو جہنم میں پہنچا دیا۔ ابن اسحٰق نے کہا پھر لوگوں نے خندق کے ایسے موقع کو تاکا جو تنگ تھا تو انہوں نے اپنے گھوڑوں کو مارا وہ اس میں گھس گئے۔ پھر انہوں نے ان کو اس شور زمین پر کدایا جو خندق اور سلع پہاڑی کے درمیان تھی تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ چند مسلمانوں کو ساتھ لے کر بڑھے یہاں تک کہ ان کو روک لیا اس حد پر جہاں سے ان لوگوں نے اپنے گھوڑوں کو گھسایا تھا، اور سوار ان کے سامنے آئے اور عمرو بن عبدوَد نے یوم بدر میں قتال کیا تھا یہاں تک کہ اس کو ایک گہرا زخم لگا تھا اور وہ یوم اُحد میں شریک نہیں ہوا تھا۔ پھر جب یوم خندق آیا تو وہ جھنڈا لگائے ہوئے نکلا تاکہ اس کی جگہ دیکھی جاسکے۔ پھر وہ اس کے سوار ٹھہر گئے اور اس نے کہا کہ کون مقابلہ کرے گا تو اس کی طرف علی بن ابی طالب بڑھے اور اس سے آپ نے کہا کہ اے عمرو بلاشبہ تو نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ تجھے قریش میں کا

کوئی شخص جب دو اہم قراروں سے ایک کی طرف تجھ کو دعوت دے گا تو اس کو قبول کرے گا۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ پھر اس سے علی بن ابی طالب نے کہا میں تجھے دعوت دیتا ہوں اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف اور اسلام کی طرف۔ اس نے کہا کہ اس کی مجھے حاجت نہیں۔ یہ سن کر علی نے کہا اب میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ جنگ کے لیے اتر۔ تو اس نے کہا کہ اے میرے بھتیجے میں پسند نہیں کرتا کہ تجھے قتل کروں، تو اس سے علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ میں پسند کرتا ہوں کہ تجھے قتل کروں۔ یہ سن کر عمرو جوش میں آگیا اور فوراً اپنے گھوڑے سے کود پڑا اور اس کی ٹانگوں پر تلوار ماری اور اس کے منہ پر ماری۔ پھر امام علی بن ابی طالب کے مقابلہ پر آیا۔ اب دونوں میں لڑائی شروع ہوگئی ایک نے دوسرے پر وار کیے تو علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا اور ان کے گھوڑے سب بھاگ نکلے یہاں تک کہ بھاگتے ہوئے خندق کو پھاند گئے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ میں یہ اشعار کہے **نصر الحجارۃ من سفاھۃ رایہ و نصرت الخ** (ترجمہ) اس نے مدد کی پتھروں (یعنی بتوں) کی اپنی عقل کے بھدے پن سے۔ اور میں نے مدد کی رب محمد کی اصابت رائے کے ساتھ پھر میں اس وقت واپس ہوا جب میں نے اس کو پچھاڑ ڈالا جیسے کھجور کا تنہ پڑا ہوا ہو ریت اور ٹیلے کے اوپر۔ اور میں نے اس کے کپڑوں کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اگر میں خون میں آلودہ پڑا ہوا ہوتا تو یہ میرے کپڑے کھسوٹ لیتا۔ اے (مشرکین کے) گروہو! ہرگز یہ گمان نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو اور اپنے نبی کو رسوا کرنے والا ہے۔ پھر بنو قریظہ کے محاصرے کے وقت ان کے قلعہ سے اتر آنے کے اسباب میں سے ایک سبب حضرت مرتضیٰ کی دلاوری تھا۔ کہا ابن اسحٰق نے مجھ سے اہل علم میں سے ایسے شخص نے روایت کی جس پر میں وثوق رکھتا ہوں کہ علی بن ابی طالب نے زور سے للکارا جب کہ وہ بنو قریظہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے کتیب الایمان پر اور وہ اور زبیر بن العوام آگے (یعنی سالار لشکر) تھے اور انہوں نے کہا تھا میں وہ ذائقہ ان کو ضرور چکھاؤں گا جو حمزہ نے چکھا تھا یا میں ان کے قلعہ کو ضرور فتح کروں گا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا یا محمد پھر وہ سعد بن معاذ کے حکم پر (کہ ان کا جو فیصلہ ہوگا وہ ہمیں منظور ہے) اتر آئے تھے۔ اور ان میں سے یہ کہ وہ بیعت رضوان میں حاضر تھے اور صلح نامہ ان ہی کے ہاتھ سے لکھا گیا تھا۔ کہا ابن اسحٰق نے کہ وہی اس صحیفہ (صلح نامہ) کے کاتب تھے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ غزوہ خیبر میں سے چند قلعوں میں سے ایک قلعہ تھا جس کے فتح ہونے میں دیر ہوئی تو آپ نے جھنڈا حضرت مرتضیٰ کے ہاتھ میں دیا اور اس کی طرف روانہ کیا۔ اس قلعہ کو آپ نے فتح کر لیا۔ کہا محمد بن اسحٰق نے کہ مجھ سے روایت کیا بریدہ بن سفیان نے اپنے باپ سے انہوں نے سلمہ بن الاکوع سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر کو جھنڈا دے کر خیبر کے ایک قلعہ کی طرف بھیجا تو انہوں نے قتال کیا اور واپس آگئے اور فتح حاصل نہ ہوئی حالانکہ خوب کوشش کی تھی۔ پھر دوسرے دن عمر کو بھیجا۔ انہوں نے قتال کیا اور لوٹ آئے اور ان کو بھی

پوری کوشش کے باوجود فتح حاصل نہ ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل ضرور ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں، وہ بار بار حملے کرنے والا ہے، بھاگنے والا نہیں۔ وہ واپس نہیں آئے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر فتح دے گا۔ (راوی نے) کہا کہ سلمہ کہتے ہیں کہ آپ نے علی کو بلایا اور ان کی آنکھیں دُکھ رہی تھیں تو آپ نے ان کی آنکھوں میں تھتکارا۔ پھر فرمایا کہ یہ جھنڈا لو اور کوچ کر جاؤ اللہ تعالیٰ تم کو فتح دے۔ کہا کہ سلمہ کہتے ہیں کہ وہ اس کو لے کر خوب جھپٹتے ہوئے نکلے اور ہم ان کے پیچھے ان کے قدم بقدم چلتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے جھنڈے کو قلعہ کے نیچے پتھر کی بجری کے ٹیلے میں گاڑ دیا۔ تو یہود نے ان کو قلعہ کے اوپر سے جھانکا اور انہوں نے کہا کہ تو کون ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں علی بن ابی طالب ہوں۔ کہا کہ یہ سنکر یہود کہنے لگے کہ قسم ہے اس چیز کی جو نازل ہوئی موسیٰ پر تم عالی مرتبہ ہو گئے (او کما قال) تو علی بن ابی طالب نہیں لوٹے یہاں تک کہ ان کے ہاتھوں پر اللہ نے قلعہ فتح کرا دیا۔ کہا ابن اسحٰق نے مجھ سے روایت کی عبداللہ بن حسن نے ان سے ایک ثقہ نے ان سے ابورافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ہم علی بن ابی طالب کے ساتھ نکلے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جھنڈا دے کر بھیجا تھا۔ جب جھنڈا قلعہ کے قریب پہنچ گیا تو وہاں کے لوگ مقابلہ پر اتر آئے تو ان سے علی نے قتال کیا۔ پھر ایک یہودی نے علی رضی اللہ عنہ پر وار کیا تو آپ کے ہاتھ سے ڈھال گر گئی تو انہوں نے ایک کیواڑ جو قلعہ کے قریب تھا اٹھا لیا اور اس کو اپنے بچاؤ کے لیے ڈھال بنا لیا اور جب تک وہ جنگ کرتے رہے برابر ان کے ہاتھ میں رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں پر فتح کر دی۔ پھر انہوں نے اس کو اپنے ہاتھ سے ڈالا جب کہ فارغ ہو گئے تو خدا کی قسم میں نے اپنے کو دیکھا سات آدمیوں میں ان ہی میں مَیں بھی شامل تھا کہ ہم سب مل کر اس کو پلٹنے کی کوشش کرتے رہے مگر قادر نہ ہوئے۔

بخاری نے سلمہ بن الاکوع سے روایت کیا، کہا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خیبر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے اور وہ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے۔ انہوں نے خیال کیا (یعنی رنج کیا) کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا ہوں۔ پھر (اسی حال میں) آپ سے آ ملے۔ تو جب ہم نے وہ رات گذاری (جس کے بعد) فتح ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ کل جھنڈا دوں گا یا (یہ فرمایا) کل جھنڈا لے گا ایسا شخص جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو فتح دے گا۔ تو ہم 'کل' کی امید کرتے رہے۔ پھر کہا گیا کہ یہ علی ہیں تو آپ نے ان کو جھنڈا دے دیا تو اللہ نے ان کو فتح دے دی۔ اور ان میں سے ایک یہ کہ عمرۃ القضا میں حضرت مرتضیٰ اور زید کے درمیان حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی پرورش کے بارے میں جھگڑا واقع ہوا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کو ایک خاص اعزاز سے نوازا۔

روایت کیا بخاری نے براء رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب ذی قعدہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا اور مدت گذر گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے لیے نکلے تو ان کا پیچھا کیا حمزہ کی بیٹی نے وہ یا عم یا عم کہہ کر آوازیں دے رہی تھیں۔ تو اس کو علی مل گئے۔

انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور فاطمہ سے کہا کہ اپنے چچا کی بیٹی کو اپنے پاس رکھو۔ میں اس کو اٹھا لایا ہوں۔ پھر اس پر علی اور زید اور جعفر میں جھگڑا ہوا۔ علی نے کہا میں اس کو لے کر آیا اور یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ اور جعفر نے کہا یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے۔ اور زید نے کہا کہ میری بھتیجی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی خالہ کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا کہ خالہ ماں کے مرتبہ میں ہے۔ اور علی سے فرمایا کہ تو مجھ سے (قریب تر) ہے اور میں تجھ سے۔ اور جعفر سے فرمایا کہ تو صورت اور سیرت کے اعتبار سے مجھ سے مشابہ ہے اور زید سے فرمایا کہ تو ہمارا بھائی اور ہمارا محبوب ہے۔ الحدیث۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب نجران کے نصاریٰ کے ساتھ مباہلہ کا پختہ ارادہ ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت مرتضیٰ اور حضرت فاطمۃ الزہراء اور حضرت حسن و حضرت حسین کو مباہلہ کے لیے حاضر فرمایا۔ روایت کیا ترمذی نے سعد بن ابی وقاص سے، کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ندع ابناء نا و ابنائکم الخ یعنی ہم بلا لیں اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو۔ آخر تک۔ تو رسول اللہ ﷺ نے بلایا علی کو اور فاطمہ اور حسن و حسین کو اور کہا یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اور ان میں سے یہ کہ جب غزوۂ فتح مکہ مقرر ہو چکا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت مرتضیٰ کو ایک جماعت کے ساتھ روانہ فرمایا تا کہ وہ مکتوب جو حاطب بن ابی بلتعہ نے لکھا تھا اس کے لے جانے والے کے قبضہ سے نکال لائیں۔ بخاری نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھیجا مجھے اور زبیر اور مقداد کو اور فرمایا روانہ ہو جاؤ جب تم روضۂ خاخ پہنچو گے تو تمہیں ایک مسافر عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے لے لو تو کہا کہ ہم روانہ ہوئے گھوڑے دوڑاتے رہے یہاں تک کہ ہم روضہ پر پہنچ گئے۔ دیکھتے ہیں کہ وہ مسافر عورت موجود ہے۔ ہم نے کہا خط نکال۔ اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے ہم نے کہا تجھے خط نکالنا پڑے گا یا کپڑے اتارنے ہوں گے، کہا کہ پھر اس نے اپنے بالوں کی مینڈھیوں میں سے خط نکالا جس کو ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر پہنچے آخر حدیث تک۔ پھر جب کہ سعد بن عبادہ سے جو علمبردار تھے ایسا کلمہ صادر ہوا جو پسندِ خاطر مبارک نہ ہوا تو آپ نے جھنڈا ان سے لے کر حضرت مرتضیٰ کو دیا۔ کہا محمد بن اسحٰق نے کہ بعض اہل علم نے یہ گمان کیا کہ سعد کا جب داخل حرم کی طرف رخ پھیرا گیا تو انہوں نے کہا کہ آج کا دن سخت جنگ کا دن ہے۔ آج حرم کی حرمت باقی نہ رکھی جائے گی۔ تو مہاجرین میں کے ایک شخص نے عمر بن الخطاب کو یہ بات سنادی، تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ سن لیجیے جو کچھ سعد بن عبادہ نے کہا۔ مجھے یہ اندیشہ ہو رہا ہے کہ قریش میں خونریزی ہو گی تو رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب سے فرمایا کہ تم اس سے جھنڈا لے لو اور تم علم بردار ہو، مکہ میں اس کے ساتھ داخل ہونا۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خالد بن ولید کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجا تھا اور انہوں نے

وہاں کے قیدیوں کی ایک جماعت کو بغیر احتیاط کے مار ڈالا۔ تو اس برائی کے تدارک کے لیے ان کے پیچھے آپ نے حضرت مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ محمد بن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے روایت کیا حکیم بن حکیم نے ابوجعفر محمد بن علی سے، کہا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب کو بلایا اور فرمایا کہ اے علی اس قوم کی طرف سفر کر کے جاؤ اور ان کے معاملہ کی تحقیق کرو اور جاہلیت کے رواج کو اپنے پاؤں کے نیچے روند ڈالنا (انصاف کی رعایت رکھنا) تو علی رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے ان کے ساتھ مال بھی تھا جو رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا تو ان کے خون کی دیت انہوں نے ادا کی اور اس کی بھی جو ان کا مالی نقصان کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ ان کے کتوں کا بھی خون بہا دیا اس حد تک کہ جب ان کو خون بہا کا کوئی حق باقی نہ رہا (سب ادا ہو چکا) اور ان کے ساتھ جو مال تھا اس میں سے کچھ بچ گیا تو ان سے علی بن ابی طالب نے کہا جب اس سے فارغ ہو گئے کہ کیا تمہارے خون یا مال کا کوئی معاوضہ باقی رہ گیا ہے جو تمہیں ادا نہ ہوا ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ علی نے کہا کہ پھر میں یہ اپنے پاس بچا ہوا مال بھی تمہیں ہی دیتا ہوں۔ یہ کام پورا کر کے رسول اللہ ﷺ کی طرف واپس ہو گئے اور آپ سے سب حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے خوب کیا بہت اچھا کام کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا دعا کے لیے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے یہاں تک کہ آپ کے کندھوں کے نیچے کا حصہ دیکھا جا رہا تھا اور کہنے لگے یا اللہ میں آپ کے سامنے بریٔ الذمہ ہوں اس کام سے جو خالد نے کیا۔ تین مرتبہ فرمایا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ حنین میں جب کچھ ہزیمت کی صورت پیدا ہوئی تو علی رضی اللہ عنہ اس حالت میں ثابت قدم رہنے والوں کی جماعت میں موجود رہے۔ ابن اسحٰق نے بیان کیا اور جو لوگ مہاجرین میں سے جمے رہے وہ ابوبکر اور عمر اور آپ کے اہل بیت میں سے علی بن ابی طالب اور عباس اور ابوسفیان اور ان کا بیٹا اور فضل بن ربیعہ اور حارث اور اسامہ بن زید اور ایمن بن ام ایمن عبد۔ کہا ابن اسحٰق نے مجھ سے روایت کیا عاصم بن عمر نے عبدالرحمٰن بن جابر بن عبداللہ سے کہ اس دوران میں قبیلۂ ہوازن میں کا وہ شخص جو صاحب علم تھا اپنے اونٹ پر کچھ اپنی حرکات میں لگ رہا تھا، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اور انصار میں کے ایک شخص نے اس پر حملہ کرنا چاہا، کہا تو علی اس کے پیچھے آئے اور اونٹ کی دونوں کوچوں پر تلوار ماری تو اونٹ اپنی سرین پر گرا، تو انصاری نے کود کر اس علم بردار پر پوری ضرب لگائی اور اس کی ٹانگ کو نصف پنڈلی پر سے کاٹ ڈالا تو وہ اپنے اونٹ پر سے نیچے گرا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جب غزوۂ تبوک کی طرف متوجہ ہوئے تو اپنے متعلقین کی خبر گیری کے لیے حضرت مرتضٰی کو مدینہ میں چھوڑ دیا تھا۔ اس کے ضمن میں ایک عظیم بزرگی سے آپ کو مشرف فرمایا۔ محمد بن اسحٰق نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب کو اپنے متعلقین پر جانشین بنایا اور ان کو ان پر ٹھہرنے کا حکم دیا تو منافقین نے بری شہرت دینا شروع کر دی اور انہوں نے کہا کہ اس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اوپر بار سمجھتے ہوئے اس سے ہلکا ہونے کے خیال سے اس کو اپنے

پیچھے چھوڑ دیا۔ تو جب منافقوں نے ایسا کہا تو علی رضی اللہ عنہ اپنے ہتھیار اٹھا کر نکل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ پہنچے جب کہ آپ جرف میں (جو مدینہ کے قریب ایک مقام ہے) اتر چکے تھے۔ اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منافقین نے یہ گمان کیا کہ آپ نے مجھے اپنے اوپر بار سمجھ کر چھوڑا ہے۔ تو فرمایا کہ انہوں نے جھوٹ کہا۔ بلاشبہ میں نے تجھ کو اپنا خلیفہ بنایا ہے ان سب پر جن کو میں اپنے پیچھے چھوڑ کر آیا ہوں۔ تو تم میرے پیچھے میرے اور اپنے متعلقین کی خبر گیری کرتے رہو۔ اے علی کیا تو اس پر خوش نہیں ہے کہ تیرا مرتبہ میرے ساتھ وہ ہو جو ہارون کا مرتبہ موسیٰ کے ساتھ تھا مگر یہ فرق ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ تو علی رضی اللہ عنہ مدینہ کی طرف واپس ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ اور ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے روایت کیا محمد بن طلحہ بن یزید بن رکانہ نے ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص سے انہوں نے اپنے باپ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گفتگو جو آپ علی سے کر رہے تھے سنی ہے۔ بخاری نے روایت کی مصعب بن سعد سے، انہوں نے اپنے باپ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف روانہ ہوئے اور آپ نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا تو انہوں نے کہا کہ کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں پر خلیفہ بنا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو اس سے خوش نہیں ہے کہ تیرا مرتبہ میرے ساتھ ایسا ہو جیسا مرتبہ ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا مگر یہ بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مرتضیٰ کو خالد سے خمس وصول کرنے کے لیے یمن کی طرف بھیجا اور خالد کو معزول کر دیا، اس دوران میں حضرت مرتضیٰ کی مساعی سے اس علاقہ کے قلعوں میں سے ایک قلعہ مفتوح ہوا۔ اس دوران میں حضرت مرتضیٰ کی بابت خالد کے بعض لوگوں کے دل میں کچھ ملال پیدا ہوا اور ان لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کی شکایت حضرت اقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مرتضیٰ کے حق میں بے پایاں الطاف ظاہر فرمائے اور لوگوں کو آپ کی شکایت پر جھڑکا اور منع کیا۔ ترمذی نے براء سے روایت کیا کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر روانہ کیے۔ ان میں سے ایک پر امیر بنایا علی بن ابی طالب کو اور دوسرے پر خالد بن الولید کو اور فرمایا کہ جب قتال ہونے لگے تو علی امیر ہوگا (کل لشکر کا)۔ کہاں کہ علی نے ایک قلعہ فتح کیا اور اس میں سے ایک لڑکی کو گرفتار کیا۔ تو خالد نے ایک خط لکھ کر میری معرفت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا جس میں علی کی برائی لکھی تھی۔ کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور آپ نے خط پڑھا تو آپ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ تم نے کیا رائے قائم کی ایسے شخص کے بارے میں جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ کہا کہ میں نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اللہ کے غضب سے اور اس کے رسول کے غضب سے۔ میں تو صرف ایلچی ہوں۔ تو آپ خاموش ہو گئے۔ کہا ابن اسحٰق نے کہ مجھ سے روایت کیا عبدالرحمان بن معمر نے سلیمان بن محمد بن کعب سے انہوں نے اپنی پھوپھی زینب سے اور وہ ابو سعید خدری کے پاس تھیں کہا کہ

لوگوں نے علی کی شکایت کی تو آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو علی کی شکایت نہ کرو، وہ سخت ہے اللہ کی ذات میں یا (فرمایا کہ) اللہ کی راہ میں۔ جب آنحضرت ﷺ نے حضرت مرتضیٰ کو یمن کا حاکم بنایا تو آداب قضا تعلیم فرمائے اور دعاء کی کہ قضا ان پر مفتوح (یعنی سہل) ہو جائے۔ روایت کیا احمد نے علی رضی اللہ عنہ سے، کہا کہ مجھے نبی ﷺ نے یمن میں قاضی بنا کر بھیجا۔ تو میں نے کہا کہ آپ مجھے ایک قوم کی طرف بھیج رہے ہیں اور میں نو عمر ہوں اور مجھے قضا کا علم نہیں ہے۔ تو آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حق پر قائم رکھے اور جمائے رکھے۔ جب تیرے پاس باہم جھگڑنے والے آئیں تو اوّل کے لیے فیصلہ نہ کرنا جب تک کہ دوسرے سے نہ سن لو۔ یہ بات صحیح فیصلہ کے تم پر عیاں ہونے کے پابندی کے لائق ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (اس ارشاد و دعا کے اثر سے) میں ہمیشہ قاضی بنا رہا اور ایک روایت میں ہے کہ دو کے درمیان کسی فیصلہ نے کبھی عاجز نہیں کیا۔ اور ان میں سے یہ کہ آں حضرت ﷺ نے جب حجۃ الوداع کا ارادہ فرمایا اس وقت علی رضی اللہ عنہ یمن میں تھے، آپ نے وہیں سے حج کا ارادہ کیا اور آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور احرام اس مضمون کے ساتھ باندھا اھللت بما بہ الخ یعنی میں اس چیز کا احرام باندھا اور قربانی کے بہت سے جانوروں کے ساتھ مکہ میں آئے اور اور حضرت نبوی ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ہدی میں اپنے ساتھ شریک کیا۔ مسلم نے روایت کیا عبداللہ بن الحارث الکندی سے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں حاضر تھا۔ اور آپ قربانی کی جگہ آئے تو فرمایا کہ میرے پاس ابوالحسن کو بلاؤ۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بلا لیے گئے ان سے آپ نے فرمایا کہ چھرے کے نیچے کا حصہ تم پکڑ لو اور اس کے اوپر کا حصہ رسول اللہ ﷺ نے پکڑا۔ پھر اس طرح دونوں نے مل کر جانوروں کو ذبح کیا۔ پھر جب دونوں فارغ ہو گئے تو آپ اپنے خچر پر سوار ہوئے اور علی رضی اللہ عنہ کا اپنا ردیف کیا (یعنی پیچھے بٹھایا) اور جب آپ حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو مقام غدیر خم میں آپ نے خطبہ دیا جو حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے اظہار پر مشتمل تھا۔ حاکم اور ابوعمر وغیرہما نے روایت کیا اور یہ الفاظ حاکم کے ہیں، مروی ہے زید بن ارقم سے کہ جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے لوٹے اور غدیر خم میں اترے تو آپ نے سیڑھیوں کے بارے میں حکم دیا تو وہ صاف کر دی گئیں۔ فرمایا گویا میں بلایا گیا ہوں اور میں نے دعوت قبول کی، میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑوں گا جن میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میرے اہل بیت تو تم غور کر لو کہ میرے پیچھے ان دونوں سے کیا معاملہ کرو گے تو وہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض پر وارد ہو جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ اللہ عزوجل میرا محبوب ہے اور میں ہر مومن کا محبوب ہوں۔ پھر آپ نے علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ میں جس کا محبوب ہوں علی بھی اس کا محبوب ہے۔ یا اللہ آپ اس سے محبت کریں جو علی سے محبت کرے اور اس سے عداوت کریں جو علی سے عداوت کرے۔ اور ان میں

سے یہ کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم سے عالم اعلیٰ کو انتقال فرمایا تو حضرت مرتضیٰ نے جماعت اہل بیت کے ساتھ آپ کے غسل اور دفن کی خدمت انجام دی۔ کہا محمد بن اسحاق نے مجھ سے روایت کیا عبداللہ بن ابی بکر اور حسین بن عبداللہ وغیرہما نے ہمارے اصحاب میں سے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور عباس بن عبدالمطلب اور فضل بن عباس اور قثم بن عباس اور اسامہ بن زید اور شقران مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ وہ لوگ ہیں جو آپ کو غسل دینے میں لگے ہوئے تھے۔ اور یہ کہ اوس بن خولی نے جو بنی خزرج میں کا ایک شخص تھا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہم کو بھی حصہ دیجیے جب کہ اوس بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے اور اہل بدر میں سے بھی۔ علی نے کہا اندر آجاؤ تو وہ داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل میں حاضر ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علی رضی اللہ عنہ نے اپنے سینہ سے سہارا دیا اور فضل اور عباس اور قثم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پلٹا رہے تھے اور اسامہ بن زید اور شقران جو دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ تھے یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر پانی ڈال رہے تھے، اور علی بن ابی طالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دے رہے تھے۔ اور آپ کو اپنے سینہ سے سہارا بھی دے رہے تھے۔ اور آپ کے جسم پر آپ کی قمیص تھی، پیچھے سے اسی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتے تھے اور اپنے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے بدن) پر نہیں لگا رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے میرا باپ اور ماں آپ پر قربان کس قدر پاکیزہ ہیں آپ زندہ اور مردہ دونوں حال میں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ چیزیں نہیں دیکھی گئیں جو میت میں دیکھی جاتی ہیں۔ پھر ابن اسحق نے کہا کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں اترے وہ علی بن ابی طالب تھے اور فضل بن عباس و قثم بن عباس اور شقران مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ یہ ہیں حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوابق اسلامیہ۔ اور دوسری احادیث جو آپ رضی اللہ عنہ کے تمام فضائل کے بیان پر مشتمل ہیں اس سے زیادہ ہیں کہ ان کے احصاء پر قابو پا لیا جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان میں سے کچھ احادیث کا انتخاب کر کے ان اوراق پر لکھ دیں۔ حاکم نے احمد بن حنبل سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کے اتنے فضائل نہیں آئے جتنے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے آئے ہیں۔ بندۂ ضعیف کہتا ہے کہ اس بات کا سبب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں دو جہت کا اجتماع ہے کہ آپ کی سوابق اسلامیہ میں چستی ہے جیسا کہ چند چھوٹی چھوٹی باتیں ان میں سے ہم نے بیان کی ہیں، دوسری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا قرب قرابت، اور آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام رشتہ داری کے تعلق کے مراعات رکھنے میں سب سے بڑھے ہوئے اور حقوق قرابت کو سب سے زیادہ پہچاننے والے تھے۔ پھر جب لطف ربانی نے امداد کی اور حضرت مرتضیٰ کو تربیت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ڈال دیا تو ان کا مرتبۂ قرابت دوبالا ہو گیا اور آپ کی شان میں ایک اور بزرگی کا اضافہ کر دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پھر جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے عقد میں دے دیا تو مزید فضیلت ان کے شامل حال ہو گئی۔ پھر جب ان کے ایام خلافت میں اختلاف واقع ہوا اور اہل زمانہ کے دن

ان سے برگشتہ ہوئے تو آنحضرت ﷺ کے بقیہ اصحاب نے اس فتنہ کے دفع کرنے میں بہترین کوششیں کیں اور ان کے ترکش میں جو بھی تیر تھا اس کو صرف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو مقبول کرے۔ اس سبب سے ان کے فضائل کی احادیث کا دائرہ اشاعت وسیع تر ہو گیا۔ بعض حدیثیں تو اتر کے مرتبہ میں اور بعض دوسری احادیث حسن کے درجہ میں پہنچیں۔

خلاصہ یہ کہ ہم موضوع احادیث اور ایسی احادیث کے درج کرنے سے جن کا ضعف شدید ہے جو نہ مؤید بنانے کے لیے کار آمد ہوں اور نہ شواہد حسن کے مرتبہ میں ہے یا قابل برداشت ضعف رکھتی ہے اس کی ہم روایت کر دیں گے۔ اب سنئے یہ حدیث متواتر میں سے ہے کہ تو میرے لیے اس مرتبہ میں ہے جس مرتبہ میں ہارون تھے۔ بہ نسبت موسیٰ کے۔ یہ حدیث روایت کی گئی سعدؓ بن ابی وقاص اور اسماء بنت عمیس اور علی بن ابی طالب اور عبداللہ بن عباس وغیرہم سے۔ اور متواتر میں سے یہ حدیث ہے۔ ''میں علی سے (راضی) ہوں اور علی مجھ سے اے اللہ اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے اور اس سے عداوت کر جو اس سے عداوت کرے۔'' اس کو روایت کیا زید بن ارقم اور بریدہ اور عمران بن حصین اور عمرو بن شاش وغیرہم نے۔ اور متواتر میں سے یہ حدیث ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی انما یرید اللہ لیذھب الخ (۳۳:۳۳) اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو (ہر طرح ظاہراً و باطناً) پاک وصاف رکھے۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے ان پانچ کو بلایا۔ یہ روایت کی گئی حدیث سعد اور ام سلمہ اور واثلہ اور عبداللہ بن جعفر اور انس بن مالک سے۔ اور متواتر میں سے یہ ہے کہ آپ نے ان کو یوم فتح خیبر میں جھنڈا عطا کیا اور فرمایا کہ میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ اس کو روایت کیا عمر اور سعد اور ابو ہریرہ اور سہل بن سعد اور سلمہ بن الاکوع وغیرہم نے۔ روایت کیا مسلم نے عامر بن سعد بن ابی وقاص سے انہوں نے اپنے باپ سے، کہا کہ حکم دیا معاویہ بن ابی سفیان نے سعد کو۔ پھر کہا تم کو کیا بات مانع ہے اس سے کہ تم ابوتراب کی مذمت کرو۔ سعد نے کہا سمجھ لو کہ جب تک مجھے تین باتیں یاد رہیں گی جن کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں علی رضی اللہ عنہ کو ہرگز برا نہ کہوں گا۔ بلاشبہ ان میں سے ایک بھی اگر میرے لیے ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جو ان سے فرما رہے تھے اور (قصہ یہ تھا) کہ آپ نے اپنے بعض غزوات میں ان کو (مدینہ میں) چھوڑا تھا اور اس پر ان سے علی نے یہ کہا تھا کہ یا رسول اللہ آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں پر خلیفہ بنا دیا تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو میرے لیے اس مرتبہ میں ہو جس مرتبہ میں ہارون تھے بہ نسبت موسیٰ کہ مگر یہ بات ہے کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے، اور میں نے آپ سے سنا کہ یوم خیبر میں آپ فرماتے تھے کہ یہ جھنڈا میں کل ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا

رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ (سعد نے) کہا کہ ہم (اگلے دن) اس (جھنڈے) کے لیے ایک دوسرے سے اونچا ہونے لگے (تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم پر نظر پڑ جائے) آپ نے فرمایا کہ علی کو بلا کر لاؤ چنانچہ وہ لائے گئے ایسی حالت میں کہ ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں تو آپ نے ان کی دونوں آنکھوں میں تھتکارا اور جھنڈا ان کو دے دیا، پھر اللہ نے ان کے ہاتھ پر فتح کرا دیا۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم (آؤ ہم اپنی اولاد کو بلائیں اور تم اپنی اولاد کو) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کو بلایا اور کہا یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اور حاکم اور نسائی عمرو بن میمون سے روایت کیا، کہا کہ میں ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس نو شخص آئے اور انہوں نے کہا اے ابن عباس یا تو آپ ہمارے ساتھ چلیں اور یا ان لوگوں میں سے الگ ہو کر ہم سے تنہائی میں گفتگو کریں۔ تو ابن عباس نے کہا نہیں بلکہ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ راوی نے کہا اور وہ اس زمانہ میں ٹھیک تھے نابینا نہیں ہوئے تھے۔ کہا پھر ان لوگوں نے پہل کر کے بات چیت کی، تو ہم نہیں جانتے تھے کہ انہوں نے کیا کہا۔ کہا کہ پھر ابن عباس آئے اپنے کپڑے کو جھاڑتے ہوئے اور (کلمات افسوس) اُف وتف کہہ رہے تھے کہ یہ لوگ ایسے شخص کی بدگوئی میں پڑ گئے کہ جس میں ایسے دس فضائل ہیں جو اس کے سوا کسی میں نہیں ہیں۔ وہ ایسے شخص کی برائی میں پڑے جس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں ایسے شخص کو بھیجوں گا جس کو اللہ تعالیٰ کبھی رسوا نہ کرے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر اس (جھنڈے) کی طمع میں ابھرنے والے اُبھرے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کہاں ہے علی، لوگوں نے کہا کہ وہ چکی میں آٹا پیش رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اور کوئی دوسرا نہیں۔ کہا کہ پھر وہ آئے اور ان کی آنکھیں دُکھ رہی تھیں، دیکھنے پر بھی قادر نہیں تھے۔ کہا کہ پھر آپ نے ان کی آنکھوں میں پھونک ماری، پھر جھنڈے کو تین مرتبہ لہرایا اور خاص ان ہی کو دیا۔ پھر علی صفیہ بنت حُیی (ام المومنین) کو لے کر آئے۔ کہا ابن عباس نے کہ پھر بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں کو (یعنی ابوبکر) سورۂ توبہ دے کر۔ پھر ان کے پیچھے علی کو بھیجا، انہوں نے اس سورۃ کو ان سے لے لیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ اس کو نہیں لے جانا چاہیے مگر ایسے شخص کو جو مجھ سے ہو اور میں اس سے ہوں۔ کہا ابن عباس نے اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کی اولاد سے کہ تم میں سے دنیا اور آخرت میں کون میرے ساتھ موالاۃ کرے گا (دل سے میرا معاون ہو گا اور ساتھی) کہا کہ علی ان کے ساتھ بیٹھے تھے تو کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ان میں سے ہر ہر شخص سے متوجہ ہو کر آپ نے خطاب کیا کہ تم میں سے کون دنیا اور آخرت میں میرا ساتھی ہو گا تو سب نے انکار کر دیا۔ پھر آپ نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تو ہی ہے میرا دوست دنیا اور آخرت میں۔ اور کہا ابن عباس نے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد تمام لوگوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے علی رضی اللہ عنہ تھے۔ کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا (یعنی چادر) لے کر علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کے اوپر رکھی اور کہا انما یرید اللہ الخ

(۳۳:۳۳) اللہ تعالیٰ کہ یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو (ہر طرح) ظاہراً و باطناً پاک و صاف رکھے۔

پھر کہا ابن عباس نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے روانہ ہوئے اور سب لوگ آپ کے ساتھ نکلے تو ان سے علی نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ نہیں۔ تو علی رونے لگے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ کیا تو اس سے راضی نہیں ہے کہ تو میرے لیے اس مرتبہ میں ہو جس مرتبہ میں ہارون تھے بہ نسبت موسیٰ کے مگر یہ بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ مجھے جانا مناسب نہیں ہے بجز اس کے کہ تو میرا قائم مقام رہے۔ کہا ابن عباس نے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو ولی (حبیب) ہے ہر مسلمان اور ہر مسلمان عورت کا میرے بعد اور کہا ابن عباس نے کہ بند کر دیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد (کے صحن سے ملے ہوئے مکانوں) کے دروازے سوائے علی کے دروازے کے، تو وہ بحالتِ جنابت مسجد میں داخل ہوتے تھے جب کہ وہ ان کا راستہ تھا اور اس کے سوا ان کا اور کوئی راستہ ہی نہیں تھا۔ کہا ابن عباس نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں جس کا محبوب مُطاع ہوں تو اس کا محبوب و مطاع علی بھی ہے۔ اور کہا ابن عباس نے کہ ہم کو اللہ عزوجل نے قرآن میں یہ خبر دی ہے کہ وہ راضی ہے اصحاب شجرہ سے (یعنی جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی، ان میں حضرت علی بھی تھے) پھر اللہ نے جان لیا (بعلم ظہور) جو کچھ ان کے دلوں میں ہے۔ تو کیا اللہ نے ہم کو ایسی خبر دی ہے کہ اس کے بعد اللہ ان سے ناراض ہو گیا۔

اور روایت کیا حاکم نے ابو ہریرہ سے، کہا کہ فرمایا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہ واللہ علی بن ابی طالب کو ایسی تین فضیلتیں دی گئی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک فضیلت بھی مجھے مل جائے تو وہ میرے لیے سرخ رنگ کے اونٹوں سے زیادہ محبوب ہو۔ آپ سے کہا گیا کہ وہ کیا ہیں اے امیر المومنین؟ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ کے ساتھ ان کا نکاح ہونا اور ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں رہنا کہ ان کے لیے اس میں وہ بات حلال ہے جو ان کے لیے حلال ہے۔ اور یوم خیبر والا جھنڈا۔ اور روایت کیا حاکم نے ابن عباس سے کہ کہا کہ علی رضی اللہ عنہ میں چار ایسے فضائل ہیں کہ وہ عرب میں سے کسی میں نہیں ہیں وہ تمام عرب اور عجم والوں میں کے پہلے شخص ہیں جس نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور وہ ایسے شخص ہیں جن کے ساتھ ان کا جھنڈا ہر معرکہ میں رہا ہے اور وہ وہ شخص ہیں جس نے آپ کے ساتھ صبر کیا جنگ اُحد میں۔ اور وہ ایسے شخص ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا اور قبر میں داخل کیا تھا۔ حاکم نے روایت کیا ام سلمہ سے اور انہوں نے ابو عبداللہ جدلی سے۔ کہا کہ کیا تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی جاتی ہیں، کہا کہ میں نے کہا معاذ اللہ یا سبحان اللہ یا کوئی اور کلمہ اسی طرح کا۔ کہا کہ ام سلمہ نے کہا کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، فرماتے تھے کہ جس نے علی کو گالی دی اس

نے مجھے گالی دی۔اور مروی ہے ابوبکر بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ سے وہ اپنے باپ سے، کہا کہ ایک شخص شام والوں میں سے آیا اور اس نے ابن عباس کے سامنے علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی تو ابن عباس نے اُس کے پتھر مارا اور کہا کہ اے دشمن خدا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی ان الذین یوذون اللہ الخ (۵۷:۳۳) ''بیشک جو لوگ اللہ تعالی اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالی ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے'' اگر رسول اللہ موجود ہوتے تو تو ان کو بھی ایذا پہنچاتا۔اور مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی تیرے لیے جنت میں ایک محفوظ خزانہ موجود ہے اور بلاشبہ تو اس کی جانبین والا ہے، تو ایسا ہرگز نہ ہونے پائے کہ پہلی (اتفاقیہ) نظر کا دوسری (بالارادہ) نظر پیچھا کرے۔ پہلی تو تمہارے لیے معاف ہے، دوسری کا تمہیں حق نہیں۔اور مروی ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے پاس عرب کے سردار کو لاؤ تو میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ عرب کے سردار نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور علی عرب کا سردار ہے۔اور مروی ہے عبداللہ بن عمرو بن ہند جملی سے، کہا میں نے سنا علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا تھا تو آپ مجھے عطا کرتے تھے اور جب میں خاموش ہوتا تو آپ مجھ سے بات کی ابتدا کرتے۔اور مروی ہے زید بن ارقم سے، کہا کہ اصحاب رسول اللہ کے بہت سے لوگوں کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے گذرگاہ کے طور پر، تو ایک دن آپ نے فرمایا کہ ان دروازوں کو بند کر دو بجز علی کے دروازے کے۔کہا کہ پھر اس بارے میں لوگوں نے کلام کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا اما بعد یقیناً میں نے حکم دیا ہے کہ ان دروازوں کو بند کر دیا جائے۔بجز علی کے دروازے کے تو اس بارے میں تمہارے کہنے والے نے کہا۔خدا کی قسم میں نے از خود نہ کسی کو بند کیا اور نہ کھولا۔لیکن مجھے ایک بات کا حکم دیا گیا تو میں نے اس کا اتباع کیا۔اور مروی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے تو جو شہر میں جانے کا ارادہ کرے تو اس کو دروازے پر آنا چاہیے۔اور مروی ہے جابر بن عبداللہ سے کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ فرماتے تھے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے تو جو علم کا ارادہ رکھے اس کو چاہیے کہ دروازے پر آئے۔اور مروی ہے زید بن ارقم سے کہا کہ فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میری زندگی کی طرح زندگی گذارے اور میری موت کی طرح مرے اور جنۃ الخلد میں رہے۔جس کا مجھ سے میرے رب نے وعدہ کیا ہے تو چاہیے کہ اطاعت کرے علی بن ابی طالب کی کیوں کہ وہ تم کو سیدھے راستہ سے نہ ہٹنے دے گا اور گمراہی میں ہرگز نہ داخل کرے گا۔اور مروی ہے ابوذر سے، کہا کہ ہم منافقین کو نہیں پہچانتے تھے مگر اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب سے اور نماز سے پیچھے رہ جانے سے اور علی بن ابی طالب کے ساتھ بغض سے۔اور مروی ہے ابو ہریرہ سے تو آپ نے فرمایا کہ اے فاطمہ کیا

تو اس بات سے خوش نہیں کہ اللہ عزوجل نے تمام زمین والوں کو جھانک کر دیکھا اور پھر دو آدمیوں کو برگزیدہ کیا ان دونوں میں سے ایک تیرا باپ ہے، اور دوسرا تیرا شوہر۔ اور مروی ہے کہ علی سے اس آیت کے بارے میں انما انت منذر الخ (۱۳:۷) ''آپ صرف ڈرانے والے (نبی) ہیں اور ہر قوم کے لیے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں۔'' علی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذر ہیں اور میں ہادی ہوں۔ اور مروی ہے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غضب ناک ہوتے تو ہم میں سے کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ آپ سے کلام کرے سوائے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے۔ اور مروی ہے سلمان سے کہ ایک شخص نے سلمان سے کہا کہ علی سے اتنی زیادہ محبت آپ کو کیوں ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علی سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ اور مروی ہے ابن بریدہ سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے، کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اپنے اصحاب میں سے چار سے محبت کا اور مجھے خبر دی کہ وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے کہا کہ ہم نے کہا کہ وہ کون ہیں یا رسول اللہ اور ہم میں کا ہر ایک اس کا خواہشمند ہوگا کہ وہ ان میں سے ہو۔ تو فرمایا کہ یاد رکھو کہ علی ان میں سے ہے۔ پھر فرمایا سمجھ لو کہ علی ان میں سے۔ پھر خاموش ہو گئے۔ اور مروی ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، کہا کہ میں رسول اللہ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بھنا ہوا چوزہ پیش کیا گیا۔ تو آپ نے کہا یا اللہ میرے پاس ایسے شخص کو بھیج دیجیے جو آپ کی مخلوق میں سب سے زیادہ آپ کو محبوب ہو وہ میرے ساتھ اس گوشت میں سے کھائے۔ کہا کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یا اللہ انصار میں کے کسی شخص کو ایسا کر دے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ آئے تمہیں نے (باہر ہی باہر) ان سے کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ (وہ چلے گئے اور پھر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دروازہ کھول دے۔ تو وہ اندر آئے (علی نے اپنے حاضر ہونے اور واپس کر دیے جانے کا تذکرہ کیا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) کہا کہ تو نے جو کچھ کیا اس پر کس چیز نے تجھے آمادہ کیا؟ تو میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کی دعا کو سن لیا تھا تو میرے دل نے چاہا کہ ایسا شخص میری قوم میں کا ہو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک آدمی کو اپنی قوم سے محبت ہوتی ہے۔ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور حاکم ایسی کئی سندیں لائے جس سے یہ خالص غرابت سے نکل گئی۔ اور عمار بن یاسر سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ علی سے فرما رہے تھے کہ اے علی خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جس نے تجھ سے محبت کی اور تیرا مخلص رہا اور عذاب ہے اس کے لیے جس نے تجھ سے دشمنی کی اور تیرے بارے میں جھوٹ بولا۔ اور مروی ہے کہ سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کا سب سے پہلا شخص جو میرے پاس حوض پر آئے گا اور تم میں سے اسلام لانے میں سب سے پہلا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے۔ اور

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلا شخص جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسلام لایا وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ ہیں۔ اور مروی ہے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ میں اور تو یہ سونے والا یعنی علی اور وہ دونوں یعنی حسن اور حسین قیامت کے دن ایک مکان میں ہوں گے۔ اور مروی ہے انس سے، کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت مشتاق ہے تین آدمیوں کی یعنی علی اور عمار اور سلمان کی۔ اور مروی ہے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے، کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا ہے کہ میں اپنی امت میں سے جس کا بھی نکاح کراؤں یا اس سے نکاح کروں وہ میرے ساتھ جنت میں ہو، تو اس نے مجھے (یہ چیز) عطا فرمادی اور عبداللہ بن سعد بن زرارہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر علی کے بارے میں تین باتوں کی وحی کی گئی یہ کہ وہ مومنین کا سردار ہے، متقین کا پیشوا ہے۔ سفید منہ اور سفید ہاتھ پاؤں والوں کو کھینچ کر لے چلنے والا (یعنی صالحین کا رہبر) اور مروی ہے علی بن ابی طلحہ سے کہا کہ ہم نے حج کیا پھر ہمارا جانا ہوا مدینہ میں حسن بن علی کی طرف اور ہمارے ساتھ معاویہ بن خدیج بھی تھا تو حسن رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ یہ معاویہ بن خدیج ہے جو علی کو بہت گالیاں دیتا ہے انہوں نے کہا کہ اس کو میرے پاس لاؤ۔ تو اس کو لایا گیا۔ تو آپ نے کہا کہ تو علی کو بہت گالیاں دیتا ہے۔ تو اس نے کہا واللہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ فرمایا کہ اگر تو ان سے ملا اور میں نہیں گمان کرتا کہ تو ان سے قیامت کے دن ملے گا تو تو ان کو رسول اللہ ﷺ کے حوض پر کھڑا ہوا پائے گا منافقین کے جھنڈوں کو اس سے روکتا ہوا ان کے ہاتھ میں عوسج (ایک خاردار لکڑی) کی ایک لاٹھی ہوگی۔ مجھ سے یہ بات سچ بولنے والے نے بیان کی جن کے صدق کی شہادت دی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور جس نے افتراء کیا وہ برباد ہوا۔ اور مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے علی کیا میں تجھے ایسے کلمات نہ سکھاؤں کہ اگر تو ان کا ورد کرے تو تیری مغفرت کی جائے علاوہ اس کے کہ تیری مغفرت ہو چکی ہے لا الہ الا اللہ العلی العظیم الخ (ترجمہ) ''کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے جو عالی شان صاحب عظمت ہے۔ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے جو حلیم و کریم ہے۔ ہر عیب سے پاک ہے اللہ جو عرش عظیم کا پروردگار ہے اور ہر تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور ہم مدینہ کی گلیوں میں چل رہے تھے، اسی دوران میں ہمارا گذر ایک باغیچہ سے ہوا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ یہ باغیچہ کیسا اچھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جنت میں تیرا باغیچہ اس سے زیادہ اچھا ہے۔ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ اور مروی ہے کہ زید بن ارقم سے وہ نبی ﷺ سے کہ آپ نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین سے فرمایا کہ جس سے تمہاری لڑائی ہے اس سے میری بھی لڑائی ہے

اور جس سے تمہاری صلح ہے میری بھی صلح ہے۔ اور مروی ہے بریدہ سے، کہا کہ عورتوں میں سب سے زیادہ محبت رسول اللہ ﷺ کو فاطمہ سے تھی اور مردوں میں علی سے اور جمیع بن عمیر سے مروی ہے کہا کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں گیا تو میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز کو پردے کے پیچھے سے سنا۔ اور میری والدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے علی کے بارے میں سوال کر رہی تھیں تو عائشہ نے کہا کہ تو مجھ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھ رہی ہے کہ واللہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتی جو رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبوب ہو علی سے اور نہ زمین پر کوئی ایسی عورت ہے جو رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبوب ہو ان کے زوجہ (یعنی فاطمہ) سے۔ اور تمام احادیث کو مستدرک میں حاکم نے روایت کیا ہے۔

اور روایت کی ابو جعفر محمد بن علی سے انہوں نے ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے پاس تھے اور آپ کے پاس ایک قوم کے لوگ بیٹھے تھے۔ پھر علی کرم اللہ وجہہ آئے تو جب وہ داخل ہوئے تو وہ لوگ نکل گئے تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے پھر بولے واللہ کس نے ہم کو باہر نکالا اور اس کو اندر بھیجا پھر لوٹے اور اندر آ گئے تو آپ نے فرمایا واللہ میں نے اس کو اندر نہیں داخل کیا اور نہ تم کو نکالا۔ بلکہ اللہ نے اس کو داخل کیا اور تمہیں باہر نکالا۔ اور روایت کیا علی رضی اللہ عنہ سے، کہا کہ فرمایا نبی ﷺ نے کہ اے علی تو میرا مخلص اور امین ہے۔ اور روایت کیا علی رضی اللہ عنہ سے، کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے بیج کو پھاڑا (اور اس میں سے درخت نکالا) اور جان کو پیدا کیا واقعہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے مجھ سے یہ بات کھول کر فرما دی کہ در حقیقت مجھ سے کوئی محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور مجھ سے کوئی بغض نہیں رکھے گا مگر منافق کے۔ اور روایت کیا سعید بن عبید سے کہا کہ ایک شخص ابن عمر کے پاس آیا اور ان سے سوال کیا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں۔ تو فرمایا کہ مجھ سے علی کے بارے میں نہ پوچھ لیکن رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں سے ان کے گھر کی طرف دیکھ۔ اس نے کہا کہ میں تو اس سے بغض رکھتا ہوں۔ کہا خدا تجھ سے بغض رکھے۔ اور روایت کیا ابوزرعہ بن عمرو بن جریر سے انہوں نے عبداللہ بن یحییٰ سے انہوں نے سنا علی رضی اللہ عنہ سے، فرماتے تھے کہ میں ہر رات رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا کرتا تھا۔ اگر آپ نماز پڑھتے ہوئے ہوتے تو سبحان اللہ کہہ دیتے۔ یہ سن کر واپس ہو جاتا اور اگر نماز پڑھتے ہوئے نہ ہوتے تو مجھے اجازت دیتے پھر میں داخل ہو جاتا۔ اور روایت کیا ابوالاسود اور ایک اور شخص سے، اس نے زاذان سے کہا کہ فرمایا علی رضی اللہ نے کہ واللہ جب میں سوال کرتا تھا تو مجھے دیا جاتا تھا اور جب خاموش ہوتا تھا تو مجھ سے بات شروع کیا جاتی۔ اور روایت کیا محمد بن اسامہ بن زید سے انہوں نے اپنے باپ سے، کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اور رہا تو میرا داماد ہے اور میرے بیٹوں کا باپ ہے، میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے۔ اور روایت کیا سلیمان بن عبداللہ بن الحارث سے انہوں نے اپنے دادا سے انہوں نے علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ میں بیمار ہوا تو

میری عیادت کی رسول اللہ ﷺ نے۔ آپ میرے ٹھکانے پر آئے اور میں لیٹا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے میرے پہلو پر سہارا لگایا، پھر مجھے اپنا کپڑا اڑھایا۔ پھر جب مجھے دیکھا کہ سکون ہو گیا تو مسجد کی طرف نماز پڑھنے چلے گئے۔ پھر جب نماز ادا کر چکے تو پھر آئے اور کپڑا اٹھایا اور فرمایا کہ اے علی اٹھ تو میں اُٹھا اور میں صحت یاب ہو چکا تھا، گویا مجھے پہلے کوئی بیماری ہوئی ہی نہ تھی۔ پھر فرمایا کہ میں نے اپنی نماز میں اپنے رب سے جو چیز بھی مانگی وہ اس نے مجھے عطا کی اور میں نے اپنی ذات کے لیے جو کچھ سوال کیا وہ تیرے لیے بھی کیا۔ اور روایت کیا علی بن علقمہ سے، انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی یا ایھا الذین آمنو اذا نا جیتم الخ (۱۲:۵۸)'' اے ایمان والو جب تم رسول سے سرگوشی (کرنے کا ارادہ) کیا کرو تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے (مساکین کو) کچھ خیرات دے دیا کرو۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان کو حکم دو کہ صدقہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ کتنا یا رسول اللہ فرمایا کہ ایک دینار۔ علی نے کہا کہ لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ فرمایا کہ آدھا دینار۔ علی نے کہا کہ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر کتنے کی رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا ایک جَو۔ تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو تو بہت گھٹانے والا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ء اشفقتم الخ (۱۲:۵۸)'' کیا تم اپنی سرگوشی سے قبل خیرات دینے سے ڈر گئے۔'' اور علی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اس حکم کی تخفیف میری وجہ سے کی گئی۔ اور روایت کیا ترمذی نے اور عبداللہ بن احمد نے زوائد المسند میں سادات اہل بیت کے سلسلۂ روایت سے دونوں نے کہا روایت کیا ہم سے نصر بن علی الجھضمی نے، کہا ہم کو خبر دی علی بن جعفر بن محمد نے، کہا کہ مجھے خبر دی میرے بھائی موسیٰ بن جعفر بن محمد نے اپنے باپ جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے باپ محمد بن علی سے انہوں نے اپنے باپ علی بن حسین سے انہوں نے اپنے باپ سے، اپنے دادا علی بن ابی طالب سے کہ نبی ﷺ نے ہاتھ پکڑا حسن اور حسین کا اور فرمایا کہ جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے باپ اور ان کی ماں سے کی وہ میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا قیامت کے دن۔ اور حاکم نے روایت کیا سادات اہل بیت کے سلسلۂ روایت سے، ہم سے روایت کیا ابو محمد بن الحسن بن محمد بن یحییٰ بن اخی طاہر عقیقی حسنی نے کہا روایت کیا ہم سے اسمٰعیل بن محمد ابن اسحٰق بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین نے، کہا کہ مجھ سے روایت کیا میرے چچا علی بن جعفر بن محمد نے کہا مجھ سے روایت کیا حسین بن زید نے عمرو بن علی سے، انہوں نے اپنے باپ علی بن حسین سے، کہا کہ لوگوں کو خطبہ دیا حسن بن علی نے جب کہ علی رضی اللہ عنہ قتل کیے گئے۔ تو اللہ کے حمد وثناء کی پھر کہا کہ آج رات اس شخص کی وفات ہو گئی جس پر پہلے لوگ کسی عمل میں سبقت نہیں لے گئے اور نہ بعد والے اس کے مرتبہ کو پہنچے اور رسول اللہ ﷺ اپنا جھنڈا اس کو دیا کرتے تھے تو قتال کرتے تھے جبرائیل ان کے دائیں طرف اور میکائیل ان کے بائیں طرف، تو نہیں لوٹتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو فتح دیتا تھا۔ اور زمین پر انہوں نے نہ سونا

چھوڑا اور نہ چاندی بجز سات سو درہم کے جو ان کے وظیفہ میں سے بچ گئے تھے، ارادہ کیا تھا کہ اس سے اپنی بی بی کے لیے کوئی خادم خریدیں۔ پھر کہا اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے ہی اور جو نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں حسن بن علی ہوں، میں نبی کا بیٹا ہوں، میں وصی کا بیٹا ہوں، میں بشیر کا بیٹا ہوں، میں نذیر کا بیٹا ہوں، میں اللہ کی طرف اس کے حکم سے دعوت دینے والے کا بیٹا ہوں، میں روشنی پھیلانے والے چراغ کا بیٹا ہوں اور میں اس گھر والوں میں سے ہوں کہ جبرائیل ہماری طرف نازل ہوا کرتے تھے اور ہمارے ہی پاس سے اوپر چڑھا کرتے تھے، میں اس گھر والوں میں سے ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے گندگی کو دور کیا اور ان کو کامل طور پر پاکیزہ کر دیا۔ اور میں اس گھر والوں میں سے ہوں جن سے محبت کرنے کو اللہ نے ہر مسلمان پر فرض کیا ہے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ومن یقترف الخ (۴۲:۲۳) ''اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں اور خوبی زیادہ کر دیں گے۔'' تو اقتراف حسنہ (نیکی کا کمانا) سب اہل بیت کی محبت ہے۔

اور ترمذی نے روایت کیا ابو سعید خدری سے، کہا کہ ہم انصار والوں کی جماعت منافقین کو اسی علامت سے پہچانتی تھی یعنی علی بن ابی طالب کے ساتھ ان کے بغض سے۔ اور مروی ہے کہ ام سلمہ سے، کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے علی سے کوئی منافق محبت نہ کرے گا اور کوئی مومن اس سے بغض نہ رکھے گا۔ اور مروی ہے جابر سے کہ رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم نے یوم طائف میں علی کو بلایا اور اس سے سرگوشی کی تو لوگوں نے کہا کہ واقعی آپ کی سرگوشی اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ طویل ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس سے سرگوشی نہیں کی لیکن اللہ نے اس سے سرگوشی کی۔ اور مروی ہے ابو سعید سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے علی سے کہ اے علی کسی کے لیے حلال نہیں کہ اس مسجد میں جنابت کی حالت میں جائے سوائے میرے اور سوائے تیرے۔ کہا گیا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے لیے یہ حلال نہیں کہ بحالت جنابت مسجد کو راستہ بنائے سوائے میرے اور سوائے تیرے۔ اور مروی ہے ابن عباس سے کہ نبی ﷺ نے حکم دیا تمام دروازوں کو بند کرنے کا (جو مسجد میں کھلتے تھے) سوائے علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے۔ اور مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے، کہا کہ مجھ سے کھول کر بیان کر دیا نبی ﷺ نے کہ یہ حقیقت ہے کہ تجھ سے نہیں محبت کرے گا مگر مومن اور تجھ سے نہیں دشمنی کرے گا مگر منافق۔ اور مروی ہے ام عطیہ سے کہا کہ نبی ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا جن میں علی تھے۔ کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ یا اللہ مجھے موت نہ دیجیے جب تک علی کو آپ مجھے نہ دکھا دیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مجمل احوال حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے فضائل کا یہ ہے کہ اصل جبلت میں وہ اخلاق تو یہ آپ رکھتے تھے جو عالی ہمت جوانمردوں کے ہوتے ہیں یعنی شجاعت اور قوت اور حمیت اور وفا، تو بخشش خداوندی نے ان تمام اخلاق کو اپنی رضا کے کاموں میں صرف کیا اور ہر اس خلق سے جو آپ رکھتے تھے فیض ربانی کی اس کے ساتھ

آمیزش سے ایک مقام پیدا ہو گیا۔ اور اخلاق سے مقامات کے پیدا ہونے کی بحث حضرت فاروق اعظم کے مناقب میں واضح کی جا چکی ہے۔ اور ریاض میں ہے کہ جب آپ چلتے تھے تو کچھ (آگے کو یا دائیں بائیں) جھکتے تھے اور جب کسی شے کا بازو پکڑ لیتے تھے تو اس کا دم بند کر دیتے تھے اور اس میں یہ استطاعت نہ رہتی کہ سانس لے سکے اور وہ فربہی کے قریب تھے۔ سخت کلائی اور ہاتھ والے تھے۔ اور جب لڑنے کے لیے چلتے تو تیز رفتاری سے بڑھتے نہایت دلیر اور طاقت ور تھے۔ کبھی کسی سے کشتی نہیں لڑی مگر اس کو پچھاڑ دیا، بہادر اتنے تھے کہ جس سے بھی مقابلہ پڑا آپ فتح یاب ہوئے (اللہ کی نصرت سے)۔ تو آپ کے اخلاق قویہ میں سے ایک وفا تھی جب فیض خداوندی نے اس خُلق کو مہذب کر دیا تو ان کے لیے مقام محبت مسلم ہو گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا جو آپ ﷺ سے بتواتر ثابت ہے کہ میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر وہ جھنڈا آپ نے حضرت علی کو دیا۔ اور ان میں سے ہے اپنے ہم چشموں کے ساتھ مقابلے اور دشمنوں کو دھکیل دینا۔ فیض خداوندی نے اس وصف کو ان کی سوابق اسلامیہ میں صرف فرما دیا اور آخرت میں عجیب ثمرہ اس سے پیدا ہو گیا۔ اور آیۃ کریمہ **ھذان خصمن** (۱۹:۲۲) "یہ دو فریق ہیں جنہوں نے دوبارہ اپنے رب کے باہم اختلاف کیا۔" الخ ان کی اور ان کے رفقاء کی شان میں نازل ہوئی۔ بخاری نے روایت کیا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ میں سب سے پہلے دونوں زانو کے بل بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کروں گا (فریاد کروں گا کہ لوگوں نے میرے ساتھ ایسی ایسی بدسلوکی کی) قیامت کے دن۔ اور قیس نے کہا کہ ان کے بارے میں نازل ہوئی **ھذان خصمن** الخ کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو جنگ بدر میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں نکلے، حمزہ اور علی اور عبیدہ یا ابو عبیدہ بن الحارث اور شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ اور ولید بن عتبہ۔ اور ان میں سے ہے کھرا پن اور شمشیر برہنہ ہونا اور کسی کی پرواہ نہ کرنا اور اپنے عزم کو لوگوں کی خوشامد اور مروت کی وجہ سے توڑنا۔ بخشش خداوندی نے ان کو نہی از منکر اور حفاظت بیت المال میں صَرف کیا۔ حاکم نے روایت کیا ابو سعید خدری سے کہا کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے علی بن بن ابی طالب کی شکایت کی۔ تو آپ ہم میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے۔ میں نے سنا کہ آپ یہ فرما رہے تھے کہ اے لوگو علی کی شکایت نہ کرو کیوں کہ وہ اللہ کی ذات اور اللہ کی راہ میں کچھ سخت ہے۔ اور روایت کیا ابو عمرو نے اسحٰق بن کعب بن عجرہ سے انہوں نے اپنے باپ سے، کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ علی سخت ہے اللہ کی ذات کے بارے میں۔ اور ان میں سے ہے اپنی قوم کی حمیت اور اپنے چچا کے بیٹے کی حمیت مثلاً اس کے کار منصبی کو پورا کرنے میں اہتمام کرنا اور اس کی مدد میں ہمت قویہ کو کام میں لانا، اور زیادہ تر یہ خصلت شریف لوگوں میں پیدا کی جاتی ہے۔ جب فیض الٰہی نے اللہ کا کلمہ بلند کرنے کا داعیہ ان کے نفس کے اندر ڈالا تو اخلاق جبلیہ میں سے اس خلق نے اس (داعیہ) کی خدمت کی اور اس معنی عقلی کو خوب واضح

کر دیا۔ تو ایک نادر مقام حاصل ہو گیا کہ جس کی تعبیر رسول اللہ ﷺ کی اخوت اور آپ کے سوالات سے اور لفظ وصی اور وارث اور ان کی مانند الفاظ سے کی جاتی ہے۔ روایت کیا حاکم نے ابن عباس سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے دنیا اور آخرت میں کون میرا ساتھ دے گا؟ پھر آپ نے ان میں سے ہر شخص سے کہا کہ تم میں سے کون دنیا اور آخرت میں میرا ساتھ دے گا تو ہر ایک نے کہا نہیں یہاں تک کہ آپ ان میں کے اکثر سے (یہ سوال کرتے ہوئے گذر گئے پھر علی نے کہا کہ میں آپ کا ساتھ دوں گا دنیا اور آخرت میں، تو آپ نے فرمایا کہ تو میرا دوست ہے دنیا اور آخرت میں۔ اور اس حدیث کی تفصیل نسائی کی روایت سے حضرت مرتضیٰ کے سوابق میں گذر چکی ہے۔ اور روایت کیا حاکم نے ابن عباس سے۔ کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات میں علی کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ افائن مات الخ (۳:۱۴۴) سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہی ہو جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے۔'' واللہ ہم الٹے نہیں پھریں گے بعد اس کے کہ اللہ نے ہم کو ہدایت کر دی۔ واللہ اگر آپ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو جس چیز پر آپ نے قتال کیا ہو گا میں اس پر ضرور قتال کرتا رہوں گا یہاں کہ مر جاؤں۔ واللہ میں ان کا بھائی ہوں ار ان کا ولی ہوں اور ان کے چچا کا بیٹا ہوں اور ان کے علم کا وارث ہوں تو مجھ سے زیادہ اس کا حقدار کون ہے۔ اور حاکم نے روایت کیا ابن اسحٰق سے کہا کہ میں نے سوال کیا قثم بن عباس سے کہ رسول اللہ ﷺ کے وارث تمہیں چھوڑ کر علی کیوں کر ہو گئے۔ کہا کہ اس لیے کہ وہ ہم سے پہلے ان سے لاحق ہو چکے تھے اور ہم سے زیادہ شدت سے ان کے ساتھ لگے رہے۔ اور ان میں سے زہد اور شہوات نفس کو حقیر سمجھنا اور ان کے پیچھے نہ پڑنا۔

روایت کیا ابو عمر نے ہمدان کے ایک شخص سے، کہا کہ معاویہ نے ضرار سدی سے کہا کہ اے ضرار ہم سے علی کی صفت بیان کر۔ ضرار نے کہا کہ امیر المومنین مجھے معاف رکھیے۔ معاویہ نے کہا کہ تجھے کہنا ہی پڑے گا۔ ضرار نے کہا کہ اب اگر ان کا وصف بیان کیے بغیر چارہ نہیں تو سنیے وہ شخص اس قدر صفات والے تھے کہ جن کی غایت پر رسائی دشوار ہے، سخت قوتوں والے تھے۔ وہ فیصلہ کن بات کرتے تھے اور عدل کے ساتھ حکم کرتے تھے، ان کی تمام اطراف سے علم کے چشمے پھوٹتے تھے اور ان کے سب طرف حکمت ٹپکتی تھی، دنیا اور اس کی چمک سے وہ متوحش ہوتے تھے۔ رات اور اس کی وحشت سے مانوس ہوتے تھے، اور بہت آنسو بہانے والے تھے، تفکر (ذات وصفات حق) میں مستغرق رہنے والے تھے۔ ان کو ایسا لباس پسند تھا جو چھوٹا ہو اور ایسا کھانا جو موٹا چھوٹا ہو، اور ہم میں عام ساتھیوں کی طرح ہوتے تھے۔ جب ہم ان سے کچھ سوال کرتے تو ہم کو جواب دیتے تھے۔ اور ہمارا انتظار کرتے جب ہم یہ چاہتے کہ انتظار کریں۔ اور خدا کی قسم باوجود اس کے کہ وہ ہم کو اپنے سے قریب تر رکھتے اور وہ ہم سے قریب رہتے تھے ہماری ہمت نہیں ہوتی تھی کہ ان سے (بے تکلفی سے) گفتگو کریں ان کے رعب کی وجہ سے، دینداروں کی تعظیم کرتے تھے اور ان غریبوں کو پاس بٹھاتے۔ طاقت ور جو ناحق پر ہوتا وہ ان سے حمایت کی طمع نہ

کر سکتا تھا اور ان کے انصاف سے کمزور مایوس نہیں ہوتا تھا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ان کو ان کی بعض خاص جگہوں میں جب کہ رات کی تاریکی خوب چھا جاتی اور ستارے چھپ جاتے ایسی حالت میں خود دیکھا ہے کہ اپنی ڈاڑھی پکڑے ہوئے اس طرح پیچ وتاب کھاتے تھے جس طرح مار گزیدہ پیچ وتاب کھاتا ہے اور اس طرح روتے تھے جس طرح غم زدہ روتے ہیں اور کہتے کہ اے دنیا جا کسی اور کو دھوکا دے، ہائے ہائے، میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں جس میں رجعت نہیں ہے (تیرا حال تو یہ ہے کہ) تیری عمر تھوڑی ہے اور تیرا مرتبہ حقیر، افسوس زادِ راہ کی کمی اور سفر کی درازی ہے اور راستہ وحشت بھرا ہے تو معاویہ رو پڑے اور انہوں نے کہا اللہ رحمت نازل کرے ابوالحسن پر خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔ مجھ سے کہا کہ اے ضرار تجھ کو ان (کے فراق) کا کس درجہ غم ہوگا؟ میں نے کہا اس عورت کے غم کے برابر جس کے اکلوتے بچے کو اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے۔ روایت کیا ابو عمر نے عبداللہ بن ابی الہذیل سے، کہا کہ میں نے علی کو اس حال میں دیکھا کہ وہ نکلے اور ان کے بدن پر ایک رے کے بنے ہوئے موٹے کپڑے کی قمیص تھی جس کی آستین اتنی تھی کہ اگر اسے کھینچا جائے تو ناخن تک پہنچ جائے اور جب اس کو چھوڑ دیا جائے تو آدھے پہنچے تک آئے۔ اور ان میں سے ہے آپ کی پرہیز گاری اور مشتبہ چیزوں سے بچنا۔ روایت کیا ابوبکر بن ابی شیبہ نے ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے، کہا کہ واللہ میں نے امیر المومنین کو دیکھا ہے کہ ان کے پاس لیموں لائے گئے اور حسن یا حسین نے جا کر اس میں سے ایک لیموں اٹھا لیا تو انہوں نے اس کے ہاتھ سے چھین لیا پھر حکم دے کر تقسیم کرا دیا۔ اور ابو عمر نے روایت کیا کہ تقسیم اموال کے سلسلہ میں علی کرم اللہ وجہہ سیرت ابوبکر پر چلتے تھے اور جب ان کے پاس کہیں سے مال آتا تھا تو اس میں سے کچھ باقی نہ چھوڑا جاتا سب تقسیم کر ڈالتے اور بیت المال میں اس میں سے کچھ باقی نہ چھوڑتے بجز اس صورت کے کہ اس کے تقسیم کرنے سے اس دن عاجز ہو گئے ہوں اور کہتے کہ اے دنیا کسی دوسرے کو دھوکا دے اور مال فیٔ میں سے اپنے لیے کچھ نہیں رکھتے تھے اور نہ کسی اپنے مخلص اور مقرب کے لیے کوئی تخصیص کرتے تھے، اور شہروں کے والی بنانے میں کسی کو خاص نہیں کرتے تھے سوائے ایسے لوگوں کے جو صاحب دیانت وامانت ہوں اور جب ان کو کسی کی طرف سے خیانت کی اطلاع پہنچتی تو اس کو یہ لکھ کر بھیجتے " قد جاء تکم موعظة الخ (۵۷:۱۰) اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت نامہ آچکا ہے فاوفوا الکیل الخ (۸۵:۷) تو تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دیا کرو۔ ولا تعثوا فی الارض الخ (۸۶:۸۵:۱۱) اور زمین میں فساد کرتے ہوئے حد (توحید وعدل) سے نہ نکلو۔ اللہ کا دیا ہوا جو کچھ (حلال مال) بچ جائے وہ تمہارے لیے (اس حرام کمائی سے) بدرجہا بہتر ہے اگر تم کو یقین آئے (تو مان لو) اور میں تمہارا پہرہ دینے والا تو ہوں نہیں" جب میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے تو جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہمارے حساب کا مال ہے اس کو محفوظ رکھو۔ یہاں تک کہ تمہارے پاس ہم

اس شخص کو بھیجیں جو تم سے اس کو وصول کرے پھر اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھاتے اور کہتے یا اللہ بیشک آپ جانتے ہیں کہ میں نے ان کو حکم نہیں دیا کہ وہ آپ کی مخلوق پر ظلم کریں اور نہ یہ حکم دیا کہ آپ کے حق کو ترک کردیں۔ اور روایت کیا ابوعمر نے مجمع التیمی سے کہ علی نے جو کچھ بیت المال میں رکھا تھا اس کو تقسیم کردیا۔ پھر حکم دیا تو اس میں جھاڑو دی گئی پھر اس میں نماز پڑھی یہ امید کرتے ہوئے کہ وہ ان کے لیے قیامت کے دن گواہی دے۔ اور روایت کیا ابوعمر نے عاصم بن کلیب سے انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ علی کے پاس اصبہان سے مال آیا تو اس کو سات سبع (۷/۱) پر تقسیم کیا اور اس میں سے ایک روٹی ملی تو اس کو بھی سات ٹکڑوں پر تقسیم کردیا اور مال کے ہر جزو پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کی کہ ان میں سے کون سا پہلے کو دیا جائے۔ اور روایت کیا ابوعمر نے معاذ ابن العلاء سے جو بھائی تھا ابوعمرو بن العلاء کا اس نے اپنے باپ سے اس نے اس کے دادا سے، کہا میں نے سنا علی بن ابی طالب سے فرماتے تھے کہ تمہارے مال (خراج) میں سے میرے حصہ میں بجز اس بوتل کو کچھ نہیں آیا اس کو ہدیۃً میرے پاس گاؤں کے کاشتکار نے بھیجا ہے پھر بیت المال میں اترے اور اس میں جو کچھ تھا سب تقسیم کردیا۔ پھر یہ فرماتے جارہے تھے وہ کامیاب رہا جس کے پاس ایک ٹوکری ہے کہ روزانہ ایک مرتبہ اسی میں سے کھالیا کرے۔ اور روایت کیا ابوعمر نے ابوحیان تیمی سے انہوں نے اپنے باپ سے، کہا کہ میں نے علی بن ابی طالب کو منبر پر دیکھا، یہ فرمارہے تھے کہ یہ میری تلوار مجھ سے کون خریدے گا۔ اگر میرے پاس ایک لنگی کی قیمت موجود ہوتی تو میں اسے نہ فروخت کرتا، تو ایک شخص ان کے سامنے کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ لنگی کی قیمت میں پیش کردوں گا۔ اور ان میں سے ایک ہے تنگی کے ساتھ بسر کرنے پر صبر کرنا، اور اس کو اپنے نفس پر گوارا کرنا۔ روایت کیا ابوبکر نے ابوالبختری سے، ذکر کیا کہ کہا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد سے کہ آپ فاطمہ بنت رسول اللہ کو مدد دیجیے باہر کی خدمت میں پانی بھرلانا اور ضرورت کی چیزیں لے آنا اور وہ تمہارے سب کام گھر کے اندر کرلیا کرے گی آٹا گوندھنا، روٹی پکانا اور آٹا پیسنا۔ اور روایت کیا ابوبکر نے حارث سے انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ (فاطمہ) میرے یہاں بھیجی گئیں اور ہمارے پاس بچھانے کے لیے کچھ نہ تھا۔ بجز مینڈھے کی ایک کھال کے۔ اور روایت کیا ابوبکر نے ضمرہ سے کہ فیصلہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ کے لیے گھر کے اندر کے کاموں کا اور علی کے لیے گھر کے باہر کے کاموں کا۔ اور روایت کیا احمد نے عطاء بن السائب سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اس سے فاطمہ کا نکاح کیا تو ان کے ساتھ ایک چادر اور ایک چمڑے کا تکیہ بھیجا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور دو پاٹ چکی کے اور مشکیزہ اور دو گھڑے بھیجے۔ ایک دن علی نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ واللہ میں نے اتنا پانی بھرا کہ میرے سینہ میں بیماری ہوگئی۔ کہا کہ اب آپ تعالیٰ نے تمہارے باپ کے پاس کچھ قیدی بھیجے ہیں تو تم ان کے پاس جاؤ اور ان سے ایک خادم مانگو،

تو فاطمہ نے کہا کہ اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میری بٹیا! کسی ضرورت سے آئی ہو انہوں نے کہا کہ میں آپ کو سلام کرنے کے لیے آ گئی وہ اس سے شرما گئیں کہ آپ سے سوال کریں اور واپس ہو گئیں۔ تو علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا کر آئی ہو تو انہوں نے کہا کہ مجھے حیا آ گئی اس سے کہ میں آپ سے سوال کروں۔ پھر دونوں اکٹھے ہو کر آئے۔ اب علی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اتنا پانی بھرا ہے کہ میرے سینہ میں بیماری ہو گئی اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے اتنا آٹا پیسا کہ میرے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس کچھ قیدی بھیجے ہیں اور وسعت عطا کر دی ہے، تو ہمیں خادم عطا کر دیجیے۔ تو آپ نے فرمایا کہ واللہ میں تمہیں نہیں دوں گا اور (تمہیں دے کر کیسے) اہل صفہ کو اس حال میں چھوڑ دوں کہ ان کے پیٹ سکڑ رہے ہیں اور ان پر خرچ کرنے کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے، سوائے اس کے کہ میں ان کو فروخت کروں اور ان پر ان کی قیمت خرچ کروں۔ پھر ہم دونوں واپس آ گئے۔ اس کے بعد ان دونوں کے پاس نبی ﷺ پہنچے اور دونوں اپنی اپنی چادروں میں داخل ہو گئے تھے (وہ چادریں اتنی چھوٹی تھیں کہ) جب دونوں اپنا سر ڈھکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے اور جب پاؤں کو ڈھکتے تو سر کھل جاتا تھا۔ تو دونوں اٹھ بیٹھے آپ نے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر رہو پھر کہا کہ کیا میں تم دونوں کو اس چیز سے باخبر نہ کروں جو اس چیز سے اچھی ہے جس کا سوال تم نے مجھ سے کیا۔ دونوں نے کہا کیوں نہیں، تو آپ نے فرمایا چند کلمات ہیں جو مجھے جبرائیل نے سکھائے ہیں۔ فرمایا کہ تم دونوں ہر نماز کے بعد سبحان اللہ پڑھو دس مرتبہ اور الحمد للہ پڑھو دس مرتبہ اور اللہ اکبر کہو دس مرتبہ۔ پھر جب اپنے بستر پر لیٹنے لگو تو سبحان اللہ پڑھو تینتیس مرتبہ اور الحمد للہ پڑھو تینتیس مرتبہ اور اللہ اکبر پڑھو چونتیس مرتبہ۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ جب سے مجھ کو یہ کلمات رسول اللہ ﷺ نے سکھائے میں نے ان کو ترک نہیں کیا۔ ابن الکواء نے کہا نہ صفین کی رات میں (ان کو ترک کیا)؟ تو آپ نے فرمایا کہ خدا تمہیں قتل کرے اے اہل عراق! ہاں نہ صفین کی رات میں۔ اور احمد نے مجاہد سے روایت کیا کہا کہ فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے کہ مدینہ میں ایک مرتبہ مجھ کو بہت سخت بھوک لگی، تو میں کسی کام کی تلاش میں عوالی مدینہ کی طرف نکل گیا۔ وہاں دیکھا کہ ایک عورت نے مٹی کے ڈھیلے جمع کر رکھے ہیں، میں نے گمان کیا کہ وہ ان کو بھگونا چاہتی ہے۔ تو میں نے اس سے معاملۂ اجرت طے کیا ہر ڈول کے بدلے میں ایک کھجور کا۔ تو میں نے سولہ ڈول کھینچے حتیٰ کہ میرے دونوں ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے۔ پھر میں وہ پانی لایا تو اس سے تکلیف اٹھائی اس کے بعد میں نے اپنی دونوں ہتھیلیاں اس عورت کے سامنے کر دیں (کہ وہ آبلے دیکھ کر اور پانی لانے پر اصرار نہ کرے) تو اس نے مجھے سولہ کھجوریں گن کر دیں۔ پھر میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو حال سنایا۔ تو آپ نے بھی میرے ساتھ ان میں سے کھایا۔ اور ان میں سے یہ ہے کہ جناب نبوی ﷺ سے سنے ہوئے علوم کو محفوظ رکھنا اور ان کو ضرورت کے وقت اپنے موقع میں صرف کرنا۔

اور عمر اللہ سے پناہ چاہتے تھے ایسے الجھے ہوئے مسئلہ سے جس کو ابوالحسن نہ سلجھا سکیں۔ شیخ الشیوخ سہروردی عوارف میں یہ روایت نقل کی کہ مروی ہے عبداللہ بن الحسن سے کہا کہ جب نازل ہوئی یہ آیت وتعیھا اذن واعیة (۶۹: ۱۲) اور یادرکھنے والے کان اس کو یادرکھیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی سے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ ایسے کان تیرے بنادے۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر میں کسی چیز کو کبھی نہیں بھولا، بعد اس کے کہ مجھے نسیان ہوا کرتا تھا۔

روایت کیا ابوعمر نے سعد بن المسیب سے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ اللہ سے پناہ مانگا کرتے ایسی مشکل سے جس کا حل ابوالحسن نہ کر سکیں۔

روایت کیا ابوعمر نے عبداللہ بن مسعود سے کہ ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ مدینہ والوں کا سب سے بڑا قاضی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے۔ اور روایت کیا ابوعمر نے ابوطفیل سے، کہا کہ میں حاضر تھا علی رضی اللہ عنہ کے پاس جب وہ خطبہ دے رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ پوچھ لو مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں واللہ کوئی آیت نہیں مگر میں اس کا حال بخوبی جانتا ہوں کہ اس رات میں نازل ہوئی یا دن میں، میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ میں۔ اور ابوعمر نے عبداللہ بن عباس سے روایت کیا، کہا خدا کی قسم یقیناً علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دس میں سے نو حصہ علم دیا گیا تھا اور خدا کی قسم وہ اس (بقیہ) دسویں حصہ میں بھی شریک تھے۔ اور ان میں سے ہے ذہن کی تیزی اور اس کا سرعت کے ساتھ حکم کے ماخذ کی طرف منتقل ہونا۔ اور یہ طبعی خاصہ قضایا کے فیصلہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی سندوں سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم میں سب سے بڑا فیصلہ کرنے والا علی ہے۔ اور ابوعمر نے روایت کیا ابن عباس سے انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم میں سب سے بڑا فیصلہ کرنے والا علی ہے اور سب سے بڑا قاری اُبی ہے۔ اور اس باب میں حضرت موسیٰ سے بہت سی عجیب باتیں نقل کرتے ہیں۔ روایت کیا ابوعمر نے عاصم سے انہوں نے زر بن حبیش سے کہا کہ دو آدمی کھانا کھانے کے لیے بیٹھے۔ ان میں سے ایک کے پاس پانچ روٹیاں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ جب کھانا ان کے سامنے رکھا گیا تو ان کے پاس ایک شخص کا گذر ہوا اس نے سلام کیا۔ ان دونوں نے کہا کھانے میں شریک ہو جایئے۔ وہ بیٹھ گیا اور اس نے ان دونوں کے ساتھ کھانا کھایا۔ اور ان آٹھ روٹیوں کے کھانے میں سب برابر کے حصہ دار ہوئے۔ پھر وہ شخص اٹھا اور اس نے دونوں کی طرف آٹھ درہم ڈال دیے اور کہا کہ تم دونوں اس کھانے کے عوض میں جو میں نے کھایا اور تمہارے طعام میں حصہ دار ہوا یہ لے لو۔ اب ان دونوں میں جھگڑا ہوا۔ پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میرے پانچ درہم ہیں اور تیرے تین۔ اور تین روٹیوں والے نے کہا کہ میں راضی نہ ہوں گا مگر اس صورت میں کہ درہم ہمارے درمیان نصفا نصف تقسیم ہو جائیں۔ یہ دونوں اپنا مقدمہ امیر المومنین علی بن ابی طالب

کے پاس لائے اور دونوں نے اپنا اپنا قصہ آپ سے بیان کیا تو آپ نے تین روٹیوں والے سے کہا کہ تیرے سامنے تیرے ساتھی نے جو کچھ پیش کیا وہ کر دیا حالانکہ اس کی روٹیاں تیری روٹیوں سے زیادہ تھیں تو تین پر تو راضی ہو جا۔ مگر اس نے کہا کہ نہیں۔ واللہ میں راضی نہیں ہوں گا مگر واضح دلیل کے ساتھ۔ تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واضح دلیل کے ساتھ تیرا حق کچھ نہیں سوائے ایک درہم کے اور اس کے سات درہم ہیں۔ اس شخص نے کہا سبحان اللہ اے امیر المومنین! وہ میرے سامنے تین درہم پیش کرتا ہے میں اس سے راضی نہیں ہوں اور آپ نے بھی ان کے لینے کا مشورہ دیا مگر میں راضی نہ ہوا اور اب آپ مجھ سے یہ کہتے کہ واضح دلیل کے ساتھ میرا کچھ واجب نہیں بجز ایک درہم کے۔ تو اس سے علی نے کہا کہ تیرے ساتھی نے تیرے سامنے یہ بات رکھی کہ تو تین درہم لے لے بطور صلح کے مگر تو نے کہا کہ میں راضی نہ ہوں گا مگر واضح دلیل کے ساتھ اور واضح دلیل کے ساتھ تیرا حق واجب نہیں ہے مگر ایک درہم۔ تو اس شخص نے آپ سے کہا کہ مجھے یہ صورت سمجھایئے واضح دلیل کے ساتھ جس کو میں قبول کرلوں تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا آٹھ روٹیوں کے چوبیس ثلث نہیں ہوتے۔ تم نے ان ہی کو تو کھایا اور تم تین آدمی تھے اور یہ معلوم نہیں کہ تم میں سے زیادہ کس نے کھایا اور کس نے کم اس لیے تم نے مان لیا ہے اپنے کھانے میں برابری کو۔ اس نے کہا بیشک۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا تو نے ان میں سے خود آٹھ تہائیاں کھائیں اور تیری کل نو تہائیاں تھیں۔ اور تیرے ساتھی نے آٹھ تہائیاں کھائیں اور اس کی پندرہ تہائیں تھیں، اس نے ان میں سے آٹھ کھائیں اور اس کی سات باقی رہیں جو اس شخص نے کھائیں اور تیری نو میں سے ایک اس نے کھائی تو تیرے حصہ میں ایک درہم ہے اس تیری ایک تہائی کے مقابلہ میں، اور اس کے سات ہوئے۔ تو اس شخص نے کہا کہ اب میں راضی ہو گیا۔ اور ریاض میں مروی ہے کہ محمد بن زبیر سے، کہا کہ میں دمشق کی مسجد میں پہنچا تو وہاں مجھے ایک ایسا بوڑھا شخص ملا کہ بڑھاپے سے اس کی ہنسلیاں سکڑ گئی تھیں۔ میں نے کہا اے شیخ آپ نے (اکابر میں سے) کس کو پایا ہے؟ اس نے کہا کہ عمر کو میں نے کہا کہ آپ نے کون سا جہاد کیا؟ کہا یرموک۔ میں نے کہا کہ مجھ سے کوئی بات بیان کیجیے جس کو آپ نے عمر سے سنا ہو۔ کہا کہ میں چند نوجوانوں کے ساتھ حج کے لیے نکلا تو ہمیں شتر مرغ کے بیضے ہاتھ آ گئے (یعنی ان کو کھایا) اور ہم احرام باندھ چکے تھے۔ جب ہم مناسک حج ادا کر چکے تو ہم نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا تو وہ لوٹے اور کہا کہ میرے پیچھے چلے آؤ۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے حجروں تک پہنچ گئے اور ان میں سے ایک حجرے پر دستک دی۔ تو ان کو ایک عورت نے جواب دیا تو انہوں نے کہا کہ کیا یہاں ابو حسن ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ سایہ دار جگہ میں چلے اور مڑ کر ہم سے کہا کہ میرے پیچھے چلے آؤ، یہاں تک کہ علی رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئے اور وہ اپنے ہاتھ سے مٹی کو ہموار کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا مرحبا اے امیر المومنین۔ پھر عمر نے کہا کہ ان لوگوں نے اٹھا کر کھا لیے شتر مرغ کے انڈے

جب کہ یہ محرم تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے مجھے کیوں نہ بلالیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کہا کہ آپ کے پاس مجھے خود ہی آنا چاہیے تھے۔ کہا کہ ایسی نوجوان اونٹنیوں کو جو گیا بھن نہ ہوئی ہوں انڈوں کی تعداد کے برابر ہوں جوان اونٹوں سے گیا بھن کرایا جائے۔ جب ان سے بچے پیدا ہوں تو ان کو ہدی بنا کر بھیج دیا جائے۔ عمر رضی اللہ نے کہا کہ اونٹوں میں اسقاط بھی ہو جاتا ہے۔ علی نے کہا کہ انڈے بھی گندے ہو جاتے ہیں۔ تو جب عمر واپس مڑے تو کہنے لگے ہاں یا اللہ کوئی مشکل مجھ پر نہ ڈالیے مگر اس وقت جب کہ ابوالحسن میرے پہلو میں ہو۔ اور مروی ہے حسن معتمر سے کہ قریش میں کی ایک عورت کے پاس دو آدمی آئے اور دونوں نے بطور امانت ایک سو دینار اس کے سپرد کیے۔ اور انہوں نے کہا کہ ان کو ہم میں سے کسی ایک کو نہ دینا بغیر دوسرے ساتھی کے جب تک کہ ہم اکٹھے نہ آئیں۔ اب وہ دونوں ایک سال ٹھہرے رہے۔ پھر ان میں سے ایک اس عورت کے پاس آیا اور اس نے کہا میرا ساتھ مر گیا ہے وہ دینار مجھے دے دے تو اس نے انکار کر دیا۔ تو اس کے پاس اس کے شوہر وغیرہ کو لے کر پہنچا۔ اس پر ان میں کہا سنی ہوتی رہی، یہاں تک کہ اس نے وہ دینار اس کو دے دیئے۔ پھر ایک سال اور گذر گیا تو دوسرا ساتھی آیا اور اس نے کہا کہ مجھے دینار ادا کر۔ عورت نے کہا کہ تیرا ساتھی میرے پاس آیا اور اس نے بیان کیا کہ تو مر چکا ہے تو میں نے اس کو دے دیئے۔ اس مقدمہ کو دونوں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔ تو انہوں نے عورت کے خلاف فیصلہ دینے کا ارادہ کیا اور ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے اس عورت سے کہا کہ میری رائے میں تجھ پر ضمان ہے۔ اس نے کہا کہ آپ کو خدا کی قسم دیتی ہوں کہ آپ ہمارے درمیان فیصلہ نہ کریں اور ہم کو علی بن ابی طالب کے پاس بھیج دیں۔ تو آپ نے دونوں کو علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ آپ نے حال سن کر سمجھ لیا کہ دونوں نے اس عورت کے ساتھ فریب کیا ہے۔ تو آپ نے کہا کہ کیا تم دونوں نے نہیں کہا تھا کہ اس کو ہم میں سے کسی ایک کو بغیر دوسرے ساتھی کے نہ دینا۔ اس نے کہا بیشک۔ آپ نے کہا تیرا مال ہمارے پاس ہے۔ تو اب تو اپنے ساتھی کو لے کر آنا کہ تم دونوں کو وہ مال دے دیں۔ اور مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کی طرف بھیجا وہاں آپ نے چار آدمیوں (کی لاشوں) کو پایا جو کہ ایک گہرے گڑھے میں گر گئے تھے جو اس لیے کھودا گیا تھا کہ اس میں شیر کا شکار کیا جائے۔ اوّل ایک شخص گرا، وہ دوسرے سے لپٹ گیا اور یہ گرتے ہوئے دوسرے سے لٹک گیا۔ اس طرح چار آدمی گرے۔ پھر ان کو شیر نے مجروح کر دیا اور اس کے زخموں سے سب مر گئے۔ پھر ان کے وارثین آپس میں جھگڑے یہاں تک کہ قریب تھا کہ قتال شروع کر دیں تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں، اگر تم اس پر راضی ہو گئے تو وہی فیصلہ رہے گا ورنہ میں ایک کو دوسرے سے روکوں گا تا آنکہ تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ تا کہ وہ تمہارے درمیان فیصلہ کر دیں۔ اُن قبائل سے جنہوں نے گڑھا کھودا تھا جمع کرو ایک چوتھائی دیت اور ایک تہائی دیت ہوگی اور نصف دیت اور ایک دیت پوری۔ تو سب سے پہلے گرنے والے کی

دیت چوتھائی ہوگی کیونکہ اس نے اپنے سے اوپر والے (تین) لوگوں کو ہلاک کیا۔ اور جو اس کے بعد تھا اس کی ایک تہائی دیت کیوں کہ اس نے ہلاک کیا اپنے سے اوپر کے (دو) آدمیوں کو اور تیسرے شخص کی نصف دیت کیوں کہ اس نے ہلاک کیا اپنے سے اوپر والے کو اور چوتھے کی پوری دیت ہوگی۔ انہوں نے اس پر راضی ہونے سے انکار کر دیا، پھر یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے مقام ابراہیم کے نزدیک ملے اور سب قصہ آپ کو سنایا۔ تو آپ نے فرمایا میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں اور گھٹنوں کے گرد چادر لپیٹ کر بیٹھ گئے۔ پھر قوم میں سے ایک شخص نے کہا کہ علی نے ہمارے درمیان فیصلہ کیا تھا۔ پھر جب اس کی تفصیل آپ کو سنائی تو آپ نے اس کو جائز رکھا۔ اور حارث سے مروی ہے کہ ایک شخص ان کے پاس ایک عورت کو لایا اور اس نے کہا اے امیر المومنین اس نے مجھ سے اپنا عیب چھپایا اور یہ مجنونہ ہے تو علی اس پر نیچے سے اوپر تک نظر ڈالی اور اس کی تصویب کی۔ اور عورت خوبصورت تھی آپ نے اس سے فرمایا کہ یہ کیا کہتا ہے۔ عورت نے کہا واللہ اے امیر المومنین مجھے جنون نہیں ہے لیکن میرا حال یہ ہے کہ جب وہ وقت آتا ہے تو مجھ پر بیہوشی غالب آجاتی ہے۔ تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کو لے جا تجھ پر افسوس ہے اور اس کے ساتھ نیک برتاؤ کر۔ تو اس عورت کا اہل نہیں ہے۔ اور مروی ہے زید بن ارقم سے کہ یمن میں علی رضی اللہ عنہ کے پاس تین آدمی لائے گئے جنہوں نے ایک باندی سے ایک ہی طہر میں جماع کیا تھا۔ تو اس نے ایک لڑکا جنا۔ یہ سب اس کے دعویدار تھے۔ تو علی نے ان میں سے ایک سے کہا کہ تیرا دل اس سے خوش ہوتا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ پھر دوسرے سے کہا کہ تیرا دل اس سے خوش ہوتا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ پھر تیسرے سے کہا کہ کیا تیرا دل اس کو پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم ایک دوسرے کے مخالف شرکاء ہو۔ میں تمہارے درمیان قرعہ ڈالوں گا جس کے نام پر قرعہ آپڑے اس پر دو تہائی قیمت تاوان ڈالوں گا اور بچہ کو اس کے سپرد کر دوں گا۔ تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس میں میرے خیال میں کوئی صورت نہیں آتی بجز اس کے جو علی نے کہا۔ اور مروی ہے حمید بن عبداللہ بن یزید مدنی سے، کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مقدمہ کا ذکر کیا گیا جس کا فیصلہ علی نے کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہم میں یعنی اہل بیت میں حکمت رکھی۔ پھر کتنی ہی مرتبہ آنجناب رضی اللہ عنہ کا نفس نفیس حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکات کی شعاعوں کا جلوہ گاہ بنا ہے، اور آنجناب رضی اللہ عنہ کے حق میں آپ کے کھلے ہوئے معجزات نے بہت مرتبہ ظہور کیا ہے اور فیض الٰہی نے جہت نبوت کو آپ کی تربیت میں لگایا یہاں تک کہ آپ کے مقامات کا بہت ساحصہ قوت سے فعل میں آگیا۔ فصل قضایا کے سلسلہ میں جب کہ آپ کو یمن کی طرف بھیجا تو آپ نے گذارش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے ایسی قوم کی طرف بھیج رہے ہیں جو بڑی عمر والے (تجربہ کار) ہیں اور میں ایک جوان (ناتجربہ کار) ہوں میں قضا کا طریق نہیں جانتا، علی رضی اللہ عنہ نے

بیان کیا کہ یہ سن کر آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ رکھا اور کہا بیشک اللہ تجھے سیدھی راہ پر چلائے گا اور تیری زبان کو مضبوط بنائے گا۔ الحدیث۔ اور اس کے آخر میں ہے کہ اس کے بعد مجھ پر کوئی قضا مشکل نہیں ہوئی اور ایک روایت میں یہ ہے کہ کسی قضاء میں مجھے شک نہیں ہوا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ میں پھر ہمیشہ قاضی رہا۔ اور حفظ قرآن عظیم کے بارے میں ترمذی کی روایت میں ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ایک خاص) نماز نفل تعلیم فرمائی۔

ابن عباس سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے کہ اسی دوران میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ قرآن تو میرے سینہ سے باہر نکل جاتا ہے۔ میں اپنے میں اس پر قادر ہونے کی قوت نہیں پاتا تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوالحسن کیا میں تم کو ایسے کلمات نہ سکھا دوں جن سے اللہ تعالیٰ تم کو نفع پہنچائے اور اس کو نفع پہنچائے جس کو تم ان کی تعلیم دو اور جو کچھ تم سیکھو اس کو تمہارے سینہ میں قائم کر دے۔ انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ مجھے سکھا دیجیے۔ فرمایا جب جمعہ کی رات آئے تو اگر تم سے ہو سکے کہ تم تہائی رات پر (جب باقی رہے) اٹھو کیوں کہ وہ ساعت مشہودہ ہے (جس میں ملائکہ زمین پر اترتے ہیں) اور اگر نہ ہو سکے تو اول شب میں ہی کھڑے ہو جاؤ تو چار رکعت نماز اس طرح پڑھو کہ پہلی رکعت میں فاتحۃ الکتاب (الحمد) اور سورۂ یٰس پڑھو اور دوسری روایت میں فاتحۃ الکتاب اور حم الدخان پڑھو، اور تیسری رکعت میں فاتحۃ الکتاب اور آلم تنزیل السجدہ اور چوتھی رکعت میں فاتحۃ الکتاب اور تبارک جو مفصل میں ہے۔ پھر جب تم تشہد سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کی حمد پڑھو اور اللہ کی ثناء احسان کے ساتھ کرو اور مجھ پر درود پڑھو اور احسان پر عمل کرو (یعنی حضور قلب کے ساتھ) اور تمام انبیاء پر پڑھو اور استغفار کرو ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کے لیے اور اپنے ان بھائیوں کے لیے جو ایمان لانے میں تم پر سبقت لے گئے۔ پھر اس کے آخر میں کہو اللھم ارحمنی بترک المعاصی الخ (ترجمہ) اے اللہ مجھ پر رحمت کر دے جس سے ہمیشہ معاصی سے بچا رہوں جب تک آپ مجھے زندہ رکھیں اور اے اللہ مجھ پر رحمت کر جس سے میں ایسی چیز کے پیچھے کلفت اٹھانے سے بچوں جو مجھے فائدہ مند نہ ہو اور اس چیز کی طرف اچھی رغبت مجھے عطا فرما دیجیے جو آپ کو مجھ سے راضی کر دے۔ اے اللہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے اور بہت بڑائی اور اکرام والے اور ایسی عزت والے جس سے آگے کوئی بڑھ نہیں سکتا۔ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اے اللہ اے رحمٰن آپ کے جلال اور آپ کے نور ذات کے وسیلہ سے کہ اپنی کتاب کے حفظ کو میرے قلب کے ساتھ لازم کر دیجیے جیسا کہ آپ نے مجھے سکھایا اور مجھے یہ قوت بخش دیجیے کہ میں اس کی تلاوت ایسے طور پر کروں جو آپ کو مجھ سے راضی کرے۔ اے اللہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے اور بہت بڑائی اور اکرام والے اور ایسی عزت والے جس سے آگے کوئی نہیں بڑھ سکتا میں آپ سے سوال کرتا ہوں اے اللہ اے رحمٰن آپ کے جلال اور آپ کے نور ذات کے وسیلہ سے اپنی کتاب سے

میری آنکھوں کو منور کردے اور میری زبان کو اس پر گویا کردے اور یہ کہ اس کے ذریعہ سے میرا سینہ کھول دے اور اس کے ذریعہ سے (گناہوں کی آلائش سے) میرے بدن کو دھودے کیوں کہ بلاشبہ میری حق پر کوئی مدد نہ کرے گا آپ کے سوا اور مجھے حق کوئی نہ دے گا بجز آپ کے اور نہ کوئی لوٹنے کی جگہ ہے اور نہ قوت مگر اللہ بلند مرتبہ صاحب عظمت کی بارگاہ'' اے ابوالحسن یہ تین یا پانچ یا سات جمعہ تک کرو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مقبول ہو جاؤ گے قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے اس سے کسی مؤمن کو کبھی ناکامی نہ ہوگی۔ کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ واللہ علی رضی اللہ عنہ کو زیادہ زمانہ نہیں گذرا بجز پانچ یا سات جمعہ کے یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اسی طرح کی مجلس میں آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میرا حال پہلے یہ تھا کہ چار آیات یا ان کے برابر یاد کرتا تھا پھر جب ان کو میں اپنے دل میں پڑھتا تھا تو وہ نکل چکی ہوتی تھیں اور اب میں روزانہ چالیس آیات یا ان کے برابر یاد کرتا ہوں تو جب میں ان کو دہراتا ہوں تو گویا کتاب اللہ میری آنکھوں کے سامنے ہوتی ہے۔ اور میں پہلے حدیث سنتا تھا تو جب میں اس کو دہراتا تھا تو وہ نکل چکی ہوتی تھی اور آج میں بہت سی احادیث کو سنتا ہوں تو جب ان کو بیان کرتا ہوں تو ان میں سے ایک حرف بھی نہیں چھوڑتا تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے اس وقت فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم ابوالحسن کو کامل یقین ہو گیا ہے (تاثیر عمل کا) اور حفظِ سنت کے بارے میں آپ نے دعا فرمائی یا اللہ اس کے کانوں کو محفوظ رکھنے والے کان بنادے۔ اور آشوب چشم کے دفع کے لیے آپ نے دعا کی، علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب سے رسول اللہ ﷺ نے میری آنکھوں پر تھتکارا تھا میری آنکھ نہیں دکھی۔ اس کو احمد نے روایت کیا۔ ان کے حق میں آپ نے یہ دعا فرمائی یا اللہ اس کی گرمی اور سردی کو دفع کر دیجیے۔ اس دعاء کے بعد سردی کے موسم میں گرمی کا لباس اور گرمی کے موسم میں سردی کا لباس پہن لیا کرتے تھے اور گرمی اور سردی سے ان کو کچھ تکلیف نہ ہوتی تھی۔ اور ایک مرتبہ وہ بیمار تھے ان کی شفا کے لیے آپ ﷺ نے دعاء فرمائی تو فوراً تندرست ہو گئے۔ اور جب حضرتِ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا تو آپ نے دعاء فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں سے بہت سے پاکیزہ نفوس پیدا کرے اور تم دونوں میں برکت کرے۔ انس کا قول ہے'' تو واللہ حق تعالیٰ نے ان دونوں سے بہت سے پاکیزہ نفوس نکالے۔'' اور جب نمازِ عصر حضرت مرتضیٰ سے فوت ہو گئی تو آپ نے دعا کی یہاں تک کہ آفتاب آیا۔ بعد از غروب آفتاب کا لوٹ آنا (اس موقع پر حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے اپنی خاص سند تحریر فرمادی ہے) یہ حدیث پڑھی گئی ہمارے شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی کے سامنے اور میں ان کے مکان پر جو ظاہر مدینہ مشرفہ میں ہے ۱۱۴۳ھ میں سن رہا تھا۔ کہا کہ مجھ کو خبر دی میرے والد شیخ ابراہیم بن الحسن کردی ثم المدنی، کہا کہ خبر دی ہم کو ہمارے شیخ امام صفی الدین احمد بن محمد مدنی نے وہ روایت کرتے ہیں شمس الرملی سے، وہ شیخ زین الدین زکریا سے، وہ عز الدین عبدالرحیم بن محمد الفرات سے، وہ ابوالثناء محمود بن خلیفۃ المنجی سے، وہ حافظ شرف الدین عبدالمؤمن خلف

الدمیاطی سے، وہ ابوالحسن علی بن الحسین بن المقیر البغدادی سے وہ حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر السلامی الحنبلی سے آپ نے سماع کی خطیب ابوطاہر محمد بن احمد بن محمد بن ابی الصقر انباری سے ۴۷۳ھ میں، آپ نے قرأت کی شیخ ابوالبرکات احمد بن عبدالواحد بن الفضل بن نظیف بن عبداللہ القراء کے سامنے مصر میں ۴۲۸ھ میں انہوں نے روایت کی اپنے سماع کی ابومحمد الحسن بن رشیق العسکری سے، کہا کہ ہم سے روایت کیا ابوبشر محمد بن احمد بن حما دانصاری دولابی نے، کہا کہ مجھ سے روایت کیا اسحق بن یونس نے، کہا کہ ہم سے روایت کیا سوید بن سعید نے، ان سے مطلب بن زید نے، ان سے ابراہیم بن حبان نے، ان سے عبداللہ بن الحسن نے، ان سے روایت کیا فاطمہ بنت الحسین نے اسماء بنت عمیس سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا سر علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا اور آپ کے اوپر وحی نازل ہو رہی تھی۔ تو جب آپ کو افاقہ ہوگیا تو آپ نے ان سے کہا کہ اے علی کیا تم نے فرض نماز پڑھ لی ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ آپ جانتے ہیں کہ علی آپ کے کام میں اور آپ کے رسول کے کام میں لگا ہوا تھا تو اس کے لیے سورج کو لوٹا دیجیے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو لوٹا دیا، تو انہوں نے نماز پڑھی اور سورج غروب ہوگیا۔ اس حدیث کی قرأت کی گئی ہمارے شیخ ابوطاہر کے سامنے اور میں سن رہا تھا۔ انہوں نے روایت کیا اپنے باپ شیخ ابراہیم کردی سے، انہوں نے احمد بن محمد مدنی سے جو قشاشی کے خطاب سے مشہور ہیں انہوں نے شمس محمد بن احمد بن حمزۃ الرملی سے۔ ان کو اجازت ملی شیخ زین الدین زکریا سے، ان کو ابن الفرات سے، ان کو عمر بن الحسن مراغی سے ان کو فخر ابن البخاری سے ان کو ابوجعفر صدلانی سے انہوں نے روایت کیا فاطمہ بنت عبداللہ جوزوانیہ سے، انہوں نے ابوبکر محمد بن عبداللہ اصبہانی سے، انہوں نے حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی سے کبیر میں، انہوں نے کہا ہم سے روایت کیا جعفر بن احمد بن سنان الواسطی نے، کہ اہم سے روایت کیا علی بن المنذر نے، کہا ہم سے روایت کیا محمد بن فضیل نے، کہا ہم سے روایت کیا فضیل بن مرزوق نے ابراہیم بن الحسن سے، انہوں نے فاطمہ بنت الحسین بن علی سے، انہوں نے اسماء بن عمیس سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی آتی تھی تو آپ بے ہوشی کے قریب ہو جاتے تھے۔ تو آپ کے اوپر ایک دن وحی نازل کی گئی اور آپ کا سر علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور ان سے کہا کہ کیا تو نے عصر کی نماز ادا کر لی ہے اے علی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں یارسول اللہ تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سورج کو لوٹا دیا یہاں تک کہ علی رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھ لی۔ اسماء نے کہا کہ میں نے سورج کو خود دیکھا غائب ہو چکنے کے بعد جب کہ وہ لوٹایا گیا اور علی رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھی۔ حافظ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب "کشف اللبس فی حدیث رد الشمس" میں کہا ہے کہ حدیث رد الشمس جو معجزہ ہے ہمارے نبی ﷺ کا اس کو صحیح کہا ہے امام ابوجعفر طحاوی وغیرہ اور حافظ الفرج ابن الجوزی نے زیادتی کی

ہے کہ اس کو کتاب الموضوعات میں داخل کر دیا۔ اور ان کے شاگرد محدّث ابو عبداللہ محمد بن یوسف دمشقی صالحی نے اپنی کتاب ''مزیل اللبس عن حدیث ردالشمس '' میں کہا ہے جاننا چاہیے کہ اس حدیث کی روایت طحاوی نے اپنی کتاب شرح مشکل الآثار میں اسماء بنت عُمیس سے دو سندوں کے ساتھ کی ہے اور کہا کہ یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں اور ان کے راوی ثقہ ہیں۔ اور ان کو نقل کیا ہے قاضی عیاض نے شفاء میں اور حافظ ابن سید الناس نے ''بشری اللبیب ''میں اور حافظ علاء الدین مغلطائی نے اپنی کتاب ''الزهر الباسم ''میں۔ اور اس کو صحیح کہا ہے ابوالفتح ازدی نے اور حسن کہا ہے ابو زرعہ بن العراقی نے اور ہمارے شیخ حافظ جلال الدین سیوطی نے ''الدرر المنتزة فی الاحادیث المشهورة'' میں اور کہا حافظ احمد بن صالح نے اور اب اس کے تسلیم میں کیا رکاوٹ ہے، اہل علم کی راہ پر چلنے والے کے لیے مناسب نہیں ہے اسماء کی حدیث سے تخلف کرنا کیوں کہ یہ بہت بڑی علاماتِ نبوت میں سے ہے۔ اور حفاظ حدیث نے اعتراضات کیے ابن الجوزی کے اس حدیث کو کتاب الموضوعات میں داخل کر دینے پر۔ اور اس کو طحاوی نے کتاب مشکل الآثار میں دو سندوں کے ساتھ اخذ کیا ہے، ان میں سے ایک روایت فضیل بن مرزوق کی ہے جو مروی ہے ابراہیم ابن الحسن سے انہوں نے روایت کیا فاطمہ بنت الحسین سے۔ جس طور پر ہم اس کو لکھ چکے ہیں اس کے معنی کے ساتھ۔ اور دوسری سند یہ ہے کہ ہم سے روایت کیا علی بن عبدالرحمٰن ابن محمد بن المغیرہ نے کہا کہ ہم سے روایت کیا احمد بن صالح نے، کہا کہ ہم سے روایت کیا ابن ابی فدیک نے، کہا مجھ سے روایت کی موسیٰ نے عون بن محمد سے انہوں نے اپنی والدہ ام جعفر سے انہوں نے اسماء بنت عُمیس سے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز صہباء میں پڑھی (صہباء ایک مقام ہے خیبر کے پاس) پھر علی رضی اللہ عنہ کو کسی کام کے لیے بھیجا وہ لوٹ آئے تو نبی ﷺ عصر کی نماز پڑھ چکے تھے۔ پھر نبی ﷺ نے اپنا سر علی رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھ لیا۔ تو علی رضی اللہ عنہ نے ان کو حرکت نہ دی حتی کہ دھوپ غائب ہو گئی تو نبی ﷺ نے دعاء کی کہ اے اللہ آپ کے بندے علی نے اپنے نفس کو روکا آپ کے نبی پر تو اس کے اوپر سورج کی روشنی لوٹا دیجیے۔ اسماء نے کہا کہ پھر دھوپ نکل آئی یہاں تک کہ پہاڑوں پر اور زمین پر پڑی۔ پھر علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے وضو کیا اور نماز عصر پڑھی پھر سورج غائب ہو گیا اور یہ واقعہ صہبا میں ہوا۔ کہا طحاوی نے کہ محمد بن موسیٰ مدنی جو فطری کے نام سے مشہور ہے روایت میں مقبول ہے اور عون بن محمد، یہ عون بن محمد بن علی بن ابی طالب ہے اور اس کی اُمّ جعفر ہے جو محمد بن جعفر بن ابی طالب کی بیٹی ہے۔ پھر طحاوی نے معارضہ کیا اس حدیث کا اس حدیث سے جو مرفوعاً ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے چند طرق سے کہ سوائے یوشع کے سورج کو کسی کے لیے روکا گیا۔ اور جواب دیا کہ یہ بات ممکن ہے کہ یوشع کے لیے مخصوص ہوا اس کو روکا جانا غائب ہونے سے، اور یہ لوٹایا جانا ہے بعد غائب ہونے کے، پھر جواب کو رد کیا ایک حدیث سے جس کا لفظ یہ ہے ''تو اللہ نے اس (آفتاب) کو روک دیا اس کے

یعنی یوشع کے اوپر۔'' حاصل کلام طحاوی ختم ہوا۔ اور علی رضی اللہ عنہ کی حکمت اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ ہم اس کا احصاء اور احاطہ کر سکیں اور اس کا احصاء کیسے ممکن ہے جبکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ لیکن کچھ تھوڑا سا حصہ زیر قلم لاتے ہیں۔ روایت کیا ابوبکر نے ابو اسحق سے، کہا کہ علی نے فرمایا کہ چند کلمات ہیں اگر ان کی طلب میں تم سفر کرو اپنی سواریوں پر تو ان کا مغز گھلا دو گے پہلے اس سے کہ ان کے جیسے حاصل کرنے میں تم کو کامیابی ہو۔ وہ یہ ہیں:

ملفوظات حضرت علی کرم اللہ وجہہ

بندہ کو اپنے رب کے سوا کسی سے امید نہ باندھنی چاہیے اور نہ ڈرنا چاہیے مگر اپنے گناہ سے۔ اور جو شخص نہیں جانتا وہ سیکھنے سے شرم نہ کرے۔ اور جس شخص سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے جس کو نہ جانتا ہو تو وہ اللہ اعلم کہنے سے شرم نہ کرے۔ اور جان لو کہ صبر کا مرتبہ ایمان کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسا کہ سر کا مرتبہ جسد کے مقابلہ میں تو جب سر جائے گا تو جسم بھی جاتا رہے گا اسی طرح جب صبر جائے گا تو ایمان بھی جاتا رہے گا۔ اور مروی ہے زید بن الحارث سے وہ روایت کرتے ہیں بنی عامر کے ایک شخص سے کہا کہ فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے کہ مجھے تم پر دو برائیوں کا اندیشہ ہے طول امل (اُمید کا طومار) اور نفسانی خواہش کا اتباع۔ فرمایا کہ طول امل آخرت کو بھلا دیتا ہے اور بلاشبہ خواہش نفس کا اتباع حق سے روک دیتا ہے اور یقیناً دنیا (کا یہ حال ہے کہ وہ) پیٹھ پھیر کر رخصت ہو رہی ہے اور آخرت سامنے آتی جا رہی ہے اور دونوں میں سے ہر ایک کے اولاد ہے تو تم کو چاہیے کہ آخرت کی اولاد بنو۔ کیوں کہ آج عمل ہے حساب نہیں، اور کل حساب ہوگا عمل نہ ہوگا۔ اور مروی ہے حسن سے، کہا کہ فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے کہ خوش حالی ہے اس بندے کے لیے جو گمنام ہو اس نے لوگوں کو پہچانا اور لوگوں نے اسے نہ پہچانا اور اللہ نے اس کو پہچانا کہ وہ اس کی رضا جوئی میں ہے۔ ایسے لوگ ہدایت کے چراغ ہیں، ہر اندھیری والا فتنہ ان کی برکت سے دفع ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے وہ راز کو فاش کرنے والے پیٹ کے ہلکے نہیں ہوتے اور نہ جلد باز (آگے چلنے والے) ریاکاری کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہ کہ علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب جب کوئی سریہ بھیجتے اور تو اس پر کسی شخص کو امیر بناتے تو اس کو نصیحت کرتے اور فرماتے کہ میں تجھ کو اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں تجھے اس سے ملنا ضرور ہی ہوگا۔ اور اس کے علاوہ اور کوئی تیرا منتہیٰ نہ ہوگا۔ وہ دنیا اور آخرت کا مالک ہے اور تجھ پر لازم ہے کہ ایسی چیز کو اختیار کرے جو تجھے اللہ سے قریب کرے کیوں کہ اس چیز میں جو اللہ کے پاس ہے بدلہ ہے دنیا (میں کیے ہوئے اعمال) کا۔ اور مروی ہے زید بن وہب سے کہ بعجہ نے علی رضی اللہ عنہ پر ان کے لباس کے بارے میں عیب لگایا، تو آپ نے فرمایا کہ مومن مقتدیٰ ہوتا ہے اس حال میں کہ قلب خشوع کرے (لباس سے مقتدیٰ نہیں بنتا بلکہ قلب سے بنتا ہے) اور مروی ہے عمرو

بن کثیر حنفی سے وہ روایت کرتے ہیں علی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا کہ غصہ کو ضبط کرو اور ہنسنا کم کرو۔ اس سے قلوب نہیں بگڑتے۔ اور حارث روایت کرتے ہیں علی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا کہ جس نے ایمان اور قرآن کو جمع کیا اس کی مثال ترنج کی سی ہے، خوش بودار بھی اور خوش مزہ بھی۔ اور جس نے نہ ایمان کو جمع کیا اور نہ قرآن کو جمع کیا وہ مثل اندرائن کے ہے بدبودار اور بدمزہ۔ اور مروی ہے محمد بن عمرو بن علی سے، کہا کہ علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ اے ابوالحسن آپ کا یہ کیا حال ہے کہ آپ قبرستان کے مجاور ہو گئے ہیں فرمایا کہ میں ان کو صادق پڑوسی پاتا ہوں برائی سے روکتے ہیں اور آخرت کو یاد دلاتے ہیں۔ ان تمام احادیث کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا۔

کلمات حکمت جن میں سے بہت سے ضرب المثل بن چکے ہیں:

صواعق میں آنحضرت کرم اللہ وجہہ کے ارشادات میں سے کہ لوگ سوئے ہوتے ہیں، جب مرتے ہیں تو جاگتے ہیں۔ لوگ اپنے زمانہ میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے باپ دادا سے زیادہ مشابہ ہوتے ہیں۔ اگر پردہ ہٹا دیا جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا۔ وہ شخص ہلاک نہ ہوا جس نے اپنا مرتبہ پہچان لیا۔ آدمی اپنی اچھی قیمت خود بناتا ہے۔ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا تو اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ آدمی اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہوتا ہے۔ جس کی زبان شیریں ہوگی اس کے دوست بہت ہوں گے۔ نیکی سے آگ کو بھی غلام بنا لیا جاتا ہے۔ بخیل کے مال کو بشارت دے دو کسی حادثہ کی یا کسی وارث کی۔ اس کو نہ دیکھو کہ کس نے کہا، یہ دیکھو کہ کیا کہا۔ مصیبت کے وقت گھبرا جانا مصیبت (کو بڑھا کر) مکمل کر دیتا ہے۔ فتح مندی بغاوت کے ساتھ، فتح مندی نہیں ہے۔ ثناء کبر کے ہوتے ہوئے کوئی چیز نہیں (کھانے کی) بڑی ہوئی حرص اور بدہضمیوں کے ہوتے ہوئے صحت کا کوئی وجود نہیں۔ شرافت بدتمیزی کے ساتھ جمع نہیں ہوتی۔ حسد کے ہوتے ہوئے راحت نہیں ملتی۔ انتقام کے جذبہ کے ساتھ سرداری جمع نہیں ہوتی۔ درست رائے ترکِ مشورہ کے بعد نہیں ملتی۔ بہت جھوٹ بولنے والے کی مروت نہیں چاہیے۔ کوئی بزرگی تقوی سے اونچا مرتبہ نہیں رکھتی۔ توبہ سے زیادہ نجات دینے والا کوئی سفارشی نہیں۔ عافیت سے زیادہ خوبصورت کوئی لباس نہیں۔ بیکار کر دینے والا جہل سے بڑا کوئی مرض نہیں۔ اللہ تعالیٰ رحمت کرتا ہے ایسے شخص پر جو اپنے مرتبہ کو پہچانے اور اپنی وضع سے آگے نہ بڑھے۔ معذرت کو بار بار لوٹانا گناہ (قصور) کو یاد دلانا ہے۔ بھرے مجمع میں نصیحت کرنا دوسرے کو رسوا کرنا ہے۔ جاہل کی نعمت کوڑے پر پھلواری جیسی ہے۔ گھبراہٹ صبر سے زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔ سب سے بڑا دشمن وہ ہے جس کا مکر سب سے زیادہ چھپا ہوا ہو۔ حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے۔ تمام عیبوں کی برائیوں کا جامع بخل ہے۔ جب مقدرات واقع ہوتے ہیں تو تدابیر بیکار ہو جاتی ہیں۔ شہوات کا بندہ زیادہ ذلیل ہوتا ہے غلامی والے بندے سے۔ حاسد غیظ و جلن میں مبتلا رہتا ہے اس شخص کے اوپر جس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ گنہگار کی سفارش کے لیے گناہ کافی ہے۔ سعادت مند وہ ہے جو غیر کے

حال سے عبرت حاصل کرے۔ احسان (بدگوئی کرنے والے کو) زبان کاٹ دیتا ہے۔ ہر فقر سے بڑھا ہوا فقر "حماقت" ہے۔ ہر تونگری سے بڑھی ہوئی تونگری عقل ہے۔ لالچی ذلت کی بندش میں ہوتا ہے۔ یہ تعجب کی بات نہیں کہ مرنے والا کیسے مرگیا، تعجب کی بات یہ ہے کہ بچنے والا کیسے بچا۔ عقلوں کے پچھڑنے کے اکثر مقامات لالچوں کی چمک کے نیچے ہوتے ہیں۔ جب تمہارے پاس نعمتیں پہنچیں تو جو نعمت ابھی دور ہے اس کو شکر میں کمی کر کے نہ بھگاؤ۔ جب تو اپنے دشمن پر قادر ہو جائے تو اس پر قادر ہو جانے کا شکر اس کو معاف کر دینے کی صورت میں ادا کر۔ کسی نے اپنے دل میں کوئی بات نہیں چھپائی مگر وہ ظاہر ہو کر رہی اس کی زبان سے اچانک نکلنے والے کلمات سے اور اس کے چہرے کے صفحات پر۔ بخیل آدمی عجلت کے ساتھ تنگدستی کو بلا لیتا ہے۔ جب کہ دنیا میں کی زندگی گذارتا ہے اور آخرت میں اس سے ایسا محاسبہ ہوگا جیسا اغنیاء سے کیا جائے گا۔ عقل مند کی زبان اس کے قلب کے پیچھے ہوتی ہے اور احمق کا قلب اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے۔ علم کم مرتبہ شخص کو اوپر اٹھا دیتا ہے اور جہل بلند مرتبہ شخص کو نیچے گرا دیتا ہے۔ علم مال سے بہتر ہے۔ علم تیری پہرہ داری کرتا ہے اور تو مال کی پہرہ داری کرتا ہے۔ علم حاکم ہے اور مال محکوم علیہ۔ میری کمر ٹوٹتی ہے (یعنی مجھے سخت اندیشہ ہے) ایسے عالم سے جو محرمات کا ارتکاب کرتا ہو اور ایسے جاہل سے جو طریق زہد پر چلتا ہو۔ یہ (عالم) فتوی دے گا اور اپنے ناجائز عمل سے لوگوں کو (شریعت پر عمل کرنے سے) گریزاں کرے گا۔ اور یہ (جاہل) لوگوں کو گمراہ کرے گا اپنے طریق زہد سے۔ سب سے زیادہ کم قیمت وہ لوگ ہیں جو ان میں سے زیادہ کم علم ہیں کیوں کہ ہر شخص کی قیمت ہوتی ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے۔

کرامات:

آپ کی کرامات میں سے جن کو صاحب الریاض نے اصبغ سے روایت کیا یہ ہے، کہا کہ ہم علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے، جب ہم اس جگہ سے گذرے جو حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کی جگہ ہے تو علی رضی اللہ نے کہا کہ یہاں ان کی سواریوں کے بیٹھنے کی جگہ ہوگی اور یہاں ان کے ٹھکانے ہوں گے۔ اور یہاں ان کے خون بہنے کی جگہ ہوگی۔ آل محمد ﷺ کے کچھ جوان ہوں گے جو اس میدان میں قتل کیے جائیں گے۔ پھر ان پر آسمان اور زمین روئیں گے۔ اور مروی ہے جعفر بن محمد سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے، کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کے سامنے دو شخص جن میں جھگڑا تھا پیش کیے گئے تو آپ ایک دیوار کی جڑ میں بیٹھ گئے۔ تو ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المومنین دیوار گرنے والی ہے، تو اس سے علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو (اپنا بیان سنائے جا) اللہ ہماری حفاظت کے لیے کافی ہے۔ پھر آپ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیا اور اٹھ گئے پھر دیوار گر پڑی۔ اور مروی ہے حارث سے کہا کہ میں علی بن ابی طالب کے ساتھ صفین میں تھا تو میں نے اہل شام کے ایک اونٹ کو دیکھا کہ وہ آیا اور اس کے اوپر

اس کا سوار اور اس کا سامان بھی تھا تو اونٹ نے جو کچھ اس کے اوپر تھا گرا دیا اور صفوں کے درمیان گھستا چلا گیا یہاں تک کہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر رکا اور اپنے لب کو علی رضی اللہ عنہ کے سر اور کندھے کے درمیان رکھ کر ان کو اپنی گردن کے نیچے کے حصہ سے ہلانے لگا۔ تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واللہ یہ علامت ہے میرے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان۔ کہا کہ اس دن لوگوں نے بہت کوشش کی اور شدید جنگ ہوئی۔ اور علی بن زاذان سے مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی تو ان کو ایک شخص نے جھٹلایا۔ تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں سچا ہوں تو تجھ پر بددعا کرتا ہوں۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ تو آپ نے اس پر بددعا کی تو وہ لوٹنے نہ پایا کہ اس کی بینائی جاتی رہی۔ اور مروی ہے ابوذر رضی اللہ عنہ سے، کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے مجھے بھیجا۔ میں ان کے گھر پہنچا اور ان کو پکارا تو انہوں نے مجھے جواب نہ دیا۔ میں نے واپس آ کر رسول اللہ ﷺ کو خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر جا کر ان کو پکارو، وہ گھر میں موجود ہیں۔ کہا پھر میں نے مکان پر جا کر ان کو پکارا تو میں نے چکی پیسے جانے کی آواز سنی۔ پھر میں نے دیوار کے اوپر سے جھانکا تو دیکھتا کیا ہوں کہ چکی گھوم رہی ہے اور اس کے پاس کوئی موجود نہیں ہے۔ پھر میں نے ان کو آواز دی تو وہ میرے پاس شگفتگی کے ساتھ باہر آئے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ بلا رہے ہیں۔ تو وہ آ گئے۔ پھر میں برابر رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھتا رہا اور آپ مجھے دیکھتے تھے۔ پھر فرمایا کہ اے ابوذر کیا بات ہے؟ میں نے کہا کہ میں ایک عجیب بات سے حیرت میں ہوں۔ میں نے ایک چکی دیکھی جو علی کے مکان میں آٹا پیس رہی ہے۔ اور اس کے پاس کوئی اس کو گھمانے والا نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور وہ مقرر کر دیئے گئے ہیں آل محمد کی امداد پر۔ ﷺ۔ اور مروی ہے فضالہ سے بن ابی فضالہ سے کہا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ ینبع کے لیے روانہ ہوا علی رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے اور وہ بیمار تھے تو میرے باپ نے ان سے کہا کہ اس طرح کے مقام میں آپ نے کس وجہ سے قیام کر رکھا ہے۔ اگر آپ کا انتقال ہو گیا تو یہاں آپ (کی تکفین وتدفین وغیرہ) کا ذمہ دار کوئی نہ ہو گا بجز ان اعراب یعنی جہینہ کے دیہاتیوں کے تو مدینہ کی طرف چلیئے کہ اگر وقتِ مقدر آپ پر آ جائے تو آپ کے اصحاب آپ کے کام کے والے بنیں اور وہ آپ کی نماز (جنازہ) پڑھیں۔ اور ابو فضالہ اہل بدر میں سے تھے۔ تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس بیماری سے مرنے والا نہیں ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر واضح کر دیا ہے کہ میں نہیں مروں گا تا آنکہ مجھ پر وار کیا جائے پھر خضاب کی جائے یہ یعنی ان کی ڈاڑھی اس سے یعنی ان کے سر (کے خون) سے، پھر قتل کیے گئے ابو فضالہ ان کے ساتھی ہو کر صفین میں۔ اور روایت کیا ابو عمر نے عبیدہ سے، کہا کہ علی رضی اللہ عنہ جب ابن ملجم کو دیکھتے تھے تو یہ شعر پڑھتے تھے اُرید حیاته الخ یعنی میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ میرے قتل کا ارادہ کرتا ہے۔ قبیلہ مراد سے کسی اپنے دوست کو جو تیری طرف سے عذر کرے

لے آ۔ اور علی رضی اللہ عنہ اکثر یہ کہا کرتے کوئی نہ روکے گا امت کے سب سے بڑے بد بخت کو یا نہیں انتظار کرے گا اس امت کا سب سے بڑا بد بخت اس کام سے کہ وہ اس کا خضاب اس کے خون سے کرے۔ اور کہتے کہ واللہ ضرور خضاب کی جائے گی یہ، اس کے خون سے۔ اور اشارہ کرتے اپنی ڈاڑھی اور اپنے سر کی طرف خون کا خضاب، نہ کہ عطر اور عنبر ملا ہوا خضاب، اور ان کا حصہ علوم دینیہ کے احیاء میں یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کو آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں ہی جمع کیا اور اس کو ترتیب دیا تھا لیکن تقدیر اس کے شائع ہونے کی معاون نہ ہوئی۔ ابو عمر نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے، کہا کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات میں قرآن جمع کر لیا تھا ان میں سے عثمان بن عفان ہیں اور علی بن ابی طالب اور عبداللہ بن مسعود مہاجرین میں سے اور سالم مولی ابی حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ جو مہاجرین کے مولیٰ تھے خود مہاجرین میں سے نہ تھے۔ اور پھر تابعین میں کی ایک جماعت نے ان سے قرآن کو روایت کیا ہے اور اس جمع کی روایت اب تک باقی ہے۔ بغوی نے شرح السنہ میں کہا ہے کہ مشہور قراء نے اپنی قراءت کی سند کو صحابہ تک پہنچایا ہے۔ عبداللہ بن کثیر اور نافع نے سند پہنچائی ابی بن کعب کی طرف اور عبداللہ بن عامر نے سند پہنچائی عثمان بن عفان کی طرف۔ اور عاصم نے سند پہنچائی علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود اور زید کی طرف۔ اور حمزہ نے سند پہنچائی عثمان اور علی کی طرف اور ان سب نے پڑھا ہے نبی ﷺ سے۔ تو ثابت ہوا کہ قرآن جمع شدہ تھا اور سب کا سب آنحضرت ﷺ کی حیات میں محفوظ تھا لوگوں کے سینوں میں۔ اور آنجناب رضی اللہ عنہ حفاظ حدیث اور مکثرین صحابہ میں سے ہیں۔ ظاہر نظر میں آپ سے چھ سو کے قریب احادیث مرفوعہ، احادیث کی کتب معتبرہ میں مذکور ہیں اور در حقیقت آپ کی مرفوعات ایک ہزار سے زیادہ مل سکتی ہے۔ اور اس مبحث کو ہم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ذکر کر چکے ہیں، اس کا پھر مطالعہ کر لیا جائے۔ اور بعض ابواب حدیث ایسے ہیں کہ ان سے پہلے ان کی روایت کسی نے نہیں کی۔ اس باب کے فاتح اول بھی وہی ہیں۔ ان میں سے ہے آنحضرت ﷺ کے حلیہ منورہ کا بیان اور اوقات شب و روز کے مشاغل آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے۔ ترمذی نے کتاب شمائل میں حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کی روایت سے ایک حدیث طویل ذکر کی ہے اور بعض روایات ضعیف میں آیا ہے مروی ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ یہود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم سے اپنے صاحب کی صفات بیان کرو۔ تو آپ نے کہا کہ اے جماعت یہود میں ان کے ساتھ غار میں اس طرح رہا جیسے یہ میری دونوں انگلیاں اور میں ان کے ساتھ جبل حرا پر چڑھا اس طرح کہ ہم ایک دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھے لیکن (اتنے قرب کے باوجود) آپ کے اوصاف کو بیان کرنا کٹھن بات ہے، البتہ یہ علی بن ابی طالب موجود ہیں ان سے پوچھو۔ تو وہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ اے ابوالحسن ہم سے اپنے ابن عم کے اوصاف بیان کرو۔ تو آپ نے کہا کہ نہ رسول اللہ ﷺ موزونیت کی حد سے

گذر جانے والے دراز قد تھے اور نہ کوتاہ قد کہ ایک عضو دوسرے میں داخل ہو۔ آپ درمیانہ قد سے کچھ بلند تھے سفید رنگ جو سرخی کی جھلک لیے ہوئے تھے، الہریئے دار بال جو گھونگریالے نہ تھے۔ آپ کے بال دونوں کانوں تک لٹکے ہوئے تھے، کشادہ پیشانی، دونوں آنکھیں سیاہ، سینہ سے ناف تک بالوں کا ایک خط، سامنے کے دانت نہایت چمکیلے، بلندی بینی، آپ کی گردن گویا چاندی کا لوٹا تھا، ان کے کچھ بال تھے سینے سے ناف تک (سیدھے خط میں) گویا کہ وہ سیاہ مشک کی ایک شاخ ہے، آپ کے جسم میں یا آپ کے سینہ میں ان کے سوا اور کوئی بال نہیں تھے اور آپ کی ہتھیلی اور قدم پُر گوشت تھے اور جب آپ چلتے تو قدم قوت سے اٹھاتے (آگے کی طرف جھکاؤ کے ساتھ) اور جب التفات کرتے تو پورے بدن کے ساتھ التفات کرتے اور جب آپ کھڑے ہوتے تو لوگوں سے بلند معلوم ہوتے اور جب بیٹھتے تو لوگوں سے اونچے دکھائی دیتے اور جب بات کرتے تو لوگوں کو خاموش کر دیتے اور جب خطبہ دیتے تو لوگوں کو رُلا دیتے اور لوگوں کے ساتھ سب سے زیادہ رحمت کا برتاؤ کرتے، یتیم کے ساتھ شفیق باپ جیسے تھے اور بیوہ عورتوں کے ساتھ کریم شوہر کی طرح، سب لوگوں سے زیادہ بہادر تھے اور سب سے زیادہ بخشنے والی ہتھیلی رکھتے تھے اور سب سے زیادہ شگفتہ رو تھے، آپ عباء پہنتے تھے۔ اور آپ کا طعام جو کی روٹی ہوتا تھا اور آپ کا تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، آپ کی چارپائی کیکر کی لکڑی کی تھی جو کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی رسّی سے بُنی ہوئی تھی، اور آپ کے پاس دو عمامے تھے ایک کو سحاب کہا جاتا تھا اور دوسرے کو عقاب، اور آپ کی تلوار ذوالفقار تھی اور آپ کا جھنڈا اغراء اور آپ کی اونٹنی عضباء اور آپ کا خچر دُلدُل اور آپ کا گدھا یعفور اور آپ کا گھوڑا بحر اور آپ کی بکری برکہ اور آپ کی لاٹھی ممشوق تھی اور آپ کا عَلَم الحمد تھا۔ اور آپ اونٹ کو خود باندھتے اور پانی لانے والے اونٹ کو خود گھاس کھلاتے اور کپڑے میں خود پیوند لگاتے اور اپنا جوتا خود گانٹھ لیتے تھے۔ اور ان میں سے ہے نمازِ مناجات جو کہ لذتِ مناجات کے حاصل کرنے میں نہایت مؤثر ہے اور جو شخص کہ اس پر ہمیشہ عمل کرے گا اس کی نورانیت کو پائے گا اور جو بے ذوق ہے وہ نہیں جانتا اس کو روایت کیا ترمذی وغیرہ نے اعرج کی روایت سے جو عبید اللہ بن ابی رافع سے اور وہ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں مبسوط طور پر۔ اور ان میں سے ہیں اوقاتِ یومیہ چاشت وصلوٰۃ الزوال وغیرہ کے نوافل جو کہ ایک نہایت نافع باب ہے۔ روایت کیا احمد نے عاصم بن ضمرہ سے کہا کہ ہم نے علی رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے دن کے نوافل کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ کہا کہ ہم نے کہا کہ آپ ہمیں اس سے باخبر کر دیں تو ہم اس کے جس قدر حصہ پر ہو سکے گا عمل کریں گے۔ کہا کہ نبی ﷺ جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تھے تو ٹھہر جاتے یہاں تک کہ جب سورج یہاں سے یعنی مشرق کی طرف سے مغرب کی جانب چل کر اتنا فاصلہ طے کر لیتا جس کی مقدار برابر ہے یہاں سے مغرب کی جانب نمازِ عصر کی مقدار کے تو آپ اٹھتے اور چار رکعت پڑھتے ظہر سے پہلے جب کہ دھوپ

ڈھلتی اور دو رکعتیں اس کے بعد اور چار رکعت عصر سے پہلے۔ ہر دو رکعت (یعنی دو نمازوں) کے درمیان آپ فاصلہ قائم کرتے تھے۔ ملائکہ مقربین اور انبیاء اور جو مومنین و مسلمین میں سے ان کا اتباع کرنے والے تھے ان سب پر سلام کے ساتھ۔ اور کہا کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ سولہ رکعات ہیں۔ دن میں ان کو معمول عبادت بنا کر رکھا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اور کم ہیں ایسے لوگ جو اس پر مداومت کریں۔ اور مسائل میں سے فتاوی اور بہت سے آپ کے احکام نقل کیے گئے ہیں خصوصاً امام شافعی کی کتابوں میں۔ اور مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ میں ان کا بڑا حصہ مذکور ہے۔ اور آپ توحید وصفات کے بحث میں بڑی فصیح زبان رکھتے تھے اور وہ مبحث آنجناب رضی اللہ عنہ کے خطبوں میں پایا جاتا ہے اور کبار صحابہ میں سے صرف وہ اس زبان کے ساتھ متفرد ہیں، گویا باب توحید وصفات میں کلام کے پہلے متکلم وہی ہیں اور وہ ان مقالات میں جو مستنبط ہیں اصل اجمال سے کہ انبیاء کی سنت سنیہ ہے باہر نہیں گئے لیکن متاخرین نے بھی اس نہج پر دلائل و ترتیب مقدمات میں چلنا چاہا مگر وہ دائیں اور بائیں گر پڑے۔ تصوف کے بارے میں آپ ایک نہایت وسیع دریا تھے لیکن ایام خلافت میں آنحضرت رضی اللہ عنہ کی لڑائیوں کی مشغولیت نے ان کو ان کی تفصیل سے روک دیا۔ جنید رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ہمارے شیخ اصول اور بناء میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور خطبوں میں فصاحت اور بلاغت کی رسم ان ہی کی لائی ہوئی ہے۔ خلفاء گذشتہ ان میں مشغول نہیں ہوتے تھے۔ پھر شیخین کے زمانہ میں مسائل دینیہ میں مشیر اور تدبیرات ملکیہ میں وزیر بھی وہی ہوتے تھے اور انہوں نے ان کی تعظیم و توقیر میں دور دور پہنچ کر آپ کے مناقب اور فضائل کو واضح کر دیا۔

خصائص میں ہے کہ اخذ کیا طبرانی اور ابونعیم نے، مروی ہے جابر بن سمرہ سے، کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے کہ تو یقیناً امیر اور خلیفہ بنایا جائے گا اور یقیناً مقتول ہوگا اور یقیناً یہ خضاب کی جائے گی اس سے یعنی اُن کی ڈاڑھی اُن کے سر (کے خون) سے واضح طور پر فرمایا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امت ان کے بعد مجھ سے کراہت کرے گی۔ اور حاکم نے روایت کیا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرے بعد تجھ کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے دین میں سلامتی رہے گی؟ فرمایا کہ تیرے دین میں سلامتی رہے گی۔ اور روایت کیا حاکم نے ابویعلیٰ سے انہوں نے علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے کہا کہ اس دوران میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور ہم مدینہ کے ایک راستہ سے چلے جارہے تھے کہ ہمارا گذر ایک باغ پر ہوا۔ میں نے کہا یارسول اللہ کیسا اچھا باغ ہے۔ فرمایا کہ تیرے لیے جنت میں اس سے اچھا موجود ہے۔ یہاں تک کہ ہم سات باغوں سے گذرے، ہر باغ پر میں یہ کہتا رہا کہ یہ کیسا اچھا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے رہے کہ جنت میں تیرے لیے اس سے اچھا موجود ہے۔ پھر جب آپ راستہ پر چلنا ختم

کر چکے تو آپ نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ پھر بہت روئے۔ کہا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کس وجہ سے رو رہے ہیں فرمایا کہ لوگوں کے سینوں میں کینے چھپے ہوئے ہیں وہ تم سے ان کا اظہار نہ کریں گے مگر میرے بعد۔ کہا کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا میرے دین میں سلامتی رہے گی؟ فرمایا کہ تیرے دین میں سلامتی رہے گی۔ اور روایت کیا احمد نے ایاس بن عمرو اسلمی سے انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ آئندہ امارت کے امیدواروں میں اختلاف ہوگا اگر تم سے ہو سکے کہ بچے رہو تو ایسا کر لینا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے بہت سی احادیث میں جو متواترہ ہیں اور متعدد اسناد سے روایت کی گئی ہیں بیان فرما دیا ہے کہ امت حضرت مرتضیٰ پر جمع نہ ہوگی۔ منجملہ ان کے یہ حدیث ہے کہ خلافت مدینہ میں رہے گی اور بادشاہی شام میں۔ اور ان میں سے بہت سی احادیث ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت مرتفع ہو جائے گی۔ اور ان میں کا ایک حصہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور خصائص میں ہے کہ اخذ کیا بزار نے اور بیہقی نے اور اس کو صحیح بھی کہا ہے کہ مروی ہے ابو درداء سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس دوران میں کہ میں سو رہا تھا میں نے دیکھا کہ ایک ستون اٹھا میرے سر کے نیچے سے تو میں نے گمان کیا کہ وہ لے جایا گیا ہے تو میں نے اپنی نظر کو اس کے پیچھے لگایا تو اس کو شام کی طرف نصب کر دیا گیا۔ اور یہ ایمان ہمیشہ ظاہر و غالب رہے گا یہاں تک کہ شام میں فتنے واقع ہوں گے اور اسی قسم کی روایات کو عمر بن الخطاب اور ابن عمر کی حدیث سے لیا ہے۔

حاکم نے روایت کیا ایک طویل حدیث میں جو مروی ہے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے، کہا کہ غزوۂ ذی العسرۃ میں مَیں اور علی رضی اللہ عنہ دونوں ساتھی تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم دونوں کو سب سے زیادہ دو بدبختوں کا حال نہ بتاؤں۔ ہم نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا کہ قوم ثمود کا ذلیل گدھا (جس کا نام قیدر بن سالف تھا) جس نے اونٹنی کو زخمی کیا تھا اور (دوسرا) وہ ہے جو تجھ پر وار کرے گا اے علی اس کے اوپر یعنی سر کے ابھرے حصہ پر یہاں تک کہ تر ہو جائے گی خون سے یعنی ان کی ڈاڑھی۔

☆......☆......☆

درّ السحابة فی مناقب
القرابة و الصحابه

علامه کبیر احمد امام محمد بن علی الشوکانی الصنعانی رحمة الله علیه
المتوفی ۱۲۵۰ھ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۔ بخاری، مسلم وغیرہ میں حدیث سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نائب بنایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جارہے ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ میرے لیے تم ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام تھے مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

۲۔ ترمذی نے بھی اس طرح حدیث کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے نقل کی ہے۔

۳۔ احمد و بزار نے اس کو ابی سعید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

۴۔ نیز احمد نے اس کو بروایتِ اسماء بنت عمیس نقل کیا ہے۔

۵۔ ابویعلی اور طبرانی نے اس حدیث کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی صنعد سے نقل کیا ہے۔

۶۔ بزار اور طبرانی نے اس کو از حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔

۷۔ طبرانی نے اس کو حبشی بن جنادہ رضی اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

۸۔ طبرانی نے 'الکبیر' اور 'الاوسط' میں اس کو بروایتِ ابن عمر نقل کیا ہے۔

۹۔ اور طبرانی نے اسے بروایتِ علی نقل کیا ہے۔

۱۰۔ نیز طبرانی نے اس کو حضرت زبیر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

۱۱۔ احمد نے اور الضیاء نے 'المختارہ' میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! امابعد! میں نے مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے۔ کوئی کہنے والا اس بارے میں ہوسکتا ہے کہ کچھ کہے مگر خدا کی قسم میں نے نہ تو کوئی چیز بند کی ہے اور نہ کھولی ہے مگر مجھے جیسے حکم دیا گیا میں نے اس کی اتباع کی ہے۔

۱۲۔ مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے علی رضی اللہ عنہ کے حوالے نقل کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑ کر درخت نکالا اور جان کو پیدا کیا نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ مجھ سے وہی محبت کرے گا جو مومن ہوگا اور مجھ سے وہی بغض رکھے گا جو منافق ہوگا۔

۱۳۔ ترمذی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! منافق علی رضی اللہ

عنہ سے محبت نہیں کرے گا اور مومن اس سے بغض نہیں رکھے گا۔

۱۴۔ ترمذی اور حاکم نے 'المستدرک' میں ابن عمر رضی اللہ کے حوالے سے نقل کی ہے کہ سرورِ دو عالم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا! اے علی! تم میرے دنیا اور آخرت میں بھائی ہو۔

۱۵۔ بخاری و مسلم وغیرہ نے حضرت البراء بن عازب سے نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا! تم مجھ سے ہو اور میں تجھ سے ہوں۔

۱۶۔ حاکم نے علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔

۱۷۔ ترمذی نے جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طائف کی لڑائی کے وقت بلایا اور ان سے سرگوشی کی، لوگ کہنے لگے آج آپ ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ کافی دیر تک سرگوشی کی، آپ نے فرمایا میں نے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود سے سرگوشی کی۔

۱۸۔ ترمذی اور حاکم نے 'المستدرک' میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! علی سے تم کیا چاہتے ہو۔ علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں وہ میرے بعد ہر مومن کا دوست ہے۔

۱۹۔ ترمذی نے ابی سعید رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے ابی سعید فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے علی! میرے اور تمہارے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ حالتِ جنابت میں اس مسجد میں رہے (یعنی مسجد سے گزرے)۔

۲۰۔ بزار نے بھی حضرت سعد کے حوالے سے نقل کی ہے۔

۲۱۔ بخاری وغیرہ نے روایتِ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نقل کی ہے سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا! اے ابوتراب! بیٹھ جاؤ۔

۲۲۔ ترمذی نے روایتِ علی نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا! میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

۲۳۔ عقیلی، ابن عدی اور طبرانی نے 'الکبیر' میں اور حاکم نے 'المستدرک' میں روایتِ ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا! میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے لہٰذا جو علم کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ دروازہ کے پاس آئے۔

۲۴۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں روایتِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! بے شک اللہ

تعالیٰ نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔

۲۵۔ طبرانی نے روایتِ جابر رضی اللہ عنہ نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس کی پشت میں رکھی ہے اور میری اولاد اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی پشت میں رکھی ہے۔

۲۶۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں نیز ابو یعلیٰ نے فاطمۃ الکبریٰ سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تمام اولادِ مادر عصبہ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ بجز اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہ کے میں ان کا ولی بھی ہوں اور عصبہ بھی۔

۲۷۔ دیلمی نے 'مسند الفردوس' میں روایتِ عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرا بہترین بھائی علی ہے اور بہترین چچا حمزہ رضی اللہ عنہ ہے۔

۲۸۔ نیز دیلمی نے روایتِ عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: علی رضی اللہ کا ذکر بھی عبادت ہے۔

۲۹۔ طبرانی اور حاکم نے 'المستدرک' میں روایتِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! علی کے چہرۂ انور کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

۳۰۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

۳۱۔ احمد و طبرانی نے روایتِ ابی اسحٰق نقل کی ہے کہ حضرتِ فاطمہ رضی اللہ عنہ بنت رسول اللہ ﷺ نے نبی کریم ﷺ سے اس وقت عرض کیا جب حضور ﷺ نے ان کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا کہ آپ نے میرا نکاح کمزور نگاہ والے سے کر دیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا! میں نے تیرا نکاح اس سے اس لیے کیا کہ وہ اسلام لانے میں میری امت میں سے پہلا آدمی ہے، علم کے اعتبار سے سب سے زیادہ اور حلم و بردباری کے اعتبار سے عظیم ہے۔

۳۲۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں ابی ذر رضی اللہ عنہ، سلمان کے حوالے سے نقل کی ہے۔ ابوذر اور سلمان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرتِ علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا! یہ پہلے شخص ہیں جو مجھ پر ایمان لائے اور یہ پہلے شخص ہوں گے جو قیامت کے روز مجھ سے مصافحہ کریں گے اور یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ اس امت کے فاروق ہیں یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والے اور یہ مومنین کے سردار ہیں اور منافقین کا سردار مال ہے۔

۳۳۔ طبرانی نے اس کو 'الکبیر' میں نقل کیا ہے۔

۳۴۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! اسلام لانے میں سبقت لے جانے والے تین حضرات ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت لے جانے والے یوشع بن نون تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت لے جانے والے صاحب یٰسین تھے اور محمد ﷺ کی طرف سبقت لے جانے والے علیؓ بن ابی طالب ہیں۔

۳۵۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں روایت سلمان رضی اللہ عنہ نقل کی ہے سلمان فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

۳۶۔ احمد، ابویعلی، بزار اور طبرانی 'الاوسط' میں حدیث علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نقل کی ہے (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا) اے اللہ! میں اس امت میں سے کسی کو نہیں جانتا جو تیرے نبی ﷺ کے پاس مجھ سے پہلے اسلام لانے کے لیے آیا ہو۔

۳۷۔ ابویعلی نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن مبعوث ہوئے اور میں منگل کے دن اسلام لایا۔

۳۸۔ طبرانی نے روایت حسن نقل کی ہے کہ سب سے پہلے جو ایمان لائے وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں اُس وقت اُن کی عمر پندرہ یا سولہ سال کی تھی۔

۳۹۔ نیز طبرانی نے روایت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نقل کی ہے کہ عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آٹھ سال کی عمر میں اسلام لائے۔

۴۰۔ احمد، ابویعلی اور طبرانی نے روایت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نقل کی ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بعثتِ نبوی ﷺ کے آغاز میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام لائے تھے۔

۴۱۔ احمد و طبرانی نے 'الاوسط' میں روایت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نقل کی ہے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہی نماز ادا کی ہے۔

۴۲۔ بزار نے روایت ابی رافع نقل کی ہے ابی رافع فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پیر کے دن نبوت سے سرفراز فرمائے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ منگل کے دن اسلام لائے۔

۴۳۔ ترمذی نے روایت انس رضی اللہ عنہ نقل کی ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن مبعوث ہوئے اور نماز پڑھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن نماز ادا کی ہے۔

۴۴۔ احمد و طبرانی نے روایت ریاح بن الحارث نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ چند لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

پاس مقام رحبہ پر آئے اور انہوں نے یوں کہا اے ہمارے آقا! السلام علیک۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہارا آقا کیسے ہو سکتا ہوں جبکہ تم قوم عرب ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے غدیر خم کے موقع پر فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا تھا! جس کا میں مولی و آقا ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مولی و آقا ہیں۔ طبرانی نے یہ الفاظ بھی زائد نقل کیے ہیں کہ جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرے تو اس سے محبت کر اور جو اس سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر۔

۴۵۔ طبرانی نے حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نقل کی ہے۔ جس میں یہ الفاظ مزید نقل کیے ہیں! اے اللہ! جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ اور جو دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ اور جو اس کی مدد کرے تو اس کی مدد کر اور جو اس سے تعاون کرے تو اس کی اعانت کر۔

۴۶۔ ترمذی نے حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں نقل کی ہے! جس کا میں مولی و آقا ہوں علیؓ اس کے مولی و آقا ہیں۔

۴۷۔ بزار نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔

۴۸۔ احمد نے روایت ابی الطفیل نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مقام رحبہ پر جمع کیا اور ان سے پوچھا کہ میں اللہ کی قسم دیتا ہوں ہر ایسے مسلمان شخص کو جس نے رسول اللہ ﷺ کو غدیر خم کے موقع پر فرماتے سنا ہے جب آپ ﷺ کھڑے ہوئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا تھا تو تیس آدمی (ایک روایت کے مطابق جم غفیر) کھڑے ہوئے انہوں نے گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا! لوگو! جانتے ہو کہ میں تمام مومنوں پر مقدم ہوں۔ لوگوں نے کہا کیوں نہیں ایسا ہی ہے یا رسول اللہ ﷺ! پھر آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس کا میں مولی ہوں یہ علی رضی اللہ عنہ اس کے مولی ہیں۔ اے اللہ! جو اس سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ۔

۴۹۔ احمد نے روایت سعید بن وهب نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو قسم دلائی تو پانچ چھ اصحاب نبی ﷺ کھڑے ہوئے انہوں نے گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا! جس کا میں مولی ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کے مولی ہیں۔

۵۰۔ بزار نے عمرو ذی مر، سعید بن وهب اور زید بن یثیع سے روایت کی ہے یہ حضرات فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے (آگے مذکورہ حدیث مروی ہے) لیکن مزید الفاظ یہ نقل کیے ہیں کہ اے اللہ! جو اس سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ اور جو اس سے بغض رکھے تو بھی اس سے بغض رکھ اور جو اس کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد کر اور جو اس کو رسوا کرے تو بھی اس کو رسوا کر۔

۵۱۔ ابو یعلی نے روایت عبدالرحمان ابی لیلیٰ نقل کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مقام رحبہ پر قسم دلائی تھی عبدالرحمٰن کہتے ہیں اس پر بارہ بدری صحابی کھڑے ہوئے انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے غدیر غم کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا! جس کا میں مولیٰ وآقا ہوں علی اس کے مولیٰ وآقا ہیں اے اللہ! جو اس سے محبت وتعلق رکھے تو اس سے محبت کر اور جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔

۵۲۔ ابو یعلی، بزار اور طبرانی نے 'الاوسط' میں حدیث داؤد بن یزید الازدی نقل کی ہے ان کے والد فرماتے ہیں کہ ایک دن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو تمام لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے ایک ان میں کا جوان کھڑا ہوا اس نے پوچھا میں آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کا میں مولیٰ وآقا ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کے مولیٰ وآقا ہیں۔ اے اللہ! جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے! جس کا میں مولیٰ وآقا ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مولیٰ وآقا ہیں۔ اے اللہ! جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔

۵۳۔ طبرانی نے یہ مذکورہ بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ نقل کی ہے۔

۵۴۔ طبرانی نے 'الاوسط' میں حدیث مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس کا میں مولیٰ وآقا ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مولیٰ وآقا ہیں۔

۵۵۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں روایت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ نقل کی ہے حبشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے غدیر خم کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اے اللہ! جس کا میں مولیٰ وآقا ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کے مولیٰ وآقا ہوں اے اللہ! جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ اور جو اس کی نفرت کرے تو بھی اس کی نفرت کر اور جو اس کی اعانت کرے تو بھی اس کی اعانت کر۔

۵۶۔ طبرانی نے جریر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت نقل کی ہے۔

۵۷۔ احمد نے روایت زیاد نقل کی ہے زیاد فرماتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو قسم دیتے ہوئے سنا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس مسلمان کو قسم دیتا ہوں جس نے غدیر خم کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کا فرمان سنا ہے حضور ﷺ نے اس موقع پر کیا فرمایا تھا؟ بارہ بدری صحابی کھڑے ہوئے انہوں نے (مثل سابق) گواہی دی۔

۵۸۔ احمد نے زاذان ابی عمر کی روایت نقل کی ہے اس روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تیرہ آدمیوں نے پھر کھڑے ہو کر گواہی دی۔

۵۹۔ بزار نے بھی اس کو از حمید بن عمارہ عن ابیہ روایت کیا ہے۔

۶۰۔ نیز بزار نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کی ہے۔

۶۱۔ طبرانی نے 'الاوسط' اور 'الصغیر' میں روایت عمیرہ بنت سعد رضی اللہ عنہ نقل کی ہے کہ اس پر بارہ آدمیوں نے گواہی دی جن میں ابو ہریرہ اور ابو سعید اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم بھی تھے۔

۶۲۔ طبرانی نے 'الاوسط' میں روایت عمیر بن سعد نقل کی ہے کہ بارہ آدمیوں نے کھڑے ہو کر اس پر گواہی دی۔

۶۳۔ طبرانی نے 'الاوسط' میں یہ روایت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

۶۴۔ طبرانی نے اس کو 'الاوسط' میں روایت ابن مسعود نقل کیا ہے۔

۶۵۔ اور بزار نے اس کو بروایت بُریدہ نقل کیا ہے۔

۶۶۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں اس کو بروایت زید بن ارقم نقل کی ہے۔

۶۷۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نقل کی ہے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو مجھ پر ایمان لایا ہے اور میری تصدیق کی ہے میں اس کو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ولایت کا حکم دیتا ہوں جس نے علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے یقیناً مجھ سے محبت کی ہے اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے فی الواقع اللہ تعالیٰ سے محبت کی ہے اور جس نے علی رضی اللہ عنہ کو محبوب جانا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھے محبوب جانا اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ سے محبت کی ہے اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس نے حقیقت میں مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا۔

۶۸۔ حاکم نے 'المستدرک' میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کی ہے ابن عباس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے علی! تو دنیا و آخرت میں سردار ہے اور اور تیرا دوست میرا دوست ہے اور میرا محبوب اللہ کا محبوب ہے اور تیرا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور میرے بعد جو تجھ سے بغض رکھے اس کے لیے ہلاکت و تباہی ہے۔

۶۹۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں روایت وہب بن حمزہ نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہا میں نے کوئی ناپسندیدہ بات ان میں دیکھی میں نے دل میں کہا اگر میں یہاں سے واپس لوٹا تو ضرور رسول اللہ ﷺ سے شکایت کروں گا تو جب میں واپس آیا اور میری ملاقات رسول اللہ

ﷺ سے ہوئی تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتایا کہ فلاں فلاں بات ان میں موجود ہے اس پر سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا! ایسا نہ کہو حضرت علی رضی اللہ تو میرے بعد تمام لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں۔

۷۰۔ احمد، ابویعلی اور طبرانی نے حدیثِ ام سلمہ رضی اللہ عنہ نقل کی ہے ام سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی مرض وفات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکارتے ہوئے سنا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں پہنچے تو وہ (حضرت علی) حضور ﷺ پر اوندھے منہ ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنی بائیں جانب کر لیا اور ان سے سرگوشی کرنے لگے پھر آپ ﷺ اسی دن وفات پا گئے حضرت علی، حضور ﷺ کے سب سے زیادہ قریب تھے۔

۷۱۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں حدیثِ ذویب نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کا وقت جب قریب آ گیا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ ﷺ کی تمام ازواج مطہرات کے لیے جائے پناہ اور ٹھکانہ ہے جب کہ آپ ﷺ نے میرے اہل خاندان کو بلا وطن کر دیا تھا اگر (خدانخواستہ) آپ ﷺ کو کوئی حادثہ پیش آ جائے تو میں کس کے پاس جاؤں؟ حضور ﷺ نے فرمایا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس۔

۷۲۔ احمد نے جید سند کے ساتھ روایت علی نقل کی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ''وانذر عشیرتک الاقربین'' آپ ﷺ نے اپنے قرابت داروں کو اکٹھا کیا تیس آدمی اکٹھے ہوئے سب نے کھایا پیا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! تم میں سے کون میری طرف سے میرے قرض کا ذمہ دار بنتا ہے ایسا شخص میرے ساتھ جنت میں ہوگا اور میرے اہل میں میرا خلیفہ ہوگا؟ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کے لیے کون تیار ہو سکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔

۷۳۔ بزار نے بھی اسی طرح حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نقل کی ہے۔

۷۴۔ نیز بزار نے حدیث انس رضی اللہ عنہ بھی نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ میرا قرض ادا کریں گے۔

۷۵۔ بزار نے روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نقل کی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ آپس میں یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت علی اہل مدینہ میں سب سے افضل ہیں۔

۷۶۔ طبرانی نے 'الاوسط' میں حدیثِ انس رضی اللہ عنہ نقل کی ہے حضرت انس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا' میں اولادِ آدم کا سید و سردار اور علی تمام عرب کے سردار ہیں۔

۷۷۔ حاکم نے بھی 'المستدرک' میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے انہی الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے اور اس روایت کی تصحیح کی ہے اور اس کا ایک شاہد یعنی حدیث جابر ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! سید العرب (عرب کے سردار) کو میرے پاس بلالاؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ کیا آپ ﷺ سید العرب نہیں ہیں؟ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا! میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور علی رضی اللہ عنہ عرب کے سردار ہیں۔

۷۸۔ طبرانی نے 'الاوسط' میں حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہ نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب غصہ کی حالت میں ہوتے تھے تو سوائے علی کے اور کسی کی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ آپ ﷺ سے بات کر سکے۔

۷۹۔ طبرانی نے 'الاوسط' میں یہ روایت زاذان سے نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی جس کو ایک آدمی نے جھٹلایا حضرت علی نے اس سے فرمایا کہ میں تیرے حق میں بددعا کروں گا۔ اس شخص نے کہا کرلو۔ حضرت علی نے اس کو دعا دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ابھی اپنی جگہ سے ہٹنے نہ پایا تھا کہ اندھا ہو گیا۔

۸۰۔ احمد نے حدیث جابر رضی اللہ عنہ نقل کی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ابھی اس درخت خرما کے پاس سے اہل جنت میں کا ایک آدمی نمودار ہوگا (تھوڑی دیر نہ گزری) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے ہم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو فرمان رسول کی وجہ سے مبارک دی پھر تھوڑی دیر کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس درخت خرما کے پاس سے اہل جنت میں کا ایک آدمی نمودار ہوگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے ہم نے ان کو بھی فرمان رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے مبارک دی، پھر حضور ﷺ نے فرمایا اس درخت خرما کے پاس سے اہل جنت میں کا ایک آدمی آئے اے اللہ! آپ چاہیں تو آنے والا علی رضی اللہ عنہ بنا دیں تین مرتبہ فرمایا تو دیکھا حضرت علی تشریف لائے۔

۸۱۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نقل کی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا! ابھی اہل جنت میں کا ایک آدمی آئے گا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔

۸۲۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں حدیث سلمٰی زوجہ ابی رافع بھی اسی کے مانند نقل کی ہے۔

۸۳۔ احمد، طبرانی نے 'الکبیر' اور 'الاوسط' میں اور حاکم نے روایت عمرو بن میمون الاودی نقل کی ہے عمرو بن میمون الاودی فرماتے ہیں کہ میں ایک دن ابن عباس رضی اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک سات آدمی ابن

عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے ابن عباس رضی اللہ عنہ! یا تو آپ ہماری طرف اٹھ کھڑے ہوں یا پھر ان لوگوں کو ہٹا دیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ میں ہی اٹھتا ہوں وہ ان دنوں تندرست تھے (نابینا ہونے سے پہلے کی بات ہے) راوی کہتے ہیں پھر انہوں نے نبیذ تیار کی اور آپس میں باتیں کرنے لگے مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ انہوں نے کیا کہا۔ راوی کہتے ہیں پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے کپڑوں کو جھاڑتے ہوئے آئے اور یہ کہہ رہے تھے افسوس ایسے شخص کے بارے میں زبان درازی کرتے ہو جس کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں 'میں ایک ایسا آدمی بھیجوں گا جس کو اللہ تعالیٰ کبھی بھی رسوا نہ کرے گا وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے ہر ایک پھر بنظر حسرت دیکھنے لگا (کہ کس کو بلاتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ گھر میں آٹا پیس رہے ہیں حضور نے فرمایا کیا کوئی اور آدمی آٹا نہیں پیس سکتا؟ راوی کہتے ہیں پھر حضرت علی تشریف لائے نگاہ کمزور تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں پھونکا پھر جھنڈا تین مرتبہ ہلا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا (راوی کہتے ہیں) پھر حضرت علی، صفیہ بنت حی کو لائے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں آدمی کو سورت توبہ دے کر بھیجا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اس کے پیچھے بھیجا تھا حضرت علی نے اس سے وہ سورت لے لی۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد بھائیوں سے کہا تھا تم میں سے کون میری دنیا و آخرت میں مدد کرے گا سب نے انکار کر دیا تھا ایک علی رضی اللہ عنہ تھے جنہوں۔ نے فرمایا! میں آپ کا مددگار اور دوست ہوں دنیا و آخرت میں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا مبارک لیا اور اس کو حضرت علی، فاطمہ اور حضرات حسنین پر ڈال دیا اور فرمایا! ''انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا'' حضرت علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس پہنا پھر آپ کی جگہ میں سوئے۔ مشرکین یہ سمجھ کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں سنگ باری کرتے رہے پھر ابوبکر آئے حضرت علی سو رہے تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی سمجھے شاید یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر حضرت علی نے ان کو بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیر میمون کی طرف چلے گئے ہیں وہاں آپ ان کو پا سکتے ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں چل دیے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غار میں داخل ہوئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا! حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے موقع پر لوگوں کو لے کر نکلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا میں بھی آپ کے ساتھ نکلوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ رونے لگے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تیرا مرتبہ و مقام میرے سامنے ایسا ہو جیسا

حضرت ہارون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے تھے مگر یہ بات یقینی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ یہ بات نامناسب ہے کہ میں کہیں جاؤں مگر تم میرے خلیفہ ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی حضرت علی سے فرمایا! اے علی! تم ہر مومن ومومنہ کے دوست ومددگار ہو۔ اور پھر آپ نے بابِ علی کے سوا تمام دروازے بند کردیے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں علی اس کے مولیٰ ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیں خبر دی ہے کہ میں اصحابِ شجرہ سے راضی ہو چکا ہوں اب اس کے بعد ناراض نہیں ہوں گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا جب حضرت عمر نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی گردن اڑانے کی اجازت مانگی تھی اس وقت حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر سے فرمایا تھا تجھے کیا خبر اللہ تعالیٰ نے تو اہلِ بدر کی شان میں یہ فرمایا ہے جو جی میں آئے کرو (میں نے تو تم سب کو بخش دیا ہے۔)

۸۴۔ طبرانی نے 'الاوسط' میں روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بارہ خصوصیات ایسی ہیں جو اس امت محمدیہ میں سے کسی کی نہیں ہیں۔

۸۵۔ احمد، ابویعلی اور حاکم نے 'المستدرک' میں حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ نقل کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تین خصوصیات ایسی اعلیٰ وارفع ہیں اگر ان تین خصوصیات میں سے ایک بھی خصوصیت وخصلت مجھے حاصل ہو جائے تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ پہلی خصوصیت یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح ان سے کیا، پھر اولاد بھی ہوئی۔ دوسری خصوصیت یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کردیے مگر بابِ علی کھلا رکھا۔ تیسری خصوصیت یہ کہ حضور ﷺ نے حضرت علی کو خیبر کے دن جھنڈا عطا فرمایا۔

۸۶۔ احمد وابویعلی نے روایت علی رضی اللہ عنہ نقل کی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! جب سے رسول اللہ ﷺ نے میرے چہرہ پر دستِ شفا پھیرا ہے اور میری آنکھوں میں لعابِ دہن لگایا ہے تب سے نہ تو میری آنکھ کمزور ہوئی اور نہ سر درد ہوا۔

۸۷۔ طبرانی نے 'الاوسط' میں روایت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں! ایک دن شدید گرمی کے دنوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں تشریف لائے اور آپ کے بدن مبارک پر سردیوں کے کپڑے تھے۔ اور اسی طرح موسم سرما میں ایک دن تشریف لائے تو موسم گرما کے کپڑے پہنے ہوئے تھے آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو حضرت علی نے فرمایا! (ایک دن) رسول اللہ ﷺ نے مجھے کسی معرکہ میں بھیجا میری نگاہ کمزور تھی حضور نے میری آنکھ میں اپنا لعاب مبارک رکھا پھر ارشاد فرمایا اپنی آنکھیں کھول

میں نے کھولیں تو بالکل ٹھیک تھیں اور حضور نے مجھے یہ دعا بھی دی اے اللہ! علی سے گرمی اور سردی کو دور کر دے۔ آج تک نہ گرمی کا احساس ہوا اور نہ سردی کا۔

۸۸۔ احمد نے روایت علی رضی اللہ عنہ نقل کی ہے حضرت علی فرماتے ہیں! میں نے خود کو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ دیکھا کہ میں نے بھوک کے مارے پیٹ پر دو پتھر باندھ رکھے ہیں اور آج میرا صدقہ چالیس ہزار ہے۔

۸۹۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ نقل کی ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک انصاری آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہود نے میرے بھائی کو قتل کر دیا ہے۔ حضور نے فرمایا! میں ایک ایسے آدمی کے ہاتھ فتح کا جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ و رسول اللہ ﷺ بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر فتح نصیب فرمائیں گے اور تجھے تیرے بھائی کے قاتل پر قدرت دیں گے۔ صحابہ کرام ایک دوسرے کی طرف جھانکنے لگے (کہ ہم میں سے کس کو یہ سعادت ملتی ہے) حضور ﷺ نے حضرت علی کی طرف ایک آدمی روانہ کیا اور ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھما دیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ جانتے ہیں میری نگاہ کمزور ہے۔ حضور ﷺ نے میری آنکھوں میں اپنا لعاب مبارک لگایا پھر اس کے بعد سے آج تک میری نگاہ کمزور نہیں ہوئی۔

۹۰۔ طبرانی نے یہ روایت ایک اور سند سے بھی نقل کی ہے۔

۹۱۔ نیز طبرانی نے 'الکبیر' اور 'الاوسط' میں حدیث ابی لیلیٰ بھی نقل کی ہے۔

۹۲۔ نیز طبرانی نے یہ روایت ایسی اسناد سے نقل کی ہے جن کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے معتمر السری العسقلانی کے کہ اس راوی کا حال مجہول ہے۔

۹۳۔ بزار نے یہ روایت بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کی ہے۔

۹۴۔ نیز بزار نے یہ بروایت علی نقل کی ہے۔

۹۵۔ ابو یعلیٰ نے بھی اس کو نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں! حضور ﷺ نے فرمایا میں ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا جو بھاگنے کا نہیں اے علی! یہ جھنڈا لو۔ پھر حضرت علی نے وہ جھنڈا اپنے قبضہ میں کیا پھر معرکہ کی طرف روانہ ہو گئے بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فدک اور خیبر فتح فرمایا۔

۹۶۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فتح کا جھنڈا عطا فرمایا تھا اس وقت حضرت علی کی عمر بیس سال تھی۔

۹۷۔ طبرانی نے 'الاوسط' میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! یہ آیت کریمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان ہی میں نازل ہوئی ہے۔ ''ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمن ودا'' (بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے رحمٰن ان کو محبت دے گا)۔

۹۸۔ طبرانی نے 'الکبیر' اور 'الاوسط' میں اور ابو یعلی نے حدیث انس رضی اللہ نقل کی ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک بھنا ہوا پرندہ پیش خدمت کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی یا اللہ! میرے پاس ایسے آدمی کو بھیج دے جو تجھے اور مجھے سب سے زیادہ محبوب ہوتا کہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کو کھائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آگئے انہوں نے دروازہ پر دستک دی حضرت انس نے پوچھا کون؟ فرمایا علی! میں نے ان سے یہ کہا کہ حضور ایک ضرورت میں مشغول ہیں اور واپس چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ پھر دوبارہ کھانے میں مشغول ہونے لگے اور پھر یہی دعا کی اے اللہ! ایسے شخص کو بھیج دے جو تجھے اور مجھے سب سے زیادہ محبوب ہوتا کہ وہ میرے ساتھ اس پرندہ میں سے کچھ کھالے۔ پھر حضرت علی آئے اور اس بار انہوں نے دروازہ کو زور سے کھٹکھٹایا حتی کہ حضور تک آواز پہنچ جائے حضور ﷺ نے پوچھا اے انس! دیکھو یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا علی ہیں۔ فرمایا! ان کو اندر آنے دو حضرت علی اندر تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ دعا کی یا اللہ! ایسے کو بھیج دے جو تجھے اور مجھے سب سے زیادہ محبوب ہوتا کہ میرے ساتھ پرندہ کا گوشت کھائے۔ حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یقین جانیں میں تین مرتبہ حاضر ہوا تھا ہر مرتبہ انس نے مجھے واپس بھیج دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے انس! بھلا تو نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے دراصل یہ بات پسند تھی کہ یہ مبارک دعوت میری قوم کے کسی فرد کو نصیب ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بے شک آدمی اپنی قوم سے محبت کرتا ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے۔ میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ایک باغ میں تھا پھر وہ پرندہ لایا گیا۔ اور دوسری روایت میں ہے، ام ایمن رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کو ہدیۃً پرندہ کا گوشت اور دو روٹیاں بھیجیں تھیں۔ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اس اثناء میں ام ایمن رضی اللہ عنہا پرندہ کا گوشت لائی تھیں۔

۹۹۔ ترمذی نے بھی اس روایت کا ایک حصہ نقل کیا ہے۔

۱۰۰۔ حاکم نے 'المستدرک' میں روایت کے بارے میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں! حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو صحابہ کرام کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے جن کی تعداد تیس سے زیادہ ہے۔ پھر یہ روایت حضرت

علی، حضرت ابی سعید خدری اور حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے بصحت سند منقول ہے۔

۱۰۱۔ بزار نے اور طبرانی 'الکبیر' میں روایتِ سفینہ رضی اللہ عنہ نقل کی ہے، حضرت سفینہ رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے یہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں چند پرندے بطور ہدیہ پیش کیے گئے۔ میں نے آپ ﷺ کے لیے سارے پرندے نہیں بلکہ کچھ تو تیار کر دیے (باقی رکھ لیے) اگلے دن صبح کو رکھے ہوئے پرندے حضور کی خدمت میں پیش کر دیے حضور ﷺ نے پوچھا یہ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا کل گزشتہ کچھ حصہ بچا تھا یہ وہی بچا ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے تجھے کہا نہ تھا کہ کل کے لیے ذخیرہ ہر گز نہ کیا کرو۔ ہر دن کا رزق مقرر ہے۔ پھر فرمایا اے اللہ! ایسے شخص کو میرے پاس اس پرندہ کا گوشت کھانے لیے بھیج دے جو آپ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہو (چنانچہ حضرت علی تشریف لائے)

۱۰۲۔ طبرانی یہ روایت 'الکبیر' میں بھی نقل کی ہے۔

۱۰۳۔ احمد نے حدیث بریدہ بن الخصیب نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تم علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے ہو، عرض کیا جی ہاں حضور ﷺ نے فرمایا اس سے بغض نہ رکھ۔ اور اگر تو اس سے محبت رکھے تو خوب محبت رکھ۔ بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اس فرمان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اور کوئی بھی مجھے زیادہ محبوب و عزیز نہ رہا۔

۱۰۴۔ احمد و بزار نے بھی یہ حدیث نقل کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں: علی رضی اللہ عنہ کے بے آبروئی نہ کر کیوں کہ وہ مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں۔ اور وہ میرے بعد تمہارے دوست ہیں۔

۱۰۵۔ ترمذی نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔

۱۰۶۔ احمد نے روایت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ نقل کی ہے۔ ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک دن خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے فرمایا! اے لوگو! علی رضی اللہ عنہ کی شکایت نہ کیا کرو۔ خدا کی قسم وہ اللہ کی ذات (یا یہ فرمایا) اللہ کی راہ میں زیادہ سخت ہیں۔

۱۰۷۔ احمد، طبرانی اور بزار نے حدیثِ عمرو بن شاش الاسلمی نقل کی ہے یہ اصحاب حدیبیہ میں سے تھے یہ فرماتے ہیں! میں ایک دن حضرت علی کے ساتھ یمن کو گیا۔ سفر کے دوران انہوں نے میرے ساتھ کوئی زیادتی کی۔ مجھے جس پر غصہ آیا۔ جب میں مدینہ آیا تو مسجد میں مَیں نے اس کی شکایت کا اظہار کیا حتی کہ وہ بات رسول اللہ ﷺ نے سن لی۔ صبح کو جب میں مسجد آیا تو دیکھا رسول اللہ ﷺ چند اصحاب پاک رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تشریف فرما ہیں۔ جب آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو آپ ﷺ نے مجھے اپنی مبارک آنکھوں سے دور ہٹا دیا۔ مجھے گھور گھور کر دیکھنے لگے۔ حتی کہ جب میں بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا! اے عمرو! خدا کی قسم

تو نے مجھے اذیت پہنچائی ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں خدا کی پناہ پکڑتا ہوں اس بات سے کہ آپ کو تکلیف دوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا! کیوں نہیں جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اذیت پہنچائی یقین جان لو اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔

۱۰۸۔ حاکم نے بھی اس روایت کو نقل کر کے اس کی تصحیح کی ہے۔

۱۰۹۔ ابو یعلی اور بزار نے حدیث سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نقل کی ہے۔ حضرت سعد فرماتے ہیں! میں ایک دن مسجد میں بیٹھا تھا میرے ساتھ دو اور آدمی بھی تھے ہم نے حضرت علی کے بارے میں کچھ کہا۔ اچانک رسول اللہ ﷺ غصہ کی حالت میں تشریف لائے۔ چہرہ انوار پر غصہ کے آثار نمایاں تھے ہم نے خدا کی پناہ پکڑی۔ حضور نے فرمایا! کیا حال ہے تمہارا یاد رکھو جس نے حضرت علی کو تکلیف پہنچائی یقیناً اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔

۱۱۰۔ ابو یعلی نے سعد بن مالک سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں! قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے حضرت علی کی شان میں اتنے فضائل سنے ہیں اگر میرے سر پر آرا بھی رکھ دیا جائے پھر بھی میں شانِ علی میں بدگوئی یا بدزبانی نہیں کروں گا۔

۱۱۱۔ احمد نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔ ام سلمہ فرماتی ہیں! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے ''جس نے علی کو برا بھلا کہا اس نے یقیناً مجھے برا بھلا کہا۔''

۱۱۲۔ حاکم نے مزید یہ الفاظ نقل کیے ہیں اور جس نے مجھے برا بھلا کہا اس نے یقین جانو اللہ پاک کو برا بھلا کہا۔

۱۱۳۔ یہ مذکورہ روایت طبرانی نے 'الصغیر، الکبیر، الاوسط' میں اور ابو یعلی نے بھی نقل کی ہے۔

۱۱۴۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں اور بزار نے یہ الفاظ بھی بروایت سلمان نقل کیے ہیں، تجھ سے محبت رکھنے والا مجھ سے محبت رکھنے والا ہے اور تجھ سے بغض رکھنے والا دراصل مجھ سے بغض رکھنے والا ہے۔

۱۱۵۔ عبداللہ بن احمد، بزار اور ابو یعلی اور حاکم نے 'المستدرک' میں حدیث علی رضی اللہ عنہ نقل کی ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں! رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا اور پھر فرمایا! تیری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بغض رکھا اور ان کی والدہ (مریم علیہا السلام) پر بہتان تراشی کی اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اس درجہ محبت کی کہ ان کو اس مقام تک پہنچا دیا جس کے وہ اہل نہ تھے (یعنی خدا بنا لیا) حضرت علی فرماتے ہیں! خبردار! میرے بارے میں دو آدمی ہلاک و برباد ہوں گے ایک وہ جو حد سے زیادہ مجھ سے محبت کرنے والا ہے۔ محبت میں وہ حد کو پھلانگ جاتا ہے مجھے اس درجہ و مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے جس کا میں اہل نہیں۔ دوسرا وہ بغض رکھنے والا آدمی جو مجھے صرف بغض وعداوت کی

بناء پر برا بھلا کہتا ہے۔ یادر کھو! نہ تو میں نبی ہوں اور نہ کوئی وحی میری طرف آتی ہے۔ میں تو حتی المقدور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرتا ہوں۔ لہٰذا اطاعتِ خداوندی کا اگر میں تم کو حکم دوں تو خواہ تمہیں اچھا لگے یا برا میری اطاعت تم پر لازم ہے۔

۱۱۶۔ احمد اور حاکم نے حدیث ابی سعید نقل کی ہے حضرت ابو سعید فرماتے ہیں! ہم بیٹھے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کررہے تھے، آپ ﷺ کسی زوجہ مطہرہ کے گھر سے تشریف لائے تو ہم اس کے بعد کھڑے ہوگئے۔ آپ کا نعل مبارک ٹوٹ گیا۔ حضرت علی نعل مبارک سینے کی وجہ سے پیچھے رہ گئے اور خود نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کے ہمراہ آگے چل دیے پھر آپ ان کا انتظار کرنے لگے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ انتظار کرنے لگے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا! تم میں بعض لوگ ایسے ہیں جو تاویل قرآن پر مقاتلہ کریں گے جیسا کہ میں تنزیل قرآن پر مقاتلہ کیا۔ ہم نے اِدھر اُدھر جھانکا کہ وہ شخص کون ہے؟ ہم میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ صدیق اکبر نے فرمایا کیا وہ شخص میں ہوں فرمایا نہیں عمر فاروق نے فرمایا کیا میں ہوں فرمایا نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ شخص ہے جو نعل مبارک سینے والا ہے (حضرت علی) ہم لوگ حضرت علی کے پاس خوشخبری سنانے کے لیے گئے تو حضرت علی نے خاص توجہ نہیں دی ایسا لگتا تھا جیسا کہ انہوں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سن لی ہو۔

۱۱۷۔ بزار و حاکم نے حدیث ابوذر نقل کی ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اے علی! جو مجھ سے جدائی اختیار کرے اللہ اس کو جدا کرے اور جس نے تجھ سے جدائی اختیار کی تحقیق اس نے مجھ سے علیحدگی اختیار کی۔

۱۱۸۔ احمد، طبرانی اور بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمار اور حضرت علی فرماتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کیا میں تم کو دو سب سے بڑا بدبخت کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا ضرور بتائیں فرمایا ایک تو قوم ثمود کا احیمر جس نے اونٹنی کے پاؤں کاٹے تھے اور دوسرا وہ شخص جو تیرے سر پر اتنے زور سے تلوار مارے گا کہ تیری داڑھی خون سے تر ہو جائے گی۔

۱۱۹۔ طبرانی نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے۔

۱۲۰۔ احمد، بزار نے حدیث فضالہ بن ابی فضالہ الانصاری نقل کی ہے کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو فرمایا میں اس مرض یا تکلیف سے نہیں مروں گا کیوں کہ رسول پاک ﷺ نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک کہ میری داڑھی خون قتل سے رنگین نہ ہو جائے گی۔

۱۲۱۔ طبرانی نے بھی اس طرح کی روایت حسن عن ابی الاوسد عن علی نقل کی ہے۔

۱۲۲۔ حاکم نے 'المستدرک' میں بہ روایت ابوذر نقل کی ہے۔ حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے میرا کہا مانا یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کا کہا مانا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کہا مانا اس نے یقیناً میرا کہا مانا اور جس نے حضرت علی کا کہا نہ مانا اس نے یقیناً میرا کہا نہ مانا۔

۱۲۳۔ حاکم نے 'المستدرک' میں حدیث ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ بھی نقل کی ہے یہ فرماتے ہیں! ملک شام سے ایک آدمی آیا اور ابن عباس کے سامنے حضرت علی کو برا بھلا کہنے لگا ابن عباس نے اس کو سنگریز مارے اور فرمایا! اے دشمن خدا! تو نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائی ہے اور قرآن کریم میں ہے!''ان الذین یوء ذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الاخرۃ و اعد لھم عذابا مھینا'' (یعنی جو لوگ اللہ ور سول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں اس پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے رسو اکن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۱۲۴۔ حاکم نے 'المستدرک' میں روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی سے ارشاد فرمایا! میرے بعد جس چیز میں لوگ اختلاف کریں تم اس کی وضاحت و شرح کرنا۔

۱۲۵۔ حاکم نے 'المستدرک' میں حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا نقل کی ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے! علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے حتی کہ میرے پاس حوض پر وارد ہوں گے۔

۱۲۶۔ حاکم نے 'المستدرک' میں حدیث علی نقل کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ پاک علی پر رحم فرمائے۔ اے اللہ! علی جہاں بھی رہیں حق کو اس کے ساتھ ہو۔

۱۲۷۔ حاکم نے 'المستدرک' میں حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نقل کی ہے۔ زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو یہ چاہتا ہے کہ میری حیات کی طرح وہ حیات رہے اور میری وفات کی طرح وہ وفات پائے اور اس جنت الخلد میں رہے۔ جس کا میرے رب نے وعدہ فرمایا ہے تو اسے چاہیے کہ علی بن ابی طالب سے محبت کرے کیوں کہ یہ محبت علی رضی اللہ عنہ تمہیں کبھی بھی راہ ہدایت سے نہیں بھٹکائے گی اور ضلالت و گمراہی میں جانے نہ دے گی۔

۱۲۸۔ حاکم نے 'المستدرک' میں روایت ابوذر نقل کی ہے۔ ابوذر فرماتے ہیں! ہم منافقین کو ان تین وجوہات کی بناء پر پہچان لیتے تھے ایک اللہ و رسول کی تکذیب کرنے سے دوسرے نمازوں سے پیچھے رہنے سے اور تیسرے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے سے۔

۱۲۹۔ حاکم نے 'المستدرک' میں روایت جابر رضی اللہ عنہ نقل کی ہے حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے حدیبیہ کے روز اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جبکہ آپ حضرت علی کا بازو پکڑے یہ فرما رہے تھے! یہ نیک کاروں کا امیر، بدکاروں سے لڑنے والا اس کی مدد کرنے والا خود منصور اور اس کو رسوا کرنے والا خود رسوا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات باآواز بلند کہے۔

۱۳۰۔ حاکم نے 'المستدرک' میں حدیث اسعد بن زرارہ نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تین مرتبہ میری طرف علی کے بارے میں یہ وحی آئی ہے کہ علی مومنوں کے سردار، پرہیز گاروں کے امام اور جن کے اعضاء قیامت کے روز روشن ہوں گے ان کے قائد ہیں۔

عام اہل بیت کے فضائل

۱۔ بخاری نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی محبت کے ذریعہ تلاش کرو۔

۲۔ مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں! ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے تو آپ کے جسم مبارک پر ایک یمنی چادر تھی جو سیاہ بالوں کی بنی ہوئی تھی۔ جس میں کجاوے جیسی صورت وشکل بنی ہوئی تھی حضرت حسن آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی چادر میں داخل کر لیا پھر حضرت حسین آئے ان کو بھی اپنی چادر میں داخل کر لیا پھر حضرت فاطمہ آئیں ان کو بھی چادر میں داخل کر لیا پھر حضرت علی آئے تو ان کو بھی چادر میں داخل کر لیا، پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی!" انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا" (اے اہل بیت اللہ تعالیٰ تم سے گندگی کو دور کرنا چاہتا ہے اور پھر خوب پاکیزہ بنانا چاہتے ہیں۔)

۴۔ حاکم نے بھی اس روایت کو نقل کر کے اس کی تصحیح کی ہے۔

۵۔ ترمذی نے حدیث انس رضی اللہ عنہ نقل کی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریباً چھ ماہ تک یہ عادت رہی کہ جب نماز کے لیے نکلتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے دروازہ سے گزرتے ہوئے فرماتے! اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ تم سے گندگی کو دور کر کے خوب پاک کرنا چاہتے ہیں۔

۶۔ ترمذی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے ام سلمہ فرماتی ہیں! جب یہ آیت نازل ہوئی" انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس الخ" اس وقت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے دروازہ پر بیٹھی تھی اور گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسنین موجود تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب

پر چادر ڈال دی اور فرمایا! اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے گندگی کو دور فرما اور ان کو خوب پاک فرما۔ (ام سلمہ فرماتی ہیں) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! تم تو خیر پر ہو (یعنی تم تو میری زوجہ مطہرہ ہو)

۷۔ ترمذی و حاکم نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ حضرت سعد فرماتے ہیں! جب یہ آیت مبارک نازل ہوئی! "ندع ابناء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم" رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلایا اور فرمایا! یا اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔

۸۔ حاکم نے حدیث عبداللہ بن جعفر نقل کی ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں! جب رسول اللہ ﷺ نے رحمت خداوندی کا نزول دیکھا تو فرمایا بلاؤ، بلاؤ۔ حضرت صفیہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کن کو بلاؤں؟ فرمایا میرے اہل بیت کو بلاؤ۔ یعنی حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسنین۔ جب ان کو لایا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی چادر رحمت ان پر ڈال دی۔ پھر ہاتھ اٹھائے اور یہ فرمایا! اے اللہ! یہ میری آل اولاد ہے۔ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ پر اپنی رحمت نازل فرما۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا" (اللہ تعالیٰ تم سے گندگی گناہ کو دور کر کے تمہیں خوب پاک کرنا چاہتے ہیں اے اہل بیت)

۹۔ حاکم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے ابن عباس فرماتے ہیں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ستارے اہل ارض کے لیے غرق یابی سے باعث حفظ و امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لیے اختلاف سے باعث امان ہیں۔

۱۰۔ ترمذی و حاکم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے! ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ سے اس بناء پر محبت کرو کہ اس نے تمہیں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اللہ کی محبت کی خاطر مجھ سے محبت کرو اور مجھ سے محبت کی خاطر میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

۱۱۔ حاکم نے المستدرک میں ابی سعید الخدری سے روایت کی ہے۔ حضرت ابی سعید خدری فرماتے ہیں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو کوئی بھی اہل بیت سے بغض و عداوت رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کی آگ میں ڈالے گا۔

۱۲۔ حاکم نے المستدرک میں ابی ذر سے روایت کی ہے۔ حضرت ابی ذر نے باب کعبہ کو پکڑ ے یہ فرمایا! جو مجھے پہچانتا ہے سو وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ سن لے میں ابوذر ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا! سن لو! میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کے مانند ہے جو اس کشتی پر

سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا۔

۱۳۔ بزار نے بھی یہ حدیث نقل کی ہے اور طبرانی نے بھی یہ حدیث تینوں معاجم میں نقل کی ہے۔ بزار کی سند میں حسن بن ابی جعفر الجفری اور طبرانی کی سند میں عبداللہ بن داھر راوی ہیں یہ دونوں راوی متروک ہیں۔

۱۴۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں ابن عمر سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن سب سے پہلے میں جس کی شفاعت کروں گا وہ میرے اہل بیت ہیں پھر قریش اور انصار میں سے جوان کے قریب ترین ہیں ان کی شفاعت کروں گا پھر ملک یمن میں سے جو شخص مجھ پر ایمان لایا ہو گا اور میری اتباع کی ہو گی پھر بقیہ سارے عرب۔ اس کے بعد عجمی لوگ اور جس کی میں پہلے شفاعت کروں گا وہ سب سے افضل ہو گا۔

۱۶۔ ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا! جس نے میرے کسی اہل بیت کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہو گا میں قیامت کے دن اس کا بدلہ دوں گا۔

۱۷۔ خطیب۔ بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے عبدالمطلب کی اولاد میں سے کسی کے ساتھ حسن سلوک کیا ہو گا اور دنیا میں اسے اس حسن سلوک کا بدلہ نہ ملا ہو گا تو میرے ذمہ ہے کہ میں اس کو بدلہ دوں۔ جب وہ قیامت کے دن مجھ سے لے گا۔

۱۸۔ ابن عدی اور دیلمی نے 'مسند الفردوس' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن پل صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہو گا جو میرے صحابہ اور اہل بیت سے سب سے زیادہ محبت رکھتا ہو گا۔

۱۹۔ ترمذی ابن ماجہ حاکم اور ابن حبان نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین سے فرمایا! جس سے تم لڑو گے میں بھی اس سے لڑوں گا اور جس سے تم صلح کرو گے میں بھی اس سے صلح کروں گا۔

۲۰۔ حاکم نے 'المستدرک' میں حدیث ابی ہریرۃ بھی اسی طرح نقل کی ہے۔

۲۱۔ احمد و ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! جو شخص حسن و حسین اور ان کے ماں باپ سے محبت کرے گا وہ قیامت کے دن جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔

۲۲۔ ابن ماجہ اور حاکم نے المستدرک میں روایت انس نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! ہم اولادِ عبدالمطلب ہیں اور اہل جنت کے قائد ہیں۔ یعنی میں خود اور حضرت حمزہ اور حضرت علی اور حضرت جعفر اور حضرات حسنین اور حضرت مہدی رضی اللہ عنہما۔

۲۳۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور حاکم نے ابی سعید سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا! میں بھی اور تو بھی حضرت علی اور حضرات حسنین قیامت کے دن ایک مقام میں ہوں گے۔

۲۴۔ ابونعیم نے 'الحلیہ' میں حضرت علی سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! جس نے میرے اہل بیت کو اذیت پہنچائی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی۔

۲۵۔ طبرانی نے 'الاوسط' میں ابن عمر سے نقل کیا ہے۔ ابن عمر فرماتے ہیں! نبی کریم ﷺ نے آخری جو بات ارشاد فرمائی وہ یہ تھی! میرے بعد میرے اہل بیت سے اچھا معاملہ کرنا۔

۲۶۔ طبرانی نے 'الاوسط' میں حضرت علی سے روایت کی ہے! حضرت علی فرماتے ہیں! ایک دن میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک بچھائی اور خود بھی اس پر بیٹھے میں بھی، حضرت فاطمہ بھی اور حضرات حسنین بھی اس چادر مبارک پر بیٹھے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا! اے اللہ! جیسے میں ان سب سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہو جا۔

۲۷۔ طبرانی نے 'الکبیر' اور 'الاوسط' میں زینب بنت ابی سلمہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ام سلمہ کے ہاں تھے۔ اتنے میں حضرات حسنین اور حضرت فاطمہ تشریف لائے حضور ﷺ نے حضرت حسن کو ایک جانب میں اور حضرت حسین کو بھی ایک جانب میں بٹھالیا اور حضرت فاطمہ کو اپنی گود میں بٹھایا اور پھر یہ فرمایا! اے اہل بیت! تم پر خدا تعالیٰ کی رحمت و برکت ہو بے شک اللہ کی ذات قابل حمد اور بزرگ ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا یہ دیکھ کر اور سن کر رونے لگیں، حضور ﷺ نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے ان کا تو خاص ذکر کیا ہے مگر مجھے اور میری بیٹی کو چھوڑ دیا۔ (ان کا ذکر نہیں کیا) حضور ﷺ نے فرمایا! تو بھی اور تیری بیٹی بھی اہل بیت میں سے ہے۔

۲۸۔ بزار نے شہر بن حوشب سے روایت کی ہے۔ شہر فرماتے ہیں! چند خطیب قسم کے آدمی حضرت علی کو برا بھلا کہنے لگے تو ان کے آخر میں ایک انصاری آدمی تھا جس کا نام انیس تھا وہ کہنے لگا! خدا کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں قیامت کے دن شجر و حجر سے بھی زیادہ لوگوں کی شفاعت کروں گا خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی بھی صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ غیر تو امید شفاعت رکھے مگر حضور ﷺ اپنے اہل بیت کو چھوڑ دیں۔

۲۹۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں ابی جمیلہ سے روایت کی ہے! جب حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت حسن بن علی خلیفہ بنے تو ایک دن حضرت حسن لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی آپ کی طرف کودا اور

آپ کی پشت پر خنجر کے وار کردیے، جس کے سبب آپ کئی ماہ تک بیمار پڑے رہے، پھر ایک دن حضرت حسن کھڑے ہوئے اور منبر پر یہ خطبہ دیا اور فرمایا! اے اہل عراق! ہمارے بارے میں خدا سے ڈرو کیوں کہ ہم تمہارے امراء بھی ہیں اور مہمان بھی۔ اور ہم وہ اہل بیت ہیں جن کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں!''انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا'' اس دن سے برابر یہی فرماتے رہے، حتی کہ پھر جب بھی ہم انہیں مسجد میں دیکھتے تو روتے ہوئے دیکھتے۔

۳۰۔ طبرانی نے 'الاوسط' میں یہ نقل کیا ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آنجناب کو کون زیادہ محبوب ہے میں یا فاطمہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا! فاطمہ مجھے تجھ سے زیادہ محبوب ہے اور تو مجھے فاطمہ سے زیادہ عزیز ہے اور میں اور تم حوض کوثر پر ہوں گے اور حوض کوثر کے پاس ستاروں جتنے آبخورے ہوں گے اور میں اور تم اور فاطمہ وحسن وحسین جنت میں ایک جگہ ہوں گے۔

۳۱۔ طبرانی نے الاوسط میں ثوبان مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل بیت کو بلایا حضرت علی وفاطمہ وغیرہ کا نام لیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں اہل بیت میں سے ہوں؟ فرمایا! ہاں جب تک تو کسی امیر کے دروازے پر مانگنے کے لیے کھڑا نہ ہو۔

۳۲۔ طبرانی نے 'الاوسط' اور 'الکبیر' میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے حضرت جابر فرماتے ہیں۔ جب عمر بن الخطاب نے حضرت علی کی صاحبزادی سے نکاح کیا اس وقت حضرت عمر نے لوگوں سے فرمایا! تم لوگ مجھے مبارک کیوں نہیں دیتے! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے! قیامت کے روز میرے سبب و نسب کے سوا باقی سبب ونسب ختم ہو جائیں گے۔

۳۳۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن میرے سبب و نسب کے سوا تمام سبب ونسب ختم ہو جائیں گے۔

۳۴۔ طبرانی نے 'الکبیر' میں ام بکر بنت مسور بن مخرمہ سے روایت کی کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے مسور بن مخرمہ کو اپنی بیٹی کے لیے نکاح کا پیغام دیا چنانچہ انہوں نے نکاح کرلیا پھر حضرت حسن نے فرمایا! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے روز میرے سبب ونسب کے سوا باقی تمام سبب ونسب ختم ہو جائیں گے۔

☆......☆......☆

اشرف المؤبد لآل محمد

الشيخ يوسف بن اسماعيل النبهانى

المتوفى سنة ١٣٥٠ﻫ

امیر المؤمنین ابوالحسن سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حافظ ابن حجر نے فرمایا:

''بہت سے اہل علم کے مطابق آپ تمام لوگوں سے پہلے اسلام لائے، صحیح یہ ہے کہ بعثت سے دس سال پہلے آپ پیدا ہوئے، آغوشِ رسالت میں پرورش پائی اور آپ سے کہیں جدا نہیں ہوئے، غزوۂ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے، اس موقع پر آپ کو مدینہ طیبہ میں مقرر فرما کر جاتے ہوئے فرمایا، کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہی مقام حاصل ہو جو حضرتِ موسیٰ علیہ السلام سے حضرت ہارون علیہ السلام کو حاصل ہوا (یعنی ان کی حیاتِ مبارکہ میں خلیفہ بنے) اکثر غزوات میں جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا، جب نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام (مہاجرین وانصار) کو بھائی بھائی بنایا تو انہیں فرمایا تم میرے بھائی ہو۔

ان کے مناقب بے شمار ہیں یہاں تک کہ امام احمد نے فرمایا جتنے فضائل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منقول ہیں، کسی صحابہ کے اتنے فضائل منقول نہیں بعض دیگر حضرات نے فرمایا اس کا سبب یہ ہوا کہ بنو امیہ نے آپ کی تنقیص کی تو وہ صحابی جس کو آپ کے مناقب کا علم تھا اس نے بیان کر دیا جوں جوں انہوں نے آپ کے ذکر کو مٹانے کی کوشش کی اور آپ کے مناقب بیان کرنے والے کو سرزنش کی، آپ کے مناقب اتنے ہی زیادہ پھیلتے رہے، روافض نے آپ کے مناقب وضع کیے حالانکہ آپ ان سے بے نیاز ہیں، امام نسائی نے آپ کے ایسے خصایص تلاش کیے جو دوسرے اصحاب میں نہیں پائے جاتے، انہوں نے بہت سے مناقب جمع کیے جن میں سے اکثر کی سند جید ہے۔''

امام بخاری ومسلم نے صحیحین میں بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے خیبر کے دن ارشاد فرمایا:

''میں کل اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ ورسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ ورسول اس سے محبت رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح عطا فرمائے گا، دوسرے دن صبح صحابہ کرام بارگاہِ رسالت میں حاضر تھے اور ان میں سے ہر ایک کی آرزو تھی کہ انہیں جھنڈا عطا کیا جائے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا، انہیں آنکھوں کی تکلیف ہے، انہیں بلایا گیا، حضور اکرم ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن لگایا، ان کے لیے دعائے خیر کی اور انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اس دن کے علاوہ میں نے کبھی امارت کی خواہش نہیں کی تھی۔''

حضرت عبداللہ بن احمد بن حنبل نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان کی کہ:

''جب نبی اکرم ﷺ نے خیبر کے دن حضرت علی مرتضیٰ کو جھنڈا عطا فرمایا تو وہ بہت تیزی سے چلے، ان کے ساتھی کہتے تھے آہستہ چلیے، حتیٰ کہ خیبر کے قلعے تک پہنچ گئے، آپ نے قلعے کا دروازہ پکڑ کر کھینچا اور زمین پر گرا دیا، پھر ستر آدمیوں نے مل کر اسے دوبارہ اس کی جگہ رکھا۔''

نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی کو بھیجا تاکہ قریش کو سورۂ برات پڑھ کر سنائیں اور فرمایا (عرب کے دستور کے مطابق معاہدہ فسخ کرنے کے لیے) صرف وہ شخص جائے گا جسے مجھ سے زیادہ خصوصی قرابت ہوگی، نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچازاد بھائیوں سے فرمایا:

''تم میں سے کون میرے ساتھ دنیا و آخرت میں محبت رکھے گا۔''

تو انہوں نے انکار کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، میں محبت کروں گا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہ دنیا و آخرت میں میرے دوست ہیں۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تم علی مرتضیٰ سے کیا چاہتے ہو، بے شک علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر ایماندار کے دوست ہیں۔''

حافظ ابن حجر نے اصابہ میں مسند امام احمد بن حنبل کے حوالہ سے عمدہ سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی کہ:

''عرض کیا گیا یارسول اللہ! ہم آپ کے بعد کسے امیر بنائیں، تو آپ نے فرمایا، اگر تم ابوبکر کو امیر بناؤ گے تو انہیں امین، آخرت کی رغبت رکھنے والا اور دنیا سے بے نیاز پاؤ گے اور اگر تم عمر کو امیر بناؤ گے تو انہیں طاقت ور اور امین پاؤ گے وہ راہِ خداوندی میں کسی ملامت سے نہیں ڈریں گے اور اگر تم علی کو امیر بناؤ گے اور میرا گمان یہ ہے کہ تم اس طرح نہیں کرو گے تو تم انہیں راہنما، ہدایت یافتہ پاؤ گے، وہ تمہیں لے کر راہِ راست پر چلیں گے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

''حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے فرمایا اے ابن عباس، عشاء کی نماز پڑھ کر تم قبرستان پہنچ جانا، چنانچہ میں نے نماز پڑھی اور وہاں پہنچ گیا۔ اس رات چاندنی پھیلی ہوئی تھی، فرمایا الحمد کے

الف کی تفسیر کیا ہے؟ میں نے کہا مجھے علم نہیں، اس کے بارے میں انہوں نے ایک ساعت گفتگو فرمائی، پھر فرمایا الحمد کے لام کی تفسیر کیا ہے؟ میں نے کہا مجھے علم نہیں، آپ نے اس کے بارے میں ایک پوری ساعت گفتگو کی، پھر فرمایا الحمد کی حاء کی تفسیر کیا ہے؟ میں نے کہا مجھے علم نہیں ہے، اس کے متعلق ایک پوری ساعت گفتگو کی، پھر فرمایا: الحمد کے میم کی تفسیر کی ہے؟ میں نے کہا مجھے علم نہیں، آپ نے اس کی تفسیر میں ایک ساعت گفتگو فرمائی، پھر فرمایا: الحمد کے دال کی تفسیر کیا ہے؟ میں نے کہا مجھے علم نہیں ہے، آپ نے اس کے بارے میں گفتگو فرمائی، یہاں تک کہ صبح کاذب نمودار ہوگئی۔ آپ نے فرمایا ابن عباس! اپنے گھر جاؤ اور صبح کی نماز کی تیاری کرو، میں وہاں سے اٹھا تو جو کچھ آپ نے فرمایا تھا اسے محفوظ کر چکا تھا۔ پھر میں نے غور کیا تو قرآن پاک کے بارے میں میرا علم حضرت علی کے علم کے سامنے اس طرح تھا جیسے سمندر کے سامنے ایک حوض۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے اور حضرت علی کا علم رسول اکرم ﷺ کے سامنے اور میرا علم حضرت علی کے علم کے سامنے اور میرا علم کیا، صحابہ کا علم حضرت علی کے سامنے اس طرح ہے جیسے ایک قطرہ سات سمندروں کے سامنے ہو، غور کرو کہ مخلوق کے علوم و معارف میں کتنا فرق ہے۔؟"

کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد اتنا روئے کہ ان کی بینائی جاتی رہی:

"میں حاضر تھا، حضرت علی مرتضیٰ خطبہ دیتے ہوئے فرما رہے تھے مجھ سے پوچھو! بخدا تم مجھ سے پوچھو گے، میں تمہیں اس کی خبر دوں گا مجھ سے قرآن مجید کے بارے میں پوچھو، بخدا میں ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ دن کو نازل ہوئی یا رات کو، پہاڑ پر نازل ہوئی یا نرم زمین پر، اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ لا دوں۔"

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:

"حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو علم ۱۰/۹ حصہ عطا کیا گیا اور بخدا وہ باقی ۱/۱۰ میں لوگوں کے ساتھ شریک تھے۔"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھتے، جب انہیں آپ کی شہادت کی خبر پہنچی، تو فرمایا:

"ابن ابی طالب کی وفات سے فقہ اور علم جاتا رہا۔"

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس مشکل سے پناہ مانگتے تھے، جس کے لیے ابوالحسن (حضرت علی مرتضیٰ) جیسا حل کرنے والا نہ ہو۔

حضرت عطاء (تابعی) سے پوچھا گیا، کیا صحابہ میں کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم والا تھا؟ انہوں نے فرمایا نہیں بخدا میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا۔

ایک دن حضرت امیر معاویہ نے حضرت علی کے ایک ساتھی ضرار الصدائی سے کہا مجھے حضرت علی کی تعریف وتوصیف سناؤ، انہوں نے کہا امیر المومنین مجھے معاف رکھیں، انہوں نے فرمایا تم ضرور ان کی تعریف بیان کرو گے، حضرت ضرار نے کہا اگر ضرور سننا چاہتے ہیں تو سنیئے:

''بخدا! وہ بہت ہی بلند مرتبہ اور شدید قوتوں کے مالک تھے، دوٹوک بات کہتے، منصفانہ فیصلہ کرتے تھے، ان کے اطراف وجوانب سے علم بہتا تھا، ان کے اردگرد دانائی ناطق رہتی تھی، دنیا اور اس کی زیب وزینت سے وحشت زدہ رہتے، رات اور اس کی تنہائی سے مانوس رہتے، ان کے آنسو کثرت سے بہتے اور اکثر فکر میں غلطان رہتے تھے، انہیں مختصر لباس اور معمولی کھانا پسند تھا، ہمارے درمیان عام آدمی کی طرح رہتے، جب ہم ان سے سوال کرتے، ہمیں جواب دیتے اور جب ان سے کوئی بات پوچھتے تو بتا دیتے۔ بخدا وہ ہم سے قریب رہتے اور ہمیں اپنے قریب رکھتے، اس کے باوجود ہم ان کی ہیبت کے سبب ان سے کلام نہیں کر سکتے تھے، دین کی تعظیم کرتے، مساکین کو اپنا قرب عطا فرماتے، طاقتور ان سے غلط فیصلے کی توقع نہیں رکھتا تھا اور کمزور ان کے انصاف سے ناامید نہیں ہوتا تھا۔

بخدا میں نے انہیں دیکھا، رات گہری ہو چکی تھی، وہ اپنی داڑھی کو پکڑے ہوئے کسی زخمی کی طرح مضطرب تھے اور غم زدہ انداز میں رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے، اے دنیا! کسی اور کو دھوکہ دے، کیا تو میری طرف مائل ہے یا میرے لیے بنی سنوری ہے، مجھے اپنی طرف مائل کرنا بہت دور ہے، میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہے جن میں رجوع کی کوئی گنجائش نہیں ہے، تیری عمر مختصر ہے، تیرا تصور معمولی ہے، افسوس! زادِ راہ کم ہے، سفر بہت بعید ہے، راہ پر وحشت ہے۔

یہ سن کر حضرت معاویہ رو پڑے اور فرمایا اللہ تعالیٰ ابوالحسن (حضرت علی رضی اللہ عنہ) پر رحم فرمائے، بخدا وہ اسی طرح تھے (پھر حضرت ضرار سے فرمایا) تمہیں ان کا کتنا غم ہے، انہوں نے کہا جیسے کسی عورت کا بچہ اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے۔''

اس کتاب کے خاتمہ میں خلفاء راشدین کے ساتھ ان کے مزید فضائل ذکر جائیں گے تاکہ ان کی

(صحابیت اور اہل بیت میں سے ہونے کی) دونوں فضیلتوں کا اظہار ہو جائے اور دونوں فضیلتوں کا حق (کسی قدر) ادا ہو جائے۔

فصل

ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر نقل کرتے ہیں:

من یقترف حسنة

''جو شخص نیکی کرتا ہے۔''

انہوں نے فرمایا اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کی آل پاک کی محبت ہے۔ انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو وہ تمہیں روزی عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے سبب مجھ سے اور میری محبت کے سبب میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اہل بیت کی ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے بہتر وہ ہے جو میرے بعد میرے اہل تئیں اچھا ہوگا۔''

امام طبرانی وغیرہ راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''کوئی بندہ (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک مجھے اپنی جان سے، میری اولاد کو اپنی اولاد سے، میرے اہل کو اپنے اہل سے، میری ذات کو اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ جانے۔''

حضور سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا:

''میرے اہل بیت اور میری امت سے ان کے محب حوض پر (انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) ان دو انگلیوں کی طرح ایک ساتھ وارد ہوں گے۔''

محبوب خدا ﷺ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

''ہم اہل بیت کی محبت لازم پکڑو کیوں کہ ہماری محبت والا جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملے گا، ہماری شفاعت سے جنت میں جائے گا، اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، ہمارا حق پہچانے بغیر کسی بندے کا عمل اسے فائدہ نہ دے گا۔''

امام دیلمی راوی ہیں کہ حضور شفیع المذنبین ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص وسیلہ چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ میری بارگاہ میں اس کی کوئی خدمت ہو جس کی بدولت میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں تو اسے میرے اہل بیت کی خدمت کرنی چاہیے اور انہیں خوش کرنا چاہیے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی:

''سب سے پہلے میں، فاطمہ اور حسن وحسین جنت میں داخل ہوں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے محبین کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا وہ ہمارے پیچھے ہوں گے۔''

امام احمد روایت کرتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس نے مجھ سے، ان دو سے اور ان کے والدین سے محبت رکھی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔''

میرے درجہ میں ہوگا، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ (بصورت خادم) اس درجے میں دکھائی دے گا، یہ مطلب نہیں کہ اس کا مقام بھی وہی ہوگا۔

امام طبرانی مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے حضرت عبدالمطلب کی اولاد پر کوئی احسان کیا اور اس نے اس کا بدلہ نہیں دیا، کل قیامت کے دن جب وہ مجھ سے ملے گا تو میں اسے بدلہ دوں گا۔''

حضرت شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن میں چار قسم کے لوگوں کی شفاعت کروں گا:

۱۔ میری اولاد کی عزت کرنے والا

۲۔ ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا

۳۔ وہ شخص جو ان کے امور کے لیے کوشش کرے، جب انہیں اس کی ضرورت پیش آئے۔

۴۔ دل اور زبان سے ان کی محبت کرنے والا۔

ابن نجار اپنی تاریخ میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر شے کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد صحابہ اور اہل بیت کی محبت ہے۔''

امام طبرانی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کسی آدمی کے قدم چلنے سے عاجز نہیں ہوتے (یعنی موت کے وقت) یہاں تک کہ اس سے چار

چیزوں کے بارے میں پوچھا جاتا ہے:

۱۔ تو نے اپنی عمر کس کام میں صرف کی؟

۲۔ تو نے اپنے جسم کو کس کام میں استعمال کیا؟

۳۔ تو نے اپنا مال کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا؟

۴۔ اور ہم اہل بیت کی محبت کے بارے میں پوچھا جاتا ہے۔

امام دیلمی حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

''تم میں سے پل صراط پر بہت زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا جسے میرے اہل بیت اور میرے اصحاب سے شدید محبت ہوگی۔''

حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں شکایت کی کہ قریش ہم سے بے رخی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ہمارے آنے پر اپنی گفتگو منقطع کر دیتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے حتی کہ رُخ انور گلگوں ہو گیا اور دونوں مبارک آنکھوں کے درمیان رگ ابھر آئی اور فرمایا:

''ان لوگوں کا کیا حال ہے جو گفتگو میں مصروف ہوئے ہیں، جب میرے اہل بیت میں سے کسی کو دیکھتے ہیں تو سلسلۂ گفتگو منقطع کر دیتے ہیں! بخدا! کسی انسان کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوگا مگر اس وقت کہ انہیں میری رشتہ داری کی بنا پر محبوب رکھے (ایک روایت میں ہے) اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کسی انسان کے دل میں ایمان اس وقت ہی داخل ہوگا جب تمہیں خدا اور رسول کے لیے محبوب رکھے۔''

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جسے پانچ چیزیں عطا کی گئیں اسے عمل آخرت کے ترک پر سزا نہیں دی جائے گی:

۱۔ نیک بیوی

۲۔ نیک بیٹے

۳۔ لوگوں سے اچھا میل جول

۴۔ اپنے شہر میں اچھی طرح رہائش

۵۔ محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک سے محبت۔''

امام طبرانی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری بات کہی وہ یہ تھی کہ میرے اہل بیت کرام کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا۔''

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا:

''اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ، اپنے نبی ﷺ کی محبت، آپ کے اہل بیت کی محبت اور قرآن مجید پڑھنا۔''

نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے لیے تین عزتیں ہیں جس نے ان کی حفاظت کی، اس نے اپنے دین و دنیا کے معاملہ کی حفاظت کی، جس نے انہیں ضائع کیا اللہ تعالیٰ اس کی کسی چیز کی حفاظت نہیں فرمائے گا، صحابہ نے عرض کیا وہ کیا ہیں؟ فرمایا اسلام کی عزت، میری عزت اور میرے رشتہ داروں کی عزت۔''

اکابر سلف و خلف اہل بیت کی کمال محبت پر کاربند رہے ہیں، سید اکابر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اکرم ﷺ کے رشتہ داروں کی خدمت مجھے اپنے رشتہ داروں کی صلہ رحمی سے زیادہ محبوب ہے۔''

امام بخاری حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

''نبی کریم ﷺ کے احترام کے پیش نظر اہل بیت کا احترام کرو۔''

ابن علان نے شرح ریاض الصالحین میں کہا:

''مصنف یعنی امام نووی نے کہا ارقبوا یعنی حضور اقدس ﷺ کی رعایت کرو، آپ کا احترام کرو اور آپ کی عزت کرو۔''

امام مناوی کہتے ہیں کہ حافظ زرندی نے فرمایا:

''تمام علماء مجتہدین اور ائمہ مجتہدین کے لیے اہل بیت کی محبت میں بہت بڑا حصہ اور نمایاں فخر تھا، جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قل لااسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ

میں کہتا ہوں حافظ زرندی نے علماء مجتہدین اور ائمہ مجتہدین کی قید اس لیے لگائی کہ وہ امت کے مقتدا ہیں، جب ان کا یہ طریقہ ہے تو کسی مومن کو لائق نہیں کہ ان سے پیچھے رہے کیوں کہ وصفِ ایمان اہل بیت کی محبت کے واجب ہونے کے لیے کافی ہے، جس قدر ایمان زیادہ ہوگا، محبت بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی، اسی لیے علمائے مجتہدین اور ائمہ مجتہدین کے لیے ان کی محبت میں بڑا حصہ اور نمایاں فرق تھا۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابراہیم بن عبداللہ محض ابن حسن مثنی بن امام حسن رضی اللہ عنہم کی حمایت کی اور لوگوں کو فتویٰ دیا کہ لازماً ان کے ساتھ اور ان کے بھائی محمد کے ساتھ رہیں۔ کہتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی قید و بند در حقیقت اسی سبب کی بنا پر تھی، اگرچہ بظاہر سبب یہ تھا کہ آپ نے منصب قضا قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

امام اہل مدینہ حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابراہیم بن زید بن علی زین العابدین ابن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حمایت کی اور لوگوں کو فتویٰ دیا کہ ان کے ساتھ رہنا ضروری ہے اسی لیے کئی سال مخفی رہے، بعض نے کہا کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے ابراہیم بن عبداللہ محض کی حمایت کی تھی اور امام مالک نے ان کے بھائی حضرت محمد کی حمایت کی تھی۔

اس بارے میں مجھے امام جلیل احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے کسی خاص بات کا علم نہیں ہے، لیکن وہ کمال تقویٰ اور وقتِ نظر کے باوجود یزید کے کفر اور اس پر لعنت کے جائز ہونے کے قائل تھے، اس کا سبب یہی تھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی آل پاک سے کامل محبت رکھتے تھے اور ان کے نزدیک دلیل بھی ثابت ہوگی۔

امام قرشی نبی اکرم ﷺ کے چچا کی اولاد امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم ﷺ کی آل پاک کی شدید محبت کی بنا پر اس حال میں بغداد لے جائے گئے کہ وہ پابند سلاسل تھے، اس سلسلے میں انہیں ایسے امور پیش آئے جن کی تفصیل طویل ہے، اہل بیت کرام سے ان کی محبت یہاں تک پہنچی کہ کج رو گمراہوں نے انہیں رفض کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ وہ اس سے قطعاً بری تھے۔

ابن سبکی اپنی طبقات میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کے شاگرد ربیع بن سلیمان مرادی سے سندِ متصل سے روایت کرتے ہیں کہ ہم امام شافعی کے ساتھ مکہ مکرمہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ امام شافعی جس وادی میں اترتے اور جس گھاٹی پر چڑھتے یہ کہتے جاتے تھے:

"اے سوار! منیٰ کی وادیٔ مُحصّب میں ٹھہر!
اس کی وادیٔ خیف میں کھڑے ہونے اور بیٹھنے والے کو کہہ
سحری کے وقت جب حجاج کرام دریائے فرات کی متلاطم امواج کی طرح منیٰ کی طرف جائیں۔
اگر (بالفرض) آل محمد (ﷺ) محبت رفض ہے۔
تو جن و انس گواہ ہو جائیں کہ میں رافضی ہوں۔"

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے ان اشعار میں اہل بیت کے محبت کے فرض ہونے کی تصریح کی ہے:

"اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اہل بیت! آپ کی محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے۔ جس کا حکم

قرآن پاک میں نازل فرمایا

تمہارے لیے یہ عظیم فخر کافی ہے کہ تم پر

جو شخص درود شریف نہیں بھیجتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔"

علامہ حبان نے فرمایا:

"مطلب یہ ہے کہ نماز کامل نہیں ہوتی اور امام شافعی کے مرجوح قول کے مطابق صحیح نہیں ہوتی،
ان کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس محبت کا حکم دیا ہے۔"

وہ ارشاد یہ ہے:

قل لااسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں توفیق عطا فرمائے، ان ائمہ اور امتِ مسلمہ کے راہنماؤں کو دیکھ اور اہل بیت نبوت کی محبت میں ان کے آثار کی پیروی کر، اگر تو مسلمان سُنّی ہے تو دینی امور میں ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کا مقلد ہوگا، اگرچہ بہت سے مسائل میں ان کا اختلاف ہے لیکن اس مسئلے میں سب متفق ہیں جیسا کہ تو دیکھ چکا ہے۔

اور اگر میری اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے تو یزیدی ہے یا زیادی (ابن زیاد کی طرف منسوب) تو اپنے اسلاف لئام کا کردار دیکھ، تو اسے اہل نار کا سا پائے گا، ان کے حالات تلاش کر تجھے ایسے حالات ملیں گے جو شرم اور عار کا باعث ہیں، اگر تو عقلمند ہے تو ضرور جان لے گا کہ وہ بدترین گمراہی اور قبیح جہالت پر گامزن تھے نتیجتاً تو ان کے طریقے کی خلاف ورزی کر کے جنت میں داخل ہوگا اور قیامت کے دن انعام یافتہ حضرات انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے گروہ میں اٹھایا جائے گا۔

اور اگر تجھے اپنے اسلاف کے ساتھ جہنم اور برے ٹھکانے میں شریک ہونے پر اصرار ہے تو ان کا طریقہ اپنا لے، تجھے بھی وہی انتہائی گمراہی حاصل ہو جائے گی جو انہیں حاصل ہوئی اور تجھ پر بھی وہی ہلاکت اور وبال آئے گا جو ان پر آیا ہے اور ان کی طرح گلے میں طوق اور پاؤں میں زنجیریں ڈال کر تجھے جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا، یہ دو ہی ٹھکانے ہیں، جنت یا دوزخ، ان سے خلاصی نہیں، جو چاہے اختیار کر لے۔"

سیدی عبدالوہاب شعرانی مِنَنِ کبریٰ میں فرماتے ہیں:

"مجھ پر اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک یہ ہے کہ میں ساداتِ کرام کی بے حد تعظیم کرتا ہوں اگرچہ لوگ ان کے نسب میں طعن کرتے ہیں، میں اس تعظیم کو اپنے اوپر ان کا حق تصور کرتا ہوں، اسی طرح علماء و اولیاء کی اولاد کی تعظیم شرعی طریقے سے کرتا ہوں اگرچہ وہ متقی نہ ہوں پھر میں

سادات کی کم از کم اتنی تعظیم وتکریم کرتا ہوں جتنی والی مصر کے کسی بھی نائب یا لشکر کے قاضی کی ہوسکتی ہے۔"

مُلا علی قاری نے سیرت میں بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اہل بیت سے پیش آنے کے بارے میں میری وصیت سن لو کیوں کہ ان کی طرف سے قیامت کے دن تم سے جھگڑا کروں گا اور جس سے میں مخاصمت کروں گا اللہ تعالیٰ اسے مغلوب فرمادے گا اور جسے اللہ تعالیٰ مغلوب فرمادے گا اسے جہنم میں داخل فرمادے گا۔"

حدیث صحیح میں ہے کہ جیسا کہ بہت سے اہل سنن نے بیان کیا:

"جب ابولہب کی صاحبزادی ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائیں تو انہیں کہا گیا کہ تمہاری ہجرت تمہیں بے نیاز نہیں کرے گی، تم تو جہنم کے ایندھن کی بیٹی ہو؟ انہوں نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تو آپ سخت ناراض ہوئے اور برسرِ منبر فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو مجھے میرے نسب اور رشتہ داروں کے بارے میں اذیت دیتے ہیں! خبردار! جس نے میرے نسب اور رشتہ داروں کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔"

امام طبرانی اور حاکم، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے بنو عبدالمطلب! میں نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کی دعا کی ہے:

۱۔ تم میں جو دین پر قائم ہے اسے ثابت قدمی عطا فرمائے،

۲۔ تمہارے بے علم کو علم عطا فرمائے، اور

۳۔ تمہارے بے راہ کو ہدایت عطا فرمائے،

اگر کوئی شخص بیت اللہ شریف کے ایک کونے اور مقامِ ابراہیم کے درمیان چلا جائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے پھر وہ اہل بیت کی دشمنی پر مرجائے تو وہ جہنم میں جائے گا۔"

امام طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں:

"بنو ہاشم اور انصار کا بغض کفر ہے اور عرب کا بغض منافقت۔"

ابن عدی اور امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص میری عترتِ طیبہ اور انصار کو نہیں پہچانتا (یعنی تعظیم نہیں کرتا) تو اس کی تین میں سے کوئی

ایک وجہ ہوگی، یا تو وہ منافق ہے، یا ولد الزنا ہے یا جب اس کی ماں اس سے حاملہ ہوئی ہوگی تو وہ پاک نہیں ہوگی۔"

امام طبرانی معجم اوسط میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"ہمیں نبی اکرم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ اے لوگو! جو شخص ہم اہل بیت کو مبغوض رکھے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے یہودی بنا کر اٹھائے گا۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ہم اہل بیت کو کوئی شخص مبغوض نہیں رکھے گا مگر اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل فرمائے گا۔"

یہ حدیث امام حاکم نے روایت کی اور اسے شرط شیخین پر صحیح قرار دیا۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا:

"دیکھنا ہمارے بغض سے اجتناب کرنا کیوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہم سے بغض یا حسد کرے گا اسے قیامت کے دن حوض کوثر سے آگ کے چابکوں سے دور کیا جائے گا۔" (طبرانی شریف)

امام احمد نے مرفوعاً (یعنی نبی اکرم ﷺ کا ارشاد) روایت کیا:

"جو شخص اہل بیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے۔"

سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا اور مجھے میری عترت پاک کے بارے میں اذیت دی، اس پر جنت حرام کر دی گئی۔"

امام الانبیاء والمرسلین ﷺ نے فرمایا:

"میں نے سات قسم کے لوگوں پر لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا مقبول ہوتی ہے، ان میں سے آپ نے اس شخص کو شمار کیا جو آپ کی اولاد کے ساتھ وہ معاملہ جائز سمجھتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔"

فصل

سلف صالحین وغیرہم کے تکریم اہلِ بیت کے چند واقعات:

ابو الفرج اصفہانی، عبداللہ بن عمر قواریری سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یحییٰ ابن سعید نے سعید بن ابان قرشی سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن حسن بن حسن، حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس گئے وہ نو عمر تھے ان

کی بڑی بڑی زلفیں تھیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انہیں اونچی جگہ بٹھایا، ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کی ضرورتیں پوری کیں۔ پھر ان کے جسم کے ایک بل کو پکڑ کر اتنا دبایا کہ انہوں نے تکلیف محسوس کی اور فرمایا شفاعت کرنے کے لیے اسے یاد رکھنا، جب وہ تشریف لے گئے تو ان کی قوم نے انہیں ملامت کی اور کہا آپ نے ایک نو عمر بچے کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔ انہوں نے فرمایا: مجھے معتبر آدمی نے بیان کیا گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس سے سن رہا ہوں، آپ نے فرمایا:

''فاطمہ میری لخت جگر ہیں ان کی خوشی کا سبب میری خوشی کا باعث ہے۔''

اور میں جانتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تشریف فرما ہوتیں تو میں نے جو کچھ ان کے بیٹے سے کیا ہے اس سے خوش ہوتیں، لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے جوان کے پیٹ کی چٹکی لی ہے اور جو کچھ آپ نے انہیں کہا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا:

''بنو ہاشم کا ہر فرد شفاعت کرے گا، مجھے توقع ہے کہ مجھے ان کی شفاعت حاصل ہوگی۔''

انہی حضرت عبداللہ بن حسن بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ میں کسی کام سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دروازے پر گیا انہوں نے فرمایا: جب آپ کو مجھ سے کوئی کام ہو تو پیغام بھیج دیا کریں یا تحریر فرما دیا کریں مجھے اللہ سے حیا آتی ہے کہ میں آپ کو اپنے دروازے پر دیکھوں۔

روایت ہے کہ جب جعفر بن سلیمان نے امام مالک کو کوڑے لگوائے اور جو سزا دینا تھی دی اور انہیں بے ہوشی کی حالت میں اٹھا کر لے جایا گیا لوگ آپ کے پاس آئے جب افاقہ ہوا تو فرمایا: میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے مارنے والے کو معاف کر دیا ہے، بعد میں اس کا سبب پوچھا گیا تو بیان فرمایا:

''مجھے خوف ہے کہ مرنے کے بعد بارگاہِ رسالت میں حاضری ہوگی تو مجھے حضور ﷺ سے حیا آئے گی کہ میری وجہ سے آپ کی آل کا ایک فرد جہنم میں جائے۔''

کہتے ہیں کہ خلیفہ منصور نے آپ سے کہا کہ میں جعفر سے آپ کا بدلہ دلواتا ہوں تو امام نے فرمایا خدا کی پناہ! ایسا نہیں ہو سکتا بخدا! جب چابک میرے جسم سے اٹھتا تھا تو میں انہیں نبی اکرم ﷺ کی قرابت کی بناء پر معاف کر دیتا تھا۔

شیخ اکبر سیدی محی الدین ابن عربی اپنی تصنیف ''مسامرات الاخیار'' میں اپنی سند متصل سے حضرت عبداللہ ابن مبارک سے روایت کرتے ہیں کہ بعض متقدمین کو حج کی بڑی آرزو تھی انہوں نے فرمایا:

''مجھے ایک سال بتایا گیا کہ حجاج کا ایک قافلہ بغداد شریف میں آیا ہے۔ میں نے ان کے ساتھ حج کے لیے جانے کا ارادہ کیا، اپنی آستین میں پانچ سو دینار ڈالے اور بازار کی طرف نکلا تا کہ حج کی

ضروریات خرید لاؤں میں ایک راستے پر جا رہا تھا کہ ایک عورت میرے سامنے آئی، اس نے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے میں سید زادی ہوں، میری بچیوں کے تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا نہیں ہے اور آج چوتھا دن ہے کہ ہم نے کچھ نہیں کھایا، اس کی گفتگو میرے دل میں اتر گئی میں نے وہ پانچ سو دینار اس کے دامن میں ڈال دیے اور انہیں کہا آپ اپنے گھر جائیں اور ان دیناروں سے اپنی ضروریات پوری کریں، میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور واپس گھر آ گیا، اللہ تعالیٰ نے اس بار حج پر جانے کا شوق میرے دل سے نکال دیا۔

دوسرے لوگ چلے گئے، حج کیا اور واپس لوٹ آئے، میں نے سوچا کہ دوستوں سے ملاقات کر آؤں اور انہیں سلام کر آؤں چنانچہ میں گیا جس دوست سے ملتا اسے سلام کہتا اور کہتا اللہ تعالیٰ تمہارا حج قبول فرمائے اور تمہاری کوشش کی جزائے خیر عطا فرمائے تو وہ مجھے کہتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حج بھی قبول فرمائے، کئی دوستوں نے اسی طرح کہا، رات کو سویا تو نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا لوگ تمہیں حج کی جو مبارکباد دے رہے ہیں اس پر تعجب نہ کر تم نے ایک کمزور اور ضرورتمند کی امداد کی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے ہو بہو تجھ جیسا فرشتہ پیدا فرمایا جو ہر سال تمہاری طرف سے حج کرے گا اب اگر چاہو تو حج کرو اور اگر چاہو تو حج نہ کرو۔"

شیخ زین الدین عبدالرحمٰن خلال بغدادی فرماتے ہیں کہ مجھے تیمور لنگ کے ایک امیر نے بتایا کہ جب تیمور لنگ مرض موت میں مبتلا ہوا تو ایک دن اس پر سخت اضطراب طاری ہوا، منہ سیاہ ہو گیا اور رنگ بدل گیا، جب افاقہ ہوا تو لوگوں نے اسے صورت بیان کی تو اس نے کہا میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے تھے اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا "اسے چھوڑ دو کیوں کہ یہ میری اولاد سے محبت رکھتا تھا اور ان کی خدمت کرتا تھا چنانچہ وہ چلے گئے۔"

شمس الدین محمد بن حسن خالدی فرماتے ہیں ہمارے ایک ساتھی نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اور آپ کے پاس تیمور لنگ کو دیکھا، اس ساتھی نے کہا اے دشمن خدا! تم یہاں پہنچ گئے ہو؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے محمد! اس کا سبب یہ ہے کہ یہ میری اولاد سے محبت رکھتا تھا۔"

علامہ ابن حجر مکی ہیتمی تقی الدین فارسی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بعض ائمہ سے روایت کی کہ وہ سادات کرام کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: سادات میں ایک شخص تھا جسے مطیر کہا جاتا تھا وہ اکثر لہو و لعب میں مصروف رہتا تھا جب وہ فوت ہوا تو اس وقت کے عالم نے اس کا جنازہ پڑھنے میں توقف کیا تو انہوں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی آپ کے ہمراہ حضرت فاطمۃ الزہرا تھیں،

انہوں نے اس عالم سے اعراض کیا، جب اس نے درخواست کی کہ مجھ پر نظر رحمت فرمائیں تو حضرت خاتون جنت اس کی طرف متوجہ ہوئیں، اس پر عتاب فرمایا اور ارشاد فرمایا:

"کیا ہمارا مقام مُطہر کے لیے کفایت نہیں کرسکتا؟"

علامہ مقریزی فرماتے ہیں مجھے قاضی القضاۃ عزالدین عبدالعزیز بن عبدالعزیز بکری بغدادی حنبلی نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مسجد نبوی میں موجود ہوں، کیا دیکھتا ہوں کہ قبر مقدس کھلی اور اس میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور تشریف فرما ہوئے، آپ نے اسی طرح کفن زیب تن فرمایا ہوا تھا مجھے دست اقدس سے قریب آنے کا اشارہ کیا، میں اٹھا اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا مجھے فرمایا مؤید کو کہوں کہ عجلان کو رہا کردے۔

میں بیدار ہوا اور حسب معمول سلطان مؤید کی مجلس میں پہنچ گیا اور متعدد بار قسم کھا کر اسے بتایا کہ میں نے کبھی عجلان کو نہیں دیکھا اور نہ ہی میری اس سے شناسائی ہے اس کے بعد میں نے واقعہ بیان کیا، بادشاہ چپ رہا، میں بھی بیٹھا رہا یہاں تک کہ مجلس برخاست ہو گئی، بادشاہ اپنی مجلس سے اٹھا اور قلعہ کے تہہ خانہ میں گیا اور اتنی دور جا کر ٹھہر گیا جتنی دور زور سے پھینکا ہوا تیر جا کر گرتا ہے، پھر میر مدینہ سید عجلان حسینی کو قید خانے سے بلایا اور رہا کردیا۔

علامہ مقریزی نے کہا سید سرداح ابن مقبل حسنی نے اپنے باپ مقبل کو ۸۲۵ھ میں گرفتار کیا جو کہ ینبع کے امیر تھے ان کی جگہ ان کے بھتیجے کو امیر مقرر کردیا گیا مقبل کو گرفتار کرکے اسکندریہ لے جایا گیا، وہیں قید میں ان کا وصال ہوا، اتفاق کی بات ہے کہ ان کے اسی بیٹے سرداح کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا دی گئیں حتیٰ کہ ان کی آنکھوں کے ڈھیلے بہ گئے اور دماغ متورم اور متعفن ہو گیا وہ ایک مدت تک قاہرہ کے باہر رہے، اس وقت وہ نابینا ہی تھے، پھر وہ مدینہ طیبہ گئے اور اپنے جدِ امجد حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے مزار مبارک کے سامنے حاضر ہو کر اپنی تکلیف کی شکایت کی، روئے اور اللہ سے دعا کی، واپس آ کر رات کو سوئے تو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمال جاں افروز سے مشرف ہوئے۔ آپ نے اپنا دست اقدس ان کی آنکھوں میں پھیرا، بیدار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹا دی تھی، یہ خبر اہل مدینہ میں مشہور ہو گئی، ایک عرصہ تک ان کے پاس رہے پھر قاہرہ واپس چلے آئے۔

بادشاہ مالک اشرف برسباری کو ان کی آمد کی اطلاع ملی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ بینا ہیں، بادشاہ نے انہیں گرفتار کرلیا اور قبیلہ مزینہ کے ان دو افراد کو طلب کیا جنہوں نے سرداح کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں اور ان دونوں کو بری طرح مارا، انہوں نے بادشاہ کے سامنے تسلی بخش گواہ پیش کیے جنہوں نے گواہی دی کہ ہمارے سامنے سلائی گرم کی گئی اور ہمارے دیکھنے کی بات ہے کہ سرداح کی آنکھوں میں پھیر دی گئی، یہاں تک کہ ان کی آنکھوں کے ڈھیلے بہ نکلے تو بادشاہ نے انہیں چھوڑ دیا۔

اسی طرح اہل مدینہ نے بتایا کہ ہم نے سرداح کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کے دونوں ڈھیلے غائب تھے پھر ایک صبح دیکھا کہ وہ اچھے بھلے بینا تھے اور سرداح نے انہیں اپنے خواب کا واقعہ بیان کیا تھا بادشاہ نے سرداح کو رہا کر دیا ۸۳۳ھ کی طاعون میں ان کا وصال ہوا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ۔

شیخ عدوی نے اپنی کتاب مشارق الانوار میں ابن جوزی کی تصنیف ملتقط سے نقل کیا کہ بلخ میں ایک علوی قیام پذیر تھا اس کی ایک زوجہ اور چند بیٹیاں تھیں، قضاء الٰہی سے وہ شخص فوت ہو گیا، ان کی بیوی کہتی ہیں کہ میں شماتتِ اعداء کے خوف سے سمرقند چلی گئی، میں وہاں سخت سردی میں پہنچی، میں نے اپنی بیٹیوں کو مسجد میں داخل کیا اور خود خوراک کی تلاش میں چل دی، میں نے دیکھا کہ لوگ ایک شخص کے گرد جمع ہیں، میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے کہا یہ رئیس شہر ہے۔ میں اس کے پاس پہنچی اور اپنا حال زار بیان کیا اس نے کہا اپنے علوی ہونے پر گواہ پیش کرو، اس نے میری طرف کوئی توجہ نہیں دی، میں واپس مسجد کی طرف چل دی میں نے راستے میں ایک بوڑھا بلند جگہ بیٹھا ہوا دیکھا جس کے گرد کچھ لوگ جمع تھے میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا محافظ شہر ہے اور مجوسی ہے، میں نے سوچا ممکن ہے اس سے کچھ فائدہ حاصل ہو جائے چنانچہ میں اس کے پاس پہنچی، اپنی سرگزشت بیان کیا اور رئیس شہر کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا تھا بیان کیا اور اسے یہ بھی بتایا کہ میری بچیاں مسجد میں ہیں اور ان کے کھانے پینے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔

اس نے اپنے خادم کو بلایا اور کہا اپنی آقا (یعنی میری بیوی) کو کہہ کہ وہ کپڑے پہن کر اور تیار ہو کر آئے، چنانچہ وہ آئی اور اس کے ساتھ چند کنیزیں بھی تھیں، بوڑھے نے اسے کہا اس عورت کے ساتھ فلاں مسجد میں جا اور اس کی بیٹیوں کو اپنے گھر لے آ، وہ میرے ساتھ گئی اور بچیوں کو اپنے گھر لے آئی، شیخ نے اپنے گھر میں ہمارے لیے الگ رہائش گاہ کا انتظام کیا، ہمیں بہترین کپڑے پہنائے، ہمارے غسل کا انتظام کیا اور ہمیں طرح طرح کے کھانے کھلائے۔

آدھی رات کے وقت رئیس شہر نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے اور لواء الحمد نبی اکرم ﷺ کے سرانور پر لہرا رہا ہے، آپ نے اس رئیس سے اعراض فرمایا، اس نے عرض کیا حضور آپ مجھ سے اعراض فرما رہے ہیں حالانکہ میں مسلمان ہوں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے مسلمان ہونے پر گواہ پیش کرو، وہ شخص حیرت زدہ رہ گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو اس علوی عورت کو جو کچھ کہا تھا اسے بھول گیا؟ یہ محل اس شیخ کا ہے جس کے گھر میں اس وقت وہ عورت ہے۔

رئیس بیدار ہوا تو رو رہا تھا اور اپنے منہ پر طمانچے مار رہا تھا، اس نے اپنے غلاموں کو اس عورت کی تلاش میں بھیجا اور خود بھی تلاش میں نکلا، اسے بتایا گیا کہ وہ عورت مجوسی کے گھر میں قیام پذیر ہے، یہ رئیس اس مجوسی کے

پاس گیا اور کہا وہ علوی عورت کہاں ہے؟ اس نے کہا میرے گھر میں ہے، رئیس نے کہا اسے میرے ہاں بھیج دو، شیخ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا، رئیس نے کہا مجھ سے یہ ہزار دینار لے لو اور اسے میرے ہاں بھیج دو شیخ نے کہا بخدا! ایسا نہیں ہو سکتا اگرچہ تم لاکھ دینار بھی دو، جب رئیس نے زیادہ اصرار کیا تو شیخ نے اسے کہا جو خواب تم نے دیکھا ہے میں نے بھی دیکھا ہے اور جو محل تم نے دیکھا ہے وہ واقعہ میرا ہے، تم اس لیے مجھ پر فخر کر رہے ہو کہ تم مسلمان ہو، بخدا وہ علوی خاتون جیسے ہی ہمارے گھر میں تشریف لائیں تو ہم سب ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکے ہیں اور ان کی برکتیں ہمیں حاصل ہو چکی ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت کی تو آپ نے مجھے فرمایا: چونکہ تم نے اس علوی خاتون کی تعظیم وتکریم کی ہے اس لیے یہ محل تمہارے لیے اور تمہارے گھر والوں کے لیے ہے اور تم جنتی ہو۔

سیدی عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں سید شریف نے حضرت خطاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خانقاہ میں بیان کیا کہ کاشف الجیرہ نے ایک سید کو مارا تو اسے اسی رات خواب میں رسول اللہ ﷺ کی اس حال میں زیارت ہوئی کہ آپ اس سے اعراض فرما رہے ہیں، اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میرا کیا گناہ ہے؟ فرمایا: تو مجھے مارتا ہے حالانکہ میں قیامت کے دن تیرا شفیع ہوں، اس نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ کو مارا ہو، آپ نے فرمایا: کیا تو نے میری اولاد کو نہیں مارا؟ اس نے عرض کیا ہاں، فرمایا: تیری ضرب میری ہی کلائی پر لگی ہے، پھر آپ نے اپنی کلائی نکال کر دکھائی جس میں ورم تھا جیسے کہ شہد کی مکھی نے ڈنک مارا ہو، ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

علامہ مقریزی فرماتے ہیں مجھے رئیس شمس الدین محمد بن عبداللہ عمری نے بیان کیا کہ ایک دن قاضی جمال الدین محمود عجمی کی خدمت میں حاضر ہوا جو قاہرہ کے محتسب (گورنر) تھے، وہ اپنے نائبوں اور خادموں کے ہمراہ سید عبدالرحمن طباطبی مؤذن کے گھر تشریف لائے گئے، ان سے اجازت طلب کی، وہ اپنے گھر سے باہر آئے تو انہیں محتسب کے ان کے ہاں آنے پر حیرت ہوئی، وہ انہیں اندر لے گئے، ہم بھی ان کے ساتھ اندر چلے گئے اور سید عبدالرحمن کے سامنے اپنے اپنے مرتبے پر بیٹھ گئے جب اطمینان سے بیٹھ گئے تو قاضی جمال الدین نے کہا حضرت مجھے معاف کر دیجیے، انہوں نے پوچھا جناب کیوں معاف کردوں؟ انہوں نے کہا کل رات میں قلعہ پر گیا اور بادشاہ یعنی ملک ظاہر برقوق کے سامنے بیٹھا تو آپ تشریف لائے اور مجھ سے بلند جگہ بیٹھ گئے، میں نے اپنے دل میں کہا یہ بادشاہ کی مجلس میں مجھ سے اونچے کیوں بیٹھے ہیں؟ رات کو میں سویا تو مجھے نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ نے مجھے فرمایا: محمود! تو اس بات سے عار محسوس کرتا ہے کہ میری اولاد سے نیچے بیٹھے؟ یہ سن کر سید عبدالرحمن رو پڑے اور کہا جناب میں کون ہوں کہ نبی اکرم ﷺ مجھے یاد فرمائیں، یہ سننا تھا کہ تمام حاضرین کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، سب نے سید صاحب سے دعا کی درخواست کی اور واپس آگئے۔

سیدی محمد فاسی فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ کے بعض حسنی سادات کو ناپسند رکھتا تھا کیوں کہ بظاہر ان کے افعال سنت کے مخالف تھے، خواب میں نبی اکرم ﷺ نے میرا نام لے کر فرمایا اے فلاں! کیا بات ہے میں دیکھتا ہوں کہ تم میری اولاد سے بغض رکھتے ہو، میں نے عرض کیا خدا کی پناہ! یارسول اللہ! میں تو ان کے خلاف سنت افعال کو ناپسند کرتا ہوں فرمایا: کیا یہ فقہی مسئلہ نہیں ہے کہ نافرمان اولاد نسب سے ملحق ہوتی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ! فرمایا: یہ نافرمان اولاد ہے، جب میں بیدار ہوا تو ان میں سے جس سے بھی ملتا اس کی بے حد تعظیم کرتا، یہ واقعہ اہل بیت کی خصوصیات میں گزر چکا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی ہیتمی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے خاندان کے بارے میں فرمایا:

فان عصوك فقل انى برى مما تعملون

''اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں تو انہیں فرمادو میں تمہارے اعمال سے بری ہوں۔''

علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ عراق کا ایک امیر سادات سے شدید محبت رکھتا تھا اور ان کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتا تھا، اس کی مجلس میں جب کوئی سید موجود ہوتا تو انہیں سب سے آگے بٹھاتا اگرچہ وہاں ان سے زیادہ مالدار اور بڑے مرتبے والا دنیادار موجود ہوتا، ایک دفعہ ایک سید اس امیر کی مجلس میں آئے، اس وقت وہاں ایک بہت بڑا عالم موجود تھا، سید صاحب کو بیٹھنے کے لیے جو جگہ ملی وہ اس عالم سے اونچی تھی، وہ اس جگہ بیٹھ گئے، وہ اس کے مستحق بھی تھے اور جانتے تھے کہ امیر اس سے راضی ہوگا۔ اس سے عالم کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے اور اس نے نامناسب گفتگو شروع کر دی، امیر نے اس کی بات پر توجہ نہ دی اور دوسری بات شروع کر دی۔

کچھ دیر بعد جب یہ معاملہ بھول گیا تو امیر نے اس عالم کے بیٹے کے متعلق پوچھا جو تحصیل علم میں مصروف تھا، اس عالم نے کہا وہ متون یاد کرتا ہے اسباق پڑھتا ہے اس نے یہ پڑھا ہے وہ پڑھا ہے، اس کا ایک سبق صبح کے وقت مقرر ہے ایک سبق دوسرے وقت معین ہے، اسی طرح اس کے دیگر حالات بیان کرتا رہا، امیر نے کہا کیا تو نے اس کے لیے ایسا نسب بھی مہیا کیا ہے اور اسے ایسی شرافت بھی سکھائی ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی اولاد میں سے ہو جائے، عالم اپنی حرکت فراموش کر چکا تھا، اسنے کہا یہ فضیلت فراہم کرنے اور سکھانے سے حاصل نہیں ہو سکتی، یہ تو اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے اس نے کسب کو دخل نہیں ہے، امیر نے بڑے زور سے کہا خبیث! جب تجھے یہ بات معلوم ہے تو تو نے سید صاحب کے اونچی جگہ بیٹھنے کو کیوں ناگوار محسوس کیا، بخدا! آئندہ تم میری مجلس میں نہیں آؤ گے پھر حکم دیا اور اسے وہاں سے نکلوا دیا۔

☆......☆......☆

مسند اهل بیت

المؤلف

شیخ محمد بن محمد الباقری المدنی

حضرت علی کے فضائل کا بیان

۱۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب وہ رات تھی۔ جس میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں ان کے بستر پر رات گذاروں۔ اور آپ مکہ سے ہجرت کر کے نکلے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے لے کر بتوں کی طرف نکلے۔ تو آپ نے فرمایا: بیٹھ جا۔ چنانچہ میں کعبہ کی ایک جانب بیٹھ گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کندھوں پر چڑھے۔ پھر فرمایا: اٹھ چنانچہ میں آپ کو لے کر اٹھا۔ جب آپ نے اپنے نیچے میری کمزوری دیکھی۔ تو فرمایا: بیٹھ جا میں بیٹھ گیا۔ اور میں نے آپ کو اتار دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا: اے علی میرے کندھوں پر چڑھ پھر میں آپ کے کندھوں پر چڑھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر اٹھے۔ اور مجھے خیال آنے لگا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان تک پہنچ سکتا ہوں اور میں کعبہ کی چھت پر چڑھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیوار سے ہٹ گئے۔ میں نے ان سے سب سے بڑے بت کو گرادیا۔ اور وہ تانبے کا تھا جس میں لوہے کی کیلیں جڑی تھیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے توڑو۔ میں اسے توڑتا رہا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے، اور میں اسے توڑتا رہا۔ یہاں تک کہ میں نے پوری طرح اس پر قابو پالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کوٹو میں نے کوٹا۔ اور اسے توڑ دیا۔ اور پھر نیچے اتر آیا۔

۲۔ فاطمہ علیہا السلام نے کہا: قریش کے مشرکین حطیم میں اکھٹے ہوئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بیٹی خاموش رہ۔ پھر آپ نکلے۔ اور مسجد میں ان کے پاس آئے۔ تو انہوں نے اپنے سر اٹھائے، پھر نیچے کر لیے۔ آپ نے مٹی کی ایک مٹھی بھری۔ اور ان کی طرف پھینک دی۔ پھر فرمایا: چہرے بگڑ گئے پھر جس آدمی پر وہ مٹی پہنچی۔ وہ بدر کے دن مارا گیا۔

۳۔ حیان اسدی نے کہا: میں نے علی سے سنا۔ وہ کہتے تھے۔ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک امت میرے بعد تجھ سے دھوکہ کرے گی۔ اور تو میرے مذہب پر زندہ رہے گا اور میری سنت پر قتل ہوگا۔ جس نے تجھ سے محبت رکھی۔ اس نے مجھ سے محبت رکھی۔ اور جس نے تجھ سے بغض رکھا۔ اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ اور یہ رنگین ہو جائے گی۔ یعنی آپ کی داڑھی آپ کے سر کے خون سے۔

۴۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: علی مومنوں کے سردار ہیں اور مال منافقوں کا سردار ہے۔

۵۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اس وقت تک تم نہ مرو گے۔

جب تک کہ ایک ضرب اس پر نہ لگے۔ اور یہ رنگین نہ ہو جائے۔ اور تجھے سب سے زیادہ بد بخت آدمی قتل کرے گا۔ جیسا کہ اللہ کی اونٹنی کو بنو فلاں کے سب سے زیادہ بد بخت آدمی نے مار ڈالا تھا۔

۶۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں سب سے پہلا آدمی ہوں۔ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔

۷۔ انہی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے، کہا: خدا کی قسم کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر میں اس کے متعلق جانتا ہوں۔ کہ وہ کس کے متعلق نازل ہوئی۔ کہاں نازل ہوئی اور کس پر نازل ہوئی۔ بے شک میرے اللہ نے مجھے سمجھنے والا دل اور مانگنے والی صاف زبان عنایت کی ہے۔

۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: عرفہ کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ فخر کیا ہے اور تم کو عام طور پر علی کو خاص طور پر بخش دیا ہے۔ اور میں تمہارے لیے اللہ کا رسول ہوں۔ صرف میری قرابت کا حجاب ہے۔ یہ جبرئیل ہیں۔ جو مجھے اطلاع دے رہے ہیں۔ کہ پورا نیک بخت وہ آدمی ہے جو علی سے محبت رکھے اس کی زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی اور پورا بد بخت وہ آدمی ہے، جو علی سے بغض رکھے۔ زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی۔

۹۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ فتح کیا۔ تو آپ نے اس صبح کی نماز پڑھائی۔ پھر ہنسے۔ یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول آپ کو اس طرح ہنستے تو کبھی نہیں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا: اور کیا ہے کہ میں نہ ہنسوں، اور یہ جبرئیل ہیں۔ مجھے اللہ کی طرف سے اطلاع دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اور میرے چچا عباس اور میرے بھائی علی بن ابی طالب سے ہوا کے رہنے والوں اور عرش اٹھانے والوں اور نبیوں کی روحوں اور چھ آسمانوں کے فرشتوں پر فخر کیا ہے۔ اور دنیا کے آسمان والوں سے میرے امت کی وجہ فخر کیا ہے۔

۱۰۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ مجھ سے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد کیا ہے کہ تجھ سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور تجھ سے صرف منافق ہی بغض رکھے گا۔

۱۱۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، اور فرمایا: تجھ میں عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت پائی جاتی ہے کہ یہود نے ان سے بغض رکھا۔ یہاں تک کہ ان کی والدہ پر بہتان لگایا اور عیسائیوں نے ان سے محبت کی۔ یہاں تک کہ ان کو اس مقام پر کھڑا کر دیا۔ جو مقام ان کا نہیں ہے۔

۱۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ آپ نے کہا: میرے متعلق دو آدمی ہلاک ہوں گے۔ حد سے بڑھ کر محبت کرنے والا اور حد سے بڑھ کر بغض کرنے والا۔

۱۳۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم چلے۔ یہاں تک کہ کعبہ معظمہ میں آئے۔ مجھ سے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ اور آپ میرے کندھوں پر چڑھے میں اٹھنے لگا۔ تو آپ نے میری کمزوری محسوس کی۔ آپ نیچے اتر آئے۔ اور میرے لیے رسول کریم ﷺ بیٹھ گئے۔ اور فرمایا: میرے کندھوں پر چڑھو۔ کہا پھر میں آپ کے کندھوں پر چڑھا۔ آپ اٹھ کھڑے ہوئے کہا: مجھے ایسا خیال ہوتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے کناروں تک پہنچ جاؤں۔ یہاں تک کہ میں بہت اوپر چڑھ گیا۔ اور اس پر پیتل اور تانبے کے بت رکھے ہوئے تھے میں آپ کو دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے سے وہ پکڑ کر ہلانے لگا۔ یہاں تک کہ جب میں نے اس پر قابو پالیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اس کو پھینک دو میں نے اس کو پھینک دیا۔ تو وہ اس طرح ٹوٹ گیا۔ جیسے شیشہ ٹوٹ جاتا ہے پھر میں نیچے اتر آیا۔ میں اور رسول اللہ ﷺ دوڑنے لگے۔ یہاں تک کہ ہم مکانوں کے پیچھے چھپ گئے۔ اس خوف سے کہ ہمیں کوئی آدمی نہ مل جائے۔

۱۴۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے گھر میں دن رات آتا جاتا رہتا تھا۔ پھر جب رات کو داخل ہوتا۔ تو آپ کھنکھارتے جب وہ نماز تہجد میں ہوتے۔

۱۵۔ عمیر بن سعد نے کہا: میں علی کے پاس حاضر ہوا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو قسم دے رہے تھے۔ کہ جو کچھ آپ نے غدیر کے دن فرمایا تھا۔ وہ اگر کسی نے سنا ہو تو وہ شہادت دے۔ تو بارہ آدمی کھڑے ہوئے ان میں سے ابوہریرہ اور ابوسعید اور انس بن مالک بھی تھے۔ انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ کہہ رہے تھے۔ اے اللہ جس کا میں مولیٰ ہوں۔ علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔ اے اللہ جو اس سے محبت رکھے۔ اس سے محبت رکھ۔ اور جو اس سے دشمنی رکھے۔ اس سے دشمنی رکھ۔

☆......☆......☆

کراماتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

افادات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

کرامات سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۔ حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ نے ابن ملجم کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ یہ شخص مجھے قتل کرے گا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ اس کے قصاص کے بارے میں کیا چیز مانع ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس نے ابھی تک مجھ کو قتل نہیں کیا ہے۔ اس لیے قصاص لینا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ آخر کار جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہی شیطنت پیش آئی یعنی بد بخت ابن ملجم نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔

دیکھیے ان صحابہ کرام کی ہر بات میں الہامی کشف ہوا کرتا تھا جو ان حضرات کی کرامات ہیں۔

۲۔ طبرانی رحمہ اللہ علیہ نے کتاب الاوسط میں اور ابو نعیم نے کتاب الدلائل میں جناب زاذان سے روایت کی ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے کسی سے گفتگو فرمائی جس نے دوران گفتگو ہی آپ رضی اللہ عنہ کو جھٹلایا۔ اس پر جناب شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جھوٹا تو دراصل تو ہے اور کیا تیرے جھوٹ کے اظہار کے لیے میں جناب باری عزاسمہ میں دعا کروں؟ اس بے وقوف نے اپنے جھوٹ کو چھپانے کے لیے بڑی دلیری سے کہا کہ میں تو سچا ہوں۔ اگر میں جھوٹا ہوں گا تو آپ رضی اللہ عنہ کی بددعا مجھے لگے گی۔ آپ رضی اللہ عنہ شوق سے بددعا کیجیے۔ چنانچہ جناب علی رضی اللہ عنہ نے اس جھوٹے کے حق میں بددعا کی اور آپ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہو گئی یعنی وہ جھوٹا ابھی بیٹھا تھا کہ بددعا کے ساتھ ہی اندھا ہو گیا اور اس مجلس سے اٹھنے بھی نہ پایا۔

۳۔ حضرت ابو یحییٰ رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب علی سے یہ کہتے سنا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسول اللہ ﷺ کا بھائی ہوں اور اس کلمہ کو میرے بعد سوائے کسی کذاب کے اور کوئی زبان پر نہیں لائے گا۔ عدنی رحمہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین کی موجودگی میں ان کلمات کو جس شخص نے اپنی زبان سے ادا کیا وہ فوراً ہی مجنون اور پاگل ہو گیا۔

۴۔ ابو البختری سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر آپ رضی اللہ عنہ کی بڑھ چڑھ کر تعریف کرنا شروع کی۔ اس شخص کے متعلق جناب علی رضی اللہ عنہ کو اس سے پہلے ہی کچھ معلومات ہو چکی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو جو منافقانہ مدح سرائی کر رہا ہے میں تو اس سے بہت زیادہ بلند ہوں یعنی تو جس قدر میرا مرتبہ سمجھتا ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سربلندی اور ذی مرتبہ کیا ہے۔ اس واقعہ کو ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے بھی بیان کیا ہے۔

حیدر کرار کو اس جھوٹے مدح سرا کی خوشامد کا کشف بذریعہ الہام ہو جانا کرامت ہے۔

۵۔ امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ رمضان کا مہینہ تھا اور جناب شیر خدا رضی اللہ عنہ ایک ایک دن جناب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس روزہ افطار کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ دو تین لقموں سے زیادہ تناول نہیں کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کم خوردنی دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ آپ اس قدر کم کیوں کھا رہے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میری زندگی تو بہت تھوڑی سے رہ گئی ہے۔ وہ وقت قریب ہے کہ میں بھوکا رہوں گا اور موت کا فرشتہ آجائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ اسی شب میں شہید کر دیے گئے۔ اس واقعہ کو عسکری نے بھی بیان کیا ہے۔

۶۔ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب شیر خدا رضی اللہ عنہ عنہ نے فرمایا کہ رات کو خواب میں میرے محبوب یعنی رسول خدا ﷺ سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے عراقیوں کے طرزِ عمل کی شکایت کی جو آپ کے بعد انہوں نے مجھے مخالفت اور ایذاء رسانی کر کے پہنچائیں۔ اس پر رسالت مآب ﷺ نے مجھے ان کی ایذاء رسانی سے نجات دلا کر عنقریب راحت و آرام دلانے کا وعدہ کیا۔ اس خواب کے بعد شیر خدا رضی اللہ عنہ عنہ صرف تین دن اس دنیا میں مقیم رہے اور اس کے بعد شہید کر دیے گئے۔ اس واقعہ کو عدنی نے بھی بیان کیا ہے۔

۷۔ جناب حسن بن کثیر اپنے والد رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ نماز فجر کے لیے تشریف لے گئے جہاں بطخیں آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے آکر آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر چلانے لگیں۔ لوگوں نے ان کو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہنکایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کو رہنے دو چھوڑ دو یہ تو نوحہ پڑھ رہی ہیں۔ پھر ابن ملجم نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ اس واقعہ کو ابن عساکر نے بھی ذکر کیا ہے۔

۸۔ جناب عاصم بن ضمرہ رحمہ اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے ایک تقریر کے دوران فرمایا کہ سرکار دو جہاں ﷺ جب والد بزرگوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی جہاد میں روانہ کرتے تو آپ رضی اللہ عنہ کے داہنے طرف جبرئیل امین اور بائیں طرف حضرت میکائیل ہوتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ اس جنگ کو جنت کو واپس آجاتے تھے یعنی جہاد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل رہا کرتے تھے اور اللہ کی امداد سے جناب شیر خدا رضی اللہ عنہ اس جنت کو جیت لیتے تھے۔ اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے بھی بیان کیا ہے۔

۹۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا

جھنڈا دے کر خیبر کی طرف روانہ کیا تو ہم بھی ان کے ساتھ تھے۔ جب ہم قلعۂ خیبر کے پاس پہنچے جو مدینہ منورہ کے قریب ہے تو خیبر والے آپ رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کشتوں کے پشتے لگا دیے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ پر ایک یہودی نے چوٹ کر کے آپ کے ہاتھ سے آپ کی ڈھال گرا دی۔ اس پر جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے قلعہ کے ایک دروازے کو اکھیڑ کر اپنی ڈھال بنا لیا اور اس کو ڈھال کی حیثیت سے اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے شریک جنگ رہے۔ بالآخر دشمنوں پر فتح حاصل ہو جانے کے بعد اس ڈھال نما دروازے کو اپنے ہاتھ میں سے پھینک دیا۔ اس سفر میں میرے ساتھ سات آدمی اور بھی تھے اور ہم آٹھوں آدمی مل کر اس دروازہ کو الٹ دینے کی کوشش کرتے رہے لیکن وہ دروازہ جس کو تن تنہا حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ میں اٹھا لیا تھا اس کو ہم آٹھوں آدمی کوشش کے باوجود پلٹ تک نہ سکے۔ یہ آپ رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔

حضرت والا مرشدی فرماتے تھے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ''ماحملتها بقوة ولكن حملتها بقوة الٰهية'' یعنی میں کواڑ کو انسانی قوت کے بل بوتے پر نہیں اٹھایا بلکہ قوت الٰہیہ سے اٹھایا۔

۱۰۔ علامہ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ایک طویل قصہ کے ماتحت بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد جب ماتم پرسی ہونے لگی تو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے گھر کے کونے سے ایک آواز سنی۔ اے رسول اللہ ﷺ کے گھر والو! تم پر اللہ کا سلام ہو اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ اللہ تعالیٰ زندہ ہے وہ ہر مشکل کو ٹال دیتا ہے۔ وہی بندوں کے غم غلط کرتا ہے، ہر فوت ہونے والی چیز کا وہ خود نعم البدل ہو جاتا ہے بس اللہ ہی سے امید رکھو کیوں کہ مصیبت زدہ تو دراصل وہ شخص ہے جو ثواب سے محروم اور مایوس رہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جانتے ہو یہ کون تھے؟ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے نبی تو نہیں مگر کامل ولی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا حضرت خضر علیہ السلام کو دریافت کر لینا، یہ بھی منجملہ دیگر کرامات کے ایک کرامت تھی۔

انہی شخصوں کے لیے تو کہا گیا ہے:

آنکس کہ ترا شناخت جان راچہ کند | فرزند و عیال و خان و مال راچہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی | دیوانۂ تو ہر دو جہاں راچہ کند

☆......☆......☆

عبقرية امام على رضي الله عنه

عباس محمود العقاد

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صفاتِ حمیدہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ پہلے نجیب الطرفین ہاشمی تھے، چنانچہ ان میں وہ تمام صفات حمیدہ اور خصائل کریمہ موجود تھیں جن کے بارے میں ان کا خاندان مشہور تھا اور آپ کے اندر وہ تمام علامتیں اور نشانیاں پائی جاتی تھیں جو آپ کے اکابر کا طرۂ امتیاز سمجھی جاتی تھیں اور وہ صفات تھیں شرافت، قوت، احسان، شجاعت، مروّت، عقلمندی۔ ان کے علاوہ اور بہت سی جسمانی خصوصیات، جو ان کے ممتاز اکابر و اسلاف میں موجود تھیں۔

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب، بن ہاشم بن عبد مناف اور آپ کی والدہ محترمہ کا نسب اس طرح ہے: علی بن فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف۔ اور کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ نے آپ کے لیے جو نام پسند کیا تھا وہ حیدر ہے، جس کو والدہ نے خود اپنے والد اسد کی مناسبت سے چنا تھا۔ کیوں کہ حیدر کے معنی بھی اسد (شیر) کے ہیں۔ پھر آپ کے والد نے اس نام کو بدل کر علی رکھا، جس سے آپ مشہور ہوئے اور حضرت علی اپنے والد کی اولاد میں سب سے چھوٹے تھے۔ ان سے بڑے بھائیوں کے نام جعفر، عقیل اور طالب ہیں اور ہر بھائی کے درمیان دس سال کا فرق تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان بھائیوں میں عقیل اپنے باپ کے سب سے چہیتے اور لاڈلے بیٹے تھے کیوں کہ قریش کو جب قحط کی مصیبت نے آزمایا اور آنحضرت ﷺ نے اپنے دو چچا حمزہ اور عباس کو توجہ دلائی کہ وہ ان بحرانی حالات میں ابو طالب کا مالی بوجھ کم کرنے کے لیے کچھ بیٹوں کو انہیں دے دیں تا کہ ان کی کفالت کریں، اس پر ابو طالب نے کہا کہ میرے لیے عقیل کو چھوڑ دو اور جس کو تم چاہو لے لو چنانچہ عباس نے طالب کو لیا، حمزہ کو جعفر نے لیا اور حضور ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو لے لیا، جیسا کہ مشہور ہے۔

یہاں آنے کے بعد ان کو حضور ﷺ کی طرف سے والد کی محبت کا نعم البدل مل گیا اور بچپن میں ان کو ایثار و محبت کا جو حصہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ملا تھا، ان کے اثرات ان کے دل و دماغ میں باقی رہے جیسا کہ ان کی بعد کی زندگی کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ایثار و محبت کا یہ معاملہ، توقع کے مطابق آگے بھی جاری رہا اور غالباً یہ بات صحیح ہے کہ حضرت علی بچپن سے ہی تیزی سے بڑھنے والے لڑکے تھے اور اپنے ساتھیوں میں ان کی فہم و ذکاوت بھی روز افزوں ترقی کی طرف مائل تھی۔ چنانچہ چھ سال کی عمر میں انہوں نے دعوت اسلام اور نبوت محمدی کا شعور حاصل کر لیا تھا جس کا تصور آپ جیسی کچی عمر کے بچوں میں مشکل ہی سے ہو سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ تیزی۔ نمو یا بڑھوتری پانے کی وجہ سے ان کی زندگی میں خصوصیات کے

علاوہ اور تکالیف بھی لگی ہوئی تھیں جیسا کہ عام طور پر بڑھاپے کی اولاد میں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی نشو ونما جوانی سے بڑھانے تک اچھے قوی اور مضبوط جسم کے ساتھ ہوئی، یہاں تک کہ آپ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ گئے۔

آپ کے اوصاف بیان کرنے والوں نے کہا ہے کہ آپ مکمل قوی الجثہ ہونے کے ساتھ پستہ قد تھے۔ آنکھیں نہایت سیاہ اور بڑی تھیں۔ چہرہ خوبصورت اور واضح بشاشت والا، گردن چاندی کا پیالہ، چوڑے کاندھے، ایسی نرم ہڈیوں والے جو کسی جانور کے چبائے ہوئے معلوم ہوں۔ یہی حال بازوؤں کا تھا، سخت پٹھوں والے مگر پتلے، ہتھیلیاں سخت تھیں۔ عام طور پر ہلکی رفتار سے چلتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مگر جنگ میں تیز رفتاری سے قدم اٹھاتے، کسی چیز کی طرف مڑتے نہیں تھے۔ ان کی جسمانی قوت کے بارے میں بہت سی روایات بیان کی جاتی ہیں مثلاً یہ کہ کسی گھڑ سوار کو گھوڑے کی پشت سے اُتار کر بڑی آسانی کے ساتھ زمین پر ڈال دیتے تھے، اگر کسی کا بازو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیں تو کیا مجال کہ چھڑا لے بلکہ اس کا سانس اکھڑ جاتا تھا۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ زندگی میں کوئی کشتی ایسی نہیں لڑی جس میں مقابل کو پچھاڑا نہ ہو، کسی پر اگر حملہ کیا کرتے تو اس کو قتل کر کے چھوڑتے تھے۔ آپ اکیلے ایسے بڑے بڑے پتھر کو بھی اُن کی جگہ سے کھسکا دیتے تھے جسے کئی آدمی مل کر نہ ہٹا سکیں۔ بڑے سے بڑے دروازہ کو تنہا اٹھا لیتے تھے جسے کئی آدمی مل کر اٹھائیں۔ ان کی چیخ بھی ایسی ہیبت ناک ہوتی کہ بڑے بڑے بہادر لرز اٹھیں۔ اس کے علاوہ آپ کی جسمانی ساخت بھی ایسی تھی کہ سردی گرمی کی بالکل پرواہ نہ کرتے، نہ وہ سردی گرمی کی ہواؤں کے لیے کوئی اہتمام کرتے۔ کبھی گرمی میں سردی کا لباس پہن لیتے اور کبھی سردی میں گرمی کے کپڑے استعمال کر لیتے۔ ایک مرتبہ اسی عادت کے بارے میں آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خیبر کی جنگ میں جانے کے لیے فرمایا تو میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری تو آنکھیں دُکھ رہی ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیہ کلمہ فرمایا: "اللھم اذھب عنہ الحر والبرد" اے اللہ اس سے سردی اور گرمی کو دور فرمادے۔ بس اُس دن سے مجھے سردی اور گرمی کا احساس ہی نہ رہا۔

لیکن اس عادت سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ بالکل معدوم الحس تھے، انہیں کسی طرح کا احساس ہی نہ تھا اور گویا اس معدوم الحس ہونے کے سبب ان میں قساوت اور ایذا رسانی بھی پیدا ہوگئی ہوگی۔ ایسا بالکل نہیں ہے۔ وہ سردی کی شدت سے کانپتے تھے مگر کوئی ایسا کپڑا بھی نہ لیتے جس سے ٹھنڈ سے بچا جا سکتے جیسا کہ ہارون بن عنترہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس زمانہ میں وہ خورنق مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے، اور سردی کا موسم تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے اوپر ایک پرانی سے چادر تھی اور وہ اس میں کانپ رہے تھے۔ میں نے کہا یا امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور آپ کے رشتہ داروں کے لیے اس مال میں حصہ مقرر کیا ہے اور آپ اپنے نفس کے ساتھ ایسا کر رہے ہیں، یعنی تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں تمہارے مال کو کچھ کم کرنا نہیں چاہتا، بس میرے پاس تو یہ چادر ہے، جس کو لے کر

میں مدینہ سے نکلا تھا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کے اندر قوت احساس معدوم نہ تھی بلکہ طبعی طور پر قوت برداشت یا رکاوٹ کی طاقت بہت تھی جو عام طور پر اکثر لوگوں میں نہیں ہوتی۔ اور یہی وجہ ہے کہ میدان کارزار میں شجاعت کی حدوں کا پار کرنے والا ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ یہی حال ان کی ہمت مردانہ اور جرأت کا تھا:

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے

یہی وہ ابھرتا ہوا جوشیلا نوجوان تھا جس نے جزیرۂ عربیہ کے مشہور گھوڑ سوار عمرو بن عبود سے نبرد آزمائی کی جرأت کی تھی جو ہزاروں دشمنوں کے مقابلے میں تن تنہا کھڑا ہو جاتا تھا اور وہ موقع یاد کیجیے جب خندق کے موقع پر لوہے کی زرہ میں ملبوس اسی عمرو نے لشکر اسلام کو چیلنج کیا اور پکارا کہ کون مقابلہ کی جرأت کرے گا۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے اس مقابلے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے آپ کے اوپر شفقت کی نظر ڈالی اور فرمایا "ارے بیٹھو یہ عمرو ہے۔ عمرو نے پھر ایک چیلنج کرتے ہوئے آواز لگائی کیا تم میں کوئی مرد نہیں ہے، جو میدان جنگ میں اترے؟ تمہاری وہ جنت کہاں ہے، جس کے بارے میں تمہارا گمان ہے کہ اگر قتل کیے جاؤ گے تو اس میں داخل ہو گے، کیا تم میں سے کوئی مرد بھی نکلنے والا نہیں ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ وہ بار بار بے چینی سے اجازت طلب کرتے اور حضور اکرم ﷺ ان کو بیٹھنے کا حکم فرماتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے کہتے، چاہے وہ عمرو ہی کیوں نہ ہو، یہاں تک کہ حضور ﷺ نے آپ کو اجازت دے دی اور آپ انتہائی خوشی کے عالم میں آگے بڑھے، جیسے کسی رکے ہوئے کام سے کھلی چھوٹ مل جائے اور اب جوں ہی عمرو نے آپ کی طرف دیکھا، تو ان کے مقابلے میں آنا باعث توہین و حقارت سمجھا۔ پھر سوال کیا تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا میں علی ہوں۔ اس نے کہا کیا عبد مناف کے بیٹے ہو؟ حضرت علی نے فرمایا: ابوطالب کا بیٹا ہوں، اس پر عمرو متوجہ ہوا اور کہنے لگا، اے بھتیجے تیرے چچا تایا میں کوئی بڑی عمر کا نہیں ہے، مجھے تیرا خون بہانا اچھا نہیں لگتا؟ اس پر حضرت علی نے فرمایا لیکن خدا کی قسم مجھے تیرا خون بہانے میں کوئی تکلف نہیں ہے۔ اس جواب پر عمرو کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور وہ تلوار لے کر ایسا لپکا جیسے دہکتا ہوا شعلہ چمک اٹھا ہو۔ ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو زبردست ضرب کو اپنی چمڑے کی ڈھال پر روکا اور تلوار اس ڈھال کو کاٹ کر سر تک پہنچی۔ اس کے جواب میں حضرت علی نے اپنی تلوار اس کی گردن کی حلقوم پر ماری جس سے وہ کٹ گئی اور یہ گر پڑا، پھر اٹھا پھر گرا، پھر اٹھا۔ غبار اڑانے لگا کچھ دیر میں دھول چھٹی فضا روشن ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ عمرو چاروں خانے چیت پچھڑا پڑا تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ تکبیر کی آواز بلند فرما رہے تھے۔

اب اس صورت حال کے پیش نظر یہ تو کہا ہی جا سکتا ہے کہ آپ کی شجاعت و بہادری دشمن کے لیے ایک فیصلہ کن موت تھی، ایسی موت کہ جس پر آہ و فغاں کی کوئی حاجت نہیں، کیوں کہ نہ تو اس پر کوئی عیب لگایا جا سکتا ہے اور نہ ہی

اس کی مدافعت ممکن ہے۔اسی لیے عمرو کی موت پر اس کی بہن نے غم خواری کے جذبات کو ذیل کے اشعار میں ظاہر کیا تھا:

لو كان قاتل عمرو غير قاتله بكيت ابدا مادمت فى الابد

لكن قاتله من لانظير له وكان يدعى ابوه بيضة البلد

اگر عمرو کا قاتل اس قاتل کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو میں تاحیات روتی ہی رہتی، لیکن اس کا قاتل تو وہ شخص ہے جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ہے، جس کا باپ کو بیضۃ البلد (وطن کا نور) کہا جاتا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کی شجاعت ان بے مثالی شجاعتوں میں سے ایک تھی کہ جن سے متاثر کرنے والے اور متاثر ہونے والے، دونوں ہی قدر و منزلت کے حامل ہو جاتے ہیں اور جہاں تک دوسرے بہادروں کی شجاعت کے مقابلے کا سوال ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت کو اعلیٰ وارفع کرنے والے وہ طبعی صفات حمیدہ ہیں جن سے آپ کی حیثیت کا دوسروں سے موازنہ کرنا بھی ممکن نہیں ہے، نہ ہی اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہے اور ان صفات میں آپ کی پرہیزگاری، تورع، دشمن سے مروّت کا برتاؤ، چاہے طاقتور ہو یا کمزور، دشمن سے قتال کے بعد اپنے سینہ کو کینہ سے محفوظ رکھنا، انہی صفات کی بناء پر آپ کسی سے قتال میں ابتداء نہ کرتے تھے چاہے آپ کے لیے پوری گنجائش ہو۔

آپ اپنے صاحبزادے حسن سے فرماتے: "تم کسی سے مقابلہ کے لیے پیش رفت مت کرو، ہاں اگر تمہیں پکارا جائے تو جواب دو، کیوں کہ مبارزہ کی دعوت دینے والا ظالم ہے اور ظالم پچھاڑا جاتا ہے۔"

اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جب خوارج کا لشکر اپنی فوج سے نکلا تاکہ ان سے جنگ کرے تو آپ سے کہا گیا کہ وہ لوگ آپ سے قتال کرنے کے لیے نکل رہے ہیں تو آپ ان سے پہلے کیوں نہ سبقت کر لیں۔آپ نے فرمایا میں ان سے قتال نہیں کروں گا یہاں تک کہ وہ مجھ سے قتال کریں اور وہ اب ضرور کریں گے۔

اور اسی طرح آپ نے واقعہ جمل سے پہلے اور صفین سے پہلے کیا اور ہر چھوٹے بڑے واقعہ سے پہلے ایسا ہی کیا اور اچھی طرح دیکھ لیا کہ دشمن کی دشمنی خوب واضح ہو چکی ہے یا کچھ پوشیدہ امور باقی ہے۔آپ پہلے دشمنوں کو امن و سلامتی کی دعوت دیتے تھے اور اپنے لوگوں کو کسی شر کی ابتداء سے پہلے روکتے تھے، چنانچہ آپ نے کبھی بھی امن و سلامتی کی دعوت سے پہلے تلوار کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔

ایک مرتبہ آپ قوم کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے۔یہ نصیحت بعض خوارج پر شاق گزری، جو لوگ آپ کا انکار کرتے تھے آپ بڑی کراہیت والی حیرت میں زور سے چیخے اور غصہ پر قابو نہ پا سکے۔فرمایا قاتله الله كافرا افقه۔تو آپ کے متبعین اچھلے کہ اس خارجی کو قتل کر دیں۔آپ نے ان کو اس کام سے روک دیا اور فرمایا: انما هو سب بسب او عفو عن ذنب یا تو گالی کا جواب گالی ہے یا گناہ کا بدلہ معافی ہے اور ہم نے دیکھا ہے کہ آپ عمرو بن عبود سے فرما رہے تھے کہ میں تیرے خون بہانے کو برا نہیں سمجھتا ہوں، لیکن آپ اس کا خون بہانے کی طرف

راغب نہیں ہوئے مگر جب آپ اس کے اسلام سے مایوس ہو گئے اور اس سے مایوس ہو چکے تھے کہ یہ مسلمانوں سے لڑنا ترک کر دے گا۔ آپ نے اس کو پیش کش کی کہ قتال سے رک جائے۔ اس نے بر بنائے خودداری انکار کیا اور یہ بھی کہا کہ تب تو عرب میرے فرار ہو جانے کے بارے میں باتیں بنائیں گے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے توجہ دلاتے ہوئے فرمایا اے عمرو، تو نے تو اپنی قوم سے معاہدہ کیا تھا کہ قریش کا کوئی آدمی اگر تجھے دو کی طرف دعوت دے گا تو تو ان میں سے ایک کو قبول کرے گا، اس نے کہا: ہاں تو آپ نے فرمایا اچھا تو میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں یا مقابلہ کی۔ تب اس نے کہا اور کیوں اے میرے بھتیجے، میں تو خدا کی قسم تجھے قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی چارہ کار نہ رہ گیا تھا کہ وہ دونوں میں سے ایک کو اختیار کریں یعنی یا تو اس کو قتل کریں یا اس کے ہاتھ سے قتل کیے جائیں۔

اس کے علاوہ آپ کے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر سے جو شدید عداوت تھی، تو سلسلہ میں آپ نہ ان سے مقابلہ کرنا چاہتے تھے اور نہ ان سے اپنے اصحاب کو خون بہالیتا، مگر صرف اتنا ہی جتنا کہ اس وقت وہ مستحق تھے۔

بس صفین کے دن اتفاق یہ ہوا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ایک شخص نکلا جس کا نام کریز بن الصباح الحمیری تھا۔ وہ دونوں صفوں کے درمیان چیخ کر بولا، کون مقابلہ کرے گا؟ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ایک شخص اس کی طرف نکلا اور اس نے اس کو قتل کر دیا، پھر اس نے کھڑے ہو کر آواز لگائی، کون مقابلہ کرے گا؟ اب ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس کی طرف اور نکلا۔ اس نے اس کو بھی قتل کر دیا اور پہلی لاش پر ڈال دیا۔ اب اس کی طرف ایک تیسرا آدمی نکلا اور اس نے اس آدمی کے ساتھ بھی وہی کیا جو پہلے سے کیا تھا۔ پھر چوتھی بار اس نے آواز دی، کون مقابلہ کرے گا؟ تب لوگ کچھ باز رہے، پیچھے ہٹے اور جو شخص پہلی صف میں تھا، وہ متصل دوسری صف میں چلا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خوف ہوا کہ اپنے لشکر کی صفوں میں کہیں رعب اور انتشار نہ پیدا ہو جائے۔ چنانچہ آپ اس شخص کی طرف بڑھے جسے اپنی شجاعت پر بڑا گھمنڈ تھا اور اس کو قتل کر دیا، پھر وہی آواز لگائی (کون مقابلہ کرے گا) اور پچھاڑ دیا، پھر آپ نے وہی آواز دی یہاں تک کہ تین کی تعداد پوری کر دی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باری باری تین مرتبہ ایسا ہی کیا، جو ان کے ساتھیوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔

پھر آپ نے لوگوں کو سناتے ہوئے کہا، اے لوگو: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الشھر الحرام بالشھر الحرام والحرمات قصاص ضمن اعتدٰی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدٰی علیکم۔ حرمت والا مہینہ مقابل ہے حرمت والے مہینہ کا اور ادب رکھنے میں بدلہ ہے، پھر جس نے تم پر زیادتی کی تم اس پر زیادتی کرو

جیسی اس نے زیادتی کی تم پر اور اگر تم نے ابتداء نہ کی ہوتی تو ہم ایسا نہ کرتے پھر آپ اپنی جگہ کی طرف لوٹ آئے۔

اس کے علاوہ جہاں تک آپ کی مروت کا سوال ہے تو آپ اپنے ہم عصر بہادروں میں ایک نادر اور منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ آپ نے اپنے لشکر کو روک دیا تھا کہ کسی مدبر کو قتل کریں یا زخمی پر حملہ آور ہوں یا کسی کا راز کھولیں یا مال لیں۔

آپ نے جنگ جمل میں اپنے اور دشمن کے مقتولین کی نماز جنازہ برابر ادا کی۔ جب آپ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ مروان بن الحکم، سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے جو آپ کے سخت ترین دشمن تھے تو آپ نے ان کو معاف کر دیا اور کوئی برا معاملہ نہیں فرمایا۔ جب آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر غلبہ پایا جو آپ کے لیے زیادہ خطرناک اور بڑے لشکر والے تھے، تو آپ ان کو چھوڑ دیا کہ نجات حاصل کرلیں جبکہ ضرب سے بچنے کے لیے ان کی شرم گاہ کھل گئی تھی۔

اس کے علاوہ معرکہ صفین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا لشکر آپ کے اور پانی کے درمیان حائل ہو گیا تھا۔ آڑ بن گیا تھا اور وہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے، کہ قطرہ بھی نہیں ہے یہاں تک کہ تم پیاسے مر جاؤ گے مگر جب آ نے ان پر حملہ کیا اور وہاں سے نکال دیا تو اجازت دے دی کہ جس طرح ہمارا لشکر پانی پی رہا ہے وہ بھی پئیں۔

جب آپ جنگ جمل کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے تو صفیہ ام طلحہ نے چیخ کر کہا اللہ تعالیٰ تیری اولاد کو بھی تجھ سے یتیم کردے جیسا کہ تو نے میری اولاد کو یتیم کر دیا۔ آپ نے اس پر کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر آپ نکلے تو اس عورت نے انہی الفاظ کا اعادہ کیا پھر آپ کے متبعین میں سے ایک شخص نے کہا جس کو اس عورت کے مقولے نے غضب ناک کر دیا تھا۔

”آپ اس عورت کی بات پر خاموش ہیں، حالانکہ آپ اس کو سن رہے ہیں۔“ آپ نے اس کو جھڑک دیا اور فرمایا: ”کمبخت، بے شک ہم نے حکم دیا ہے کہ ہم عورتوں سے احتراز کریں گے حالانکہ وہ مشرکات ہی کیوں نہ ہوں، تو کیا ہم مسلمان خواتین سے درگزر نہیں کریں گے۔“

پھر دوران سفر آپ کو اطلاع دی گئی ہے کہ دو آدمی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر عیب لگا رہے ہیں یا بُرا کہہ رہے ہیں۔ آپ نے ان کو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نہایت احترام و اکرام کے ساتھ رخصت کیا اور کئی میل تک آپ ان کے ساتھ چلتے رہے۔ پھر اس کے علاوہ آپ نے ان کے ساتھ ایسے غلام بھیجے جو ان کی خدمت کریں اور احاطہ کیے رہیں۔ کہا گیا ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عبدالقیس کی بیس خواتین بھیجی تھیں جو عمامہ باندھے تھیں اور ان کے گلے میں تلواریں لٹکی

ہوئی تھیں اور دوران سفر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کچھ ایسے انداز میں ذکر کیا جو مناسب نہیں تھا اور آپ نے اپنی ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا: ''میرے بے عزتی کرادی ان مردوں اور فوجیوں کے ذریعہ سے جو میرے ساتھ بھیجے ہیں، اُن کو میرا محافظ بنادیا ہے۔'' لیکن جب آپ مدینہ پہنچ گئیں تو عورتوں نے اپنے عمامے اتار دیے اور آپ سے کہا ہم تو خواتین ہیں۔

تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اس عادتِ سلیمہ کا دارومدار اسی خوداعتمادی اور وثوق پر تھا جو بچپن سے آخر تک ان سے کبھی جدا نہیں ہوا، ان کو ایامِ طفولیت نے بھی اسی اعتماد اور وثوق سے کبھی نہیں روکا کہ وہ اپنے وجود کی اس دنیا میں اہمیت سمجھیں اور خود کو ایسی قوت تصور کریں جس پر پڑوسی بھی بھروسہ کرسکتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ دس سال کی عمر کو پہنچے تھے تو اس زمانے میں برادرانِ قریش نے آنحضرت ﷺ کو گھیر لیا اور ڈرانے دھمکانے لگے اور آپ ان کی نگاہوں کے سامنے موجود تھے اور مددگار کی ضرورت بھی تھی جبکہ کوئی ناصرومددگار نہ تھا، اگر خدانخواستہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسے ہی ہوتے کہ دلیری، آزمائش یا پختہ ارادہ رکھنے کے وقت گھبرا جاتے تو یقیناً وہ اس وقت بھی ان شیوخ قریش کے جمگھٹ میں پریشان ہوجاتے، جبکہ ان سادات قریش کو علو مرتبت، وجاہت، شان وشوکت، بدوی قبائل کے آداب نے ایک اعلیٰ مقام عطا کیا تھا یقیناً ان سے ڈرنا بجا تھا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کم سنی میں بھی اسی حوصلہ اور دلیری کے آدمی تھے جیسے پچاس یا ساٹھ سال کی عمر کے ہوں۔

آپ نے ان دشمنوں کے نرغہ میں قطعاً کسی تردد یا ہچکچاہٹ سے کام نہیں لیا بلکہ نہایت وثوق سے غضبناک لہجہ میں زور دے کر فرمایا: انا نصیرلہ میں ان کا مددگار ہوں۔ وہ لوگ آپ کے اس جملہ پر مضحکہ خیز ہنسی کے ساتھ ہنسے، مگر اس اہم وقت اور لمحہ میں قدرت خداوندی نے اچھی طرح جان لیا کہ اس کم سن بچہ کی تائید کا کیا وزن اور قدروقیمت ہے، اس کی تائید ان سادات قریش کی بڑی جنگ کے مقابلہ میں بھی عظیم ہے۔

یہ وہی حضرت علی ہیں جو آنحضرت ﷺ کی ہجرت مدینہ کی ہیبت ناک شب میں آپ کے بستر مبارک پر سوئے تھے جبکہ معلوم تھا کہ اس وقت سارا مکہ ہمارے خلاف، رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش میں مصروف ہے۔

یہ وہی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں جو مشہور دشمن عمرو بن عبود کے بار بار چیلنج پر لبیک کہتے ہوئے سامنے آرہے تھے اور حضور اکرم ﷺ آپ کو بیٹھنے کا حکم فرمارہے تھے اور آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس انجام سے باخبر فرمارہے تھے جس کو فرسان العرب نے جتادیا تھا، بلکہ ہماری طرف سے کوئی چیلنج نہیں دیا گیا تھا۔

آپ ﷺ فرمارہے تھے ''بیٹھ جاؤ بے شک، وہ عمرو ہے۔'' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے، چاہے عمرو ہی کیوں نہ ہو، گویا کہ وہ جانتے ہی نہ تھے کہ کون ڈراتا ہے اور کس طرح ڈراتا ہے اور خوف کیا ہوتا ہے؛ وہ تو صرف شجاعت سے واقف تھے جو ان کے اندر بھری ہوئی تھی اور بغیر کسی تکلف کے وہ اس پر اعتماد کررہے تھے

اور یہ وثوق اور اعتماد جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جزو لاینفک بن چکا تھا۔ وہ طویل عرصہ کے گھڑ سواری اور میدانی جانفشانی کی بدولت تھا جس کا پہلے ذکر آچکا ہے اور اس میں حاسدین کے حسد و منکرین کی شدت نے مزید اضافہ کر دیا اور یہ دونوں لائق اور سزاوار ہیں اس بات کے لیے کہ کوئی بھی آدمی مضبوطی حاصل کرے وثوق اور اعتماد کے ساتھ، ایسا اعتماد جو کبھی ساتھ نہ چھوڑے۔ ایسی خودداری جس میں کبھی کمی نہ آئے اور یہی وثوق اور اعتماد ہے جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میدان شجاعت سے میدان علم اور اصابت رائے کی طرف منتقل کیا اور یہی وجہ ہے کہ آپ فرماتے تھے **اسئلو قبل ان تفقدونی** تم مجھے گم کرنے سے پہلے مجھ سے سوال کرلو۔

بس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کرو گے، جو کچھ تمہارے اور قیامت کے درمیان ہے اور نہ کسی ایسی جماعت کے بارے میں، جو ہدایت کرے گی سو (۱۰۰) کی اور گمراہ کرے گی سو (۱۰۰) کو، مگر میں تمہیں اس کی خبر دوں گا اس کے آواز دینے والے، اس کو چلانے والے کے ساتھ، اس کے سواروں کی قیام گاہ اور اس کے مسافروں کے اترنے کی جگہ کی۔ آپ کے شواہد وثوق و اعتماد میں سے یہ بھی ہے کہ آپ فرما رہے تھے، ایسے حالات میں جب خارجی آپ کو برا بھلا کہہ رہے تھے، کفر سے متہم کر رہے تھے، میں اس امت کے کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتا ہوں جو نبی کریم ﷺ کے بعد میرے علاوہ (عبداللہ) اللہ کا بندہ ہو۔

میں نے نو سال قبل اللہ کی عبادت کی اس سے پہلے کہ اس امت کا کوئی بھی فرد عبادت کرے۔ آپ کو آپ کی خود اعتمادی کی وجہ سے اور مزید برانگیختہ کر دیا، ان لوگوں کی الزام تراشی نے جو آپ کے اردگرد تھے۔ چنانچہ جب آپ کے دو دشمن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ پر ناراضگی ظاہر کی کہ آپ نے ان سے مشورہ نہیں کیا اور نظر انداز کیا تو آپ نے فرمایا، میں نے اللہ کی کتاب کو دیکھا اور جو کچھ اس نے حکم دیا ہے، اس کی اتباع کی اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، اس کی اقتدا کی تو پھر میں نے اس سلسلہ میں نہ تمہاری رائے کی ضرورت سمجھی، نہ تمہارے علاوہ کسی اور کی اور نہ ہی کوئی ایسا معاملہ پیش آیا جس سے میں واقف نہ ہوں اور تم دونوں سے یا اپنے مسلمان بھائیوں سے مشورے کروں اور اگر ایسا ہوتا تو میں تم دونوں یا تمہارے علاوہ کسی سے گریز نہ کرتا۔ اور آپ کی ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ آپ بہ تکلف کوئی کام کرنے کے عادہ نہیں تھے اور نہ ہی ظاہری محبت کے لیے کوئی تدبیر اختیار کرتے تھے، بلکہ آپ فرماتے ہیں سب سے برا بھائی وہ ہے جس کے لیے تکلف اختیار کیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مومن اپنے بھائی کو تکلف میں ڈالے تو گویا اس نے اس سے جدائی اختیار کرلی۔ لہٰذا جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے احسان کرنے یا خوش کرنے کی توقع کرتے تھے، وہ خطا کار تھے یا غلط اندازہ لگاتے تھے، خاص طور پر ایسے لوگ جو ان سے رعایا کو رزق دینے یا بیت المال کی امانت میں

سے امداد ملنے کی توقع کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ عمل ایک طرح کی بے وفائی یا کھلی جفا کا برتاؤ ہے، بلکہ یہ تو تکبر کا معاملہ ہے، حالانکہ ایسا کچھ نہیں تھا۔ یہ تو ایک شہ سوار کی شجاعت کی علامت ہے بلکہ یہ تو نہایت غضب ناک، قبیح اور برا انداز فکر ہے اس شخص کا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آس پاس رہتا ہے اور ان کی ریا کاری سے خالی عادات واطوار سے واقف ہے، دیکھتا ہے۔ آپ کا حال تو یہ تھا کہ کبھی محض تکبر یا غرور کی خاطر کسی عادت کا اظہار فرماتے ہیں نہیں تھے، جبکہ لوگ ان کے بارے میں یہ گمان کرتے ہیں، بلکہ آپ تو ہر ممکن طریقے پر اخفاء اور پوشیدگی کو اختیار فرماتے تھے۔ آپ کی عادت تو یہ تھی کہ جب اپنے مافی الضمیر کی بات کو ظاہر کرنے کا قصد فرماتے تو قطعاً کسی عجب یا گھمنڈ کا اظہار ہوتا، نہ اسے پسند فرماتے بلکہ اس سے روکتے اور سختی سے اجتناب فرماتے کہ اور یہ نصیحت فرماتے خبردار اپنے نفس پر گھمنڈ نہ کرنا اور ایسا اعتماد جو تمہارے اندر گھمنڈ پیدا کرے، اس سے گریز کرنا۔

اچھی طرح جان لو کہ خود پسندی اصلاح کی ضد اور عقلوں کے لیے آفت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اخلاقیات کی بنیاد اور اصلی سرمایہ یہ ہے کہ آپ کسی چیز کے نہ اظہار کرنے میں تکلف کرتے تھے، نہ پوشیدہ رکھنے میں، بلکہ اپنی مدح سرائی کرنے والے سے بھی تکلف کو برداشت نہ کرتے۔ بسا اوقات ایک شخص نے آپ کی تعریف کرنے میں مبالغہ سے کام لیا، حالانہ وہ آدمی آپ کے نزدیک مہتم تھا، تو آپ نے اس کو اس وقت نہیں چھوڑا جب تک وہ اپنے اندر کی بات ظاہر نہ کردے۔ آپ فرماتے ''انادون مانقول وفوق مافی نفسك (۱۹) جو کچھ تو کہہ رہا ہے میں اس سے کم ہوں (تیری تعریف محض مبالغہ آرائی ہے) اور جو کچھ تیرے دل میں ہے میں اس سے بلند ہوں۔ میرے بارے میں تیری فکر کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔''

آپ کی خودنمائی تکلف یا گھمنڈ سے گریز کی خصلت نے آپ کے اندر بڑی خوبیاں پیدا کردی تھیں۔ آپ کی بے پناہ قوت، شجاعت، بہادری اسی خصلت کی مظہر تھیں۔ بسا اوقات آپ میدان کارزار میں برہنہ سر کود پڑتے جبکہ آپ کے مقابلہ میں آنے والے ہر طرح کی تدابیر، ریاکاری اور آہنی ہتھیاروں سے خود کو ڈھک کر سامنے آتے تھے۔ آپ خضاب نہیں لگاتے تھے اور اپنے سفید بالوں کو یوں ہی چھوڑ دیتے تھے، لیکن خضاب کو حرام نہیں سمجھتے تھے۔ تو یہ بھی آپ کی عجیب وغریب عادت تھی۔ خضاب کے معاملہ میں کہ چھپا ہے تو چھپا ہے کھلا ہے تو کھلا ہے، گویا آپ خضاب کو محض مصنوعی طاقت یا بناوٹی عمر کا ذریعہ بنانا نہیں چاہتے تھے، بلکہ آپ کی یہ عدم تکلف کی عادت آپ کی دوسری عادات مثلاً شجاعت، قوت ومضبوطی میں باہم یکساں تھی یا ایسی شجاعت بہادری سے مشابہ تھی جو کسی شہسوار کے اندر ہوتی ہے اور اس سے جدا نہیں ہوتی۔ اس سے میری مراد وہ صاف اور بے لاگ سچائی ہے جو ایک آدمی کو نہایت جرأت مند بناتی ہے کہ آدمی اسی جرأت اور ہمت سے آزمائش اور تکلیف کا مقابلہ کرتا ہے۔ اسی طرح نعمت اور فائدہ کے حصول میں جرأت سے کام لیتا ہے۔ لہٰذا ایک آدمی بھی ایسا سامنے نہیں آیا

جس نے آپ کی ذات گرامی پر امن وجنگ کے زمانہ میں ایسا الزام لگایا ہو کہ حق صریح کے خلاف ایک کلمہ بھی کہا ہو، چاہے دوستوں کا معاملہ ہو یا دشمنوں کا۔ اس کے علاوہ شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوستی یا شوق کسی بھی صورت میں سچائی سے گریز کرنے کو ترجیح نہیں دی، یہاں تک کہ بعض ایسے لوگوں نے جو ان سے قریب تر تھے، ان کے بارے میں کہا کہ وہ ایسے انسان تھے جن کی جنگی حالت میں شجاعت اور بہادری کو تو بخوبی پہچانا جا سکتا ہے مگر دھوکہ دھڑی ان کا شیوہ نہیں تھا۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ ایمان کی علامت یہ ہے کہ تم سچائی کو ترجیح دو جبکہ وہ تمہارے لیے مضرت رساں ہو رہا ہو، ایسے جھوٹ کے مقابلے میں جو نفع بخش ہو اور یہ کہ کبھی بھی تمہاری گفتگو تمہارے علم سے زائد نہ ہو اور اپنے غیر کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے اللہ سے ڈرو۔

آپ نے ہمیشہ اپنے تقویٰ اور ایمان کے معاملے میں سچائی سے کام لیا، جس طرح آپ نے قسم یا زبانی گفتگو میں صدق وصفا کا خیال رکھا، لہٰذا خلفاء کرام میں آپ سے زیادہ زاہد اور دنیا سے بے رغبتی رکھنے والا، دنیاوی لذتوں سے گریز کرنے والا کوئی نہیں دیکھا گیا۔ آپ کا حال یہ تھا کہ امیر المومنین ہوتے ہوئے جو کا آٹا کھاتے تھے جس کو ان کی اہلیہ اپنے ہاتھ سے پیستی تھیں۔ آپ کا حال یہ تھا کہ چمڑے کے جس تھیلے یا برتن میں جو کا آٹا رکھا جاتا تھا اس پر مہر لگا دیتے تھے اور فرماتے: ''میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے پیٹ میں ایسی چیز داخل ہو جس کا مجھے علم نہیں ہے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: ازهد الناس فی الدنیا علی بن ابی طالب دنیا کے لوگوں میں سب سے بڑے زاہد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت سفیان کا ارشاد ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہ کبھی اینٹ پر اینٹ رکھی اور نہ بانس پر بانس رکھا اور اس سے بھی انکار کیا کہ کوفہ میں کوئی محل تعمیر کریں اس بانس کی جھونپڑی کو ترجیح دیتے ہوئے جس میں فقراء رہتے ہیں۔ بسا اوقات آپ نے اپنی تلوار فروخت کر کے کھانے پینے کا سامنے خریدا۔

نضر بن منصور نے عقبہ بن علقمہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے سامنے روٹی کے خشک ٹکڑے اور کھٹا دودھ رکھا ہے، جس کی کھٹاس سے مجھے تکلیف ہوئی۔ میں نے کہا اے امیر المومنین کیا آپ اسی طرح کا کھانا تناول فرماتے ہیں۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: اے ابا الجنوب، رسول اکرم ﷺ اس سے زیادہ خشک کھانا تناول فرماتے اور اس سے زیادہ موٹا پہنتے تھے اور اپنے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا کہ اگر میں وہی نہ لوں جو آپ نے لیا، تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رسول اکرم ﷺ سے میری ملاقات نہ ہو سکے۔ لیکن اس شدید زہد اور دنیا سے بے رغبتی کے ہوتے ہوئے بھی آپ کے مزاج میں سختی، درشتی، تنگ نفسی اور خاندان سے بے وفائی نہیں تھی، بلکہ انتہائی چشم پوشی اور کشادہ قلبی پائی جاتی تھی۔

☆......☆......☆

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم

کے تاریخی کارنامے

مؤلفین

مفتی زین العابدین

مولانا شاہ معین الدین ندوی

فضل وکمال

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بچپن ہی سے درس گاہ نبوت میں تعلیم وتربیت حاصل کرنے کا موقع ملا جس کا سلسلہ ہمیشہ قائم رہا۔ مسند میں خودان سے روایت ہے کہ میں روزانہ صبح کو معمولاً نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اور تقرب کا درجہ میرے سوا کسی اور کو حاصل نہ تھا۔

ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ رات دن میں دوبار اس قسم کا موقع ملتا تھا۔ اکثر سفر میں بھی آپ ﷺ کی رفاقت کا شرف حاصل ہوتا تھا اور اس سلسلہ میں سفر سے متعلق شرعی احکام سے واقف ہونے کا موقع ملتا تھا۔ ایک مرتبہ شریح بن ہانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ''مسح علی الخفین'' کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام بتایا اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخلفاء میں بارگاہ رسالت میں جناب امیر کے اس تقرب وتربیت کو ان کے فضائل کی اصلی بنیاد قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل کی ایک روایت نقل کر کے، جس کا مفہوم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جس قدر فضائل مذکور ہیں کسی صحابی کے نہیں ہیں، اس کی تشریح یہ کی ہے:

''عبد ضعیف گوید سبب ایں معنی اجتماع دو جہت است، در مرتضی رضی اللہ عنہ یکے رسوخ اور سوابق اسلامیہ، دوم قرب قرابت او با آنحضرت ﷺ واں جناب علیہ الصلوٰۃ والسلام او صل نام بارحام و اعراف نام بحقوق قرابت بودند باز چوں عنایت الٰہی مساعدت نمود۔ حضرت مرتضی را در کنار تربیت آنحضرت ﷺ انداخت مرتبہ قرابت در بالا شدہ کرامت دیگر در کار او کردند رضی اللہ عنہ باز چوں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا عقد او واندمزید فضیلت بادیار شد۔''

آپ کے تقرب واختصاص کی بنا پر خود رسول اللہ ﷺ آپ کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔ بعض موقعوں پر قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر بھی فرماتے تھے۔ چند مخصوص حدیثیں بھی قلمبند کر لی تھیں۔

غرض حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابتدا ہی سے علم وفضل کے گہوارہ میں تربیت پائی تھی اس لیے صحابہ کرام میں آپ غیر معمولی تجربہ اور فضل وکمال کے مالک اور ''وانا مدینہ العلم وعلی بابھا'' (میں علم کا گھر ہوں اور اس کا دروازہ ہیں) کے طغرائے خاص سے ممتاز ہوئے۔

نوشت وخواند کی تعلیم آپ نے بچپن ہی میں حاصل کی تھی، چنانچہ ظہور اسلام کے وقت جب کہ آپ کی عمر بہت کم تھی آپ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اسی لیے ابتداء ہی سے بعض دوسرے صحابہ کی طرح آپ بھی آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے تحریری کام انجام دیتے تھے، چنانچہ کاتبان وحی میں آپ کا بھی نام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو مکاتیب وفرامین لکھے جاتے تھے ان میں بعض آپ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ حدیبیہ کا صلح نامہ آپ ہی نے لکھا تھا۔

تفسیر اور علوم القرآن:

اسلام کے علوم ومصارف کا اصل سرچشمہ قرآن پاک ہے، حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ اس سرچشمہ سے پوری طرح سیراب اوران صحابہ میں تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں نہ صرف پورا قرآن زبانی یاد کرلیا تھا بلکہ اس کی ایک ایک آیت کے معنی اور شان نزول سے واقف تھے۔

ابن سعد میں ہے کہ ایک موقع پر خود آپ نے اس کا اظہار فرمایا کہ میں ہر آیت کے متعلق بتا سکتا ہوں کہ یہ کہاں اور کیوں اور کس کے حق میں نازل ہوئی۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شمار مفسرین کے اعلیٰ طبقہ میں ہے اور صحابہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سوا اس کمال میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے۔

چنانچہ ان تمام تفسیروں میں فن کا مدار روایتوں پر ہے۔ مثلاً جریر طبری، ابن ابی حاتم، ابن کثیر وغیرہ میں بکثرت آپ کی روایت سے آیات کی تفسیریں منقول ہیں۔ ابن سعد میں ہے کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ مہینے تک جو گوشہ نشینی اختیار کی اس میں آپ نے قرآن مجید کے تمام سورتوں کو نزول کی ترتیب سے مرتب کیا تھا۔ ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں سورتوں کی اس ترتیب کو نقل کیا ہے۔

قرآن پاک سے اجتہاد اور مسائل کے استنباط میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا چنانچہ تحکیم کے مسئلہ میں خوارج نے اعتراض کیا کہ فیصلہ کا حق خدا کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں ان الحکم الا اللہ۔ تو آپ نے قرآن کے تمام حفاظ اور اس کے عالموں کو جمع کر کے فرمایا کہ میاں بیوی میں جب اختلاف رائے ہو تو اللہ تعالیٰ نے حکم بنانے کی اجازت دی ہے ان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکماً من اهله و حکماً من اهلها۔ اور امت محمدیہ میں جب اختلاف رائے ہو جائے تو حکم بنانا ناجائز ہو؟ کیا تمام امت محمدیہ کی حیثیت ایک مرد اور ایک عورت سے بھی خدا کی نگاہ میں کم ہے۔

علم ناسخ اور منسوخ میں آپ کو کمال حاصل تھا اور اس کو آپ بڑی اہمیت دیتے تھے اور جن لوگوں کو اس میں درک نہ ہوتا، ان کو درس ووعظ سے روک دیتے تھے۔ چنانچہ فرماتے تھے کہ تم کو ناسخ ومنسوخ کا بھی علم ہے، اگر وہ نفی میں جواب دیتا تو اس کو زجر وتوبیخ فرماتے تھے اور اس کو وعظ کی اجازت نہ دیتے۔

آیات کی تفسیر وتاویل کے متعلق آپ سے اس کثرت سے روایتیں ہیں کہ اگر ان کا استقصا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے اسی لیے یہاں ان کو نقل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

علم حدیث:

جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بچپن سے لے کر وفات نبوی ﷺ تک کامل تیس سال آنحضرت ﷺ کی خدمت ورفاقت میں بسر کیے۔ اس لیے حضرت ابوبکر کو چھوڑ کر اسلام کے احکام وفرائض اور ارشادات نبی ﷺ کے سب سے بڑے عالم آپ ہی تھے، پھر تمام اکابر صحابہ میں وفات نبوی ﷺ کے بعد سے زیادہ آپ نے عمر پائی۔

آنحضرت ﷺ کے بعد تقریباً تیس برس تک ارشادات وافادات کی مسند پر جلوہ گر رہے۔ خلفائے ثلاثہ کے عہد میں بھی یہ خدمت آپ ہی کے سپرد رہی۔ اس کے بعد خود آپ کے زمانہ خلافت میں بھی فیض بدستور جاری رہا۔ اس لیے تمام خلفاء میں احادیث کی روایت کا زمانہ آپ کو سب سے زیادہ ملا۔ اسی لیے خلفائے سابقین کے مقابلہ میں آپ کی روایتوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔

لیکن احادیث کی روایت میں آپ بھی اپنے پیش رو خلفاء اور اکابر صحابہ کی طرح محتاط اور متشدد تھے۔ اس لیے دوسرے کثیر الروایہ صحابہ کے مقابلہ میں آپ کی روایتیں بہت کم ہیں۔ چنانچہ آپ سے کل ۵۸۲ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے بیس حدیثوں پر بخاری ومسلم دونوں کا اتفاق ہے اور ۹ حدیثیں صرف بخاری میں ہیں، مسلم میں نہیں ہیں اور دس حدیثیں مسلم میں ہیں بخاری میں نہیں ہیں۔ غرض صحیحین میں آپ کی کل ۳۹ حدیثیں ہیں۔

آپ نے آنحضرت ﷺ کے علاوہ اپنے رفقاء اور ہمعصروں میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہم اپنی حرم محترم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایتیں کی ہیں۔

آپ کی عترت مطہرہ اور اولاد امجاد میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، محمد بن حنفیہ، عمر، فاطمہ (صاحبزادے اور صاحبزادیاں) محمد بن عمر بن علی، علی بن حسین بن علی (پوتے) عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب (بھتیجے) جعد بن ہبیرہ مخزومی (بھانجے) عام اصحاب میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، براء بن عازب رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، بشیر بن شخیم غفاری رضی اللہ عنہ، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سفینہ مولی رسول اللہ ﷺ، صہیب رومی رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابن زبیر عمرو بن حیشہ رضی اللہ عنہ، نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ ہلال، جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ، ابوامامہ رضی اللہ عنہ، ابولیلیٰ انصاری رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، مسعود بن حکم زرقی رضی اللہ عنہ، ابوالطفیل رضی اللہ عنہ، عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ، عبیداللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ، (کاتب) اور ام موسیٰ رضی اللہ عنہ (جاریہ)۔

تابعین میں زر بن حبیش، زید بن وہب، ابوالاسود دوئلی، حارث بن سوید التیمی حارث ابن عبداللہ الاعور، حرملہ مولیٰ بن زید رضی اللہ عنہ، ابوساسان حضین بن منذر الرقاشی، حجیہ بن عبداللہ الکندری، ربعی بن حراش، شریح

بن ہانی، شریح بن النعمان الصائدی، ابووائل شقیق بن سلمہ، شیث بن ربعی، سوید بن غفلہ، عاصم بن ضمرہ، عامر بن شاحیل الشعبی، عبداللہ بن سلمہ مرادی، عبداللہ بن شداد بن الہاد، عبداللہ بن شقیق، عبداللہ بن معقل بن مقرن، عبد خیر بن یزید المرانی، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، عبیدہ سلیمانی، علقمہ بن قیس النخعی، عمیر بن سعید النخعی، قیس بن عباد البصری، مالک بن اوس بن حدثان، مروان بن حکم اموی، مطرف بن عبداللہ ابن شخیر، نافع بن جبیر بن مطعم، ہانی بن ہانی، یزید بن شریک التیمی، ابوبردہ بن ابی الموسی الاشعری، ابوحیہ وادعی، ابوالخلیل الحضرمی، ابوصالح الحضرمی، ابوالصالح الحنفی، ابوعبدالرحمن السلمی، ابوعبیدہ مولی ابن ازہرا، ابوالہیاج الاسدی وغیرہ نے آپ سے فیض پایا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے حضرت علی مرتضٰی کی تمام حدیثوں پر ایک اجمالی نظر ڈالی ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حلیۂ اقدس، آپ کی نماز ومناجات ودعا ونوافل کے متعلق سب سے زیادہ روایتیں حضرت علی ہی سے ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر وقت رفاقت نبوی ﷺ میں رہتے تھے اور ان کو عبادتوں سے خاص شغف تھا۔

احادیث کو قلمبند کرنے کا شرف جن چند صحابہ کو حاصل ہے ان میں حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں۔ فہم قرآن کے سلسلہ میں جو روایت اوپر گزری ہیں اس میں چند حدیثوں کا ذکر ہے۔ یہ وہی ہیں جن کو آنحضرت ﷺ سے سن کر آپ نے ایک لمبے کاغذ پر لکھ لیا تھا۔ یہ تحریر لپٹی ہوئی آپ کی تلوار کی نیام میں لٹکی رہتی تھی۔ اس کا نام آپ نے صحیفہ رکھا تھا۔ اس صحیفہ کا ذکر حدیث کی کتابوں میں آتا ہے۔ یہ حدیثیں چند فقہی احکام سے متعلق تھیں۔

فقہ واجتہاد:

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو فقہ واجتہاد میں بھی کامل دستگاہ حاصل تھی، بلکہ علم واطلاع کی وسعت سے دیکھا جائے تو آپ کی مستحضرانہ قوت سب سے اعلیٰ ماننی پڑے گی۔ بڑے بڑے صحابہ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی کبھی کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضل وکمال کا ممنون ہونا پڑتا تھا۔

فقہ واجتہاد کے لیے کتاب وسنت کے علم کے ساتھ سرعت فہم دقیقہ سنجی، انتقال ذہنی کی بڑی ضرورت ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کمالات خداداد حاصل تھے۔ مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کی تہہ تک آپ کی نکتہ رس نگاہ آسانی سے پہنچ جاتی تھی۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں آپ کی طباعی اور انتقال ذہنی کے بہت سے واقعات نقل کیے ہیں لیکن ہم طوالت کے خوف سے ان کو نظر انداز کرتے ہیں۔ مثلاً ایک واقعہ یہ ہے:

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مجنون زانیہ عورت پیش کی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ممکن نہیں کہ مجنون حدود شرعی سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ارادہ سے باز آ گئے۔

ایک دفعہ حج کے موسم میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے شکار کا گوشت پکا کر پیش کیا۔ لوگوں نے احرام کی حالت میں اس کے کھانے کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کے جواز کے قائل تھے۔ انہوں نے کہا حالت احرام میں خود شکار کر کے کھانا منع ہے۔ لیکن جس کسی دوسرے غیر محرم نے شکار کیا ہے تو اس کے کھانے میں کیا حرج ہے؟

دوسروں نے اس سے اختلاف کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اس مسئلہ کا قطعی فیصلہ کس سے معلوم ہوگا؟

لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ چنانچہ انہوں نے ان سے جا کر دریافت کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جن لوگوں کو یہ واقعہ یاد ہو شہادت دیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جب آپ ﷺ احرام کی حالت میں تھے، ایک گورخر شکار کر کے پیش کیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہم لوگ تو احرام کی حالت میں ہیں ان کو کھلا دو جو احرام میں نہیں ہیں۔

حاضرین میں سے بارہ (۱۲) آدمیوں نے شہادت دی، اسی طرح آپ نے ایک دوسرے واقعہ کا ذکر کیا جس میں کسی نے آنحضرت ﷺ کے سامنے حالت احرام میں شترمرغ کے انڈے پیش کیے تھے تو آپ ﷺ نے ان کے کھانے سے بھی احتراز فرمایا تھا۔ اس کی کچھ لوگوں نے گواہی دی۔ یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء نے اُس کے کھانے سے پرہیز کیا۔

ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک بار پاؤں دھونے کے بعد، کتنے دن تک موزوں پر مسح کر سکتے ہیں؟

فرمایا علی رضی اللہ عنہ سے جا کر دریافت کرو، ان کو معلوم ہوگا کیونکہ وہ سفر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔

چنانچہ وہ سائل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ انہوں نے بتایا کہ مسافر تین دن تین رات تک اور مقیم ایک دن ایک رات تک۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم اور ان کی اجتہادی قوت اور دقت نظر کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان کے حریف بھی دقیق اور مشکل مسائل میں ان کی طرف رجوع کرنے کے لیے مجبور ہوتے تھے۔

چنانچہ ایک دفعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لکھ کر دریافت کیا کہ خنثیٰ مشکل کی وراثت کی کیا صورت

ہے؟ یعنی وہ مرد قرار دیا جائے یا عورت؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ ہمارے دشمن بھی علم دین میں ہمارے محتاج ہیں، پھر جواب دیا کہ پیشاب گاہ سے اندازہ کرنا چاہیے کہ وہ مرد ہے یا عورت؟

فقہی مسائل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وسعت نظر کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ جو بات نہیں جانتے تھے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے تھے بعض ایسے مسائل جو شرم و حیا اور اپنے رشتے کی نزاکت کے باعث خود براہ راست نہیں پوچھ سکتے تھے اس کو کسی دوسرے کے ذریعہ سے پوچھوا لیتے تھے۔ چنانچہ مذی کا ناقض وضو ہونا آپ نے اسی طرح بالواسطہ دریافت کرایا تھا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے علم و کمال کی بناء پر متعدد مسائل میں عام صحابہ سے مختلف رائے رکھتے تھے۔ خصوصاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بعض مسائل میں زیادہ اختلاف تھا مثلاً علی رضی اللہ عنہ حج تمتع کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہ صرف لڑائی اور بے امنی کی وجہ سے جائز تھا، اب وہ حالت نہیں ہے اس لیے اب جائز نہیں۔ نکاح اور حالت عدت میں عورت کی وراثت وغیرہ کے مسائل میں بھی اختلاف تھا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ گو تمام عمر مدینہ منورہ میں رہے لیکن آپ کی خلافت کا زمانہ تمام تر کوفہ میں گزرا اور احکام و مقدمات کے فیصلے کا زیادہ موقع نہیں پیش آیا۔ اس لیے آپ کے مسائل و اجتہادات کی زیادہ تر اشاعت عراق میں ہوئی، اسی بناء پر حنفی فقہ کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہی فیصلوں پر ہے۔

قضا اور فیصلے:

حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان ہی خصوصیات کی بناء پر مقدمات کے فیصلوں اور قضا کے لیے نہایت موزوں تھے اور اس کو صحابہ عام طور سے تسلیم کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "اقضانا علی و اقرانا ابی" یعنی ہم میں مقدمات کے فیصلے کے لیے سب سے موزوں علی ہیں اور سب سے بڑے قاری ابی ہیں۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم (صحابہ) کہا کرتے تھے کہ مدینہ والوں میں سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والے علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جوہر شناس نگاہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس استعداد و قابلیت کا پہلے ہی اندازہ کر لیا تھا اور آپ کی زبان فیض ترجمان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو "اقضاھم علی" کی سند مل چکی تھی اور ضرورت کے اوقات میں قضا کی خدمت آپ کے سپرد فرماتے تھے۔ چنانچہ جب اہل یمن نے اسلام قبول کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کے عہدۂ قضا کے لیے آپ کو منتخب کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہاں نئے نئے مقدمات پیش ہوں گے اور مجھے

قضا کا تجربہ اور علم نہیں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو راہ راست اور تمہارے دل کو ثبات واستقلال بخشے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مقدمات کے فیصلے میں تذبذب نہ ہوا۔

آنحضرت ﷺ نے آپ کو قضاء اور فصل مقدمات کے بعض اصول بھی تعلیم فرمائے۔ چنانچہ ایک مرتبہ فرمایا ''علی! جب تم دو آدمیوں کا جھگڑا چکانے لگو تو صرف ایک آدمی کا بیان سن کر فیصلہ نہ کرو، اس وقت تک اپنے فیصلے کو روکو جب تک دوسرے کا بیان بھی نہ سن لو۔

مقدمات میں علم یقین کے لیے اہل مقدمہ اور گواہوں سے جرح اور ان سے سوالات کرنا بھی آپ کے اصول قضا میں داخل تھا۔ ایک مرتبہ ایک عورت نے آپ کی عدالت میں اپنی نسبت جرم زنا کا اعتراف کیا۔

آپ نے اس سے پے در پے متعدد سوالات کیے۔ جب وہ آخر تک اپنے بیان پر قائم رہی تو اس وقت سزا کا حکم دیا۔

اسی طرح لوگوں نے ایک شخص کو چوری کے الزام میں پکڑ کر پیش کیا اور دو گواہ بھی پیش کر دیے۔ آپ نے گواہوں کو دھمکی دی اگر تمہاری گواہی جھوٹی نکلی تو میں یہ سزا دونگا اور یہ کروں گا اور وہ کروں گا، اس کے بعد کسی دوسرے کام میں مصروف ہو گئے۔ اس سے فراغت کے بعد دیکھا کہ دونوں گواہ موقع پا کر چل دیے۔ آپ نے ملزم کو بے قصور پا کر چھوڑ دیا۔

یمن میں آپ نے دو عجیب وغریب مقدمات کا فیصلہ کیا۔ یمن نیا نیا مسلمان ہوا تھا پرانی باتیں بھی تازہ تھیں، ایک عورت کا مقدمہ پیش ہوا، جس سے ایک ماہ کے اندر تین مرد خلوت کر چکے تھے۔ نو ماہ بعد اس کے لڑکا ہوا۔ اب یہ نزاع ہوئی کہ وہ لڑکا کس کا قرار دیا جائے۔ ہر ایک نے اس کا باپ ہونے کا دعویٰ کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس لڑکے کی دیت کے تین حصے کیے۔ پھر قرعہ ڈالا، جس کے نام قرعہ نکلا، اس کے حوالہ کیا اور بقیہ دونوں کو دیت کے تین حصوں میں سے دو حصے اس سے لے کر دلوا دیے۔ گویا غلام کے مسئلہ پر اس کو قیاس کیا۔ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت علی کا یہ فیصلہ سنا تو آپ ﷺ نے تبسم فرمایا۔

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ چند لوگوں نے شیر پھنسانے کے لیے ایک کنواں کھودا تھا شیر اس میں گر گیا۔ چند حضرات ہنسی مذاق میں ایک دوسرے کو دھکیل رہے تھے کہ اتفاق سے ایک کا پیر پھسلا اور وہ اس کنویں میں گرا۔ اس نے اپنی جان بچانے کے لیے بدحواسی میں دوسرے کی کمر پکڑ لی وہ بھی سنبھل نہ سکا اور گرتے گرتے اس نے تیسرے کی کمر تھام لی۔ تیسرے نے چوتھے کو پکڑ لیا۔ غرض چاروں اس میں گر پڑے اور شیر نے چاروں کو مار ڈالا۔

ان مقتولین کے ورثاء باہم آمادہ جنگ ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اس ہنگامہ وفساد سے روکا اور فرمایا کہ ایک رسول کی موجودگی میں یہ فتنہ وفساد مناسب نہیں۔ میں فیصلہ کرتا ہوں، اگر وہ پسند نہ ہو تو دربار

رسالت میں جا کر تم اپنا مقدمہ پیش کر سکتے ہو۔ لوگوں نے رضامندی ظاہر کی۔

آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ جن لوگوں نے یہ کنواں کھودا، ان کے قبیلوں سے ان مقتولین کے خوں بہا کی رقم اس طرح وصول کی جائے کہ ایک پوری، ایک، ایک تہائی ایک، ایک چوتھائی اور ایک آدھی پہلے مقتول کے ورثاء کو ایک چوتھائی خوں بہا، دوسرے کو ثلث، تیسرے کو نصف اور چوتھے کو پورا خوں بہا دلایا۔

لوگ اس بظاہر عجیب وغریب فیصلہ سے راضی نہ ہوئے اور حجۃ الوداع کے موقع پر حاضر ہو کر اس فیصلہ کا مرافعہ (اپیل) عدالت نبوی ﷺ میں پیش کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس فیصلہ کو برقرار رکھا۔

روایت میں مذکور نہیں کہ یہ فیصلہ کس اصول پر کیا گیا، صرف پہلے شخص کے متعلق اتنا ہے کہ اس کو چوتھائی اس لیے ملا کہ فوراً اوپر سے گرا تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس فیصلہ میں اس اصول کو پیش نظر رکھا ہے کہ یہ حادثے بالقصد اور اتفاقی قتل کے درمیان ہیں۔

غرض قصد اور عدم قصد کے بیچ کی شکل ہے، اس لیے عدم قصد واتفاق اور قصد وارادہ ان دونوں میں اس کا حصہ جس مقتول میں زیادہ ہے اتنا ہی اس کو کم وبیش دلایا گیا۔ اس کے بعد وراثت کا اصول پیش نظر رہا۔ چونکہ یہ معاملہ چار آدمیوں کا تھا اس لیے کم سے کم رقم ایک چوتھائی مقرر کی۔ اس کے نکل جانے کے بعد تین آدمی رہ گئے تو اس کو تہائیوں پر تقسیم کر کے تیسرا حصہ یعنی ایک تہائی اس کو دلایا، جاتی دو بچے تو دو حصے کر کے نصف تیسرے کا مقرر کیا۔

اب غور کیجیے کہ اصل جرم ان لوگوں کا تھا جنہوں نے آبادی کے قریب کنواں کھود کر شیر پھنسانے کی غلطی کی تھی، اس لیے کہ متعین قاتل نہ ہونے کے سبب سے قسامت کے اصول سے خوں بہا کو ان کے کھودنے والوں اور ان کے ہم قبیلوں پر عائد کیا۔

پہلا شخص گو اتفاقاً گرا۔ مگر ایک دوسرے کے دھکیلنے کے نتیجہ کو بھی اس میں دخل تھا اس لیے پہلے شخص کے گرنے میں اتفاق کا زیادہ قصد کا بہت کم دخل تھا اس لیے وہ خون بہا کا کم سے کم مستحق ٹھہرا، یعنی ایک چوتھائی۔

پہلے نے دوسرے کو گویا بالقصد کھینچا، مگر غایب بدحواسی میں اس کو اپنے فعل کے نتیجہ کے سوچنے کا موقع نہیں ملا، اس لیے پہلے کے مقابلہ میں اس میں اتفاق کا عنصر کم اور قصد کا کچھ زیادہ ہے۔ اس لیے وہ تہائی کا مستحق ہوا۔

دوسرے کو پہلے نتائج کو دیکھ کر اپنے فعل کے نتیجہ کے سوچنے سمجھنے کا موقع زیادہ ملا اس لیے اس میں اتفاق کے مقابلہ میں قصد کا عنصر زیادہ تھا اس لیے اس کو نصف دلایا گیا۔

تیسرے نے چوتھے کو کھینچا حالانکہ وہ سب سے دور تھا اور گذشتہ نتائج کو تیسرے نے خوب غور سے دیکھ لیا تھا، اس لیے وہ تمام تر قصد وارادہ سے گرایا گیا۔ تیز یہ کہ اس نے اپنے رفقاء کی طرح کسی اور کے گرانے کا جرم

بھی نہیں کیا اس لیے وہ پوری دیت کا مستحق تھا۔ (واللہ اعلم)

ایک اور مقدمہ کا اس سے بھی دلچسپ فیصلہ آپ نے فرمایا۔ دو شخص (غالباً مسافر) تھے۔ ایک کے پاس تین روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس پانچ روٹیاں تھیں، دونوں مل کر ایک ساتھ کھانے کو بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک تیسرا مسافر بھی آ گیا، وہ بھی کھانے میں شریک ہوا، کھانے سے جب فراغت ہوئی تو اس نے آٹھ درہم اپنے حصہ کی روٹیوں کی قیمت دے دی اور آگے بڑھ گیا۔

جس شخص کی پانچ روٹیاں تھیں اس نے سیدھا حساب یہ کیا کہ اپنی پانچ روٹیوں کی قیمت پانچ درہم لی اور دوسرے کو ان کی تین روٹیوں کی قیمت تین درہم دینے چاہے، مگر وہ اس بات پر راضی نہ ہوا اور نصف کا مطالبہ کیا۔ یہ معاملہ عدالت مرتضوی میں پیش ہوا، آپ نے دوسرے کو نصیحت فرمائی کہ تمہارا رفیق جو فیصلہ کر رہا ہے اس کو قبول کرلو اس میں زیادہ تمہارا نفع ہے۔ لیکن اس نے کہا کہ حق کے ساتھ جو فیصلہ ہو مجھے منظور ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حق تو یہ ہے کہ تم کو صرف ایک درہم اور تمہارے رفیق کو سات درہم ملنے چاہیے۔ اس عجیب فیصلہ سے وہ متحیر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم تین آدمی تھے، تمہاری تین روٹیاں تھیں اور تمہارے رفیق کی پانچ، تم دونوں نے برابر کھائیں اور ایک تیسرے کو بھی برابر کا حصہ دیا۔ تمہاری تین روٹیوں کے حصے تین جگہ کیے جائیں تو ۹ ٹکڑے ہوتے ہیں۔ تم اپنے ٹکڑے اور اس کے پندرہ ٹکڑوں کو جمع کرو تو ۲۴ ٹکڑے ہوتے ہیں۔ تینوں میں ہر ایک نے برابر ٹکڑے کھائے تو فی کس آٹھ ٹکڑے ہوتے ہیں۔ تم نے اپنے ۹ میں سے آٹھ خود کھائے اور ایک تیسرے مسافر کو دیا اور تمہارے رفیق نے اپنے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور سات تیسرے کو دیے۔ اس لیے آٹھ درہم میں سے ایک کے تم اور سات کا تمہارا رفیق مستحق ہے۔

کبھی کبھی کوئی لغو مقدمہ پیش ہوتا تو آپ زندہ دلی کا ثبوت بھی دیتے تھے، ایک شخص نے ایک شخص کو یہ کہہ کر پیش کیا کہ اس نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس نے میری ماں کی آبرو ریزی کی ہے۔

فرمایا ملزم کو دھوپ میں لے جا کر کھڑا کرو، اس کے سایہ کو سو کوڑے مارو۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فیصلے قانون کے بظاہر کی حیثیت رکھتے تھے، اس لیے اہل علم نے ان کو تحریری صورت میں مدون کر لیا تھا مگر اس عہد میں اختلاف آرا اور فرقہ آرائی کا زمانہ شروع ہو چکا تھا اس لیے ان میں تحریف بھی ہونے لگی۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے جب ان کے فیصلوں کا تحریری مجموعہ پیش ہوا تو اس میں کے ایک حصہ کو انہوں نے جعلی بتلایا اور فرمایا کہ عقل و ہوش کی سلامتی کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ کبھی ایسا فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔

علم اسرار و حکم:

دنیا میں اہل حکمت اور متکلمین کے دو گروہ ہیں ایک جو اپنی عقل وفہم اور علم کی بناء پر ہر شرعی حکم کی جزئی مصلحتوں پر نگاہ رکھتا ہے اور اس کے اسرار و حکم کی تلاش میں رہتا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو ایک ایک حکم کے جزئی مصالح سے دلچسپی نہیں رکھتا بلکہ وہ کلی طور پر پوری شریعت پر ایک مبصرانہ نگاہ ڈال کر ایک کلی اصول طے کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان احکام میں جزئی مصلحتیں رکھی ہیں ان کی تلاش اور جستجو کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

صحابہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مذاق علم پہلی قسم کا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذوق فکر دوسری قسم کا معلوم ہوتا ہے، ان کی نظر احکام کی نظر کیفیت پر اتنی نہیں پڑتی جتنی ان کی علمی کیفیت پر، اس لیے کسی حکم کا انسان کی ظاہری عقل کے خلاف ہونا ان کے نزدیک چنداں اہم نہیں کہ انسانی عقل خود ناقص ہے، وہ کسی شرعی حکم کے لیے صحت اور صواب کا معیار نہیں بن سکتی۔

صحیح بخاری کی تعلیقات میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ (کتاب العلم)

لوگوں سے وہی کہو جو سمجھ سکتے ہو، کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ خدا یا خدا کا رسول جھٹلایا جائے۔"

مقصود یہ ہے کہ اگر ان سے ایسی باتیں کی جائیں جو ان کے فہم سے بالاتر ہوں تو لامحالہ اپنی کوتاہی عقل سے وہ ان باتوں کو غلط سمجھیں گے اور اس طرح سے وہ نادانستگی میں خدا اور رسول کی تکذیب کے جرم کے مرتکب ہوں گے، اس لیے لوگوں سے ان کی عقل کے موافق گفتگو کرنی چاہیے کہ ہر مصالح الٰہی ہر شخص کی سمجھ میں یکساں نہیں آسکتے ہیں۔

احکام اور روایات کے الفاظ اگر متعدد معنوں کو متحمل ہوں تو آپ کا یہ فیصلہ ہے کہ ان میں سے وہی معنی صحیح ہوں گے جو رسالت اور نبوت کی شان کے شایان ہوں۔

مسند ابن حنبل کے مطابق اس روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں، آپ نے فرمایا:

"اذا حدثتم عن رسول اللہ ﷺ بحدیث فظنوا بہ الذی ھو اھدیٰ والذی ھو اتقیٰ والذی ھو احنا۔ (ص ۱۳۰)

جب تم سے رسول ﷺ کی کوئی حدیث بیان کی جائے تو اس کے معنی وہ سمجھو جو زیادہ قرین ہدایت، زیادہ پرہیزگارانہ اور زیادہ بہتر ہوں۔"

موزوں پر مسح کرنا سنت ہے، لیکن یہ مسح نیچے تلووں پر نہیں بلکہ اوپر پاؤں پر کیا جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جیسا کہ سنن ابی داؤد میں ہے:

"لوکان الدین بالرای لکان باطن القدمین احق بالمسح من ظاھرھما وقد مسح النبی ﷺ علی ظھر خفیہ۔ (خفیہ کیف المسح)

اگر دینی مسائل کا انحصار محض رائے پر ہوتا تو تلوے اوپر کے پاؤں سے زیادہ مسح کے مستحق ہوتے لیکن آنحضرت ﷺ نے موزوں کی پشت پا پر مسح فرمایا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ ہے کہ چلنے کی وجہ سے اگر گردوغبار کے دور کرنے اور صفائی کی غرض سے یہ مسح ہوتا تو نیچے کے تلوؤں پر مسح ہوتا، لیکن آنحضرت ﷺ نے نیچے نہیں اوپر مسح فرمایا۔ اس لیے احکام الٰہی کے مصالح کے تعیین میں محض ظاہری عقل ورائے کو دخل نہیں ہے۔

یہی روایت مسند ابن حنبل (جلد اول، ص ۱۱۴) میں اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو مسح کرتے ہوئے نہ دیکھتا تو سمجھتا کہ نیچے مسح کرنا اوپر کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ یعنی ظاہر قیاس کا مقتضی یہی تھا، مگر حکم الٰہی محض ظاہری قیاس پر مبنی نہیں۔

تصوف:

اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسرار شریعت پر عبور نہ تھا بلکہ ان کا مسلک یہ تھا کہ عوام کے لیے یہ موزوں نہیں ہیں اور یہ بالکل سچ ہے کہ اس سے عوام کے طبائع میں احکام الٰہی کی اتباع اور پیروی کے بجائے عدم عمل کے لیے حیلہ سازی اور فلسفیانہ بہانہ جوئی پیدا ہوتی ہے۔ خود اس فرق کو سمجھتے ہیں اس لیے ان ہی کے لیے یہ علم موزوں ہے۔ چنانچہ تصوف جو مذہب کی جان، شریعت کی روح اور جو خاصان امت کا حصہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے حقائق ومعارف بہت خوبی سے بیان کیے ہیں۔

تصوف کے اکثر سلسلے مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر جا کر ختم ہوتے ہیں۔ حضرت جنید رحمہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "اصول اور آزمائش وامتحان میں ہمارے شیخ الشیوخ علی مرتضیٰ ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں لکھا ہے کہ خلافت سے پہلے حضرت ممدوح کو اس میں بے حد انہماک تھا، مگر خلافت کے بعد اس کی مصروفیت نے ان کو اس فن کی تفصیل بیان کرنے کی فرصت نہ دی۔

تقریر وخطابت:

تقریر وخطابت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خداداد ملکہ حاصل تھا اور مشکل سے مشکل مسائل پر بڑے بڑے مجمعوں میں فی البدیہہ تقریر فرماتے تھے۔ تقریریں نہایت خطیبانہ مدلل اور موثر ہوتی تھیں۔ ۳۹ھ میں جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدافعت کے بجائے جارحانہ طریق عمل اختیار کیا تو جمعہ کے روز اپنی جماعت کو ابھارنے کے لیے خطبہ دیا تھا، اس سے زور تقریر اور حسن خطاب کا اندازہ ہوگا:

"اما بعد فان الجهاد باب من ابواب الجنة من ترکه البسه الله الذلة وشملة بالصغار وسيم الخسف وسيل الضيم واني قد دعوتكم الى الجهاد وهؤلاء القوم ليلا ونهارا وسرا وجهارا وقلت لكم اغزوهم قبل ان يغزوكم فما غزي قوم في عقر دارهم الا ذلوا واجترء عليهم عدوهم هذا اخوبني عامر قد ورد الانبار وقتل ابن حسان البكري وازال مسالحكم مواضعها وقتل رجالا منكم صالحين وقد بلغني انهم كانوا يدخلون بيت المرأة المسلمة والاخرى المعاهدة فينزع حجلها من رجلها وقلائدها من عنقها يا عجبا من امر يميت القلوب ويجلب الهم ويسعر الاحزان من اجتماع القوم على باطلهم وتفرقكم عن حقكم فبعدا لكم وسحقا قد صرتم غرضا ترمون ولا ترمون يغار عليكم ولا تغيرون ويعصى الله فترضون اذا قلت لكم سيروا في الشتاء قلتم كيف نغزو في هذا الحر وان قلت لكم سيروا في الصيف قلتم حتى ينصرم عنا حرارة القيظ وكل هذا فرار من الموت فاذا كنتم من الحر والقر تفرون فانتم والله من السيف افر والذي نفسي بيده ما من ذالك تهربون ولكن من السيف تحيدون يا اشباه الرجال ولا الرجال ويا احلام الاطفال وعقول ربات الحجال اما والله لوددت ان الله اخرجني من بين اظهركم وقبضني الى رحمة من بينكم ووددت اني لم اركم ولم اعرفكم والله ملاتم صدري غيظا وجرعتموني الامرين انفاسا وافسدتم على رائي بالعصيان والخذلان۔

حمد ونعت کے بعد، جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، جس نے اس کو چھوڑا، خدا اس کو ذلت کا لباس پہناتا ہے، اور رسوائی کو شامل حال کرتا ہے اور ذلت کا مزہ چکھایا جاتا ہے اور دشمنوں کی دست درازی میں گرفتار ہوتا ہے، میں نے تم کو شب و روز اعلانیہ اور پوشیدہ، ان لوگوں سے لڑنے کی دعوت دی اور میں نے کہا کہ اس سے پہلے کہ وہ حملہ کریں میں حملہ کروں، کوئی قوم جس پر اس کے گھر میں آکر حملہ کیا جائے وہ ذلیل و رسوا ہوتی ہے اس کا دشمن اس پر جری ہوتا ہے، دیکھو کہ عامری نے انبار میں آخر ابن حسان بکری کو قتل کر دیا۔ تمہارے مورچوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا، تمہاری فوج کے چند نیکو کار بہادروں کو قتل کر ڈالا اور مجھے یہ خبر معلوم ہوئی ہے کہ وہ مسلمان اور ذمی عورتوں کے گھروں میں گھسے اور ان کے پاؤں سے ان کے پازیب، ان کے گلے سے ان کے ہار اتار لیں، ایک قوم کا باطل پر اجتماع اور تمہارا امر حق سے برگشتہ ہونا کس قدر تعجب انگیز ہے، جو دلوں کو مردہ کرتا ہے اور غم و رنج کو بڑھاتا ہے، تمہارے لیے دوری و ہلاکت ہو تم نشانہ بن گئے ہو اور تم پر تیر برسایا جاتا ہے لیکن تم خود تیر نہیں چلا سکتے تم پر غارت گری کی جاتی ہے لیکن تم غارت گری نہیں کرتے، خدا کی نافرمانی کی جاتی ہے اور تم اس کو پسند کرتے ہو، جب تم سے کہتا ہوں کہ موسم سرما میں فوج کشی کرو تو کہتے ہو کہ اس قدر سردی اور پالے میں کس طرح لڑ سکتے ہیں اور اگر

کہتا ہوں کہ موسم گرما میں چلو تو کہتے ہو کہ گرمی کی شدت کم ہو جائے تب چلیں گے حالانکہ یہ سب موت سے بھاگنے کا حیلہ ہے۔ پس تم گرمی سردی سے بھاگتے ہو تو خدا کی قسم! تلوار سے اور بھی بھاگو گے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اس سے نہیں بھاگتے بلکہ تلوار سے جان چراتے ہو، اے مرد نہیں، بلکہ مرد کی تصویرو! اور اے بچوں اور عورتوں کی سی عقل اور سمجھ رکھنے والو، خدا کی قسم میں پسند کرتا ہوں کہ خدا تمہاری جماعت سے مجھے نکال لے جائے اور (موت دے کر) اپنے رحمت نصیب کرے، میری تمنا تھی کہ تم سے جان پہچان نہ ہوتی، خدا کی قسم! تم نے میرا سینہ غیظ و غضب سے بھر دیا ہے، تم نے مجھے وہ تلخیوں کے گھونٹ پلائے ہیں اور عصیان و نافرمانی کر کے میری رائے کو بربار کر دیا ہے۔"

آپ کی طرف داروں کے دل اگرچہ پژمردہ ہو چکے تھے اور قوائے عمل نے جواب دے دیا تھا تاہم اس پر جوش اور ولولہ انگیز تقریر نے تھوڑی دیر کے لیے ہلچل پیدا کر دی اور ہر طرف سے پر جوش صداؤں نے لبیک کہا۔

شریف رضی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام خطبوں کو "نہج البلاغۃ" کے نام سے چار جلدوں میں جمع کر دیا ہے اور ان پر اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے صحیح لکھا ہے کہ ان خطبوں نے ہزاروں اور لاکھوں آدمیوں کو فصیح و بلیغ مقرر بنا دیا۔

شاعری:

جناب مرتضیٰ کی طرف بہت سے اشعار بھی منسوب ہیں جن میں سے دو چار احادیث صحیحہ میں بھی مذکور ہیں۔ مثلاً آپ کا وہ رجزیہ شعر جو معرکہ خیبر میں آپ نے پڑھا تھا:

انا الذی سمتنی امی حیدرة

کلیث غابات کریہ المنظرة

حاکم نے مستدرک میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے مرثیہ میں آپ کی زبان مبارک سے یہ شعر نقل کیے ہیں۔

علم نحو کی ایجاد:

علم نحو کی بنیاد خاص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک سے رکھی گئی ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص کو قرآن شریف غلط پڑھتے سنا۔ اس سے خیال پیدا ہوا کہ کوئی ایسا قاعدہ بنا دیا جائے جس سے اعراب میں غلطی واقع نہ ہو سکے۔ چنانچہ ابوالاسود دوئلی کو چند قواعد کلیہ بتا کر اس فن کی تدوین پر مامور کیا۔ اس طرح علم نحو کے ابتدائی اصول بھی آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔

اخلاق و عادات اور ذاتی حالات:

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ایام طفولیت ہی سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن عاطفت میں تربیت پائی تھی اس لیے وہ قدرتاً محاسن اخلاق اور حسن تربیت کے نمونہ تھے۔ آپ کی زبان کبھی کلمۂ شرک و کفر سے آلودہ نہ ہوئی اور نہ آپ کی پیشانی غیر خدا کے آگے جھکی۔ جاہلیت کے ہر قسم کے گناہ سے مبرا اور پاک رہے۔ شراب کے ذائقہ سے جو عرب کی گھٹی میں تھی، اسلام سے پہلے بھی آپ کی زبان آشنا نہ ہوئی اور اسلام کے بعد تو اس کا کوئی خیال ہی نہیں کیا جا سکتا۔ (رمذی اور ابوداؤد کی ایک روایت ہے کہ شراب کی حرمت سے پہلے دوستوں کے ایک جلسہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شراب پی اور اسی حالت میں نماز پڑھائی تو سورہ قل یاایھا الکفرون کچھ سے کچھ پڑھ دی، اس پر شراب کی حرمت کی آیت نازل ہوئی، گو شراب کی حرمت کی نازل ہونے سے پہلے شراب پینا مذہباً گناہ نہیں تھا تاہم ظاہر ہے کہ کمال تقویٰ کے خلاف ضرور تھا اور دوسری روایتوں سے یہ بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کا دامن مبارک کبھی اس سے آلودہ ہوا؟ اسی لیے روایت کے قبول کرنے میں ہمیں تردد ہے۔ اصل یہ ہے کہ اس کا اخیر راوی گویا علوی تھا مگر آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مخالف۔ (عثمانی) ہو گیا تھا۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں اس کی شہادت معتبر نہیں ہو سکتی۔ اب حاکم کی مستدرک چھپ چکی ہے، اس کی روایت سے اصلی واقعہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ ایک اور شخص کا بیان کیا تھا، عثمانی راوی نے خود حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا نام رکھ دیا۔ حاکم نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ بحمد اللہ اس روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین جو آپ پر اعتراض کرتے تھے وہ اٹھ گیا)۔

امانت و دیانت:

آپ ایک امین کے تربیت یافتہ تھے، اس لیے ابتداء ہی سے امین تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قریش کے امانتیں جمع رہتی تھیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو ان امانتوں کی واپسی کی خدمت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی۔ اپنے عہد خلافت میں آپ نے مسلمانوں کی امانت بیت المال کی جیسی امانت داری فرمائی۔ اس کا اندازہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ نارنگیاں آئیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ، امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک نارنگی اٹھالی۔ جناب امیر نے دیکھا تو چھین کر لوگوں میں تقسیم کر دی۔

مال غنیمت تقسیم فرماتے تھے تو برابر حصے لگا کر غایت احتیاط میں قرعہ ڈالتے تھے کہ اگر کچھ کمی بیشی رہ گئی ہو تو آپ اس سے بری ہو جائیں۔ ایک دفعہ اصفہان سے مال آیا۔ اس میں ایک روٹی بھی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام مال کے ساتھ اس روٹی کے بھی سات ٹکڑے کیے اور قرعہ ڈال کر تقسیم فرمایا۔

ایک دفعہ بیت المال کا تمام اندوختہ تقسیم کر کے اس میں جھاڑو دی اور دو رکعت نماز ادا فرمائی کہ وہ

قیامت میں ان کی امانت و دیانت کی شاہد رہے۔

زہد:

آپ کی ذات گرامی زہد فی الدنیا کا نمونہ تھی بلکہ حق یہ ہے کہ آپ کی ذات پر زہد کا خاتمہ ہو گیا۔ آپ کے کاشانہ فقر میں دنیاوی شان وشکوہ کا درگزر نہ تھا، کوفہ تشریف لائے تو دار الامارت کے بجائے ایک میدان میں فروکش ہوئے اور فرمایا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ ہی ان عالی شان محلات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا، مجھے بھی اس کی حاجت نہیں، میدان ہی میرے لیے بس ہے۔

بچپن سے پچیس چھبیس برس کی عمر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور شہنشاہ اقلیم زہد و قناعت کے یہاں دنیاوی عیش کا کیا ذکر تھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی ہوئی تو علیحدہ مکان میں رہنے لگے۔ اس نئی زندگی کے ساز و سامان کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ سیدہ جنت جو ساز و سامان اپنے میکہ سے لائی تھیں اس میں ایک چیز کا بھی اضافہ نہ ہو سکا۔ چکی پیستے پیستے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے تھے، گھر میں اوڑھنے کی صرف ایک چادر تھی، وہ بھی اس قدر مختصر کہ پاؤں چھپاتے تو سر برہنہ ہو جاتا اور سر چھپاتے تو پاؤں کھل جاتے۔

معاش کی یہ حالت تھی کہ ہفتوں گھر سے دھواں نہیں اٹھتا تھا۔ بھوک کی شدت ہوتی تو پیٹ سے پتھر باندھ لیتے۔ ایک دفعہ شدت گرسنگی میں شانہ اقدس سے باہر نکلے کہ مزدوری کر کے کچھ کما لائیں۔ عوالی مدینہ میں دیکھا کہ ایک ضعیفہ کچھ اینٹ پتھر جمع کر رہی ہے۔ خیال ہوا کہ شاید اپنا باغ سیراب کرنا چاہتی ہے۔ اس کے پاس پہنچ کر اجرت طے کی اور پانی سینچنے لگے۔ یہاں تک کہ ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے۔ غرض اس محنت و مشقت کے بعد ایک مٹھی کھجوریں اجرت میں ملیں، لیکن تنہا خوری کی عادت نہ تھی بجنسہ لیے ہوئے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کیفیت سن کر نہایت شوق کے ساتھ کھانے میں ساتھ دیا۔

ایام خلافت میں بھی زہد کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا اور آپ کی زندگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ موٹا جھوٹا لباس اور روکھا پھیکا کھانا، ان کے لیے دنیا میں سب سے بڑی نعمت تھی۔ ایک دفعہ عبداللہ بن زریر نامی ایک صاحب شریک طعام تھے، دسترخوان پر کھانا نہایت معمولی اور سادہ تھا، انہوں نے کہا۔ امیر المؤمنین! آپ کو پرند کے گوشت سے شوق نہیں ہے۔ فرمایا ابن زریر! خلیفہ وقت کو مسلمانوں کے مال میں سے صرف دو پیالوں کا حق ہے، ایک خود کھائے اور اہل کو کھلائے اور دوسرا خلق خدا کے سامنے پیش کرے۔

در دولت پر کوئی حاجت نہ تھا نہ دربان، نہ امیر نہ کروفر، شاہانہ تزک و احتشام اور عین اس وقت جب قیصر و کسریٰ کی شہنشاہی مسلمانوں کے لیے زر و جواہر اگل رہی تھی، داد و دہش کی بدولت کبھی فقر و فاقہ کی نوبت بھی آ جاتی

تھی۔ایک دفعہ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ "میری تلوار کا کون خریدار ہے؟ خدا کی قسم! اگر میرے پاس ایک تہہ بند کی قیمت ہوتی تو اس کو فروخت نہ کرتا۔"

ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا "امیر المومنین! میں تہہ بند کی قیمت قرض دیتا ہوں۔"

گھر میں کوئی خادمہ نہ تھی، شہنشاہ دو عالم ﷺ کی بیٹی گھر کا سارا کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیتی تھیں۔ ایک مرتبہ شفیق باپ کے پاس اپنی مصیبت بیان کرنے گئیں۔ حضرت سرور کائنات ﷺ موجود نہ تھے اس لیے واپس آ کر سو رہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اطلاع پر آنحضرت ﷺ خود تشریف لائے اور فرمایا "کیا تم کو ایک ایسی بات نہ بتادوں جو ایک خادم سے کہیں زیادہ تمہارے لیے مفید ہو۔" اس کے بعد آپ ﷺ نے تسبیح کی تعلیم دی۔

عبادات:

حضرت علی کرم اللہ وجہ خدا کے نہایت عبادت گزار بندے تھے، عبادات ان کا مشغلہ حیات تھی جس کا شاہد خود قرآن ہے۔ کلام پاک کی اس آیت:

"محمد رسول اللہ والذین معہٗ اشدآء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً۔

محمد رسول اللہ اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں باہم رحم دل ہیں، تم ان کو دیکھتے ہو کہ بہت رکوع اور بہت سجدہ کر کے خدا کا فضل اور اس کی رضامندی کی جستجو کرتے ہیں۔"

کی تفسیر میں مفسرین نے نکتہ لکھا ہے کہ **والذین معہٗ** سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، **اشداء علی الکفار** سے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، **رحماء بینھم** سے عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان **رکعاً سجداً** سے حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب اور **یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً** سے بقیہ صحابہ مراد ہیں۔ اس سے عبادات میں تمام صحابہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ کیوں کہ رکوع سجود تمام صحابہ کا مشترک وصف تھا۔ پھر اس اشتراک میں تخصیص سے معلوم ہوا کہ اس اشتراک کے باوجود ان کو اسباب میں کچھ مزید امتیاز بھی حاصل تھا۔

قرآن مجید کے اس اشارہ کے علاوہ خود صحابہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے ان کے اس امتیازی وصف کی شہادت مذکور ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"**کان ما علمت صواما قواما**

جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ بڑے روزہ دار اور عبادت گزار تھے۔"

زبیر بن سعید قریشی کہتے ہیں:

”لم ارھا شمیا قط کان اعبداللہ منہ

میں نے کسی ہاشم کو نہیں دیکھا جوان سے زیادہ خدا کا عبادت گزار ہو۔“

ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبادات میں جس چیز کا التزام کر لیتے تھے اس پر ہمیشہ قائم رہتے تھے۔

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ان سے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم دونوں ہر نماز کے بعد دس بار تسبیح، دس بار تحمید اور دس بار تکبیر پڑھ لیا کرو اور جب سوؤ تو ۳۳ بار تسبیح، ۳۳ بار تحمید اور ۳۴ بار تکبیر پڑھ لیا کرو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب سے رسول اللہ ﷺ نے مجھ اس کی تلقین کی میں نے اس کو چھوڑا نہیں۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ ”صفین کی شب میں بھی نہیں“؟ فرمایا: ”صفین کی شب میں بھی نہیں۔“

انفاق فی سبیل اللہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ گو دنیاوی دولت سے تہی دامن تھے، لیکن دل غنی تھا، کبھی کوئی سائل کے در سے ناکام واپس نہیں ہوا حتی کہ قوت لایموت تک دے دیتے۔ ایک دفعہ رات بھر باغ سینچ کر تھوڑے سے جو مزدوری میں حاصل کیے، صبح کے وقت گھر تشریف لائے تو ایک ایک ثلث پسوا کر حریرہ پکوانے کا انتظام کیا۔ اب پک کر تیار ہی ہوا تھا کہ ایک مسکین نے صدا دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب اٹھا کر اس کو دے دیا اور پھر بقیہ میں دوسرے ثلث کے پکنے کا انتظار کیا، لیکن تیار ہوا کہ ایک مسکین یتیم نے دست سوال بڑھایا، اسے بھی اٹھا کر اس کی نذر کیا۔

غرض اسی طرح تیسرا حصہ بھی بچ رہا تھا پکنے کے بعد ایک مشرک قیدی کی نذر ہو گیا اور یہ مرد خدا رات بھر کی مشقت کے باوجود دن کو فاقہ مست رہا۔ خدائے پاک کو یہ ایثار کچھ ایسا بھایا کہ بطور ستائش اس کے صلہ میں ویطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکیناً ویتیماً واسیراً (الآیۃ) کی آیت نازل ہوئی۔

تواضع:

سادگی اور تواضع حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دستار فضیلت کا سب سے خوشنما طرہ ہے، اپنے ہاتھ سے محنت و مزدوری کرنے میں کوئی عار نہ تھا۔ لوگ مسائل پوچھنے آتے تو آپ کبھی جوتا ٹانکتے، کبھی اونٹ چراتے اور کبھی زمین کھودتے ہوئے پائے جاتے، مزاج میں بے تکلفی اتنی تھی کہ فرش خاک پر بے تکلف سو جاتے۔

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ انہیں ڈھونڈتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے، دیکھا کہ بے تکلفی کے ساتھ زمین پر سو رہے ہیں، چادر پیٹھ کے نیچے سے سرک گئی ہے اور جسم انور گرد و غبار کے اندر کندن کی طرح دمک رہا ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سادگی نہایت پسند آئی۔ خود دستِ مبارک سے ان کا بدن صاف کر کے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا: قم یا ابا تراب۔ مٹی والے اب اٹھ بیٹھ۔ زبانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کی ہوئی یہ کنیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس قدر محبوب تھی کہ جب کوئی اس سے مخاطب کرتا تو خوشی سے ہونٹوں پر تبسم کی لہر دوڑ جاتی۔

ایامِ خلافت میں بھی یہ سادگی قائم رہی، عموماً چھوٹی آستین اور اونچے دامن کا کرتہ پہنتے اور معمولی کپڑے کی تہبند باندھتے۔ بازار میں گشت کرتے پھرتے، اگر کوئی تعظیماً پیچھے ہو لیتا تو منع فرماتے کہ اس میں والی کے لیے فتنہ اور مومن کے لیے ذلت ہے۔

شجاعت:

شجاعت و بسالت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مخصوص وصف تھا جس میں کوئی معاصر آپ کا حریف نہ تھا۔ آپ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور سب میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے۔ اسلام میں سب سے پہلا غزوہ بدر پیش آیا، اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عنفوانِ شباب تھا، لیکن اس عمر میں آپ نے جنگ آزما بہادروں کے دوش بدوش ایسی دادِ شجاعت دی کہ آپ اس کے ہیرو قرار پائے۔

آغازِ جنگ میں آپ کا مقابلہ ولید سے ہوا۔ ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر شیبہ کے مقابلہ میں حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ آئے اور اس نے اس کو زخمی کیا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حملہ کر کے اس کا کام بھی تمام کر دیا۔

غزوۂ اُحد میں کفار کا جھنڈا طلحہ بن ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھا، اس نے مبازرت طلب کی تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی اس کے مقابلہ میں آئے اور سر پر ایسی تلوار ماری کہ سر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو فرطِ مسرت میں تکبیر کا نعرہ بلند کیا اور مسلمانوں نے بھی تکبیر کے نعرے لگائے۔

غزوۂ خندق میں بھی پیش پیش رہے۔ چنانچہ عرب کے مشہور پہلوان عمرو بن عبدود نے جب مبازرت طلب کی تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میدان میں جانے کی اجازت چاہی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی تلوار عنایت فرمائی۔ خود اپنے دستِ مبارک سے ان کے سر پر عمامہ باندھا اور دعا کی خداوند! تو اس کے مقابلہ میں ان کا مددگار ہو۔ اس اہتمام سے آپ ابن عبدود کے مقابلہ میں تشریف لے گئے اور اس کو زیر کر کے تکبیر کا نعرہ مارا جس سے مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے حریف پر کامیابی حاصل کر لی۔

غزوۂ خیبر کا معرکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کی شجاعت سے سر ہوا۔ جب خیبر کا قلعہ کئی دن تک فتح نہ ہو سکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو خدا اور خدا کے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور

خدا اور خدا کے رسول اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ چنانچہ دوسرے دن آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عنایت فرمایا اور خیبر کا رئیس مرحب تلوار ہلاتا ہوا اور رجز پڑھتا ہوا مقابلے میں آیا۔ اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ مرتضی رجز خواں آگے بڑھے اور مرحب کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ سر پھٹ گیا اور خیبر فتح ہو گیا۔ خیبر کی فتح کو آپ کے جنگی کارناموں میں خاص امتیاز حاصل ہے۔

غزوات میں غزوہ ہوازن خاص اہمیت رکھتا ہے اس میں تمام قبائل عرب کے متحدہ طاقت مسلمانوں کے خلاف امنڈ آئی تھی۔ لیکن اس غزوہ میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر موقع پر ممتاز رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جن اکابر صحابہ کو جھنڈے عنایت فرمائے۔ ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ آغاز جنگ میں جب کفار نے دفعتہً تیروں کا مینہ برسانا شروع کیا تو مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور صرف چند ممتاز صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ ان میں ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، عہد نبوت کے بعد خود ان کے زمانہ میں جو معرکے پیش آئے ان میں بھی کبھی ان کے پائے ثابت کو لغزش نہیں ہوئی۔

دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک:

حدیث میں آیا ہے کہ "بہادر وہ نہیں ہے وہ دشمن کو پچھاڑ دے، بلکہ وہ ہے جو اپنے نفس کو زیر کرے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس میدان کے مرد تھے، ان کی زندگی کا اکثر حصہ مخالفین کی معرکہ آرائی میں گزرا۔ لیکن بایں ہمہ انہوں نے ہمیشہ دشمنوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔ ایک دفعہ ایک لڑائی میں جب ان کا حریف گر کر برہنہ ہو گیا تو اس کو چھوڑ کر الگ کھڑے ہو گئے کہ اس کو شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی حریف تھیں، لیکن جب ایک اجنبی نے ان کے اونٹ کو زخمی کر کے گرایا تو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ان کی خیریت دریافت کی اور ان کو ان کے طرف دار بصرہ کے رئیس کے گھر میں اتارا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج کے تمام زخمیوں نے بھی اسی گھر کے ایک گوشے میں پناہ لی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے لیکن پناہ گزین دشمنوں سے کچھ تعرض نہیں کیا۔

جنگ جمل میں جو لوگ شریک جنگ تھے، ان کی نسبت بھی عام منادی کرادی کہ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے، زخمیوں کے اوپر گھوڑے نہ دوڑائے جائیں۔ مال غنیمت نہ لوٹا جائے، جو ہتھیار ڈال دے اس کو امان ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک حریف کی حیثیت سے ان کا مقابلہ کیا تھا اور جنگ جمل کے سپہ سالاروں میں تھے، مگر جب ان کا قاتل ابن جرموز ان کا مقتول سر اور تلوار لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس

آیا تو وہ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا "فرزند صفیہ رضی اللہ عنہا کے قاتل کو جہنم کی بشارت دے دو۔"

پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا، یہ وہی تلوار ہے جس نے کئی دفعہ آنحضرت ﷺ کے چہرہ سے مشکلات کے بادل ہٹایا ہے۔

مستدرک میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ان کا سر آیا تو فرمایا کہ "فرزند صفیہ رضی اللہ عنہا کے قاتل کو جہنم کی بشارت دے دو، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں میرا حواری زبیر ہے۔"

جنت جمل کے میدان میں جب آپ فریق مخالف کی لاشوں کا معائنہ کر رہے تھے، تو ایک ایک لاش کو دیکھ کر افسوس کرتے تھے۔ جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد کی لاش پر نظر پڑی تو آپ سرد بھر کر فرمایا "اے قریش کا شکرہ"!

ان کا سب سے بڑا دشمن ان کا قاتل ابن ملجم ہو سکتا تھا، لیکن انہوں نے اس کے متعلق جو آخر وصیت کی تھی وہ یہ تھی کہ اس سے معمولی طور پر قصاص لینا، مثلہ نہ کرنا، یعنی اس کے ہاتھ پاؤں اور ناک نہ کاٹنا۔

ابن سعد میں ہے کہ جب وہ آپ کے سامنے لایا گیا تو فرمایا کہ اس کو اچھا کھانا کھلاؤ اور اس کو نرم بستر پر سلاؤ اگر میں زندہ بچ گیا تو اس کے معاف کرنے یا قصاص لینے کا مجھے اختیار حاصل ہوگا اور اگر میں مر گیا تو اس کو مجھ سے ملا دینا، میں خدا کے سامنے اس سے جھگڑ لوں گا۔ دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک کی اس سے اعلیٰ مثال کیا ہو سکتی ہے؟

اصابت رائے:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ صائب الرائے بھی تھے اور آپ کی اصابت رائے پر عہد نبوی ﷺ ہی سے اعتماد کیا جاتا تھا، چنانچہ آپ تمام مہمات امور میں شریک مشورہ کیے جاتے تھے۔ واقعہ افک میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر کے رازداروں میں جن لوگوں سے مشورہ کیا، ان میں سے ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی تھے غزوہ طائف میں آپ ﷺ نے ان سے اتنی دیر تک سرگوشی فرمائی کہ لوگوں کو اس پر رشک ہونے لگا۔

خلافت راشدہ کے زمانہ میں وہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم دونوں کے مشیر تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین و انصار کی جو مجلس شوریٰ قائم کی تھی، اس کے رکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس مجلس کے ساتھ مہاجرین کی جو مخصوص مجلس شوریٰ قائم کی تھی اس کے ارکین کے نام اگرچہ ہم کو معلوم نہیں ہیں۔ لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ لازمی طور پر اس کے ایک رکن رہے ہوں گے۔ کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ان کی رائے پر اتنا اعتماد تھا کہ جب کوئی مشکل معاملہ پیش آجاتا تو حضرت علی رضی

اللہ عنہ سے مشورہ کرتے تھے، ایک موقع پر انہوں نے فرمایا تھا:

لولا علی لھلك عمر

''اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔''

اس اعتماد کی بناء پر بعض امور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رائے کو اپنی رائے پر ترجیح دی ہے۔ معرکہ نہاوند میں جب ایرانیوں کی کثرت نے حضرت عمر کو بے حد مشوش کر دیا، تو انہوں نے مسجد نبوی ﷺ میں تمام صحابہ کو جمع کر کے رائے طلب کی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا امیر المومنین آپ خود ہم سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں، البتہ ہم لوگ تعمیل حکم کے لیے تیار ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ شام و یمن وغیرہ سے فوجیں جمع کر کے آپ خود سپہ سالار ہو کر میدان جنگ تشریف لے جائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ خاموش تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف دیکھا تو بولے کہ شام سے اگر فوجیں ہٹیں تو مفتوحہ مقامات پر دشمنوں کا تسلط ہو جائے گا اور آپ نے مدینہ چھوڑا تو عرب میں ہر طرف قیامت برپا ہو جائے گی، اس لیے میری رائے یہ ہے کہ آپ یہاں سے نہ ہلیں اور شام و یمن وغیرہ میں فرمان بھیج دیے جائیں کہ جہاں جہاں جس قدر فوجیں ہوں ایک ایک ثلث ادھر روانہ کر دی جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو پسند کیا اور کہا کہ میرا بھی یہی خیال تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے اہم معاملات میں مشورے لیے اور اگر ان کے مشورہ پر عمل کیا جاتا تو ان کا عہد صرف فتنہ و فساد سے محفوظ رہتا بلکہ قبائل عرب میں ایک ایسا توازن قائم ہو جاتا کہ آئندہ جھگڑے کی کوئی صورت ہی نہ پیدا ہوتی۔

آپ کی اصابت رائے کا سب سے بڑا ثبوت آپ کے فیصلوں میں ملتا ہے۔ احادیث کی کتابوں میں بہت سے ایسے پیچیدہ مقامات مذکور ہیں جن کا فیصلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کیا اور جب وہ فیصلے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیے گئے تو آپ نے فرمایا:

ما اجد فیھا الا ماقال علی

''میرے نزدیک بھی اس کا فیصلہ ہی ہے جو علی نے کیا۔''

ان کے ایک اور فیصلہ کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

الحمدللہ الذی جعل فینا الحکمة اھل البیت

''اس خدا کا شکر ہے جس نے ہم اہل بیت کو حکمت سکھائی۔''

شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے محاسن اخلاق پر ایک نہایت جامع بحث کی ہے، جس کا خلاصہ یہاں مناسب ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں:

''بڑے بڑے لوگوں کی سرشت میں جو عظیم الشان اخلاق داخل ہوتے ہیں، مثلاً شجاعت، قوت، حمیت اور وفادہ سب ان میں موجود تھے اور فیض ربانی نے ان سب کو اپنی مرضی میں صرف کیا اور ان کے ایک ایک خلق کے ساتھ فیض ربانی کی آمیزش سے ایک ایک مقام پیدا ہوا۔

ریاض النضرہ میں ہے کہ جب وہ راہ چلتے تھے تو ادھر ادھر جھکے ہوئے چلتے تھے، اور جب کسی کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے تو وہ سانس تک نہیں لے سکتا تھا۔ وہ تقریباً فربہ اندام تھے، ان کی کلائیاں اور ان کے ہاتھ مضبوط تھے اور دل کے مضبوط تھے، جس شخص سے کشتی لڑتے اس کو پچھاڑ دیتے تھے، بہادر تھے اور جس سے جنگ میں مقابلہ کرتے اس پر غالب آتے تھے۔

ان کے تمام محاسن اخلاق میں ایک وفا تھی اور جب فیض ربانی نے اس کو محبت کیا تو مقام محبت ان کے لیے ایک مسلمہ چیز بن گیا۔ رسول اللہ ﷺ سے جیسا کہ متواتر طور پر ثابت ہے۔

فرمایا کہ میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ بالآخر آپ ﷺ نے جھنڈا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیا۔

ان کے محاسن اخلاق میں ایک خلق، دشمنوں کی مدافعت و مبارزت تھی جسے فیض ربانی نے ان کے سوابق اسلامیہ میں صرف کیا اور آخرت میں اس سے عجیب نتیجہ پیدا ہوا اور یہ آیت:

هذان خصمان اختصموا

''ان دونوں فریق نے باہم مخاصمت کی۔''

ان کی اور ان کے رفقاء کی شان میں نازل ہوئی۔ امام بخاری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں پہلا شخص ہوں گا جو قیامت کے دن خدا کے سامنے خصومیت کے لیے دوزانو بیٹھے گا۔ قیس کہتے ہیں کہ یہ آیت:

هذان خصمان اختصموا فی ربهم

''ان دونوں فریق نے اپنے رب کے بارے میں باہم مخاصمت کی۔''

ان ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے بدر کے دن باہم مبارزت کی، یعنی حمزہ رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ اور عبید بن الحارث رضی اللہ عنہ، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ اور ولید بن عتبہ۔

ان کے محاسن اخلاق میں ایک خلق کی غیر معمولی دلیری تھی، وہ کسی کی بھی پروانہ نہیں کرتے تھے، لوگوں

کی خاطر مدارت میں اپنی خواہش سے باز نہیں آتے تھے، فیض ربانی نے ان کے ان اخلاق سے نہی المنکر اور بیت المال کی حفاظت کا کام لیا۔

حاکم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا "لوگو! علی کی شکایت نہ کرو، خدا کی قسم! خدا کی ذات اور اس کی راہ کے معاملہ میں وہ کس قدر سخت ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا کی ذات کی معاملہ میں علی رضی اللہ عنہ سخت ہیں۔"

ان کے محاسن اخلاق میں ایک خلق اپنی قوم اور اپنے چچا زاد بھائی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی حمیت تھی، وہ ان کے کام کی تکمیل میں نہایت اہتمام کرتے تھے اور ان کی مدد میں نہایت ہمت سے کام لیتے تھے۔ یہ وہ وصف ہے جو اکثر شریفوں میں پیدا ہوتا ہے۔ جب فیض ربانی نے اعلائے کلمۃ اللہ کا جذبہ ان کے دل میں پیدا کیا تو اس خلق سے کام لیا اور اس عقلی معنی کی شرح تفسیر جس سے ایک ایسا عجیب مقام پیدا ہوا جس کی تعبیر اخوت رسول موالات رسول، وصی اور وارث وغیرہ متعدد الفاظ سے کی جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچیرے بھائیوں میں سے ہر ایک سے فرمایا کہ دنیا و آخرت میں تم میں سے کون میرا ولی ہوگا۔ لیکن ان سب نے اس بار کے تحمل سے انکار کیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم دنیا و آخرت میں میرے ولی ہوئے۔

حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فرماتے تھے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

افائن مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم

"اگر وہ مر گئے یا مارے گئے تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔"

خدا کی قسم! جب ہم کو خدا نے ہدایت دے دی تو اس کے بعد ہم پیٹھ نہ پھیریں گے، خدا کی قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے تو جس چیز کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کرتے تھے، ہم بھی اس کے لیے لڑیں گے، یہاں کہ مر جائیں۔ خدا کی قسم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا لڑکا ہوں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا وارث ہوں۔ ایسی صورت میں مجھ سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق دار کون ہے۔ اسی سے ان دونوں فریق کی جو افراط و تفریط کرتے ہیں غلطی بھی ظاہر ہو گئی۔ ایک کہتا ہے کہ قوم کی حمایت کے لیے غلبہ کا خوستگار ہونا خلوص نہیں، دوسرا کہتا ہے کہ استحقاق خلافت کے لیے اخوت نسبتی شرط ہے۔

ان کے محاسن اخلاق میں ایک زہد اور شہوات نفسانی سے اجتناب ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار اسدی سے کہا کہ مجھ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اوصاف بیان کرو، انہوں نے کہا کہ امیر المومنین! اس سے مجھے معاف فرمایئے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا۔ ضرار بولے: اگر اصرار ہے تو سنیے۔ وہ بلند حوصلہ اور نہایت قوی تھے، فیصلہ کن بات کہتے تھے، عادلانہ فیصلہ کرتے تھے، ان کے ہر جانب سے علم کا سرچشمہ پھوٹتا تھا، ان کے تمام اطراف سے حکمت ٹپکتی تھی۔ دنیا کی دلفریبی اور شادابی سے وحشت کرتے اور رات کی وحشت ناکی سے انس رکھتے تھے۔ بڑے رونے والے اور بہت زیادہ غور و فکر کرنے والے تھے۔ چھوٹا لباس اور موٹا جھوٹا کھانا پسند تھا۔ ہم میں بالکل ہماری طرح رہتے تھے، جب ہم ان سے سوال کرتے تھے تو وہ ہمارا انتظار کرتے تھے۔ باوجود یہ کہ اپنی خوش خلقی سے ہم کو اپنے قریب کر لیتے تھے اور وہ خود ہم سے قریب ہو جاتے تھے، لیکن اس کے باوجود خدا کی قسم ان کی ہیبت سے ہم ان سے گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔ وہ اہل دین کی عزت کرتے تھے، غریبوں کو مقرب بناتے تھے، قوی کو اس کے باطل میں حرص و طمع کا موقع نہیں دیتے تھے۔ ان کے انصاف سے ضعیف ناامید نہیں ہوتا تھا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے ان کو بعض معرکوں میں دیکھا کہ رات گزر چکی ہے، ستارے ڈوب چکے ہیں اور وہ اپنی داڑھی پکڑے ہوئے ایسے مضطرب ہیں جیسے مار گزیدہ مضطرب ہوتا ہے اور اس حالت میں وہ غمزدہ آدمی کی طرح رو رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے دنیا مجھ کو فریب نہ دے، تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرتی ہے، یا میری مشتاق ہوتی ہے۔ افسوس افسوس! میں نے تجھ کو تین طلاقیں دے دی ہیں جس سے رجعت نہیں ہو سکتی۔ تیری عمر کم اور تیرا مقصد حقیر ہے۔ آہ! زادِ راہ کم اور سفر دور دراز کا ہے، راستہ وحشت خیز ہے۔"

یہ سن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا "خدا ابوالحسن پر رحم کرے، خدا کی قسم! وہ ایسے ہی تھے۔

ان کے محاسن اخلاق میں ایک چیز شبہات سے اجتناب ہے، ان کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس لیموں آجاتے تھے اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم ان میں سے کوئی لیموں لے کر کھانے لگتے تو وہ ان کو ان کے ہاتھ سے چھین لیتے اور اس کو تقسیم کرنے کا حکم دیتے تھے۔

ابو عمرو سے روایت ہے کہ وہ فی کی تقسیم میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا طریقہ اختیار کرتے تھے، یعنی جب ان کے پاس آتا تھا تو سب تقسیم کر دیتے تھے اور بیت المال میں صرف اس قدر باقی رہ جاتا تھا جس کی تقسیم اس روز نہ کر سکتے تھے اور فرماتے اے دنیا میرے سوا کسی اور کو دھوکہ دے، اور خود اس سے اپنے لیے کوئی چیز انتخاب نہ کرتے تھے اور نہ تقسیم میں اپنے کسی رشتہ دار یا اور عزیز کی تخصیص کرتے تھے۔ حکومت اور امانت صرف متدین لوگوں کے سپرد کرتے تھے، اور جب یہ معلوم ہوتا کہ کسی نے اس میں خیانت کی ہے تو اس کو لکھتے:

”قد جاءتکم موعظۃ من ربکم فاوفوا الکیل والمیزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشیاءھم ولا تعثوا فی الارض مفسدین بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین وما انا علیکم بحفیظ۔

تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے نصیحت آچکی ہے تو ناپ جوکھ کر انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کی چیزوں میں کمی نہ کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ، خدا کا ثواب تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم ایماندار ہو اور میں تمہارا نگران نہیں ہوں۔“

جب تمہارے پاس میرا خط پہنچے تو تمہارے ہاتھ میں جو کام ہے اس وقت تک تم اس کی پوری حفاظت کرو جب تک کہ ہم تمہارے پاس دوسرے شخص کو نہ بھیجیں جو تمہارے ہاتھوں سے لے لے، پھر اپنی نگاہ کو آسمان کی طرف اٹھاتے اور کہتے کہ خداوند تو جانتا ہے کہ میں نے ان کو تیری مخلوق پر ظلم کرنے اور تیرے حق کو چھوڑنے کا حکم نہیں دیا ہے۔

مجمع التیمی سے روایت ہے کہ بیت المال میں جو کچھ تھا اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں میں تقسیم کردیا، پھر حکم دیا کہ اس میں جھاڑو دے دی جائے اور اس میں نماز پڑھی تاکہ قیامت کے دن ان کی گواہ رہے۔

حضرت کلیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس اصفہان سے مال آیا تو انہوں نے اس کے سات حصے کیے۔ اس میں ایک روٹی بھی تھی اس کے بھی سات ٹکڑے کیے اور ہر حصے پر ایک ایک ٹکڑا تقسیم کیا۔ پھر قرعہ ڈالا کہ ان میں کس کو کن سا حصہ دیا جائے۔

ان کے محاسن اخلاق میں ایک چیز یہ ہے کہ وہ معاش کی تنگی پر صبر کرتے تھے اور اس کو اپنے لیے گوارہ کرلیتے تھے خووان سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہمارے گھر میں آئے تو ہمارے بچھانے کے لیے صرف مینڈھے کی ایک کھال تھی۔

ضمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کا کام اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کیا تھا اور بیرونی انتظامات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد کیے تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا تو جہیز میں ایک چادر، چمڑے کا ایک گدہ جس میں کھجور کی پتیاں بھری ہوئی تھیں۔ ایک چکی، ایک مشک اور دو گھڑے دیے۔ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ پانی بھرتے بھرتے میرا سینہ درد کرنے لگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لونڈی غلام آتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خادم کی درخواست کرو۔ انہوں نے کہا کہ آٹا پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں بھی آبلے پڑ گئے۔ چنانچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، بیٹی کس غرض سے آئی ہو؟

بولیں سلام کرنے۔ لیکن سوال کرنے سے ان کو شرم آئی اور واپس چلی گئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم نے کیا کیا؟

بولیں سوال کرنے میں مجھے شرم آئی۔ دوبارہ دونوں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ پانی بھرتے بھرتے میرا سینہ درد کرنے لگا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آٹا پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ خدا نے آپ ﷺ کے پاس لونڈی غلام اور مال بھیجا ہے۔ ہم کو بھی ایک خادم عنایت ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا ''نہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تم کو دوں اور اہل صفہ کو فاقہ مستی کی حالت میں چھوڑ دوں۔ میں ان لونڈی غلاموں کو فروخت کر کے ان کی قیمت ان پر صرف کروں گا۔''

یہ جواب پا کر دونوں لوٹ آئے۔ ان کی واپسی کے بعد خود رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چادر اوڑھ کر سو چکے تھے۔ یہ چادر اتنی چھوٹی تھی کہ جب سر ڈھکتے تھے تو پاؤں اور جب پاؤں ڈھکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے پر دونوں اٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم کو میں ایسی چیز نہ بتلا دوں جو اس چیز سے بہتر ہے جس چیز کو تم مجھ سے مانگ سکتے ہو۔

دونوں نے کہا، ہاں! فرمایا: مجھ کو جبرائیل نے چند کلمے سکھائے اور کہا کہ دونوں یہ نماز کے بعد دس بار تسبیح اور دس بار تحمید اور دس بار تکبیر کہہ لیا کرو، اس لیے تم دونوں سوتے وقت ۳۳ بار تحمید اور ۳۴ بار تکبیر کہہ لیا کرو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے کہ جب سے رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو یہ کلمے سکھائے، اس وقت سے میں نے ان کو نہیں چھوڑا۔ ابن کواء نے کہا کہ صفین کی رات میں بھی نہیں؟ فرمایا نہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے کہ مدینہ میں ایک مرتبہ مجھے سخت بھوک لگی، کھانے کو کچھ نہ تھا اس لیے عوالی میں مزدوری کی تلاش میں نکلا، ایک عورت ملی، جس نے ڈھیلے اکٹھے کیے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ غالباً ان کو وہ بھگونا چاہتی ہے۔ چنانچہ میں نے ہر ڈول پر ایک کھجور اجرت طے کی اور ۱۶ ڈول پانی بھرے جس سے میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے، اس نے مجھے سولہ کھجوریں گن کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ نے ان کھجوروں کو میرے ساتھ کھایا۔

خانگی زندگی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مستقل خانہ داری کی زندگی اس وقت سے شروع ہوئی جب کہ سیدۂ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک علیحدہ مکان میں رہنے لگے، اس سے پہلے آپ آنحضرت ﷺ کے ساتھ

رہتے تھے۔ اس لیے کسب معاش کے لیے آپ کو کسی جد وجہد کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔

ہجرت کے بعد جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی قرار پائی تو ولیمہ کی فکر دامن گیر ہوئی۔ چنانچہ قرب وجوار کے جنگل سے اونٹ پر گھاس لا کر بیچنے کا ارادہ کیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ایک روز ان کی اجازت کے بغیر اس اونٹ کو ذبح کر کے لوگوں کو کھلا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو نہایت صدمہ ہوا۔ کیوں کہ آپ کے پاس صرف دو اونٹ تھے۔ آخر زرہ بیچ کر سامان کیا۔ اس زرہ کی قیمت بھی روپیہ سو روپیہ سے زیادہ نہ تھی۔

شادی کے بعد جب علیحدہ مکان میں رہنے لگے تو حصول معاش کی فکر لاحق ہوئی۔ چونکہ شروع سے اس وقت تک آپ کی زندگی سپاہیانہ کاموں میں بسر ہوئی تھی اس لیے کسی قسم کا سرمایہ پاس نہ تھا، محنت مزدوری اور جہاد کے مال غنیمت پر گزر اوقات تھی۔ خیبر فتح ہوا تو آنحضرت ﷺ نے آپ کو ایک قطعہ زمین جاگیر کے طور پر عنایت فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں باغ فدک کا انتظام بھی ان کے حوالے کر دیا اور دوسرے صحابہ کرام کی طرح ان کے لیے بھی پانچ ہزار درہم (ایک ہزار روپیہ) سالانہ کا وظیفہ مقرر ہو گیا جس پر آخری لمحہ حیات تک قانع رہے۔

مسند کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا اور آج میرا یہ حال ہے کہ چالیس ہزار سالانہ میری زکوٰۃ کی رقم ہوتی ہے۔ اس واقعہ میں اور آپ کی عسرت اور فقر و فاقہ کی روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اس لیے کہ آپ کی اس آمدنی کا بڑا حصہ خدا کی راہ میں صرف ہوتا تھا اور اس تمول کے دور میں ذاتی اور خانگی فقر و فاقہ کا وہی عالم رہتا تھا۔

آنحضرت ﷺ نے رحلت فرمائی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس قدر غم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد صرف چھ مہینے زندہ رہیں اور اس عرصہ میں ایک لمحہ کے لیے بھی ان کا دل پژمردہ شگفتہ نہ ہوا۔ حضرت علی بھی ان کی دلدہی اور تسلی کے خیال سے خانہ نشین رہے اور جب تک وہ زندہ رہیں گھر سے باہر قدم نہ رکھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بعد متعدد شادیاں کیں اور ان بیویوں سے بھی لطف و محبت کے ساتھ پیش آئے۔ دوسری بیویوں سے جو اولادیں تھیں ان میں حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے بھی نہایت محبت تھی۔ چنانچہ وفات کے وقت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ان کے ساتھ لطف و محبت سے پیش آنے کی خاص طور پر وصیت فرمائی تھی۔

غذا ولباس:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غیر معمولی زہد وورع نے ان کی معاشرت کونہایت سادہ بنادیا تھا۔ کھانا عموماً روکھا پھیکا کھاتے تھے۔ عمدہ لباس اور قیمتی لباس سے بھی شوق نہ تھا۔ عمامہ بہت پسند کرتے تھے۔

چنانچہ فرمایا کرتے تھے العمامة يتجان العرب یعنی عمامے عربوں کے تاج ہیں۔ کبھی کبھی سفید ٹوپی بھی پہنتے تھے۔ کرتے کی آستین اس قدر چھوٹی ہوتی کہ اکثر ہاتھ آدھے کھلے رہتے تھے۔ تہبند بھی نصف ساق تک ہوتی تھی۔ کبھی صرف ایک تہبند اور ایک چادر پر قناعت کرتے اور اسی حالت میں فرائض خلافت ادا کرنے کے لیے کوڑا لے کر بازار میں گشت نظر آتے تھے۔ غرض آپ کو ظاہری طمطراق کا مطلق شوق نہ تھا۔ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔

لوگوں نے اس کے متعلق عرض کیا تو فرمایا یہ دل میں خشوع پیدا کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کے لیے ایک اچھا نمونہ ہے کہ وہ اس کی پیروی کریں۔ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور اس پر ''الله الملك'' نقش تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سردی وگرمی کا کچھ اثر نہ تھا کیوں کہ رسالت مآب ﷺ نے غزوہ خیبر میں ان کے لیے دعا فرمائی تھی اللهم اذهب عنه الحر والبرد اس سے گرمی وسردی دور کر۔ اس کا یہ اثر تھا کہ وہ جاڑے کا کپڑا گرمی میں اور گرمی کا کپڑا جاڑے میں زیب تن فرماتے اور اس سے کوئی تکلیف نہ ہوتی۔

حلیہ:

قد میانہ، رنگ گندم گوں، آنکھیں بڑی بڑی، چہرہ پر رونق وخوبصورت، سینہ چوڑا اس پر بال، بازو اور تمام بدن گٹھا ہوا۔ پیٹ بڑا اور نکلا ہوا۔ سر میں بال نہ تھے یا ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو کہتے سنا ہے کہ سر کے بال کے نیچے نجاست ہوتی ہے اسی لیے میں بالوں کا دشمن ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپ کے دو گیسو پڑے دیکھے۔ مگر زیادہ مشہور یہی ہے کہ آپ کے سر میں بال نہ تھے۔ ریش مبارک بڑی اور اتنی چوڑی تھی کہ ایک مونڈھے سے دوسرے مونڈھے تک پھیلی تھی۔ آخر میں بال بالکل سفید ہوگئے تھے اور شاید تمام عمر میں ایک مرتبہ بالوں میں مہندی کا خضاب کیا تھا۔

☆......☆......☆

مناقب اهل بیت

تالیف

مولانا عزیزالحق کوثرندوی

فضل وکمال کی جامعیت وہمہ گیری

سیرت مرتضوی کے متعدد ابواب بہت ہی اہم ہیں مثلاً (۱) آپ کی بے نظیر سیرت اقدس (۲) علوم دین یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، عرفان واحسان کی ایسی جامعیت جس کی مثال نہیں۔ اوران علوم میں آپ کی امامت کبریٰ (۳) تعلیم قرآن اوراس کی نشرواشاعت میں آپ کی وہ توجہ جس نے قرأت کے ائمہ سبعہ کے اساتذہ تیار کردیے۔ (۴) جہاد میں آپ کا مقام اعلیٰ (۵) اسلام کی تبلیغ واشاعت میں آپ کے مساعی جمیلہ (۶) خلافت راشدہ کے خصوصیات زندہ رکھنے اوراس کو منہاج نبوت پر چلانے میں آپ کی حیرت انگیز جدوجہد جس نے سب کو بتایا کہ ملوکیت کی بے پناہ طاقتوں اور کارستانیوں کے مقابلہ میں دینی سیاست کو کس طرح منہاج نبوت پر چلانا چاہیے۔ (۷) ان کے علاوہ آپ کے روحانی فیوض وبرکات جن کی بناپر تمام سلاسل تصوف وروحانیت کے سرچشمہ آپ ہیں۔ ان تمام مباحث پر بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہے لیکن چونکہ کتاب کافی ضخیم ہو چکی ہے اور اہل بیت اطہار کے عقیدت مندوں کا جوش عقیدت یہی چاہتا ہے کہ کتاب جلد از جلد چھپ کر ان کی نگاہوں کو نور اور دل کو سرور بخشے لہٰذا سردست ان ابواب پر مفصل لکھنے کے بجائے دیگر آل کسا (جن کو نبی کریم ﷺ نے چادر اوڑھایا) پر قلم اٹھانا ضروری ہو گیا تا کہ کتاب جلد مکمل ہو کر شائع ہو جائے اور عقیدت مندوں کے تقاضے پورے ہوں۔ بااین ہمہ ان پر بھی کچھ نہ کچھ لکھنا ضروری ہے گو مجمل اشارے ہی ہوں، لیکن دین کے اتنے ہمہ گیر اور وسیع الذیل مباحث کو چند اجمالی اشاروں میں ادا کرنا حد درجہ دشوار ہے۔ مؤلف کو اس دشواری کا حل یہی نظر آیا کہ چند احادیث اور اکابر کے چند اقوال جن سے حیات مرتضوی کے ان گوشوں پر روشنی پڑتی ہے۔ نیز آپ کے چند اسمائے گرامی جو فضائل مرتضوی کے مبسوط مباحث کے عنوان کے حیثیت رکھتے ہیں ان کو مختصر توضیح کے ساتھ پیش کر دیا جائے۔

چند احادیث جن سے اندازہ لگتا ہے کہ ذات مرتضوی کتنی بلند پایہ اور کیسی جامع الفضائل شخصیت ہے:

حضرت علی مولائے کائنات ہیں:

تیس سے زائد صحابہ کرام سے مروی ہے، اور مسند احمد، سنن نسائی، ترمذی، ابن ماجہ مستدرک حاکم، معجم طبرانی وغیرہ میں یہ روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ

میں جس کا مولا ہوں اس کے مولا علی بھی ہیں۔

حضرت علی حق کا محور ہیں:

سنن ترمذی (ج ۲، ص ۲۱۳، باب مناقب علی) میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ ترتیب حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کو یہ دعا دی کہ اللہ ان پر رحم فرمائے، پھر حضرت علی کو یہ دعا دی اور یہ بھی دعا دی:

اللهم ادر الحق معه حيث دار

یا اللہ جدھر علی جائیں اسی طرف حق کو بھی گھما دے۔

اس حدیث کی تشریح اس فصل میں کی جا چکی ہے۔ جس کا عنوان ''حضرت علی کا ساتھ دینے اور آپ کی مدد کرنے کی چند حدیثیں''۔

اس مضمون کی دو حدیثیں اور ہیں:

الحق مع ذی الحق يعنی عليا

حق تو حق والے کے ساتھ یعنی علی کے ساتھ رہے گا۔

تكون بين الناس فرقة واختلاف فيكون هذا او اصحاب علی الحق يعنی عليا۔

لوگوں میں افتراق اور اختلاف ہوگا اس وقت یہ (حضرت علی کی طرف اشارہ فرمایا) اور اس کے رفقا حق پر ہوں گے۔

حضرت علی کو حضورؐ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی:

صحیح مسلم اور سنن ترمذی میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے نیز سنن ترمذی وسنن ابن ماجہ میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا ہے:

انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لانبی بعدی

اے علی تم کو میری طرف سے وہی مقام حاصل ہے جو موسیٰ کی طرف سے ہارون کو حاصل تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

حضرت علی باب علم وحکمت ہیں:

سنن ترمذی ج ۲، ص ۲۱۴ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا دار الحكمة وعلی بابها

میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں

ایک روایت اس طرح بھی وارد ہے۔

انا مدینه العلم و علی بابها فمن ارادالعلم فلیات الباب

میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں جس کو علم مطلوب ہو وہ اس کے دروازہ پر حاضر ہو۔

حضرت علی اللہ ورسول کے محبوب اعظم ہیں:

خیبر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی فتح نہ ہو سکا تو آپ نے فرمایا جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت سہل بن سعد سے مروی ہے:

لاعطین هذه الرایة رجلا یفتح الله علی یدیه، یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله

اب میں یہ جھنڈا اس کو دوں گا جس کے ہاتھ سے اللہ فتح دے گا۔ یہ اللہ اور رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور رسول کا محبوب ہے۔

صحابہ کرام نے یہ رات اس سوچ بچار میں کاٹی کہ دیکھیے کل کس خوش نصیب کو جھنڈا مرحمت ہوتا ہے، لیکن صبح ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا: علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کی آنکھوں میں درد ہے۔ آپ نے فرمایا ان کو لیتے آؤ۔ جب حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگا کر دعا فرمائی: فوراً تمام شکایتیں کافور ہو گئیں پھر ان کا جھنڈا مرحمت فرمایا، اور آپ کے ہاتھ سے خیبر فتح ہو گیا۔

سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۱۳ میں حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ کے پاس چڑیے کا گوشت آیا تو آپ نے یہ دعا مانگی:

اللهم ائتنی باحب خلقك الیك یا كل معی هذا الطیر

اے اللہ مخلوق میں تیرا جو سب سے زیادہ محبوب ہے اس کو بھیج دے تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرند کا گوشت کھائے۔

حضرت انس کا بیان ہے کہ اس دعا کا مانگنا تھا کہ حضرت علی آئے اور آپ کے ساتھ یہ گوشت تناول فرمایا۔

اس محبت کا یہ عالم تھا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی کو ایک فوج کے ساتھ بھیجا۔ وقفہ ہوا تو آپ کو ان کے دیکھنے کا اتنا شدید اشتیاق پیدا ہوا کہ دونوں دست مبارک اٹھا کر یہ دعا مانگتے تھے:

اللهم لاتمتنی حتی ترینی علیا

یا اللہ جب تک میں علی کو نہ دیکھ لوں مجھ کو دنیا سے نہ اٹھانا

حضرت علی کی محبت ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے:

سنن ترمذی ونسائی وابن ماجہ میں ہے کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا:

لایحبك الامومن وال یبغضك الامنافق

اے علی تم سے وہی محبت رکھے گا جو مومن ہے اور تم سے وہی بغض رکھے گا جو منافق ہے۔

اسی بناء پر صحابہؓ کرام منافقین کو اس طرح پہچان لیا کرتے تھے کہ ان کو حضرت علی سے بغض رہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

انا کنا لنعرف المنافقین نحن معشر الانصار ببغضهم علی ابن ابی طالب

بالیقین ہم لوگ خصوصاً انصار منافقین کو بغض علی کی بنا پر پہچان لیا کرتے تھے اس لیے آنحضرت ﷺ نے حضرت علی کی محبت پر بہت زور دیا ہے، حتی کہ ارشاد فرمایا ہے:

من احب علیا فقد احبنی، و من احبنی فقد احب اللہ ومن ابغضه فقد ابغضی، و من البغضی فقد ابغض اللہ

جس نے علی سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے مجھ سے محبت رکھی اس نے اللہ سے محبت رکھی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔

بعض معاملات ایسے ہیں کہ اگر حضرت سے کیے گئے تو گویا حضور سے کیے گئے:

انہیں میں محبت اور بغض بھی ہیں جیسا کہ ابھی حدیث پیش کی گئی ہے، انہیں میں ایک معاملہ یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو مولیٰ مانا تو حضرت علی کو بھی اپنا مولیٰ مانا، حدیث گذر چکی ہے:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ

میں جس کا مولا ہوں علی بھی اس کے مولا ہیں

ایک معاملہ یہ بھی ہے کہ جس نے حضرت علی کو گالی دی گویا اس نے آنحضرت ﷺ کو گالی دی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

من سب علیا فقد سبنی، ومن سبنی فقد سب اللہ

جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی۔

ایک معاملہ یہ بھی ہے کہ جس نے حضرت علی کو ایذا دی اس نے رسول اللہ ﷺ کو ایذا دی، مسند احمد،

تاریخ کبیر امام بخاری، مستدرک حاکم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

من آذیٰ علیا فقد آذانی

جس نے علی کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔

الدر المنثور ج ۵، ص ۲۲۰ ہے کہ ایک شافعی نے حضرت ابن عباس کے سامنے حضرت علی کو گالی دی تو حضرت موصوف نے اس کو کنکریاں پھینک ماریں اور فرمایا:

یا عدو اللہ آذیت رسول اللہ

یعنی اے دشمن خدا تو نے رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچائی

پھر یہ آیت پڑھی:

ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ

جو لوگ اللہ ورسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا میں بھی لعنت کی ہے اور آخرت میں بھی۔

انہیں میں اطاعت و نافرمانی کا معاملہ بھی ہے جس نے حضرت علی کی اطاعت کی اس نے حضور کی اطاعت کی، اور جس نے حضرت علی کی نافرمانی کی اس نے حضور ﷺ کی نافرمانی کی۔ مستدرک میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ، ومن اطاع علیا فقد اطاعنی، ومن عصی علیا فقد عصانی

جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے علی کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علی کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

ایک معاملہ یہ ہے کہ حضرت علی کو چھوڑ دیا اس نے رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دیا۔ معجم کبیر طبرانی میں حضرت ابوذر غفاری و حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے:

من فارقک یا علی فقد فارقنی ومن فارقنی فقد فارق اللہ

اے علی جس نے تم کو چھوڑ دیا اس نے مجھ کو چھوڑ دیا اور جس نے مجھ کو چھوڑ دیا اس نے اللہ کو چھوڑ دیا۔

حضرت علی قرآن کے ساتھ اور قرآن حضرت علی کے ساتھ:

معجم اوسط و کبیر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

علی مع القرآن والقرآن مع علی ولا تفترقان حتیٰ یردا علی الحوض

علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے۔ حتی کہ دونوں ایک ساتھ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔

قرآن میں قرآن مجید کے تمام علوم وحقائق تمام معارف وبصائر اور تمام اسرار وحکم بھی ہیں نیز تمام قرآنی تزکیہ نفوس کی تعلیمات وارشادات بھی ہیں۔ حدیث بالا کی بنا پر حضرت علی ان تمام امور حقانی کے ساتھ ہیں اور یہ تمام امور حقانی ان کے ساتھ ہیں، اس کا ماحصل یہ ہے کہ مولیٰ علی علیہ السلام قرآن مجید کے تمام علوم وحقائق اور بصائر ومعارف کا سرچشمہ ہیں، اور قرآنی تزکیہ نفوس کے لیے تمام سلاسل تصوف کے شیخ اعظم اور مرشد اکبر ہیں۔
حدیث بالا سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کا سیاسی نظام بھی حضرت علی کے ساتھ ہے، اس کا ثبوت خلافت مرتضوی کا پورا عہد راشد ہے۔ حتی کہ اہل سنت کا مسلم عقیدہ ہو گیا ہے کہ آپ کے عہد خلافت میں جتنے بھی سیاسی معاملے پیش آئے ہیں ان سب میں حق آپ ہی کی طرف تھا، اور جو لوگ آپ کے مخالف تھے وہ اس میں حق پر نہ تھے۔

اکابر کے چند اقوال جن سے اندازہ لگتا ہے کہ ذات مرتضوی کتنی بلند پایہ ہے اور کیسی جامع الفضائل شخصیت ہے۔

کیسے بہترین فضائل ہیں یہ تین عظمتیں؟!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

لقد اعطی علی ثلث خصال لان یکون لی خصلة منها احب الی من اعطی مر النعم، فسئل ما هی؟ قال تزوجه ابنته فاطمة، وسکناه المسجد، لا یحل لی فیه ما یحل له، والرایة یوم خیبر

علی کو تین ایسے خصائل ملے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک فضیلت بھی مجھے ملتی تو یہ دولت مجھ کو سرخ اونٹ سے بڑھ کر محبوب ہوتی آپ سے پوچھا گیا وہ کون سے تین فضائل ہیں؟ آپ نے فرمایا: (۱) فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سے علی کی شادی (۲) مسجد میں علی کی سکونت کہ ان کے لیے مسجد میں وہ صورت جائز ہے جو میرے لیے جائز نہیں (۳) اور خیبر میں ان کے جھنڈے کا ملنا۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ سے حضرت علی کی شادی بڑی اہم فضیلت ہے یہ فضیلت اگر مجھے ملتی تو میں اس دولت کو تمام دنیا سے بڑھ کر محبوب دولت سمجھتا۔

درحقیقت بڑے ہی اعلیٰ درجہ کی فضیلت ہے کیوں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام عورتوں سے افضل ہیں، نیز یہ رشتہ اتنا اہم اور مقدس ہے کہ اس کی بدولت حضرت علی تمام ذریات رسول کے منبع ہیں کہ آپ ہی سے نبی

اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ شجرۂ طیبہ ظہور میں آیا جو تمام فیوض و برکات کا نخل طوبیٰ ہے جس کی شاخیں اور برگ و بار حسنین کریمین ائمۂ اہل بیت حضرت غوث الاعظم، حضرت خواجۂ اجمیر اور لاکھوں کروڑوں ائمۂ ایمان و روحانیت ہیں صلی اللہ علی النبی وعلیهم اجمعین۔

۲۔ حضرت عمر یہ بھی بتاتے ہیں کہ حضرت علی کو ایک فضیلت یہ بھی ملی ہے کہ بحال جنابت حضرت علی کو مسجد سے گذرنے کا حق ہے۔ مجھے یہ حق نہیں، اگر یہ شرف مجھے ملتا تو میں اس دولت کو تمام دنیا سے بڑھ کر دولت سمجھتا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی یہ فضیلت حدیث میں بیان فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

یا علی لایحل لاحدان یجنب فی هذا المسجد غیرك

اے علی تمہارے سا کسی کو بحالت جنابت اس مسجد سے گذرنا جائز ہی نہیں۔

۳۔ حضرت عمر یہ بھی بتاتے ہیں کہ حضرت علی کو ایک فضیلت یہ بھی ملی ہے کہ فتح خیبر کا جھنڈا حضرت علی کو ملا ہے اگر یہ شرف مجھے ملتا تو میں اس دولت کو تمام دنیا سے بڑھ کر دولت سمجھتا۔

گذر چکا ہے کہ خیبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کل میں یہ جھنڈا اس کو دوں گا جو اللہ و رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ و رسول کا محبوب ہے تمام صحابہ اس شرف کے حاصل کرنے کے آرزومند تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر بھی لیکن یہ اعزاز حضرت علی کو عنایت ہوا۔ اور اس طرح سب نے جان لیا کہ تمام حاضرین میں حضرت علی کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ خصوصیت کے ساتھ اللہ و رسول کے محبوب ہیں۔

یہ تین فضیلتیں کتنی عظیم الشان ہیں:

صحیح مسلم (ج ۲، ص ۲۷۸) اور سنن ترمذی ج ۲، ص ۲۱۴ میں ہے:

امر معاویة بن ابی سفیان سعدا، فقال، مامنعك ان تسب ابا تراب؟

معاویہ بن ابی سفیان نے سعد بن ابی وقاص کو حکم دیا (علی کو گالی دو) پھر یہ کہا تم ابوتراب کو گالی کیوں نہیں دیتے؟

اس پر حضرت سعد نے فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین باتیں یاد آرہی ہیں جن کی وجہ سے میں کبھی حضرت علی کو گالی نہیں دے سکتا۔ اگر ان میں سے ایک بات بھی مجھے حاصل ہوتی تو اس دولت کو سرخ اونٹ سے بھی بڑھ کر دولت سمجھتا۔ یعنی تمام دنیا کی دولت سے بڑھ کر سمجھتا۔ پھر وہ تین باتیں بیان فرمائیں۔ جو حضرت علی کی نہایت عظیم الشان فضیلتیں ہیں۔ وہ تینوں درج ذیل ہیں:

فضیلت اول:

ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو ساتھ لے جانے کے بجائے اپنی جگہ مدینہ میں چھوڑ دیا۔ حضرت علی نے گذارش کی یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر تشریف لے جارہے ہیں، آپ نے فرمایا:

اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی

اے علی کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم کو میری طرف سے وہی مقام حاصل ہے جو موسیٰ کی طرف سے ہارون کو حاصل تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت سعد فرماتے ہیں کہ اگر یہ نعمت مجھے ملتی تو میرے لیے تمام دنیا سے بڑھ کر دولت تھی۔

فضیلت دوم:

غزوۂ خیبر میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لاعطین الرایۃ رجلا یحب اللہ و رسول ویحبہ اللہ ورسولہ

میں اس کو جھنڈا دوں گا جو اللہ ورسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ ورسول کا محبوب ہے۔

اس ارشاد نبوی کی بنا پر ہم لوگ اس نعمت کے بڑے آرزومند تھے، لیکن آپ نے فرمایا علی کو بلاؤ ان کو آشوب چشم کی شکایت تھی، غرض وہ اسی حالت میں آئے۔ آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگادیا، اور انہیں جھنڈا عنایت فرمایا۔ پھر اللہ نے ان کے ہاتھ سے خیبر کو فتح کرایا۔

حضرت سعد فرماتے ہیں اگر یہ شرف مجھے ملتا تو میرے لیے تمام دنیا کی دولت سے بڑھ کر تھا۔

فضیلت سوم:

ایک آیت ہے: قل تعالو اندع ابناء ناو ابناء کم الخ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اے نبی آپ ان عیسائیوں سے کہہ دیجیے کہ آؤ ہم بھی اپنے بیٹے بیٹی اور خاص الخاص رشتہ دار کو بلالیں اور تم بھی اپنے بیٹے بیٹی اور خاص الخاص رشتہ دار کو بلالو۔ پھر ہم خشوع کے ساتھ اللہ سے دعا کریں اور مباہلہ کریں۔ کہ جو جھوٹا ہے اس پر لعنت ہو۔

اس کا نام آیت مباہلہ ہے اس کا مفصل بیان ایک مستقل فصل میں گذر چکا ہے۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے موقع پر نبی ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو طلب فرما کر اللہ سے کہا:

اللھم ھولاء اھلی

یا اللہ میرے اہل وعیال یہ ہیں۔

حضرت سعد کے نزدیک حضرت علی کی یہ فضیلت بھی اتنی عظیم الشان ہے کہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ شرف

مجھے ملتا تو میں اس کو تمام دنیا کی دولت سے بڑھ کر سمجھتا۔

قرآن مجید میں صحابہ کو کئی جگہ عتاب فرمایا گیا ہے، لیکن حضرت علی کا ذکر خیر ہی ہوا ہے:

حافظ امام طبرانی نے معجم کبیر میں، امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں، اور امام ابونعیم نے حلیۃ الاولیا میں حضرت ابن عباس کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ:

ما انزل اللہ یا ایھا الذین آمنوا الا وعلی امیرھا وشریفھا، و لقد عاتب اللہ اصحاب محمد فی غیر مکان و ماذکر علیا الابخیر

اللہ نے جہاں بھی یا ایھا الذین آمنوا فرمایا ہے، یعنی اے ایمان والوں وہاں ایمان والوں کے افسر اور امیر حضرت علی ہیں۔ اور اللہ نے کئی مقام پر صحابہ کو عتاب فرمایا ہے لیکن علی کا ذکر خیر ہی فرمایا ہے۔

حضرت علی کے بارے میں جتنی آیتیں نازل ہوئی ہیں اتنی کسی کے بھی بارے میں نازل نہیں ہوئیں:

امام ابن عساکر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد روایت کرتے ہیں کہ:

مانزل فی احد من کتاب اللہ تعالیٰ مانزل فی علی

کسی کے متعلق قرآن میں اتنی آیتیں نازل نہیں ہوئی جتنی علی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

حافظ ابن عساکر نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس کا ارشاد ہے:

نزلت فی علی ثلثمائۃ آیۃ

علی کے بارے میں تین سو آیتیں نازل ہوئی ہیں۔

حضرت خدیجہ کے بعد سے پہلے حضرت علی نے اسلام قبول کیا:

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد مروی ہے کہ:

کان علی رضی اللہ عنہ اول من اسلم من الناس بعد خدیجۃ

حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے حضرت علی نے اسلام قبول کیا ہے۔

محققین کے نزدیک یہی قول قابل ترجیح ہے، حافظ ابن حجر جو علوم حدیث اور علم اسماء الرجال کے عدیم المثال محقق ہیں۔ تقریب التہذیب صفحہ ۲۷۶ میں اس قول کو قابل ترجیح لکھتے ہیں۔

امت محمدیہ میں سب سے پہلے حضرت علی ہیں:

سنن ترمذی (ج ۲، ص ۲۱۵) میں حضرت ابن عباس کا ارشاد مروی ہے:

اول من صلی علی

(امت میں) سب سے پہلے نمازی علی ہیں۔

علم میں کسی کو آپ پر سبقت حاصل نہیں:

حضرت کے وصال کے دوسرے روز امام حسن علیہ السلام نے جو خطبہ دیا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ اس میں آپ نے فرمایا:

لقد فارقکم رجل بالامس لم یسبقه الاولون بعلم، ولم یدرکه الآخرون وکان رسول الله صلی الله علیه وسلم یبعثه بالرایة جبریل عن یمینه ومیکائیل عن شماله حتی یفتح لهٗ

کل ایک شخصیت تم سے رخصت ہوئی ہے کہ اگلے لوگ اس سے علم میں آگے نہ ہو سکے۔ اور پچھلے لوگ اس کو پا نہیں سکتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب انہیں جھنڈا دے کر جہاد پر روانہ فرماتے تو جبرئیل ان کے داہنے جانب ہوتے اور میکائیل بائیں جانب، پھر وہ فتحیاب ہو جاتے۔

امام حسن علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ "اگلے لوگ علم میں حضرت علی سے آگے نہ بڑھ سکے، اور پچھلے لوگ انہیں نہ پا سکیں گے" اس سے اندازہ لگایئے کہ آپ کا علمی پایہ کتنا بلند ہے۔ علمائے ملت نے آپ کی اس علمی رفعت کا ہمیشہ اعتراف کیا ہے اور کیوں نہ ہو آپ ہی تو باب العلم ہیں۔

حضرت مسروق نہایت بلند پایہ تابعی اور شیخ المحدثین ہیں، حافظ ابن صلاح اپنے مقدمہ صفحہ ۱۴۸ میں ان کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

وجدت علم اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم انتهی الیٰ ستة: عمر، وعلی، وابی، وزید، وابی الدرداء، وعبدالله بن مسعود، ثم انتهی علم هولا الستة الی اثنین: علی وعبدالله۔

میں نے یہی پایا کہ تمام صحابہ کا علم چھ شخصوں کے اندر آ گیا ہے۔ وہ یہ ہیں: عمر، علی، ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابودرداء، اور ابن مسعود، پھر ان چھ صحابہ کا علم دو شخصوں میں موجود ہے۔ وہ ہیں علی اور عبداللہ بن مسعود۔

حضرت مسروق یہاں آکر خاموش ہو جاتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس بھی جتنا علم کا ذخیرہ ہے وہ سب حضرت علی کے پاس موجود ہے، کیوں کہ حضرت علی باب علم ہیں۔

حضرت علی صفات اعلیٰ سے لبریز ہیں:

امام حاکم اور امام طبرانی کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس سے حضرت علی کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

ملی عزما و حزما و علماء و نجدة

حضرت علی عزم صادق، ہوشمندی، علم اور شجاعت سے لبریز ہیں۔

سیرت مرتضوی کا ایک مختصر اور جامع بیان:

حضرت ضرار بن ضمرہ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کی فرمائش پر حضرت علی کے اوصاف بیان کیے ہیں۔ جو اگر چہ بہت مختصر ہیں مگر آپ کی سیرت کے بہت سے پہلو اس میں آگئے۔ ذیل میں اسے درج کرتے ہیں:

☆ وہ کمالات کے انتہائی درجے پر تھے۔ ☆ان کے حصول کمال والی قوتیں بہت مضبوط تھیں۔ ☆ان کا فیصلہ حق وانصاف کا فیصلہ تھا۔ ☆ان کے ہر جانب علم کا چشمہ بہتا تھا۔ ☆ان کے ہر طرف حکمت ہی کی باتیں تھیں۔ ☆ان کو دنیا اور دنیا کی زیب و زینت سے وحشت ہوتی۔ ☆اللہ سے راز و نیاز کے لیے انہیں رات کی تاریکیوں سے بڑی انسیت تھی۔ ☆وہ خوف الٰہی کی وجہ سے بڑے اشکبار رہتے۔ ☆فکر و مراقبہ میں بہت دیر تک رہا کرتے اور اپنے نفس کو خطاب فرمایا کرتے تھے۔ ☆موٹا جھوٹا لباس اور روکھا پھیکا کھانا ہی آپ نے اختیار فرمایا تھا۔

☆ آپ ہم لوگوں کے پاس برتر بن کر نہیں رہتے تھے، جب آپ سے ہم کچھ پوچھتے، آپ اس کا جواب دیتے، جب آپ کے پاس حاضر ہوتے پہلے خود کلام فرماتے، اور جب آپ کو مدعو کرتے تو دعوت قبول فرمالیتے۔ ☆باجودیکہ آپ نے ہم لوگوں کو اتنا قریب کرلیا تھا لیکن پھر بھی دل میں آپ کی ہیبت اتنی تھی کہ ہم لوگ گفتگو کی جسارت نہیں کر سکتے تھے۔ ☆آپ دینداروں کی عظمت بڑھاتے۔ ☆مسکینوں سے محبت فرماتے۔

☆ مضبوط آدمی اپنی طاقت کے برتے پر کسی باطل کی ہوس نہیں باندھ سکتا تھا۔ ☆اور کمزور آدمی آپ کے حق و انصاف کی بنا پر دادرسی سے کبھی مایوس نہ ہوتا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بعض مواقع پر دیکھا ہے کہ جب رات کا اندھیرا ہر طرف چھا گیا اور تارے ڈوبنے لگے تو آپ نماز کے لیے اس عالم میں کھڑے ہوئے ہیں کہ دست مبارک سے داڑھی پکڑے اس

طرح بے قرار ہیں جیسے سانپ کا ڈنسا ہوا آدمی بے قرار ہو۔ اور بڑے غم واندوہ کے ساتھ روتے جارہے ہیں، اس وقت میرے کانوں میں آپ کی یہ آواز آرہی تھی: ''اے دنیا کیا تم میرے سامنے آراستہ ہو کر آنا چاہتی ہو؟ دور !دور!! کسی اور کو دھوکہ دے، میں تجھے تین طلاقیں دے چکا، میں تیری طرف متوجہ نہیں ہوسکتا، تیری عمر بہت کم ہے، تیری زندگی حقیر ہے، تیرے خطرات بہت بڑے ہیں، آہ! زادراہ بہت کم! سفر بہت طویل! اور راستہ نہایت سنسان اور وحشت ناک ہے!''۔

اس گفتگو کو سنکر امیر معاویہ کا پور اور بار رونے لگا۔ اور لوگوں کی آواز گلوگیر ہوگئی امیر معاویہ بھی اشکبار ہوگئے اور بول اٹھے!''ابوالحسن (یہ حضرت علی کی کنیت ہے) پر اللہ کی رحمت ہو اللہ کی قسم وہ یقیناً ایسے ہی تھے۔''

اس کے بعد انہوں نے حضرت ضرار سے پوچھا: ''ان کی وفات سے تمہارے غم واندوہ کا کیا حال ہے؟'' حضرت ضرار نے فرمایا: ''میرا غم واندوہ اس سے کم نہیں جس کا بچہ اس کی گود میں ذبح کردیا جائے اور اس کے آنسو تھمتے ہی نہ ہوں۔'' (صفۃ الصفوۃ، ا، ص ۱۲۲)

حضرت علی کے چار اسمائے گرامی

جو کمالات مرتضوی کے مبسوط مباحث کے قدرتی عنوان ہیں:

(۱) علی (۲) مرتضی

(۳) حیدر (۴) ابوتراب

اسم پاک علی کی تشریح:

علی کے معنی ہیں، بہت بلند اور بہت برتر، اس کا مفہوم یہ بھی ہے کہ اتنا بلند و برتر جس کی بلندیوں برتری فوق الادراک ہو۔

آپ علی ہیں یعنی آپ کی بلندی و برتری فوق الادراک ہے۔ (فوق الادراک صرف اللہ کی صفت ہے) غور کرو:

☆ آپ کا علمی مقام کتنا بلند ہے؟

☆ آپ کا عرفان کتنا رفیع الشان ہے؟

☆ آپ کا یقین کتنا اونچا ہے؟ آپ کا ارشاد ہے:

لو کشف الغطاء لما ازددت یقینا جس کا مفہوم یہ ہے کہ غیبی امور پر یقین اس درجہ کا ہے جس میں کسی اضافہ کی گنجائش ہی نہیں، حتی کہ تمام پردہائے غیب اٹھا دیے جائیں۔ اور قلبی مشاہدہ کے بجائے عینی مشاہدہ بھی ہونے لگے۔ جب بھی میرے یقین میں کسی اضافہ کی گنجائش نہیں، یہ ہے آپ کے یقین کا مقام بلند! پھر یہ بھی دیکھو کہ:

☆ آپ کے سلسلۂ اولاد میں کتنی رفعتیں ہیں؟

کیا کسی کی بھی اولاد اتنی عالی مقام ہے؟

کیا کسی کے فرزند حسن وحسین جیسے ہیں؟ جو رسول کے لخت جگر اور جوانانِ جنت کے سردار ہوں۔

کیا کسی کا بھی سلسلۂ اولاد اتنا عالی شان ہے؟ جس میں شروع سے لے کر قیامت تک برابر اولیاء اللہ بلکہ اولیاء اللہ کے امام ہوتے جائیں۔

کیا یہ مسلم حقیقت نہیں کہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام سے لے کر امام مہدی کے زمانہ تک جو قرب قیامت کا زمانہ ہے برابر آل نبی اور اولاد علی کا وجود رہا ہے اور رہے گا۔ اور اب تک یہی حضرات ولایت کے امام رہے ہیں اور ان کے ولایت امام مہدی تک مسلسل رہے گی۔

☆ پھر اس میں بھی دھیان دو کہ: آپ سے اولیاء کے جو سلسلے جاری ہوئے ہیں وہ ایمان وعرفان اور سلوک احسان کے کتنے بلند درجہ پر فائز ہیں؟

قادری، چشتی، سہروردی، شاذلی، رفاعی، مدینی، نقشبندی، نیز ان کے علاوہ سلوک وتصوف کے اور بھی متعدد سلسلے ہیں۔ جن کے ذریعے اطراف عالم میں اسلام کی تبلیغ ہوئی۔ کروڑوں آدمی مسلمان ہوئے۔ اور بے شمار لوگوں نے فسق وفجور سے توبہ کی اور نہایت بلند پایہ متقی اور اعلیٰ درجہ کے صالحین وابرار بن گئے۔

یہ تمام سلسلے نور کی نہریں ہیں جن کا منبع علی مرتضیٰ علیہ السلام کی ذات قدسی صفات ہے۔ اسی لیے ان تمام سلسلوں کو سلاسل علیہ کہتے ہیں۔ اور ان سے وابستہ بزرگوں کو صوفیہ علیہ کہا جاتا ہے، یعنی سلاسل تصوف اور صوفی دونوں حضرت علی سے وابستہ ہیں اس طرح یہ لفظ علیہ بتاتا ہے کہ ان کا انتساب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہے۔ یہ محض راقم السطور ہی کی بات نہیں بلکہ ہندوستان کے بے نظیر مفسر بلکہ اپنے زمانہ میں دنیائے اسلام کے مفسر اعظم حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہٗ اپنی عدیم المثال تفسیر، تفسیر مظہری ج ۵، ص ۳۸ میں لفظ صوفیہ علیہ کی تشریح ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

> وصفنا الصوفية بالعليه لعلوهم درجة لاستنادهم الیٰ علی رضی الله عنه فانه قطب هذا المقام، (الاشارة الى المقام المسمىٰ بفناء القلب عندالصوفية، کوثر)

ہم نے صوفیہ کی صفت میں لفظ علیہ کہا ہے کیوں کہ ان کا درجہ بہت عالی ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو حضرت علی سے انتساب ہے کیوں کہ حضرت علی ہی اس مقام (یعنی فنائے قلب کے مقام کے قطب ہیں۔ (یہی مقام حاصل تصوف ہے۔)

اسی لیے کہا جاتا ہے کہ حضرت علی تمام صوفیۂ کرام کے روحانی باپ ہیں، حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی قدس سرہ تفسیر مظہری (ج ۴، ص ۱۹۹) میں فرماتے ہیں:

علی رضی اللہ عنه ابو الصوفية اجمعين

علی رضی اللہ عنہ تمام صوفیوں کے باپ ہیں۔

☆ آپ کی رفعت کی ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ آپ کو آنحضرت ﷺ نے جوانی میں بھی اپنے دوش مبارک پر سوار کیا ہے۔ یہ فتح مکہ کا واقعہ ہے۔ (اس کے علاوہ مکی زندگی میں آپ کو دوش مبارک پر سوار کیا ہے)۔ تا کہ کعبہ کی چھپ سے ہُبل نامی بت کو اکھیڑ کر پھینک دیں۔ اللہ اکبر! حضرت علی دوش مبارک پر سوار! صفۃ الصفوۃ ج ۱، ص ۱۲۰ میں مسند احمد کے حوالہ سے منقول ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں: "میں اور رسول خدا ﷺ کعبہ میں پہنچے، آپ میرے کندھے پر سوار ہوئے لیکن کمزور پا کر اتر گئے اور مجھے اپنے کندھے پر سوار کیا، اس طرح میں کعبہ کی چھپ پر چڑھ گیا۔ وہاں تانبے کا ایک بت نصب تھا۔ میں نے چاروں طرف سے اسے ہلا کر اکھیڑا پھر آپ کے حکم سے زمین پر پٹک دیا۔ اور وہ چکنا چور ہو گیا حضرت علی فرماتے ہیں جب میں دوش مبارک پر سوار ہوا اس وقت مجھے احساس ہو رہا تھا کہ اگر میں چاہوں تو افق آسمان کو چھو لوں۔

یہ سب رفعتیں جو آپ نے پڑھیں، غور کیجیے ان سے حضرت علی کی کتنی عالم شان برتری کا ظہور ہوتا ہے۔ آپ کی اس قسم کی برتریوں کے تمام اطراف و جوانب کو یکجا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ اگر کہنا ہو کہ حضرت مرتضٰی ان تمام برتریوں کے حامل ہیں تو اس کا مختصر سے مختصر عنوان یہی ہے کہ آپ علی ہیں اس طرح یہ اسم پاک کمالات مرتضوی کے بیان کا ایک مختصر قدرتی عنوان ہے۔

اسم پاک مرتضٰی کی تشریح:

مرتضٰی کے معنی ہیں پسندیدہ اور منتخب شخصیت نیز وہ شخص جس سے اللہ و رسول راضی ہیں۔ آپ کے شان مرتضوی کے ان مظاہر کو ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: اللہ نے کئی جگہ صحابہ کو عتاب فرمایا ہے، لیکن علی کا ذکر خیر ہی فرمایا ہے۔ (متن اوپر گذر چکا ہے)

۲۔ حضرت رسول اکرم ﷺ آپ کو راضی رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے۔ چنانچہ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب حضور آپ کو مدینہ میں چھوڑ کر تشریف لے جا رہے تھے، تو آپ کو کچھ ملال ہوا کہ ہمیں عورتوں اور بچوں کے پاس رہنا پڑا اور جہاد میں جانے سے رکنا پڑا۔ اس پر حضور انور ﷺ آپ سے فرماتے ہیں:

يا على اما ترضى ان تكون منى بمنزلة هارون من موسىٰ

یا علی کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ مجھ سے تم کو وہی نسبت حاصل ہے جو نسبت موسیٰ سے ہارون کو حاصل تھی۔

۳۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بے حد منتخب شخصیت ہیں، حافظ خطیب بغدادی نے بسند صحیح روایت لکھی ہے کہ جب حضرت فاطمہ کے حضرت علی سے شادی ہوئی، اس پر آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

اما ترضین ان اللہ اختار من اھل الارض رجلین: احدھما ابوك، والآخر زوجك

کیا تم راضی نہیں کہ اللہ نے اہل زمین میں سے دو شخصوں کو منتخب فرمایا۔ ایک تمہارے والد ہیں دوسرے تمہارے شوہر۔

سبحان اللہ یہ ہے حضرت علی کی ایک شان ارتضا۔

۴۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، اللہ کے ایسے برگزیدہ ہیں کہ تنزیل قرآن سے پہلے تو تمام عرب شرک اور رسوم جاہلیت میں مبتلا تھے۔ مگر اس دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح کے کفر و شرک اور رسوم جاہلیت سے محفوظ رکھا ہے۔ اس کے لیے یہ انتظام فرمایا کہ آپ کو حضور اکرم ﷺ کی کفالت میں رکھ دیا۔ اس طرح آپ کی تربیت شروع ہی سے دامن نبوی میں ہوئی اور آپ تمام لغویات سے محفوظ رکھے گئے ہیں۔ اور آپ پر ہر دور میں رضوان الٰہی کی نظر رہی ہے۔ ایسا ہی شخص بہمہ وجوہ مرتضیٰ ہے اور یہ ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ایک شان ارتضا۔

۵۔ بعثت نبوی کے چوتھے سال آنحضرت ﷺ نے بنی ہاشم کو کھانے پر مدعو فرمایا، لوگ کھانا کھا چکے تو آپ نے فرمایا: وہ چیز لے کر آیا ہوں جو دین و دنیا دونوں کی کفیل ہے۔ اس بار گران کے اٹھانے میں کون میرا ساتھ دے گا؟ مجلس میں سناٹا تھا کہ حضرت علی کھڑے ہو گئے کہ "میں ہر طرح آپ کا ساتھ دوں گا۔" آپ نے فرمایا: "علی تم میرے بھائی اور وارث ہو۔" (یعنی میرے علوم کے وارث ہو)۔

غور کیجیے حضور ﷺ کا دست و بازو بننے کے لیے اللہ نے پورے بنو ہاشم میں صرف حضرت علی ہی کا انتخاب فرمایا ہے۔ یہی ہے شان ارتضا۔

۶۔ شب ہجرت میں کفار نے کاشانہ نبوی کا ہر طرف سے محاصرہ کر لیا ہے۔ منصوبہ بنا چکے ہیں کہ صبح ہوتے ہی گھر میں گھس کر ایک ساتھ آپ پر تلواریں برسا کر معاذ اللہ آپ کا خاتمہ کر دیں۔ اس وقت بستر نبوی پر لیٹنا اپنی جان کی قربانی پیش کرنا ہے۔ اس بڑے کام کے لیے اللہ نے صرف حضرت علی کا انتخاب فرمایا ہے۔ چنانچہ بحکم نبوی آپ اس پر لیٹے۔ اس پر رضوان الٰہی کا وہ عالم ہوا کہ اللہ نے حضرت جبرائیل اور حضرت

میکائیل سے فرمایا کہ علی میرے نبی پر اپنی جان قربان کر رہے ہیں۔ تم دونوں جاؤ اور ان کی حفاظت کرو۔ اکلیل شرح مدارک میں ہے (ج ۴، ص ۱۱۸) کہ یہ دونوں فرشتے اترے، رات بھر حضرت جبرئیل حضرت علی کے سرہانے رہے اور حضرت میکائیل پائتی۔ اور دونوں فرشتے حضرت علی کو مبارکباد دے رہے تھے: "اے ابن ابی طالب آفرین! آفرین! اللہ تمہاری ذات پر فخر کرتا ہے۔"

اللہ نے اس شرف عظیم کے لیے حضرت علی ہی کا انتخاب فرمایا ہے، یہ ہے آپ کی ایک شان ارتضا۔

۷۔ دنیا میں نسل رسول حضرت علی ہی سے جاری ہوئی اس طرح اللہ نے اولاد رسول کا پدر معظم حضرت علی ہی کو بنایا۔ اور اس درجۂ علیا کے لیے آپ ہی کا انتخاب فرمایا۔ یہ ہے ایک شان ارتضا کہ آپ ہی ہیں ابوالائمہ۔ اور آپ ہی ہیں وہ نخل طوبیٰ جس کی شاخیں حسنین کریمین اور تمام اولاد رسول۔

۸۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو صحابہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا تو حضرت علی کو کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ اس پر حضرت علی کو اپنی بے کسی کا صدمہ ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا:

انت اخی فی الدنیا والآخرة

تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

مسند احمد میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ نے فرمایا:

مااخرتك الا لنفسی، وانت منی بمنزلة هارون من موسیٰ۔ غیر انه لانبی بعدی، وانت اخی ووارثی قال ما ارث منك یا رسول الله؟ قال: ماورث الانبیاء من قبلی، قال، ماورث الانبیاء من قبلك؟ قال: كتاب ربهم و سنة نبیهم وانت معی فی قصری فی الجنة، مع فاطمة ابنتی، و انت اخی ورفیقی۔ (کنز العمال: ج، ص

میں نے تم کو اپنا بھائی بنانے کے لیے چھوڑ رکھا تھا۔ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو نسبت موسیٰ کو ہارون سے تھی، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور تم میرے بھائی اور میرے وارث ہو۔ علی نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی وراثت کیا ہے؟ فرمایا: وہی جو مجھ سے پہلے کے انبیاء کی وراثت ہے۔ علی نے پوچھا: ان انبیا کی وراثت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کے رب کی کتاب اور ان کے نبی کی سنت، اور اے علی جنت میں تم میرے ساتھ میرے محل میں میری بیٹی فاطمہ کے ساتھ رہو گے اور تم میرے بھائی اور میرے رفیق ہو۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قرب و اختصاص کے لیے اللہ نے حضرت علی ہی کو منتخب فرمایا ہے۔ یہ ہے آپ کی ایک شان ارتضا۔

۹۔ غزوۂ خیبر میں حضرت علی ہی کو اللہ و رسول کے محبوب ہونے کے اعزاز سے شرف فرمایا گیا، یہ ہے آپ کی ایک شانِ ارتضا۔

۱۰۔ اگر یہ سوال ہو کہ وہ کون شخصیت ہے جس کو آنحضرت ﷺ کی قرابت قریبہ کے ساتھ آپ کے داماد ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ نیز علم قرآن و سنت اور فقہ اسلام میں درجہ علیا بھی حاصل ہے؟ غرض ایسی جامعیت کبریٰ کے لیے اللہ نے کس کا انتخاب فرمایا ہے؟ تو جواب صرف ایک ہے وہ یہ ہے کہ ایسی شخصیت صرف حضرت علی کی ذات گرامی ہے، یہ ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ایک شانِ ارتضا!

اسم پاک حیدر کی تشریح:

حیدر کے معنی ہیں شیر، یہ حضرت کرم اللہ وجہہ اکریم کا بہت مشہور لقب ہے، واقعی آپ جہاد کے حیدر اور اللہ کے شیر ہیں، وہ تمام غزوات جس میں آپ نے شرکت فرمائی ہے، اپنی اپنی جگہ شاہد ناطق ہیں کہ آپ اللہ کے شیر ہیں۔ آپ ہی ہیں وہ اسد اللہ جن کا جہادی کارنامہ سب پر بھاری ہے۔

بدر جو اسلام کا سب سے پہلا اور سب سے اہم غزوہ ہے اس میں لشکر کفار کے پہلے مبارزین کو صرف آپ اور حضرت حمزہ نے موت کے گھاٹ اتارا، احد میں کفار کی بڑی یورش کو آپ ہی نے توڑا۔ حنین کے نہایت زبردست کفار کی زیادہ تر صفیں آپ ہی نے درہم برہم کیں اور انہیں پسپا کیا۔ خندق میں جب عمرو بن عبد نے مبارز طلبی کی تو چونکہ یہ ایک ہزار بہادروں کے برابر مانا جاتا تھا۔ کسی نے مقابلہ کی ہمت نہیں کی، صرف اللہ کے شیر حیدر کرار نے اس کا مقابلہ کیا۔ اور ایک ہی وار میں موت کا لقمہ بنا دیا۔ غزوۂ خیبر میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی کامیاب نہ ہو سکے تو حیدر کرار ہی اللہ و رسول کے محبوب بن کر شان حیدری کے ساتھ نبرد آزما ہوئے کہ وہ مرحب جو یہود کی سب سے بڑی قوت تھا۔ جس کی بہادری کا سکہ تمام عرب پر بیٹھا تھا، اور ایک ہزار بہادروں کے برابر مانا جاتا تھا۔ ہاں وہی مرحب وہی اسلحہ میں ڈوبا ہوا مرحب آپ کے ایک ہی وار سے خاک و خون میں لوٹ کر ہمیشہ کے لیے دنیا سے رخصت ہو گیا اور عرب میں یہود کی قوت بے جان ہو گئی۔

حضرت علی اللہ کے ایسے شیر ہیں کہ صنادید عرب کے سرکش اور جبار طاقتوں کو سب سے زیادہ آپ ہی نے موت کے گھاٹ اتارا۔ اور یہود کی ملعون قوتوں کو آپ ہی نے عرب میں بے جان بنایا۔ آپ کا یہ احسان مسلمانوں کی گردنوں پر ہمیشہ رہے گا۔

جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کفار اور یہود کے معرکوں میں اللہ کے شیر ہیں، اسی طرح ناکثین قاسطین اور مارقین کے معرکوں میں بھی شیر خدا ہیں۔ ان کے علاوہ جہاد نفس کے ہر معرکہ میں بھی آپ شیر ہیں۔ اس کی تفصیل بہت طولانی ہے کہ اس میں تصوف کے تمام مقامات و احوال اور تمام منازل سلوک آجاتے ہیں۔

اسم پاک ابوتراب کی تشریح:

ابوتراب کا لفظی ترجمہ مٹی کا باپ، مٹی کی نہایت اہم قدرتی صفت یہ ہے کہ اربعہ عناصر میں صرف مٹی ہے جو نور کو اپنے اندر جذب کرتی ہے، باقی عناصر ایسے نہیں، جائزہ لے لیجیے، پانی برس رہا ہے اس پر ٹارچ وغیرہ سے لائٹ پھینکیے، پانی کا سینہ نور کو اپنے اندر جذب نہ کر سکے گا۔ لائٹ یکسر پاس ہو جائے گی، پانی کی طرح آپ اور ہوا پر بھی لائٹ پھینکئے ان کے سینے بھی نور کو اپنے اندر جذب نہ کر سکیں گے، لائٹ یکسر پاس ہو جائے گی۔ آپ نے جائزہ لیا کہ اربعہ عناصر آگ، پانی اور ہوا کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اب رہ گئی خاک، بس یہی وہ عنصر ہے جو نور کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ مٹی کی دیوار کھڑی ہے آپ اس پر لائٹ پھینکیے۔ مٹی نور کو اپنے سینے میں جذب کر لے گی اور باہر جانے نہ دے گی۔

غرض اربعہ عناصر میں مٹی ہی وہ عنصر عظیم ہے جو نور کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ یہی وجہ کہ زمین کے خلیفہ حضرت آدم مٹی سے بنائے گئے ہیں کہ خلیفہ کا سینہ انوار الٰہی کا حامل ہونا چاہیے اور ایسا ہونا چاہیے کہ جن انوار کا نزول ہو سب کو اپنے اندر جذب کر سکے۔

مٹی کی یہ فطری اور قدرتی صفت آپ نے سمجھ لی کہ وہ جاذب انوار ہے۔ اب سنیے کہ اللہ کے بندگان خاص یعنی اولیاء اللہ مٹی ہی کی طرح نہایت خاکسار ہوتے ہیں، درحقیقت یہ خاک صفت ہیں اور مٹی بن گئے ہیں اس لیے ان کے قلوب جاذب انوار ہو گئے ہیں۔ ایسے بزرگوں کے امام و مقتدا اور مرشد اعظم اور روحانی باپ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں اسی لیے حضور انور ﷺ نے آپ کو ابوتراب فرمایا ہے، جس کا لفظی ترجمہ ہے مٹی کا باپ، یہاں تراب یعنی مٹی سے مراد عنصر خاک نہیں کہ عنصر خاک کے باپ ہونے کے کوئی معنی ہی نہیں بلکہ اس سے اولیائے کاملین کی طرف اشارہ ہے جو تراب صفت اور نہایت خاکسار ہیں۔ اس طرح مٹی بن کر جاذب انوار ہو گئے ہیں، یہی حضرات ہیں ارباب فنا یقیناً ان قدسیوں کے روحانی باپ حضرت علی ہیں کہ کوئی ولی آپ کے توسط کے بغیر درجۂ ولایت پر نہ فائز ہوا ہے نہ ہوگا۔ اس پر مفصل بحث حدیث ثقلین کی شرح میں گذر چکی۔

اسم پاک ابوتراب کی یہ تشریح راقم السطور کی طبع زاد نہیں ہے بلکہ حضرت مجدد سرہندی قدس سرہٗ کے پیر مرشد، ولی کامل، عارف اکمل حضرت خواجہ محمد باقی عرف خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام مقدس سے ماخوذ ہے، امام وقت محدث ہند شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اپنی ایک بلند پایہ کتاب شرح سفر السعادۃ میں اس پر بڑی عارفانہ بحث فرمائی ہے، اس سلسلے میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے کلمات طیبات بھی نقل کیے ہیں۔ پوری بحث پڑھنے کے قابل ہے۔ پہلے حضرت شیخ نے اس حدیث کا فارسی ترجمہ لکھا ہے۔ جس سے علم ہوتا ہے کہ آپ ابوتراب کے خطاب سے کب نوازے گئے ہیں۔ ہم اس حدیث کا ترجمہ صحیح مسلم کی روایت سامنے رکھ کر

کرتے ہیں۔ صحیح مسلم ج ۲، ص ۲۸۰، میں حضرت سہل بن سعد سے مروی ہے کہ:

"(ایک روز) رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے وہاں حضرت علی نہ تھے، فرمایا: تمہارے ابن العم (یعنی علی) کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا میرے ان کے درمیان ایک بات ہوئی ہے جس سے مجھے صدمہ ہوا، اس پر وہ گھر سے نکلے اور یہاں قیلولہ نہیں کیا۔ اب رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا: دیکھو علی کہاں ہیں؟ اس شخص نے واپس آ کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ رسول خدا ﷺ مسجد میں حضرت علی کے پاس تشریف لائے، اور ملاحظہ فرمایا کہ کروٹ لیٹے ہیں۔ چادر بدن سے سرک گئی ہے اور پیٹھ پر مٹی لگ گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ مٹی پونچھ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں: "ابوتراب اٹھو! ابوتراب اٹھو! (قم ابا تراب! قم ابا تراب!)

حضرت محمد دہلوی فرماتے ہیں:

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مخالفین اور معاندین حضرت علی کو ابوتراب ہی کہتے تھے۔ اور اپنے خیال باطل میں سمجھتے تھے کہ اس لفظ میں ان کی بڑی تنقیص و تحقیر ہے۔ حالانکہ اس میں بدرجۂ کمال تعظیم و تکریم ہے۔ بعض صوفی محققین نے اس نام (پاک) میں دقیق اشارات کیے ہیں۔ اور بلیغ معانی بیان فرمائے ہیں جو حضرت علی کے کمال مرتبت اور حد درجہ فضیلت پر دلالت کرتے ہیں۔

ان کے نزدیک لفظ "تراب" سے اہل توحید و فنا کی طرف اشارہ ہے پس لفظ ابوتراب کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گروہ فقرا، ارباب فنا اور اہل کمال حضرات کے مقتداء امام اور مرجع ہیں چنانچہ مشائخ طریقت کے جو سلسلے ہیں ان کی آخری کڑی حضرت علی کی ذات گرامی ہے۔"

اس مضمون کو جناب حقائق مآب صاحب اسرار و انوار جمال الدین خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ نے نظم کر دیا ہے۔ حضرت محدث دہلوی نظم کو درج کرتے ہیں۔ راقم السطور ہر شعر کے نیچے اس کا مفہوم بھی لکھتا ہے:

من حاصل ایک خطاب گویم — مضمون ابو تراب گویم

ترجمہ: میں لفظ ابوتراب کا مضمون اور اس کا خطاب حاصل بیان کر رہا ہوں۔

خاک اند جماعتے کہ مردند — ہستی بخدائے خود سپردند

ترجمہ: ایک جماعت خاک کی طرح ہے جس کا نفس مردہ ہے۔ ان لوگوں نے اپنی ہستی یکسر اللہ کے حوالہ کر دی ہے۔

از سطوت نور در شکستہ — در آب بقا فرونشستہ

ترجمہ: نور کے غلبہ سے ان کا نفس شکستہ ہو چکا ہے، یہ لوگ آب بقا میں جا بیٹھے ہیں۔

گروے نہ پشت پائے ایشاں ۔۔۔ درو دکف پائے خود چہ امکاں

ترجمہ: اس لیے ان کے پشت قدم پر دنیا کی ذرا بھی گرد نہیں۔ پھر ان کے تلوؤں پر گرد جمنے کا کیا امکان جب کہ وہ آب بقا میں بیٹھے ہیں۔

سر حلقۂ خاکیاں علی بود ۔۔۔ سر سلسلۂ جہان علی بود

ترجمہ: ان خاکیوں کے حلقہ کے سردار علی تھے اور دنیا جہاں کے سلسلۂ اولیاء کے سردار علی تھے۔

زاں بحر دو نہر بند بکشود ۔۔۔ یک سو حسن و حبیب و داؤد

ترجمہ: اس بحر ولایت سے دو نہریں نکلی نہیں، ایک طرف وہ نہر طریقت ہے جس کا سلسلہ یہ ہے۔ حسن بصری حبیب عجمی، داؤد طائی۔

معروف و سری، جنید بغداد ۔۔۔ کرمیٰ ﷺ طرق کثیرہ بکشاد

ترجمہ: معروف کرخی، سری سقطی، جنید بغدادی سے بہت سے راستے نکلے ہیں۔

یک سوئے دگر لطیفۂ پاک ۔۔۔ مستور بزیر پردۂ خاک

ترجمہ: دوسری طرف وہ نہر طریقت ہے جو لطیفہ پاک ہے، یعنی پاک اور مظہر ذریت رسول ہے۔ اور یہ لطیف ومقدس جوہر پردۂ خاک میں مستور ہے (یعنی اس پر فنائیت کا بے حد غلبہ ہے)

سبطین رسول و زین عباد ۔۔۔ پس باقر و صادق نکو زاد

ترجمہ: یہ ہیں رسول کے دونوں نواسے (امام حسن اور حسین) اور امام زین العابدین اور امام باقر اور امام جعفر صادق (علی جدھم وعلیھم الصلوٰۃ والسلام)

این سلسلۂ طلائے ناب است ۔۔۔ این خانہ تمام آفتاب است

ترجمہ: یہ اولاد رسول والا سلسلہ خالص سونے کی کڑیوں کا سلسلہ ہے، اس گھر کا ہر شخص آفتاب ہے۔

معنےٰ ابوتراب این است ۔۔۔ تفسیر اشارت این چنین است

ترجمہ: لفظ ابوتراب کا مفہوم یہ ہے، اس لفظ کے ذریعہ جو اشارہ کیا گیا ہے اس کی تفسیر یہی ہے۔

اس کلام کا ماحصل:

یہ ہے کہ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو جو ابوتراب کا عظیم وجلیل خطاب ملا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ علی، تراب کے باپ ہیں، یعنی ان اولیاء اللہ کے روحانی باپ ہیں جن کا نفس مردہ ہے۔ اور وہ مقام تسلیم وتفویض پر فائز ہیں۔ ان میں نور کا ایسا غلبہ ہے کہ نفس بالکل شکستہ ہو گیا ہے، فنافی اللہ اور بقابا للہ ان کا مقام ہے، ایسے اولیائے کاملین کا مقتدا، مرجع اور منبع حضرت علی ہیں چنانچہ ان حضرات کے تمام سلسلوں کی آخری کڑی آپ ہی ہیں۔

براہ راست حضرت علی سے دو سلسلۂ طریقت چلے ہیں جن کی شاخیں بعد میں بڑھتی گئیں ایک سلسلہ آپ کے ایک مرید وخلیفہ امام حسن بصری سے چلا ہے۔ ان کے مرید وخلیفہ حضرت حبیب عجمی ہیں، ان کے حضرت داؤد طائی، ان کے حضرت معروف کرخی، ان کے حضرت سری سقطی، ان کے حضرت جنید بغدادی، اور حضرت جنید بغدادی سے بہت سے سلاسل طریقت نکلے ہیں۔

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے دوسرا سلسلۂ طریقت آپ کی اولاد اطہار سے ہوا ہے۔ جس کی کڑیاں یہ ہیں: حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت امام زین العابدین حضرت امام محمد باقر، حضرت امام جعفر صادق (علی جدھم و علیھم الصلوٰۃ والسلام)۔

طریقت کے اس سلسلۂ مقدس کو سلسلۃ الذہب کہتے ہیں۔ کہ اس کی ہر کڑی معدن نبوی کا سونا ہے۔

خواجہ باقی باللہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد کی کڑیوں کو بیان نہیں فرمایا ہے وہ بھی سن لیجیے۔ حضرت امام جعفر صادق کے بعد امام موسیٰ کاظم ہیں پھر امام علی رضا جو شیخ عرفان وطریقت خواجہ معروف کرخی کے شیخ ہیں۔ موصوف آپ ہی کے دست حق پرست مسلمان ہوئے ہیں اور آپ سے بیحد فیض پایا ہے۔

حضرت علی سے لے کر امام علی رضا تک تمام حضرات ائمہ اہل بیت ہیں۔ ان کے سلسلہ کو سلوک وتصوف میں سلسلۃ الذہب کہتے ہیں۔ یہ سلسلۂ سند بے حد متبرک اور بافیض ہے۔ جیسا کہ سنن ابن ماجہ صفحہ ۸ سے ظاہر ہے چنانچہ اس میں ہے کہ امام ابن ماجہ کے شیخ الشیخ ابو صلت اسی سند سے پہلے ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ:

"ہم سے حدیث بیان کی علی ابن موسیٰ رضا نے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد موسیٰ (کاظم) سے وہ اپنے والد جعفر (صادق) سے وہ اپنے والد محمد (باقر) سے وہ اپنے والد علی (زین العابدین) سے وہ اپنے والد حسین وہ اپنے والد علی ابن ابی طالب سے انہوں نے فرمایا مجھے رسول اللہ نے فرمایا ہے:

الایمان معرفة بالقلب وقول باللسان، وعمل بالارکان

ایمان یہ ہے کہ دل سے ایمان کی باتوں کو پہچانو (یعنی یقین کرو) اور زبان سے اقرار بھی کرو اور اپنے اعضا سے عمل بھی کرو۔

ابو صلت اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد اس کی مذکورہ بالا سند کی عظمت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

لو قرئ ھذ الاسناد علی مجنون لبراہ

اگر یہ سند کسی پر پڑھ دی جائے تو شفا ہو جائے۔

☆......☆......☆

معارف الحدیث

یعنی

احادیث نبوی ﷺ کا ایک جدید اور جامع انتخاب

تالیف

مولانا محمد منظور نعمانی

فضائل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۱۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن ارشاد فرمایا کہ کل میں یہ پرچم ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح کرا دے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول کا محب اور محبوب ہوگا۔ پس جب صبح ہوئی تو لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ سب امید اور تمنا رکھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ پرچم ان کو عطا فرمادیں گے۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟'' تو لوگوں نے عرض کیا کہ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے (اسلیے وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں) آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان کو بلانے کے لیے کسی کو بھیجو، چنانچہ ان کو بلا کر لایا گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی دونوں آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا تو وہ ایسے اچھے ہو گئے کہ گویا ان کو کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے پرچم ان کو عنایت فرمایا (یہ اس کا نشان تھا کہ آج لشکر کے سپہ سالار اور قائد یہ ہوں گے) تو حضرت علی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا میں خیبر والوں سے اس وقت تک جنگ کروں کہ وہ ہماری طرح ہو جائیں (یعنی اسلام قبول کرلیں) تو آپ نے فرمایا کہ تم آہستہ روی کے ساتھ جاؤ، یہاں تک کہ ان کی زمین اور ان کے علاقہ میں پہنچ جاؤ، پھر ان کو اسلام کی دعوت دو، اور ان کو بتلا دو کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان پر اللہ تعالیٰ کا کیا حق واجب ہوگا۔ خدا کی قسم! یہ بات کہ تمہارے ذریعہ ان میں سے ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت نصیب ہو جائے تمہارے حق میں اس سے بہتر ہے کہ مال غنیمت میں سرخ اونٹ تم کو ملیں۔ (صحیح بخاری و مسلم)

۲۔ زر بن حبیش سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم ہے اس پاک ذات کی جو دانے کو پھاڑ کو پودا نکالتا ہے اور جس نے جانوں کو پیدا فرمایا، نبی امی ﷺ نے خصوصیت سے مجھ سے فرمایا تھا کہ مجھ سے وہی بندہ محبت کرے گا جو مومن صادق ہوگا اور وہی شخص مجھ سے بغض رکھے گا جو منافق ہوگا۔ (صحیح مسلم)

۳۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر مدینہ میں چھوڑ دیا، تو انہوں نے عرض کیا، کیا آپ مجھ کو بچوں اور عورتوں پر خلیفہ (اور نگراں) بنا کر چھوڑ رہے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا، کیا تم اس بات پر راضی اور خوش نہیں ہو کہ تمہارا مرتبہ اور درجہ میری نسبت سے وہ ہو جو ہارون کا مرتبہ و درجہ موسیٰ علیہ السلام کی نسبت سے تھا، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

۴۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علی مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، اور وہ ہر ایمان والے کے ولی ہیں۔ (جامع ترمذی)

۵۔ حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں، اور میری طرف سے (یہ اہم پیغام) خود میں پہنچا سکتا ہوں یا علی۔" (جامع ترمذی)

۶۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ آ کر) اپنے اصحاب میں مواخاۃ قائم فرمائی (یعنی صحابہ میں سے ہر ایک کو کسی دوسرے کا بھائی بنا دیا) تو حضرت علی آئے (اس حال میں کہ رنج و غم سے) ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور عرض کیا کہ آپ نے اپنے تمام اصحاب کے درمیان مواخاۃ کا رشتہ قائم فرما دیا اور میرے اور کسی دوسرے کے درمیان آپ نے مواخاۃ قائم نہیں فرمائی (یعنی مجھے کسی کا اور میرا کسی کو بھائی نہیں بنایا) تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میرے بھائی ہو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ (جامع ترمزی)

۷۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس (کھانے کے لیے بھنا ہوا یا پکا ہوا) ایک پرندہ تھا تو آپ نے دعا فرمائی اے اللہ! تو میرے پاس بھیج دے ایسے بندے کو جو تیری مخلوق میں تجھ کو سب سے زیادہ محبوب اور پیارا ہو، جو اس پرندہ کے کھانے میں میرے ساتھ شریک ہو جائے، تو آ گئے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، چنانچہ آپ کے ساتھ اس پرندہ کے کھانے میں شریک ہوئے۔ (جامع ترمذی)

۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ (جامع ترمذی)

۹۔ حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر (کسی مہم پر روانہ فرمایا) جس میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے، کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا، اس حال میں کہ آپ (دعا کے لیے) ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے کہ اے اللہ! مجھے اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھا، تا آنکہ تو مجھے علی کو دکھا دے۔ (جامع ترمذی)

۱۰۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (اپنے دونوں نواسوں) حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا، اور فرمایا کہ جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے اور ان کے والد اور والدہ (علی مرتضیٰ اور سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما) سے محبت کی تو وہ قیامت کے دن جنت میں میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔ (جامع ترمذی)

۱۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہو گیا تھا (اور مجھے سخت تکلیف تھی) تو

رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گذرے اور میں اللہ سے یہ دعا کر رہا تھا اے اللہ! اگر میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے تو مجھ کو راحت عطا فرما دے (یعنی موت دے کر اس تکلیف سے نجات دیدے) اور اگر میری موت دیر سے آنے والی ہے تو مجھے فراخی کی زندگی عطا فرما اور اگر یہ (بیمار اور تکلیف تیری طرف سے) امتحان اور آزمائش ہے تو مجھ کو صبر کی توفیق عطا فرما (کہ بے صبری اور تکلیف کا اظہار نہ کروں) تو رسول اللہ ﷺ نے (یہ سن کر مجھ سے) فرمایا: تم نے یہ کیا کہا؟ تو (جو میں نے بطور دعا کے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا وہ) میں نے آپ کے سامنے دہرایا، تو آپ ﷺ نے اپنا قدم مبارک مارا، اور دعا فرمائی۔ **اللھم عافه**، اے اللہ اس کو عافیت عطا فرما دے! (راوی کو شک ہے کہ آپ نے فرمایا) **اللھم اشفه** (اے اللہ اس کو شفا عطا فرما دے) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے کبھی وہ تکلیف نہیں ہوئی۔ (جامع ترمذی)

۱۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے بعض لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کو شدید گرمی کے زمانہ میں دیکھتے ہیں کہ آپ سردی کے موسم کے کپڑے پہنے ہوتے ہیں اور اسی طرح ہم کبھی جاڑوں کے زمانہ میں آپ کو دیکھتے ہیں کہ آپ گرمی کے موسم کے کپڑے پہنے ہوتے ہیں اور پسینہ پونچھتے ہیں! تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ ایک دفعہ میری آنکھ میں تکلیف تھی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب دہن ڈالا اس کے بعد سے اب تک کبھی مجھے آنکھ کی وہ تکلیف نہیں ہوئی۔ اور آنحضرت ﷺ نے میرے لیے دعا فرمائی تھی۔ **اللھم اذھب عنه الحر والبرد** (اے اللہ گرمی اور جاڑے کو اس سے دور رکھ) تو اس کے بعد سے نہ تو میں نے آج تک گرمی محسوس کی اور نہ سردی۔ (معجم اوسط الطبرانی)

۱۳۔ حضرت براء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم پر نزول اور قیام فرمایا تو آپ ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر (عام حاضرین و رفقاء سفر سے خطاب کرتے ہوئے) فرمایا کہ "**الستم تعلمون انی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم**" (کیا تم نہیں جانتے ہو کہ میں مسلمانوں کا ان کے نفسوں اور ان کی جانوں سے بھی زیادہ دوست اور محبوب ہوں) سب نے عرض کیا کیوں نہیں ہاں! بیشک ایسا ہی ہے (اس کے بعد) آپ نے فرمایا "**ألستم تعلمون انی اولیٰ بکل مومن من نفسه؟**" (کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مسلمان کا اس کے نفس اور اس کی جان سے زیادہ دوست اور محبوب ہوں) سب نے عرض کیا کیوں نہیں ہاں! بیشک ایسا ہی ہے۔ (اس کے بعد) آپ نے فرمایا "**اللھم! من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اللھم وال من والاہ، وعاد من عاداہ**" (اے اللہ! میں جس کا دوست ہوں تو یہ علی بھی اس کے دوست ہیں، اے اللہ

جو علی رضی اللہ عنہ سے دوستی رکھے تو اس سے دوستی فرما، اور جو اس سے دشمنی رکھے تو اس کے ساتھ دشمنی کا معاملہ فرما۔) اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملے اور (ان کو مبارکباد دیتے ہوئے) فرمایا کہ تمہیں مبارک ہو اے ابن ابی طالب! کہ تم ہر صبح اور ہر شام (یعنی ہر وقت) ہر مومن اور مومنہ کے دوست اور محبوب ہو گئے۔ (مسند احمد)

۱۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ نے مجھے قاضی بنا کر یمن بھیجا (یعنی بھیجنے کا فیصلہ فرمایا) تو میں نے عرض کیا کہ اے رسول خدا! آپ مجھے قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں اور میں نوعمر ہوں، اور مجھے قضاء کا (یعنی نزاعات اور مقدمات کا فیصلہ کرنے کا کما حقہ) علم نہیں ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قلب کی رہنمائی فرمائے گا اور تمہاری زبان کو ثابت رکھے گا (یعنی دل میں وہی ڈالے گا اور زبان سے وہی کہلوائے گا جو صحیح اور حق ہوگا) جب تمہارے پاس دو آدمی کسی نزاعی معاملہ کا فیصلہ کروانے کے لیے آئیں تو تم (معاملہ کو) پہلے پیش کرنے والے کے حق میں فیصلہ نہ کر دینا یہاں تک کہ دوسرے فریق کی بات سن لو، یہ طریقہ تم کو فیصلہ کرنے میں زیادہ کارآمد ہوگا۔ حضرت علی کا بیان ہے کہ (حضور ﷺ کی اس تعلیم اور دعا کے) بعد مجھے کسی قضیہ کا فیصلہ کرنے کے بارے میں شک وشبہ بھی پیدا نہیں ہوا۔ (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

۱۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی! تم کو عیسیٰ ابن مریم سے خاص مشابہت ہے، یہودیوں نے ان کے ساتھ بغض وعداوت کا رویہ اختیار کیا، یہاں تک کہ ان کی ماں مریم پر (بدکاری کا) بہتان لگایا اور نصاریٰ نے ان کے ساتھ ایسی محبت کی کہ ان کو اس مرتبہ پر پہنچایا جو مرتبہ ان کا نہیں تھا، (رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرنے کے بعد) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (بیشک ایسا ہی ہوگا) دو طرح کے آدمی میرے بارے میں ہلاک ہوں گے، ایک محبت میں غلو کرنے والے جو میری وہ بڑائیاں بیان کریں گے جو مجھ میں نہیں ہیں، دوسرے بغض وعداوت میں حد سے بڑھنے والے جن کی عداوت ان کو اس پر آمادہ کرے گی کہ وہ مجھ پر بہتان لگائیں۔ (مسند احمد)

۱۶۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ سے ایک دن فرمایا: (بتلاؤ) اگلی امتوں میں سب سے زیادہ شقی اور بدبخت کون تھا؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے رسول خدا (قوم ثمود کا) وہ بدبخت آدمی تھا جس نے اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ کر اس کو مار ڈالا تھا (جس کو حضرت صالح علیہ السلام کے معجزہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے پتھر کی چٹان سے پیدا فرمایا تھا، یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے) فرمایا کہ تم نے سچ اور ٹھیک بتایا، (اب بتلاؤ) بعد کے لوگوں میں سب سے

زیادہ شقی اور بدبخت کون ہوگا؟ انہوں نے عرض کیا، مجھ کو اس کا علم نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے سر کے اگلے حصہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا (انتہائی بدبخت اور سب سے زیادہ شقی) وہ ہوگا جو (تلوار سے) اس جگہ پر ضرب لگائے گا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی بنا پر اپنی داڑھی پکڑ کر) فرمایا کرتے تھے، اے عراق والو! میں آرزومند ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی شقی اور بدبخت ترین آدمی اٹھے اور میری اس داڑھی کو رنگ دے میرے اس پیشانی کے خون سے۔ (معجم کبیر)

☆......☆......☆

سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها

محمد ناصر الدين الألباني

المتوفى سنة ١٤٢٠هـ

المجلد الرابع

١٥٠١- ٢٠٠٠

۱۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اے علی پہلوں اور پچھلوں کے دو بد بخت کون ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلوں کے بد بخت اونٹنی کی رگ کاٹنے والا ہے اور بعد والوں کا بد بخت وہ شخص ہے جو تجھ کو نیزہ مارے گا پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں نیزہ مارا جائے گا۔

۲۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، جس نے علیؓ سے محبت کیا اس نے مجھ سے محبت کیا اور جس نے مجھ سے محبت کیا گویا اس نے اللہ سے محبت کیا اور جس نے علیؓ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ عزوجل سے بغض رکھا۔

۳۔ محمد بن اسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اور اے جعفر تیرے اخلاق میرے اخلاق سے مشابہ ہیں اور تیرا رنگ ڈھنگ میرے رنگ ڈھنگ سے ملتا جلتا ہے تو مجھ سے ہے اور میرے خاندان سے ہے اور اے علی رضی اللہ عنہ تو میرا داماد اور میرے نواسوں کا باپ ہے۔ میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے اور اے زید رضی اللہ عنہ تو میرا دوست ہے تو مجھ سے ہے اور میرے لیے ہے اور تمہاری قوم میں سب سے زیادہ محبوب تو ہے"۔

۴۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے ابوتراب کیا میں تمہیں لوگوں میں دو سب سے برے بد بخت کے بارے میں نہ بتاؤں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک احیمر نامی شخص ہے جو قوم ثمود کا فرد تھا اور اس نے اونٹنی کی رگ کاٹ ڈالی تھی اور دوسرا وہ شخص ہے جو تیری گردن پر تلوار مارے گا یہاں تک کہ تمہاری یہ داڑھی خون سے تر بتر ہو جائے گی۔

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ میرا قرض ادا کریں گے۔

۶۔ عمرو بن شاس سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علی رضی اللہ عنہ کو تکلیف پہنچائی تو اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔

۷۔ ابوسعید الخدریؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک تم لوگوں میں ایک شخص ایسا ہے جو قرآن

کی تاویل پر قتال کرے گا۔ جیسا کہ میں نے اس کی تنزیل پر قتال کیا ہے۔ ہماری خواہش ہوئی کہ ہمیں یہ شرف حاصل ہو دراں حالیکہ ہم میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ شرف جوتی ٹانکنے والے کو حاصل ہے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی جوتیاں انہیں ٹانکنے کے لیے دی تھیں۔

۸۔ ابوسعید الخدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو کوئی اہل بیت سے دشمنی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم رسید کرے گا۔

۹۔ عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمار کا قتل کرنے والا اور اس کا سامان سلب کرنے والا جہنم میں ہوگا۔

۱۰۔ ابوعبداللہ الجدلی سے مروی ہے کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے۔

☆......☆......☆

علموا اولادكم محبة

آل بيت النبي ﷺ

الدكتور محمد عبده يماني

الامام علی کرم اللہ وجہہ

تاریخ جنگوں اور جنگی کارناموں کے بل بوتے پر کچھ بہادروں کو پہچانتی ہے۔جن کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جاتا ہے اور ان کی شان اس سے بلند ہوتی ہے کہ کس قدر فتوحات انہوں نے حاصل کی ہیں، اور معرکوں میں کس قدر بہادری کے جوہر دکھائے ہیں، اس سے بڑھ کر اس کو جانچنے کے لیے اور کوئی چیز نہیں ہے۔

تاریخ ایسے لیڈروں کو بھی جانتی ہے۔جن کے پیروکار ان کے اردگرد جمع ہوتے، وہ ان کی تمناؤں اور ان کی خواہشات کا مرکز بنے رہے۔تاریخ دان تاریخ میں ان کے پیروکاروں کے نزدیک ان کی جو قدر و منزلت تھی۔اس کی تشہیر واشاعت کے لیے اور ان کے محسنین کے ہاں ان کا جو مقام مرتبہ تھا اس کے پیش نظر ان کا ذکر کرتے ہیں۔سوائے اس کے ان کا اور کوئی کارنامہ قابل ذکر نہیں تاریخ ایسے حکمرانوں، بادشاہوں اور امراء کو بھی پہچانتی ہے۔جنہوں نے بعض لوگوں پر اپنی سیادت وحکومت کا سکہ جمایا۔ان کے اس زمانہ اقتدار اور قوت وسطوت سے لیس ہونے کے وقت ان کا جو کردار تھا ان کا ڈنکا بجایا جاتا ہے اس حکومت اور اقتدار کے علاوہ ان کی کوئی اور بات قابل ذکر نہیں ہوتی۔تاریخ ایسے علماء وفقہاء، قضاۃ اور مفکرین سے بھی آشنا ہے اور ان کے اس کردار کو بھی بیان کرتی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے پیشروؤں، اپنے ہم عصروں، اپنے مدمقابل اور اپنے جیسوں سے مقابلہ کے وقت سبقت لے گئے۔مگر یہی وہ خصوصی میدان ہے اور یہی وہ مخصوص فن ہے۔جس کے ذریعے ان کے مرتبے کو پہچانا جاسکتا ہے۔اس کے بغیر ان کا اور کوئی میدان نہیں۔مگر اس کے برعکس علی رضی اللہ عنہ ایک ایسا نوجوان ہے، جس کا شمار ان مذکورہ بالا سب لوگوں میں ہوگا۔ہاں ان میں سے کوئی بھی آپ کے ہم پلہ نہیں۔وہ ان سب سے سبقت لے گئے۔کوئی بھی ان میں سے آپ کے کردار کی گرد راہ کو بھی نہیں پاسکا۔آپ بہت آگے نکل گئے۔سب میں منفرد وممتاز ہوئے، سرفہرست رہے۔سب باکمال شخصیتیں ان کے آگے سرنگوں ہیں، اور اس نادر روزگار شخصیت کے حضور دم توڑ رہی ہیں۔آپ بڑے بہادر جنگجو اور شہسوار میدان کارزار تھے۔مگر آپ کی جنگ ہمیشہ تفکر وتدبر پر مبنی ہوا کرتی تھی۔

علم اس کا محرک تھا۔عفت وپرہیزگاری اس کی مخاطب تھی، وہ ایک ایسا قائد تھا۔جس کا اتباع کیا جاتا تھا، مگر ان کی قیادت کی بنیاد تقویٰ وپرہیزگاری تھی، خشوع وخضوع اس کا ستون تھا۔ظلم ودست درازی کی راہوں سے وہ نا آشنا تھی۔

وہ رہنما و رہبر خلیفہ تھا، حاکم امیر تھا۔ مگر زاہدوں جیسی تواضع، علماء جیسا ضبط و تحمل، قاضیوں جیسی عدالت، عارفین باللہ جیسا یقین رکھتا تھا۔

وہ ذی فہم عالم، صاحب الرای فقیہ، صاحب بصیرت رہنما تھا۔ امارت نے اس کے علم میں فساد برپا نہیں کیا اور نہ ہی مال و منال نے انہیں جبر و استبداد پر آمادہ کیا اور نہ ہی پیروکاروں کی خوشنودی کی خاطر اس کی عدالت راہ راست سے ہٹی۔ یہ ہے شخصیت اس متقی امام پرہیزگار شہ سوار، پاکباز عالم، فہیم و فطین قاضی، مہاجرین و انصار کے شیخ، امیر المومنین، امام حسن کے والد ماجد، مواخات میں جناب رسول اللہ ﷺ کے بھائی مومنین کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خاوند کی حیثیت سے آپ ﷺ کے داماد کی۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں، جن سے جناب رسول اللہ ﷺ اپنے وصال کے وقت راضی تھے۔ اور جن کا شمار علماء ربانی، ممتاز بہادروں، نامور فصحاء، معروف زہاد اور سابقین اسلام میں ہوتا ہے۔

اکثر جنگوں میں آپ جناب رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا اٹھانے والے تھے، آپ سب جنگوں میں آپ شریک ہوئے سوائے جنگ تبوک کے۔ اس موقع پر جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ میں شرکت نہیں فرماتے تھے۔ تو اپنے ہتھیار آپ کو عطا فرماتے۔ آپ خلفاء راشدین میں سے چوتھے خلیفہ ہیں، عشرہ مبشرہ میں سے آپ حضور ﷺ کے قریب ترین ہیں، اور چھ اہل شوریٰ میں سے ایک ہیں۔ آپ ایسے نوجوان ہیں، جو جب سے جناب رسول اللہ ﷺ کی کفالت میں آئے آپ کی وفات تک آپ سے جدا نہیں ہوئے، آپ اس شرف جو انہیں حاصل ہوا بخوبی واقف تھے اور ان الفاظ میں اس پر فخر کرتے تھے۔

"تعلمون موضعی من رسول الله صلی الله علیه وسلم بالقرابة القریبة، والمنزلة الخصیصة ، وضعنی فی حجره صلی الله علیه وسلم و انا ولید یضمنی الی صدره، ویکتفنی فراشه، یمسنی جسمه و یشمنی عرقه، وماوجدلی من کذبة فی قول ، ولا خطلا فی فعل، وکنت اتبعه اتباع الفصیل اثر امه، یرفع فی کل یوم من صفاته علما ویا مرنی بهذا الاقتداء۔"

قریبی رشتہ داری اور خاص مرتبہ کے باعث جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاں میرا جو مقام ہے اس کو تم خوب جانتے ہو۔ میں ابھی نوخیز بچہ تھا کہ آپ نے مجھے اپنی گود میں لیا۔ مجھے اپنے سینے سے لگاتے، آپ کا بستر مبارک مجھے ڈھانپتا، آپ کا جسم اقدس مجھے مس کرتا آپ ﷺ اپنا پسینہ مبارک مجھے سونگھاتے۔

میری بات میں آپ کو کسی قسم کا جھوٹ اور میرے فعل میں کسی قسم کی بے حیائی نہیں ملے گی میں آپ کے

ایسے پیچھے لگا رہتا تھا جیسے دودھ چھڑایا بچہ اپنی ماں کے پیچھے لگا رہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دن اپنی صفات کے بارے میں مجھے بتا کر میرے علم میں اضافہ کرتے اور اس کی اقتداء کا مجھے حکم دیتے۔

یہ ہیں علی بن ابی طالب صاحب عظمت اور صاحب یقین اور سب لوگوں سے افضل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر کے شوہر، جو کبھی بھی بتوں کے آگے سجدہ ریز نہیں ہوئے اور نوجوانوں میں سے پہلے نوجوان اسلام لائے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے والے پہلے شخص۔ صلح میں بھی نیک نیت اور جنت میں بھی عالی ظرف۔ اور آپ کے لیے یہ شرف کافی ہے کہ آپ کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا الایة ۳۳، الاحزاب،

اللہ تعالیٰ تو بس یہی چاہتا ہے اے اہل بیت کہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی دور کر دے اور تمہیں خوب ستھرا بنا دے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسنین کریمین کو بلایا، اپنی چادر مبارک ان پر ڈالی اور فرمایا:

اللهم هولا اهل بیتی ''اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔

غدیر خم کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا:

من کنت مولاه فعلی مولاه، اللهم وال من والاه، وعاد من عاداه

جس کا میں مولیٰ ہوں، علی اس کا مولیٰ ہے، (دوست) اے اللہ تو اس کو دوست رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو ان سے دشمنی رکھے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاعطین الرایة غدا رجلا یحب الله ورسوله، ویحبه الله ورسوله، لیس بفرار، یفتح الله علی یدیه

جنگ خیبر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کل ضرور ایسے شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ وہ میدان جنگ سے بھاگنے والا نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں قلعہ فتح کروائے گا، یہ فرمانے کے بعد آپ نے جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ خیبر میں آپ سے پیچھے رہ گئے تھے ان کو آشوب چشم تھا سوچا کہ میں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جاؤں گا۔ یہ خیال کر کے نکل پڑے اور آپ سے جا ملے۔

جب اس رات کی شام ہوئی جس کی صبح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ تو آپ نے فرمایا کہ کل ضرور بر ضرور میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا، جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح نصیب کرے گا وہ ایسا شخص ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں، اس رات لوگ اسی بارے میں چہ میگوئیاں کرتے رہے کہ دیکھیں صبح جھنڈا کس کو ملتا ہے، جب صبح ہوئی تو وہ سب لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ہر ایک توقع کر رہا تھا کہ جھنڈا اسے عطا کیا جائے گا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے امارت کی سوائے اس دن کے کبھی خواہش نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس پر بڑا حرص کیا اور جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوا تا کہ آپ ﷺ مجھے دیکھ لیں اور میں یاد آجاؤں تو ممکن ہے یہ منصب مجھے عطا فرما دیں۔

اتنے میں آپ ﷺ نے فرمایا: علی بن ابی طالب رضی اللہ کہاں ہیں؟ آپ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں بلایئے، وہ حاضر کیے گئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا۔ وہ اس طرح شفایاب ہو گئے کہ گویا انہیں کبھی درد ہوا ہی نہیں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں ان سے اس قدر جنگ کروں گا کہ ان کا قتل عام ہوگا اور وہ کم ہو کر تعداد میں ہمارے برابر رہ جائیں گے، آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی، تدریجاً اور نرمی کے ساتھ کارروائی کریہاں تک کہ تو ان کے آنگن میں اترے، پہلے انہیں اسلام کی دعوت دیجیے اور اس سلسلے میں ان پر اللہ تعالیٰ کا جو حق واجب ہے اس کے بارے میں انہیں بتلایئے، بخدا اگر تمہارے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو وہ اس سے تمہارے لیے بہتر ہے کہ تمہارے پاس سرخ اونٹ ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں قلعہ فتح کروایا۔

اور ایک اور روایت میں یوں آیا ہے، کہ ابھی تک آپ کے ساتھیوں میں سے آخری آدمی بھی آپ تک نہیں پہنچا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلوں کے ہاتھوں قلعہ فتح کروا دیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے دن آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

”انکحتکم احب اهل بیتی“

میں نے اپنے گھر والوں میں سے محبوب ترین کے ساتھ تیرا نکاح کر دیا ہے۔

اور آپ ﷺ نے ان کو بتایا کہ ان سے صرف وہی محبت کرتا ہے جو مومن ہے اور ان سے دشمنی وہی رکھتا ہے جو منافق ہے۔

زر بن حبیش سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا:

''والذی خلق الحبة، وبراء النسمة انه لعهد النبی الا می الی انه لا یحبنی الا مومن ویبغضنی الا منافق''۔

قسم اس ذات کی جس نے دانہ اگایا اور ہر ذی روح کو وجود بخشا، میرے ساتھ یہ نبی امی ﷺ کا عہد ہے کہ مجھ سے وہی محبت رکھے گا جو مومن ہے اور عداوت وہ رکھے گا جو منافق ہوگا۔

''وعن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال ان کنا لنعرف المنافقین۔ نحن معاشر الانصار ببغضهم علی بن ابی طالب''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم گروہ انصار کو منافقین کی خوب پہچان تھی کیوں کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض رکھتے تھے۔

اور ایسے ہی جب آیت'' مباهلة (فقل تعالوا ندع ابناء نا وبناء کم ''نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کو جمع کر کے فرمایا: اللهم هولاء اهلی اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا: سعد نے کہا بخدا کہ اگر ان کی تین خصلتوں میں سے ایک خصلت بھی میرے اندر ہوتی تو وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب تھی کہ دنیا وما فیہا میری ملکیت ہو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ سرخ چوپاؤں سے بھی مجھے زیادہ محبوب ہوئی۔ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ان سے یہ فرماتے سنا۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک جنگ میں انہیں اپنے پیچھے بطور اپنے نائب کے چھوڑا تھا۔ حضرت علی نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی، کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ میرے لیے تو ایسا ہو جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے ہاں مگر ایک بات ہے کہ وہ نبی تھے میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور خیبر کی جنگ کے موقع پر میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بھی اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس اعزاز کے ہم سب متمنی تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: علی کو بلاؤ، جب وہ آپ کے پاس لائے گئے تو انہیں آشوب چشم تھا، آپ نے ان کی آنکھ میں اپنا لعاب دہن لگایا اور جھنڈا ان کو عنایت فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ جب یہ آیت ''قل تعالو ندع ابناء ناوابناء کم'' نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے علی، فاطمہ اور حسن وحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بلایا اور فرمایا: ''اللهم

ھؤلاء اھلی ''اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔ ابوالعباس نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ میں چار ایسی خصلتیں ہیں جو کسی اور میں نہیں:

۱۔ وہ پہلے عربی اور عجمی ہیں جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔

۲۔ آپ وہ ہیں کہ جن کے ہاتھ میں ہر جنگ کے موقع پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ہوا کرتا تھا۔

۳۔ آپ وہ ہیں جو اس وقت بھی آپ کے ساتھ رہے جبکہ دوسرے آپ سے بھاگ گئے۔ وہ وہی ہیں جنہوں نے آپ کو غسل دیا اور اپنی قبر مبارک میں آپ کو اتارا۔

حضرت حسن بصری سے ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا: بخدا وہ اللہ کے دشمنوں کے لیے اللہ کے تیروں میں سے صحیح نشانے پر بیٹھنے والے ایک تیر تھے۔ وہ اس امت کے اللہ والے تھے۔ صاحب فضیلت اور صاحب سبقت تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی رشتہ داری رکھتے تھے۔ انہوں نے قرآن پاک پر اپنے پختہ ارادہ کے ساتھ عمل کیا اور اس کے تروتازہ پھول چنے۔ یہ ہیں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

فی الحقیقت اپنے بچپن سے ہی آپ نے نزول قرآن کے مناظر کا مشاہدہ کیا تھا، اس وقت جب ابھی آپ آغوش نبوت میں تھے۔ آپ نے اسباب نزول اور تفسیر قرآن میں خوب سمجھ حاصل کر لی تھی اکثر و بیشتر عملاً و قولاً سنت شریفہ کی ہمرکابی میں ایام زیست بسر کیے اور ان سب میں امتیاز حاصل کیا۔

امام احمد بن حنبل، اسماعیل قاضی، النسائی اور ابونیشاپوری نے کہا ہے کہ صحابہ میں سے کسی کے حق میں اتنی زیادہ عمدہ اسناد کے ساتھ فضائل وارد نہیں ہیں جتنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں۔

اس شہسوار نے جنگ بدر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا اٹھایا جبکہ ابھی ان کی عمر بیس سال کے لگ بھگ تھی۔ جو بھی ان کے ساتھ معرکہ آرائی کے لیے سامنے آیا آپ نے اس کا سر قلم کر دیا۔ یہ خلاف عادت و مافوق الفطرت جسمانی قوت رکھنے والا بہادر شہسوار معجزاتی حد تک ذہنی قوت سے بھی آراستہ تھا۔ بڑی ہیبت کا مالک تھا۔ لوگ اس کے سامنے غلطی کرنے سے کتراتے تھے۔

جب ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امام کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بارے میں سنا تو فرمایا: ''اب عرب جو چاہیں کریں اب انہیں منع کرنے والا کوئی نہیں رہا۔'' صبر اور عفو و درگذر کرنے میں ایک معجزاتی اور مثالی قوت رکھتے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے بچپن سے ہی آغوش نبوت میں سیکھا تھا۔ جب کچھ لوگوں نے آپ کی بیعت میں تردد کیا، تو آپ نے انہیں کسی قسم کی سزا دینے یا ذلیل کرنے سے گریز کیا۔ ان کے بارے میں بس اتنا فرمایا: ''اولئك قوم خذلوا الحق ولم ينصرو الباطل، تخلقوا عن الحق ولم يقو موامع

الباطل" یہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے حق کو تو چھوڑ دیا مگر باطل کی بھی کوئی مدد نہیں کی۔ حق سے پیچھے رہے اور باطل کے ساتھ بھی نہ ٹھہرے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی زندگی مبارکہ میں جن صفات سے متصف ہوئے تھے ان میں سے ہر صفت کی بڑی شان تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خصائص اور مناقب اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ ناممکن ہے۔ حضرت امام نووی نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حالات اور فضائل ہر چیز میں جانے پہچانے اور لاتعداد ہیں۔ قدیم ہی سے علماء ان کا بڑے اہتمام سے ذکر کرتے چلے آئے ہیں۔ علامہ زمخشری نے عشرہ مبشرہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس میں آپ کے مناقب کو مختصراً بیان کیا ہے۔ امام نسائی نے آپ کی ان صفات کے بارے میں علیحدہ ایک مخصوص تصنیف مرتب کی ہے۔ جس کا نام انہوں نے "**خصائص امیر المؤمنین علی بن ابی طالب**" رضی اللہ عنہ رکھا ہے، اسی طرح ابن المغازلی نے اپنی کتاب "مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ" کے نام سے لکھی ہے اور ان کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی اس میدان میں خامہ فرسائی کی ہے۔ چنانچہ ہمارے لیے یہ مناسب ہے کہ ہم بطور نمونہ ان میں سے آپ کے چند خصائص کا تذکرہ کریں۔ مگر بلاشبہ ان کا احاطہ ہمارے لیے مشکل ہے۔

پہلی صفت:

بچوں میں آپ سب سے پہلے اسلام لائے اور آپ ہی وہ پہلے ہیں جنہوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی چنانچہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں "**اول من صلی مع رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم" وہ پہلا آدمی جس نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی وہ علی ہیں۔

دوسری صفت:

دوران ہجرت جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لوگوں کی امانتیں واپس کرنے کی غرض سے آپ پیچھے مکہ رہ گئے تھے، اور یہ شرف نیابت آپ کو سونپا گیا۔ چنانچہ آپ تین دن مکہ معظمہ میں رہے، اور جتنی امانتیں بھی اہل مکہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں انہوں نے ان کے مالکوں کو واپس کر دیا۔ بعد ازاں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو مدینہ منورہ میں اپنے اہل وعیال اور عورتوں اور بچوں کی نگہداشت کا کام ان کے سپرد کیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قریش کہیں گے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے اوپر بوجھ سمجھا ہے اس لیے پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**اما ترضی ان تکون منی بمنزلة له هارون من موسی الا انه لانبی بعدی**" کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو میرے لیے ایسا ہو جیسا حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے لیے تھے مگر سنو بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

تیسری صفت:

ان کی ایک اور خصوصیت یہ تھی کہ وہ بڑے بہادر اور جنگ میں پیش قدمی کرنے والے تھے۔ ہجرت کے دن آپ ﷺ کی سلامتی کی خاطر آپ ﷺ کے بستر مبارک پر سو کر اپنی جان کی قربانی پیش کر دی۔ اسی طرح یہ بھی آپ کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ وہ پہلے شخص ہیں جو جنگ بدر میں معرکہ آرائی کے لیے نکلے۔

چوتھی صفت:

آپ ایسے ہی قرآن کریم کی تاویل و تفسیر کے مطابق جنگ کیا کرتے تھے جیسے جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کے نزول کے مطابق جنگ کی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ایک دفعہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ازواج مطہرات کے گھرانوں میں کسی کے گھر سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے۔ وہ کہتے ہیں، ہم آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑے، آپ ﷺ کی جوتی مبارک ٹوٹ گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی مرمت کرنے کے لیے پیچھے رہ گئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ چلے تو ہم بھی آپ ﷺ کے پیچھے ہو لیے پھر آپ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنے کے لیے ٹھہر گئے ہم بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک تم میں ایک شخص ہے جو تاویل کے مطابق جنگ کرے گا جیسا کہ میں نے اس کی تنزیل کے مطابق جنگ کی ہے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے ہماری طرف نظر اٹھائی۔ اس وقت ہم میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا: کیا وہ میں ہوں یا رسول اللہ ﷺ جو تاویل قرآن کے مطابق جنگ کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں وہ ہوں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ وہ تو جوتی گانٹھنے والا ہے جو تاویل قرآن کے مطابق جنگ کرے گا ابو سعید کہتے ہیں ہم انہیں یہ خوشخبری دینے کے لیے آئے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا انہوں نے اسے پہلے حضور ﷺ سے سن رکھا ہے۔

پانچویں صفت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سے بہت بڑے قاضی تھے۔ امام بخاری نے حضرت عمر بن الخطاب سے درج ذیل حدیث روایت کی ہے۔ فرمایا: "اقرا و نا ابی واقضانا علی" "ہم میں سے سب سے بڑے قاری ابی تھے اور سب سے بڑے قاضی علی۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم آپس میں یہ گفتگو کر رہے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل مدینہ کے سب سے بڑے قاضی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ایک نوعمر آدمی ہوں مجھے قضا (فصل مقدمات کے بارے) کچھ زیادہ علم نہیں ہے۔اس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا ''اذھب اللہ یثبت لسانک ویھدی قلبک، قال فما اعیانی قضاء بین اثنین'' جایئے اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو ثابت وسالم رکھے گا۔وہ کبھی لغزش نہیں کھائے گی اور تمہارے دل میں ہدایت بھر دے گا'' حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے نے مجھے کبھی بھی عاجز نہیں بنایا۔

چھٹی صفت:

آپ مومنین کے محبوب ہیں، اور منافقین آپ سے بغض رکھتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو بتا دیا تھا کہ آپ سے محبت وہ رکھے گا جو مومن ہوگا اور بغض وہ جو منافق ہوگا۔

ساتویں صفت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: انہوں نے کہا کہ طائف کے دن جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ کو شرف باریابی بخشا، ان کے ساتھ سرگوشی کی۔لوگ کہنے لگے کہ اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ آپ ﷺ کی سرگوشی طویل ہوگئی ہے۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنی مرضی سے ان کے ساتھ سرگوشی نہیں کی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ سرگوشی کی ہے۔یعنی ایسا کرنے کا مجھے حکم دیا ہے۔

آٹھویں صفت:

بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے عالم، فقیہ اور متقی تھے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کے علم اور ان کے تفقہ (فقہ دانی) کی گواہی دی ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لیس المقام ببلاد لیس فیہ ابو الحسن'' اس خطہ زمین اور اس شہر میں۔رہنے کا کوئی فائدہ نہیں جہاں ابوالحسن نہ ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا قول ان کے علم اور ان کی فقہ دانی پر دال ہے۔

نویں صفت:

آپ بات کو محفوظ رکھنے والے کان رکھتے تھے۔روایت کی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ قول: (وتعیھا اذن واعیۃ) نازل ہوا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ وہ تیرے کان ایسے بنادے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس فرمان کے بعد کبھی کوئی چیز نہیں بھولا

اور میں بھول بھی کیسے سکتا تھا۔

علامہ زمخشری نے اپنی مشہور تفسیر ''الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل'' میں ''اذن واعیة'' کی شرح یوں کی ہے: یاد رکھنے والے کانوں کی صفت یہ ہے کہ جو کچھ تو نے سنا ہے، اسے یاد رکھے اور محفوظ کرلے اور اس پر عمل چھوڑ کر اسے ضائع ہونے سے بچائے اور ہر وہ چیز جو تو اسے پوری طرح لے لیا ہو۔

دسویں صفت:

آپ نے بہت ساری قابل فخر باتیں اپنے اندر جمع کرلی تھیں چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کی شادی ان سے کردی۔ جن کے بطن سے حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ، محسن اور زینب پیدا ہوئے پھر جیسا کہ بیان ہوچکا ہے آپ بچوں میں سے پہلے ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا۔

گیارہویں صفت:

جناب نبی کریم ﷺ کا یہ قول کہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اس سلسلے میں امام بخاری وغیرہ نے حضرت براء بن عازب سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''انت منی وانا منك'' تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

بارہویں صفت:

آپ ہی وہ پہلے شخص ہوں گے جو جھگڑنے کے لیے قیامت کے دن رحمٰن کے حضور رکوع کریں گے قیس بن عباس نے کہا کہ یہ آیت ''ھذان خصمان اختصموا فی ربھم'' کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ فرمایا یہ وہ جھگڑنے والے جو اپنے رب تعالیٰ کے حضور جھگڑیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جنگ بدر کے دن جنگ کے لیے نکلے، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ وغیرہ۔

تیرھویں صفت:

جناب نبی کریم ﷺ کی آپ سے شفقت و مہربانی حضرت ام عطیہ کی زبانی سنیے ان سے روایت ہے: فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ اس میں حضرت علی بھی شامل تھے۔ کہتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو اپنے دونوں ہاتھ مبارک اٹھا کر یہ دعا کرتے سنا: ''اللھم لاتمتنی حتی ترینی علیا'' اے اللہ مجھے اس وقت تک وفات نہ دینا جب تک میں علی کو نہ دیکھ لوں۔

چودھویں صفت:

جناب نبی کریم ﷺ نے اپنی حرم کی قربانیوں میں حضرت علی کو بھی شریک کیا۔ چنانچہ سو قربانی کے جانور بھیجے۔ ان میں سے تریسٹھ اپنے دست مبارک سے ذبح فرمائے اور جو سو سے اوپر تھے ان کے ذبح کرنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا۔

پندرہویں صفت:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: بے شک آپ جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات سے تھوڑی ہی دیر پہلے تک اس دنیوی زندگی میں مردوں میں سے سب سے آخر میں آپ کی زیارت کرنے والے تھے۔

وہ چیز جو ام سلمہ رضی اللہ عنہا قسم کھا کر بتاتی ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ ﷺ کو قریب سے جانتے تھے اور آپ کے احوال سے باخبر تھے۔ انہوں نے کہا: جب وہ صبح ہوئی جس میں جناب ﷺ کا وصال ہوا۔ تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ آپ ﷺ نے ان کو کسی کام کی لیے بھیجا ہوا تھا۔ میرا خیال ہے انہیں کسی جنگ میں بھیجا تھا آپ ﷺ نے پوچھا: علی آگئے۔ تین دفعہ آپ ﷺ نے یہ کلمہ دہرایا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں حضرت علی طلوع آفتاب سے پہلے آگئے تھے۔ جب وہ آئے تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ آپ ﷺ کو حضرت علی سے کوئی کام ہے۔ ہم گھر سے نکلے اس دن ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر جناب ﷺ کی عیادت کی تھی۔ میں سب سے آخر میں گھر سے نکلنے والی تھی۔ اور میں تمام ازواج میں سے سب سے زیادہ دروازے کے قریب بیٹھی۔ حضرت علی آپ ﷺ پر جھک گئے۔ چنانچہ وہ سب لوگوں سے آخر میں آپ ﷺ سے ملاقات کرنے والے تھے۔ آپ ﷺ ان سے سرگوشی فرمانے لگے۔

یہ ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیات اور آپ کے فضائل جو شمار سے باہر ہیں مگر فی الحقیقت محب تو وہ ہوتا ہے جو کم پر بھی راضی ہو جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کے سلسلے میں کم سے کم جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے جب سے آپ کی گود میں پرورش پائی اس وقت سے یہ فضائل اور یہ کمالات آپ ﷺ سے سیکھ لیے اور نبوت کی زیر سایہ ہی جوان ہوئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ ہی نے آپ کا نام رکھا تھا اور آپ کی کنیت بھی آپ ﷺ نے ہی رکھی تھی۔

یہ ہیں وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، خلفائے راشدین میں سے چوتھے خلیفہ اور ان دس حضرات میں سے ایک جنہیں جنت کی بشارت دی گئی اور جناب نبی مصطفیٰ ﷺ کے داماد، جن میں فضائل ہی فضائل، بھلائیاں ہی

بھلائیاں، ذکاوت ہی ذکاوت اور پاکیزگی ہی پاکیزگی جمع ہو چکی تھی۔ وہ اہل بیت الطیبین الطاہرین کے سرداروں میں سے ایک معزز و مکرم سردار اور ان کے پیشواؤں میں سے ایک پیشوا تھے جن کا اللہ تعالیٰ اعلیٰ سے اعلیٰ اوصاف ذکر فرمانے کے ساتھ یوں ذکر فرمایا ہے:

''یوفون بالنذر ویخافون یوماً کان شرہ مستطیرا ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما واسیرا۔ انما نطعمکم لوجہ اللہ لانرید منکم جزاء ولا شکورا۔''

اپنی نذر کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر پھیلنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے پیش نظر مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تو انہیں محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں تم سے کوئی بدلہ اور شکریہ نہیں چاہتے۔

☆......☆......☆

مثیل عیسیٰ علیہ السلام

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

ڈاکٹر اسرار احمد

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مزاج اور مقام

اب آیئے اس طویل بحث کی طرف جو میں نے ''مزاج'' کے بارے میں ابتدا میں کی ہے۔ آپ بھی جاننا چاہتے ہوں گے کہ میں نے جو ''مزاج'' بیان کیے ہیں ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو میں کس مقام پر سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت "Ambivert" ہے۔ ایک جامع الصفات شخصیت جن کے اندر دونوں رنگ موجود ہیں، صدیقیت کا بھی اور شہادت کا بھی۔ حضور ﷺ کی شخصیت کا ایک عکس جامعیت کے ساتھ آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں نظر آئے گا۔

شیر خدا کی شجاعت:

میں یہاں ایک بات اور بھی عرض کردوں، لیکن خدارا میری بات کا غلط مفہوم نہ سمجھ لیجیے گا۔ نبی اکرم ﷺ میں شجاعت اور بہادری، بتمام وکمال موجود تھی، لیکن اس کا بھی اس طور سے ظہور نہیں ہوا، چنانچہ آپکو یہ بات کہیں نہیں ملے گی کہ حضور ﷺ نے کسی سے دُوبدو مقابلہ کیا، لیکن بلاریب وشبہ ساری نوع انسانی میں سب سے زیادہ شجاع اور بہادر جناب محمد ﷺ ہیں۔ اگر شجاعت کوئی اعلیٰ وصف ہے، اور یقیناً ہے، تو وہ کیا وہ سب بڑھ کر حضور ﷺ میں نہیں ہوگی؟ ہے، یقیناً ہے۔ اور اس کا ظہور غزوۂ حنین کے موقع پر ہوا بھی ہے۔ جب ایک عام بھگدڑ مچ گئی، لوگ منتشر ہوگئے تو حضور ﷺ اس وقت اپنی سواری سے اترے، علم اپنے دستِ مبارک میں لیا اور یہ رجز پڑھا:

أَنَا النَّبِیُّ لَا كَذِب

أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب

میرا گمان ہے کہ یہ رجز حضور ﷺ نے فی البدیہ پڑھا ہے اور گویا یہ واحد شعر ہے جو حضور ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں کہا ہے۔ بہرحال اس وقت آپ ﷺ کی شجاعت سامنے آئی ہے۔ تو ایک شجاعت چھپی ہوئی ہوتی ہے جبکہ ایک ہوتی ہے ظاہر وباہر شجاعت۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت صرف چھپی ہوئی نہیں بلکہ ظاہر وباہر اور نمایاں شجاعت ہے۔ وہ شجاعت جو بدر میں ظاہر ہورہی ہے جب شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ بن ربیعہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں واصلِ جہنم ہوئے۔ پھر آپ ﷺ کی تلوار نے بجلی کی طرح چمک چمک کر اعدائے اسلام کے خرمنِ ہستی کو جلادیا۔ غزوۂ اُحد میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر ان کے ہاتھ سے علم سنبھالا اور چند صحابیوں کے ساتھ مل کر بے جگری کے ساتھ لڑتے ہوئے مشرکین کا رخ پھیر دیا جو حضور ﷺ کی طرف یلغار کی کوشش کر رہے تھے۔

پھر اس شجاعت کا ظہور ۵ھ میں غزوۂ احزاب کے موقع پر ہوا۔ چند کفار کبھی کبھی گھوڑوں پر سوار ہوکر خندق میں گھس کر حملہ کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حملہ آوروں میں عمرو بن عبدِ وُد بھی شامل تھا جو پورے عرب میں مانا ہوا بہت بڑا پہلوان تھا۔ اُس وقت اس کی عمر نوے برس کی تھی لیکن پورے عرب میں کوئی اس کے ساتھ مقابلے کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے مبارزت طلب کی اور نعرہ لگایا کہ ہے کوئی جو میرا دو بدو مقابلہ کرے؟ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ مقابلے کے لیے آگے بڑھے۔ وہ ہنسا اور بولا: تم میرا مقابلہ کرنے آئے ہو؟ نام کیا ہے تمہارا؟ اس نے بڑے استہزائیہ انداز میں کہا کہ میری عادت رہی ہے کہ جب میرا کسی سے مقابلہ ہوتا ہے تو اس کی تین خواہشوں میں سے ایک ضرور پوری کرتا ہوں۔ بولو تمہاری کیا خواہش ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری اولین خواہش تو یہ ہے کہ تم ایمان لے آؤ۔ اس نے کہا کہ اس کا کوئی سوال نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ بولے کہ میری دوسری خواہش یہ ہے کہ تم میدانِ جنگ سے واپس چلے جاؤ۔ وہ ہنسا، اور بولا یہ بزدلی کا کام میں کروں! یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو پھر تیسری خواہش یہ ہے کہ آؤ مقابلہ کرو تاکہ میں تمہیں قتل کردوں۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذہانت و فطانت کا بھی مظہر ہے کہ آنجناب رضی اللہ عنہ نے پہلے اس کو حکمت کے ساتھ دعوتِ حق دی، پھر دعوتِ مقابلہ۔ لیکن اس بدبخت کے نصیب میں ایمان کی سعادت نہیں تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات پر وہ بھونچکا رہ گیا کہ یہ پہلی بار ہوا ہے کہ میرے منہ پر کوئی مجھے قتل کرنے کی دھمکی دے۔ پھر وہ برہم ہوکر گھوڑے سے کود پڑا۔ تھوڑی دیر تک شجاعانہ مقابلہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار نے اس کو واصل جہنم کردیا۔

غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ہم رکاب تھے۔ خیبر میں یہودیوں کے سات قلعے تھے۔ چھ تو فتح ہو گئے، لیکن آخری قلعہ قموص زیادہ سخت ثابت ہوا۔ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تسخیر کے لیے مامور ہوئے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں کل ایک ایسے بہادر کو علم دوں گا جو خدا اور رسول کا محبوب ہے اور اس قلعہ کی فتح اسی کے لیے مقدر ہے۔ صبح ہوئی تو ہر جان نثار متمنی تھا کہ کاش اس فخر و شرف کا تاج اس کے سر کی زینت بنے۔ حضور ﷺ نے دفعتاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکارا۔ وہ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے۔ حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں پر لعابِ دہن لگایا جس سے ان کی تکلیف جاتی رہی۔ پھر علم مرحمت فرمایا۔ اس قلعہ کا سردار مرحب نامی یہودی تھا جو فنونِ حرب میں یکتا و یگانہ شمار ہوتا تھا، جثہ کے لحاظ سے بھی بڑا لحیم و شحیم تھا۔ علم لینے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: حضور ﷺ کیا میں قلعہ والوں کو قتل کردوں؟ حضور ﷺ نے اس موقع پر یہ تاریخی جملے فرمائے: ''نہیں علی رضی اللہ عنہ پہلے ان پر اسلام پیش کرو، ان کو دعوت دو، کیوں کہ تمہاری کوششوں سے اگر ایک شخص بھی مسلمان ہوگیا تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے

۔اس حدیث شریف کے آخری حصہ کے الفاظ یہ ہیں: ” فَوَاللّٰہِ لَاَنْ یَّھْدِیَ اللّٰہُ بِکَ رَجُلاً وَاحِداً خَیْرٌ لَّکَ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ “ (یہ حدیث متفق علیہ ہے اور اس کے راوی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہیں۔)

حضرت علی نے جب قلعہ قموص کا محاصرہ کیا تو مرحب آہن پوش ہو کر ہتھیار سجا کر بڑے جوش و خروش کے ساتھ یہ متکبرانہ رجز پڑھتا ہوا مبارزت کے لیے نکلا:

قد علمت خیبر انی مرحب

شاکی السلاح بطل مجرب

اذا الحروب اقبلت تلھب

”خیبر مجھے جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، مسلح پوش، بہادر اور تجربہ کار ہوں۔
جب جنگ میرے سامنے آتی ہے تو بھڑک اٹھتی ہے۔“

فاتح خیبر علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں یہ رجز پڑھا

انا الذی سمتنی امی حیدرہ

کلیث غابات کریة المنظرہ

او فیھم بالصاع کیل السندرہ

”میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے، حیدر رکھا ہے۔ جنگل کے شیر کی طرح مہیب اور ڈراونا۔ میں دشمنوں کو نہایت سرعت سے قتل کرتا ہوں۔“

اور جھپٹ کر ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے قلعہ پر حملہ کیا اور حیرت انگیز شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کو فتح کر لیا۔ غزوۂ حنین میں بھگدڑ کے وقت ثابت قدم رہنے والوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

شعر و ادب اور فصاحت و بلاغت:

اب جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک رجز کا ذکر آ گیا تو عرض کرتا چلوں کہ جہاں آپ میں ظاہر و باہر شجاعت کا جوہر موجود ہے اور قوائے عملیہ انتہائی چاق و چوبند ہیں، جن کے ظہور کے چند واقعات میں نے آپ کو سنائے، وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ شعر و ادب میں بھی بڑا اونچا مقام رکھتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ فصاحت و بلاغت کی معراج پر ہیں۔ عام طور پر جو لوگ شجاع اور مرد میدان ہوتے ہیں، ان میں شعر و ادب اور فصاحت و بلاغت کا ذوق بہت کم ہوتا ہے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بحر کے بھی شناور ہیں۔ افصح العرب تو یقیناً جناب محمد ﷺ ہیں۔ حضور ﷺ کا اپنا قول ہے ”اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبِ“ لیکن حضور ﷺ کے بعد خطابت، فصاحت و بلاغت

اورشاعری میں میرے مطالعہ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہما میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آس پاس آنے والے بھی کوئی اور نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان گنتی کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ عربی گرامر کے موجد ہیں، علم نحو کے ابتدائی اصول آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔ حضرت علی کے اشعار پڑھیے، آج بھی انسان وجد میں آتا ہے۔ کتنے حکیمانہ اشعار ہیں اور ان میں کتنی بے ساختگی ہے۔

یغوص البحر من طلب اللآلی
ومن طلب العلی سہر اللیالی
ومن طلب العلی من غیر کد
اضاع العمر فی طلب المحال

''ترجمہ: جو کوئی بھی موتی چاہتا ہے تو سمندر میں غوطہ لگانا پڑتا ہے۔ جو شخص زندگی میں کوئی اونچا مقام حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے راتوں کو جاگنا پڑتا ہے۔ جو کوئی بلندی بھی چاہے اور محنت نہ کرے وہ شخص اپنی زندگی کو ایک محال شے کی طلب میں ضائع کر بیٹھتا ہے۔''

تقریر وخطابت:

شاعری کے علاوہ تقریر وخطابت میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خداداد ملکہ حاصل تھا۔ مشکل سے مشکل مسائل اور موضوعات پر فی البدیہ تقاریر فرماتے تھے جو نہایت خطیبانہ، مدلل اور مؤثر ہوتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے خطبات، اشعار اور حکیمانہ اقوال آج بھی ''نہج البلاغہ'' کے نام سے چار جلدوں میں موجود ہیں۔ کسی نے یہ بات صحیح کہی ہے کہ ان خطبات نے ہزاروں لاکھوں کو ذاکر، واعظ اور خطیب بنادیا ہے۔

زہدوقناعت

اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات پر وہ زہد ختم ہوگیا جس کا پیکر کامل جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ بچپن سے پچیس چھبیس برس کی عمر تک حضرت علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پرتو اور عکس آپ کی شخصیت میں پیدا ہونا لازمی تھا۔ لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں دنیوی عیش وآرام کا کیا سوال! حضرت فاطمہ الزہراء کے ساتھ رشتہ ازدواج قائم ہوا تو الگ مکان میں رہے۔ اس گھریلو زندگی کی آسائشوں کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی زرہ فروخت کرکے گھر گرہستی کے لیے جو سامان خرید کردیا تھا عمر بھر اس میں کوئی اضافہ نہ ہوسکا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں چکی پیستے پیستے گٹے پڑ گئے تھے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت

جگر اور آپ رضی اللہ عنہ نے مل کر آنحضور ﷺ سے ایک کنیز یا غلام دینے کی درخواست کی۔ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو اس سے بہتر چیز نہ بتا دوں؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا تم دونوں جب رات کو سونے لگو تو ۳۳ بار تسبیح، ۳۳ بار تحمید اور ۳۴ بار تکبیر کہہ لیا کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت سے میں نے اس تسبیح کو کبھی ترک نہیں کیا۔ کسی نے پوچھا کیا صفین کی شب میں بھی نہیں؟ فرمایا کہ "ہاں صفین میں بھی نہیں۔"

فقر و درویشی کا یہ عالم تھا کہ ہفتوں گھر میں دھواں نہیں اٹھتا تھا۔ بھوک کی شدت ستاتی تو پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔ عہدِ فاروقی میں جب آپ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ مقرر ہوا تو آپ اپنی ضروریات کے بقدر رکھ کر باقی سارا مال اللہ کی راہ میں دے دیتے تھے۔ ایامِ خلافت میں بھی زہد میں کوئی فرق نہیں آیا۔ موٹا جھوٹا لباس اور روکھا پھیکا کھانا آپ رضی اللہ عنہ کے لیے دنیا کی بڑی نعمت تھی۔ مسند احمد رحمہ اللہ علیہ ہی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک مہمان شریکِ طعام تھے، انہوں نے معمولی اور سادہ کھانا دیکھ کر کہا: امیر المومنین! بیت المال میں اللہ کے فضل سے مال و اسباب کی کافی بہتات ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: "خلیفۂ وقت کو مسلمانوں کے مال میں صرف اتنا حق ہے کہ سادگی کے ساتھ خود کھائے اور اپنے اہل و عیال کو کھلائے، بقیہ سارا مال خلقِ خدا کے لیے ہے"۔ دورِ خلافت میں جب تک مدینہ میں قیام رہا آپ رضی اللہ عنہ کی رہائش اپنے سابقہ مٹی اور گارے سے بنے ہوئے حجرے میں رہی۔ جب دار الخلافہ کوفہ منتقل کیا تو دار الامارت میں قیام کی بجائے ایک میدان میں خیمہ لگوا کر اس میں قیام کیا، اور فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ محلات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا ہے، مجھے بھی اس کی حاجت نہیں، میرے لیے میدان میں خیمہ کافی ہے۔" پھر خیمہ پر نہ کوئی دربان تھا نہ کوئی حاجب۔۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ سورۃ الدہر کی یہ آیت "**ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا**" حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زہد اور انفاق و ایثار کی ستائش کے طور پر نازل ہوئی۔ ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ نے رات بھر ایک باغ کو سینچ کر مزدوری میں تھوڑے سے جو حاصل کیے۔ صبح ان کا ایک تہائی حصہ پسوا کر حریرہ پکوانے کا انتظام کیا۔ ابھی تیار ہی ہوا تھا کہ ایک مسکین نے صدا لگائی، آپ رضی اللہ عنہ نے سب حریرہ اٹھا کر اسے دے دیا۔ پھر بقیہ میں سے دوسرے ثلث کے پکوانے کا انتظام کیا لیکن جیسے ہی وہ تیار ہوا ایک مسکین یتیم نے دستِ سوال بڑھایا، آپ رضی اللہ عنہ نے یہ اس کی نذر کر دیا۔ اب جو تیسرا حصہ بچا تھا وہ پکنے کے بعد ایک مشرک قیدی کے سوال پر اس کو دے دیا گیا اور اس اللہ کے بندے نے رات بھر کی مشقت سے کمائی ہوئی پونجی اللہ کی راہ میں دے کر خود بھی فاقہ کیا اور اس کے اہل و عیال بھی دن بھر فاقہ سے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس دنیوی دولت نہ تھی لیکن دل اتنا غنی تھا کہ شاید ہی کوئی سائل کبھی آپ رضی اللہ عنہ کے در سے خالی ہاتھ گیا ہو۔

سادگی اور تواضع:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمام سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ سادگی اور تواضع آپ رضی اللہ عنہ کے دستارِ فضیلت کا خوشنما طرہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ سے محنت ومزدوری کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ لوگ مسائل پوچھنے آتے تو آپ کو کبھی جوتے ٹانکتے، کبھی اونٹ چراتے اور کبھی زمین کھودتے پاتے۔ مزاج میں سادگی کا یہ عالم تھا کہ فرشِ خاک پر بے تکلف سو جاتے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ آپ زمین پر بے تکلفی سے سو رہے ہیں، چادر جسم سے سرک گئی ہے اور جسم غبار آلود ہو گیا ہے۔ سرورِ عالم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے آپ رضی اللہ عنہ کا بدن صاف کیا اور نہایت محبت بھرے لہجے میں فرمایا" اجلس یا ابا تراب "(اے مٹی والے اب اٹھو بیٹھو!) حضور ﷺ کی عطا کردہ یہ کنیت آپ رضی اللہ عنہ کو اتنی عزیز تھی کہ جب کوئی آپ رضی اللہ عنہ "یا ابوتراب" کہہ کر مخاطب کرتا تو خوشی کے مارے چہرہ دمک اٹھتا اور ہونٹوں پر تبسم کی لہر آجاتی۔ عہدِ خلافت میں بھی یہ سادگی قائم رہی۔ معمولی لباس میں بازار کا گشت کرتے۔ اگر کوئی شخص پیچھے پیچھے چلتا یا آپ کو دیکھ کر کھڑا ہو جاتا تو منع فرماتے کہ اس میں والی کے لیے فتنہ اور مؤمن کے لیے ذلت ہے۔

احساس بندگی اور تقویٰ:

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ عبادت و ریاضت اور آزمائش و امتحان میں ہمارے شیخ الشیوخ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ شاہ اللہ رحمہ اللہ علیہ ازالۃ الخفا میں لکھا ہے کہ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی صحبت میں رہنے کا طویل ترین موقع ملا تھا اس لیے تقویٰ اور نفلی عبادات میں بھی آپ کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نماز میں خشوع وخضوع کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ دورانِ نماز بید کی طرح لرزتے تھے۔ سیرت کی مستند کتابوں میں یہ عجیب واقعہ ملتا ہے کہ ایک جنگ میں آپ رضی اللہ عنہ کے جسم میں ایک تیر پیوست ہو گیا۔ لوگوں نے تیر کھینچنے کی کوشش کی لیکن وہ نہیں نکل سکا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نفل نماز شروع کرتا ہوں، اس حالت میں نکالنے کی کوشش کرنا۔ روایات میں آتا ہے کہ نماز میں آپ کا جسم اتنا نرم پڑ گیا کہ تیر آسانی سے نکل آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو تکلیف کا احساس تک نہ ہوا۔

علم و فضل اور حکمت:

آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق جامع ترمذی میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد ملتا ہے کہ "انا مدینۃ العلم و علی بابھا" اگرچہ امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ اور چند دیگر محدثین نے اس کی اسناد کو ضعیف بتایا ہے لیکن موضوع کسی نے

قرار نہیں دیا۔ اسلام کے علوم و معارف کا سرچشمہ قرآن مجید ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سرچشمہ سے پوری طرح سیرابی حاصل کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نہ صرف حافظ وقاریٔ قرآن تھے بلکہ علوم قرآنی سے بھی آپ کو خصوصی شغف تھا۔ بالخصوص آیات کے شان نزول کے علم میں آپ گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار مفسرین کے اعلیٰ طبقہ میں ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں اس کمال میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی شریک نہیں۔ قرآن مجید سے مسائل کے استنباط میں آپ رضی اللہ عنہ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ خوارج نے جب تحکیم کے مسئلہ میں فتنہ اٹھایا، جس کا ذکر میں کر چکا ہوں، تو آپ رضی اللہ عنہ نے بہت سے حفاظ قرآن اور علماء کو جمع کر کے خوارج کے چند سربرآوردہ افراد کی موجودگی میں ان سے دریافت فرمایا کہ اگر میاں بیوی میں اختلاف ہو تو اللہ نے حکم بنانے کی اجازت دی ہے کہ نہیں؟ لہٰذا جب امت کو دو گروہوں میں اختلاف ہو جائے تو حکم بنانا جائز ہوگا یا نہیں؟ حفاظ و علماء نے آپ رضی اللہ عنہ کی تائید کی۔ لیکن خوارج اپنے موقف پر اڑے رہے۔ خوارج ''ان الحکم الا للہ'' سے تحکیم کے خلاف جو استدلال کرتے تھے، اس کے متعلق آپ رضی اللہ عنہ فرماتے کہ ''کلمۃ حق ارید بھا الباطل'' یعنی اگرچہ بات اپنی جگہ درست ہے لیکن اس سے خوارج کا یہ استدلال واستنباط صریحاً غلط ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بچپن ہی سے لکھنے پڑھنے کی تعلیم حاصل کر لی تھی۔ مشہور ہے کہ آپ نے قرآن مجید کو نزولی ترتیب سے بھی مرتب کیا تھا۔ واللہ اعلم۔ بعض دوسرے صحابہ کی طرح آپ کا نام بھی کاتبان وحی میں شامل ہے۔ مزید یہ کہ حضور ﷺ کے جو مکاتب و فرامین لکھے جاتے تھے ان میں سے بعض کو تحریر کرنے کا شرف آپ رضی اللہ عنہ کے حصے میں بھی آیا۔ حدیبیہ کا صلح نامہ آپ ہی نے تحریر کیا تھا۔

عدل وانصاف اور تفقہ

رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خصوصی مناقب بیان ہوئے ہیں۔ آپ حضرات نے جمعہ کے خطبہ ثانی میں سنا ہوگا کہ ہمارے خطیب خلفائے راشدین عنہما کے متعلق حضور ﷺ کے فرمائے ہوئے ان مناقب کو بیان کرتے ہیں کہ ''واقضاھم علی'' (امت میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علی ہیں)۔ چنانچہ حضور ﷺ مدینہ میں بعض اوقات قضا کی خدمت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرماتے تھے۔

جب اہل یمن نے اسلام قبول کیا تو نبی اکرم ﷺ نے وہاں کے عہدۂ قضا کے لیے آپ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہاں نئے نئے مقدمات پیش ہوں گے اور مجھے قضا کا تجربہ اور علم نہیں۔ لیکن رسول اکرم ﷺ کی نگاہ جوہر شناس آپ رضی اللہ عنہ کی خفیہ صلاحیتوں کو جانتی تھی لہٰذا حضور ﷺ نے ان کو تسلی دی کہ ''اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو ثبات اور استقلال بخشے گا، تمہاری

زبان کو حق بات کہنے کی سعادت عطا فرمائے گا اور صحیح فیصلے کرنے میں تمہاری نصرت فرمائے گا۔" اس تسلی کی علاوہ حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو قضا وفصل مقدمات کے لیے ہدایات بھی دیں۔ مثلاً حضور ﷺ نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ جب تم دو آدمیوں کا جھگڑا چکانے لگو تو اپنے فیصلہ کو ان وقت تک روکے رکھو جب تک دونوں فریقوں کے بیان اور ضروری شہادتوں کو نہ سن لو۔ اور حقیقت معلوم کرنے کے لیے ان سے خوب جرح نہ کرلو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی تسلی اور تعلیمات کے بعد پھر مجھے مقدمات کے فیصلوں میں کبھی تذبذب نہیں ہوا۔ یمن کے قیام کے دوران آپ رضی اللہ عنہ نے بعض عجیب وغریب مقدمات کا فیصلہ اپنی فراست سے فرمایا۔ ان فیصلوں میں سے بعض کو حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ کی خدمت میں بطور اپیل پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو سن کر تبسم فرمایا اور ان کو برقرار رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے چونکہ قانون شریعت میں نظائر کی حیثیت رکھتے تھے، اس لیے اہل علم نے ان کو تحریری صورت میں مدون بھی کرلیا تھا۔ لیکن سبائیوں نے ان میں بھی تحریف کردی تھی۔ چنانچہ صورت میں مدون بھی کرلیا تھا۔ لیکن سبائیوں نے ان میں بھی تحریف کردی تھی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے ایک حصہ کو اسی دور میں جعلی قرار دے دیا تھا، البتہ آنجناب رضی اللہ عنہ کے بعض صحیح فیصلوں سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ نے اپنی فقہ میں استنباط کیا ہے۔

تمام صحابہ کرام اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقدمات، مناقشات اور تنازعات اور خصومات کے فیصلوں اور قضاء کی خصوصی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "ہم میں مقدمات کے فیصلے کے یے سب سے زیادہ موزوں علی رضی اللہ عنہ ہیں اور قرآن کے سب سے بڑے قاری ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔" اسی طرح فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ تمام صحابہ کرام کہا کرتے تھے کہ مدینہ والوں میں سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی بعض اوقات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا۔ مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ میں ہے کہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ وضو کے بعد کتنے دن تک موزوں پر مسح کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ سے معلوم کرو، کیوں کہ وہ سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسافر تین دن رات تک اور مقیم ایک دن ایک رات تک مسح کرسکتا ہے۔

جس زمانہ میں آپ رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف چل رہا تھا، اس زمانے میں بھی ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خط لکھ کر ایک مسئلہ دریافت کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مسکرا کر فرمایا کہ

خدا کا شکر ہے کہ ہمارے مخالفین بھی "تفقہ فی الدین" میں ہماری طرف رجوع کرتے ہیں اور مسئلہ کا جواب بھجوادیا، جس کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمل کیا۔

تحمل وخوفِ خدا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ متفق علیہ حدیث ہے "لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب" یعنی "قوی (پہلوان) وہ نہیں ہے جو مقابل کو پچھاڑ لے بلکہ (حقیقی) قوی اور پہلوان وہ ہے جو غصہ اور غیظ کی حالت میں اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی کامل تعمیل سیرتِ علی رضی اللہ عنہ میں نظر آتی ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ کسی شخص کی ذاتی توہین وتذلیل کی جو مذموم حرکتیں دنیا میں رائج ہیں، ان میں دو نہایت گھناؤنی ہیں۔ ایک یہ کہ کسی کو ماں بہن کی گالی دی جائے اور ایک یہ کہ اس کے منہ پر تھوک دیا جائے۔ ان حرکتوں پر کمزور سے کمزور شخص بھی غصہ سے مغلوب ہو کر کانپنے لگتا ہے، اس کے جسم کا سارا خون اس کے چہرے پر آجاتا ہے، محسوس ہوتا ہے کہ اگر اس کا بس چلے تو تذلیل کرنے والے کی تکا بوٹی کر دے گا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایسے مواقع پر کسی قوی پر کسی قوی شخص کے جذبات کا عالم کیا ہوگا۔ آخر الذکر صورت کا ایک واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا۔ ہوا یہ کہ ایک غزوہ میں آنجناب رضی اللہ عنہ نے ایک کافر دشمن کو پچھاڑ لیا اور آپ چاہتے ہی تھے کہ تلوار سے اس کا سر قلم کر دیں کہ اس نے نیچے لیٹے لیٹے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس توہین وتذلیل پر برافروختہ ہونے کی بجائے اس کو چھوڑ کر الگ کھڑے ہو گئے۔ وہ مغلوب بھی حیران و پریشان اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ میں نے تو یہ سمجھ کر کہ مجھے توقتل ہونا ہی ہونا ہے یہ انتہائی مذموم حرکت کی تھی لیکن آپ نے مجھے چھوڑ دیا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیا کہ میری تم سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں تھی۔ میں فی سبیل اللہ تم سے لڑ رہا تھا اور اسی لیے تمہیں قتل کرنا چاہتا تھا لیکن جب تم نے میرے منہ پر تھوکا تو اس کا ردِ عمل میں تمہارے خلاف میرے دل میں شدید غیظ وغضب پیدا ہوا۔ ساتھ ہی مجھے اللہ کا خوف آیا کہ اگر اس موقع پر میں تمہیں قتل کر دوں گا تو ہو سکتا ہے کہ تمہارا یہ قتل اللہ کے نزدیک اس کی راہ میں قتل شمار نہ ہو بلکہ میرے ذاتی غصہ کا انتقام میں شمار ہو، اس لیے میں نے تم کو قتل کرنے سے ہاتھ روک لیا۔ یہ ہے تحمل، خشیت الٰہی اور حقیقی شجاعت کا عملی نمونہ جو ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں نظر آتا ہے۔

شاہکارِ رسالت:

غلام احمد پرویز صاحب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت کا عنوان "شاہکارِ رسالت" رکھا ہے لیکن میری رائے میں یہ لفظ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے لیے زیادہ موزوں ہے کیوں کہ بالکل ابتدائی عمر سے

ہی آپ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی تربیت میں پرورش پانے کا موقع ملا۔ ایمان لانے کے بعد سے ہجرت تک اور ہجرت کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح تک آپ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے گھر میں ان کے ساتھ رہے۔

مکی دور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق صرف چند واقعات روایات میں آتے ہیں، کیوں کہ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر بہت چھوٹی تھی لیکن نوعیت کے اعتبار سے واقعات کافی اہم ہیں۔ پہلا واقعہ تیرہ برس کی عمر میں پیش آیا جب حضور ﷺ نے حکم خداوندی کی تعمیل میں بنو ہاشم کے لیے کھانے کا اہتمام کیا تا کہ انہیں اسلام کی دعوت دیں۔ اس کے جواب میں بنو ہاشم میں سے کھڑا ہوا تو کون! ایک تیرہ سالہ بچہ علی بن ابی طالب۔ اس موقع پر ان کی زبان سے جو جملے نکلے وہ تاریخی جملے ہیں۔ ذرا چشمِ تصور سے دیکھیے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خاندان کو اللہ کی طرف بلا رہے ہیں اور حاضرین میں سے کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ کھڑا ہوتا ہے تو تیرہ برس کا ایک بچہ اور کہتا ہے کہ "اگرچہ میں عمر میں سب سے چھوٹا ہے" اگرچہ میری آنکھیں دکھتی ہیں، اگرچہ میری ٹانگیں پتلی ہیں لیکن میں آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا۔" اور تمام لوگ قہقہہ لگا کر دلوں میں شاید یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ یہ ہیں جو دنیا کی تاریخ کا رخ بدلنے کے لیے کھڑے ہوئے ہیں اور یہ تیرا سالہ بچہ ہے جو ان ﷺ کی مدد اور اعانت کے لیے خود کو پیش کر رہا ہے۔

دوسرا اہم واقعہ یہ ہے کہ ہجرت کی رات حضور ﷺ نے لوگوں کی وہ امانتیں جو آپ ﷺ کے پاس تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیں اور ان رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ پر بستر پر لیٹنے کی ہدایت فرما کر ہجرت کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر بائیس تیئس برس کی ہوگی۔ رات بھر دشمنانِ خدا ان رسول ﷺ کا محاصرہ کر رکھا۔ اس خطرہ کی حالت میں بھی یہ نوجوان نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ محوِ خواب رہا۔ یہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کی خفیہ شجاعت کا ایک مظہر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے اصل جوہر مدنی دور میں ظاہر ہوئے، جن کا ایک اجمالی نقشہ میں آپ حضرات کے سامنے رکھ چکا ہوں۔ مکی اور مدنی دور میں آپ رضی اللہ عنہ کی عمر کے معاملہ کو پیش رکھنا ضروری ہے۔

مکی دور میں جو حضرات حضور ﷺ کے ہم عمر تھے وہ اول روز سے آپ ﷺ کے دست و بازو بنے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایمان لاتے ہی دعوت و تبلیغ میں لگ گئے۔ عشرہ مبشرہ میں سے چھ حضرات، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں رسول اللہ ﷺ کے دامن سے آ کر وابستہ ہوئے۔ انہی میں عثمان غنی، طلحہ، زبیر، عبد الرحمٰن بن عوف، ابو عبیدہ بن الجراح اور سعید بن زید رضی اللہ عنہم اجمعین شامل ہیں۔ یہ سب لوگ کون ہیں؟ یہ قریش کے چوٹی کے گھرانوں کے موتی اور ہیرے ہیں۔ یہ مکی دور کی وہ سعید روحیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے

عقل سلیم اور نورِ فطرت عطا فرمایا تھا جو نورِ وحی سے جگمگا گیا، اور انہوں نے دعوتِ ایمان پر لبیک کہا اور راہِ حق میں نہایت مہیب مظالم برداشت کیے۔

خاتمۂ کلام:

یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اگرچہ جامع الصفات انسان تھے، ان کی شخصیت میں "Ambivert" کی تمام خصوصیات موجود تھیں اور اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ اپنی ذاتی حیثیت میں خلیفۂ راشد تھے لیکن یہ ایک امرِ واقعہ ہے کہ آپ کے عہدِ خلافت میں باہمی اختلاف رہا۔ امت آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر مجتمع نہ ہوسکی۔ باہمی خانہ جنگی رہی۔ جنگِ جمل، جنگِ صفین اور جنگِ نہروان جیسے خونیں معرکے ہوئے۔ بڑے بڑے فتنے اس دور میں کھڑے ہوگئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان فتنوں پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کی لیکن سبائی فتنہ کے شجرِ خبیثہ کی جڑیں زمین میں اتنی گہری اتر چکی تھیں کہ انتہائی کوشش کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ان پر تنہا قابو پانا ممکن نہ ہوسکا۔ اگر اس وقت مخلص، بااثر اور صائب الرائے حضرات ایک بنیانِ مرصوص بن جاتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پشت پناہی کرتے تو شاید حالات سدھر جاتے۔ لیکن سبائی سازش نے غلط فہمیوں کا اتنا گھنا جنگل کھڑا کردیا تھا کہ اس کا صاف ہونا ممکن نہ ہوا۔ اس کے نتیجے میں امت کے اندر فرقہ آرائی اور گروہ بندی کی ایسی گرہ لگ گئی ہے جو نہ اس وقت کھل سکی اور نہ شاید قیامت تک کسی کے ناخنِ تدبیر سے کھل سکے۔ لیکن اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ اس کا کوئی الزام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات پر نہیں ہے۔ اگر کسی کا یہ خیال ہے کہ ان کی کوتاہی تھی یا ان کی عدم صلاحیت تھی، یا اہلیت کی کمی تھی تو دراصل وہ تاریخ کو نہیں جانتا، وہ حقائق کا فہم نہیں رکھتا۔

اقول قولی هذا واستغفر الله لی ولکم
ولسائر المسلمین والمسلمات

☆......☆......☆

سیرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

تالیف

مولانا محمد نافع مدظلہ

معاملات میں عدل وانصاف

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مختلف اوصاف وکمالات کے ساتھ متصف تھے۔ ان میں سے عدل و انصاف کا وصف ان میں نہایت نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔

انسانی زندگی کے ہر پہلو میں عدل وانصاف کے متعلق اسلام کی تعلیمات کتاب وسنت کی روشنی میں واضح طور پر موجود ہیں۔ یہاں صرف ایک فرمان نبوی ﷺ تمہیداً پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اصل مضمون ذکر کیا جائے گا۔

عدل وانصاف کے متعلق نبی اقدس ﷺ کا ایک فرمان حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود نقل فرماتے ہیں کہ:

"...... عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اشد الاعمال ثلاثۃ، ذکر اللہ علی کل حال و انصاف الناس بعضھم من بعض وسواساۃ الاخوان۔"[1]

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ انسان کے لیے اعمال میں سے تین چیزیں مشکل ترین ہیں:

☆ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری وساری رکھنا (اور اس سے غافل نہ ہونا)

☆ تمام لوگوں میں باہمی عدل وانصاف قائم کرنا۔

☆ مسلمان بھائیوں کی ہر حال میں خیر خواہی اور غم خواری کرنا۔

اس فرمان نبوی ﷺ میں معاشرتی زندگی کے بنیادی اور معیاری اصول بیان فرمائے گئے ہیں۔ ان کی وجہ سے لوگوں میں مواسات اور باہمی خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی عملی زندگی میں ان اصولوں پر عمل کر کے امت کے لیے ایک اعلیٰ نمونہ قائم کیا۔ چنانچہ ذیل میں علوی عدل وانصاف کے چند ایک واقعات بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔

(۱) آزاد خاتون اور خادمہ کے درمیان مساوات:

محدثین نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عدل وانصاف کے سلسلہ میں ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دو عورتیں کچھ مالی اعانت کے لیے حاضر ہوئیں ان میں سے ایک خاتون عرب تھی اور دوسری اس کی لونڈی (اولاد اسحاق میں سے) تھی۔ اس موقعہ پر جناب علی المرتضیٰ

رضی اللہ عنہ نے دونوں خواتین کو مساوی طور پر غلہ کی ایک خاص مقدار (گر) اور چالیس چالیس درہم نقد عنایت فرمائے۔ خادمہ کو جو کچھ ملا تھا وہ لے کر چلی گئی مگر عربی خاتون نے کہا: اے امیر المؤمنین میں عربی خاتون ہوں آپ نے مجھے بھی اتنی ہی مقدار میں غلہ اور نقدی عنایت فرمائی ہے جتنی میری خادمہ کو۔ تو جواب میں حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نظر وفکر کی ہے اس مسئلہ میں اولاد اسمٰعیل علیہ السلام کو اولاد اسحاق علیہ السلام پر کوئی فوقیت نہیں معلوم ہوئی۔

"...... قال لها علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انی نظرت فی کتاب اللہ عزوجل فلم ارفیہ فضلا لولد اسمٰعیل علی ولد اسحاق۔"[2]

(۲) قاضی شریح کا منصفانہ فیصلہ:

عدل وانصاف کے سلسلہ میں محدثین یہ واقعہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت علی المرتضیٰ نے ایک نصرانی یا یہودی کو ایک زرہ فروخت کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی گمشدہ زرہ کو پہچانتے ہوئے اسے کہا کہ یہ زرہ میری ہے۔ مسلمانوں کے قاضی کے پاس چل کر اس چیز کا فیصلہ طلب کر لیجیے چنانچہ یہ نزاع اس وقت کے مشہور قاضی شریح کی مجلس میں پیش ہوا، تو قاضی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی نشست پر بٹھایا اور خود اس نصرانی یا یہودی کے پاس بیٹھ گیا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا فریق ثانی مسلمان ہوتا تو میں مجلس قضاء میں اس کے ساتھ بیٹھتا لیکن میں نے نبی اقدس ﷺ سے سنا ہوا ہے کہ...... ان لوگوں کو حقیر اور ذلیل قرار دو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حقیر قرار دیا ہے اور پھر قاضی شریح سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ اے شریح! میرے اور اس غیر مسلم کے درمیان زرہ کے مسئلہ میں فیصلہ کیجیے۔ اس پر قاضی نے غیر مسلم سے کہا تو اس مسئلہ میں کیا کہتا ہے تو اس نے کہا کہ میں امیر المؤمنین کو جھٹلاتا تو نہیں لیکن یہ زرہ میری ہے (اور میرے قبضہ میں ہے) اس کے بعد قاضی شریح نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے شہادت طلب کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند اور غلام قنبر کی شہادت پیش کی۔ قاضی نے والد کے حق میں بیٹے کی شہادت کو رد کرتے ہوئے نصرانی یا یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اس پر غیر مسلم نے قاضی کے خلیفہ وقت کے خلاف فیصلہ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ اور پھر تسلیم کیا کہ زرہ واقعی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اونٹ سے گر پڑی تھی جسے میں نے اٹھا لیا تھا لیکن اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ نے یہ اپنی زرہ اسے عنایت فرما دی:

"...... امیرالمؤمنین یجیئنی الی قاضیہ وقاضیہ یقضی علیہ ھی واللہ یا امیرالمؤمنین درعک اتبعتک من الجیش وقد ذالت عن جملک الاورق فاخذتھا۔ فانی اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمد ارسول اللہ قال فقال علی

رضی اللہ عنہ اما اذا اسلمت فھی لک۔"[۳]

واقعہ ہذا کو ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ نے البدایہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیرت عادلہ کے تحت اپنے الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

(۳) قرنفل کی تقسیم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انصاف:

معاشرتی زندگی میں جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ انصاف کے دامن کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ خصوصاً بیت المال کے معاملہ میں آنجناب رضی اللہ عنہ کے واقعات عدل و انصاف کے باب میں مشہور و معروف ہیں۔

چنانچہ محدث ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں کئی واقعات ذکر کیے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خادمہ (ام ولد) آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس وقت آپ کے سامنے قرنفل (لونگ) سے تیار شدہ ایک ہار موجود تھا خادمہ نے اسے اپنی دختر کے لیے طلب کیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ سے ارشاد فرمایا کہ درہم لاؤ تاکہ تجھے قرنفل دیے جائیں یہ مسلمانوں کا مال ہے (مفت نہیں دیا جا سکتا) اگر درہم پاس نہیں ہیں تو کچھ مدت کے لیے صبر کرو تاکہ ہمیں ہمارا حصہ اس میں سے مل جائے تو ہم تجھے تیری دختر کے ہار کے لیے اس میں سے دے دیں گے۔

یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیت المال کے معاملہ میں کمال تقویٰ اور دیانت ہے کہ اپنے خدام اور کنیزوں کے لیے بھی بغیر استحقاق کے چند قرنفل دینے کے لیے تیار نہیں ہوئے:

"...... فقلت یا امیر المؤمنین ! ھب لابنتی من ھذا القرنفل قلادۃ فقال ھکذا، ونقر بیدہ: ارنی درھما جیداً فانما ھذا مال المسلمین والافاصبری حتی یاتینا حظنا (منہ) فنھب لابنتک منہ قلادۃ۔"[۴]

(۴) بیت المال سے لیموں کی منصفانہ تقسیم:

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے انصاف کا ایک اور واقعہ محدث ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ علیہ نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ آنجناب کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی کا غلام ابو صالح تھا۔ وہ ام کلثوم کی خدمت کرتا تھا وہ ذکر کرتا ہے کہ میں ایک دفعہ ام کلثوم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے دونوں برادران حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما بھی تشریف لائے۔ تو اس دوران انہوں نے فرمایا کہ اپنے غلام ابو صالح کو کھانے کے لیے کوئی چیز دی ہے؟ تو ام کلثوم نے کہا کہ اب دیتے ہیں۔ پس انہوں نے سالن کا ایک پیالہ بھیجا۔ اس میں ایک قسم کے غلہ کا

شوربہ تیار شدہ تھا۔ ابوصالح کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ تم وقت کے امراء ہو اور مجھے یہ معمولی کھانا دیتے ہو تو اس کے جواب میں ام کلثوم نے فرمایا کہ اے ابوصالح! تو اگر امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھتا تو اور تعجب کرتا۔ پھر انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انصاف کا ایک واقعہ سنایا فرمانے لگیں کہ ایک دفعہ کچھ لیموں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے گئے اور وہ بیت المال کے ملک تھے تو حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اس میں سے اپنی ضرورت کے لیے اور حکم دیا کہ ان کو مستحقین پر تقسیم کیا جائے:

''......فقالت ام کلثوم (بنت علی رضی اللہ عنہ) یا ابا صالح فکیف لورایت امیر المؤمنین واتی باترنج فذھب حسن او حسین یتناول منه اترنجة فنزعھامن یدہ ثم امر به فقسم۔''[۵]

(۵) شہد کے معاملے میں انصاف:

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انصاف کا ایک دیگر واقعہ علماء ذکر کیا کرتے ہیں کہ اس دور میں اصفہان وغیرہ کے علاقے پر عمرو بن سلمہ کو عامل بنایا تھا۔ وہاں سے وہ شہد اور دیگر اشیاء لائے تھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جب حاضر ہوئے تو وہ شہد اور دیگر چیزیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیں۔ آنجناب نے اس کو رحبہ کے مقام میں ان چیزوں کو رکھوا دیا اور مسلمانوں میں تقسیم ہونے تک اس پر محافظ اور امین مقرر کر دیے۔

اس دوران میں جناب کی صاحبزادی ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ کو اس مال کی آمد کی اطلاع ہوئی۔ تو انہوں نے مال کے امین کے پاس آدمی بھیجا کہ شہد اور گھی کے مشکیزوں میں سے ایک ایک مشکیزہ ہمیں دے دیا جائے (ہمیں ضرورت ہے)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی طرف جب تشریف لے گئے تھے تو اس مال کو شمار کر کے گئے تھے جب واپس تشریف لائے اور مال کو ملاحظہ فرمایا تو اس مال میں سے دو مشکیزے ایک عسل کا اور ایک گھی کا کم پائے گئے۔ پس آپ رضی اللہ عنہ نے امین کو بلا کر اس کے متعلق دریافت کیا تو اس نے پہلے تو کچھ پس و پیش کیا پھر بعد میں حضرت علی کے زور ڈالنے پر اس نے اصل معاملہ عرض کر دیا آپ کی صاحبزادی ام کلثوم نے اس طرح آدمی بھیجا ہے اور میں نے انہیں یہ دونوں مشکیزے بھجوا دیے ہیں۔

اس حقیقت حال معلوم ہونے پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کی طرف قاصد بھیجا کہ یہ دونوں مشکیزے شہد اور گھی کا واپس کر دیں جب وہ دونوں مشکیزے واپس لائے گئے تو ان پر دو میں

سے کچھ مقدار کم پائی گئی پھر آپ نے تجار سے اس سے کم شدہ مال کی قیمت لگوائی تو اس کی قیمت تقریباً تین درہم سے کچھ زیادہ تھی اس کے بعد آنجناب نے ام کلثوم کی طرف آدمی بھیجا کہ یہ قیمت ہماری طرف بھیج دیں (چنانچہ وہ درہم حاصل کر لیے گئے) پھر اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باقی مشکیزوں کے متعلق حکم دیا اور وہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیے گئے:

"...... ثم بعث الی ام کلثوم ان ردّی الزقین فاتی بھما مع مانقص منھما فبعث الی التجار قوموھما مملوئیں وناقصین فوجدوافیھما نقصان ثلاثۃ دراھم و شیئی فرسل الیھاان ارسلی الینا بالدراھم ثم امر بالزقاق فقسمت بین المسلمین۔"[۶]

ایک روٹی کی سات حصوں میں تقسیم:

ماقبل میں چند ایک چیزیں معاشرتی زندگی میں انصاف اور عدل کے متعلق ذکر کی گئی ہیں انصاف کے واقعات میں ایک واقعہ یہ بھی علماء نے لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دفعہ اصفہان کے علاقہ سے کچھ مال آیا۔ اس کو آنجناب رضی اللہ عنہ نے حسب موقع سات حصوں پر تقسیم فرمایا اس کے بعد ایک روٹی قابل تقسیم باقی رہ گئی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے سات ٹکڑے بنوا کر مال کے ساتوں حصوں پر رکھوا دیے اور پھر اس کے بعد لوگوں میں قرعہ اندازی کے موافق اسے تقسیم کرا دیا گیا:

"...... ان علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتاہ مال من اصبھان فقسمہ بسبعۃ اسباع ففضل رغیف فکسرہ بسبع کسر فوضع علی کل جزء کسرۃ ثم اقرع بین الناس ایھم یاخذ اول"۔[۷]

بازار والوں پر سلام کہنا:

اہل تراجم حضرات لکھتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بازار میں جب تشریف لے جایا کرتے تھے تو پہلے اہل بازار پر سلام کہتے تھے سلام کہنا اسلام کا اہم معاشرتی اصول ہے بنا بریں سید علی المرتضیٰ بازاروں والوں کے ساتھ ابتداء بالسلام کرتے تھے۔ اس طریقہ سے سنت نبوی کی اتباع ہوئی اور اہل اسلام کے لیے عملاً اس مسئلہ کی تبلیغ اور ترویج بھی ہے:

"...... قال حدثنی ابو سعید بیّاع الکرابیس ان علیاً کان یاتی بالسوق فی الایام فیسلم علیھم۔"[۸]

خرید اشیاء اور کمال تقویٰ:

بعض خصال حسنہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ایسی پائی جاتی ہیں جو دیگر حضرات میں بہت کم ملیں گی۔ ان خصوصی خصال کی بنا پر آنجناب رضی اللہ عنہ کا کمال تقویٰ انتہائی مدارج پر پہنچا ہوا تھا۔

تراجم نویس حضرات نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ: ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لباس خریدنے کے لیے بازار میں تشریف لے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے صاحب دکان سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ تو اس دکاندار نے کہا کہ ہاں امیر المومنین میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ تو آنجناب رضی اللہ عنہ اس دکان سے آگے بڑھ گئے اور دوسرے دکاندار کے پاس پہنچ کر ارشاد فرمایا کہ آپ مجھ سے متعارف ہیں تو اس نے عرض کیا کہ میں آپ رضی اللہ عنہ کو نہیں پہچانتا تو آنجناب رضی اللہ عنہ نے اس سے قمیض کے لیے کپڑا خریدا اور اس کپڑے کا قمیض تیار کروایا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کر فرمائی۔

اس نوعیت کے واقعہ سے آنجناب رضی اللہ عنہ کا مقصد ظاہر طور پر یہی ہے کہ جان پہچان والے شخص سے اگر اشیاء کی خرید کریں گے تو وہ بے چارہ از راہ لحاظ کم قیمت لگا کر رعایتی فروخت کرے گا اور اس صورت میں اسے خسارہ برداشت کرنا پڑے گا جب کہ غیر متعارف شخص سے یہ بات صادر نہ ہو گی بلکہ وہ خرید شدہ اشیاء کی پوری قیمت وصول کرے گا اور اس طرح وہ کسی خسارہ میں نہیں رہے گا۔

یہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کمال تقویٰ اور دیانت داری ہے جس کی نظیر پایا جانا دشوار ہے۔ یہ اہل تقویٰ کا اعلیٰ کردار ہے جو عام لوگوں میں بہت کم پایا جاتا ہے:

"...... سمعت فروخ مولیٰ لبنی الاشتر قال رایت علیاً رضی اللہ عنہ فی بنی دیوار و انا غلام فقال اتعرفنی فقلت نعم انت امیرالمؤمنین ثم اتی اخر فقال اتعرفنی فقال لا فاشتری منہ قمیصا زابیا فلبسہ۔"[9]

حکیمانہ طرز عمل:

محدثین نے بازار سے متعلق حضرت علی مرتضیٰ کا ایک اور عجیب واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بازار میں تشریف لے گئے۔ اتفاقاً بارش ہونے لگی تو اس حالت میں آنجناب رضی اللہ عنہ ایک دکاندار کے خیمہ کے نیچے بارش سے بچنے کے لیے کھڑے ہونے لگے وہ صاحب خیمہ جو آپ رضی اللہ عنہ کو پہچانتا نہیں تھا آپ رضی اللہ عنہ کو خیمے سے باہر نکالنے لگا۔ تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے کہ میں بارش سے بچنے کے لیے خیمے میں پناہ لے رہا ہوں۔

صاحب خیمہ فارسی تھا اسے بعد میں جب بتلایا گیا کہ یہ تو امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے تو وہ اپنے فعل پر نہایت پریشان اور پشیمان ہوا اور اپنے اضطراب کا اظہار کرنے لگا۔

"...... عن درهم ابی عبيد المحار بی قال: رايت علياً اصابته السماء وهو فی السوق، فاستظل بخيمة الفارسی، فجعل الفارسی يد فعه عن خيمته و جعل علی رضی الله عنه يقول انما استظل من المطر، فاخبر الفارسی بعد انه علی رضی الله عنه فجعل يضرب صدره۔"[۱۰]

کارِ خویش بدستِ خویش:

محدثین رحمہ اللہ علیہ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اخلاق حسنہ اور متواضعانہ کردار کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رض اللہ عنہ نے ایک دفعہ ایک درہم کے خرما خرید فرمائے اور ان کو اپنے کپڑے میں لپیٹ کر اپنے دوش پر اٹھا کر لے جانے لگے تو ایک شخص نے عرض کیا یا امیر المؤمنین! یہ کھجور میں اٹھا کر پہنچاتا ہوں۔ تو سیدنا علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ ایسا نہ کیا جائے۔ صاحب عیال اس چیز کے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے۔

گویا یہ عملی تعلیم ہے کہ انسان اپنا کام خود کرے تو بہتر ہے اور ساتھ ہی اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"...... حدثنا صالح بياع الاكسية عن جدته قالت رأيت عليا رضی الله تعالىٰ عنه اشترىٰ تمراً بدرهم فحمله فی ملحفته فقلت له اوقال له اجل احمل عنك يا امير المؤمنين! قال لا ابو العيال احق ان يحمل"۔[۱۱]

اہل السوق کے لیے مرتضوی ہدایات:

اسلام میں معاشرتی اصولوں کے تحت ہر ایک طبقہ کے لیے ہدایات پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ تجار اور اہل بازار کے لیے بھی اسلام کی طرف سے ضوابط موجود ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسی سلسلہ میں بعض اوقات بازار میں خود تشریف لے جاتے تھے اور اہل بازار کو مندرجہ ذیل ہدایات دیتے۔ اور ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرماتے۔

واقعہ ہذا کے ناقل نے بعض دفعہ کی ہیئت کذائی اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایکبار بازار کی طرف تشریف لائے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ دو موٹی چادریں زیب تن کیے ہوئے تھے اور آپ کا تہبند نصف ساق کے قریب اونچا تھا۔ اور آپ کے دست مبارک میں درہ تھا اور بازار میں گشت کر رہے تھے اور اہل بازار کو حکم فرماتے تھے کہ اللہ سے خوف کرو، تقویٰ اختیار کرو، خرید و فروخت کے معاملہ میں راست بازی سے کام لو،

اور ناپ تول کے سلسلہ میں کمی بیشی نہ کرو۔ اور گوشت کو پھلاؤ نہیں۔

کاروباری امور کے لیے یہ بنیادی اصول ہیں ان کے ملحوظ رکھنے سے خرید و فروخت کرنے والوں کے درمیان تجارتی معاملات درست رہتے ہیں اور ایک دوسرے کے حقوق کا ضیاع نہیں ہوتا:

"......قال رأیت علیاً و ھو یخرج من القصر وعلیه قبطیتان ازار الی نصف الساق ورداء مشمر قریب منه، ومعه درة له یمشی بھا فی الاسواق ویا مرالناس بتقوی اللہ وحسن البیع ویقول : اوفوالکیل والمیزان، ویقول لاتنفخوا اللحم۔"[12]

عمال کے لیے منصفانہ طریق عمل کی تلقین:

امیر المومنین سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے منصفانہ طریق کار کے چند ایک واقعات سابقاً ذکر ہوئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں اب ان کے عمال وحکام کے متعلق آنجناب رضی اللہ عنہ کا جو طرز عمل تھا اور جو خصوصی ہدایات دی جاتی تھیں اس کے متعلق بعض چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ اکابر علماء نے اس نوعیت کا ایک واقعہ اس طرح ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ قبیلہ بنی ثقیف کے ایک شخص کو آنجناب رضی اللہ عنہ نے ایک علاقہ (عکبرا) کی طرف خراج کی وصولی کے لیے روانہ کرنے کا قصد فرمایا تو اس موقعہ پر اس معاملہ کے لیے خصوصی ہدایات دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

☆ ایک تو تم کو ان لوگوں سے خراج (شرعی ٹیکس) وصول کرنا ہوگا۔ اور اس معاملہ میں اپنی طرف سے کوئی رعایت یا معافی نہ کرنا ہوگی۔

☆ اور دوسرا یہ کہ وہ لوگ وصولی کے سلسلہ میں تجھ میں کمزوری نہ پائیں۔

☆ اس کے بعد ایک دوسرے وقت میں اسے بلا کر ہدایت فرمائی کہ جب تم ان لوگوں میں پہنچو تو خراج کی وصولی کے سلسلہ میں ان لوگوں کے گرمی یا سردی کے لباس ان کی خوراک اور وہ جانور جن سے وہ بار برداری کا کام لیتے ہیں ان کو ہرگز نہ بیچنا۔

☆ فراہمی کے سلسلہ میں کسی شخص کو درے نہ لگانا۔

☆ طلب درہم کے سلسلہ میں کسی دیگر شخص کو مسلط نہ کرنا

☆ اور خراج کی وصولی کے لیے ان کے کسی شخص کے سامان کو فروخت نہ کرنا۔

☆ وصولی کے معاملہ میں ہمیں یہ حکم ہے کہ ان کی زائد چیز میں سے حاصل کیا جائے۔

پھر آنجناب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں جو احکام دیے ہیں اگر تم نے اس کے خلاف کیا تو اللہ تعالیٰ مواخذہ فرمائیں گے اور میں تجھے معزول کر دوں گا۔

یہ ہدایات سن کر وہ کہنے لگا کہ میں تو پھر جیسے جا رہا ہوں ویسے ہی لوٹ آؤں گا (یعنی مجھے کچھ وصول نہ ہوگا) اس پر حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگرچہ تو خالی ہاتھ ہی واپس لوٹ ان احکامات پر عمل درآمد کرنا ہوگا۔

وہ عامل کہتا ہے کہ میں چلا گیا اور آنجناب رضی اللہ عنہ کی ہدایات پر عمل کیا اور پورا پورا اخراج وصول کر کے واپس ہوا۔

یعنی ان اصولوں پر عمل کرنے کی یہ برکات تھیں کہ خراج کی وصولی صحیح طریقہ پر ہوئی اور بیت المال کی آمدنی میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ کتاب الخراج میں یہ واقعہ اس طرح ہے کہ:

''......عن عبدالملك بن عمير قال: حدثني رجل من ثقيف قال: استعملني علی بن ابی طالب رضی الله تعالیٰ عنه علی عكبراء فقال لی: واهل الارض معی يسمعون۔ انظران تستوفی ما عليهم من الخراج۔ واياك ان ترخص لهم فی شيئی واياك ان يروامنك ضعفاً۔ ثم قال: رح الّی عند الظهر ، فرحت اليه عند الظهر فقال لی: انما اوصيتك بالذی اوصيتك به قدام اهل عملك لانهم قوم خدع ، انظراذ اقدمت عليهم فلا تبيعنّ لهم كسوة شتاء ولا صيفا ولا رزقاً يا كلونه، ولا مابة يعملون عليها، ولا تضربن احداً منهم سوطاً واحداً فی درهم، ولا تقمه علی رجله فی طلب درهم، ولا تبع لاحدمنهم عَرَضاً فی شيئی من الخراج فانا انما امرنا ان ناخذ منهم العفو۔ فان انت خالفت ما امرتك به يا خذك الله به دونی وان بلغنی عنك خلاف ذالك عزلتك۔ قال قلت اذن ارجع اليك كما خرجت من عندك قال: وان رجعت كما خرجت۔ قال فانطلقت فعملت بالذی امرنی به، فرجعت ولم انتقص من الخراج شيئاً۔''[۱۳]

۲۔ اسی طرح ایک اور دوسرا واقعہ عمال کی نصیحت اور اصلاح کے متعلق اکابر علماء نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ بنی اسد کے ایک شخص کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عامل بنا کر بعض علاقوں میں روانہ فرمایا جب وہ اپنے فرائض کی سرانجام وہی کے بعد واپس ہوا تو حضرت امیر المومنین کی خدمت میں حاضری دی۔ اور عرض کرنے لگا کہ اس سفر کے دوران چند اشیاء ہدیہ مجھے پیش کی گئی ہیں۔ اور وہ میں نے آنجناب کی خدمت میں حاضر کر دی ہیں اگر یہ صورت میرے لیے جائز اور حلال ہو تو میں ان کو استعمال کر لوں اور اگر میرے

لیے یہ حلال نہ ہوں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔(اب آپ رضی اللہ عنہ جس طرح ارشاد فرمائیں)
تو اس موقع پر حضرت علی مرتضی نے ہدایا کو قبضہ میں لے لیا اور ارشاد فرمایا کہ اگر تم ان چیزوں کو روک رکھتے (اور بیت المال میں نہ دیتے) تو یہ چیزیں غلول کے حکم میں ہوتیں۔(یعنی اموال غنیمت سے جو چیز پوشیدہ طور پر حاکم وقت کی اجازت کے بغیر لے لی جائے اس کو اسلام میں غلول کہتے ہیں۔ اور وہ مال مسروقہ میں شمار کی جاتی ہے۔)

"...... عن علی بن ربعیة (ان علیا رضی اللہ عنہ) استعمل رجلا من بنی اسدیقال لہ ضبیعة بن زھیر او زھیر بن ضبیعة۔ فلما جاء قال: یا امیر المؤمنین: انی اھدی الّی فی عملی اشیاء وقد اتیتک بھا فان کانت حلالاً اکلتھا، والّا فقد اتیتک بھا فقبضھا علی رضی اللہ عنہ وقال: نو جستھا کان غلولاً"۔[۱۴]

یہاں سے یہ مسئلہ واضح ہوا کہ بیت المال کے اموال کی وصولی کے لیے جو لوگ اطراف میں بھیجے جاتے ہیں ان کو اس دوران جو ہدایا اور تحائف پیش کیے جائیں وہ بیت المال کا حق ہوتا ہے اور ان ہدایا کا ذاتی استعمال جائز نہیں۔

معاشرتی احوال:

امیر المومنین حضرت علی مرتضی کے معاشرتی احوال کے متعلق بعض چیزیں سابقاً ذکر ہوئی ہیں۔ اس سلسلہ میں کچھ مزید چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔

جذبہ خیر خواہی: اسلام میں ایک مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کے حق میں خیر خواہی کرنے کا حکم ہے اور دوسروں کی بھلائی اور خیر خواہی عند اللہ نہایت پسندیدہ عمل ہے۔ نصیحت اور خیر خواہی کے واقعات اکابرین امت میں بہت پائے جاتے ہیں قدم قدم پر ان کے اس کردار کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں ایک واقعہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ عہد نبوی صلعم میں پیش آیا تھا کہ ایک دفعہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایسے شخص کا جنازہ لایا گیا جس کے ذمے قرض تھا۔ اور اس کے ترکہ میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں تھی جس سے اس کے قرض کی ادائیگی کی جا سکے۔ جب یہ چیز جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اس شخص کی نماز پڑھو۔(اس پر میں نماز جنازہ نہیں پڑھتا)۔

تو اس وقت حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس شخص کے قرض کو ادا کرنے کا میں ذمہ لیتا ہوں، آپ اس پر نماز جنازہ ادا فرمایئے۔ پھر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی:

"...... عن ابی سعید الخدری: قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بجنازۃ لیصلی علیھا فقال ھل علی صاحبکم دین قالوا نعم۔ قال ھل ترک لہ من وفاءٍ قالو الا قال صلّوا علی

صاحبکم قال علی بن ابی طالب علی دینه یا رسول الله! فتقدم ۔ فصلّی علیه۔"[۱۵]

ایک دوسری روایت میں اسی واقعہ کے متعلق کچھ مزید اس طرح پائے جاتے ہیں:

"...... وقال فك الله رهانك من النار کما فککت رهان اخیك المسلم لیس من عبد مسلم یقضی عن اخیه دینه الافك الله رهانه یوم القیامة ۔"[۱۶]

"یعنی نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اے علی! تم نے اپنے مسلم بھائی کی گردن قرض سے آزاد کرائی ہے اللہ تعالیٰ تمہاری گردن کو آتش جہنم سے آزاد فرمائے گا۔ اور فرمایا کہ جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے قرض کو ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی گردن کو قیامت کے روز آزاد فرمائیں گے۔"

حضرت علی مرتضیٰ کی زندگی میں اس نوع کے بے شمار واقعات موجود ہیں۔ جذبہ خیر خواہی کے بیان کرنے کے لیے یہی واقعہ کافی ہے اور ان کی طرف سے یہ امت کے لیے ایک عملی نمونہ ہے اور دوسری طرف قرض ادا کرنے والے کے لیے تعجیل کرنا لازم ہے اور اس کی تاخیر کرنے میں ایسا وبال ہے کہ نبی اقدس ﷺ کی جانب سے نماز جنازہ کی سعادت سے محرومی ہوتی ہے اور پھر آخرت کا محاسبہ مزید برآں ہوگا۔

مجلسی آداب:

آداب مجلسی کے لیے دین اسلام میں بے شمار ہدایات پائی جاتی ہیں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک واقعہ ذکر کرنا مفید خیال کرتے ہیں وہ اس طرح ہے کہ ایک شخص ابو خالد الوالبی ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس مجلس میں تشریف لائے۔ ہم پیشتر ان کے انتظار میں کھڑے ہوئے تھے۔ جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حالات ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ آپ خاموش میرے انتظار میں متحیر اور حیران شکل میں کھڑے ہیں۔ (یعنی اس طرح لوگوں کا مجلس میں کھڑے رہنا آپ کو ناپسند ہوا اور آپ نے ان لوگوں کو یہ کلمات فرمائے):

"...... عن ابی خالد الوالبی قال: خرج علینا علی بن ابی طالب و نحن قیام ننتظره لیتقدم فقال مالی اراکم سامدین۔"[۱۷]

حاصل یہ ہے کہ درباروں میں اور بڑے آدمیوں کی مجالس میں لوگوں میں کھڑے رہنا اہل زمانہ کی رسوم تھیں اور اسلامی عادات کے برخلاف جاہلیت کے طرز و طریق تھے اس بناء پر جناب علی مرتضیٰ نے اس پر اظہار نفرت فرمایا۔

حواشی

۱۔ اخبار اصبہان ج ۱، ص ۱۷۹، (لابی نعیم الاصبہانی)
الامالی للشیخ الطوسی الشیعی ج ۲، ص ۱۹۰، ص ۲۹۳، جلد ثانی، طبع نجف اشرف۔

۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۶، ص ۳۴۹، تحت باب "التسویۃ بین الناس فی القسمۃ"

۳۔ السنن الکبریٰ مع جواہر النقی للبیہقی، ج ۱۰، ص ۱۳۶، کتاب اداب القاضی تحت باب انصاف الخصمین فی المدخل علیہ والاستماع منہما۔
حلیۃ الاولیا لابی نعیم الاصبہانی، ج ۴، ص ۱۳۹-۱۴۰، تحت شریح بن الحارث الکندی۔

۴۔ البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۴-۵، تحت فی ذکر شیئ من سیرۃ العادلہ الخ۔

۵۔ المصنف لابن ابی شیبۃ، ج ۱۳، ص ۲۸۵-۲۸۶، کتاب الزہد، طبع کراچی۔

۶۔ المصنف لابن ابی شیبۃ ج ۱۳، ص ۲۸۲-۲۸۳، تحت کتاب الزہد طبع، کراچی۔
المصنف لابن ابی شیبۃ، ج ۱۲، ص ۳۲۰، تحت کتاب الجہاد، طبع کراچی

۷۔ کتاب ذکر اخبار اصبہان لابی نعیم الاصبہانی، ج ۱، ص ۲۷، تحت عنوان واما الواقف مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعرفات، طبع لنڈن۔

۸۔ السنن الکبریٰ للبیہقی جلد سادس، ص ۳۴۸-۳۴۹، تحت باب التسویۃ بین الناس فی القسمۃ۔
الاستیعاب معہ الاصابہ ج ۳، ص ۴۹، تحت حرف العین، تذکرہ علی بن ابی طالب۔

۹۔ طبقات لابن سعد ج ۳، ص ۱۷، تحت ذکر صفۃ علی بن ابی طالب۔

۱۰۔ طبقات لابن سعد، ج ۳، ص ۱۸، قسم اول تحت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، طبع لنڈن۔

۱۱۔ المصنف لابن ابی شیبۃ ج ۷، ص ۱۵۴، تحت کتاب البیوع والاقضیۃ، طبع کراچی۔

۱۲۔ الادب المفرد للبخاری، ص ۸۱، باب الکبر، طبع مصر۔

۱۳۔ البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۳، تحت ذکر شیئ من سیرۃ العادلہ.....الخ۔
الاستیعاب ص ۴۸-۴۹، جلد ثالث تحت حرف العین تذکرہ حضرت علیؓ۔
طبقات لابن سعد ج ۳، ص ۱۸، تحت ذکر لباس علیؓ۔

۱۴۔ کتاب الخراج لامام ابی یوسف، ص ۱۵-۱۶، تحت احادیث ترغیب تخفیف۔
کتاب الخراج لیحیی بن آدم القرشی، ص ۸۱، باب واما الجزیہ والخراج۔

۱۵۔ المصنف لابن ابی شیبۃ، ج ۶، ص ۵۴۹، کتاب البیوع والاقضیۃ، طبع کراچی۔

۱۶۔ مشکوٰۃ شریف، ص ۲۵۳، تحت باب الافلاس والانظار۔ الفصل الثانی۔ رواہ فی شرح السنۃ۔

۱۷۔ مشکوٰۃ شریف، ص ۲۵۳، رواہ فی شرح السنۃ تحت باب الافلاس والانظار۔ الفصل الثانی۔

☆......☆......☆

حضرت علیؓ اور

علوم نبوی ﷺ

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور علوم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد، سابقین اولین میں ممتاز، سب سے پہلے اسلام لانے والے، عشرہ مبشرہ کے بزم نشین، خلافت راشدہ کے چوتھے رکن، ان کے فضائل وکمالات کو کوئی کیا بیان کرے، بقول حافظ ابن حجر عسقلانی:

مات فی رمضان سنة اربعین وهو یومئذ افضل الاحیاء من بنی آدم بالارض باجماع اهل السنة۔ (تقریب التهذیب)

رمضان سنہ ۴۰ ہجری میں جب اس خاکدان عالم کو آپ نے خیر باد کہا تو باجماع اہل سنت روئے زمین پر جتنے بھی انسان بقید حیات تھے ان سب سے آپ افضل تھے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

ان الخلافة لم تزین علی بل علی زینها

خلافت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زینت نہیں بخشی بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کو زینت بخشی ہے۔

اور اسی بنا پر امام ممدوح کی تصریح ہے کہ:

من لم یربع بعلی فی الخلافة فهو اضل من حمار اهله

جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ رابع نہ مانے وہ اپنے گھر کے گدھے سے بھی زیادہ بیوقوف ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی گرانقدر تصنیف "قرة العینین فی تفضیل الشیخین" میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے فضائل کا ایک مختصر سا جائزہ لیا ہے جو ہدیہ ناظرین ہے۔ فرماتے ہیں "علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے فضائل بہت ہیں اور ان کے مناقب بے شمار:

۱۔ وہ پہلے ہاشمی ہیں جو ایک ہاشمی خاتون کے بطن سے پیدا ہوئے۔

۲۔ ان کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی یہ ایسی فضیلت ہے جو ان سے پہلے صرف ایک صاحب کو نصیب ہوئی تھی، اور یہ صاحب جیسا کہ "مستدرک حاکم" میں مذکور ہے۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

۳۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوش تربیت میں نشو ونما پائی۔

۴۔ ایک قول کے مطابق یہی پہلے شخص ہیں جو سب سے پہلے ایمان لائے۔ دوسرے قول کے مطابق پہلے

مسلمان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

۵۔ آنحضرت ﷺ کے خویش (داماد) تھے اور آنحضرت ﷺ کی اولاد کا سلسلہ ان کی صلب سے باقی رہا۔

۶۔ آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے موقع پر بستر نبوی ﷺ پر جا کر یہی سوئے تاکہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ آنحضرت ﷺ جا چکے ہیں۔

۷۔ (مدینہ نبوی ﷺ میں) عقد مواخات کے وقت آنحضرت ﷺ کی مواخات (یعنی آپ کے بھائی بننے) کا شرف حاصل ہوا۔

۸۔ غزوہ بدر میں قریش کے پہلوانوں نے جب مبارزت طلب کی تو حضرت مرتضیٰ، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے مقابلہ میں میدان جنگ میں اترے اور غالب رہے اور پھر اس بشارت سے سرفراز ہوئے کہ روز قیامت جب (مومنین کی) کفار سے مخاصمت شروع ہوگی تو سب سے پہلے حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان دونوں بزرگوں کے ساتھ حق تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہوں گے۔

۹۔ غزوہ اُحد میں ان چند بزرگوں میں سے یہ بھی تھے جو معرکہ میں ثابت قدم رہے اور اس جنگ میں نمایاں سعی آپ سے ظاہر ہوئی۔

۱۰۔ غزوہ خندق میں عمرو بن عبدود کو جو قریش کا مشہور پہلوان تھا جہنم رسید کیا۔

۱۱۔ غزوہ خیبر میں آشوب چشم کی وجہ سے جو اس وقت آپ کو لاحق تھا اولاً شرکت کا موقع نہ مل سکا لیکن بعد کو توفیق الٰہی نے دستگیری کی اور باوجود آشوب چشم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور پھر آنحضرت ﷺ کی دعا کی برکت سے آشوب چشم سے شفا پائی اور قلعہ خیبر آپ ہی کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ اور اس موقع پر ایسی فضیلت تامہ آپ کے حصے میں آئی کہ زبان رسالت ﷺ سے یہ کلمات آپ کے حق میں صادر ہوئے:

سابعث غداً رجلا یحب الله ورسوله، ویحبه الله ورسوله

میں کل ایسے شخص کو اس مہم پر بھیجوں گا کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت رکھتے ہیں۔

۱۲۔ غزوات نبوی ﷺ میں بہت سے مواقع پر عساکر نبوی ﷺ کے علمبردار آپ ہی تھے۔

۱۳۔ سنہ ۹ ہجری میں آیت براءت کی تبلیغ کا شرف آپ ہی کے حصہ میں آیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرماتے ہوئے کہ:

لایبلغه الا انا اورجل منی

اس کی تبلیغ یا تو میں کر سکتا ہوں یا میرے خاندان کا کوئی فرد!
اس حکم کی تبلیغ کی ذمہ داری آپ ہی کے سپرد کی۔

۱۴۔ غزوہ تبوک میں مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہوئے۔ اور اس باب میں:

انت منی بمنزلة هارون من موسی

جو منزلت ہارون کی موسیٰ کے یہاں تھی وہی تمہارے میرے یہاں ہے۔ کی فضیلت عظمیٰ آپ کو نصیب ہوئی۔

۱۵۔ ہجرت کے آخر سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی حکومت پر آپ کو متعین فرمایا اور وہاں کا قلعہ آپ کے ہاتھوں فتح ہوا۔

۱۶۔ اور جب مال غنیمت کے خمس میں سے ایک لونڈی آپ کے حصہ میں آئی اور اس کے بارے میں لوگوں نے قیل وقال شروع ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پاس غیرت کی بنا پر لوگوں کو ایذا رسانی سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا:

هو منی وانا منه

(تم نے علی کو کیا سمجھا ہے) وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں

۱۷۔ اور غدیر خم کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا:

من کنت مولاه فعلی مولاه

میں جس کا دوست ہوں علی اس کے دوست ہیں۔

۱۸۔ اور مباہلہ کے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کو اپنے ہمراہ لے کر تشریف فرما ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔

۱۹۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دعا فرمائی کہ:

اللهم هولاء اهل بیتی فطهرهم تطهیرا

اے اللہ یہ لوگ علی، فاطمہ وحسنین میرے اہل بیت ہیں تو ان کو خوب پاک کر دے۔
تو حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان حضرات میں نہ صرف شامل بلکہ ان سب کے بڑے تھے۔

۲۰۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے حق میں ارشاد ہے:

لایحب علیا منافق ولا یبغضه مومن

علی سے نہ کوئی منافق محبت رکھ سکتا ہے اور نہ کوئی مومن بغض رکھ سکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا اس بنا پر تھا کہ آپ امر حق پر عمل پیرا اور امر الٰہی کی بجا آوری میں شدت کے ساتھ سرگرم تھے۔

۲۱۔ اور آنحضرت ﷺ نے جب یہ حکم دیا کہ مسجد نبوی ﷺ کے سب دروازے جو لوگوں نے اپنی نجی آمد و رفت کے لیے کھول رکھے ہیں بند کر دیے جائیں تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے دروازے کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا کیوں کہ ان کو آنحضرت ﷺ کی ہمسائیگی کا شرف حاصل تھا اور آپ کو ان کا قرب مطلوب تھا۔

ان اکیس فضائل کو بیان کرنے کے بعد شاہ صاحب ممدوح کے الفاظ ہیں:

این بود شرح قیام او بیك جناب نبوت که افشائے اسلام است، و نصرت او در جناح دیگر از جناحین خلافت نبوت که افشائ علم است آثار جمیله از دے ظاهر شدند۔

اشاعت اسلام جو نبوت کا ایک بازو ہے اس کے برپا کرنے میں حضرت مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو مساعی تھیں یہ ان کی شرح ہے، اور خلافت نبوت ﷺ کے دو بازوؤں میں سے دوسرے بازو کی نصرت یعنی اشاعت علم کے سلسلے میں جو آپ سے آثار جمیلہ ظاہر ہوئے۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ تعلیم قرآن، چنانچہ تا حال آپ کی روایت باقی ہے اور قراء سبعہ میں سے بعض حضرات اس قرآن مجید کو آپ سے روایت کرتے ہیں۔

۲۔ حدیث نبوی ﷺ کی روایت کے اعتبار سے آپ کا شمار مکثرین میں ہے یعنی ان صحابہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے جن سے بکثرت احادیث نبوی ﷺ مروی ہے۔

۳۔ (فقہ) آپ کے عہد خلافت میں آپ کے ہاتھوں بکثرت مسائل کے فیصلے ظاہر ہوئے اور امت میں محفوظ رہے۔

۴۔ خود آنحضرت ﷺ نے آپ کے علم کی گواہی دی اور فرمایا کہ:

انا مدينة الحكمة وعلى بابها

میں حکمت کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں

۵۔ اور مسائل قضاء میں ان تفوق کو بھی بتلایا چنانچہ ارشاد ہے: تم میں سب سے بڑے قاضی (یعنی فریقین میں نزاعی مسائل کا فیصلہ کرنے والے) علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

۶۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس امر سے پناہ مانگا کرتے تھے کہ کوئی سخت الجھا ہوا مسئلہ ان کے سامنے ایسے وقت میں پیش آئے کہ جب حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوں۔

۷۔ خود حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ:

سلونی عن کتاب اللہ فواللہ مامن ایۃ الا وانا اعلم بلیل نزلت او بنہار ام فی سھل او فی جبل

مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھ لیا کرو بخدا کوئی ایسی آیت نہیں جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ وہ رات میں اتری تھی یا دن میں اور وہ وادی میں اتری تھیں یا پہاڑ پر۔

۸۔ (حکمت) اور ذہن کا جلدی سے (مسئلہ کی حقیقت کی طرف) منتقل ہو جانا جو حکمت کے شعبوں میں سے ایک عظیم شعبہ ہے اس کا بھرپور حصہ آپ کو ملا تھا۔ چنانچہ حساب کے دقیق مسائل نیز مسئلہ کے ماخذ پر کتاب وسنت اور قواعد مقررہ مسلمہ کی روشنی میں متنبہ کرنے کے بے شمار واقعات آپ سے منقول ہیں۔

۹۔ زہد اور بیت المال کے تصرف میں غایت احتیاط کھانے پینے پہننے میں سادگی اور بیت المال کی تقسیم میں اپنی قرابت کا پاس ولحاظ نہ کرنا ان سب امور میں بڑے بلند مقام پر فائز تھے۔ یہ اور اس قسم کے اور بہت سے مناقب جمیلہ آپ میں موجود تھے۔

یہ بھی واضح رہے کہ قرۃ العینین میں شاہ صاحب ممدوح علیہ الرحمہ کے پیش نظر اختصار ہے لیکن انہوں نے اپنی دوسری بے نظیر تصنیف ''ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء'' کی جلد دوم میں مناقب مرتضوی پر نہایت مبسوط بحث کی ہے جس کی خوبی اس کے دیکھنے ہی سے معلوم ہو سکتی ہے یہ بحث بڑی تقطیع کے پورے چوبیس صفحات پر صفحہ ۲۵۱ سے لے کر ۲۷۴ تک پھیلی ہوئی ہے۔

حضرت مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی خدمات کے سلسلے میں شاہ صاحب نے ''ازالۃ الخفاء'' میں جو کچھ رقم فرمایا ہے اس کا نہایت ہی مختصر سا تعارف درج ذیل ہے فرماتے تھے:

۱۔ ونصیب او از احیاء علوم دینیہ آنست کہ جمع کرد قرآن را بحضور آنحضرت ﷺ۔

دینی علوم کے احیاء کے سلسلہ میں ان کا حصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ ہی میں آپ نے قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔

چنانچہ تابعین کی ایک جماعت نے آپ سے قرآن مجید کو روایت کیا ہے اور اس روایت کا سلسلہ تا حال باقی ہے۔ امام عاصم جن کے شاگرد امام حفص کی قراءت آج تمام دنیا میں متداول ہے اور ہم اہل ہند و پاک بھی اسی قراءت میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں ان کا سلسلہ اسناد بھی حضرت مرتضی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ثابت پر منتہی ہوتا ہے۔ اسی طرح قراء سبعہ میں امام حمزہ کی قراءت کی سند بھی حضرت ذی النورین اور حضرت علی مرتضی پر ختم ہوتی ہے، اور ان حضرات صحابہ نے خود آنحضرت ﷺ سے

قرآن مجید اخذ کیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ یہ قرآن جو آج ہم سب پڑھتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اسی طرح بعینہ لوگوں کے سینہ میں جمع اور محفوظ تھا۔

۲۔ علی رضی اللہ عنہ از حفاظ حدیث واز مکثرین صحابہ است، در بادی النظر قریب شش صد حدیث در کتب معتبرہ از احادیث مرفوعہ وے رضی اللہ عنہ مذکور است۔ وفی الحقیقت مرفوعات او از ہزار بیشتر میتوان یافت۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حدیث کے حفاظ اور مکثرین صحابہ میں سے تھے۔ بادی النظر میں تو چھ سو احادیث مرفوعہ کے قریب معتبر کتابوں میں آپ سے منقول ہیں، لیکن درحقیقت آپ کے مرفوع احادیث ایک ہزار سے زیادہ مل سکتی ہیں۔

آپ کی مرویات کی ایک اہم خصوصیت جس کی طرف شاہ ولی اللہ صاحب نے توجہ دلائی یہ بھی ہے کہ:

وبعض ابواب حدیث کہ پیش از وے روایت نکردہ بودند، او فاتح اول آن باب است۔

چنانچہ اس سلسلہ میں شاہ صاحب ممدوح نے خاص طور پر جن احادیث کی نشاندہی کی ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ منورہ و اوقات شب و روز کے گزران کی کیفیت جو شمائل ترمذی میں مذکور ہے۔

۲۔ نماز مناجات، جو نورانیت باطن میں بغایت مؤثر ہے اور جامع ترمذی میں مروی ہے۔

۳۔ نوافل یومیہ ضحیٰ، صلوٰۃ الزوال وغیرہ جو تصوف کا خاص باب ہے اس کی روایت "مسند احمد" میں موجود ہے۔

۴۔ آپ سے مسائل فتاوے و احکام بہت منقول ہوئے خصوصاً امام شافعی رحمہ اللہ کی تصانیف میں نیز مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ میں ان کا بڑا حصہ مذکور ہے۔

۵۔ و در بحث توحید و صفات زبانے داشت فصیح وآن بحث در خطبہ وے رضی اللہ عنہ یافتہ می شود و از میان صحابہ کبار وی کرم اللہ وجہہ بان زبان متفرد است گویا در باب توحید و صفات از فن کلام متکلم اول او است، و وے درآن مقامات از اصل سنت سنیہ انبیاء بیرون نرفتہ۔

توحید و صفات الٰہی کے بارے میں آپ کی زبان فیض ترجمان پر فصاحت کے دریا جاری تھے۔ یہ مضمون آپ کے خطبات میں پایا جاتا ہے۔ صحابہ کبار میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس بحث میں اپنے زور بیان میں منفرد ہیں۔ گویا فن کلام میں جو توحید و صفات کا باب ہے اس کے پہلے متکلم امت میں آپ ہی ہیں اور ان مقامات کے بیان میں انبیاء کی اصل سنت سنیہ سے آپ نے قدم باہر نہیں رکھا ہے۔

۶۔ در باب تصوف بحرے بود بغایت وسیع...... قال الجنید رحمہ الله شیخنافی الاصول والبلاء علی المرتضیٰ رضی الله عنه۔

اور علم تصور کا تو آپ ایک نہایت وسیع سمندر تھے...... حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اصول اور بلاء

میں تو ہمارے شیخ علی مرتضی رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

۷۔ در رسم فصاحت و بلاغت در خطب آوردہ اوست خلفائے سابق بان مشغول نمی شدند۔

خطبات میں فصاحت و بلاغت کا طریقہ آپ ہی کا جاری کردہ ہے۔ خلفاء سابق اس میں مشغول نہ ہوئے۔

۸۔ باز در زمان شیخین مشیر در مسائل دینیہ و وزیر در تدبیرات ملکیہ ایشان بود، و ایشان در تعظیم و توقیر دور در رفتہ و مناقب و فضائل او رضی اللہ عنہ واضح ساختہ اند۔

پھر حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کے عہد میں دینی مسائل کے مشیر اور ملکی تدابیر میں ان کے وزیر یہی رہے اور یہ حضرات بھی ان کی تعظیم و توقیر بہت ہی زیادہ کرتے تھے اور ان کے مناقب و فضائل خوب دل کھول کر بیان کرتے تھے۔

اور شاہ صاحب نے قرۃ العینین میں یہ بھی فرمایا ہے کہ:

اکثر حالات میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتاوی اور بعض حالات میں حضرت مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلوں پر اعتماد کرنا بشرطیکہ ان کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ نے نقل کیا اور ثابت رکھا ہو۔ اور بعد ازاں ابراہیم نخعی و شعبی کی تحقیقات و تجربات کو سامنے رکھنا یہ امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے مذہب کا اصول ہے۔ جس کی بنا پر ان کے مذہب کی ایک خاص نقل پیدا ہوگئی۔

اس سے اندازہ لگائیے کہ مذہب حنفی پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سب سے زیادہ جس کا اثر ہے حضرت مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہیں۔

واضح رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام فقہی مسائل مستقل کتاب کی صورت میں علیحدہ بھی مدون کردیے گئے ہیں چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اپنے فتاوی میں رقمطراز ہیں:

لالکائی از محدثین اهل سنت مذهب علی مرتضیٰ را در فقهیات از کتاب الطهاره تا کتاب القضاء بر ترتیب جمع کرده کتابے مستقل درفقه ساخته است هر کسے که خواهد بطرف آن کتاب رجوع کند۔

محدثین اہل سنت میں سے لالکائی نے مسائل فقہ میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے مذہب کو کتاب الطہارت سے لے کر کتاب القضاء تک جمع کر کے ایک مستقل کتاب فقہ کی تیار کردی ہے، چنانچہ جو شخص چاہے اس کتاب کی طرف رجوع کرسکتا ہے۔

حافظ شمس الدین الذہبی نے ''تذکرہ الحفاظ'' میں محدث لالکائی کا ترجمہ لکھا ہے جو ان الفاظ میں شروع ہوتا ہے لالکائی الامام ابوالقاسم ہبہ اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الحافظ الفقیہ الشافعی محدث بغداد، انہوں

نے بہت سے محدثین سے حدیث کا سماع کیا تھا۔ فقہ کی تعلیم ابو حامد اسفرائنی سے پائی تھی، محدث خطیب بغدادی حدیث میں ان کے شاگرد تھے رمضان ۴۱۵ ہجری میں وفات پائی ان کی تصانیف میں اس کتاب کے علاوہ جس کا ذکر شاہ عبدالعزیز صاحب نے کیا ہے ایک کتاب السنۃ ہے دوسری رجال صحیحین پر ان کی ایک تالیف ہے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی احادیث مرویہ کو جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے لکھا ہے حدیث کی معتبر کتابوں میں علماء محدثین نے جمع کر دیا ہے۔ کتب حدیث کا ایک مستقل عنوان ہے مسند۔ اس نام سے حدیث کی جتنی کتابیں جمع کی گئی ہے ان میں ہر صحابہ کے نام کے تحت اس صحابہ کی تمام مرویات کو بلالحاظ مضمون یکجا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ مسانید اسلام میں بکثرت مرتب ہوئیں سینکڑوں ہزاروں کتابیں اسی عنوان کے تحت لکھی گئیں۔ مگر ان میں سب سے مبسوط کتاب امام شیخ الاسلام ابو عبدالرحمٰن بقی بن مخلد القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۲۷۶ھ کی مسند کبیر ہے۔ حافظ ابن حزم اندلسی کا بیان ہے کہ اس مسند میں تیرہ سو سے زائد صحابہ کی مرویات درج ہیں اور پھر ہر صحابہ کی حدیث ابواب فقہیہ پر بھی مرتب ہے، اس اعتبار سے کتاب مسند بھی ہے اور مصنف بھی اس خوبی کی حامل کسی اور کی کتاب نہیں۔ شیخ الاسلام بقی بن مخلد علم حدیث میں بخاری و مسلم کے ہمسر تھے۔ امام ابن حزم نے تصریح کی ہے کہ:

كان بقى ذا خاصه من احمد بن حنبل و جاريا فى مضمار البخارى و مسلم و النسائى

بقی کو امام احمد بن حنبل کی خدمت میں بڑا اختصاص حاصل تھا یہ بخاری مسلم اور نسائی کے ہم عنان ہیں۔

حضرت مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرویہ احادیث مرفوعہ کی تعداد شاہ ولی اللہ صاحب نے چھ سو کے قریب بتلائی حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں:

علی بن ابی طالب کی پانچ سو چھتیس روایات ہیں، اور حافظ ابو نعیم اصفہانی نے کہا ہے کہ چار سو سے زائد متون حدیث ان سے مروی ہیں طرق و اسانید کا اس میں شمار نہیں۔ اور حافظ برقی کہتے ہیں کہ جو حدیثیں ہمارے پاس ان کی محفوظ ہیں وہ دو سو کے قریب ہیں۔

حافظ ابن جوزی نے تعداد احادیث کا سارا باب اسی "مسند بقی بن مخلد" سے نقل کیا ہے البتہ اس سلسلہ میں وہ مزید اضافہ ابو بکر برقی کی تاریخ اور حافظ ابو نعیم اصفہانی کی کتاب سے کرتے ہیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرویہ احادیث کی تعداد بیان کرتے ہوئے بھی انہوں نے کیا ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق "تلقیح" ستہ وثلاثون کے الفاظ کے غلطی سے طبع ہو گئے ہیں اصل میں ستہ وثمانون ہیں یہ خدا ہی کو معلوم کہ اصل مخطوط منقول عنہا

میں بھی یہ غلطی یا مطبوعہ نسخہ ہی میں واقع ہوئی ہے۔ حافظ ابن حزم کے پیش نظر بھی مسند بقی ہی تھی اور انہوں نے بھی ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر قلمبند فرمایا ہے جو ان کی کتاب جوامع السیرۃ کے ساتھ آخر میں طبع ہوگیا ہے۔ اس میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی مرویات کی تعداد ۵۸۶ ہی مرقوم ہے: اور یہی تعداد انہوں نے اپنی دوسری کتاب "الفصل فی الملل والاھواء والنحل" میں لکھی ہے چنانچہ ان کی عبارت حسب ذیل ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پانچ سو چھیاسی مسند حدیثیں مروی ہیں جن میں پچاس کے قریب صحیح ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد تیس سال سے زیادہ رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بڑی جماعت کے گذر جانے کے سبب لوگ کثرت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے پاس جو علم تھا اس کی ان کو ضرورت پڑی چنانچہ کثرت سے ابن آفاق نے آپ سے حدیثیں سنیں کبھی صفین میں اور کئی برس کوفہ میں اور کبھی بصرہ اور مدینہ میں۔

حافظ ابن حزم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرویات کی جو تعداد بیان کی ہے یہی تعداد امام سیوطی کی تاریخ الخلفاء اور علامہ خزرجی کی کتاب خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال میں مرقوم ہے خزرجی نے یہ بھی لکھا کہ ان میں بیس حدیثیں متفق علیہ ہیں یعنی امام بخاری و مسلم دونوں نے ان کو روایت کیا ہے اور نو حدیثوں کی روایت صرف بخاری نے کی ہے اور پندرہ کی صرف مسلم نے۔ غالباً اسی نقطۂ نظر سے ابن حزم نے صحیح احادیث کی تعداد پچاس کے قریب لکھی ہے۔ لیکن یاد رہے یہ تعداد صحیح لذاتہ کی ہے جو محدثین کے نزدیک صحیح کی سب سے اعلیٰ شمار کی جاتی ہے ورنہ ثبوت کے لحاظ سے حدیث کی چار قسمیں ہیں (۱) صحیح لذاتہ (۲) صحیح لغیرہ (۳) حسن لذاتہ (۴) حسن لغیرہ۔ یہ چاروں قسمیں بالاتفاق مقبول ہیں اور حجت مانی جاتی ہیں۔

پھر یہ بھی واضح رہے کہ یہ تعداد ان احادیث کی ہے جو مسند بقی بن مخلد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہیں ان کی جملہ مرویات کی یہ تعداد نہیں بعض لوگوں کو اس سلسلہ میں یہ غلط فہمی ہوجاتی ہے کہ مسند بقی میں ہر صحابی سے مرویات کی جو تعداد مذکور ہے اس سے زیادہ اس صحابی اور کچھ مروی نہیں یہ محض غلط ہے ابن جوزی تلقیح میں لکھتے ہیں:

ابو عبدالرحمٰن بقی بن مخلد نے اپنی مسند میں جمہور صحابہ کی بکثرت حدیثیں جمع کیں ہیں چنانچہ اسی بنا پر ہر صحابی نے جو حدیثیں روایت کی ہیں ان میں سے بعض کی تعداد اسی کتاب کو پیش نظر رکھتے ہوئے بیان کردی گئی ہے اس سے بعض متاخرین اس وہم میں مبتلا ہوگئے ہیں کہ یہ صحابہ بس اتنی ہی حدیثیں بیان کرتے ہیں حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں جیسا کہ ان کو وہم ہوا ہے بلکہ یہ تو روایات کی اس مقدار کا بیان ہے جو مصنف کو پہنچی ہے۔

مسند جمی تو آج کل ناپید ہے لیکن جو مسانید طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ مسند امام ابوداؤد و سلیمان بن داؤد طیالسی المتوفی ۲۰۴ھ جن کا شمار اسلام کی قدیم ترین مسانید میں ہے بلکہ بعض حضرات اس باب میں سب سے پہلی تصنیف انہیں کی مسند کو خیال کرتے ہیں، یہ ''مسند'' دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے ۱۳۲۱ھ میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرویات صفحہ ۱۵ سے صفحہ ۲۶ تک درج ہیں۔

۲۔ ''مسند'' امام عبداللہ بن زبیر حمیدی المتوفی ۲۱۹ھ یہ کتاب دو جلدوں میں مجلس علمی کراچی نے شائع کی ہے۔ اور اس کی تصحیح وتحشیہ کا کام مولانا حبیب الرحمٰن صاحب محدث اعظمی نے انجام دیا ہے مگر اس مسند میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہت ہی کم روایتیں مذکور ہیں جن کی کل تعداد تیس ہے۔

مسند امام احمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ جو اس وقت موجودہ تمام مسانید میں سب سے زیادہ ضخیم ہے اور باریک ٹائپ پر چھ ضخیم جلدوں میں پہلے مصر اور پھر بیروت سے شائع ہو چکی ہے۔ اس مسند میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایات ص ۷۵ سے شروع ہو کر ص ۱۶۹ پر ختم ہوتی ہیں۔

''صحاح ستہ'' میں حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی مرویات کی تعداد ۳۲۲ تین سو بائیس ہے۔ جن کو ان سے ایک سو تریپن صحابہ وتابعین نے نقل کیا ہے۔ ان سب احادیث کی فہرست حافظ جمال الدین مزی نے اپنی گراں قدر تصنیف ''تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف'' میں راویوں کے اسماء کو حروف تہجی مرتب کر کے پیش کر دی ہے اور ہر حدیث کے بارے میں نشاندہی کر دی ہے کہ صحاح ستہ کے کس باب میں کس راوی کی سند سے وہ مروی ہے۔

ان کے علاوہ حدیث کی بکثرت قلمی اور مطبوعہ کتابیں ہیں جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بکثرت روایتیں پائی جاتی ہیں اور عین ممکن ہے کہ ان کتابوں میں بعض وہ حدیثیں بھی موجود ہوں جو مسند جمی میں نہیں ہیں۔

صحاح ستہ کی بزم کے رکن رکین امام احمد بن شعیب نسائی المتوفی ۳۰۳ھ جو امام جمی کی طرح امام بخاری وامام مسلم کے ہم پایہ ہیں بلکہ محققین حفاظ حدیث تو ان کو امام مسلم پر بھی فوقیت دیتے ہیں۔ انہوں نے مستقل طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کو جمع کرنے پر توجہ دی اور ان کو ایک علیحدہ کتاب میں مدون کر دیا جس کا نام ہے ''مسند امیر المؤمنین علی بن ابی طالب''۔

اسی دور کے ایک اور بزرگ حافظ علامہ ابو یوسف یعقوب بن شیبہ نزیل بغداد المتوفی ۲۶۲ ہجری جو شیخ الاسلام جمی بن مخلد امام محمد بن جریر طبری اور امام نسائی سب سے عمر اور طبقہ میں بڑے تھے انہوں نے بھی حدیث میں ایک بہت بڑی مسند لکھی تھی جس کا تعارف امام شمس الدین ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں ان الفاظ میں کرایا ہے:

ماصنف مسند احسن منه و لكنه ماأتمه

اس سے بہتر مسند تصنیف نہیں ہوئی لیکن وہ اس کو مکمل نہ کر سکے۔

اور اپنی دوسری مشہور تصنیف سیر اعلام النبلاء میں اس مسند کا ذکر ان لفظوں میں کرتے ہیں:

المسند الکبیر العدیم النظیر المعلل ، الذی تم من مسانیده نحو من ثلاثین مجلدا، ولو کمل لجاء فی مائة مجلد

مسند کبیر عدیم النظیر معلل جس کی مسانید میں سے صرف تیس جلدوں کے قریب مکمل ہو سکیں کہ، ورنہ اگر یہ کتاب پایہ تکمیل کو پہنچتی تو سو جلد میں آتی۔

معلل کا مطلب یہ ہے کہ احادیث کی اسانید کے ساتھ ان کے عالل پر بھی تفصیل سے کلام کیا جائے۔ محدثین نے تصریح کی ہے کہ کوئی معلل کتاب پائیہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی کیوں کہ اس کے ختم ہونے سے پہلے مصنف کی عمر ختم ہو جاتی ہے۔ یعقوب بن شیبہ بڑے پایہ کے محدث تھے، حافظ ذہبی نے لکھا ہے **وکان من کباء علما الحدیث**۔ حق تعالٰی نے دولت علم کے ساتھ دولت دنیوی سے بھی نوازا تھا۔ چنانچہ مسند کی تبییض پر دس ہزار اشرفیاں خرچ کیں۔ ان کی حویلی میں چالیس لحاف ان مبیضہ نویسوں کے لیے تیار رہتے تھے جو اس خدمت کو انجام دینے کے لیے رات دن یہاں ہی بسر کرتے تھے کہتے ہیں کہ اس مسند کبیر کی مسند ابی ہریرہ کا حصہ جو مصر میں لوگوں کی نظر سے گذرا وہ دوسرے جزء پر مشتمل تھا۔ اس کے علاوہ مسند یعقوب کے جو جزء مبیضہ ہو کر منظر عام پر آئے وہ مسانید عشرہ مبشرہ، مسند ابن مسعود، مسند عمار، مسند عباس اور بعض موالی نبی ﷺ کی مسانید تھیں ان میں صرف حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کی مسند پانچ جلدوں پر مشتمل تھی۔

حضرت مرتضٰی رضی اللہ عنہ حدیث نبوی کی روایت میں کن کن احتیاطوں کو مدنظر رکھتے تھے۔ امام ذہبی نے "تذکرہ الحفاظ" میں ان کی خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

۱۔ **وکان اماما عالما متحریا فی الاخذ بحیث انه یستحلف من یحدثه بالحدیث۔**

حضرت علی رضی اللہ عنہ امام تھے عالم تھے، اخذ حدیث اور روایت کو قبول کرنے میں احتیاط برتتے تھے چنانچہ جو شخص بھی آپ کے سامنے کوئی حدیث بیان کرتا تو پہلے اس سے قسم لے لیتے۔

البتہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت اس اصول سے مستثنٰی تھی کہ آپ ان کی روایت بغیر حلف لیے ہی قبول فرما لیتے تھے۔

۲۔ **عن علی قال حدثوا الناس بما یعرفون و دعواما ینکرون اتحبون ان یکذب الله و رسوله۔**

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں کو وہ حدیثیں بیان کرو جو جانی پہچانی ہوں اور وہ نہ بیان کرو جن

سے وہ بد کیں، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے؟

حضرت ممدوح کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد امام ذہبی نے یہ اضافہ فرمایا ہے: (اب دیکھیے) بلاشبہ امام علی رضی اللہ عنہ نے منکر (اوپری) روایت کے بیان کرنے سے سختی سے روک دیا اور مشہور روایت کے بیان کرنے کی ترغیب دلائی، اور یہ فضائل، عقائد اور مواعظ کے بارے میں واہی اور منکر روایت کے بیان کرنے سے رک جانے کا بڑا کارآمد اصول ہے۔ اور منکر کی غیر منکر سے شناخت جب تک فن رجال میں گہری نظر نہ ہو نہیں ہو سکتی۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان چند صحابہ میں شامل ہیں جن کو عہد رسالت میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ چنانچہ حافظ ذہبی نے نقل کیا ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے قرآن کریم کے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے (جو تمہارے سامنے ہے) اور کچھ نہیں لکھا۔

اس صحیفہ کا ذکر حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ یہ حدیثیں چند فقہی احکام سے متعلق تھیں۔ حافظ ذہبی نے "تذکرة الحفاظ" میں لکھا ہے کہ حضرت مرتضی رضی اللہ عنہ کے مناقب بہت ہیں اور میں نے ایک کتاب آپ کے فضائل و مناقب پر لکھی ہے جو ایک پوری جلد میں ہے اور اس کا نام ہے "**فتح المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب**"۔

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالب و معانی کے سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بھی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ:

اذا حدثتم عن رسول الله ﷺ حديثا فظنو ابه الذى هوانا ، والذى هواهدى، والذى هو اتقى۔

جب تمہارے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کی جائے تو وہ معنی لو جو سب زیادہ عمدہ، سب سے زیادہ قرین ہدایت، اور سب سے زیادہ تقویٰ کو بتاتے ہوں۔

محدثین نے اختلاف روایات کے تحت ترجیح کے بہت سے اصول بیان کیے ہیں چنانچہ حافظ ابوبکر حازمی نے اپنی مشہور کتاب الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار میں پچاس کے قریب وجوہ ترجیحات ذکر کی ہیں یہ کتاب مصر اور ہندوستان دونوں جگہ طبع ہو چکی ہے اس میں پچاسواں ضابطہ یہ بتایا گیا ہے کہ جب کسی ایسے مسئلہ میں دو مختلف حدیثیں وارد ہوں کہ جن کا تعلق قضاء سے ہو تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت کردہ حدیث کو ترجیح دی جائے گی۔

اہل سنت میں مذہب حنفی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خصوصی نسبت ہے، یہ مذہب آپ کے انفاس قدسیہ کی خصوصی برکات کا حامل ہے تاریخ سے ثابت ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے جد امجد ایک بار اپنے صغیر السن صاحبزادے جناب ثابت علیہ الرحمہ کو جو امام صاحب کے والد ماجد ہیں، لے کر خدمت مرتضوی میں حاضر ہوئے تو حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں برکت کی خصوصی دعا فرمائی تھی۔ چنانچہ یہ اسی دعا کی برکت کا اثر ہے کہ فقہ حنفی کو چار دانگ عالم میں غلبہ نصیب ہوا اور آج بھی اسلامی دنیا کی غالب اکثریت اسی مذہب کی پیرو ہے۔ فقہ مرتضوی کا اصل ترجمان مذہب حنفی ہی ہے دور کیوں جایئے نماز کے مشہور مسائل آہستہ سے آمین کہنا رکوع میں جاتے ہوئے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہ کرنا۔ زیر ناف ہاتھ باندھنا۔ گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین کا نہ پڑھنا۔ تراویح کی بیس رکعت، ان تمام مسائل میں فقہ حنفی میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہی کے فتاویٰ پر عمل ہے۔

اور اسی وجہ سے صحیح مسلم کے مقدمہ میں مغیرہ بن مقسم علیہ الرحمہ سے جو کوفہ کے مشہور فقہاء ومحدثین میں ہیں اور امام ابو حنیفہ کے استاد بھی، مروی ہے کہ:

لم یکن یصدق علی علی فی الحدیث الا من اصحاب عبداللہ بن مسعود

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صرف وہی حدیث سچی مانی جاتی تھی جس کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ ان سے نقل کرتے تھے۔

امام حافظ شمس الدین ذہبی اپنی مشہور کتاب سیر اعلام النبلاء میں تصریح کی ہے کہ:

اہل کوفہ کے سب سے بڑے فقیہ علی اور ابن مسعود ہیں اور ان دونوں کے اصحاب میں سب سے بڑے فقیہ علقمہ ہیں اور علقمہ کے اصحاب میں سب سے بڑے فقیہ ابراہیم نخعی اور ابراہیم نخعی کے اصحاب میں سب سے بڑے فقیہ حماد، اور حماد کے اصحاب میں سب سے بڑے فقیہ امام ابو حنیفہ، اور ان کے اصحاب میں سب سے برے فقیہ امام ابو یوسف اور ابو یوسف کے اصحاب آفاق عالم میں پھیل گئے۔ اور ان سب میں سب سے بڑے فقیہ امام محمد اور ان کے اصحاب میں سب سے بڑے فقیہ امام ابو عبداللہ شافعی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان سب پر نازل ہو۔

☆......☆......☆

حمد الاھی اور خلفائے راشدین

مولانا جمشید احمد ندوی

حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ہاشمی قرشی

(۶۰-۵۲ھ/۶۰-۶۵۶ء)

خلیفۂ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت اسلامیہ کے انتشار و اضمحلال کا زمانہ ہے، امتِ مسلمہ کے اختلافات، جنہوں نے خلافتِ عثمانی میں سر ابھارنا شروع کیا تھا مکمل طور پر کھل کر سامنے آ گئے، اس پر مستزاد یہ کہ خلفاء ثلاثہ کا عہد سادگی کا عہد تھا۔ اسلام کی تعلیمات میں کسی قسم کی آمیزش نہیں ہوئی تھی اور اس کی سادگی علی حالہ باقی تھی۔ لہٰذا ان کے خطبات و مکتوبات میں اللہ کی ذات و صفات کے متعلق بہت ہی سادہ اور آسان پیرائے میں ان کے اقوال دستیاب ہوتے ہیں۔ لیکن عہد علی رضی اللہ عنہ میں اس سادگی میں فلسفہ کی آمیزش ہونا شروع ہو چکی تھی کہ عجم کی کثیر تعداد میں اسلام کے قبول کرنے کی وجہ سے اللہ اور اس کے متعلق ان کے ذہن و دماغ میں شبہات پیدا ہونے لگے تھے لہٰذا اس کا عکس ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبات میں دیکھتے ہیں کہ انہوں نے ذات الٰہی اور صفات ربانی کا ذکر فلسفیانہ رنگ میں کیا ہے تا کہ مخاطب کے ذہن میں ذات الٰہی و صفات الٰہی کا صحیح تصور قائم ہو سکے۔

ان کے خطبات میں معبود حقیقی کے قابل شکر و حمد ہونے کے اعتراف کے ساتھ اس کی صفتِ خالق کا ذکر بار بار ملتا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر صفات میں عالم غیب ہونا، غنی، قادر، اور متعدد صفات کا ذکر بہت کم ملتا ہے۔

ان کا عہد انتشار و اختلاف کا ہے لہٰذا وہ مؤمنین کو بار بار تقویٰ اختیار کرنے اور خوف الٰہی کی تلقین کرتے ہیں اور اس کے حوالہ سے صفات ربانی کا ذکر کرتے ہیں۔

معبود حقیقی:

☆ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود ہونے کا سزاوار نہیں۔ (نہج البلاغہ: ۱۵۸۶) حمد و ثنا اس اللہ کے لیے ہے خواہ زمانہ کیسے ہی (تکلیف دہ) حادثہ میں کیوں نہ مبتلا کر دے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں نہ اس کے علاوہ کوئی معبود ہے۔ (نہج البلاغہ: ۲۱۰)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک و ہم پایہ نہیں۔ (نہج البلاغہ: ۱۳۲)

☆ اللہ ہی سزاوار سپاس ہے جب تک رات آتی اور تاریکی چھاتی رہے، ستائش اللہ بزرگ و برتر ہی کے لیے روا ہے جب تک ستارے چمکتے اور چھپتے رہیں گے، حمد بے شمار اس معبود حقیقی کے لیے ہے جو تمام صفات

کمال کا جامع ہے، جس کی نعمت و بخشش کی کوئی انتہا نہیں جس کے فضل و کرم کے کوئی چیز برابری نہیں کر سکتی۔ (نہج البلاغہ: ۲۴۰)

☆ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ (ہر چیز سے) اول ہے کہ اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی، آخر ہے کہ اس کے لیے کوئی حد و انتہاء نہیں، وہم و خیال اس کی کسی صفت تک نہیں پہنچ سکتا اور قلب اس کی کسی کیفیت کو محسوس نہیں کر سکتا۔

تجزیہ و تبعیض اس کے لیے روا نہیں اور نہ ہی نگاہ و دل اس کا احاطہ کر سکتے ہیں۔ (نہج البلاغہ: ۳۰۷)

☆ خداوند تعالیٰ ہمیشہ سے موجود ہے مگر حادث اور نو پید نہیں وہ موجود ہے مگر اس کی ہستی عدم و نیستی کے بعد نہیں۔ وہ ہر چیز کے ساتھ ہے لیکن بطور ہمسر نہیں۔ وہ ہر چیز سے الگ ہے لیکن اس سے کنارہ کش نہیں، وہ ہر چیز کا فاعل ہے، لیکن اس کا فعل حرکات اور آلات کا نتیجہ نہیں، وہ بصیر ہے جب اس کی مخلوق نہ تھی۔ وہ تنہا ہے کیوں کہ اس کا کوئی ساتھ نہیں جس سے وہ اپنا جی بہلائے اور جس کے نہ ہونے سے اسے الجھن ہو۔ (نہج البلاغہ: ۱۲۱)

☆ حمد و سپاس کی سزاوار وہ ذات الٰہی ہے جس نے حمد کو نعمت سے اور نعمت کو شکر سے پیوستہ کر دیا ہم اس کی نعمتوں پر اسی طرح اس کی حمد کرتے ہیں جس طرح اس کی آزمائش پر ہم اس سے مدد چاہتے ہیں۔ ہم ان گناہوں سے معافی طلب کرتے ہیں جن پر اس کا علم محیط ہے اور اس کی کتاب جنہیں ثبت کر چکی ہے۔ وہ علم غیر قاصر و کوتاہ کو اور وہ کتاب کہ جس نے کچھ بھی لکھنے سے نہیں چھوڑا۔ اس پر ہمارا ایمان اس شخص کی طرح ہے جس نے پنہاں کو آشکار ادیکھ لیا ہو اور وہ موعودہ چیزوں سے آگاہ ہو...... ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور فرستادے ہیں۔ (نہج البلاغہ: ۴۰۳-۴۰۲)

☆ حمد و سپاس اس اللہ کے لیے سزاوار ہے جس کا فضل و احسان خلائق پر پھیلا ہوا ہے، جس کے دامن جود و بخشش میں سب شامل ہیں، تمام حالات میں ہم اس کے سپاس گذار ہیں اور اس کے احکام کو انجام دیتے ہیں، اس سے امداد کے خواستگار ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی اللہ نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ (نہج البلاغہ: ۳۵۹)

☆ وہ خدا ہر اول سے پہلے ہے اور ہر آخر سے آخر ہے لہٰذا اس کے اول ہونے سے لازم آیا کہ کوئی چیز اس کے بعد نہ ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (نہج البلاغہ: ۳۶۱)

☆ سپاس و شکر اس ذات الٰہی کا واجب ہے جو اول (مبدأ تمام اشیاء) ہے لہٰذا اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی اور

آخر (مرجع ہمہ مخلوقات) ہے لہٰذا اس کے بعد کوئی چیز نہیں رہی اور اپنی نشانیوں کے باعث) ظاہرہ ہویدا ہے لہٰذا اس سے آشکارہ کوئی چیز نہیں (اس کی حقیقت) مخفی و پنہاں ہے لہٰذا کوئی چیز اس سے زیادہ پنہاں نہیں۔'' (نہج البلاغہ: ۳۵۰)

☆ وہ اللہ ہر چیز سے بلند و برتر ہے، بلند ہمتیں اس کو سمجھ نہیں سکتیں اور ذہانتوں کی دوررسی اسے پا نہیں سکتی، وہ ایسا اول ہے کہ اس کا کوئی پایاں نہیں کہ وہ انتہاء کو پہنچے اور نہ آخر ہے کہ وہاں ختم ہو جائے۔ (نہج البلاغہ: ۳۴۷)

☆ اس اللہ کی حمد جو مخلوقات کی تشبیہوں سے بلند اور مداحوں کی گفتگو پر غالب ہے جو اپنی حیرت انگیز تدبیروں میں دیکھنے والوں کو نظر آتا ہے، اور اپنی عزت کے جلال میں سوچنے والوں کے افکار سے پوشیدہ ہے، وہ بغیر تحصیل علم عالم ہے، نہ اس نے کچھ زیادتی چاہی نہ علم کا فائدہ حاصل کیا۔ اس نے بلا غور و فکر اور قلبی الجھن کے تمام معاملات معین کر دیئے، وہ اللہ جسے تاریکیاں ڈھانپتی نہیں اور نور سے وہ روشنی نہیں مانگتا، رات اسے پا نہیں سکتی، دن اس پر قبضہ نہیں کر سکتے، اس کو نگاہوں سے معلوم نہیں کیا جا سکتا اور خبریں اس کو بتا نہیں سکتیں۔ (نہج البلاغہ: ۶۱۶)

☆ اس اللہ کی حمد جس کی اصل معرفت کے سامنے صفتیں ناکافی ہیں اور اس کی عظمت کے سامنے عقلیں عاجز و درماندہ ہیں، اس کے ملکوت تک عقلوں کو راستہ نہیں، اللہ ہی واضح نمایاں حق کا بادشاہ ہے، وہ نگاہوں سے دیکھی جانے والی چیزوں میں سب سے واضح حقیقت ہے۔ عقلیں اس کی حد بندی تک نہیں پہنچ سکتیں کہ کسی سے تشبیہ دے سکیں، اور وہم کی وہاں تک رسائی نہیں کہ معین کر کے مثال دے سکے۔ اس نے دنیا کو نمونے اور کسی مشورہ دینے والے کے مشورے اور مددگار کی مدد کے بغیر پیدا کیا اور اپنے حکم سے خلقت کو مکمل کر دیا۔ (نہج البلاغہ: ۳۹۹)

☆ حمد و سپاس کا سزاوار وہ ہے، قوت و نطق رکھنے والی تمام ہستیاں اس کی مدح و ثنا سے عاجز و درماندہ ہیں۔ جس کی نعمتوں کو شمار کرنے والے گننے سے قاصر ہیں اور جس کا حق نعمت کوشش کرنے والے ادا نہیں کر سکتے۔ وہ اللہ جس کی حقیقت بلند ہمتوں کے ادراک سے ماوراء ہے۔ جس تک فکری گہرائیاں پہنچنے سے قاصر ہیں، جس کی صفات کی کوئی حد نہیں، نہ کوئی ایسی نعمت ہے (جو صفات خداوندی کا بیان کر سکے) نہ کوئی ایسا وقت جس کا شمار ممکن ہو، نہ کوئی ایسی مدت دراز جو ختم ہو، اس نے خلائق کو اپنی قدرت اور اختیار سے پیدا کیا اور ہواؤں کو اپنی رحمت اور مہربانی سے پھیلایا اور متحرک و لرزاں زمین کو سنگ ہائے بزرگ (پہاڑوں) سے میخ کوب کیا اور مستحکم و استوار فرمایا۔ (نہج البلاغہ: ۱۱۹-۱۲۰)

☆ ہم اللہ کی سپاس ادا کرتے ہیں جو کچھ اس نے لے لیا جو کچھ اس نے عطا فرمایا جو اس نے احسان کیا اور جو

اس نے آزمائش کی، وہ ہر پنہاں سے آگاہ اور ہر بھید کا دیکھنے والا ہے جو کچھ سینہ میں ہے وہ اس سے واقف ہے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ (نہج البلاغہ: ۳۵۲)

عالم غیب:

☆ بلاشبہ وہ دلی بھیدوں سے واقف ہے، اندیشۂ قلب کا دانا، ہر چیز کو محیط، ہر چیز پر غلبہ اور توانائی رکھنے والا ہے۔ (نہج البلاغہ: ۳۰۹)

☆ سپاس باری تعالیٰ کہ جس سے ایک آسمان دوسرے آسمان کو نہیں چھپا سکتا نہ ایک زمین دوسری زمین کو پوشیدہ رکھ سکتی ہے۔ (نہج البلاغہ: ۵۳۹)

☆ یہ وہ علم غیب ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (نہج البلاغہ: ۳۳۵)

☆ بلاشبہ پروردگار عالم سے وہ اعمال مخفی نہیں جو لوگ شب و روز بجالاتے ہیں، اللہ ان کے چھوٹے کام سے آگاہ اور ان کے کردار پر محیط و دانا ہے، تمہارے اعضاء اس کے گواہ، تمہارے بدن کے جوڑ بند اس کے لشکر اور فرمانبردار ہیں، تمہارے تصورات اس کے جاسوس ہیں اور تمہاری خلوت اس پر عیاں ہے۔ (نہج البلاغہ: ۵۹۵)

خالق:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبات میں باری تعالیٰ کی صفت تخلیق کا ذکر بار بار آتا ہے۔ بعض خطبات تو صرف اسی صفت کو بیان کرتے ہیں اور اس صفت کے ہر ہر پہلو کو واضح کرتے ہیں۔ جیسے مور (نہج البلاغہ: ۵۲۹-۵۲۶) اور چمگادڑ (نہج البلاغہ: ۵۵۰-۳۹۹) کی تخلیق میں اللہ کی قدرت اور صناعی اور تخلیق کو واضح کیا ہے۔

پاک ہے وہ تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا، اس کی تخلیق بغیر نمونہ ہے جسے اس سے پہلے کسی نے بنایا ہو۔ (نہج البلاغہ: ۵۰۰)

الحمدلله المجلی لخلقه بخلقه، والظاهر لقلوبهم بحجته ۔ خلق الخلق من غير روية، اذ كانت الرويات لا تليق الا بذوی الضمائر وليس بذی ضمير فی نفسه۔

☆ سپاس اس اللہ کو سزاوار ہے کہ اپنی خلقت و آفرینش کی بناء پر خلائق پر آشکارا ہوا اور اپنی حجت کے باعث قلوب مخلوق کے نزدیک ظاہر اور نمایاں ہوا۔ جس نے فکر اندیشہ کو کام میں لائے، بغیر مخلوق کو ایجاد فرمایا۔ کیونکہ فکر و اندیشہ اس کے لیے سزاوار ہے جو ضمیر رکھتا ہو اور اللہ فی نفسہ ضمیر نہیں رکھتا۔ (نہج البلاغہ: ۳۷۸)

☆ اس اللہ کی حمد جس کی حمد ساری دنیا میں عام ہے، اس کا لشکر فاتح اور اس کی بزرگی بلند ہے، اس کی مسلسل

اور بڑی نعمتوں پر حمد کرتا ہوں، وہ اللہ جس کا حلم بڑا ہے (اس لیے) معاف کرتا ہے۔ اور ہر فیصلے میں عدل فرماتا ہے اور جو گزر رہا ہے اور جو ہو چکا ہے اسے جانتا ہے۔ اپنے علم سے دنیا بھر کو پیدا کیا اور اپنے حکم سے انہیں بنایا، (تخلیق) میں نہ کسی کی پیروی کی نہ تعلیم لی، نہ کسی حکمت مآب کاریگر کے نمونے سے مطابقت کی، نہ اس سے اس میں غلطیاں ہوئیں، نہ لوگوں کو جمع کیا۔ (نہج البلاغہ: ۲۷۸)

☆ اس اللہ کی حمد جو دیکھے بغیر مشہور اور تھکے بغیر خالق ہے، اس نے دنیا کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور مالکوں کو اپنی عزت کا بندہ بنایا، جس نے دنیا میں مخلوق کو آباد کی اور جس وانس کے لیے رسول بھیجے۔ میں اس کی ایسی حمد کرتا ہوں جیسی حمد اس نے اپنی مخلوق سے چاہی، اس نے ہر چیز کی تعداد اور ہر تعداد کی مدت اور ہر مدت کے لیے قطعی ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ (نہج البلاغہ: ۵۷۱)

پس پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کے اوصاف سے عقل کو مغلوب کر دیا ہے حالانکہ اس مخلوق کو آنکھوں کے سامنے جلوہ گر کر دیا ہے جو محدود اجزاء سے مرکب اور رنگین ہے۔ وہ ایسا معبود ہے جس نے زبان کو اس کی توصیف کرنے سے قاصر کر دیا اور اس کی مدح سرائی سے روک دیا۔

☆ ہم اس معبود کی حمد کرتے ہیں جو چیونٹی اور ذرا سی مکھی سے لے کر بڑی بڑی مچھلیوں اور ہاتھیوں تک کے پیروں کو استحکام عطا کرتا ہے۔ جس نے اپنے نفس پر لازم کر لیا ہے کہ کوئی ایسا پیکر کہ جس میں اس نے روح اور جان پیدا کی ہے وہ جنبش کرے گا مگر یہ موت اس کے لیے مقرر ہو چکی ہے، اور فنا و نیستی اس کے لیے انتہاء قرار دی گئی ہے۔ (نہج البلاغہ: ۵۲۹-۵۳۰)

☆ اے زمینوں کے بچھانے اور آسمانوں کو بلندیوں پر روکنے والے اور اے خوش نصیب و بد نصیب دلوں کو فطرت پر پیدا کرنے والے اپنی بہترین رحمتیں اور روز افزوں درود اپنے برگزیدہ رسول اور بندے محمد ﷺ پر نازل فرما۔ (نہج البلاغہ: ۲۷۲)

ایک جگہ وہ تخلیق کا سبب ذکر کرتے ہیں:

فان الله لم يخلقكم عبثا، ولم يترككم سدى

ترجمہ: اللہ بزرگ و برتر نے تمہیں بیکار نہیں پیدا کیا اور نہ تمہیں مہمل اور بیکار چھوڑ دیا۔ (نہج البلاغہ: ۲۶۰۔ از خطبہ متعلق بہ دنیا و اہل دنیا)

منعم و محسن:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبات میں ذات الٰہی کی اس صفت کا تذکرہ کافی ملتا ہے:

☆ ساری حمد و ثنا اس ذات واحد کے لیے ہے، اس کی رحمت سے کوئی مایوس نہیں، جس کی نعمت سے کوئی خالی

نہیں، جس کی مغفرت سے ناامیدی نہیں، جس کی پرستش سے کوئی عار محسوس نہیں ہوتا، وہ ذات باری ایسی ہے جس کی رحمت ہمیشہ رہنے والی ہے اور اس کی نعمت کبھی نہ ختم ہونے والی ہے۔ (نہج البلاغہ: ۲۳۷)

☆ ہر قسم کی حمد وثنا اسی اللہ کے لیے ہے، جس نے حمد وسپاس گزاری کو اپنی یاد آوری کی کلید اور افزونی احسان و بخشش کا وسیلہ بنایا اور اپنی نعمتوں وعظمتوں کا رہبر قرار دیا۔ (نہج البلاغہ: ۵۰۵)

☆ اس کے انعاموں پر شکر کے لیے اس کی اور اس کے حقوق کی پابندی پر اس سے مدد چاہتا ہے کہ اس کی فوج غالب اور اس (معبود) کی بڑی عظمت ہے۔ (نہج البلاغہ: ۶۷۵)

☆ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے ذکر ویاد کو قلب کی صیقل اور جلا قرار دیا، جس کے باعث وہ بہرے ہونے کے بعد سننے والے بن گئے، نابینائی وتاریکی کے بعد دیکھنے والے بن گئے، دشمنی کے بعد فرمانبردار بن گئے۔ خدا کی نعمتیں اور بخششیں ارجمند ہیں۔ (نہج البلاغہ: ۶۳۶)

☆ ہم اللہ کے سپاس گذار ہیں کہ اس نے طاعت اور فرمانبرداری کی ہمیں توفیق مرحمت فرمائی اور معصیت و نافرمانی سے باز رکھا، ہم اس سے ملتجی ہیں کہ اپنی نعمتوں کو ہم پر تمام کرے۔ (از خطبہ علی رضی اللہ عنہ بابت 'منافقین'، نہج البلاغہ: ۵۸۱)

☆ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی جماعت پر احسان کیا تھا کہ ان میں اتحاد کی رسی کی گرہیں لگا رکھی تھیں۔ (نہج البلاغہ: ۶۹۶)

☆ اس اللہ کی حمد وثنا جو اپنی قدرت وتوانائی سے (سب پر) غالب ہے اور اپنے فضل واحسان (کے اعتبار سے ہر ایک سے) نزدیک ہے، وہ فائدہ کا عطا کرنے والا ہے اور بڑی سے بڑی بلا کو سختی سے رفع کرنے والا ہے۔ (نہج البلاغہ: ۶۹۶)

☆ اللہ کا حق (عبادت) ادا کرنے کے لیے اس سے مدد مانگو اور اس کی ان گنت نعمتوں اور احسانوں کا شکر ادا کرو۔ (نہج البلاغہ: ۳۵۸)

غنی:

اللہ تبارک وتعالیٰ ہر چیز سے بے نیاز اور مستغنی ہے، اس صفت کا ذکر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بہت مختصر طور پر کیا ہے۔

☆ اللہ کو زمین میں سے ان لوگوں سے جو امت اسلام کو چھپائیں یا ظاہر کریں کوئی ضرورت نہیں۔ (نہج البلاغہ: ۶۷۳)

فان اللہ سبحانہ و تعالیٰ خلق الخلق حین خلقھم۔ غنیّا عن طاعتھم، آمناً من معصیتھم

لأنه لاتضره معصية من عصاه ولا تنفعه طاعة من أطاعه فقسم بينهم معايشهم، ووضعهم من الدنيا مواضعهم۔

☆ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مخلوق کی اطاعت وبندگی سے بے نیاز ہے اور اس کی معصیت ونافرمانی سے بے پروا ہے۔ کیوں کہ گناہ گاروں کی معصیت اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی اور فرمانبرداری کی طاعت اسے کوئی نفع نہیں دے سکی، اس نے بندوں کی روزی اور وسائل حیات وآسائش ان کے مابین تقسیم فرمادیے ہیں اور دنیا میں ہر شخص کا ایک رتبہ مقرر کیا۔

قادر:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہیں کہیں اقوال رسول ﷺ سے بھی استفادہ کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

☆ ''حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ ہی ہر چیز پر قادر ہے اگر اللہ نے تمہارے لیے یہ بات کرادی تو کیا ایمان لاؤ گے اور حق کی گواہی دو گے؟'' (نہج البلاغہ: ۷۰۰)

☆ ہمارا کون اور ہمارے حق کا طلبگار وہ اللہ تعالیٰ ہے کہ جسے وہ طلب کرے وہ اس سے عاجز نہیں اور جو بھاگے وہ اس کی گرفت سے نہیں بچ سکتا۔ (نہج البلاغہ: ۳۷۱)

مذکورہ صفات باری کے علاوہ متعدد صفات الٰہی ایسی ہیں جن کا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہیں کہیں ذکر کیا ہے۔ جیسے آزمانے والا، غفار، محافظ، منزل کتاب وغیرہ۔ اسی طرح ان کے بعض اقوال وہ ہیں جو متعدد صفات کو بیان کرتے ہیں۔ وہ اقوال حسب ذیل ہیں:

☆ ہمیں پہچاننا بہت مشکل کام ہے، جسے وہ مرد مومن ہی حاصل کرسکتا ہے، جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لیے آزمالیا ہو۔ (نہج البلاغہ: ۶۷۴-۶۷۳)

☆ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندگان معصیت شعار وخطا کار کی آزمائش نقص ثمرات، جس برکات اور نیکیوں کے خزانے کو بند کر کے کرتا ہے تاکہ توجہ کرنے والا تائب ہوجائے، گناہوں سے رکنے والا باز آجائے، نصیحت قبول کرنے والا مان لے اور برائیوں سے بچنے والا بچ جائے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے توبہ واستغفار کو روزی کے نازل ہونے کا اور خلق پر اپنی رحمت کا سبب قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے: ''تم اپنے پروردگار سے مغفرت کے جویا ہو کیوں کہ وہ بڑا بخشنے والا ہے، وہی ہے جو پیہم تمہاری طرف برسنے والا بادل بھیجتا ہے اور اموال واولاد کے ذریعہ تمہاری مدد کرتا ہے۔ (نہج البلاغہ: ۴۷۱-۴۷۲)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ہادی کو کتاب ناطق اور امر قائم کے ساتھ مبعوث فرمایا، اس سے وہی ہلاک ہوگا جس کے لیے تباہی مقدر ہو چکی ہے اور بلاشبہ شک میں ڈالنے والی بدعتیں مہلک ہیں سوائے اس صورت کے کہ

اللہ ہی حفاظت کرے اور بلاشبہ اللہ کی حجت ہی پر تمہارے امور کی عصمت وحفاظت منحصر ہے، لہٰذا اس کی اس طرح اطاعت کرو جو سرزنش کے بعد اور مجبورانہ ہو۔"

☆ اللہ کی حمد وثنا اس کے ان فیصلوں پر جو اس نے کیے اور ان افعال پر جو اس نے نامزد فرمائے اور میرے امتحان پر جو تمہارے ذریعہ لیا۔ (نہج البلاغہ:۵۶۳)

☆ میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ عادل ہے اس نے انصاف کیا ہے اور وہ حاکم ہے جس نے صحیح فیصلہ کیا...... سنو اللہ نے خیر کے اہل، حق کے ستون اور اطاعت کی پناہیں بنائیں اور تمہارے لیے ہر اطاعت خداوندی میں اس کی طرف سے مدد ہے جو زبانوں کو گویائی اور دلوں کو اطمینان دیتی ہے اور اس (توفیق) میں کفایت طلب اشخاص کے لیے کفایت اور شفا طلب لوگوں کے لیے شفا ہے۔ (نہج البلاغہ:۶۱۷)

☆ تو کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے شیطان کو اس کے تکبر کے بدلے کس طرح رسوا کیا اور اس کی سربلندی کو کیسا گرایا کہ دنیا میں مردود اور آخرت میں بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی۔ (نہج البلاغہ:۶۸۴)

☆ جان لو کہ رسم دنیا یہ ہے کہ اللہ نے گردن کشان روزگار کو کبھی نابود نہیں کیا مگر انہیں اچھی طرح ڈھیل اور سہولت دینے کے بعد اور گذشتہ دنوں میں سے کسی کی اصلاح اللہ تعالیٰ نے نہیں کی مگر تنگی و رنج وسختی کے بعد۔ (نہج البلاغہ:۳۱۸)

☆ بلاشبہ اللہ نے کسی کو افتراق کے ذریعہ نیکی نہیں عطا کی خواہ وہ لوگ ہوں جو گذر چکے یا وہ جو اب موجود ہیں۔ (نہج البلاغہ:۵۵۷)

تقویٰ وخوف الٰہی:

☆ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ کافی انتشار کا زمانہ تھا۔ اس عہد میں اسلام کی سیدھی سادی تعلیمات میں فلسفہ کی آمیزش شروع ہونے لگی تھی۔ لہٰذا انہوں نے اللہ کی ذات وصفات کا ذکر اس عہد کے مطابق ہی کیا کہ اس کی ذات وصفات کا حقیقی تصور ذہنوں میں بیٹھ جائے۔ انہوں نے بار بار اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اس سے تقویٰ اختیار کرنے کا ذکر اپنے خطبات میں کیا ہے اور اس کے حوالے سے صفات ربانی کا ذکر کیا ہے۔ وہ اپنے متعدد خطبات میں "اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کرنے کی تلقین کرتا ہوں" کا استعمال کرتے ہیں۔ (نہج البلاغہ:۵۱۷)

☆ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ (نہج البلاغہ:۵۸۱)

☆ اللہ کے بندو! میں تمہیں تقوائے الٰہی اور دنیا سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ (نہج البلاغہ:۵۸۵)

فاتقوا الله عباد الله وفروا الى الله۔ من الله، وامضوا فی الذی نهجه لکم وقوموا بما

عصبه بكم۔

☆ اے بندگان الٰہی! اللہ سے ڈرو اور اس کے غضب سے بھاگ کر اس کے دامن رحمت میں پناہ لو، اس راستہ پر چلو جو اس نے تمہارے لیے مقرر کر دیا ہے جو احکام تم پر لازم کر دیے گئے ہیں ان کی پوری پیروی کرو۔ (نہج البلاغہ:۱۸۶)

بندگان الٰہی:

☆ میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کہ یہی زادِ راہ ہے اور پناہ ہے۔ (نہج البلاغہ:۴۰۳)

☆ اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں بلاشبہ تقویٰ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن کی لوگ آپس میں ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں۔ (نہج البلاغہ:۵۴۷)

☆ تمہیں اس اللہ کے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں جس نے پہلے پہل تمہاری تخلیق کی اور اسی کی طرف تم کو پلٹ کر جانا ہے اسی سے تمہارا مطالبہ کامیاب اور رغبتوں کی انتہاء ہے۔ تمہارے راستے کا سیدھا رخ ادھر ہی ہے تمہاری پریشانیوں میں مرکز بھی وہی ہے۔ (نہج البلاغہ:۵۸۸)

اے ہمام! اللہ سے ڈرو اور نیکوکار بنو کیوں کہ اللہ کا کہنا ہے:

ان الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون۔

بے شک اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کے ساتھ ہے اور جو محسنین ہیں۔

اللہ کے خوف سے وابستہ ہو جاؤ کہ اس کا خوف ایک ایسی رسی ہے جس کے بل مضبوط ہیں اور محفوظ چوٹی دار پناہ ہے۔ (نہج البلاغہ:۶۷۵)

فاتقوا الله الذی أنتم بعينه، ونواصيكم بيده و تقلّبكم فی قبضة وان أسررتم علمه وان اعلنتم كتبه، قدو كل بكم حفظه كراما، لايسقطون حقا، ولا يثبتون باطلا، وأعلموا أنه من يتق الله يجعل له مخرجا من الفتن ونورا من الظلم، ويخلده فيما اشتهت نفسه وينزله منزلة الكرامة عنده...... وزوّارها ملائكة، ورفقائها رسوله۔

☆ اس اللہ سے ڈرو تم جس کی نگاہوں میں ہو، تمہاری قسمتیں اس کے ہاتھوں میں ہیں، تمہارا الٹ پلٹ دینا (آباد و برباد کرنا) اسی کے قبضہ میں ہے۔ اگر کچھ چھپاؤ گے تو اسے معلوم ہوگا اور اگر اعلان کرو گے تو لکھا ہوا ہے اس نے تم پر ایسے یاد رکھنے والے محترم فرشتے معین کر دیے ہیں جو کسی حق (بات) کو نظر انداز نہیں کرتے اور کسی باطل (جھوٹ) کو نہیں لکھتے ہیں، یہ سمجھ لو کہ جو اللہ سے ڈرے گا اللہ آزمائشوں میں اسے نکلنے کا موقع اور تاریکیوں میں روشنی دے گا اور اس کا دل جس میں رہنے کا خواہشمند ہے وہاں ہمیشہ

رکھے گا اور اپنے پاس عزت کی جگہ اتارے گا...... وہاں کا سامان ملائکہ اور رفیق و ساتھی خدا کے رسول ہوں گے۔" (نہج البلاغہ: ۵۷۲-۵۷۳)

☆ بے شک تقوائے الٰہی قیامت کے دن کا کارآمد سامان ہے، ہر غلامی سے آزادی اور ہر ہلاکت سے نجات ہے۔ اسی کے سہارے ہر خواہش مند کامیاب اور پریشانیوں سے بھاگنے والا نجات پاتا ہے۔ دل پسند چیزیں (جنت و ثواب اخروی) حاصل کی جاتی ہیں۔ (نہج البلاغہ: ۶۵۰)

بندگان الٰہی! اللہ سے ڈرو، نفس کے معاملہ میں جو تمہارے نزدیک سب سے زیادہ عزیز اور محبوب ہے کیوں کہ اللہ نے تمہارے لیے دین حق کو آشکار کر دیا اور اس کے راستوں کو روشن کر دیا، پس اب ابدی شقاوت بدبختی ہے یا دائمی سعادت و خوش قسمتی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اتقوا اللہ حق تقتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون

☆ اللہ سے ڈرنے کی طرح ڈرو اور مسلمان بن کر ہی دار فانی سے کوچ کرو۔ (نہج البلاغہ: ۳۰۶)

☆ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں جس نے عواقب کی دہشت دلا کر عذر کرنے والوں سے عذر کا سہارا چھین لیا، گمراہوں پر واضح دلیلیں قائم کر دیں اور تمہیں اس دشمن (شیطان) سے ہوشیار کر دیا جو سینے میں چپکے سے گھس جاتا ہے اور کانوں میں گمراہی کی باتیں ڈال کر گمراہ اور برباد کرتا ہے۔ (نہج البلاغہ: ۲۹۹-۳۰۰)

☆ اے بندگان خدا! تقویٰ اختیار کرو کہ اللہ نے اس کے لیے ہی تمہیں پیدا کیا ہے۔ (نہج البلاغہ: ۲۹۶)

☆......☆......☆

تراشے

خسرو قاسم

یہ کوئی مستقل مضمون نہیں ہے بلکہ امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے متعلق کوئی بھی واقعہ یا جملہ اکابر کی کتابوں یا ملفوظات میں ملا اسے میں نے نقل کر دیا ہے۔اس میں کوئی فنی ترتیب کا ملحوظ نہیں رکھی ہے۔

۱۔ مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ (تحدیث نعمت، ص ۳۴۶-۳۴۷):

مشہور مناظر مولانا عبد الشکور فاروقی صاحب کے متعلق مولانا منظور نعمانی صاحب لکھتے ہیں:

غیر معمولی اعتدال:

مناظرہ کے میدان میں رہنے کے بعد راہ اعتدال پر قائم رہنا بڑی مشکل بات ہے، اللہ ہی اگر توفیق دے اور دستگیری فرمائے تو آدمی اعتدال پر قائم رہ سکتا ہے ورنہ اس میدان میں قدم رکھنے والے کا افراط یا تفریط میں مبتلا ہو جانا ایک عام بات اور اکثر تجربہ ہے، ناچیز نے اس پہلو سے حضرت مولانا کو بہت ہی ممتاز اور باتوفیق پایا۔ صرف ایک مقولہ نقل کرتا ہوں جو مولانا سے میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے۔ ایک موقع پر حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درجات کا فرق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> ''حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سابقین اوّلین کی پہلی صف کے بھی اکابر ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، اگرچہ صحابی ہونے کی حیثیت سے ہمارے سرتاج ہیں لیکن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کو کیا نسبت؟ ان کی مجلس میں اگر صف نعال میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جگہ مل جائے تو ان کے لیے سعادت اور باعث فخر ہے۔''

۲۔ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ علیہ (صراطِ مستقیم، ص ۱۱۶-۱۱۷):

شاہ صاحب لکھتے ہیں: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے شیخین رضی اللہ عنہما پر بھی ایک گونہ فضیلت ثابت ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت بلکہ قطبیت اور غوثیت اور ابدالیت اور انہی جیسے باقی خدمات آپ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کی وساطت سے ہونا ہے اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ عطیہ اس امر کے مقابلے میں ہے کہ خلافت اور حکومت اور بادشاہت کا انتظام آپ کی آل اطہار میں کبھی نہیں ہوا باوجودیکہ ان میں سے بعض بزرگوں نے رفع اللہ درجاتھم فی العلیین اس کام میں بہت ساری کوششیں کی ہیں اور اس کام کے حاصل کرنے میں سب تکلیفیں اپنے آپ پر اٹھائی ہیں۔ اور اہل ولایت کے اکثر سلسلے بھی جناب مرتضیٰ ہی کی طرف منسوب ہیں پس قیامت کے دن بہت فرمانبرداری کی وجہ سے جن میں اکثر بڑی بڑی شانوں والے اور عمدہ مرتبوں والے ہوں گے۔ حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا لشکر اس رونق اور بزرگی سے دکھائی دے گا کہ اس مقام کا تماشہ دیکھنے والوں کے لیے یہ امر نہایت ہی تعجب کا باعث ہوگا۔

۳۔ علامہ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی (مطالب السئول فی مناقب آل رسول، ص ۵۷):

علامہ محمد بن طلحہ شافعی المتوفی ۶۵۴ھ نے آنحضرت کی مشہور حدیث اقضاکم علی پر ایک والہانہ تبصرہ کیا ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قضائی مقام و مرتبہ پر روشنی پڑتی ہے۔

قاضی امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت نے صحابہ کی ایک جماعت کو ایک ایک فضیلت سے مخصوص کیا اور حضرت علی کو علم قضا سے مخصوص کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انواع و اقسام علوم صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات میں جمع کر دیے ہر ایک کی صرف ایک فضیلت بیان فرمائی۔ بس فرمایا:

افرضھم زید بن ثابت واقراھم ابی واعلمھم بالحلال والحرام معاذ بن جبل

یہ علوم کسی دوسرے علم کے محتاج نہیں ہیں لیکن علم قضا دوسرے علوم کا بھی محتاج ہے اور آنحضرت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے اقضاھم کا صیغہ استعمال فرمایا ہے۔ یعنی یوں ہی قضا مختلف علوم کا متقاضی ہے صیغہ افعل سے اس صفت عالی کا آپ میں اور زیادہ ہونا پایا جاتا ہے۔

علم قضا ان صفات کو قاضی میں ضروری قرار دیتا ہے۔ کمال عقل، صحیح تمیز، اچھی زیرکی، سہو و غفلت سے دوری۔ ذہانت ایسی ہو کہ مشکل امور کی توضیح کر دے پیچیدہ امور کی گرہ کھول دے۔ ایسی عدالت ہو کہ محارم سے روک دے ایسی مروت ہو کہ اعلیٰ اخلاق پر آمادہ کرتی رہے۔ ذلیل و پست افعال سے گریز کرتا ہو۔ راست گو ہو۔ ظاہر الامانت ہو۔ عفیف ہو، ناراضی، و خوشی میں دائرہ حق سے نہ نکلے۔ کتاب و سنت میں واقع شدہ اتفاق و اختلاف قیاس و لغت عرب سے واقف ہو۔ محکم کو متشابہ پر خاص کو عام پر، مبین کو مجمل پر، ناسخ کو منسوخ پر مقدم رکھتا ہو۔ مطلق کی مقید پر حمل کرتا ہو۔ متواتر سے فیصلہ کرتا ہو تا کہ آحاد سے مسند سے نہ کہ مرسل سے متصل سے نہ کہ منقطع سے، اتفاق سے نہ اختلاف سے، قیاس جلی و واضح و خفی کو جانتا ہو کہ واجب و حرام مکروہ و مندوب کو معلوم کر سکے۔ یہ وہ مسائل ہیں کہ جب تک ان پر کوئی حاوی نہ ہو قاضی نہیں ہو سکتا۔

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اس صفت سے متصف فرمایا تو آپ نے ان تمام علوم کو ان کے اصل و فروع کے ساتھ ان میں ثابت کیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قاضی بنا کر یمن بھیجا تھا تو فرمایا تھا اھد اللہ قلبک یثبت لسانک۔ اس کے بعد حقائق علم قضا آپ کے سینے میں جوش زن ہو گئے جب قضا کے عروج پر پہنچ گئے تو آنحضرت نے فرمایا اقضاھم علی۔

۴۔ علامہ مصطفیٰ بک نجیب عصری "حماۃ الاسلام":

یہ مشہور عالم اہل سنت علامہ مصطفیٰ بک نجیب مصری "علی" کی محیر العقول شخصیت کے متعلق لکھتے ہیں:

"اذا یقول القائل فی ھذا الامام؟ وکل وصاف منسوب الی العجز لتقصیرہ عن

العاية مهما انتهى به العقول وكفى بشهاوته صلى الله عليه وسلم بانه باب مدينة العلم دليلا على مكنون السر الذى فيه فهو اوّل فى العلوم، اول فى الشجاعة، اول فى السخاء، اول فى الحلم و الصفح، اول فى الفصاحه اول فى الزهد اول فى العبادة اول فى التدبير والسياسة اشد الناس رايا واصحهم تدبير الولاتقاه لكان ادهى العرب كانما افرغ من كل قلب فهو محبوب الى كل نفس ظهر من حجاب العظمة بمعاليه فاستولى الاضطراب على الاذهان والمدارك وذهب الناس فيه مذاهب خرجت بهم عن حدود العقل والشريعة، اهل الذمه تحبه، والفلاسفه تعظمه و ملوك الروم تصوره فى بيوتها وبيعها ورؤساء الجيوش تكتب اسمه على سيوفها كانما هو فال الخير واية النصر والظفر" (حماۃ الاسلام، جزءاول، طبع مصر، ص ۹۸)

"کہنے والا، اس امام کے متعلق آخر کیا کہے، ثناوصفت بیان کرنے والا آپ کے کمال ثناوصفت کو بیان کرنے سے عاجز وقاصر ہے رسول اللہ کا یہ ارشاد کہ آپ مدینہ علم کے در ہیں آپ کے کمال فضل وشرف کے لیے کافی ہے آپ ہی علوم میں سب سے اول، شجاعت میں سب سے اول، جودو سخا میں سب سے اول، علم اور درگذر کرنے میں سب سے اول، فصاحت وبلاغت میں سب سے اول، زہد وریاضت میں سب سے اول، بندگی وعبادت میں سب سے اول، تدبیر وسیاست میں سب سے اول، آپ کمال صحبت ویقین کی وجہ سے اپنی رائے وتدبیر پر قائم ہونے والے تھے، سب سے بہتر آپ کی فکروتدبیر تھی، اگر خوف خدا اور پرہیز گاری کا خیال نہ ہوتا تو آپ عرب میں سب سے بڑے ڈپلومیٹ ہوتے، ہر قلب میں آپ کے لیے جگہ ہے اور ہر ایک آپ کو دوست رکھتا ہے، آپ حجاب عظمت میں ایسی بزرگیوں کے ساتھ جلوہ نما ہوئے کہ بہت سے لوگ آپ کے متعلق حیرانی میں مبتلا ہو گئے اور حدود عقل وشریعت سے نکل کر آپ کو معبود سمجھنے لگے، اہل ذمہ (یہود ونصاریٰ) آپ کو دوست رکھتے ہیں، فلاسفہ آپ کی عظمت وبزرگی کے سامنے سرنگوں ہیں، شاہان روم اپنے محلوں اور عبادت گاہوں میں آپ کی تصویر بناتے تھے، اور لشکر کے سردار آپ کے مبارک نام کو تلوار پر کندہ کراتے ہیں اور اس کو اپنے لیے خیر اور فتح ونصرت کا سبب سمجھتے ہیں۔"

۵۔ علامہ شیخ شہاب الدین احمد (مستطرف، جلد اول):

علامہ شیخ شہاب الدین احمد الاتشیہی لکھتے ہیں کہ:

"امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی الله عنه وكرم الله وجهه اية من ايات

الله ومعجزة من معجزات رسول الله صلى الله عليه وسلم ومؤيد بالتائيد الالهى كاشف الكروب ومجليها ومثبت قواعد الاسلام ومرسيها۔''

''امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کرم اللہ وجہہ ایک آیت ہیں آیات خدا میں سے معجزہ ہیں اور رسول اللہ کے معجزات میں سے آپ کے ساتھ تائید الٰہی شامل حال تھی غم واندوہ کو آپ دور کرنے والے تھے، ستون اسلام کو آپ ہی نے محکم کیا اور آپ ہی کشتی اسلام کے لنگر تھے۔''

۶۔ مولانا اشرف علی تھانوری:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''من كنت مولاه فعلى مولاه...... الحديث''

''یعنی حضور ﷺ نے فرمایا جس کا میں دوست ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے دوست ہیں۔''

اس کے بعد حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے نہایت مسرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مبارک دی کہ انت مولانا یعنی آپ ہمارے دوست اور آقا ہیں۔ نیز ایک بار حضور ﷺ نے فرمایا ''انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ'' یعنی تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت ہارون علیہ السلام سے تھی۔'' ان احادیث سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قرب اور تعلق بہت اور قرب حسی تو ضرور ان سے زیادہ تھا۔ (تحقیق الشکر، ص ۱۸، اشرف الکلام فی احادیث خیر الانام، ص ۴۵-۴۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے حضور ﷺ کی دعا:

فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان یہ تھی کہ حضور ﷺ نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی تھی'' اللهم ادر الحق معه حيث دار '' (یعنی اے اللہ! حق کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تابع کردے)۔

یہ عجیب دعا ہے یوں نہیں فرماتے'' اللهم ادر علياً مع الحق حيث دار '' (یعنی اے اللہ! حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حق کے ساتھ کردے) بلکہ یوں فرماتے ہیں کہ حق کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کردے۔ جدھر یہ رخ کریں، حق بھی ادھر ہی رخ کرلے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اگر کبھی خطا بھی ہوجائے تو اسباب ایسے پیدا کردیے جائیں کہ وہ خطا صواب ہوجائے۔ مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی پر عتاب کریں اور وہ اس وقت محل عتاب نہ ہو تو ان کے عتاب کے بعد اسباب ایسے پیدا ہوجائیں کہ یہ شخص محل عتاب ہوجائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عتاب انجام کار صحیح ہوجائے۔ (عصم الضوف عن غم الانوف، ص ۴۲، اشرف الکلام فی احادیث خیر الانام، ص ۲۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تعلق مع اللہ کی سلطنت حاصل تھی:

فرمایا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت جلد نہ ملنے پر رنجیدہ ہو گئے تھے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دنیا دار اور طالب دنیا سمجھ رکھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں دنیا کی کچھ وقعت یا ہوس نہ تھی۔ ان کو تعلق مع اللہ کی سلطنت حاصل تھی:

آنکس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند　　　فرزند و عیال و خانماں راچہ کند

(مظاہر الآمال، ص ۲۲)

افتخار ہر نبی و ہر ولی:

جیسا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ مثنوی میں ہے کہ آپ نے ایک دفعہ معرکۂ جہاد میں ایک یہودی کو پچھاڑ لیا اور سینہ پر بیٹھ کر ذبح کرنا چاہا۔ یہودی نے آپ کے چہرہ پر تھوک دیا تو فوراً چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ مولانا فرماتے ہیں:

اوخدو انداخت برروئے علی　　　افتخار ہر نبی و ہر ولی

بعض لوگوں نے اس شعر کو الحاقی کہا ہے یہ کسی شیعی نے مثنوی میں بڑھا دیا ہے کیوں کہ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افتخار ہر نبی کہا ہے مگر یہ خیال غلط ہے کیوں کہ فخر ہمیشہ چھوٹوں ہی کو بڑوں پر نہیں ہوتا، کبھی بڑوں کو بھی چھوٹوں پر فخر ہوتا ہے کہ دیکھو یہ ہمارا لڑکا کیسا لائق ہے۔ حدیث میں بھی ہے ”تزوجوا الودود الولود فانی اُباھی بکم الامم“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اوپر فخر کریں گے۔ ویسا ہی افتخار یہاں مراد ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ یہودی کو چھوڑ کر الگ ہو گئے تو اس نے سوال کیا کہ حضرت! دشمن پر قابو پا کر اور اس کی گستاخی دیکھ کر چھوڑ دینا تعجب خیز ہے۔ فرمایا گستاخی کی وجہ سے چھوڑ دیا کیوں کہ اس سے پہلے تو میں اللہ کے واسطے مار رہا تھا اور گستاخی کے بعد نفس کو ہیجان اور جوشِ انتقام ہوا۔ اب میرا تجھ کو مارنا خالص اللہ کے لیے نہ ہوتا بلکہ اس میں شفائے غیظ نفس بھی شامل ہوتا۔ اس کو میں نے گوارہ نہ کیا کیوں کہ یہ شانِ اخلاص کے خلاف تھا۔ (اصلاح ذات البین ملحقہ مواعظ آداب نیت، ص ۳۵۴، ۳۵۵)

دوزخ کے عذاب کا ثبوت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کافر اپنے کافر باپ اور دادا کی دو کھوپڑیاں قبر سے اکھاڑ کر لایا اور کہا کہ دیکھیے یہ بالکل ٹھنڈی ہیں۔ اگر دوزخ کا عذاب ان پر ہوتا تو یہ گرم ہوتیں۔ چونکہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں کوئی تکلف یا تصنع نہ تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بجائے جواب خود دینے کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا کہ وہ اس کا جواب دیں گے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ایک چقماق کا ٹکڑا منگوا کر اس شخص کے ہاتھ میں رکھا کہ دیکھو یہ بالکل ٹھنڈا ہے۔ پھر اس سے فرمایا کہ ایک پتھر سے اس پر چوٹ

لگاؤ۔ جب اس نے ایسا کیا تو چقماق سے چنگاری پیدا ہوئی۔ فرمایا کہ دیکھو اس کے اندر آگ موجود ہے لیکن اوپر سے بالکل ٹھنڈا ہے۔ اسی طرح کیا یہ ممکن نہیں کہ ان کھوپڑیوں میں دراصل آگ کا اثر ہو گو ہمیں اوپر سے ٹھنڈی معلوم ہوتی ہیں۔ (الافاضات الیومیہ، ج۹،ص ۱۶۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک عجیب حکایت عدل:

اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بھولے تھے البتہ بعض محاسب بھی تھے۔ چنانچہ میں ایک قصہ بیان کرتا ہوں کہ دو شخص راہ میں رفیق ہوئے۔ کھانے کا وقت آیا۔ ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں۔ اتفاقاً ایک مسافر بھی آ گیا۔ اس کو بھی بلا کر کھانے میں شریک کیا تینوں نے مل کر وہ روٹیاں کھائیں۔ جب وہ مسافر ان سے علیحدہ ہوا تو اس نے ان کے احسان کے صلہ میں آٹھ درہم ان کو دیے کہ تم آپس میں ان کو تقسیم کر لیجیے۔ تقسیم میں دونوں رفیقوں میں اختلاف ہوا۔ پانچ والے نے کہا کہ بھائی تیری تین روٹیاں تھیں تین درہم تو لے اور میری پانچ تھیں، پانچ مجھ کو دے۔ تین والے نے کہا نہیں نصفا نصف تقسیم ہونا چاہیے۔ اس لیے یہ دونوں عدد قریب قریب ہیں۔ یہ قصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت نے دونوں کو سمجھایا کہ صلح کر لو۔ صلح پر راضی نہ ہوئے اور درخواست حساب سے دینے کی کی تو تین والے کو فرمایا ایک تم لو اور سات اس کو دے دو۔ محاسب سن کر بہت حیران ہوئے کہ یہ کیا فیصلہ ہے؟ لیکن سننے کے بعد معلوم ہوا کہ عین عدل ہے۔ اس لیے کہ کل روٹیاں آٹھ تھیں اور تین آدمیوں نے کھائیں اور کمی بیشی کا اندازہ ناممکن ہے۔ اس لیے یوں کہیں گے کہ تینوں نے برابر کھائیں تو اب دیکھنا چاہیے کہ ہر ایک نے کتنا کھایا۔ پس ہر روٹی کے تین ٹکڑے کر لو تو کل چوبیس ٹکڑے ہوئے۔ پس ہر شخص نے آٹھ ٹکڑے کھائے۔ سو تین والے کی روٹیوں کے نو ٹکڑے ہوئے جس میں سے آٹھ تو اس نے خود کھائے ایک بچا وہ مسافر نے کھایا اور پانچ والے کی روٹیوں کے پندرہ ٹکڑے ہوئے جن میں سے آٹھ اس نے کھائے اور سات مسافر نے کھائے۔ بس یہی نسبت درہم میں بھی ہونا چاہیے کہ سات درہم پانچ والے کو اور ایک تین والے کو ملنا چاہیے۔

اس قسم کے بہت قصے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہیں کہ جو حضرت علی ذکاوت اور فطانت پر دال ہیں لیکن اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین لکھتے، پڑھتے کم تھے مگر دیکھ لیجیے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی کیا فضیلت ہے تو یہ سب ایک ذات پاک کی صحبت کی برکت ہے۔ اسی محبت کی نسبت حافظ شیرازی فرماتے ہیں:

شراب لعل دے بخش رفیق شفیق   گرت مدام میسر سود زہے توفیق

یعنی خالص محبت الٰہی اور مرشد کامل شفیق اگر ہمیشہ تم کو میسر رہتے ہیں تو بہت اچھی توفیق ہے۔

(الغاء المجازفہ ملحقہ مواعظ حدود و قیود، ص ۵۱۴-۵۱۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زرہ چوری ہونے کا واقعہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زرہ چوری ہوگئی۔ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی کے پاس زرہ دیکھی۔ آپ نے اس کو شناخت کرلیا کہ یہ زرہ میری ہے۔ اگر چاہتے تو آپ امیر المومنین تھے اس سے زرہ جبراً لیتے۔ اس بیچارہ کا وجود ہی کیا تھا مگر آپ نے ایسا نہیں کیا باقاعدہ قاضی شریح کے ہاں دعویٰ کیا۔ یہ قاضی بھی ظاہر ہے کہ آپ ہی کے محکوم تھے۔ قاضی نے شہادت طلب کی کہ آپ شہادت قائم کریں کہ یہ زرہ آپ کی ہے۔ آپ نے اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کو اور ایک آزاد شدہ غلام قنبر کو شہادت کے لیے پیش کیا۔ قاضی نے عرض کیا کہ غلام کی شہادت تو معتبر ہے مگر بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں قبول نہیں۔ اس میں حضرت اور قاضی شریح میں اختلاف تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹے کی شہادت کو جائز سمجھتے تھے قاضی اس کے خلاف تھے۔ جب آپ اور کوئی شہادت پیش نہ فرما سکے تو قاضی نے آپ کے خلاف مقدمہ فیصل کردیا اور زرہ یہودی کو دلوادی۔ آپ وہاں سے نہایت خوش خوش چل دیے۔ اس یہودی نے دیکھا کہ باوجود امیر المومنین ہونے کے اور ہر قسم کی قوت کے ان پر کوئی اثر مقدمہ کے ہارنے کا نہیں ہوا۔ یہی دلیل ہے اس مذہب کے حق ہونے کی جس کا اثر قلوب میں ایسا خالص ہے۔ وہ آگے بڑھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ یہ زرہ آپ کی ہے اور مجھے مسلمان کرلیجیے۔ اسی وقت کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔ پھر وہ زرہ آپ نے اسے ہبہ کردی۔ (الافاضات الیومیہ، ج ۳، ص ۳۲۵-۳۲۶)

ارشادات حضرت علی رضی اللہ عنہ:

بلوغ کے بعد حق سبحانہ وتعالیٰ کی مغفرت ہوتی ہے:

فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ جناب کو بچپن میں مرجانا اور بے خطرہ جنت میں جانا اچھا معلوم ہوتا ہے یا بالغ ہوکر خطرے کے اندر پڑنا؟ جواب دیا کہ بڑے ہوکر خطرے میں پڑنا۔ اس لیے کہ بلوغ کے بعد حق تعالیٰ کی مغفرت ہوتی ہے۔ بچپن اس سے خالی ہے۔ (مقالات حکمت، ص ۱۸۸)

جبر واختیار کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تحقیق:

فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسئلہ جبر واختیار کا دریافت کیا۔ فرمایا کہ ایک پیر اٹھا کر کھڑا ہوجا۔ اس نے ایک پیر اٹھالیا۔ پھر فرمایا کہ دوسرا پیر بھی اٹھالے۔ بھلا دوسرا پیر کس طرح اٹھ سکتا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت دوسرا پیر تو نہیں اٹھ سکتا۔ فرمایا کہ بس یہی کیفیت بندہ کے اختیار کی ہے کہ اتنا تو اختیار ہے اور اتنا اختیار نہیں۔ نہ پورا مختار ہے نہ پورا مجبور۔ سبحان اللہ! کس خوبی اور آسانی سے اس نازک مسئلہ کو ذہن نشین فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے علوم کی یہ حالت تھی۔ (حسن العزیز، ج ۱، ص ۲۸)

بندہ کا ارادہ کچھ نہیں:

فرمایا: ارادہ بندہ کا کچھ نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عرفت ربی بفسخ العزائم۔ یعنی میں نے اپنے رب کو پہچانا ارادوں کے ٹوٹنے سے۔ بسا اوقات انسان اپنے ارادوں میں ناکامیاب رہتا ہے۔ ہزاروں ارادے مصمم کیے مگر کچھ نہ ہوا۔ (مقالات حکمت، ص ۶۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فہم قرآن:

آپ رضی اللہ عنہ کا ایک مقولہ تھا کہ اگر میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھنے بیٹھوں تو ستر اونٹوں کا بوجھ ہو جائے اور ختم نہ ہو۔ (تحقیق الشکر ملحقہ مواعظ تدبیر و توکل، ص ۴۳۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبۂ بے الف:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک خطبہ بے الف مشہور ہے۔ آپ کی مجلس میں ذکر ہوا کہ حروف تہجی میں سے کونسا حرف زیادہ مستعمل ہے۔ کسی نے کہا الف بہت زیادہ مستعمل ہے۔ کوئی کلام بھی اس سے خالی نہیں ہو سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بالبدیہہ پورا خطبہ بے الف لکھوا دیا۔ خدا جانے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کیا چیز تھی۔ جس نے ہم صحبتوں کو ایسا بنا دیا۔ کتاب مطالب السؤل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واقعات مذکور ہیں۔ (حسن العزیز، ج ۴، ص ۲۲۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دو شعر:

ای یومین من الموت افر   یوم لایقدر او یوم لاقدر
یوم لایقدر لایأتی القضاء   یوم یقدر لایغنی الحذر

یعنی موت سے بھاگنا چاہیں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اس روز میں اس کی موت مقدر نہیں یا مقدر ہے۔ پہلی صورت میں تو قضا اور موت آ ہی نہیں سکتی پھر ڈرنا کیسا؟ اور دوسری صورت میں موت کا آنا یقینی ہے پھر بھاگنا کیسا؟ اسی کا ترجمہ کسی نے فارسی میں خوب کیا ہے:

دو روز حذر کردن از موت خطاست
روزے کہ قضا نباشد و روزے کہ قضاست

(مجالس حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ، ص ۳۱۷)

۷۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "تفہیمات الٰہیہ":

حدیث میں ہے کہ اللہ حق کو تو اس طرف پھرا دے، جس طرف علی پھریں۔

شاہ ولی اللہ نے تفہیمات الٰہیہ میں اس کی تفسیر کی ہے:

''یعنی جب عصمتِ تامہ حاصل ہو جاتی ہے تو انسان کے تمام افعال حق ہوتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس کے افعال حق کے مطابق ہوتے ہیں بلکہ یہ کہتا ہوں کہ اس کے افعال عین حق ہوتے ہیں بلکہ ان افعال سے حق اس طرح منعکس ہوتا ہے جس طرح روشنی آفتاب سے اور اس حقیقت کی جانب اشارہ کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے لیے دعا کرتے ہوئے:

خدایا جس طرف علی پھریں اس طرف حق کو پھرا اور یہ نہ فرمایا کہ خدایا تو علی کو ادھر پھرا جدھر حق کو پھیرے۔

۸۔ حضرت علی کا درود پاک:

''اللھم داحی المدحوات وباری المسموکات و جبار القلوب علی فطرتھا شقیھا وسعیدھا اجعل شرائف صلواتك ونوامی بر کاتك ورافة تحننك علی محمد عبدك ورسولك الخاتم لماسبق والفاتح لما اغلق والمعلن الحق بالحق والدامغ لجیشات الاباطیل کما حمل فاضطلع بامرك بطاعتك مستوفزاً فی مرضاتك بغیر نکلٍ عن قدمٍ ولا وھنٍ فی عزمٍ واحیاً لوحیك حافظاً لعھدك ماضیا علی نفاذ امرك حتی اوری قبساً لقابسٍ الاءُ اللہ تصل باھله اسبابهٗ بهٖ ھدیت القلوب بعد خوضات الفتن والاثم وابھج موضحات الاعلام ومنیرات الاسلام ونائرات الاحکام فھو امینك المامون وخازن عملك المخزون وشھیدك یوم الدین وبعیثك نعمةً ورسولك بالحق رحمةً اللھم افسح له مفسحا فی عدنك واجزهٖ مضاعفات الخیر من فضلك مھنات له غیر مکدرات من وفور ثوابك المضنون وجزیل عطائك المخزون اللھم اعل علی بناء البانین بناء ہ''

''اے اللہ زمینوں کا فرش بچھانے والے اور بلند آسمانوں کے پیدا کرنے والے اور شقی اور نیک دلوں کو ان کی فطرت کے موافق جوڑنے والے کر دیجیے اپنی بزرگ ترین رحمتیں اور بڑھنے والی برکتیں اور اپنی مہربانیاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو آپ کے بندہ اور آپ کے رسول ہیں جو اپنے سے پہلے کو ختم کرنے والے اور سربند چیزوں کو کھولنے والے ہیں اور حق کو حق طریقہ سے ظاہر کرنے والے ہیں اور باطل کے لشکروں کا سر توڑنے والے ہیں۔ وہ مستعد ہو گئے جس طرح ان پر ذمہ داری ڈالی گئی آپ کے حکم سے آپ کی فرمانبرداری کے لیے جلدی کرتے ہوئے آپ کی مرضیات میں بغیر قدم پیچھے ہٹانے کے اور بغیر کسی سستی کے ارادوں میں آپ کی وحی کی نگہداشت کرنے والے اور آپ کے عہد کی حفاظت کرنے والے۔ آپ کے حکم کو نافذ کرنے میں عزم پر قائم رہنے والے یہاں تک

کردے دیا شعلہ نور کا روشنی لینے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اللہ والوں کے ساتھ اسباب کو ملادیتی ہیں۔ آپ ہی کے ذریعہ قلوب کو ہدایت دی گئی بعد ان کے فتنوں اور گناہوں میں ڈوب جانے کے۔ اور زینت دی آپ نے چمکتے ہوئے نشانوں کو اور اسلام کو روشن کرنے والی چیزوں کو اور روشن احکام کو پس وہ آپ کے امین معتمد ہیں۔ اور آپ کے پوشیدہ علم کے محافظ ہیں اور آپ کے گواہ ہیں قیامت کے دن اور آپ کی بھیجی ہوئی نعمت ہیں اور آپ کے رسول برحق ہیں جو سراپا رحمت ہیں اے اللہ کشادہ کردے ان کے لیے جگہ اپنی بہشت میں اور جزا دے ان کی نیکیوں کی چند در چند اپنے فضل سے جو خوشگوار ہوں۔ ان کے لیے اور بے کدورت ہوں (یعنی) آپ کا عظیم ثواب محفوظ ہے اور بڑی عطا جو جمع کی گئی ہے اے اللہ بلند کر دوسرے منزل والوں کی منزل سے ان کی منزل کو۔" (زاد السعید مولانا تھانوی، ص ۳۶-۳۷)

۹۔ مناجات حضرت علی رضی اللہ عنہ :

معتبر روایات میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے زمانہ خلافت میں مسجد کوفہ میں اکثر یہ مناجات کرتے تھے۔ آج بھی مسجد کوفہ میں آپ کے مقامِ شہادت پر یہ مناجات لکھی ہوئی ہے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْاَمَانَ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ وَاَسْئَلُكَ الْاَمَانَ یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا وَاَسْئَلُكَ الْاَمَانَ یَوْمَ یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمَاهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ وَاَسْئَلُكَ الْاَمَانَ یَوْمَ لَا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْئًا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَاَسْئَلُكَ الْاَمَانَ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ وَاَسْئَلُكَ الْاَمَانَ یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ وَاَسْئَلُكَ الْاَمَانَ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ وَاَسْئَلُكَ الْاَمَانَ یَوْمَ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ بِبَنِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیْهِ وَفَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُؤْوِیْهِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْهِ كَلَّا اِنَّهَا لَظٰی نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰی مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ اَنْتَ الْمَوْلٰی وَاَنَا الْعَبْدُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْعَبْدَ اِلَّا الْمَوْلٰی مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ اَنْتَ الْمَالِكُ وَاَنَا الْمَمْلُوْكُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمَمْلُوْكَ اِلَّا الْمَالِكُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ وَاَنَا الذَّلِیْلُ هَلْ یَرْحَمُ الذَّلِیْلَ اِلَّا الْعَزِیْزُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ اَنْتَ الْخَالِقُ وَاَنَا الْمَخْلُوْقُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمَخْلُوْقَ اِلَّا الْخَالِقُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ اَنْتَ الْعَظِیْمُ وَاَنَا الْحَقِیْرُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْحَقِیْرَ اِلَّا الْعَظِیْمُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ اَنْتَ الْقَوِیُّ وَاَنَا الضَّعِیْفُ وَهَلْ یَرْحَمُ الضَّعِیْفَ اِلَّا الْقَوِیُّ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ اَنْتَ الْغَنِیُّ وَاَنَا الْفَقِیْرُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْفَقِیْرَ اِلَّا الْغَنِیُّ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ اَنْتَ الْمُعْطِیْ وَاَنَا السَّآئِلُ وَهَلْ یَرْحَمُ السَّآئِلَ اِلَّا

الْمُعْطِی مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْحَیُّ وَاَنَا الْمَیِّتُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمَیِّتَ اِلَّا الْحَیُّ مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْبَاقِی وَاَنَا الْفَانِی وَهَلْ یَرْحَمُ الْفَانِی اِلَّا الْبَاقِی مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الدَّائِمُ وَاَنَا الزَّائِلُ وَهَلْ یَرْحَمُ الزَّائِلَ اِلَّا الدَّائِمُ مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الرَّازِقُ وَاَنَا الْمَرْزُوقُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمَرْزُوقَ اِلَّا الرَّازِقُ مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْجَوَادُ وَاَنَا الْبَخِیلُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْبَخِیلَ اِلَّا الْجَوَادُ مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْمُعَافِی وَاَنَا الْمُبْتَلٰی وَهَلْ یَرْحَمُ الْمُبْتَلٰی اِلَّا الْمُعَافِی مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْکَبِیرُ وَاَنَا الصَّغِیرُ وَهَلْ یَرْحَمُ الصَّغِیرَ اِلَّا الْکَبِیرُ مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْهَادِی وَاَنَا الضَّالُّ وَهَلْ یَرْحَمُ الضَّالَّ اِلَّا الْهَادِی مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الرَّحْمٰنُ وَاَنَا الْمَرْحُومُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمَرْحُومَ اِلَّا الرَّحْمٰنُ مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ السُّلْطَانُ وَاَنَا الْمُمْتَحَنُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمُمْتَحَنَ اِلَّا السُّلْطَانُ مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الدَّلِیلُ وَاَنَا الْمُتَحَیِّرُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمُتَحَیِّرَ اِلَّا الدَّلِیلُ مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْغَفُورُ وَاَنَا الْمُذْنِبُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمُذْنِبَ اِلَّا الْغَفُورُ مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْغَالِبُ وَاَنَا الْمَغْلُوبُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمَغْلُوبَ اِلَّا الْغَالِبُ مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الرَّبُّ وَاَنَا الْمَرْبُوبُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمَرْبُوبَ اِلَّا الرَّبُّ مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْمُتَکَبِّرُ وَاَنَا الْخَاشِعُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْخَاشِعَ اِلَّا الْمُتَکَبِّرُ مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ ارْحَمْنِی بِرَحْمَتِکَ وَارْضَ عَنِّی بِجُودِکَ وَکَرَمِکَ وَفَضْلِکَ یَاذَالْجُودِ وَالْاِحْسَانِ وَالطَّوْلِ وَالْاِمْتِنَانِ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِینَ۔"

خدایا میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں اس روز کے امان کی جس دن مال واولاد فائدہ نہ دیں گے سوائے اس کے جو اللہ کے پاس آئے قلب سلیم کے ساتھ اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس دن کے امان کا جس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹ رہا ہوگا اور کہتا ہوگا کہ کاش میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ راستہ اختیار کرلیا ہوتا اور میں سوال کرتا ہوں اس دن کی امان کا جس دن مجرم اپنی علامتوں سے پہچان لیے جائیں گے اور پیشانی اور قدموں کے ساتھ پکڑ لیے جائیں گے اور میں سوال کرتا ہوں اس دن کے امان کا جس روز والد اپنی اولاد کے لیے بدلہ نہ ہوگا اور نہ بچہ اپنے باپ کے لیے کوئی کام آئے گا بیشک خدا کا وعدہ حق ہے اور میں سوال کرتا ہوں اس دن کے امان کا جس دن ظالموں کو ان کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور ان کے لعنت ہوگی اور ان کے لیے بدترین گھر ہوگا اور میں سوال کرتا ہوں اس دن کی امان کا جس دن کوئی نفس کسی نفس کا بھی صاحب اختیار ہوگا اور حکم اس دن بس خدا کے لیے ہوگا اور میں سوال کرتا ہوں اس روز کے امان کا جس دن انسان اپنے بھائی، ماں، باپ اور عورت اور اولاد سے بھاگ رہا ہوگا اس روز ہر آدمی کی اپنی مشغولیت اپنے میں دوسرے سے بیگانہ اجنبی بنادے گی اور میں سوال کرتا ہوں اس دن کے امان کا جس دن کافر و مجرم تمنا کرے گا کہ کاش اس دن کے عذاب سے اپنی اولاد، عورت اور

بھائی اور خاندان کو اپنا فدیہ قرار دے دیتا اور وہ اس کی حمایت کرتے اور ان سب کو فدیہ قرار دے دیتا جو تمام روئے زمین پر ہیں اور عذاب سے نجات پا جاتا ہرگز نہیں نجات پائیں گے آتش جہنم شعلہ ور ہے بھڑک رہی ہے تاکہ جلا دے اے میرے مولا اے میرے مولا تو مولیٰ ہے اور میں بندہ ہوں اور بندہ پر مولا کے علاوہ کون رحم کرے گا؟ اے میرے مولا اے میرے مولا تو مالک ہے اور میں مملوک ہوں اور مالک کے سوا مملوک پر کون رحم کرے گا؟ مولا اے میرے مولا تو عزت واقتدار والا ہے اور میں ذلت و رسوائی والا اور ذلیل پر سوائے عزت والے کے کون رحم کرے گا؟ مولا اے میرے مولا تو خالق ہے اور میں مخلوق ہوں اور مخلوق پر خالق کے سوا کون رحم کرے گا؟ مولا اے میرے مولا تو عظیم ہے اور میں حقیر ہوں اور حقیر پر سوائے عظیم کے کون رحم کرے گا؟ مولا اے میرے مولا تو طاقتور ہے اور میں کمزور ہوں اور کمزور پر طاقت ور کے علاوہ کون رحم کرے گا؟ مولا اے میرے مولا تو مالدار ہے اور میں محتاج ہوں اور محتاج پر سوائے مالدار کے کون رحم کرے گا؟ میرے مولا اے میرے مولا تو عطا کرنے والا ہے اور میں سائل ہوں اور سائل پر سوائے عطا کرنے والے کے کون رحم کرے گا؟ میرے مولا اے میرے مولا تو زندہ ہے اور میں مردہ ہوں اور مردہ پر کون رحم کرے گا سوائے زندہ کے؟ میرے مولا اے میرے مولا تو باقی ہے اور میں فانی ہوں اور فانی پر سوائے باقی کے کون رحم کرے گا؟ میرے مولا اے میرے مولا تو ہمیشہ رہنے والا ہے اور میں مٹنے والا ہوں اور مٹنے والے پر سوائے باقی رہنے والے کہ کون رحم کرے گا؟ میرے مولا اے میرے مولا تو رازق ہے اور میں مرزوق اور مرزوق پر کون رحم کرے گا سوائے رازق کے؟ میرے مولا اے میرے مولا تو سخی ہے اور میں بخیل اور کون بخیل پر سوائے سخی کے کون رحم کرے گا؟ میرے مولا اے میرے مولا تو عافیت بخشنے والا ہے اور میں مصیبت زدہ ہوں اور مصیبت زدہ پر سوائے عافیت بخشنے والے کے کون رحم کرے گا؟ میرے مولا اے میرے مولا تو بڑا ہے اور میں چھوٹا اور چھوٹے پر سوائے بڑے کے کون رحم کرے گا؟ میرے مولا اے میرے مولا تو ہادی ہے اور میں گمراہ اور گمراہ پر سوائے ہادی کے کون رحم کرے گا؟ میرے مولا اے میرے مولا تو رحمٰن ہے اور میں قابلِ رحم اور قابلِ رحم پر سوائے رحمٰن کے کون رحم کرے گا؟ میرے مولا اے میرے مولا تو بادشاہ ہے اور میں مبتلائے مصیبت اور مبتلائے مصیبت پر بادشاہ کے علاوہ کون رحم کرے گا؟ میرے مولا اے میرے مولا تو رہبر ہے اور میں سرگرداں اور کیا سرگرداں پر اور کوئی رحم کرے گا سوائے رہبر کے؟ میرے مولا اے میرے مولا تو بخشنے والا ہے اور میں گناہ گار ہوں اور کیا گناہ گار پر سوائے بخشنے والے کے کوئی اور رحم کرے گا؟ میرے مولا اے میرے مولا تو غالب ہے اور میں مغلوب ہوں اور کیا مغلوب پر غالب کے علاوہ کوئی اور رحم کرے گا؟ میرے مولا اے میرے مولا تو پروردگار ہے اور میں پروردہ ہوں اور کیا پروردہ پر پروردگار کے علاوہ کوئی اور رحم کرے گا؟ میرے مولا اے میرے مولا تو صاحب کبریائی ہے اور میں خاشع ہوں اور کیا صاحب کبریائی کے علاوہ خاشع پر کوئی اور رحم کرے گا؟ میرے مولا

اے میرے مولا مجھ پر رحم کر اپنی رحمت سے اور مجھ سے راضی ہو جا اپنے جود و کرم و فضل و احسان سے۔ اے جود و احسان، فضل و نعمت والے اپنی رحمت سے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

۱۰۔ حضرت علی کا خطبہ بے الف:

" حمدت من عظمت منته، وسبغت نعمته ، وسبقت رحمته غضبه وفقدت مشيته وبلغت حجته، وعدلت قضيته حمدت، حمد مقر بربوبيته، متخضع لعبود يته، متنصل من خطيئته متفرد بتوحيده، مستعيذ من وعيده، مؤمل منه مغفرة تنجيه، يوم يشغل عن فصيلته وبنيه، ونستعينه ونسترشده، و نستهديه ونومن به ونتوكل عليه وشهدت له شهود عبد مخلص موقن ، وفردته تفريد مومن متيقن ووحدته بوحيد عبدٍ مذعن ليس له شريك فى ملكه، ولم يكن له ولى فى صنعه جل من مشير ووز ير وعن عون ومعين ونهير ونظير، علم فستر، و بطن فخبر، وملك فقهر وعصى فغفر، وعبد، وحكم فعدل لن يزول ولم يزل ، ليس كمثله شئ۔ وهو قبل كل شئ (وبعد كل شئ) رب متعزز بعزته، متمكن بقوته، متقدس بعلوه، متكبر بسموه، ليس يدر كه بصر، ولم يحط به نظر، قوى ممتنع بصير، سميع رؤف رحيم، عجز عن وصفه من يصفه، وضل عن نعته من يعرفه قريب فى بعده، وبعيدٌ فى قربه يجيب دعوة من يد عوه، ويرزقه، ويحبوه ذو لطف كحفى، ولطش لوى، ورحمة موسعة، وعقوبة موجعة ، رحمة جنة، عريضة، مولقة، وعقوبة ، جحيم ، ممدود موبعة!

وشهدت ببعث محمدٍ رسوله وعبده وصفيه ونبيه ونجيه وحبيبه وخليله، بعثه فى خير عصر وحين فترة ولفر رحمة لعبيده منة لزيده ختم به نبوته، وشيدبه حجتم فوعظ و نصح، وبلغ وكدح رؤف بكل مؤمن رحيم سخى رضى ولى زكى عليه رحمة تسليم وبركة وتعظيم وتكريم من رب غفور رحيم قريب مجيب۔ حكيم رصيكم و نفسى محشرمن حضر فى بوصية ربكم وذكر تكم سنته نبيكم فعليكم برهبت ، سكن قلوبكم ، وخشيه تذرى دموعكم ، وتقية ستنجيكم قبل يوم يبيكم وتذهكم يوم يفوز فيه من ثقل وزن حسنته خف وزد سيه ولتكن مسلتكم و تملقكم مسئلة ذل خضوع، وشكر و خشوع، بتوبة ونزوع وندم ورجوع، وليغتنم، كل مغتنم منكم صحته، قبل سقمه وشيبه، قبل هرمه، وسعته، قبل فقره، وفرغته، قبل شغله وهزه قبل سعره، وحيوته قبل موته، لكم صمن يهن ويهرم يصبى ض قبل تكبر و تهرم وتسقم، يمله كليمه ويعرض عنه حبيبه وينقطع عمره ويتغير عقله، ثم قيل هو

موعوك ، وجمه منهوك ، ثم جد فى نزع شديد، وحضرة كل قرب وبعيد ، فشخص بصره، وطمح نظره و رشح جبنه، وعطيف عرينة، وسكن حنينه ، وحرتنه نفسه، وبكته عرسه حضر رمسه، ويتم منه ولده وتفرق عنه عدده ، قسم جمعه وذهب بصرهٔ وسمعه ومد دو جر دو عرى و غمل ولشف وسجئى ، وبسط له وهمئى و نشر عليه كفنه، وسد منه ذقنه و قمص وعمم وددع وسلم ، وحمل فوق سرير و صلى عليه بتكبير بغير سجود و تعفير و نقد من دور مزحزفة وقصور مشيدة وحجر منجدة وجعل فى ضريح ملحود، ومنيق مزصود، بلبن منضود، مسقف بجلمود ، وهيل عليه حفره، وحتى عليه مدره وتحقق حصره ، ونسى خبره، ورجع عنه وليه وصفيه ونديمه ونسيبه وحميمه وتبدل به قرينه وحبيبه، فهو حشو تبر ورهين تغر، يسعىٰ بجنمه دود قبرہٖ، ويسيل صديده، من منخره يسحق برمة طقه، ينشف دمه، ويرثم عظمه حتى يوم حشره، ينشرمن قبرہٖ حين ينظخ فى صور ويد عىٰ بحشر و نشور، فثم بعثرت قبور، و حصلت سريرة صدور، وجئى بكل نبى و صديق وشهيد، يؤخد للفصل قدير، بعبده خبير بصير، فكم من تفضيته وحسرة تضبتم فى موقف محقيل ومشهد جليل بين يدى ملك عظيم وبكل صغير و كبير عليم، وحيند يلجمه عرفه ويحفره فلقه مبرنه، غيرمو جومة وصرخته، غير مسموعة وحجته غير مقبولة وتبلغت جريرته ونشر صحيفته فنظر فى سوءٍ عمل وشهدت عليه علينه بنظره ويده يبطشهٔ ورجله بخطوه وفرجه بمسه وجلده بلمسه فسلسل جيده وغلت يده۔

وسيق بسحب (فسحب) وحده لورد جهنم بكرب و شدة فظل يعذب فى جحيم ويسقىٰ شربةً من حميم تشوىٰ وجهه و تسلخ جلده و تضربه زبنيته بمقمع من حديد و يعود جلده بعد نضجه كجلد جديد۔ يستغيث فتعرض عنه خزنة جهنم ويستصرخ فيلبث حقبةً يندم لغو بربه قديو من شركل مصير و نسئله عفو من رضى عنه ومغفرة من قبله۔

وهو ولى مسئلتى ومنجح طلبتى فمن زحزح عن تعذيب ربه جعل فى جنته بعزته وخلد فى قصور مشيدة وملك بحور عين وحفدةً وطيف عليه بكئوس و سكنّ حظيرة قدس وتقلب فى نعيم وسقى من تسنيم وشرب من عين سلسبيل ومزج له بزنجبيل مختم بمشسات وعبير مستكريم للملك مستشعر للسرور يشرب من خمور فى روض مغدق ليس يصدع من شربه وليس يترف لبه هذه منزلة من خشى ربه و حذر نفسه معصيته وتلك عقوبة من

جحد مسيته وسولت له لفسه معفيته فهو قولٌ فصل وحكم عدل و خير قصص قص و وعظ به نص تنزيل من حكيم حميد، نزل به روح قدس مبين على قلب نبی ممتد رشید صلت علیه رسل سفرة مكرمون بررة عذت برب عليم رحيم كريم من شر كل رجيم۔

فليتضرع متضرعكم و ليبتهل مبتهلكم وليستغفر كل مربوب منكم لی ولكم وحسبی ربی وحده۔

''مستحق حمد ہے وہ معبود جس کی عظمت خیز منت مکمل نعمت، غضب سے بڑھی ہوئی رحمت، ہمہ گیر مشیت، محیط حجت، درست فیصلے مجھے دعوت حمد دے رہے ہیں۔

جس طرح کوئی ربوبیت سے متمسک، عبودیت میں مستغرق، توحید میں متفرد، لغزش سے بری، دھمکیوں سے خوف زدہ، محشر کی کس مپرسی میں بخششوں کی طرف متوجہ ہوکر معبود کی تعریف کرے، بعینہ یونہیں میں بھی مدح گستر ہوں۔

ہم معبود ہی سے رشد و مدد و رہبری کے متمنی ہیں وہی ہم سب کے لیے مرکز تدین و موجب توکل ہے۔ عبد مخلص کی طرح ہم وجود معبود کے مقر ہیں، مومن متقین کی طرح متفرد سمجھتے ہیں، مضبوط عقیدہ بندے کی طرح فرد فرید تسلیم کرتے ہیں نہ کوئی ملک میں شریک ہے، نہ صنعت گری میں دستگیر، وہ مشیر و وزیر کے مشوروں سے برتر ہے نیز مدد و مدد کنندہ، ہم پشت و ہمسر کی ضرورت سے مستغنی، قدرت ہم سب کے لغزشوں کو خوب سمجھتی ہے مگر مخفی رکھتی ہے وہ تو نہ کی چیزوں سے بھی خبر رکھتی ہے وہ حکومت میں سب کو نظم رکھتی ہے، حکم سے سرکشی کے وقت بھی عفو کے قلم کو حرکت دیتی ہے، لوگ بندگی کرتے ہیں تو قدرت عوض شکریہ پیش کرتی ہے، فیصلہ میں ہمیشہ عدل کو مدنظر رکھتی ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گی۔ معبود کی مثل و نظیر نہ کوئی چیز تھی نہ ہے، نہ ہوگی، وہ ہر شے سے پہلے ہے نیز ہر شے کے بعد ہے وہ عزت سے معزز ہے، قوت سے متمکن، بزرگی کی وجہ سے مقدس ہے، برتری کی وجہ سے متکبر، چشم مخلوق نہ معبود حقیقی کو دیکھ سکتی ہے نہ کسی کی نظیر محیط ہو سکتی ہے وہ قوی و سیع، سمیع و بصیر، رؤف و رحیم ہے وصف کنندہ معبود کی غیر محدود صفتوں کو دیکھ کر گنگ ہیں بلکہ معرفت کے مدعی بھی حقیقی تعریف سے گم گشتہ ہیں۔ وہ نزدیک ہوتے ہوئے دور ہے، دور ہوتے ہوئے نزدیک ہے، یہ قدرت ہی تو ہے جو ہر دعوت پر لبیک کہتی ہے، رزق دیتی ہے بلکہ ضرورت سے بڑھ کر بھی بخش دیتی ہے۔ وہی تو مخصی مروت قوی شوکت کی مظہر نیز وسیع رحمت، تکلیف دہ عقوبت کی مصدر ہے۔ یہ وہی ہستی تو ہے جس کی رحمت، لمبی چوڑی قبول صورت جنت ہے، جس کی عقوبت وسیع و مہلکہ خیز دوزخ ہے میری ہستی بعث محمد ﷺ کی مصدق ہے جو رسول عربی عبد حقیقی۔ برگزیدہ نبی، شریف خصلت حبیب و خلیل ہیں۔ وہ حضرت بہترین عہد مگر کفر و بے عملی کے دور میں منصب نبوت پر متمکن ہوئے۔ بندوں پر رحم

کرتے ہوئے۔ منت وکرم میں مزید ترقی دیتے ہوئے قدرت نے کل کمی پوری کردی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کر کے حجت مستحکم کردی۔

حضرت نے بھی لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنے میں کوئی کمی نہیں کی بلکہ بھرپور جدوجہد کی۔ وہ حضرت جملہ مومنین کے لیے شفیع ہمدرد، رحم دل، سخی، پسندیدہ وبرگزیدہ ولی تھے۔ رب ورحیم، قریب مجیب وحکیم کی طرف سے محمد عربی پر رحمت وتسلیم نیز برکت وتعظیم وتکریم کی بڑھتی (کثرت) ہو۔ گروہ موجود! میرے ارکیہ ہے تم لوگوں کے لیے رب قدیر کی وصیت، نبی کریم کی سنت پیش ہو رہی ہے جس میں تم سب کے لیے نیز میرے لیے نصیحت وہ عظمت کے دفتر ہیں، تم پر فرض ہے کہ تم میں وہ ڈر موجود ہو جس سے خود تمہیں لوگوں کے دل کو سکون میسر ہو، وہ خوف مخفی ہو جس کی موجودگی میں چشم نم سے سیل بہ نکلے، وہ تقیہ ہو جو بوسیدگی کے دن سے پہلے ہی کل مہلکوں سے محفوظ کردے، نیز روز محشر سے بےفکر کردے جبکہ نیکیوں کی تول وزنی، بدیوں کی تول سبک ہونے کی وجہ سے بشر کو عیش وعشرت کی زندگی نصیب ہوگی۔

تم لوگوں پر یہ بھی فرض ہے کہ خضوع وخشوع، توبہ ورجوع، ذلت وشرمندگی کی صورت سے معبود کی خدمت میں عرض ومعروض وتملق کرو۔ نیز تم لوگ موقع کو غنیمت سمجھو، مرض سے پہلے صحت کی قدر کرو، پیر فرتوت ہونے سے پہلے پیری کی عزت کرو، فقیری سے پہلے دولت کی توقیر کرو، مشغولیت سے پہلے وقت فرصت کو مدنظر رکھو، سفر سے پیشتر حضر کی قدر کرو، مرنے سے پہلے زندگی کی حقیقت کو سمجھ لو، نہ معلوم کتنے ہوں گے جو ضعیف وکمزور ومریض بن گئے ہوں جن کی کیفیت یہ ہوگی کہ خود طبیب (نسخہ لکھتے لکھتے) تھکن محسوس کرنے لگیں گے، دوست بھی پرہیز کرنے لگیں عمر ختم کے قریب ہوگی، عقل وفہم منہ موڑ چکے ہوں گے۔ کچھ لوگ یہ کہہ رہے ہوں گے کہ یہ تو (جوتوں سے) پٹی ہوئی صورت ہے، جسم بھی (پتلی چھڑی کی طرح) مدقوق ہے کہ یک بیک نزع کی کیفیت شروع ہوگی نزدیک ودور کے سب لوگ موجود ہوں گے، مریض کے دیدوں کی گردش سلب ہوگی ٹکٹکی بندھی ہوگی۔ جبین عرق ریز، بینی کج، تکلیف دہ چیخ میں سکون، بس نفس میں رنج وغم کی کیفیت شورش ہو رہی ہوگی۔ بیوی رو پیٹ رہی ہوگی، بچے یتیم ہو رہے ہوں گے، لحد درست ہو رہی ہوگی، عزیزوں میں تفرقہ کی نیو پڑ رہی ہوگی۔ ترکہ کی تقسیم ہوتی ہوگی مگر خود میت چشم وگوش سے بےتعلق ہوگی تو نوبت یہ پہنچے گی کہ لوگ جسم کے حصے کھینچ کھینچ کر درست کردیں گے پھر بدن سے کپڑے دور کریں گے یونہیں برہنہ غسل دیں گے، پھر دھو پونچھ کر کسی چیز پر رکھ دیں گے، بعدہٗ کفن میں لپیٹیں گے۔ پہلے میت کی ٹھڈی کی بندش کریں گے پھر قمیص دے کر سر پر پگڑی لپیٹ دیں گے۔ پھر تسلیم کر کے رخصت کریں گے یعنی کسی تخت پر میت کو رکھ دیں گے، پھر بغیر سجدے کے فریضہ سے تکبیر کہہ کر سب لوگ سبک دوش ہوں گے نیز میت کے لیے مغفرت طلب کریں گے۔ پھر زیب وزینب دیے ہوئے گھر، مضبوط ومستحکم بنے

ہوئے قصر، سر بلند و مزین محل سے منتقل کر کے لحد بنی ہوئی قبر، پہلے سے درست کیے ہوئے گڑھے، کے سپرد کر دیں گے، جس پر سنگ و خشت کو ہم کر کے (معمولی سی) چھت درست کر دیں گے پھر کچھ مٹی کچھ ڈھیلے سے گڑھے کو بھر دیں گے، یہیں پر لوگ (جدید مصیبت کو دیکھ کر) معبود کی خدمت میں حضوری کو یقینی سمجھیں گے لیکن خود مردے کو سہو محو کر دیں گے، دوست ہمدم، ہم مشرب، عزیز قریب دفن سے پلٹنے کے بعد دوسرے دوست و رفیق ڈھونڈھ لیں گے مگر مست غریب بیکسی کے گھر میں گرو ہے بلکہ قبر کے پیٹ میں لقمہ ہے کیفیت یہ ہے کہ لحد کے کیڑے نجس جسم پر دوڑ رہے ہیں۔ نتھنوں سے رطوبت بہ رہی ہے۔ کیڑے مکوڑے گوشت و پوست کو چھلنی کر رہے ہیں۔ خون پی رہے ہیں، ہڈیوں کو بوسیدہ کر رہے ہیں۔ یوم محشر تک یہی صورت رہے گی۔ پھر صور پھونکنے کے وقت حشر و نشر کے لیے طلب ہوں گے۔ یہی تو وہ وقت ہے کہ قبروں کی جستجو ہوگی سینے کے مخفی خزینے پیش ہوں گے نبی، صدیق، شہید، محشر میں طلب ہوں گے۔ پھر رب قدیر کی طرف سے جو کہ خبیر و بصیر ہے سب کے فیصلے ہوں گے ملک عظیم کے پیش نظر جو ہر چھوٹی بڑی چیز سے مطلع ہے، محشر کے زبردست، پرہول موقف میں نہ معلوم کتنے زندگی کش شیون بلند ہوں گے، نہ معلوم کتنی دبی ہوئی حسرتیں پوری ہوں گی (یعنی ظلم پیشہ گروہ سے مظلوموں کے حقوق ملیں گے) یہی وہ وقت ہے جبکہ گلے گلے پسینہ میں سب غرق ہوں گے، جہنم کے شعلے ہر طرف سے گھیرے ہوں گے چشم حسرت سے مسلسل جھڑی بندھنے کے بعد بھی رحمت کے دو مسدود رہ چیخیں بیسود، دلیلیں مردود ہوں گی۔ جرم حد کو پہنچ چکے ہوں گے۔ دفتر عمل کھلے رکھے ہوں گے۔ پیش نظر برے عمل ہوں گے۔ چشم مجرم، نظر کی لغزش کی، دست ظلم تعدی کے، قدم غلط روش کے، جلد بدن، غیر محرم سے ملنے کے، جسم کے مخفی حصے لمس و تقبیل کے خود بخود مقر ہوں گے۔ ختم محبت کے بعد، طوق در گردن، دست بہ زنجیر کھینچتے گھسیٹتے دوزخ کی طرف سے چلیں گے پھر کرب و شدت کی معیت میں جہنم کے سپرد کر دیں گے پس طرح طرح کی عقوبتیں شروع ہوں گی پینے کے لیے خون پیپ پیش کریں گے جس کی وجہ سے صورت جھلسی ہوئی معلوم ہوگی۔ جسم کی جلد گل گل کر گر رہی ہوگی۔ لوہے کے گرز سے فرشتے پیٹ رہے ہوں گے۔ جلد بدن جل جل کر گرتی ہوگی، دوسری نئی جلد بنتی ہوگی، بدنصیب کے رونے پیٹنے کی طرف سے جہنم کے موکل فرشتے بھی منہ پھیرے ہوں گے۔ غرضیکہ یونہی مدتوں چیخ نیز شرمندگی کیفیت میں بسر ہوگی۔ ہم رب قدیر سے ہر طرح کے فتنہ و شر سے طلب حفظ کرتے ہیں وہ جن لوگوں سے خوش ہو کر جس مقبولیت کی صف میں جگہ دیے ہوئے ہے ہم بھی کچھ ویسی ہی مغفرت و مقبولیت کے متمنی ہیں کیوں کہ وہی ہستی ہم سب کے ہر مقصود و مطلب کے مشکل ہے بیشک جو لوگ معبود کی عقوبتوں سے (نیک چلن ہونے کی وجہ سے) بچ گئے ہو عزت معبود ہی کے طفیل سے جنت میں پہنچیں گے۔ سر بلند و مستحکم محلوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ٹھہرے گے جس جگہ عیش و عشرت کے لے حوریں ملیں گی خدمت کے لیے نوکر موجود ہوں گے، شیشہ و خم گردش میں ہوں گے۔ مقدس منزلوں میں مقیم ہوں

گے۔ نعمتوں میں کروٹیں بدلتے ہوں گے، تسنیم وسلسبیل کو مطمئن ہو کر پیتے ہوں گے۔ جس کے ہر جرے طرح طرح کی خوشبوؤں میں بسے ہوں گے یہ سب چیزیں ہمیشگی کی ملکیت ہوں گی جس میں سرور کی حس قوی ہوگی۔ ہرے بھرے چمن میں مے نوشی ہوگی مے نوشوں کو نہ دردسر کی تکلیف ہوگی نہ کوئی دوسری زحمت ہوگی۔ مگر یہ منزلت خوف وخشیت سے متصف لوگوں کی ہے جو نفس کی سرکشیوں سے ہر وقت خطرے میں رہتے ہیں (یعنی حرص وہوس کے پھندوں سے بچ کر نکلنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں بیشک جو لوگ حق کے منکر ہوں، مذکورہ حقیقتوں کو بھولے بیٹھے ہوں، معصیت کوشی میں نڈر ہوں، پرفریب نفس کے دھوکے میں پڑے ہوں، وہ معبود کی طرف سے عقوبت کے مستحق ہیں۔ کیوں کہ درست فیصلہ، معتدل حکم یہی ہے (دیکھو سب سے بہتر قصہ) سب سے کھری نصیحت حکیم مطلق کی تنزیل ہے جسے جبریل پہلے سے رہبر کل حضرت محمد ﷺ کے قلب محترم کے سپرد کر چکے ہیں مکرم ونیک منش سفیروں کی طرف سے حضرت پر درود ورحمت ہو ہم ہر لعین ورجیم دشمن کے شر سے بچنے کے لیے رب علیم رحیم کریم سے مدد طلب کرتے ہیں۔ تم لوگ بھی تضرع کرو۔ گریہ میں مشغول رہو۔ نیز تم میں ہر شخص جو نعمت رب سے بہرہ ور ہے خود نیز میرے لیے طلب مغفرت کرے۔ بس میرے لیے رب قدیر کی ہستی بہت ہے۔

اس خطبہ کے مترجم مولانا ظفر الحسن صاحب نے اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ ترجمہ میں بھی کہیں الف نہ آئے۔

☆......☆......☆

حضرت علی کرم اللہ وجهه
پر لکھی گئی اہم کتب

(۵۹۹ء-۶۶۱ء)

شیر نوروز خان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ (۵۹۹ء-۶۶۱ء) پر لکھی گئی اہم کتب

۱۔ آدم عبدالستار
سیدنا علی اپنے فیصلوں اور فتووں کی روشنی میں/عبدالستار آدم، ترجمہ محمد ناصر قاسمی۔ لاہور: شیعہ جنرل بک ایجنسی، ۱۴۰۲ء، ۱۰۴ص (اردو)

۲۔ آغا رفیق
حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ لاہور- سیٹھ آدم جی عبداللہ پبلشرز، ۱۲۸ص، (اردو)

۳۔ آغا مہدی، سید
علی اور کعبہ۔ لکھنؤ: سرفراز پریس، ۴۴ص، (اردو)

۴۔ آنکیری، گابریل
شہسوار اسلام/گابریل آنکیری، ترجمہ کاظم عمادی، تہران: انجمن تبلیغات اسلامی، ۲۰۲ص، (فارسی)

۵۔ ابراہیم سید علوی
جہان بینی و جہانداری علی علیہ السلام۔ طہران: فرہانی، ۲۰۳ص- (فارسی)

۶۔ ابن ابی الحدید
شرح نہج البلاغہ/ابن ابی الحدید، تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم۔ القاہرہ: عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاہ، ۱۹۵۹ء، ۲۰ص، (عربی)

۷۔ ابن المغازلی، ابی الحسن علی بن محمد بن الواسطی الجلابی الشافعی
مناقب علی بن ابی طالب۔ الطبعہ الثانیہ۔ طہران: المکتبہ الاسلامیہ، ۱۳۹۴ھ- ۳۵۹ص، (عربی)

۸۔ احمد بن عبداللہ بن محمد
سیرۃ الامام علی بن ابی طالب ومحاربتہ مع الملک المھمام۔ بیروت: دار الفکر ۱۷۶ص القاہرہ: مکتبہ صبیح (عربی)

۹۔ احمد زمردیان
علی علیہ السلام وکمیل۔ طہران: امیر کبیر، ۱۹۸۵ء، ۳۶۸ص، (فارسی)

۱۰۔ احمد مظہر بن احمد بن العظمۃ
علی بن ابی طالب دمشق: مطبعہ الترقی، ۱۹۶۵ء، ۸۴ص، (فارسی)

۱۱۔ اراکی، شیخ محمد علی انصاری

چرا علی را کشتند۔ طہران: علی اکبر علمی، ۱۳۴۹ش، ۱۰۴ص (فارسی)

۱۲۔ ارمان سرحدی

حضرت علی ابن ابی طالب: حضرت علی کی عظیم شخصیت کے جامع اور مکمل حالات۔ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، ۱۹۶۳ء، ۴۰۵ص (اردو)

۱۳۔ الامین، سید عبدالودود

الامام علی بن ابی طالب امیر المؤمنین علیہ السلام۔ بیروت: دار التوجیہ الاسلامی، ۱۹۸۱ء، ۱۹۲ص (عربی)

۱۴۔ انجمن فیض الاسلام، (راولپنڈی)

علی مرتضیٰ نمبر۔ راولپنڈی: ادارہ، ۱۹۶۷ء، ۲۴۰ص۔ رسالہ فیض الاسلام کا خصوصی نمبر، جلد ۱۹ شمارہ ۲ (جنوری-فروری ۱۹۶۷ء) (اردو)

۱۵۔ الانصاری، محمد بن ابی بکر

جوہرہ در نسب و شرح احوال امام علی رضی اللہ عنہ و آل او رمحمد ابی بکر الانصاری، ترجمہ فیروز حریرچی، طہران: امیر کبیر، ۱۳۶۱ش، ۵۵ص (فارسی)

۱۶۔ جرداق، جورج

الامام علی۔ بیروت: مطبعہ الجہاد، ۵ج، (عربی)

۱۷۔ ....

الامام علی علیہ السلام / جورج جرداق، ترجمہ ابوالحسن شعرانی۔ طہران: اسلامیہ، ۱۳۷۷ھ۔ ۴۳۶ص (فارسی)

۱۸۔ ....

علی والقومیۃ العربیۃ۔ بیروت: دار مکتبۃ الحیاۃ، ۱۹۷۰ء، ۲۸۱ص (عربی)

۱۹۔ ....

علی وحقوق الانسان۔ بیروت: دار المکتبۃ الحیاۃ، ۱۹۷۰ء، ۴۳۶ص (عربی)

۲۰۔ ....

علی وسقراط۔ بیروت: دار مکتبۃ الحیاۃ، ۱۹۷۰ء۔ ۲۸۲ص (عربی)

۲۱۔ ....

علی وعصرہ۔ بیروت: دار مکتبۃ الحیاۃ، ۱۹۷۰ء۔ ۲۸۴ص (عربی)

۲۲۔ ....

علی وقومیت عربی / جورج جرداق، ترجمہ احمد بہشتی۔ طہران: فراہانی، ۱۳۵۱ش، ۲۸۲ص، (فارسی)

۲۳۔ جمال الدین الاسترآبادی

امام علی علیہ السلام خورشید جہان افروز۔ طہران ۱۳۴۸ش، ۴۸ص (فارسی)

۲۴۔ حبیب اللہ شیر خدائی

چہل حدیث، درشان حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام، طہران: ۱۹۷۶ء، ۴۸ص، (فارسی)

۲۵۔ حسان، حبیب چاپچیان

چہل حدیث جالب از حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام، طہران: طلوع اندیشہ، ۱۹۹۰ء، ۴۸ص، (فارسی)

۲۶۔ حسن صدر

مردنا متناہی علی بی ابی طالب علیہ السلام، تہران: موسسہ چاپ و انتشارات امیر کبیر، ۱۳۸۳ھ، ۲۳۰ص (فارسی)

۲۷۔ حسین علم الہدیٰ

جہاد در قرآن لضمیمہ در سہائی از نہج البلاغہ۔ طہران: واحد فرہنگی بنیاد شہید، ۱۳۶۱ش، ۱۴۳ص (فارسی)

۲۸۔ الحکیمی، شیخ محمد رضا

علی مع القرآن والقرآن مع علی۔ بیروت: موسسہ الوفاء، ۱۹۸۴ء، ۶۹۰ص (عربی)

۲۹۔ خان، سرفراز

حضرت علی علیہ السلام کی سیرت کی ایک روشن جھلک۔ لاہور: امامیہ مشن پاکستان ٹرسٹ، ۱۹۷۵ء، ۲۴ص (اردو)

۳۰۔ خان، محمد وصی

اولیائے کرام وشعرائے عظام آستانہ مولا علی پر۔ کراچی: محفل حیدر، ج ۱، ۳۲۸ص، (اردو)

۳۱۔ خان، محمد وصی (مرتب)

حضرت علی کے فیصلے اور موجودہ تعزیرات اسلامی۔ کراچی: محفل حیدری، ۱۹۷۹ء، ۳۲۸ص (اردو)

۳۲۔ خان، محمد وصی

حضرت علی کے معجزات۔ کراچی: احمد بکڈپو، ۲۶۴ص (اردو)

۳۳۔ ....

نہج البلاغہ کی روشنی میں زندگی کا منظر علی علی۔ کراچی: محفل حیدری، ۱۹۸۲ء، ۱۳۸ص، (اردو)

۳۴۔ خلیل یاسین

الامام علی: رسالہ وعدالت۔ بیروت: دار المکتبہ لندن، ۱۹۸۴ء، ۵۰ص، (عربی)

۳۵۔ الخلیلی، الجواد جعفر

الامام علی علیہ السلام۔ القاہرہ: ۱۹۷۹ء۔ ۳۲۲ص۔ (عربی)

۳۶۔ داستانی، اسداللہ

علی علیہ السلام در کنار حوض کوثر۔ قم: قیام، ۱۹۹۰ء، ۶۳ص (فارسی)

۳۷۔ ....

علی در معراج پیغمبر۔ قم قیام، ۱۹۹۰ء، ۶۴ص (فارسی)

۳۸۔ دامادی، باقر آیت میر

علی علیہ السلام در بستر شہادت۔ اصفہان: ۱۳۹۱ھ۔ ۲ج، (فارسی)

۳۹۔ رامپوری، حکیم نبی احمد خان

مکتوبات حضرت علی، اشاعت چہارم، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۷۹ء، ۳۵۴ص (اردو)

۴۰۔ الراوندی، سعید بن ہبہ اللہ

منہاج البراعۃ فی شرح نہج البلاغہ، تالیف سعید بن ہبہ اللہ، تحقیق السید عبداللطیف الکوحکری، قم: مکتبہ آیۃ اللہ المرعشی العامۃ، ۱۴۰۶ھ۔ ۳ج، (عربی)

۴۱۔ الربیعی، عبدالجبار

علی سید العرب والعجم۔ بیروت: ادارہ ن والقلم، ۱۹۸۷ء، ۲۷۲ص، (عربی)

۴۲۔ رضوی، سید محمد موسیٰ

علی رضی اللہ عنہ امین وحدت۔ کراچی: ادارہ ن والقلم، ۱۹۸۶ء، ۹۲ص، (اردو)

۴۳۔ رہبر، محمد تقی (مترجم)

سیاست و مدیریت از دیدگاہ امام علی علیہ السلام۔ طہران: منظمۃ الاعلام الاسلامی، ۱۳۶۹ش، ۱۳۷ص، (فارسی)

۴۴۔ زاہدی، حبیب اللہ

خلافت حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام۔ تبریز: مطبعہ شفق، ۱۳۳۲ش، ۷۵ص، (فارسی)

۴۵۔ زنجانی، شیخ عباس علی

جہاد از دیدگاہ امام علی رضی اللہ عنہ در نہج البلاغہ۔ طہران: وزارت فرہنگ ارشاد اسلامی، ۱۹۸۴ء، ۱۷۶ص، (فارسی)

۴۶۔ زیب ملیح آبادی

سیرت حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ لاہور: مکتبہ القریشی، ۱۹۹۲ء، ۲۷۶ص، (اردو)

۴۷۔ سلیمان کتانی
امام علی پیشوا و پشتیبان / سلیمان کتانی، ترجمہ جواد بشترودی، قم: رسالت، ۱۹۷۶ء، ۳۶۰ص، (فارسی)

۴۸۔ ....
امام علی، مشعل و دژ / سلیمان کتانی، ترجمہ جلال الدین فارسی۔ طہران: انتشارات برہان، ۱۳۴۹ش، ۲۵۴ص، (فارسی)

۴۹۔ سہارنپوری، سید مظہر حسن
تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین علیہ السلام۔ دہلی: مجہ بن احسن عسکری اکیڈمی، ۱۳۱۶ھ۔ ۸۸۰ص، (اردو)

۵۰۔ الشرقاوی، عبدالرحمٰن
علی امام المتقین۔ القاہرہ: مکتبہ غریب، ۱۹۸۵ء، ۳۹۹ص، بیروت: موسسہ الوفاء، ۱۹۸۹ء، ۳۸۲ص، (عربی)

۵۱۔ شریف الرضی
خصائص الائمہ خصائص امیر المومنین رضی اللہ عنہ۔ النجف الاشرف: المطبعۃ الحیدریہ، ۱۹۴۹ء، ۱۰۰ص، (عربی)
مشہد: بنیاد پژوہشہای اسلامی، ۱۹۸۶ء، ۱۲۸ص

۵۲۔ شمس الدین، شیخ محمد مہدی
جنگ و صلح از دیدگاہ امام علی رضی اللہ عنہ۔ طہران: ۱۹۸۵ء، ۱۱۶ص، (فارسی)

۵۳۔ الشنقیطی، محمد حبیب اللہ بن عبداللہ بن احمد مایابی الجکینی
حیاۃ علی بن ابی طالب۔ القاہرۃ؛ مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۳۶ء، ۱۳۲ص، (عربی)، القاہرہ: مطبعہ الاستقامہ، ۱۹۳۶ء۔

۵۴۔ شہنشانی، حسین سلیم
چہار صد باب علم از علی رضی اللہ عنہ۔ طہران: مکتبہ قرآن، ۱۳۶۱ش، ۱۲۶ص (فارسی)

۵۵۔ شیرازی، سید محمد حسینی
امیر مومنان علی علیہ السلام / سید محمد حسینی شیرازی، ترجمہ محمد باقر فالی۔ قم: ۱۴۰۴ھ، ۱۰۳ص، (فارسی)

۵۶۔ صادق نقوی
دستور علی رضی اللہ عنہ برای متحد کردن مسلمان دنیا۔ طہران: ۱۳۳۱ش، ۳۹ص، (فارسی)

۵۷۔ الصدر، سید محمد صادق بن محمد بن حسین بن محمد ہادی بن محمد علی حیاۃ امیر المؤمنین فی عہد النبی۔ بغداد: مطبعہ المعارف، ۱۹۴۴ء، ۲۸۸ص، (عربی)

۵۸۔ صدیقی، محمد میاں
حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ لاہور: ناشران قرآن، ۵۶ص، (اردو)

۵۹۔ طباطبائی، سید محمد حسین
علی رضی اللہ عنہ و فلسفہ الٰہی۔ قم: دفتر تبلیغات اسلامی، ۱۴۰ص، (فارسی)

۶۰۔ طٰہٰ حسین
علی و فرزندانش / طٰہٰ حسین، ترجمہ محمد علی خلیلی۔ تہران: انتشارات بنگاہ مطبوعاتی گوتمرک، ۱۳۳۵ھ، ۲۷۶ص، (فارسی)

۶۱۔ ....
علی وبنوہ۔ القاہرہ: دار المعارف عصر، ۱۹۶۱ء، ۲۶۲ص، (عربی)

۶۲۔ عبد الزہراء عثمان محمد
سیرۃ امیر المؤمنین۔ بیروت: موسسہ الفکر الاسلامی، ۱۹۹۳ء، ۲۲۰ص، (عربی)

۶۳۔ عبد العظیمی، السید محمد علی الحسینی الشاہ
التکملہ فی عمدۃ مواعظ نہج البلاغہ۔ النجف: مطبعہ جل المتین، ۱۳۳۰ھ، ۵۰ص، (عربی)

۶۴۔ عبد الفتاح، عبد المقصود
امام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ تہران: شرکت سہامی انتشارات، ۳۸۲ص، (فارسی)

۶۵۔ ....
امام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ / عبد المقصود عبد الفتاح، مترجم سید محمد مہدی جعفری۔ تہران: شرکت سہامی انتشارات، (۱۳۶۱ھ) ۸ج، (فارسی)

۶۶۔ عبد الکریم، مشتاق
علی ولی اللہ۔ تیسرا ایڈیشن۔ کراچی: رحمت اللہ بک ایجنسی، ۲۴۹ص، (اردو)

۶۷۔ العزیزی، لروکس بن زائد
الامام علی: اسد الاسلام وقدیسہ۔ النجف الاشرف: مطبعہ النعمان، ۱۹۶۸ء، بیروت، دار الکتاب العربی، (عربی)

۶۸۔ العقاد، عباس محمود
شخصیت حضرت علی علیہ السلام / عباس محمود العقاد، ترجمہ جعفر غضبان۔ طہران: ساحل، ۱۹۷۶ء، ۲۶۳ص، (فارسی)

۶۹۔ ....
عبقریہ الامام علی رضی اللہ عنہ۔ بیروت: المکتبہ العصریہ، ۱۵۹ص، (عربی)

۷۰۔ ....
علی، شخصیت و کردار۔ لاہور: دبستان، ۱۹۶۵ء، ۳۱۲ص، (اردو)

۷۱۔ علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
ترجمہ گویا و شرح فشردہ ای بر نہج البلاغہ/محمد رضا آشتیانی و محمد جعفر امامی۔ قم: مدرسہ الامام امیر المؤمنین، ۱۳ج، (فارسی)

۷۲۔ ....
ترجمہ نہج البلاغہ من الامام الصادق علیہ السلام/تحقیق و ترجمہ للسید مرتضی حسین صدر الافاضل اللکھنوی۔ کراچی: مجلس کتابخانہ شیخوپورہ، ۱۹۷۴ء، (عربی۔اردو)

۷۳۔ ....
ترجمہ و تفسیر نہج البلاغہ/ترجمہ و تفسیر محمد تقی جعفری۔ تہران: نشر فرہنگ اسلامی، ۱۳۵۸ھ، ۳۳۴ص، (فارسی)

۷۴۔ ....
ترجمہ وصیت نامہ امیر المؤمنین/ترجمہ عبد المہدی بن ابی تراب نفیسی۔ طہران: ۱۲۶۷ھ۔ ۲۳، ۱۷ص، (فارسی)

۷۵۔ ....
دیوان امیر المؤمنین علی بن طالب کرم اللہ وجہہ۔ کانپور: مطبع قیومی، ۱۳۸ص، (عربی)

۷۶۔ ....
دیوان حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ لاہور: نگارشات، ۱۹۹۲ء، ۲۲۴ص، (عربی۔اردو)

۷۷۔ ....
الدیوان سیدنا علی رضی اللہ عنہ۔ لکھنؤ: مطبع مصطفائی، ۱۳۲۲ھ۔ ۱۳۶ص، (عربی)

۷۸۔ ....
دیوان علی رضی اللہ عنہ۔ القاہرہ: مطبعہ بولاق، ۱۲۵۱ھ۔ ۷۶ص، (عربی)

۷۹۔ ....
نہج البلاغہ/مترجم مفتی جعفر حسین۔ لاہور: امامیہ پبلیکیشنز، ۱۴۰۵ھ، ۹۶۰ص، (عربی)

۸۰۔ ....
نہج البلاغہ/مرتب، الشریف الرضی۔ طہران: کتابخانہ شرق، ۱۳۲۵ھ، ۶۱۷ص، (عربی)

۸۱۔ ....

نہج البلاغہ/مرتب الشریف الرضی، شرح الشیخ محمد عبدہ۔ بیروت: موسسہ الاعلمی للمطبوعات، ۲ج

القاہرہ: المطبعہ الرحمانیہ، ۲ج۔ القاہرہ: مطبعہ الاستقامہ، ۲ج، (عربی)

۸۲۔ ....

نہج البلاغہ/ترجمہ محمد جعفر امامی، محمد رضا آشتیانی۔ قم: موسسہ مطبوعاتی ہدف، ۳ج، (فارسی)

۸۳۔ ....

نہج البلاغہ/ترجمہ وشرح، فیض الاسلام۔ تہران: انتشارات فقہ، ۱۳۴۰ص، (عربی۔ فارسی)

۸۴۔ ....

نہج البلاغہ/ترجمہ، حل لغات، تشریح، تفسیر اور تاریخی پس منظر کے ساتھ سید رئیس احمد جعفری۔ اشاعت ششم۔

لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۳ء، ۹۵۹ص

لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، اشاعت پنجم، ۱۹۷۸ء۔ ۱۱۰۹ص، (اردو)

۸۵۔ ....

نہج البلاغہ: خطبات امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام/ترجمہ علامہ مفتی جعفر حسین۔ لاہور:

امامیہ پبلی کیشنز، ۹۵۷ص، (اردو)

۸۶۔ ....

نیرنگ فصاحت: ترجمہ نہج البلاغہ/مترجم ذاکر حسین اختر۔ دہلی: مطبع یوسفی، ۵۶۰ص، (اردو)

۸۷۔ علی انصاریاں

نہج البلاغہ موضوعی (الدلیل علی موضوعات نہج البلاغہ)۔ تہران: مفید، (۱۳۵۷ھ) ۱۱۰۴ص، (عربی)

۸۸۔ علی شریعتی

علی: مجموعہ آثار۔ طہران: انتشارات نیلوفر، ۱۳۶۲ھ۔ ۶۹۸ص

۸۹۔ علی فیاض

امام علی علیہ السلام وآئین نبرد۔ طہران: توسن، ۱۳۶۱ش۔ ۶۲ص، (فارسی)

۹۰۔ عمر ابو النصر

علی وعائشہ۔ القاہرہ: دار احیا الکتب العربیہ، ۱۹۴۷ء۔ ۱۲۸، ۱۷ص، (عربی)

۹۱۔ غلام عباس سریقال

حضرت علی علیہ السلام۔ حیدرآباد: خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران، ۱۳۴۵ھ، ۲۵ص، (سندھی)

۹۲۔ غوث، رشاد دار
علی بن ابی طالب۔ بیروت: دار النفائس، ۱۹۸۶ء، ۱۳۶ص، (عربی)
۹۳۔ فرج موسیٰ
الامام علی والفلسفۃ الزمنیہ۔ بیروت: دار البلاغہ، ۱۴۱۱ھ، ۲۲۰ص (عربی)
۹۴۔ فواد فاروقی
علی اور زبان عمر۔ تہران: عطائی، ۱۳۶۲ش، ۱۳۶ص، (فارسی)
۹۵۔ القزوینی، سید محمد کاظم
الامام علی علیہ السلام من المھد الی اللحد۔ بیروت: موسسہ اوفاء، ۱۹۸۲ء، ۶۰۵ص
۹۶۔ ....
علی رضی اللہ عنہ از ولادت تا شہادت، محمد کاظم القزوینی، ترجمہ علی کاظمی، قم: ۱۳۵۶ش، ۵۹۶ص، (فارسی)
۹۷۔ القضاعی، ابی عبداللہ محمد بن سلامہ بن جعفر بن علی
دستور معالم الحکم وماثور مکارم الشیم من کلام امیر المؤمنین علی بن ابی طالب۔ (القاہرہ: ۱۳۳۲ھ۔ ۲۰۸ص
بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۱ھ، (عربی)
۹۸۔ قمی، حسین اثنی عشری صفائی
چہل وشش برین کلمات قصار امیر المؤمنین۔ قم: ۱۳۷۶ھ، ۱۱۵ص، (فارسی)
۹۹۔ الکاظمی، عبدالمنعم
من کنت مولاہ۔ فھذا علی مولاہ، بغداد: مطبعہ المعارف، ۱۹۶۶ء، ۳۲۰ص، (عربی)
۱۰۰۔ کراکا، ڈی ایف
علی باب مدینۃ العلم۔ اسلام آباد: سید محمد ثقلین کاظمی، ۱۳۱ص، (اردو)
۱۰۱۔ کرپالوی، طالب حسین
انسائیکلو پیڈیا (حضرت علی) براہین الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب۔ لاہور: جعفریہ دار التبلیغ، ۴۵ج،
(اردو)
۱۰۲۔ کمپانی، فضل اللہ
علی کیست؟ تہران: دار الکتب الاسلامیہ، ۲۹۵ص (فارسی)
۱۰۳۔ گروسی، غلام رضا امیری، (مترجم)
درس اخلاق از علی علیہ السلام۔ طہران: ۱۳۴۰ش، ۱۸۵ص، (فارسی)

۱۰۴۔ مامون غریب

خلافة علی بن ابی طالب۔ القاہرہ: مکتبہ غریب، ۱۵۱ص، (عربی)

۱۰۵۔ ماہر سعاد

مشہد الامام علی فی النجف وما بہ من الہدایا والتحف۔ القاہرہ: دار المعارف، ۱۹۶۹ء، ۳۹۹ص (عربی)

۱۰۶۔ محمد تقی المدرسی، سید

الامام علی علیہ السلام: قدوة واسوة۔ طہران: مکتب السید المدرسی، ۱۹۸۲ء، ۲۰۸ص، (عربی)

۱۰۷۔ محمد جوینی

چہاردہ حدیث در فضیلت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ شیراز: مطبعہ مصطفوی، ۲۴ص، (فارسی)

۱۰۸۔ محمد خامنہ ای

علی وصلح جہانی۔ طہران: کانون انتشار، ۱۹۷۷ء، (فارسی)

۱۰۹۔ محمد رضا

الامام علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ رابع الخلفاء الراشدین۔ القاہرہ: مطبعہ عیسی البابی الحلبی، ۱۳۵۸ھ، ۳۶۰ص

بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۷ء، ۳۵۴ص۔ بیروت: دار الحکمہ، ۱۹۸۸ء، ۳۳۵ص، (عربی)

۱۱۰۔ محمد نافع

سیرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔ لاہور: ذیشان بک پیلس، ۱۹۹۲ء، ۵۱۵ص، (اردو)

۱۱۱۔ محمد افتخار زادہ (مترجم)

چگونہ زیستن علی علیہ السلام وچگونہ بودنش۔ طہران: ۱۹۸۴ء، ۹۲ص، (فارسی)

۱۱۲۔ محمود شبلی

حیاة الامام علی علیہ السلام، بیروت دار الجیل، ۱۳۰۶ھ

۱۱۳۔ مرتضی مطہری

نہج البلاغہ کی سیر۔ طہران: مجمع جہانی اہل بیت، ۱۹۹۲ء، ۲۸۷ص، (اردو)

۱۱۴۔ مزینانی، محمد تقی شریعتی

امامت وخلافت در نہج البلاغہ۔ طہران: بعث، ۱۳۵۷ش، ۲۱ص، (فارسی)

۱۱۵۔ مصطفیٰ زاہدی، (مترجم)

امام علی علیہ السلام مجاہد بزرگ۔ اصفہان: کتابفروشی ثقفی، ۱۳۳۸ش، ۱۲۳ص، (فارسی)

۱۱۶۔ مصطفی زمانی

امام علی علیہ السلام، مشہد: ۱۳۴۹ش، ۳۳۱ص، (فارسی)

۱۱۷۔ منتظری، آیت اللہ کاظمی

نہج البلاغہ۔ آئین زندگی۔ تہران: شوری ہماہنگی تبلیغات اسلامی، ۱۴۰۴ھ، ۲۱۹ص

۱۱۸۔ موسسہ اصول دین، قم

حکومت نمونہ ای امیر مومنان علی علیہ السلام، قم: موسسہ اصول دین، ۱۹۷۶ء۔ ۲۰ص، (فارسی)

۱۱۹۔ موسسہ فی طریق الحق، قم

الامام الاول امیر المومنین علی علیہ السلام قم: موسسہ فی طریق الحق، ۱۴۰۸ھ، ۲۴ص، (فارسی)

۱۲۰۔ الموسوی، سید عباس علی

الامام علی منتہی الکمال البشری۔ بیروت: موسسہ الاعلمی، ۲۰۸ص، (عربی)

۱۲۱۔ الموسوی، سید محمد مہدی الخرندی

علی بن ابی طالب وخلفای ثلاثہ۔ طہران: اسلامیہ، ۱۳۴۹ش۔ ۳۸ص (فارسی)

۱۲۲۔ میر حسن میر

علی کا مرتبہ اللہ اکبر۔ لاہور: مکتبہ سپاہ عباس، ۱۹۵۸ء، ۸۸ص، (اردو)

۱۲۳۔ ندوی، سید ابوالحسن علی

المرتضی کرم اللہ وجہہ۔ کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۸ء، ۳۶۴ص، (اردو)

۱۲۴۔ نوری جعفر

علی ومناوہ۔ بیروت: موسسہ الوفاء، ۱۹۸۴ء، ۲۴۰ص، (عربی)

۱۲۵۔ ہادی خسروشاہی، سید

علی وستراط۔ قم: ۱۳۴۷ش، (فارسی)

☆......☆......☆

فہرست (حصہ دوم)

☆......☆......☆

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ دنیائے اسلام کی ان چند عالی مرتبت ہستیوں میں سے ہیں جن کے فضائل وکمالات کے بیان میں قلم کو اپنی درماندگی کا احساس ہونے لگتا ہے، یہ وہ شخصیت ہے جس کی کتاب زندگی کا ہر ورق روشن کارناموں اور عظیم الشان کاموں سے ایسا مزین ہے کہ جب بھی اور جہاں بھی جس ورق کو پڑھا جائے نظر کو جلا، قلب کو تسکین، فکر کو بالیدگی، شعور کو پختگی، عمل کو قوت اور قدم کو رہنمائی ملتی ہے، ذکر علی مرتضیٰؓ کی محفل میں فضل وکمال علی کی ایسی روشنی ملتی ہے جس سے زمانہ کی تاریکی کو دور کر کے انسانیت، محبت، علم و عدل استقامت وشجاعت اور حکمت و دانائی کے چراغ روشن کیے جاسکتے ہیں۔ آیئے، ہم علی مرتضیٰؓ کے ان اوصاف کمال کو کچھ تذکرہ کر کے پہلے اپنے دلوں کی سرد انگیٹھیوں کے لیے حرارت حاصل کریں۔

شجاعت واستقامت کا یہ پیکر علم وفضل کی دنیا میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا، اس سے بڑی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے اعلان کیا کہ:

"انا مدينة العلم وعلى بابها فمن أراد العلم فليأت به" (ترمذی)

"میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں، جس کو علم چاہیے وہ علی کے پاس جائے"

آپ کے فضائل ومناقب کو میں نے مختلف کتابوں سے ایک ساتھ جمع کیا ہے اور عربی میں یہ کتاب دو جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ اب اسی کتاب کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ مجھے محبین رسول ﷺ اور آل رسول میں شامل فرمائے۔

(آمین)۔

• خسرو قاسم
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (یوپی انڈیا)